شرح سنن ابن ماجہ

تصنیف

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی

جلد ششم

ترجمہ

ابو السلام محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ ظلہ علینا وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

صحاح ستہ میں سے مشہور متن سنن ابن ماجہ کا اردو ترجمہ و مستند شرح

شرح سنن ابن ماجہ

جلد ششم

تصنیف

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شرح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز® زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نام کتاب ______ شرح سنن ابن ماجہ

مترجم ______ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

شرح ______ علامہ محمد لیاقت علی رضوی

کمپوزنگ ______ ورڈز میکر

باہتمام ______ ملک شبیر حسین

سن اشاعت ______ مئی 2015ء

سرورق ______ اے ایف ایس ایڈورٹائزر، لاہور 0322-7202212

طباعت ______ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ______

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

كِتَابُ الْأَدَبِ

كِتَابُ الدُّعَاءِ

مقدمہ رضویہ

دین اسلام کے بنیادی دو اہم بنیادی ماخذ جن میں سے ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت وسیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قرآن حکیم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترنے والی 23 سالہ وحی الہی کا وہ حتمی مجموعہ ہے جس کی لفظی ومعنوی حفاظت کا ذمہ خود اللہ رب العزت نے اٹھایا۔ چنانچہ قرآن حکیم دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جس کا ایک ایک حرف ایک ایک حرکت اور ایک ایک سطر اسی طرح اپنی اصلی حالت میں موجود ہے جس طرح یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر اترا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو سنایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کی سب سے بڑی حقانیت، کتاب زندہ قرآن ہے۔ حقانیت اسلام کی دوسری بڑی اساس پیغمبر انسانیت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وسنت مطہرہ ہے۔ قرآن حکیم کی طرح صاحب قرآن کی زندگی کا بھی ایک ایک لمحہ، ایک ایک دن اور ایک ایک زاویہ اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ ایک کھلی کتاب کی طرح ہر شخص کے سامنے موجود ہے۔ اپنوں کے سامنے بھی اور غیروں کے سامنے بھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ کو خود اللہ رب العزت نے اسوہ حسنہ یعنی بہترین نمونہ عمل قرار دیا ہے اس لئے ضروری تھا کہ اس پاکیزہ اور اعلیٰ ترین انسانی نمونہ عمل کی تمام جزئیات بنی نوع انسان کے سامنے موجود ہوتیں۔ ان تفصیلات سے قیامت تک کی ہر نسل انسانی کو آگاہ کرنے کے لئے اللہ پاک نے صحابہ کرام کی برگزیدہ جماعت کو ذہانت، شجاعت، محبت، قوت مشاہدہ، صداقت، دیانت اور حفظ وضبط جیسی نادر خصوصیات سے بیک وقت نواز رکھا تھا جو دنیا کے کسی دوسرے گروہ انسانی میں ہمیں یکجا نظر نہیں آتیں۔ چنانچہ ان خوبیوں کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ادا، پسند و ناپسند اور راحت ورفع ومشقت وکلفت کی ہر کیفیت کو انہی الفاظ کے ساتھ محفوظ کر لیا گیا جو آپ نے اپنی زبان اقدس سے ادا فرمائے۔ انہی کلمات، انداز، کیفیات اور احوال کے بیان کو علم حدیث موسوم کیا جاتا ہے۔ ان اقوال وافعال اور کیفیات کو بیان کرنے والوں کو راوی اور ان روایات پر کام کرنے والے خوش نصیب لوگوں کو محدث کہا جاتا ہے۔

علم حدیث کی اہمیت اور حجیت پر گفتگو اس وقت ہمارا موضوع بحث نہیں لیکن ایک بات واضح کئے بغیر آگے بڑھنا مناسب نہیں کہ جب تک دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی جاتی رہے گی، آپ سے محبت کے چراغ اہل ایمان کے سینوں میں جلتے رہیں گے، آپ کی اطاعت کو عین ایمان سمجھا جاتا رہے گا، آپ کے اسوہ حسنہ کے نشانات کو سنگ میل بنایا جاتا رہے گا اور آپ کی عطاؤں کے سامنے پوری انسانیت دامن سوال دراز کئے رکھے گی قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث کی حجیت خود بخود مسلم ہوتی رہے گی۔

آج کے ترقی یافتہ اور پڑھے لکھے انسانی معاشرے میں یہ بات سمجھنی نسبتاً آسان ہے کہ ذرائع ابلاغ کی موجودہ ترقی نے

زمان ومکان کے فاصلوں اور وسعتوں کو حیرت انگیز طور پر سمیٹ دیا ہے۔ معلومات کا سیلاب ہے جو ہر شخص تک پہنچ رہا ہے۔ آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ کے ذریعے ہر شخص کی حرکات وسکنات تک رسائی اس قدر آسان ہو چکی ہے کہ آج سے 50 سال قبل اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ سارے علوم وفنون انسان کی خدمت میں دست بستہ حاضر ہیں۔ ریڈیو، ٹی وی، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، سی ڈیز، اخبارات، رسائل اور کتب، الغرض ایک سے ایک سریع اور آسان ذریعہ علم میسر ہے، ہم بڑے خطباء، قائدین، دانشوروں اور حکمرانوں کے قیمتی لمحات کو ریکارڈ بھی کر رہے ہیں لیکن ان تمام سہولیات کے باوجود کیا کوئی شخص کوئی حکومت یا کوئی ادارہ یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس نے فلاں شخصیت اور فلاں حکمران کی ساری زندگی محفوظ کر دی ہے؟ اس کا ہر پہلو پبلک کے سامنے کھلا ہوا ہے اور اس کی خلوت وجلوت کی تفصیلات عوام کی پہنچ میں ہیں؟ نہیں، اس دنیا میں اس معیار پر کوئی بھی پورا نہیں اترتا۔ پوری کائنات میں یہ امتیاز صرف اور صرف حضور تاجدار کائنات کو حاصل ہے کہ آج سے ساڑھے 14 سو سال قبل جب ان جدید ذرائع اور سہولیات میں سے کسی ایک چیز کا بھی وجود نہیں تھا۔ صرف دیکھنے والوں کی محبت بھری نظریں اور محسوس کرنے والوں کی زبان حق ترجمان تھی، آج بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت وجلوت کا ہر لمحہ، سفر وحضر کی ہر تفصیل نشست وبرخاست کا ہر انداز اور خوشی غمی کی ہر کیفیت ریکارڈ پر ہے۔

سیرت وسنت کا یہی معجزہ نما ریکارڈ ذخیرہ حدیث ہے۔ جو اس وقت سینکڑوں کتب کی صورت میں ہزاروں کتب خانوں کے اندر لاکھوں صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ کس قدر پر لطف اور باعث حیرت وتعجب بات ہے کہ جن لوگوں نے اس علم کی خدمت میں خود کو مٹا دیا اور اپنے عظیم وجلیل پیغمبر علیہ السلام کے اقوال وافعال کو محفوظ کرتے رہے۔ اللہ پاک نے ان کی حیات وخدمات کو بھی بقاء ودوام کی نعمت سے سرفراز فرمادیا چنانچہ رواۃ حدیث کے حالات اور ان کی سیرت وکردار کے بیان پر مشتمل ایک مستقل صنف علم وجود میں آگئی جسے علم اسماء الرجال کہا جاتا ہے اور اس علم کی اس قدر دلچسپ تفصیلات جمع ہوگئیں کہ دنیا کا کوئی مذہب اس کا عشر عشیر بھی فراہم نہیں کرسکتا۔

چنانچہ ہر دور میں کچھ خوش نصیب لوگ ایسے ضرور آتے رہے جو اپنی اپنی جھولیوں میں علم حدیث کی خیرات سمیٹنے کو زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھ کر اس میدان میں استقامت کے ساتھ جمے رہے۔ انہوں نے علم حدیث کی خدمت کو زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ ایسے ہی مخصوص لوگوں (محدثین) میں سے بعض کو اللہ پاک نے حفظ وضبط کی خصوصیت کے ساتھ ساتھ استنباط واستخراج احکام مسائل کی اضافی صلاحیت سے بھی نواز رکھا تھا، جنہیں ہم ائمہ مجتہدین کہتے ہیں مجتہدین اور محدثین کے اس سنہرے سلسلے کی کڑیوں میں سرفہرست امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، امام مالک رضی اللہ عنہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ امام محمد شیبانی رضی اللہ عنہ، امام طحاوی رضی اللہ عنہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے نام ہیں۔

تاریخ تدوین حدیث کا مختصر تعارف

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی دینی اور تاریخی اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی جماعت سے لیکر آج

تک اسلامی دنیا کے اعلیٰ ترین دماغ احادیث کی تعلیم وتدریس اور ترویج واشاعت میں مصروف رہے۔ تدوین حدیث کا کام دور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی شروع ہو چکا تھا اور کئی صحابہ نے اپنے طور پر اپنی مسانید جمع کر رکھی تھیں لیکن چونکہ قرآن حکیم اتر رہا تھا، کئی صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیب پر قرآن حفظ کر رہے تھے اور جو لوگ لکھنا جانتے تھے وہ وحی الٰہی کی کتابت کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی اور بعد ازاں خلفائے راشدین نے بھی حفاظت وتدوین قرآن کی اہمیت اور نزاکت کو سمجھتے ہوئے اس وقت احادیث کے کسی مجموعے کی تدوین اور ترویج کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی۔ تاہم صحابہ کے حیرت انگیز حافظے میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، احوال اور پسند ناپسند پوری طرح محفوظ رہی اس لئے جمع وتدوین قرآن کا کام جب پوری طرح مکمل ہو گیا اور دور دراز ممالک میں قرآن کے قلمی نسخے فراہم ہو گئے تو اس کے بعد تدوین حدیث پر کام کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا۔

اسلامی سلطنت کی وسعتوں اور نئے مفتوحہ علاقوں میں نت نئے مسائل ومعاملات اور فتنوں کے تدارک میں صحابہ کرام قرآنی احکام کی تشریح وتعبیر میں فرامین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی مدد لیتے تھے اور حسب ضرورت ایک دوسرے سے ان اقوال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبادلہ بھی فرماتے تھے۔ صحابہ اور تابعین کا جذبہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کا متقاضی تھا کہ وہ اپنے پیارے آقا کی باتوں کو حرز جاں بنائیں۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلربا اداؤں کے تذکروں سے ایمان کی تازگی کا سامان کریں۔ چنانچہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی فیضان علم حدیث کی حفاظت اور اس کی تدوین کا بنیادی سبب بھی بنا۔

جمع وتدوین قرآن میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت اور قوت فیصلہ سے کام لیا اور یہ کام بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہوا اسی طرح باقاعدہ جمع وتدوین حدیث کی سعادت جس حکمران شخصیت کے حصہ میں آئی وہ فاروق اعظم ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ تھے۔ اس پانچویں خلیفہ راشد نے جب بوجوہ احادیث کو یکجا اور مرتب کرنے کا ارادہ فرمایا آپ نے تو اس وقت کے معتمد اور مستند ترین علماء کا ایک بورڈ تشکیل دیا جن میں

1۔ ابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم رحمۃ اللہ علیہ

2۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔۔۔ اور

3۔ ابوبکر محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زہری رضی اللہ عنہ

کے اسمائے گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ چنانچہ اول الذکر دونوں حضرات کی مدد سے ابن شہاب زہری نے میسر احادیث کا پہلا اور شاندار مجموعہ مرتب کیا۔ امام ابن شہاب زہری (124ھ) اکابر تابعی اور اپنے زمانے کے محدثین میں ممتاز ترین مقام ومرتبہ کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بلا کا حافظہ بھی دیا تھا اور حدیث نبوی کو محفوظ کرنے کا شوق بھی جنون کی حد تک تھا۔ علاوہ ازیں انہیں جن نامور شخصیات سے علم حدیث حاصل کرنے کا موقع ملا ان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سہل بن سعد رضی اللہ عنہما جیسے اکابر صحابہ اور سعید بن مسیب محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ جیسے تابعین شامل ہیں۔ حدیث کے نامور ائمہ، امام

اوزاعی رضی اللہ عنہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کے فیض یافتہ تلامذہ میں شامل ہیں۔

(حافظ جلال الدین سیوطی، تدریب الراوی 73)

کہا جاتا ہے کہ حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرنے کی ابتداء بھی ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ نے کی، یہی وجہ ہے کہ آپ کو علم اسناد کا واضع بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ یوں صحابہ کرام تابعین اور بالخصوص مذکورہ بالا حضرات ائمہ نے جو کاوشیں بروئے کار لائیں یہ تدوین حدیث کا دور اول ہے۔ (مقدمہ الجرح والتعدیل رضی اللہ عنہ 20)

اسی دور کے دوسرے اہل علم نے پورے بلاد اسلامیہ میں تدوین حدیث کا کام شروع کر دیا چنانچہ عبدالملک بن جریج (م 150ھ) نے مکہ میں، امام اوزاعی (م 157ھ) نے شام میں، معمر بن راشد (م 153ھ) نے یمن میں، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (م 150ھ) اور امام سفیان ثوری (م 161ھ) نے کوفہ میں ربیع بن صبیح (م 160ھ) اور امام حماد بن سلمہ (م 167ھ) نے بصرہ میں امام عبداللہ بن مبارک (م 181ھ) نے خراسان میں اور عبداللہ بن وھب (م 197ھ) نے مصر میں جمع و تدوین حدیث کے مقدس مشن کا آغاز کر دیا۔

کوفہ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دارالخلافہ بن چکا تھا اس لئے مدینہ منورہ کے بعد اہل علم صحابہ اور تابعین یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے جن میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں جن کی صحبت و مجلس میں پروان چڑھنے والے ائمہ میں سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ بطور خاص قابل ذکر ہیں جنہوں نے اپنی سند سے جو احادیث روایت کیں ان کے تلمیذ رشید امام محمد، امام ابو یوسف امام حسن بن زیاد وغیرہ نے الآثار کے نام سے مرتب کیں۔ امام اعظم نے یہ کتاب ترتیب و تبویب کی عمدہ شکل میں مرتب کروائی، یہی وجہ ہے کہ بعض محققین اسی کتاب کو حدیث کی پہلی باقاعدہ تصنیف قرار دیتے ہیں۔ امام سیوطی حافظ مغلطائی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ وہ کئی ائمہ کی طرح موطا کو حدیث کی پہلی مرتبہ کتاب قرار دیتے ہیں لیکن میرے نزدیک کتاب الآثار موطا سے پہلے کی تصنیف ہے جس سے خود موطا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا۔ (تنویر الحوالک ج 1 رضی اللہ عنہ 4 طبع مصر)

امام سیوطی نے اسی موقف کو تبییض الصحیفہ میں یوں دہرایا۔

من مناقب ابی حنیفة التی انفرد بها انه اول من دَوَّنَ علم الشریعة ورتبه ابوابا ثم تبعه مالك بن انس فی ترتیب الموطا ولم یسبق ابا حنیفة احد

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان خصوصی مناقب میں، جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اس کو ابواب میں مرتب کیا پھر امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے موطا کی ترتیب میں ان کی پیروی کی اور اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔ (تبییض الصحیفہ رضی اللہ عنہ 36 طبع حیدر آباد 1234ھ)

مدینہ منورہ میں ترتیب و تدوین احادیث کا جو کام امام زہری نے شروع کیا تھا اس کو آپ کے مایہ ناز تلامذہ نے آگے بڑھایا حتیٰ کہ دوسری صدی ہجری کے آخیر میں ان کے نامور شاگرد امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے فقہی ترتیب پر پہلا منظم مجموعہ موطا

کے نام سے پیش کر دیا۔ امام مالک کے علاوہ [illegible] اللہ [illegible]

اللہ تعالیٰ نے آپ سے توشۂ علم [illegible]

افریقہ، اندلس اور بخارا [illegible] (م 150ھ) [illegible] (م 181ھ)،

امام شافعی (م 204ھ) اور امام محمد بن حسن الشیبانی (م 189ھ) [illegible] دوسری صدی کے اس نصف آخر

میں ان آئمہ نے جو مجموعہ ہائے حدیث مرتب فرمائے ان میں سفیان ثوری، عبداللہ ابن مبارک، امام اوزاعی اور ابن جریج کی

جوامع، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الام اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الخراج وغیرہ [illegible] قابل ذکر ہیں۔ جو

شہرت اور قدر و منزلت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی موطا کو حاصل ہوئی وہ [illegible] اور کتاب [illegible] آئی [illegible] کی

اسباب میں سے امام مالک کی شخصیت، علمی تبحر اور ان کا اخلاص، تقویٰ اور صاحب حدیث [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے بے پناہ محبت کا عنصر غالب ہے۔ تدوین حدیث کا یہ دور دوسری صدی کے نصف تک جاری رہا [illegible] ہے۔

تدوین حدیث کا سنہری دور

تدوین حدیث کا تیسرا دور دوسری صدی ہجری کے نصف آخر سے چوتھی صدی ہجری کے خاتمے تک پھیلا ہوا ہے۔ ڈھائی سو سالہ یہ عرصہ، تدوین حدیث کی تاریخ کا سب سے سنہری دور ہے جس میں محدثین نے اپنی ان تھک کاوشوں سے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو بام عروج تک پہنچایا۔ ان کاوشوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں مختلف شعبوں میں نمایاں کارناموں کی طویل فہرست ملے گی۔ جن میں سے چند ایک کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

رواۃ حدیث کی چھان بین کے بعد اسی دور میں صحاح ستہ، مسند الدارمی، مسند امام احمد بن حنبل، مصنف عبدالرزاق، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان جیسی معیاری اور معتبر کتب حدیث مرتب ہوئیں۔ جن میں گذشتہ صدی کی کتب خود بخود سمٹ آئیں۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے الگ کرکے مرتب کیا جانے لگا۔

نامور فقہاء کے اجتہادات اور مسائل کی تدوین و ترتیب کی روشنی میں محدثین نے احادیث مبارکہ کو فقہی ابواب اور واضح عنوانات (ترجمۃ الابواب) کے ساتھ مرتب کرنا شروع کر دیا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اس کی بہترین مثال ہیں۔

اسی دور میں علم اصول حدیث مدون ہوا جس کی روشنی میں مصطلحات حدیث وضع ہوئیں، صحت اور ضعف اور رد و قبول کے اصول و ضوابط متعین کیے گئے اور سینکڑوں کتب لکھی گئیں جن کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔

علم غریب الحدیث کی بنیاد پڑی جس کے تحت احادیث مبارکہ کے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کی گئی تاکہ فتوحات کے نتیجے میں اسلام قبول کرنے والے غیر عرب مسلمانوں کے لئے احادیث کی تفہیم کو ممکن بنایا جا سکے۔ اس سلسلے میں تیسری صدی ہجری سے لے کر اب تک درجنوں کتب لکھی گئی ہیں، جن میں ابو عبید قاسم بن سلام (م 224ھ)، امام ابراہیم بن اسحاق الحربی (م 285ھ)، ابو سلیمان بن محمد بن ابراہیم الخطابی البستی (م 388ھ)، ابو عبید احمد بن محمد الہروی (م 401ھ)، ابو القاسم جار اللہ الزمخشری (م 538ھ)، محمد بن ابی بکر اشعری مدینی (م 581ھ)، علامہ ابن جوزی (م 597ھ)، امام ابن اثیر (م 606ھ)،

امام سیوطی (م 911ھ) اور محمد طاہر پٹنی (م 986ھ) کی کتب بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

حدیث کی حفاظت اور چھان بین کے لئے محدثین کرام نے درجنوں علوم کی بنیاد ڈالی جن پر اب تک کام جاری ہے اور ہزاروں کتب کا بے مثال ذخیرہ ہماری علمی تاریخ میں اضافے کا باعث بنا۔ اس دور میں شروع ہونے والے علوم حدیث میں سے علم اسماء الرجال، تاریخ الحدیث، علم جرح والتعدیل، علم الانساب، تخریج الحدیث، علم معرفۃ الاسماء والکنیٰ اور علم الطبقات بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر قارئین کی دلچسپی کے لئے ہم صرف علم اسماء الرجال کا اجمالی تذکرہ کر رہے ہیں۔

علم اسماء الرجال اور اس کی خصوصیت

مختلف باطل فرقوں کی طرف سے بپا کی جانے والی شرانگیزیوں کا تدارک کرنے کے لئے محدثین نے کڑے معیار متعین فرمائے اور اپنی زندگیاں ان اصولوں کی پرورش ونگہداشت کے لئے وقف کر دیں۔ علم اسماء الرجال کے تحت کم وبیش 5 لاکھ راویوں کے حالات، پیدائش، وفات ان کے اخلاق، طرز زندگی، اساتذہ، تلامذہ اور دیگر شواہد پر مشتمل ایسا ذخیرہ علم ہے جس کی وسعت، پختگی اور تسلسل پر غیر مسلم اہل علم آج تک انگشت بہ دنداں ہیں۔ یہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کا حصہ ہے کہ جنہوں نے اپنے آقا نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال اقوال اور سنت کی حفاظت کے لئے خود کو وقف کر دیا اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان کرم کے طفیل ان پانچ لاکھ افراد کو بھی تاریخ میں زندہ وجاوید کر دیا۔ ان پانچ لاکھ رجال حدیث میں تقریباً 13 ہزار وہ شخصیات ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور آپ سے روایت سن کر آگے بیان فرمائی، علامہ شبلی نعمانی نے اس حقیقت کی عکاسی کرتے ہوئے بڑا خوبصورت تبصرہ کیا ہے۔

مسلمانوں کے اس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات و واقعات کا ایک ایک حرف استقصار کے ساتھ محفوظ رکھا کہ کسی شخص کے حالات آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلم بند نہیں ہو سکے اور نہ آئندہ اس کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اس سے زیادہ کیا عجیب بات ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال کی تحقیق کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے والوں اور ملنے والوں میں سے تقریباً تیرہ ہزار شخصیتوں کے نام اور حالات قلم بند کئے گئے اور یہ اس زمانے میں ہوا جب تصنیف وتالیف کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا۔

(شبلی نعمانی سیرت النبی جلد اول مطبع اردو بازار لاہور)

عظمت تو وہ ہے جس کا اعتراف مخالفین کریں، مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر سپرنگر نے الاصابہ فی تمییز الصحابہ کے ایڈیشن طبع 1886 کے مقدمے میں لکھا۔

کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گزری اور نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو۔ جس کی بدولت پانچ لاکھ مسلمانوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ (ابن حجر، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، مقدمہ سپرنگر مطبوعہ کلکتہ)

متن حدیث کے ساتھ ساتھ سند کی تحقیق کے لئے فنِ علم الرجال کا ارتقاء ہوتا رہا اور اس پر تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی شروع

ہوگیا۔ چنانچہ تیسری صدی ہجری میں علی بن المدینی (م 234ھ) نے کتاب العلل میں، امام احمد بن حنبل (م 241ھ) نے کتاب العلل ومعرفۃ الرجال میں، امام بخاری (م 256ھ) نے تاریخ میں، امام مسلم (م 261ھ) نے مقدمہ صحیح مسلم میں اور امام ترمذی (م 279ھ) نے کتاب العلل میں رجال پر شاندار کام اسی دور میں سرانجام دیا۔

تیسری صدی ہجری میں علی بن المدینی (م 234ھ) نے کتاب العلل میں، امام احمد بن حنبل (م 241ھ) نے کتاب العلل ومعرفۃ الرجال میں، امام بخاری (م 256ھ) نے تاریخ میں، امام مسلم (م 261ھ) نے مقدمہ صحیح مسلم میں، امام ترمذی (م 279ھ) نے کتاب العلل میں اسماء الرجال پر اسی ابتدائی دور میں کام شروع کردیا تھا۔

چوتھی صدی ہجری میں اس فن پر کام کرنے والے درج ذیل لوگ ہیں امام نسائی (م 303ھ) نے کتاب الضعفاء والمتروکین اور محمد بن احمد حماد الدولابی (م 310ھ) نے کتاب الاسماء والکنی تصنیف کی اس کتاب میں راویان حدیث کے ناموں اور کنیتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی (م 327ھ) کتاب الجرح والتعدیل کے مصنف ہیں اس کا مقدمہ قابل دید ہے اس کے علاوہ کتاب الکنی اور کتاب المراسیل بھی ان کی تصانیف ہیں جو اسی موضوع پر مشتمل ہیں۔ امام محمد بن حبان بستی (م 354ھ) نے کتاب الثقات اور کتاب المجروحین لکھی ہیں۔ ابواحمد علی بن عدی بن علی قطان (م 365ھ) نے فن اسماء الرجال پر الکامل فی ضعفاء الرجال کے نام سے کتاب لکھی، دارقطنی (م 385ھ) نے اپنی کتاب العلل میں رجال پر بہت مفید بحثیں کی ہیں۔ امام دارقطنی نے کتاب الضعفاء بھی تالیف کی جو چھپ چکی ہے۔ اسی طرح ان کی کتاب المؤتلف والمختلف بھی چھپ چکی ہے۔

پانچویں صدی ہجری میں ابویوسف بن عمر بن عبدالبر (م 463ھ) اور خطیب بغدادی (م 463ھ) نے بھی اسماء الرجال پر بہت کام زیادہ کیا۔

چھٹی صدی ہجری کے مؤلفین رجال میں سے امام بیہقی (م 558ھ) امام ابن جوزی (م 597ھ) ہیں۔ اس کے علاوہ معروف محدث عبدالغنی مقدسی (م 600ھ) نے الکمال فی اسماء الرجال لکھی۔

ساتویں صدی ہجری میں امام نووی (م 676ھ) نے اس فن پر گراں قدر کام کیا۔ ان کی کتاب تہذیب الاسماء واللغات بہت معروف ہے۔

آٹھویں صدی ہجری میں حافظ یوسف بن زکی مزی (م 742ھ) اور حافظ ذہبی (م 748ھ) نے تاریخ اسلام، سیر اعلام النبلاء اور تذکرۃ الحفاظ میں اور ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر (م 774ھ) نے البدایہ والنہایہ میں رجال پر شاندار کام کیا۔

نویں صدی ہجری میں حافظ ابن حجر (م 852ھ) نے اس فن پر اس حد تک گراں قدر کام کیا کہ رواۃ پر حکم کے معاملے کو حتمی شکل دے دی۔ ان کی کتب میں الاصابہ فی تمییز الصحابہ، تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب بہت معروف ہیں۔ تقی الدین بن فہد (م 871ھ) نے بھی اس فن پر قابل ذکر کام کیا۔

دسویں صدی ہجری میں شمس الدین سخاوی (م 902ھ) اور امام سیوطی (م 911ھ) نے بھی اس فن پر کام کیا۔

گیارھویں صدی ہجری کے رجال کے متعلق محمد المحی نے خلاصہ الاثرفی اعیان القرن الحادی عشر لکھی اور بارہویں صدی ہجری میں اسماء الرجال کے متعلق ابوالفضل محمد خلیل بن علی المرادی (م1206ھ) نے سلک الدرر فی اعیان القرآن الثانی عشر لکھی۔(علوم الحدیث: تاریخی مطالعہ: ڈاکٹر عبدالروف ظفر)

چنانچہ اس فن اسماء الرجال پر تحقیق کا یہ سلسلہ پہلی صدی ہجری سے لے کر اب تک جاری ہے۔اس کی ایک تازہ مثال یہ ہے کہ راقم جب جامعہ الازہر میں زیر تعلیم تھا تو قاہرہ میں شیخ احمد المہندس کی ذاتی لائبریری میں Ph.D کے کام کے سلسلے میں آنا جانا رہتا تھا شیخ احمد جو کوئی عالم دین نہیں بلکہ ایک ضعیف العمر انجینئر تھے انہوں نے 45 ضخیم جلدوں میں اسماء الرجال کا ایک موسوعہ تیار کیا تھا اس کے قلمی نسخے سے محققین استفادہ کر رہے تھے لیکن یہ کتاب تاحال طبع نہیں ہو سکی تھی۔

کتب احادیث کے طبقات

محدثین نے روایات کی صحت وقوت کے لحاظ سے ان ادوار میں تیار ہونے والی تمام کتب حدیث کو چار طبقات پر تقسیم کیا ہے۔

☆ طبقہ اولیٰ میں موطا امام مالک، صحیح بخاری اور صحیح مسلم تینوں کتابیں شامل ہیں جو صحت سند اور راویوں کی ثقاہت کے اعتبار سے اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔

☆ طبقہ ثانیہ میں سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی شامل ہیں کیونکہ ان کتابوں کے بعض راوی ثقاہت کے اعتبار سے طبقہ اولیٰ کے مقابلے میں کمزور ہیں لیکن ان کو بہر حال قابل اعتماد مانا جاتا ہے۔شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م1176ھ) نے موطا امام مالک کو اپنی تحقیق کے مطابق صحیحین سے بھی بہتر درجہ دیا ہے۔(ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ ج:1)

☆ طبقہ ثالثہ میں سنن دارمی 225)ھ)، سنن ابن ماجہ 273)ھ)، سنن بیہقی 457)، سنن دارقطنی 385)ھ) طبرانی کی معاجم 360)ھ) امام طحاوی کی کتب 221)ھ) مسند شافعی 204)ھ) اور مستدرک حاکم 405)ھ) شامل کی جاتی ہیں۔ان کتابوں میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر قسم کی روایات موجود ہیں لیکن قابل اعتماد روایات کا عنصر غالب ہے۔

☆ طبقہ رابعہ میں ابن جریر طبری 310)ھ) خطیب بغدادی 463)ھ) ابونعیم 403)ھ) ابن عساکر 371)ھ) دیلمی 509)ھ) ابن عدی 365)ھ) ابن مردویہ 410)ھ) واقدی 207)ھ) اور اسی نوع کے دوسرے مصنفین کی کتابیں شامل ہیں۔ائمہ جرح وتعدیل کے نزدیک یہ تالیفات زیادہ تر کمزور اسناد سے مروی روایات کا مجموعہ ہیں لیکن ان کمزوریوں اور تسامحات سے ہٹ کر یہی کتب، تاریخ، اخلاقیات اور علوم ومعارف کا بیش بہا خزانہ ہیں۔عصر حاضر میں یہ کتب بھی نئی تحقیق وتخریج کے ساتھ چھپ کر مکتبوں کی زینت بن چکی ہیں اور ان کے حواشی پر محققین نے ان کی صحت وضعف کی نشاندہی کر دی ہے۔

کتب احادیث کی اقسام

تدوین احادیث کا چوتھا دور پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر کے بعد شروع ہوتا ہے اس دور کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سند کی تحقیق کا کام مکمل ہو چکا تھا اس لئے اس دور میں مرتب کی جانے والی کتب میں سند اور مکررات کو حذف کر دیا گیا ہے۔

اپنی روایت اور سند کے ساتھ احادیث جمع کرنے والے محدثین کرام میں آخری کڑی کے طور پر امام بیہقی (م 457ھ) بطور خاص قابل ذکر ہیں یعنی ان پر روایت وتخریج کا سلسلہ ختم ہوتا ہے اوران کے بعد جتنے ائمہ نے کام کیا انہوں نے مندرجہ بالا مرتب مجموعوں سے ہی نئی تبویب وترتیب اور ضرورت کے تحت احادیث جمع کیں اور مذکورہ بالا علوم حدیث کے تحت مزید بہتر مجموعے تیار ہوئے۔اہم کتب کی شروعات، حواشی اور تلخیص پر کتب کا آغاز ہوااور الگ موضوعات پر مستقل کتب وجود میں آنے لگی۔

حدیث کی لغوی تعریف

حدیث کے معنی بات اور گفتگو کے ہیں، علامہ جوہری صحاح میں لکھتے ہیں: اَلْحَدِیْثُ اَلْکَلَامُ قَلِیْلُہٗ وَکَثِیْرُہٗ ۔

حدیث بات کو کہتے ہیں خواہ وہ مختصر ہو یا مفصل۔

حدیث کی اصطلاحی تعریف

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا قوال ،افعال اور تقریرات کے مجموعہ کو حدیث کہتے ہیں، اقوال سے مراد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات ہیں، افعال سے مراد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اعضاء سے ظاہر شدہ اعمال ہیں اور تقریر سے مراد: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی صحابی نے کچھ کیا یا کہا اور آپ نے اس پر سکوت فرمایا نکیر نہ کی اور اس سے یہی سمجھا گیا کہ اس عمل یا قول کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تصدیق فرمادی ہے تو اسی تصدیق کو تقریر کہتے ہیں اور آپ کی یہ تصدیق تقریری صورت کہلاتی ہے۔

حدیث کی حیثیت قرآن کریم میں

شریعتِ اسلامیہ کی اساس اور بنیاد قرآن اور سنتِ رسول اللہ ہے؛ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بحیثیتِ مطاع (یعنی جس کی اطاعت کی جائے) پیش کیا ہے، فرمانِ باری ہے۔

(۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ۔ (محمد:)

اے ایمان والواللہ کی اطاعت کرواور رسول کی اطاعت کرواور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات کی بھی اتباع کرنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے مستقل طور سے اس کا حکم دیا ہے۔

(۲) نیز ارشاد خداوندی ہے: وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ۔ (النحل)

اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُن باتوں کی واضح تشریح کردو جواُن کے لیے اتاری گئی ہیں اور تاکہ وہ غوروفکر سے کام لیں۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان کی جو ذمہ داری لی ہے اس کی تکمیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کریں گے، آپ کا بیان اللہ ہی کا بیان ہوگا اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن

کی تبیین وتشریح وحی کے ذریعہ فرمائی ہو ورنہ اس کو اللہ کا بیان کیسے کہہ سکتے ہیں۔

(۳) ایک اور جگہ ارشاد ہے: وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ۔(النجم)

اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے۔ یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

(۳) نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۔(الحشر)

رسول تم کو جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو روک دیں رک جاؤ۔

ان دونوں آیتوں میں واضح طور پر حدیث کا مقام معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو وحی الٰہی سے تعبیر فرمایا اور امت کو حکم دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس بات کا حکم دیں اس کو اختیار کرو اور جس بات سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

احادیث میں حدیثِ رسول ﷺ کی حیثیت

(۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ارشاد ہے: "أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ ۔(ابوداؤد، باب فی لزوم السنۃ)

خبردار رہو کہ مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل بھی دیا گیا ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ (۲) حدیث کے حفظ اور یادداشت کی ترغیب دیتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ ۔(ترمذی، باب ما جاء فی الحث الخ)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تازگی بخشیں جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی اسے یاد رکھا؛ یہاں تک کہ اسے کسی دوسرے تک پہنچایا۔

(۲) ایک اور حدیث میں ہے۔

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (مسلم، بَاب تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ الدِّمَاءِ وَالْأَعْرَاضِ وَالْأَمْوَالِ)

جو حاضر ہے وہ اسے غائب تک پہنچا دے۔

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے متنبہ فرمایا کہ آپ کی یہ حدیث آج صرف اسی اجتماع کے لیے نہیں یہ کل انسانوں کے لیے راہ ہدایت ہے جو آج موجود ہیں اور سن رہے ہیں وہ ان باتوں کو دوسروں تک پہنچا دیں۔

علاوہ ازیں ایک حدیث میں ہے۔

(۳) كان جبريل عليه السلام ينزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم بالسنة كما ينزل عليه بالقرآن، ويعلمه إياها كما يعلمه القرآن ۔(مراسيل ابو داؤد، باب في البدع، حديث نمبر:)

حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سنتوں کا علم لے کر ایسے ہی نازل ہوتے تھے جیسے قرآن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر لیکر نازل ہوتے تھے اور اس کو ایسے ہی سکھاتے تھے جیسے قرآن کو سکھاتے تھے۔ ان میں واضح طور پر یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ حدیثیں بھی قرآن کی طرح وحی ہیں۔

احکام اسلامیہ پر عمل کے لیے حدیث کی ضرورت

اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لیے اور قرآن کریم کو اچھی طرح سمجھنے کیلیے احادیث کا علم ضروری ہے، اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم میں اسی ۸۰ سے زیادہ جگہوں میں نماز کا حکم دیا گیا، کہیں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ (نماز قائم کرو) کہا گیا ہے تو کہیں یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃ (نماز کو قائم کرتے ہیں) کہا گیا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ نماز کس چیز کا نام ہے؟ قیام، رکوع، سجدہ وغیرہ کس طرح کیا جاتا ہے، اس کی ترکیب کیا ہے؟ قرآن کریم میں کہیں یہ بات بیان نہیں کی گئی ہے؛ البتہ قرآن میں نماز کے ارکان کا مختلف الفاظ سے مختلف جگہ تذکرہ آیا ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے تمام ارکان کو جمع کر کے اس کو ادا کرنے کا طریقہ بتایا ؛ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، آداب، مکروہات اور ممنوعات ہر ایک کو تفصیل سے بیان کیا؛ اسی طرح نماز مسجد میں قائم کرنے کا حکم دیا؛ تاکہ نماز کا اہتمام ہو اور اذان و جماعت کا نظام بنایا، امام و مؤذن کے احکام بیان کیے اور پانچوں نمازوں کے اوقات متعین کیے اور ان اوقات کے اوّل و آخر کو بیان کیا؛ غرض تقریباً دو ہزار حدیثیں یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃ کی تفسیر کرتی ہیں ان دو ہزار احادیث کو اگر یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃ کے ساتھ نہ لکھا جائے تو اقامتِ صلوٰۃ کی حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی، اور صرف نماز ہی نہیں؛ بلکہ اسلام کے تمام تفصیلی احکامات کا علم احادیث ہی سے مکمل ہوتا ہے۔

حدیث پڑھنے کا فائدہ

حدیث پڑھنے والا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک نورانی سلسلہ قائم ہو جاتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ بار بار درود شریف پڑھنے کی توفیق ملتی ہے، جو سعادت دارین کا باعث ہے جس کے بے شمار فوائد ہیں، اس طرح علم حدیث کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ اس سے زندگی میں نبوی طریقوں پر عمل پیرا ہونا آسان ہو جاتا ہے جس کا اللہ نے قرآن میں اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (رسول کی اطاعت کرو) کے ذریعہ حکم دیا ہے، جب کسی ذات بابرکت کے حالات کا عرفان ہوتا ہے تو اس کی تعلیمات پر چلنا اور احکامات کو بجالانا آسان ہو جاتا ہے، حدیث پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا میں شامل ہو جاتا ہے: اللہ اس بندہ کو آسودہ حال رکھے جس نے میری بات (حدیث) سن کر یاد کیا پھر اسے اسی طرح دوسروں تک پہونچایا۔

تدوینِ حدیث

حدیث کی عظمت وفضیلت اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی ضرورت کے پیشِ نظر حدیث کی حفاظت وصیانت اور کتابت کا اہتمام زمانۂ رسالت ہی سے کیا گیا؛ چنانچہ احادیث کی تحریر سے قطعِ نظر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے علم حدیث کے اصول اور حفظ وضبط کے لیے اللہ کی عطا کردہ غیر معمولی حافظہ کی تیزی اور ذہن کی سلامتی کا سہارا لیا۔

حفاظتِ حدیث کے طریقے

عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں حفاظتِ حدیث کے لیے تین طریقے (حفظِ روایت، تعامل اور تحریر وکتابت) اپنائے گئے تھے جو یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

حفظِ روایت

حفاظتِ حدیث کا پہلا طریقہ احادیث کو یاد کرنا ہے اور یہ طریقہ اس دور کے لحاظ سے انتہائی قابل اعتماد تھا، اہلِ عرب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظے عطا فرمائے تھے، وہ صرف اپنے ہی نہیں بلکہ اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامے ازبر یاد کرلیا کرتے تھے، ایک ایک شخص کو ہزاروں اشعار حفظ ہوتے تھے، یہی نہیں بلکہ؛ یہ حضرات بسااوقات کسی بات کو صرف ایک بار سن کر یاد کیہ کر پوری طرح یاد کرلیتے تھے، تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ ان کے سامنے عمر بن ابی ربیعہ شاعر آیا اور ستر اشعار کا ایک طویل قصیدہ پڑھ گیا، شاعر کے جانے کے بعد ایک شعر کے متعلق گفتگو چلی، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مصرعہ اس نے یوں پڑھا تھا، جو مخاطب تھا اس نے پوچھا کہ تم کو پہلی دفعہ میں کیا پورا مصرعہ یاد رہ گیا؟ بولے کہو تو پورے ستر شعر سنا دوں اور سنا دیا۔

علماء اسلام کا خیال ہے کہ علاوہ اس کے کہ عرب کا حافظہ قدرتی طور پر غیر معمولی تھا یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید کے متعلق جس نے وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کا اعلان کیا تھا اسی نے قرآن کی عملی شکل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی حفاظت جن کے سپرد کی تھی ان کے حافظوں کو غیبی تائیدوں کے ذریعہ سے بھی کچھ غیر معمولی طور پر قوی تر کردیا تھا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو محفوظ کرنا اپنے لیے راہِ نجات سمجھتے تھے، خاص طور پر جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ان کے سامنے آچکا تھا۔

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فحفظها ووعاها واداها كماسمع ۔(ترمذی، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع،

اللہ اس بندہ کو آسودہ حال رکھے جس نے میری بات (حدیث) سن کر یاد کیا پھر اسے اسی طرح دوسروں تک پہونچایا۔

طریقۂ تعامل

حفاظتِ حدیث کا ایک اور طریقہ جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا تھا وہ تعامل تھا؛ یعنی صحابۂ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال پر بجنسہٖ عمل کر کے اسے یاد کرتے تھے، ترمذی شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ انھوں نے کوئی عمل کیا اور اس کے بعد فرمایا: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بلاشبہ یہ طریقہ بھی نہایت قابلِ اعتماد ہے اس لیے کہ انسان جس بات پر خود عمل پیرا ہوتا ہے تو وہ ذہن میں اچھی طرح راسخ ہو جاتی ہے۔

طریقۂ کتابت

حدیث کی حفاظت کتابت وتحریر کے ذریعہ سے بھی کی گئی ہے، تاریخی طور پر کتابتِ حدیث کو چار مراحل پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) متفرق طور سے احادیث کو قلمبند کرنا۔

(۲) کسی ایک شخصی صحیفہ میں احادیث کو جمع کرنا جس کی حیثیت ذاتی یادداشت کی ہو۔

(۳) احادیث کو کتابی صورت میں بغیر تبویب (ابواب) کے جمع کرنا۔

(۴) احادیث کو کتابی شکل میں تبویب (ابواب) کے ساتھ جمع کرنا۔

عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں کتابت کی پہلی دو قسمیں اچھی طرح رائج ہو چکی تھیں، منکرینِ حدیث عہدِ رسالت میں کتابتِ حدیث کو تسلیم نہیں کرتے اور مسلم وغیرہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَاتَکْتُبُوْا عَنِّیْ وَمَنْ کتب عنی غَیْرَالْقُرْآنِ فَلْیَمْحُہٗ منکرینِ حدیث کا یہ کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کتابتِ حدیث سے منع فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس دور میں حدیثیں نہیں لکھی گئیں! نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ احادیث حجت نہیں؛ ورنہ آپ انھیں اہتمام کے ساتھ قلمبند فرماتے: لیکن حقیقت یہ ہے کہ کتابتِ حدیث کی یہ ممانعت ابتداءِ اسلام میں تھی۔

ذیل میں ہم کتابتِ حدیث سے ممانعت کی وجوہ اور اس کے متعلق اعتراضات کے جوابات پیش کر رہے ہیں، کاتبین کی سہولت کے باوجود عمومی طور پر حدیث کی کتابت اور تدوین کی جانب توجہ نہ دینے کے درج ذیل اسباب ہیں:

(۵) اپنے فطری قوتِ حافظہ کی حفاظت مقصود تھی؛ کیونکہ قیدِ تحریر میں آ جانے کے بعد یادداشت کے بجائے نوشتہ پر اعتماد ہو جاتا۔

(۶) قرآن کریم کے لفظ اور معنی دونوں کی حفاظت مقدم اور ضروری تھی اس لیے لکھنے کا اہتمام کیا گیا، جب کہ حدیث کی روایت بالمعنی بھی جائز تھی؛ اس لیے حدیث کے نہ لکھے جانے میں کوئی نقصان نہیں تھا۔

(۷) عام مسلمانوں کے اعتبار سے یہ اندیشہ تھا کہ قرآن اور غیر قرآن یعنی حدیث ایک ہی چمڑے یا ہڈی پر لکھنے کی وجہ سے خلط ملط ہو سکتے ہیں؛ اس لیے احتیاطی طور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کے علاوہ احادیث نبویہ کو لکھنے سے منع فرمایا؛ چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث جس میں کتابتِ حدیث سے ممانعت فرمائی گئی اسی مصلحت پر مبنی ہے۔

(۸) ابتداءِ اسلام میں تحریرِ حدیث کی ممانعت تھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عوارضات کے ختم ہونے کے بعد تحریرِ حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی جس کے متعلق درج ذیل احادیث سے تائید ہوتی ہے۔

(۹) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا اسے محفوظ رکھنے کی غرض سے لکھ لیا کرتا تھا، قریش کے لوگوں نے مجھے منع کیا کہ تم ہر بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لکھ لیا کرتے ہو؛ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں، ان پر بھی خوشی اور غصہ دونوں حالتیں طاری ہوتی ہیں؛ چنانچہ میں لکھنے سے رُک گیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر یہ بات میں نے عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشتِ مبارک سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

اُکْتُبْ فَوَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ مَایَخْرُجُ مِنْہُ اِلَّاحَقٌّ (ابو داؤد، باب فی کتاب العلم)

تم لکھتے رہو، کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میرے منہ سے حق بات ہی کا صدور ہوتا ہے۔

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں مجھ سے زیادہ حدیثوں کا جامع کوئی

نہیں ہے سوائے عبداللہ بن عمرو کے؛ کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ (بخاری شریف، کتاب العلم، باب کتابۃ)

(۱۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے کہ ایک انصاری شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسْتَعِنْ بِيَمِينِكَ (یعنی اسے لکھ لو)۔ (ترمذی، باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ)

اس قسم کی احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ کتابتِ حدیث کی ممانعت کسی امرِ عارض کی بنا پر تھی اور جب وہ عارض مرتفع ہوگیا تو اس کی اجازت؛ بلکہ حکم دیا گیا؛ اسی لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کے دور میں حدیث کے کئی مجموعے (جو ذاتی نوعیت کے تھے) تیار ہو چکے تھے، جیسے صحیفۂ صادقہ، صحیفۂ علی، کتاب الصدقہ، صحفِ انس بن مالک، صحیفۂ سمرہ بن جندب، صحیفۂ سعد بن عبادہ اور صحیفۂ ہمام بن منبہ رضی اللہ عنہم، یہ صحیفے اس بات کی وضاحت کے لیے کافی ہیں کہ عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں کتابتِ حدیث کا طریقہ خوب اچھی طرح رائج ہو چکا تھا؛ لیکن اتنی بات ضروری ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے دور میں قرآن کی طرح تدوین واشاعتِ حدیث کا اہتمام نہیں ہوا؛ لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی عہدِ صحابہ میں بجائے ایک نسخہ کے ہزاروں نسخوں کی صورت میں موجود ہو چکی تھی اس اعتبار سے تدوینِ حدیث کی ایک صورت خود صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی تھی۔

مدوّنِ اوّل

سب سے پہلے حدیث کی تدوین اور اس کو کتابی شکل میں جمع کرنے کا حکومت کی جانب سے حکم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے دیا ہے، آپ کے مبارک دور میں احادیث کی باضابطہ تدوین کی تحریک پیدا ہوئی ہے، اس لیے کہ اب قرآن کریم سے احادیث کے اختلاط والتباس کا اندیشہ نہ تھا، صحیح بخاری میں ہے۔

كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ انْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ فَإِنِّي خِفْتُ دُرُوسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ۔ الخ (بخاری، باب کیف یقبض)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پر نظر رکھیں اور انہیں لکھ لیں؛ کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے اٹھ جانے کا ڈر ہے

الغرض اس طرح تدوینِ حدیث کے اس اہم کام کا آغاز ہوا جس کے نتیجہ میں پہلی ہجری کے آخر میں حدیث کی بہت سی کتابیں وجود میں آ گئی تھیں، جیسے: کتب ابی بکر، رسالہ سالم بن عبداللہ فی الصدقات، دفاتر الزہری، کتاب السنن لمکحول، ابواب الشعبی۔

یہ حدیث کی کتابوں میں تبویب کی ابتداء تھی، دوسری صدی ہجری میں تدوینِ حدیث کا یہ کام نہایت تیزی اور قوت کے ساتھ شروع ہوا؛ چنانچہ اس دور میں حدیث کی لکھی گئی کتابوں کی تعداد بیس سے بھی زیادہ ہے۔ جن میں سے چند مشہور کتابیں یہ ہیں۔

کتاب الاثار لابی حنیفہ، الموطا للامام مالک، جامع معمر بن راشد، جامع سفیان الثوری، السنن لابن جریج، السنن لوکیع بن الجراح اور کتاب الزہد لعبداللہ بن المبارک، وغیرہ۔

تدوینِ حدیث کا کام تیسری صدی ہجری میں اپنے شباب کو پہونچ گیا جس کے نتیجہ میں اسانید طویل ہوگئیں، ایک حدیث کو

متعدد طرق سے روایت کیا گیا؛ نیز شیوع علم کی بنا پر فن حدیث پر لکھی گئی کتابوں کو نئی تبویب اور نئے انداز سے ترتیب دیا گیا اس طرح حدیث کی کتابوں کی بیس سے زیادہ قسمیں ہو گئیں پھر اسماء الرجال کے علم نے باقاعدہ صورت اختیار کر لی اور اس پر بھی متعدد کتابیں لکھی گئیں؛ الغرض اسی دور میں صحاحِ ستہ کی بھی تالیف ہوئی جس سے آج تک امت مستفید ہو رہی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حدیث کی حفاظت وصیانت اور کتابت کا آغاز زمانۂ رسالت ہی سے ہو گیا تھا اور حدیث کی حفاظت کے لیے حفظِ روایت، طریقۂ تعامل اور تحریر سے کام لیا گیا، اور تیسری صدی ہجری تک حدیثوں کو پورے طور پر مدون کر دیا گیا۔

سنت اور حدیث میں فرق

سنت کا لفظ عمل متوارث پر آتا ہے اس میں نسخ کا کوئی احتمال نہیں رہتا، حدیث کبھی ناسخ ہوتی ہے کبھی منسوخ؛ مگر سنت کبھی منسوخ نہیں ہوتی، سنت ہے ہی وہ جس میں توارث ہو اور تسلسلِ تعامل ہو، حدیث کبھی ضعیف بھی ہوتی ہے کبھی صحیح، یہ صحت وضعف کا فرق ایک علمی مرتبہ ہے، ایک علمی درجہ کی بات ہے، بخلاف سنت کے کہ اس میں ہمیشہ عمل نمایاں رہتا ہے۔ (آثار الحدیث:)

حدیث میں درجہ بندی کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

فتوحات کی کثرت کی بنا پر جب مختلف قبیلوں اور دور دراز علاقوں میں اسلام پھیلنے لگا تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مختلف جگہوں میں قیام پذیر ہو گئے، اس طرح مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ علم حدیث کے حامل کبار صحابہ اس دنیا سے پردہ فرمانے لگے جس کے نتیجہ میں علمِ حدیث کے حاملین کی کمی ہونے لگی، دھیرے دھیرے حق کے خلاف باطل سر ابھارنے لگا، لوگ اپنے اپنے مقاصد کے لیے حدیثیں اپنی طرف سے بنا کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کرنے لگے، مثلاً بددین لوگوں نے اپنے عقائد کے تائید میں، سیاسی گروہ سے تعلق رکھنے والوں نے اپنے پیشوا کی فضیلت اور مخالفین کی مذمت میں، بادشاہوں کو خوش کرنے کی لیے اور غیر محتاط مقررین اپنی تقریر میں رنگ جمانے کے لیے حدیثیں گھڑنے لگے، تو ان نازک حالات کے پیش نظر علماءِ وقت نے حدیث کی تدوین نیز اسے کتابی شکل میں لانے کی ضرورت کو محسوس کیا؛ چنانچہ علماء اور طالبینِ حدیث اس کام کے لیے کمربستہ ہو گئے، انہوں نے حدیث کی حفاظت کی اہمیت کے پیش نظر دور دراز کے متعدد اسفار کیے، اس وقت محدثین کرام علم حدیث کی خدمت کو شب بیداری سے افضل سمجھتے تھے اور انہوں نے اپنی عمر عزیز کا بیشتر حصہ اس اہم کام کے لیے صرف کر دیا، اور من گھڑت روایتیں پیش کرنے والے راویوں کی حقیقت کو کھول کر رکھ دیا، صحیح اور موضوع روایتوں کو الگ الگ کر دیا، صحیح اور ضعیف احادیث کی پہچان کے لیے اصول مقرر کیے، جس کو حدیث کا علم کہتے ہیں، ان علوم کو جانے بغیر کوئی شخص احادیث میں کلام نہیں کر سکتا۔

موجودہ زمانے میں احادیث پر صحیح یا ضعیف کا حکم لگانا

موجودہ زمانے میں کسی حدیث کو علم حدیث میں مہارت کے بغیر صحیح یا ضعیف ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، اس لیے کہ کتابوں میں نقل کرنے سے پہلے ائمہ جرح وتعدیل راویوں کی پوری چھان بین کرتے تھے، ان کی صفات باوثوق ذریعے سے معلوم

کرتے، اور علم حدیث کے تمام شرائط پر اس راوی اور روایت کو پرکھا اور جانچا جاتا تھا، اس کے بعد حدیث کا درجہ متعین کیا جاتا تھا، الغرض ماہرین علم حدیث نے مجموعی طور پر جس حدیث کو ضعیف یا صحیح لکھا ہے، موجودہ زمانہ میں اسی حدیث کو ضعیف یا صحیح کہا جاسکتا ہے۔

البتہ جن احادیث کے بارے میں صحت وضعف کا پتہ نہ چل سکے اور باوجود تلاش وجستجو کے کسی کی کوئی تصریح اس حدیث کے متعلق نہ مل سکے تو پھر کتب اسماء رجال سے ہر راوی کے متعلق جملہ آراء کو جمع کیا جائے اور معتدل وحقیقت پسندانہ تبصرہ کرنے والوں کی رائے کو اہمیت دی جائے اور اس کی روشنی میں کسی حدیث کے بارے میں صحت وضعف کا فیصلہ کیا جائے؛ یہی محتاط طریقہ ہے، بلا تحقیق وجستجو کے کسی حدیث پر حکم لگانا نہایت غلط طریقہ ہے۔

علوم حدیث

مجموعی طور پر علم حدیث کی درج ذیل قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔

نقل حدیث کی کیفیت وصورت۔ نیز یہ کہ وہ کس کا فعل وتقریر ہے۔ نقل حدیث کے شرائط۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ نقل کی کیا کیفیت رہی۔۔ اقسام حدیث باعتبار سند ومتن۔۔ احکام اقسام حدیث۔ احوال راویان حدیث۔ شرائط راویان حدیث۔ مصنفات حدیث۔ اصطلاحات فن۔

راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں

حدیث نقل کرنے والے کو راوی کہتے ہیں، اس لحاظ سے حدیث کی چار قسمیں ہیں، متواتر، مشہور، غریب، عزیز۔

متواتر: وہ حدیث ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آج تک اتنی بڑی جماعت نقل کرتی آئی ہو کہ عادتاً ان کا جھوٹ پر متفق ہو جانا ناقابل تصور ہو۔

مشہور: وہ حدیث ہے جس کو ہر زمانے میں تین یا اس سے زیادہ راویوں نے نقل کیا ہو، اگر سلسلہ سند میں کہیں بھی راویوں کی تعداد کسی زمانے میں تین سے کم ہوگئی ہو تو خبر مشہور باقی نہیں رہے گی۔

عزیز: وہ حدیث ہے جس کی روایت کرنے والے کسی زمانے میں دو سے کم نہ ہوں۔

غریب: وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند میں کسی زمانے میں بھی راوی کی تعداد صرف ایک رہ گئی ہو، حدیث غریب کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ غیر معتبر ہوتی ہے؛ بلکہ حدیث غریب کبھی صحیح کبھی حسن اور کبھی ضعیف کے درجے کی ہوتی ہے۔

مقبول حدیث کی پہچان اور اس کی قسمیں

مقبول یعنی وہ حدیث جس کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کا درست ہونا راجح ہو، اس کی چار قسمیں ہیں، صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ۔

صحیح لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کو عادل اور قوی الحفظ راویوں نے اس طرح نقل کیا ہو کہ سند میں کہیں انقطاع نہ ہو اور وہ علت اور

شذوذ سے محفوظ ہو۔

(عادل سے مراد جو گناہوں اور دناءت کی باتوں سے بچتا ہو۔ قوی الحفظ وہ ہے جو سنی ہوئی بات کو بغیر کمی بیشی کے محفوظ رکھ سکتا ہو اصطلاح میں اس کو ضبط کہتے ہیں۔ علت روایت میں پائی جانے والی کسی پوشیدہ کمزوری کو کہتے ہیں جس پر اہل فن ہی واقف ہوسکیں۔ شذوذ کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے سند یا حدیث کے مضمون میں اپنے سے بہتر راویوں کی مخالفت کی ہو۔)

صحیح لغیرہ وہ حدیث ہے جس کا راوی ضبط میں تھوڑا کمزور ہو لیکن دوسری کئی سندوں سے منقول ہونے کی وجہ سے صحیح کے درجے میں آجائے۔

حسن لذاتہ وہ حدیث ہے جس کا راوی عادل ہو لیکن ضبط میں کچھ کم ہو اور اس میں شذوذ وعلت پائی جائے۔

حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی راوی عدل یا ضبط کے اعتبار سے کمزور ہو لیکن کثرت طرق کی وجہ سے اس کی تلافی ہوجائے۔

ضعیف حدیث کی پہچان اور اس کی قسمیں

حدیث ضعیف: وہ حدیث ہے جس کی سند میں اتصال نہ ہو یا راوی عادل نہ ہو یا راوی کا حافظہ بہتر اور قابل اعتماد نہ ہو۔ حدیث ضعیف کی بہت قسمیں ہیں، بنیادی طور پر دو اسباب کی وجہ سے حدیث ضعیف کہلاتی ہے (۱) سند میں کسی مقام پر راوی کا چھوٹ جانا (۲) حدیث کے راویوں میں جن اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے وہ نہ پائے جائیں۔

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق

چک ستیکا پور شہر

كِتَابُ اللِّبَاسِ

یہ کتاب لباس کے بیان میں ہے

لباس کے معنی ومفہوم کا بیان

لباس" اصل میں تو مصدر ہے، لیکن استعمال "ملبوس " کے معنی میں ہوتا ہے، جیسا کہ " کتاب " کا لفظ مصدر ہونے کے باوجود ، مکتوب" کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لباس " کے ماضی اور مضارع کے صیغے باب علم یعلم سے آتے ہیں، ویسے اس کا مصدر لبس (لام کے پیش کے ساتھ) بھی آتا ہے۔ اور لبس جولام کے زبر کے ساتھ آتا ہے۔ اس کے معنی التباس وخلط کے ہیں جس کا باب ضرب یضرب ہے۔

لباس کے آغاز کا بیان

لباس اللہ تعالیٰ کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جو کائنات میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ قرآن اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

لباس کی کہانی ہمارے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے۔ تخلیق آدم علیہ السلام وحوا کے بعد اللہ تعالیٰ نے دونوں کے لئے بہشت میں ٹھکانہ بنایا اور اپنے حسن انتظام سے انکے ستر ڈھانکنے کے لئے لباس مہیا کیا۔

اس کے بعد قرآن حضرت آدم علیہ السلام حوا اور شیطان کی کہانی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ پس شیطان دونوں کے بہکانے لگا تا کہ انکی ستر کی چیزیں جو ان سے پوشیدہ تھیں کھول دے اور کہنے لگا کہ تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاویا ہمیشہ جیتے رہو اور ان سے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ (الاعراف)

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ سلام حوا کی ستر پوشی کی ہوئی تھی اور انکا ستر اپنے انتظام سے ڈھانکا ہوا تھا۔ اور شیطان نے جو پہلی چال انسان کو سیدھی راہ سے ہٹانے کے لئے چلی وہ یہی تھی کہ اس کو بے لباس کرے اس کے جذبہ شرم حیاء پر ضرب لگائے۔ قرآن اس قصے کو جاری رکھتے ہوئے مزید کہتا ہے کہ آخر کار جب انہوں نے اس درخت کا مزہ چکھا تو انکے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ (القرآن)

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کے اندر شرم وحیا کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے یہ کوئی ارتقائی یا اکتسابی چیز نہیں بلکہ فطرتا انسان اپنے پوشیدہ اعضاء کو دوسروں کے سامنے کھولنے میں شرم محسوس کرتا ہے۔

لباس کی ضرورت

لباس کا بنیادی مقصد اور ضرورت شرمگاہ کو ڈھانکا ہے باقی تمام ضرورتیں ثانوی حیثیت کی حامل ہیں۔ اور انسان کو ایسا لباس پہننا چاہیے جس سے اس کی شرمگاہ ظاہر نہ ہو۔ شیطان کا اولین اور مہلک ہتھیار یہی برہنگی ہے جس کی روک تھام کیلئے انسان کو لباس دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے آدم علیہ السلام کی اولاد ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے تا کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے جسم کی حفاظت کرے۔ اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔ (الاعراف)

یہ آیت ان لوگوں کے لئے تازیانہ ہے جو لباس کو صرف زینت اور موسمی اثرات سے بچاؤ کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ لباس کے یہ فوائد بھی ہیں مگر اس کا بنیادی مقصد ستر پوشی ہے۔ مزید یہ کہ لباس کا ذریعہ ستر پوشی اور وسیلہ زینت وحفاظت ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ فی الحقیقت اس معاملے میں جس بھلائی تک انسان کو پہنچنا چاہیے وہ یہ ہے کہ اس کا لباس تقویٰ کا لباس ہو یعنی پوری طرح ساتر بھی ہو زینت میں بھی حد سے بڑھا ہوا یا آدمی کی حیثیت سے گرا ہوا نہ ہو۔ فخر وغرور اور تکبر وریا کی شان لئے ہوئے بھی نہ ہو اور پھر اس ذہنی امراض کی نمائندگی بھی نہ کرتا ہو جن کی بناء پر مرد زنانہ پن اختیار کرتے ہیں۔ عورتیں مردانہ پن کی نمائش کرنے لگتی ہیں اور ایک قوم دوسری قوم کے مشابہ بننے کی کوشش کر کے خود کو ذلت کا زندہ اشتہار بنالیتی ہے۔

اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کوئی بنا بنایا لباس نہیں دے دیا بلکہ اس کی فطرت پر لباس کا الہام کیا (انزلنا علیکم لباس) تا کہ وہ اپنی عقل سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ مواد سے اپنے لئے لباس فراہم کرے۔

مزید یہ کہ لباس اللہ تعالیٰ کے بیشمار نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو حقیقت تک پہنچنے میں انسان کی مدد کرتی ہیں بشرطیکہ انسان خود ان سے سبق لینا چاہے۔

لباس اور زینت اختیار کرنے کا بیان

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔ (الاعراف، ۳۲)

(اے نبی مکرم ﷺ! آپ کہیے، اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے، اور اس کی دی ہوئی پاک چیزوں کو، آپ کہیے یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن تو خصوصاً ان ہی کے لیے ہیں، ہم جاننے والے لوگوں کے لیے اسی طرح تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں۔

لباس پہنتے وقت دعا کرنے اور شکر ادا کرنے کے متعلق احادیث: اس آیت میں زینت سے مراد لباس ہے: امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے

فرمایا: کھاؤ اور پیو اور لباس پہنو اور صدقہ کرو بغیر فضول خرچی اور تکبر کے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو، جب تک فضول خرچ یا تکبر نہ ہو۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب 1 ج7، ص43، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں لوگ کعبہ کا برہنہ طواف کرتے تھے اور پاک اور حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ ان لوگوں سے فرمایئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے زینت پیدا کی ہے تم خوبصورت لباس پہنو اور اللہ کے رزق میں سے حلال چیزیں کھاؤ۔

(جامع البیان ج8، ص15، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، 1415ھ)

امام ابوداود سلیمان بن اشعث متوفی 275ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے۔ خواہ قمیص ہو یا عمامہ ہو، پھر یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے کہ تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا، میں تجھ سے اس کپڑے کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کپڑے کے شر سے اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4020، سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1773)

حضرت ام خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس کچھ کپڑے آئے ان میں ایک چھوٹی اونی چادر تھی۔ آپ نے پوچھا: تمہاری رائے میں اس کا کون زیادہ مستحق ہے؟ لوگ خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس ام خالد کو لاؤ۔ ان کو بلایا گیا تو آپ نے وہ چادر ان کو پہنا دی آپ نے دو بار فرمایا: تم اس کو پرانا کرو اور دوسروں کے لیے چھوڑ دو۔ (سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4024، صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5845)

لباس کی انواع اور اقسام کے متعلق احادیث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تمام کپڑوں میں قمیص سب سے زیادہ پسند تھی۔ (سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4025، سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1768)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے شیروانیاں تقسیم کیں اور مخرمہ کو کچھ نہیں دیا۔ مخرمہ نے کہا: اے بیٹے مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے چلو میں ان کو لے گیا۔ پھر کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو میرے لیے بلاؤ۔ میں نے آپ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے درآنحالیکہ آپ کے پاس ان شیروانیوں میں سے ایک شیروانی تھی۔ آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے اس کو چھپا کر رکھا ہوا تھا۔

(سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4028، صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5800)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کو تہبند میسر نہ ہو وہ شلوار پہنے اور جس شخص کو جوتے میسر نہ ہوں، وہ موزے پہنے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5804)

حضرت معتمر کے والد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زرد رنگ کی اونی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5802)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سفید ٹوپی پہنتے تھے۔ (المعجم الاوسط ج 7 رقم الحدیث 5802)۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہی کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سفید ٹوپی پہنتے تھے۔

(المعجم الاوسط ج 7، رقم الحدیث: 6179 مجمع الزوائد، ج 5، ص 121)

حضرت مغیرہ بن شعبہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قضاء حاجت کے لیے گئے۔ پھر آپ آئے، میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا۔ آپ نے وضو کیا۔ اس وقت آپ نے شامی کوٹ پہنا ہوا تھا۔ آپ نے کلی کی ناک میں اپنی ڈالا اور چہرہ دھویا۔ پھر آپ اپنی کلائیوں کو آستینوں سے نکالنے لگے۔ وہ آستینیں تنگ تھیں پھر آپ نے کوٹ کے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا اور کلائیوں کو دھویا اور سر پر اور موزوں پر مسح کیا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5798، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 616، سنن النسائی، رقم الحدیث: 123)

جعفر بن عمرو بن حریث کے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) منبر پر تشریف فرماتے اور آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا اور عمامہ کی ایک طرف (شملہ) کو دو کندھوں کے درمیان ڈالا ہوا تھا

(سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4077، صحیح مسلم رقم الحدیث: 1359، سنن النسائی، رقم الحدیث: 5345، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 2821۔ 3587)

لباس کے رنگوں کے متعلق احادیث کا بیان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم سفید لباس پہنو وہ تمہارا بہترین لباس ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو اور بہترین سرمہ اثمد ہے یہ نظر تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔

(سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4061۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 3566)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) متوسط قامت کے تھے۔ میں نے آپ کو سرخ حلہ (ایک قسم کی دو چادریں، ایک بہ طور تہبند باندھی جائے اور ایک بالائی بدن پر لپیٹ لی جائے) میں دیکھا۔ میں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5842)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سرخ حلہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ حسین کوئی ذی لمہ (جس کے بال کانوں کی لو سے متجاوز ہوں) نہیں دیکھا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2337، سنن ابوداود، رقم الحدیث 4183، سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1730، سنن النسائی، رقم الحدیث: 5248، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: 4767)

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو سرخ قمیص پہنے ہوئے آئے وہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) منبر سے اترے اور ان کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ الحدیث۔ (جن احادیث میں سرخ لباس کی ممانعت ہے وہ مرجوح اور ضعیف ہیں یا مؤول ہیں)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: 4781، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 3600، سنن ابوداود، رقم الحدیث: سنن النسائی، رقم الحدیث: 1412)

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی داڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے تھے حتیٰ کہ ان کے کپڑے بھی زرد رنگ سے بھر جاتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ زرد رنگ سے کیوں رنگتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ کو اس سے زیادہ اور کوئی رنگ پسند نہیں تھا اور آپ اپنے تمام کپڑوں کو رنگتے تھے حتیٰ کہ عمامہ کو بھی۔ (جن احادیث میں زرد لباس کی ممانعت ہے، وہ بھی ضعیف یا مؤول ہیں)۔

(سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4064، سنن النسائی، رقم الحدیث: 5088، صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5851، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1187)

حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف گیا۔ میں نے دیکھا آپ پر دو سبز رنگ کی چادریں تھیں۔

(سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4065، سنن النسائی، رقم الحدیث: 5321، سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2821، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 5995، مسند احمد، رقم الحدیث: 7131، المعجم الکبیر، ج 22، رقم الحدیث: 721، سنن کبری للبیہقی، ج 8، ص 27)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک صبح کو باہر گئے اور آپ کے اوپر سیاہ رنگ کی اونی چادر تھی۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2822۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2081۔ سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4032)

اجلے، صاف اور عمدہ لباس پہننے کے متعلق احادیث کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے کہا: ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے کہا: ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو۔ آپ نے فرمایا: اللہ جمیل (حسین) ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے۔ تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 91۔ سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2006۔ سنن ابوداود رقم الحدیث: 4091۔ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 59۔ شعب الایمان، ج 5، رقم الحدیث: 6192)

امام احمد کی روایت میں ہے اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! مجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ میرے کپڑے دھلے ہوئے ہوں اور میرے سر میں تیل لگا ہوا ہو اور میری جوتی نئی ہو۔ اس نے اور بھی کئی چیزیں ذکر کیں حتیٰ کہ اپنے چابک کی ڈوری کا بھی ذکر کیا اور پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ چیزیں تکبر سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں یہ جمال ہے اور بے شک اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے۔ لیکن تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ (مسند احمد، ج 2، رقم الحدیث: 3789 طبع جدید، دار الفکر، شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد، ج 4، رقم الحدیث: 3789 طبع دار الحدیث، قاہرہ، 1416ھ)

ابوالاحوص کے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ نے مجھے گھٹیاں کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کیا، ہاں یارسول اللہ! میرے پاس ہر قسم کا مال ہے۔ (دوسری روایت میں ہے: میرے پاس اونٹ، بکریاں، گھوڑے، غلام ہر قسم کا مال ہے) آپ نے فرمایا جب

اللہ نے تمہیں مال دیا ہے تو تم پر اس کا اثر ظاہر ہونا چاہیے۔

(سنن النسائی، رقم الحدیث 5239، 5238، 5309۔ سنن ابوداود، رقم الحدیث، 4063۔ شعب الایمان، ج 5، رقم الحدیث 6197)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔

(سنن الترمذی، رقم الحدیث 2828۔ مسند احمد، ج 7، رقم الحدیث: 19954، دارالفکر طبع جدید)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آئے آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال غبار آلود اور بکھرے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا اس کو کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس کے ساتھ یہ اپنے بالوں کو سنوار سکے؟ ایک اور شخص کو دیکھا جو میلے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا اس شخص کو پانی میسر نہیں ہے جس سے یہ اپنے کپڑوں کو دھو سکے۔ (سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4062۔ شعب الایمان، ج 5، رقم الحدیث: 6224)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اسلام صاف ستھرا ہے سو تم صاف ستھرے رہو، کیونکہ جنت میں صرف صاف ستھرے لوگ داخل ہوں گے۔

(المعجم الاوسط، ج 5، رقم الحدیث: 4890) (اس کی سند ضعیف ہے)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے۔ جس وقت ہم ایک درخت کے نیچے ٹھہرے ہوئے تھے تو میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھ لیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سائے کی طرف آجائیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لے آئے۔ اس وقت مجھے دسترخوان میں ایک چھوٹی سی ککڑی ملی۔ آپ نے پوچھا یہ تم کو کہاں سے ملی؟ پھر آپ نے کوئی بات ذکر کی۔ پھر ایک شخص چلا گیا جس نے دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: کیا اس کے پاس ان دو کپڑوں کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے دو کپڑے صندوق میں رکھے ہوئے ہیں جو میں نے اس کو پہنائے تھے۔ آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ اور اس سے کہو کہ وہ دو کپڑے پہن لے۔ اس نے جا کر وہ کپڑے پہن لیے۔ (الحدیث) امام بزار نے اس حدیث کو متعدد اسانید سے روایت کیا ہے جن میں سے ایک کی سند صحیح ہے۔ (مسند البزار، رقم الحدیث: 2964، 2963، 2962)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟ پھر ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا تو حضرت عمر نے کہا: جب اللہ نے وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری، رقم الحدیث، 365)

محمد بن سیرین نے کہا: تمیم نے ایک ہزار درہم کی چادر خریدی جس کو پہن کر وہ نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج 2، رقم الحدیث: 4465)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ میں سے ایک شخص کو سات سو درہم کا

لباس خرید کر پہنایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج 8، رقم الحدیث: 4966)

قیمتی اور معمولی لباس پہننے کی احادیث میں تطبیق: بعض احادیث میں خوب صورت لباس نہ پہننے اور معمولی کپڑے پہننے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ہم پہلے وہ احادیث بیان کریں گے اور پھر ان کی توجیہات ذکر کریں گے۔

سہل بن معاذ بن انس جہنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کے لیے تواضع کرتے ہوئے (نہایت قیمتی) لباس کو ترک کر دیا، حالانکہ وہ اس پر قادر تھا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو لوگوں کے سامنے بلائے گا حتی کہ اس کو اختیار دے گا کہ وہ ایمان کے حلوں میں سے جس حلہ کو چاہے پہن لے۔ (یہ حدیث حسن ہے)۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2489۔ سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4033۔ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 3562، مسند احمد، ج 7، رقم الحدیث: 19779۔ المستدرک، ج 1، ص 61، ج 4 ص 184۔ شعب الایمان، ج 5، رقم الحدیث: 6148)

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وآلہ وسلم کے ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے قدرت کے باوجود خوبصورت لباس کو تواضعاً ترک کر دیا اللہ اس کو عزت کے حلے پہنائے گا۔ (یہ حدیث ضعیف ہے)۔ (سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4778)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمایا: اللہ عزوجل اس شخص سے محبت کرتا ہے جو روزمرہ استعمال کے عام کپڑے پہنتا ہے اور اس کی پروا نہیں کرتا کہ اس نے کیا پہنا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابولہیعہ ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث: 6176)

ان روایات کا ایک جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں عمدہ اور قیمتی کپڑے پہننے کی ترغیب دی گئی ہے، وہ صحیح السند ہیں اور یہ احادیث حسن یا ضعیف ہیں۔ اس لیے یہ روایات ان احادیث سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اسلام کا منشاء اعتدال اور میانہ روی کی ہدایت دینا ہے۔ انسان نہ تو ایسا کرے کہ اچھے اور صاف ستھرے لباس پر قدرت کے باجود پھٹے پرانے اور میلے کچیلے کپڑے پہنے اور نہ ایسا کرے کہ نہایت فاخرانہ اور طمطراق والی پوشاک پہنے۔ نہ اس قدر گھٹیاں اور معمولی کپڑے پہنے جس سے اس کی خساست اور دناءت ظاہر ہو اور نہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر قیمتی لباس پہنے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ مسلمان کی قلبی واردات اور دلی کیفیات بدلتی رہتی ہیں۔ کبھی اس پر صبر اور زہد کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ روزمرہ کے معمولی کپڑے پہنتا ہے اور کبھی اس پر اللہ کی نعمتوں کے اظہار اور شکر کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ عمدہ اور قیمتی لباس پہنتا ہے۔ ہم جس آیت کی تفسیر کر رہے ہیں۔ اس میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت کے اظہار کا حکم ہے، اس لیے عمدہ اور قیمتی لباس کے سلسلے میں مزید چند احادیث بیان کر رہے ہیں۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن الحنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں کے سردار ہو سو تم اپنی جوتیوں کو ٹھیک کرو اور حسین لباس پہنو۔ (الحدیث)

(شعب الایمان، ج 5، رقم الحدیث 604)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے وہب بن کیسان نے بتایا، میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چھ اصحاب کو دیکھا جو خز (ریشم اور اون کا مخلوط لباس پہنتے تھے۔ (شعب الایمان، ج5، رقم الحدیث 6212)

مالک بن انس بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر کے تمام فقہاء کو حسین لباس پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

(شعب الایمان، ج5، رقم الحدیث:6220)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کبھی میلے کپڑوں میں نہیں دیکھا۔ آپ کبھی کبھی تیل لگانا پسند کرتے تھے اور سر میں کنگھی کرتے تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میلے کپڑوں اور پراگندہ بالوں کو ناپسند کرتا ہے۔ (شعب الایمان، ج5، رقم الحدیث:6226)

لباس پہننے کے شرعی اور فقہی احکام کا بیان

علامہ سید محمد ابن ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: لباس پہننا بعض صورتوں میں فرض ہے، بعض میں واجب، بعض میں مستحب، بعض میں مباح بعض میں مکروہ اور بعض صورتوں میں حرام ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

فرض: لباس کی جتنی مقدار شرم گاہ چھپانے کے لیے ضروری ہو اتنی مقدار کا لباس پہننا فرض ہے۔ (مرد کی شرمگاہ ناف سے گھٹنے تک ہے اور عورت کا تمام بدن شرم گاہ ہے سوائے چہرہ، ہاتھ اور پیروں کے، محارم کے سامنے چہرے، ہاتھ اور پیروں کو ظاہر کرنا جائز ہے اور اجنبی مردوں کے سامنے بلاضرورت شرعی ان کا ظاہر کرنا جائز نہیں ہے)

واجب: سردی اور گرمی کے اثرات سے محفوظ کرنے کے لیے جس قدر لباس پہننا ضروری ہو، اس کا پہننا واجب ہے۔

مستحب: اظہار زینت کے لیے قدر زائد اور خوبصورت لباس پہننا مستحب ہے۔ کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے کے اوپر اس کی نعمت کے آثار دکھائی دیں۔ اسی طرح سفید، سیاہ اور سبز رنگ کا لباس پہننا مستحب ہے۔

مباح: جمعہ اور عید کے مواقع پر اور تقریبات اور محافل میں قیمتی اور نفیس لباس پہننا مباح ہے۔ اسی طرح رنگنے کے بعد حیوانوں اور درندوں کی کھالوں کا لباس پہننا بھی مباح ہے۔

مکروہ: ہر وقت قیمتی اور نفیس پوشاک پہننا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس سے ضرورت مندوں کے دلوں میں بغض پیدا ہوتا ہے اور اس میں اسراف ہے اور تکبر کا خطرہ ہے۔ تکبر یہ ہے کہ وہ قیمتی اور فاخرانہ لباس پہن کر معمولی کپڑے پہننے والوں کو کمتر اور حقیر جانے۔

حرام: ریشم کا لباس مردوں کے لیے حرام ہے البتہ اگر کسی کپڑے پر چار انگل کی مقدار ریشم کے بیل بوٹے بنے ہوئے ہوتو پھر جائز ہے۔ اسی طرح اگر چار انگل کی مقدار سونے کا کام کیا ہوا ہو تو پھر بھی جائز ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جابیہ میں خطبہ دیتے ہوئے رمایا: نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا سوا دو یا تین یا چار انگلیوں کی مقدار کے۔ (صحیح مسلم، لباس: 2069) 15(5318، سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1727۔ سنن کبری للنسائی، رقم الحدیث. 963، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 5441، مسند احمد، ج1، رقم الحدیث:365)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا جبہ ہے۔ انہوں نے ایک طاسی کسروانی جبہ نکالا جس کی آستینوں اور گریبان پر ریشم کے نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔ حضرت اسماء نے کہا یہ جبہ حضرت عائشہ کی وفات تک ان کے پاس تھا اور جب ان کی وفات ہوئی تو پھر میں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس جبہ کو پہنتے تھے۔ ہم اس جبہ کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلاتے ہیں اور اس جبہ سے ان کے لیے شفاء طلب کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4054۔ صحیح مسلم، لباس: 2069) 10 (5310۔ سنن کبریٰ للنسائی ج 7، رقم الحدیث: 9588، ردالمحتار، ج 5، ص 224۔ 223۔ ملخصاً موضحاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

زینت اور تجمل کے متعلق مفسرین مذاہب اربعہ کی تحقیق

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ آیات عمدہ اور نفیس کپڑوں کے پہننے پر دلالت کرتی ہیں۔ عید، جمعہ، لوگوں سے ملاقات اور رشتہ داروں کی ملاقات کے وقت قیمتی اور خوبصورت لباس پہننا چاہیے۔ امام ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ مسلمان جب ایک دوسرے کی زیارت کرتے تھے تو خوبصورت لباس پہنتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے مسجد کے دروازے پر ایک ریشمی حلہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ جمعہ اور وفود سے ملاقات کے وقت پہننے کے لیے یہ حلہ خرید لیتے تو اچھا ہوتا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اس کپڑے کو وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس لباس کے خوبصورت ہونے کی بناء پر اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کے ریشمی ہونے کی وجہ سے منع فرمایا تھا۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار درہم کا ایک حلہ خریدا جس کو پہن کر وہ نماز پڑھتے تھے۔ اور مالک بن دینار عدن کی ایک نہایت قیمتی پوشاک منگا کر پہنتے تھے۔ امام احمد بن حنبل ایک دینار کا لباس خرید کر پہنتے تھے۔ یہ حضرات کب قیمتی کپڑوں سے اعراض کر کے موٹے جھوٹے کپڑوں کو ترجیح دینے والے تھے؟ اور "لباس التقویٰ ذالک خیر" کا معنی معمولی اور گھٹیا کپڑے پہننا نہیں ہے، ورنہ یہ نفوس قدسیہ لباس التقویٰ کو ترک کرنے والے نہیں تھے، بلکہ یہی لوگ اصحاب علم، ارباب معرفت اور اہل تقویٰ تھے اور ٹاٹ اور گاڑھا پہننے والے دوسرے لوگ تو فقط اہل دعویٰ ہیں اور ان کے دل تقویٰ سے خالی ہیں۔ خالد بن شوذب بیان کرتے ہیں کہ میں حسن بصری کے پاس گیا، ان سے فرقد ملنے کے لیے آئے۔ حسن بصری نے ان کی چادر دیکھ کر کہا اے ام فرقد کے بیٹے! اس چادر میں نہیں ہے، نیکی سینے میں ہوتی اور اس کی تصدیق عمل سے ہوتی ہے، اسی طرح معروف کرخی کے بھتیجے ابو محمد، ابوالحسن کے پاس اونی جبہ پہن کر گئے، ابوالحسن نے ان سے کہا: اے ابو محمد آیا تم نے اپنے دل کو صوفی بنایا ہے یا اپنے جسم کو؟ اپنے دل کو صاف رکھو خواہ لباس کسی قسم کا پہنو! علامہ ابوالفرج ابن الجوزی رحمہ اللہ نے کہا: میں معمولی اور پیوند لگا ہوا لباس چار وجہ سے ناپسند کرتا ہوں۔

1۔ یہ سلف صالحین کا لباس نہیں ہے اور سلف صالحین بلا ضرورت لباس میں پیوند نہیں لگاتے تھے۔

2۔ اس قسم کے لباس سے غربت کا اظہار ہوتا ہے، حالانکہ انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے آثار کو ظاہر کرے۔

3۔ اس قسم کا لباس پہننے سے زہد کا اظہار ہوتا ہے حالانکہ ہمیں زہد کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔

4۔اس قسم کا لباس عموماً ان لوگوں کا شعار ہے جو ظاہر شریعت سے خارج ہیں اور جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے، اس کا شمار اسی قوم سے ہوتا ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ جس شخص نے بالوں اور اون کے لباس کو سوتی لباس کے حصول کے باوجود ترجیح دی، اس نے خطاء کی، اسی طرح اس شخص نے بھی خطا کی جس نے گوشت ترک کر کے دال اور سبزی کھانا شروع کر دی۔(یہاں اون کے کپڑوں سے یہ مراد ہے کہ بعض لوگ صوفیت کا اظہار کرنے کے لیے اون والی کھال کا لباس بنا لیتے تھے، جس کی ہیئت کذائی آج کل کے گاڑھے اور ٹاٹ سے بھی زیادہ بدنما ہوتی تھی۔آج کل کپڑے کی صنعت بہت ترقی کر چکی ہے اور اون کو متعدد کیمیائی مراحل سے گزار کر اس کا نہایت صاف شفاف اور قیمتی لباس تیار کیا جاتا ہے۔ایسا لباس اس حکم میں داخل نہیں ہے۔(سعیدی غفرلہ) بشر بن حارث سے اون پہننے کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کو برا لگا اور ان کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے انہوں نے کہا شہروں میں اونی کپڑے پہننے سے میرے نزدیک زرد رنگ کا اور ریشم اور اون کا مخلوط کپڑا پہننا بہتر ہے۔

علامہ ابوالفرج نے کہا سلف صالحین متوسط کپڑوں کا لباس پہنتے تھے، بہت قیمتی لباس پہنتے تھے نہ بہت گھٹیاں کپڑے پہنتے تھے اور جمعہ، عید اور رشتہ داروں سے ملاقات کے وقت بہت عمدہ لباس پہنتے تھے اور بہت معمولی اور حقیر کپڑے پہننا فقر اور زہد کے اظہار کو متضمن ہے اور یہ ایک طرح سے اللہ تعالیٰ سے شکایت کرنا ہے اور اس قسم کے لباس سے لباس پہننے والے کی تحقیر ہوتی ہے اور یہ تمام باتیں مکروہ اور ممنوع ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ عمدہ لباس پہننا خواہش نفس کی پیروی ہے، اور ہمیں نفسانی خواہشوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے، نیز اس میں مخلوق کو اپنی زیبائش دکھانا ہے، حالانکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہمارے تمام افعال اللہ کے لیے ہوں مخلوق کے لیے نہ ہوں، اس کا جواب یہ ہے کہ نفس کی ہر خواہش مذموم نہیں ہے اور نہ مخلوق کے لیے ہر زینت مکروہ ہے۔اس چیز سے اس وقت ممانعت کی جائے گی جب شریعت نے اس سے منع کیا ہو یا اس کی بنیاد دین اور عبادات میں ریاکاری ہو۔انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ خوبصورت دکھائی دے اور اس چیز میں شریعت نے اس پر ملامت نہیں کی۔اسی وجہ سے بالوں میں کنگھی کی جاتی ہے اور آئینہ دیکھا جاتا ہے اور عمامہ درست کیا جاتا ہے اور اندر معمولی کپڑے اور اوپر قیمتی پوشاک پہنی جاتی ہے اور ان میں سے کوئی چیز مکروہ اور مذموم نہیں ہے اور مکحول نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ کچھ صحابہ دروازہ کے باہر حضور کے منتظر تھے، آپ ان سے ملنے کے لیے جانا چاہتے تھے، گھر میں ایک چھاگل میں پانی تھا آپ پانی میں دیکھ کر اپنی داڑھی اور بالوں کو درست کرنے لگے۔میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھی ایسا کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا: ہاں جب کوئی شخص اپنے بھائیوں سے ملنے جائے تو اپنے آپ کو تیار کر کے جائے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل (خوب رو) ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اور امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ایک شخص نے کہا: ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔تکبر، حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔اس معنی میں بکثرت احادیث ہیں جو صفائی

اور حسن و جمال کے حصول پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کنگھی، آئینہ، تیل، مسواک اور سرمہ کو ساتھ لے کر سفر میں جاتے تھے۔ امام ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سر میں بہت تیل لگاتے تھے اور پانی سے داڑھی کو درست کرتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک سرمہ دانی تھی اور آپ سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین بار سرمہ لگاتے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن، جز7، ص178۔176۔ مطبوعہ دار الفکر، بیروت، 1415ھ)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: اس آیت میں زینت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔

1۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ زینت سے مراد لباس ہے جس سے انسان اپنی شرم گاہ کو چھپا سکے۔

2۔ زینت سے مراد عام ہے اور اس میں زینت کی تمام اقسام شامل ہیں۔ اس میں بدن کو صاف کرنا، سواریاں رکھنا اور انواع واقسام کے زیورات شامل ہیں اور اگر مردوں پر سونے، چاندی اور ریشم کی حرمت کے متعلق نص نہ آئی ہوتی تو وہ بھی اس عموم میں شامل ہوتے اور پاکیزہ رزق سے مراد بھی عام ہے اس میں تمام پسندیدہ اور لذیذ کھانے پینے کی چیزیں داخل ہیں اور اس میں ازواج سے لذت اندوزی اور خوشبو لگانا بھی داخل ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں گوشت نہ کھاؤں! آپ نے فرمایا: نرم روی اختیار کرو، کیونکہ مجھے جب گوشت مل جاتا ہے تو میں گوشت کھاتا ہوں اور اگر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ مجھے ہر روز گوشت کھلائے تو وہ ایسا کرے گا۔ حضرت عثمان بن مظعون نے کہا میرے دل میں آتا ہے کہ میں خوشبو نہ لگاؤں! آپ نے فرمایا: سختی نہ کرو۔ کیونکہ جبرئیل نے مجھے کبھی کبھی خوشبو لگانے کا حکم پہنچایا ہے اور یہ کہا ہے کہ جمعہ کے دن خوشبو لگانے کو ترک نہ کریں پھر آپ نے فرمایا: اے عثمان! میری سنت سے اعراض نہ کرو، کیونکہ جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا اور توبہ سے پہلے مر گیا تو فرشتے اس کا چہرے میرے حوض سے پھیر دیں گے۔ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں زینت کی تمام اقسام جائز ہیں اور ان سے متصف ہونے کی اجازت ہے۔ ماسوا ان چیزوں کے جن کی کسی دلیل سے ممانعت ہو، اسی لیے ہم نے کہا کہ قل من حرم زینۃ اللہ میں زینت کی تمام اقسام داخل ہیں

(تفسیر کبیر، ج5، ص231۔230۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1415ھ)

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: زینت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔

1۔ زینت سے مراد کپڑے ہیں اور اس کی تفسیر میں تین قول ہیں۔

(الف) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حسن بصری اور علماء کی ایک جماعت نے کہا اس سے یہ مراد ہے کہ کپڑے پہن کر طواف کیا کرو۔

(ب)۔ مجاہد اور زجاج وغیرہ نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ نماز میں شرمگاہ کو ڈھانپا جائے۔

(ج)۔علامہ ماوردی نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جمعہ اور عید وغیرہ میں خوبصورت اور دیدہ زیب لباس پہنا جائے۔

2۔ابورزین نے کہا زینت سے کنگھی وغیرہ کرنا مراد ہے۔(زاد المسیر ج2،ص187، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: خذوا زینتکم عند کل مسجد یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسجد میں جانے کے لیے زینت والا لباس پہننا مستحب ہے اور روایت ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جمعہ اور عید میں اس کو میرے لیے مستحب کیا گیا ہے۔(احکام القرآن، ج3،ص33، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، 1400ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: قرآن مجید میں ہے خذوا زینتکم عند کل مسجد بعض مفسرین نے یہاں زینت سے خوبصورت لباس مراد لیا ہے۔ کیونکہ اس لفظ سے یہی معنی متبادر ہے۔امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھی یہی تفسیر منسوب ہے۔روایت ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھنے جاتے تو نہایت عمدہ لباس پہنتے۔ان سے کہا گیا کہ اے ابن رسول اللہ! آپ اس قدر عمدہ لباس کیوں پہنتے ہیں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے تو میں اپنے رب کے لیے جمال اختیار کرتا ہوں۔ظاہر ہے کہ یہ زینت سنت ہے واجب نہیں ہے۔

(روح المعانی، ج8،ص109، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت)

قل من حرم زینۃ اللہ (الآیہ) کی تفسیر میں علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں۔روایت ہے کہ جس وقت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو انہوں نے خز (ریشم اور اون کا مخلوط کپڑا) کا جبہ پہنا ہوا تھا۔اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوارج کی طرف بھیجا تو انہوں نے سب سے افضل کپڑے پہنے، سب سے اچھی خوشبو لگائی اور سب سے اچھی سواری پر سوار ہوئے اور جب خوارج نے ان کو دیکھ کر یہ کہا کہ آپ ہم میں سب سے افضل ہیں اور آپ متکبرین کا لباس پہن کر اور ان کی سواری پر بیٹھ کر آئے ہیں تو حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی: قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ اور حق بات یہ ہے کہ جس زینت کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں ہے وہ اس آیت کے عموم میں داخل ہے اور اس کے استعمال میں کوئی توقف نہیں کیا جائے گا الا یہ کہ اس میں تکبر کا دخل ہو۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک ہزار درہم کی چادر اوڑھ کر تشریف لے گئے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار سو دینار کی چادر اوڑھتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے تھے اور امام محمد بھی بہت قیمتی لباس پہنتے تھے اور فرماتے تھے میں اس لیے زیب و زینت کے ساتھ رہتا ہوں کہ میری بیویاں کسی اور کی زیب و زینت کی طرف نہ دیکھیں۔اور فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ خوبصورت لباس پہننا مستحب ہے۔

کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو کوئی نعمت دیتا ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ اس بندے پر اس نعمت کے آثار نظر آئیں۔اگر یہ کہا جائے کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیوند لگی ہوئی قمیص نہیں پہنتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمال ان کی اتباع کرتے تھے اور یہ خدشہ تھا کہ اگر آپ نے قیمتی لباس پہنا تو آپ کے عمال بھی قیمتی لباس پہنیں گے اور اگر ان کے پاس پیسے نہ ہوئے تو پھر وہ لوگوں سے یا اموال مسلمین سے

ناجائز طور پر پیسے حاصل کریں گے۔ (روح المعانی ج 8 ص 111 ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اشیاء میں اباحت کے اصل ہونے کی تحقیق

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جو مسلمانوں کے لیے زینت اور نفع کے حصول کا باعث ہو، وہ حلال ہے۔ ماسوا اس کے کہ اس کی حرمت یا کراہت پر قرآن اور سنت میں کوئی نص موجود ہو، اور اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کے حصول میں مسلمانوں کے لیے ضرر ہو، اس کا ترک کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے ترک کرنے میں ہی مسلمانوں کا نفع ہے اور موجب ضرر اشیاء کی حرمت پر یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے: "ولا تلقوا بایدیکم الی الهلكة: اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" (البقرہ، 195)

اس آیت سے یہ قاعدہ بھی معلوم ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی تمام کاموں کا کرنا اصل میں جائز اور مباح تھا پھر جن کاموں کی قرآن اور حدیث میں ممانعت آ گئی، وہ ممنوع ہو گئے اور باقی تمام کام اپنی اصل پر جائز رہے۔ مثلاً پہلے شراب پینا اور جوا کھیلنا مباح تھا۔ اسی طرح پہلے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا مباح اور جائز تھا اور جب ان کاموں کی ممانعت شریعت میں آ گئی تو یہ کام ممنوع ہو گئے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: تحریر (از علامہ ابن ہمام) میں یہ تصریح ہے کہ جمہور احناف اور شوافع کا مختار مذہب یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (التحریر مع شرحہ التیسیر، ج 1، ص 172، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، ریاض) اور علامہ ابن ہمام کے شاگرد علامہ قاسم نے بھی ان کی اتباع کی ہے اور ہدایہ کی فصل حداد میں بھی مذکور ہے۔ اباحت اصل ہے۔ (ہدایہ اولین، ص 428۔ مطبوعہ مکتبہ شرکہ علمیہ، ملتان) اور قاضی خان نے الحظر والاباحۃ کے اوائل میں لکھا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (فتاوی قاضی خاں علی ہامش الہندیہ، ج 3، ص 400، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق، مصر، 1310ھ) اور تحریر کی شرح میں مذکور ہے کہ یہ بصرہ کے معتزلہ، بہ کثرت شافعیہ اور اکثر حنفیہ خصوصاً عراقیوں کا قول ہے اور امام محمد نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ایک شخص کو کسی نے کہا مردار کھاؤ یا شراب پیو، ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا اور اس نے اس شخص کا کہنا نہ مانا اور اس شخص نے اس کو قتل کر دیا تو مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ گنہ گار ہو گا، کیونکہ مردار کھانا اور شراب پینا صرف اللہ کے منع کرنے سے حرام ہوا ہے۔ اس عبارت میں امام محمد نے اباحت کو اصل قرار دیا ہے اور حرمت کو ممانعت کے عارض ہونے کی وجہ سے مشروع قرار دیا ہے۔ (تیسیر التحریر، ج 2، ص 161، مطبوعہ ریاض) اور شیخ اکمل الدین نے اصول بزدوی کی شرح میں لکھا ہے کہ استیلاء کفار کے باب میں شارح نے جو یہ لکھا ہے کہ اباحت معتزلہ کی رائے ہے (درمختار علی ہامش ردالمحتار، ج 3، ص 244) اس پر اعتراض ہے۔

(ردالمحتار، ج 1، ص 72، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1407ھ)

نیز علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: شارح (صاحب درمختار) کا یہ کہنا کہ اباحت معتزلہ کی رائے ہے کتب اصول کے مخالف ہے، کیونکہ علامہ ابن ہمام نے تحریر میں لکھا ہے کہ جمہور احناف اور شوافع کا یہ مذہب ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور اصول بزدوی کی شرح میں علامہ اکمل الدین نے فرمایا ہے ہمارے اکثر اصحاب اور اکثر اصحاب شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جن کاموں کے متعلق یہ جائز ہے کہ شریعت ان کے مباح ہونے کا حکم دے یا ان کے حرام ہونے کا حکم دے وہ تمام کام احکام

شرع وارد ہونے سے پہلے اپنی اصل پر مباح ہیں۔حتیٰ کہ جس شخص تک شریعت نہ پہنچی ہو اس کے لیے مباح اور جائز ہے کہ وہ جو چاہے کھائے۔امام محمد نے کتاب الاکراہ میں اسی طرح اشارہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا مردار کھانا اور شراب پینا صرف شرعی ممانعت کی وجہ سے حرام ہے۔پس انہوں نے اباحت کو اصل قرار دیا ہے اور حرمت کو عارضہ ممانعت کی وجہ سے مشروع قرار دیا ہے۔جبائی (معتزلی) ابو ہاشم اور غیر مقلدین کا بھی یہی قول ہے اور ہمارے بعض اصحاب اور بعض اصحاب شافعی اور معتزلہ بغداد کا مذہب یہ ہے کہ اشیاء میں اصل ممانعت ہے اور اشاعرہ اور عام محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اشیاء میں اصل توقف ہے۔حتیٰ کہ جس شخص تک شرعی احکام نہ پہنچے ہوں وہ کسی چیز کو نہ کھائے اگر اس نے کھایا تو اس کے فعل کو نہ حلال کہا جائے گا نہ حرام۔

(ردالمحتار، ج3،ص244، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت)

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی 685ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں اور انواع تجملات میں اصل اباحت ہے۔

(انوارالتنزیل مع الکازرونی، ج3،ص17، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، 1416ھ)

قرآن مجید کی زیر بحث آیت کے علاوہ حسب ذیل حدیث سے بھی اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے گھی، پنیر اور پوستین کے متعلق سوال کیا گیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس چیز کو اللہ نے کتاب میں حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جس چیز کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا وہ حرام ہے۔اور جس چیز سے اللہ نے سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔

(سنن الترمذی، رقم الحدیث:1732۔سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:3367۔المستدرک ج 4ص115)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی 1014ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔(مرقات، ج8،ص193، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، 1390ھ)

قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی المتوفی 543ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت سلمان کا قول ہے لیکن اس کا معنی حدیث صحیح سے ثابت ہے۔نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں چند چیزوں کا حکم دیا ہے ان پر عمل کرو اور چند چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کرو۔اور اس نے اپنی رحمت سے چند چیزوں سے سکوت فرمایا ان کے متعلق سوال نہ کرو۔(سنن کبریٰ للبیہقی، ج10،ص13۔سنن دارقطنی، ج4، رقم الحدیث:4350)

اور جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی چیز کا حکم دیں تو اس کی تعمیل کرنے پر بھی اتفاق ہے اگرچہ اس کی صفت میں اختلاف ہے کہ وہ امر واجب ہے یا مستحب۔اور جب کسی چیز سے منع فرمائیں تو اس سے اجتناب پر بھی اتفاق ہے اگرچہ اس کی صفت میں اختلاف ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی اور جس چیز سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سکوت فرمائیں اس کے متعلق دو قول ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ وہ اصل میں مباح ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اصل میں موقوف ہے۔

(عارضۃ الاحوذی، ج7،ص229، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1415ھ)

معمولات اہل سنت کا جواز اور استحسان

جب یہ واضح ہو گیا کہ تمام کاموں میں اباحت اصل ہے اور جس چیز کے عدم جواز یا کراہت پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اس کام کو کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ اس اصول پر اہل سنت کے تمام معمولات جائز ہیں مثلاً بغیر تعیین شرعی کی نیت کے سال کے مختلف ایام میں میلاد شریف منعقد کرنا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فضائل اور آپ کی سیرت کا بیان کرنا، خلفاء راشدین اور اہل بیت اطہار کے ایام شہادت اور وفات میں ان کا تذکرہ کرنا اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب اور اہل بیت کو قرآن خوانی اور طعام کے صدقہ کا ثواب پہنچانا۔ اسی طرح اولیاء کرام کے ایام وصال میں ان کا تذکرہ کرنا اور ان کو عبادات اور طعام کے صدقہ کا ثواب پہنچانا۔ ہر چند کہ خصوصیت کے ساتھ یہ کام عہد رسالت میں نہیں کیے گئے لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کاموں سے منع نہیں فرمایا اور یہ کام اسلام کے کسی حکم سے متصادم نہیں ہیں اس لیے یہ اپنی اصل پر مباح ہیں اور حسن نیت سے موجب ثواب اور باعث خیر و برکت ہیں۔ عہد صحابہ اور تابعین میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے حضرت ابوبکر اور دیگر اکابر صحابہ کا قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تراویح کو جماعت سے پڑھوانے کا اہتمام کرنا اور اس کو بدعت حسنہ قرار دینا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرآن مجید کی قرات کو باقی لغات سے ختم کر کے صرف لغت قریش پر باقی رکھنا، عبدالملک بن مروان کے حکم سے قرآن مجید کے حروف پر نقطے اور حرکات اور اعراب کا لگایا جانا، عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں مساجد کی عمارتوں میں محراب کا بنایا جانا اور قرآن مجید کے نسخوں میں سورتوں کے اسماء اور آیتوں اور رکوعوں کی تعداد کو لکھنا یہ سب بدعات حسنہ ہیں جس کو تمام امت مسلمہ نے قبول کرلیا ہے۔ سو اہل سنت کے معمولات کو بھی ان ہی نظائر کی روشنی میں جائز سمجھنا چاہیے اور بلا وجہ ان پر یہ بدگمانی نہیں کرنی چاہیے کہ انہوں نے ان معمولات کو فرض اور واجب سمجھ لیا ہے۔ اسی طرح سوئم، چہلم اور عرس کی عرفی تعیینات کو تعیینات شرعی نہیں قرار دینا چاہیے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ جیسے مساجد میں گھڑیوں کے حساب سے نمازوں کے اوقات متعین کرلیے جاتے ہیں اور کسی شخص کو بھی یہ بدگمانی نہیں ہوتی کہ یہ تعیین شرعی ہے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: آیت اپنے عموم پر ہے ہر کھانے کی چیز اس میں داخل ہے کہ جس کی حرمت پر نص وارد نہ ہوئی ہو تو جو لوگ توشہ گیارہویں، میلاد شریف، بزرگوں کی فاتحہ، عرس، مجالس شہادت وغیرہ کی شیرینی، سبیل کے شربت کو ممنوع کہتے ہیں، وہ اس آیت کے خلاف کر کے گنہ گار ہوتے ہیں اور اس کو ممنوع کہنا اپنی رائے کو دین میں داخل کرنا ہے اور یہی بدعت وضلالت ہے۔

(حاشیہ خزائن العرفان، ص 248، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، تبیان القرآن، لاہور)

عمدہ لباس پہننے کا بیان

مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو حلال وحرام ٹھہرانا صرف اس ذات پاک کا حق ہے جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے، کسی دوسرے

کی اس میں مداخلت جائز نہیں، اس لئے وہ لوگ قابل عتاب وعذاب ہیں جو اللہ کی حلال کی ہوئی عمدہ پوشاک یا پاکیزہ اور لذیذ خوراک کو حرام سمجھیں، وسعت ہوتے ہوئے پھٹے حالوں گندہ پراگندہ رہنا نہ کوئی اسلام کی تعلیم ہے، نہ کوئی اسلام میں پسندیدہ چیز ہے، جیسا کہ بہت سے جاہل خیال کرتے ہیں۔

سلف صالحین اور ائمہ اسلام میں بہت سے اکابر جن کو اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت عطا فرمائی تھی اکثر عمدہ اور بیش قیمت لباس استعمال فرماتے تھے، خواجہ دو عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب وسعت ہوئی عمدہ سے عمدہ لباس بھی زیب تن فرمایا ہے، ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر ایسی چادر تھی جس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ چار سو گنی کی قیمت کی چادر استعمال فرمائی، اسی طرح حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ نفیس اور عمدہ لباس استعمال فرماتے تھے، ان کے لئے تو کسی صاحب نے سال بھر کے لئے تین سو ساٹھ جوڑوں کا سالانہ انتظام اپنے ذمہ لیا ہوا تھا، اور جو جوڑا امام رحمۃ اللہ علیہ کے بدن پر ایک مرتبہ پہنچتا تھا دوبارہ استعمال نہ ہوتا تھا، کیونکہ صرف ایک روز استعمال کر کے کسی غریب طالب علم کو دیدیتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اپنی نعمت اور وسعت عطا فرما دیں تو اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتے ہیں کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے لباس وغیرہ میں دیکھا جائے، اس لئے کہ اظہار نعمت بھی ایک قسم کا شکر ہے، اس کے بالمقابل وسعت ہوتے ہوئے پھٹے پرانے یا میلے کچیلے کپڑے استعمال کرنا ناشکری ہے۔ ہاں ضروری بات یہ ہے کہ دو چیزوں سے بچے، ایک ریاء ونمود، دوسرے فخر وغرور، یعنی محض لوگوں کو دکھلانے اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے لباس فاخر استعمال نہ کرے، اور ظاہر ہے کہ سلفِ صالحین ان دونوں چیزوں سے بَری تھے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ سے جو عام حالات میں معمولی قسم کا لباس یا پیوند زدہ کپڑے استعمال کرنا منقول ہے اس کی دو وجہ تھیں، ایک تو یہ کہ اکثر جو کچھ مال آتا وہ فقراء، مساکین اور دینی کاموں میں خرچ کر ڈالتے تھے، اپنے لئے باقی ہی نہیں رہتا تھا، جس سے عمدہ لباس آسکے، دوسرے یہ کہ آپ مقتدائے خلائق تھے، اس سادہ اور سستی پوشاک کے رکھنے سے دوسرے امراء کو اس کی تلقین کرنا تھا، تاکہ عام غرباء فقراء پر ان کی مالی حیثیت کا رعب نہ پڑے۔

بَاب لِبَاسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب نبی اکرم ﷺ کے لباس مبارک کے بیان میں ہے

3550- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

3550: اخرجه البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 752 اخرجه مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1238 اخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 914 ورقم الحدیث: 4053 اخرجه النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 770

صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَمِيْصَةٍ لَهَا اَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَتْنِيْ اَعْلَامُ هٰذِهٖ اذْهَبُوْا بِهَا اِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ وَّاْتُوْنِيْ بِاَنْبِجَانِيَّتِهٖ.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی چادر اوڑھ کر نماز ادا کی جس پر نقش ونگار بنے ہوئے تھے (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے نقش ونگار نے میری توجہ منتشر کرنے کی کوشش کی تھی تم اسے ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور اس کی انبجانیہ (یعنی سادی) چادر میرے پاس لے آؤ۔

3551 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ اَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَاَخْرَجَتْ لِيْ اِزَارًا غَلِيْظًا مِّنَ الَّتِيْ تُصْنَعُ بِالْيَمَنِ وَكِسَاءً مِّنْ هٰذِهِ الْاَكْسِيَةِ الَّتِيْ تُدْعَى الْمُلَبَّدَةَ وَاَقْسَمَتْ لِيْ لَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمَا.

ابوبردہ بیان کرتے ہیں: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے یمن کا بنا ہوا موٹے کپڑے کا تہہ بند نکالا اور ایک چادر نکالی جسے "ملبدہ" کہا جاتا ہے۔ انہوں نے میرے سامنے قسم اٹھا کے یہ بات بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان دونوں کپڑوں میں ہوا تھا۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حق میں یہ دعا کی تھی کہ دعا (اللّٰهم احيني مسكينا وامتني مسكينا) یعنی یا اللہ مجھے مسکین (غریب) رکھ کر جلا اور مسکین رکھ کر موت دے۔ تو یہ اس کا اثر تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر یہ دو انتہائی معمولی کپڑے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا اور دنیا کے زرق برق سے بے رغبتی و بے اعتنائی ایک پاکیزہ زندگی کا بہترین سرمایہ ہوتا ہے، لہٰذا امت کو لازم ہے کہ ہر خصلت وعادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اختیار کیا جائے۔

3552 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ ثَابِتٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْاَحْوَصِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ شَمْلَةٍ قَدْ عَقَدَ عَلَيْهَا

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر اوڑھ کر نماز ادا کی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہ لگائی تھی۔

ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا بیان

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256): لکھتے ہیں کہ صحابی رسول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ ایک

3551 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 3108 ورقم الحدیث: 5818 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5409 ورقم الحدیث 5410 ورقم الحدیث 5411 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 4036 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1733

3552 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سب ہی لوگوں کے پاس دو کپڑے ہو سکتے ہیں؟ پھر (یہی مسئلہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا تو انھوں نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں فراغت دی ہے تو تم بھی فراغت کے ساتھ رہو۔ آدمی کو چاہیے کہ نماز میں اپنے کپڑے اکٹھا کر لے، کوئی آدمی تہبند اور چادر میں نماز پڑھے، کوئی تہبند اور قمیص، کوئی تہبند اور قباء میں، کوئی پاجامہ اور چادر میں، کوئی پاجامہ اور قمیص میں، کوئی پاجامہ اور قباء میں، کوئی جانگیا اور قباء میں، کوئی جانگیا اور قمیص میں نماز پڑھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ کوئی جانگیا اور چادر میں نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری 1/82)۔

ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے اور اس کے پہننے کے طریقہ کا بیان

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ سَائِلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ أَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ .

یحییٰ بن یحییٰ، مالک، ابن شہاب، سعید بن مسیب، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سوال کرنے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟ (صحیح مسلم)

حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ قَالَ ح و حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ وَحَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ .

حرملہ بن یحییٰ، ابن وہب، یونس، عبدالملک بن شعیب بن لیث، عقیل بن خالد، ابن شہاب، سعید بن مسیب، ابو سلمہ، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان اسناد کے ساتھ بھی یہی حدیث اسی طرح روایت کی گئی ہے۔ (صحیح مسلم)

حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَادَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُصَلِّي أَحَدُنَا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقَالَ أَوَ كُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ .

عمرو بن ناقد، زہیر بن حرب، عمرو، اسماعیل بن ابراہیم، ایوب، محمد بن سیرین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکار کر پوچھا کیا ہم میں سے کوئی ایک کپڑے میں نماز ادا کر سکتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟ (صحیح مسلم)

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُصَلِّي

أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ .

ابوبکر بن ابی شیبہ، عمرو ناقد، زہیر بن حرب، ابن عیینہ، زہیر، سفیان، ابوزناد، اعرج، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک کپڑے میں اس طرح نماز ادا نہ کرے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو۔ (صحیح مسلم)

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ .

ابوکریب، ابواسامہ، ہشام بن عروہ، حضرت عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے ام سلمہ کے گھر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے دونوں کناروں کو کندھوں پر ڈالنے والے تھے۔ (صحیح مسلم)

حَدَّثَنَاه أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ وَكِيعٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ مُتَوَشِّحًا وَلَمْ يَقُلْ مُشْتَمِلًا .

ابوبکر بن ابی شیبہ، اسحق بن ابراہیم، وکیع، ہشام بن عروہ، اس اوپر والی حدیث کی دوسری سند ذکر کی ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑے کے ساتھ توشح کرنے والے تھے مشتملا نہیں کہا۔ (صحیح مسلم)

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ فِي ثَوْبٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ .

یحییٰ بن یحییٰ، حماد بن زید، ہشام بن عروہ، حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح کپڑے میں لپیٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دونوں کناروں میں مخالفت کی ہوئی تھی۔ (صحیح مسلم)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعِيسَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا مُخَالِفًا بَيْنَ طَرَفَيْهِ زَادَ عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ .

قتیبہ بن سعید، عیسیٰ بن حماد، لیث، یحییٰ بن سعید، ابوامامہ بن سہل بن حنیف، عمر بن ابی سلمہ، یہ حدیث اس سند سے بھی مروی ہے لیکن اس روایت میں ہے کہ اپنے کندھوں پر۔ (صحیح مسلم)

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ .

ابوبکر بن ابی شیبہ، وکیع، سفیان، ابی زبیر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توشح کیا ہوا تھا۔ (صحیح مسلم)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ جَمِيعًا بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

محمد بن عبداللہ بن نمیر، سفیان، محمد بن مثنی، عبدالرحمن، سفیان یہ روایت ان اسناد سے روایت کی گئی ہے لیکن ابن نمیر کی روایت میں ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (صحیح مسلم)

حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ الْمَكِّيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ رَأَى جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ وَعِنْدَهُ ثِيَابُهُ وَقَالَ جَابِرٌ إِنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ .

حرملہ بن یحییٰ، ابن وہب، عمرو، حضرت ابوالزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک کپڑے میں متوشحا نماز پڑھتے دیکھا حالانکہ ان کے پاس کپڑے موجود تھے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔ (صحیح مسلم)

حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي عَلٰى حَصِيرٍ يَسْجُدُ عَلَيْهِ قَالَ وَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ .

عمرو ناقد، اسحٰق بن ابراہیم، عمرو، عیسیٰ بن یونس، اعمش، ابوسفیان، جابر، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک چٹائی پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی پر سجدہ کرتے ہیں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کپڑے میں توشحا نماز پڑھتے دیکھا۔ (صحیح مسلم)

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ ح و حَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ وَرِوَايَةُ أَبِي بَكْرٍ وَسُوَيْدٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ .

ابوبکر بن ابی شیبہ، ابوکریب، ابومعاویہ، سوید بن سعید، علی بن مسہر، اعمش، ابوکریب اسی حدیث کی دوسری اسناد ذکر کر دی ہیں، ابوکریب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کپڑے کے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے

ابو بکر و سوید کی روایت میں توشح کا ذکر بھی ہے۔

نماز کے لئے مستحب لباس کا بیان

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑے پہن کر نماز پڑھے۔

۱. ازار (تہبند یا پاجامہ وغیرہ)

۲. قمیض، کرتہ،

۳. عمامہ،

اگر ایک کپڑے میں بدن ڈھانپ کر نماز پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے۔

عورت کے لئے بھی مستحب ہے کہ تین کپڑے پہن کر نماز پڑھے اور وہ یہ ہیں۔

۱. ازار (تہبند یا پاجامہ وغیرہ)

۲. قمیض،

۳. اوڑھنی (دوپٹہ)،

اگر عورت دو کپڑوں یعنی تہبند یا پاجامہ اور اوڑھنی میں نماز پڑھے تو نماز جائز ہوگی اور اگر ایک کپڑے میں پڑھے اور اس سے اُس کا تمام ستر ڈھک جائے تو نماز جائز ہو جائے گی، اگر دو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھیں اور ہر شخص اس کے ایک کنارے (پلہ) سے ستر ڈھانپ لے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر کوئی شخص کپڑے کے ایک کنارے سے اپنا ستر ڈھانپ لے اور دوسرا کنارا کسی سوتے ہوئے پر ڈال دے تو جائز ہے اگر کسی کے پاس ایک ایسا کپڑا ہو کہ یا اس سے جسم کے چھپالے یا اس کو بچھا کر نماز پڑھ لے اور نماز کے لئے اس کو پاک جگہ میسر نہیں ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کپڑے سے اپنے جسم کو چھپالے اور نماز اسی جگہ پڑھ لے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنے والے کو تنبیہ کرنا

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا بھی سنت ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور اسے معیوب نہیں سمجھتے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا یہ اس وقت تھا اذا کان فی الثیاب قلۃ جب کپڑوں کی قلت تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرمادی تو دو کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب اور پاکیزہ کام تھا۔ (مسند احمد بحوالہ مشکوۃ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے اندر اگر ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے تو ان کا ایسا کرنا کپڑے کی قلت کی وجہ سے تھا نہ کہ شوقیہ۔ اور بعد میں جب کپڑوں کی فراوانی ہوئی تو دو کپڑوں میں ہی نماز پڑھنا مستحب کہلوایا۔ اب اگر کوئی ان روایات کو سامنے رکھ کر سر پر کپڑا نہ لینے کا کہے تو یہ اس کے دماغ کا فتور ہے کیونکہ کسی بھی مجتہد اور محدث نے ان روایات سے سر پر کپڑا نہ لینے کی دلیل نہیں پکڑی۔ پھر

ان روایات کے علاوہ دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات بھی تو موجود ہیں جن میں سر پر پگڑی باندھنے کا حکم، ان کے بارے میں غیر مقلدین کیا رائے دیں گے۔؟۔ اگر یہ کہا جائے کہ پگڑی باندھنا اور سر پر کپڑا لینا ضروری نہیں تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کا رد لازم نہیں آئے گا۔؟

نجرانی چادر اوڑھنے کا بیان

3553- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ رِدَاءٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ

●● حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ نے موٹے حاشیے والی نجرانی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔

3554- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَسْوَدِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسُبُّ اَحَدًا وَّلَا يُطْوٰى لَهٗ ثَوْبٌ

●● امام علی بن حسین (یعنی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو کبھی کسی کو برا کہتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی یہ دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کے لیے کپڑے کو تہہ کر کے رکھا گیا ہو۔

3555- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ اَنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ قَالَ وَمَا الْبُرْدَةُ قَالَ الشَّمْلَةُ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَسَجْتُ هٰذِهِ بِيَدِيْ لِاَكْسُوَكَهَا فَاَخَذَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا فَخَرَجَ عَلَيْنَا فِيْهَا وَاِنَّهَا لَاِزَارُهٗ فَجَاءَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ رَجُلٌ سَمَّاهُ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَحْسَنَ هٰذِهِ الْبُرْدَةَ اكْسُنِيْهَا قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا دَخَلَ طَوَاهَا وَاَرْسَلَ بِهَا اِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ وَاللّٰهِ مَا اَحْسَنْتَ كُسِيَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا ثُمَّ سَاَلْتَهٗ اِيَّاهَا وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّهٗ لَا يَرُدُّ سَائِلًا فَقَالَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا سَاَلْتُهٗ اِيَّاهَا لِاَلْبَسَهَا وَلٰكِنْ سَاَلْتُهٗ اِيَّاهَا لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ فَقَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهٗ يَوْمَ مَاتَ

●● حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک چادر لے کر آئی۔ راوی نے پوچھا: بردہ سے مراد کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: وہ چادر جو پورے جسم کو ڈھانپ لیتی ہے (پھر انہوں نے بتایا) اس عورت نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے تاکہ میں اسے آپ ﷺ کو پہنا

3553 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3149 ورقم الحدیث: 5809 ورقم الحدیث: 6088 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2426

3554 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3555 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1277

کے لیے پیش کروں۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے وصول کر لیا آپ ﷺ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ پھر آپ ﷺ وہ پہن کر ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے اسے تہہ بند کے طور پر پہنا تھا اسی دن فلاں بن فلاں شخص آیا (حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے اس کا نام بھی بیان کیا تھا) اس نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ چادر کتنی اچھی ہے آپ ﷺ یہ مجھے پہننے کے لیے دے دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ نبی اکرم ﷺ (گھر میں) تشریف لے گئے آپ ﷺ نے اس چادر کو لپیٹا اور اس شخص کو بھجوادیا۔ لوگوں نے اس سے کہا اللہ کی قسم! تم نے یہ اچھا کام نہیں کیا۔ یہ نبی اکرم ﷺ کو پہننے کے لیے دی گئی تھی اور آپ ﷺ کو اس کی ضرورت بھی تھی پھر بھی تم نے نبی اکرم ﷺ سے یہ مانگ لی۔ تمہیں پتہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کسی مانگنے والے کو واپس نہیں کرتے تو وہ بولا اللہ کی قسم! میں نے یہ نبی اکرم ﷺ سے اس لیے نہیں مانگی کہ میں اسے پہن لوں میں نے یہ اس لیے مانگی ہے تا کہ یہ میرا کفن بنے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس دن ان صاحب کا انتقال ہوا تو وہ چادر ان کا کفن بنی تھی۔

3556 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ يُوسُفَ بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ نُوحِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَبِسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّوفَ وَاحْتَذَى الْمَخْصُوفَ وَلَبِسَ ثَوْبًا خَشِنًا خَشِنًا

●● حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اونی لباس پہن لیتے تھے۔ پھٹا ہوا جوتا خود مرمت کر لیتے تھے اور کھردرا لباس پہن لیتے تھے۔

عام لوگ حشر میں بغیر لباس کے اور شہداء لباس کے ساتھ اٹھیں گے

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس طرح ہم نے ابتداء میں پیدا کیا تھا ہم اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم قیامت کے دن ننگے پیر، ننگے بدن اور غیر مختون اٹھائے جاؤ گے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کما بدانا اول خلق نعیدہ (الانبیاء:104) اور قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم کو قمیص پہنائی جائے گی۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری رقم الحدیث، 3349، سنن الترمذی رقم الحدیث: 2423، سنن دارمی رقم الحدیث: 2805، مسند احمد رقم الحدیث: 1913)

قرآن مجید کی اس آیت میں ہے کہ حشر کے دن انسان کو بغیر کپڑوں اور لباس کے اٹھایا جائے گا۔ اس کی شرح میں حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کہا ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگا کر پہن لئے اور کہا کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میت کو ان ہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن کپڑوں میں اس کی وفات ہوئی ہے اور یہ حدیث صحیح بخاری کی اس حدیث کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض لوگوں کو بے لباس اٹھایا جائے گا اور بعض لوگوں کو کپڑوں کے ساتھ اٹھایا

جائے گا، یا سب کو بے لباس اٹھایا جائے گا پھر انبیاء علیہم السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے اور سب سے پہلے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائے گا، یا سنن ابوداؤد کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ ان کو قبروں سے اس لباس میں نکالا جائے گا جس لباس میں وہ فوت ہوئے تھے پھر ان کا لباس اتار کر ان کو میدان حشر میں لایا جائے گا اور بغیر لباس کے ان کا حشر کیا جائے گا پھر سب سے پہلے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائے گا۔ بعض علماء نے حضرت ابوسعید کی حدیث کو شہداء پر محمول کیا ہے کیونکہ شہداء کے متعلق یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کو ان کے کپڑوں میں ہی دفن کر دیا جائے، پس یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوسعید نے یہ حدیث شہداء کے متعلق سنی ہو پھر اس کو بہ طور عموم روایت کر دیا ہو اور جن لوگوں نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا ہے ان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں کیونکہ امام ابن الدنیا نے سند حسن کے ساتھ عمرو بن الاسود سے روایت کیا ہے ہم نے حضرت معاذ بن جبل کی والدہ کو دفن کیا (کفن دیا) انہوں نے کہا ان کو نئے کپڑوں میں کفن دیا جائے گا اور کہا اپنے مردوں کو اچھے کپڑوں کا کفن پہناؤ کیونکہ ان کو انہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا۔

حضرت ابوسعید کی حدیث کو شہداء پر محمول کیا جائے کیونکہ ان کو اپنے کپڑوں سمیت دفن کیا جاتا ہے تاکہ وہ دوسروں سے ممتاز ہوں تو حشر میں بھی ان کو کپڑوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا تاکہ وہاں بھی وہ دوسروں سے ممتاز ہوں۔ علامہ ابن عبد الرب نے آخرت میں بے لباس اٹھائے جانے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ لباس انسان کا مال ہے اور آخرت میں انسان کے پاس دنیا کا کوئی مال نہیں ہوگا۔ لباس دنیا میں انسان کی مکروہ چیزوں کو چھپاتا ہے اور آخرت میں جو چیز انسان کی مکروہ چیزوں کو چھپائے گی وہ اس کے نیک اعمال کا ثواب ہیں یا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے، دنیا کے لباس کی وہاں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

امام غزالی نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ میری امت کا حشر ان کے کفنوں میں کیا جائے گا اور باقی امت بے لباس ہوگی۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ اگر یہاں امت کو شہداء پر محمول کر دیا جائے تو ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص 195 مطبوعہ دار الفکر بیروت، 1420ھ عمدۃ القاری جز ۱۵ ص 242 مطبوعہ مصر، 1348ھ)

آیا حشر میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائے گا یا ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو، اس بحث میں علامہ ابوالعباس قرطبی کی تقریر

صحیح البخاری: صحیح مسلم اور سنن ترمذی کی حدیث میں ہے قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو قمیض پہنائی جائے گی۔ اس کی شرح میں علامہ ابوالعباس احمد بن عمر مالکی قرطبی متوفی 656ھ لکھتے ہیں۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء وغیر ہم اور تمام لوگ بے لباس اٹھائے جائیں گے اور اہل سعادت کو جنت کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس کو جنت کا لباس پہنا دیا جائے گا وہ اس کو حشر کی تکلیفوں اور پسینے وغیرہ سے محفوظ رکھے گا اور سورج کی اور دوزخ کی حرارت سے بھی محفوظ رکھے گا، اور اس حدیث کا ظاہر عموم یہ تقاضا کرتا ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بھی پہلے قمیض پہنائی جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت

ابراہیم (علیہ السلام) کے خصائص میں سے ہو جیاس کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے خصائص میں سے یہ ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قبر سے باہر آئیں گے تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہوں گے۔ حالانکہ ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے قبر سے باہر آئیں گی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مطلقاً افضل ہوں، بلکہ تمام اہل محشر سے آپ ہی مطلقاً افضل ہیں، آپ تمام اولاد آدم کے سردار ہیں اور ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی ہو کہ حضرت ابراہی (علیہ السلام) کو ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علاوہ باقی تمام لوگوں سے پہلے قمیض پہنائی جائے گی اور یہ اولیت اضافی ہو اور ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کلام کے عموم میں داخل نہ ہوں۔ (المجم من تلخیص مسلم، ج ۷ص 153-152 مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، 1417ھ)

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق علامہ ابوعبداللہ قرطبی کی تقریر

علامہ ابوالعباس قرطبی متوفی 656ھ کے تلمیذ علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی 668ھ اپنے اساتذ کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر ہمارے شیخ کے اس کلا کے خلاف حدیث صریح نہ ہوتی تو یہ ان کا بہت عمدہ کلام تھا۔ (یعنی اولیت کا اضافی ہونا) کیونکہ امام ابن المبارک نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت خلیل اللہ ابراہیم کو دو قبطی کپڑے پہنائے جائیں گے پھر سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عرش کی دائیں جانب سے یمن کی ایک منقش چادر پہنائی جائے گی، اس کو امام بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے۔ (کتاب الرقائق مع الزھد، رقم الحدیث: 365، کتاب الاسماء والصفات ص 395)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اذان دینے والے اور تلبیہ پڑھنے والے قیامت کے دن اپنی قبروں سے باہر آئیں گے پھر موذن اذان دے گا اور تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ پڑھے گا اور سب سے پہلے جنت کے حلوں میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو حلہ پہنایا جائے گا پھر سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پھر باقی انبیاء اور رسل علیہم السلام کو پھر موذنوں کو لباس پہنایا جائے گا۔ اس حدیث کا الحلیمی نے منہاج الدین میں ذکر کیا ہے۔ (الحلیمی کی منہاج الدین ہم کو نہیں مل سکی کہ اس حیدث کی تحقیق اور تخریج کی جاتی)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: تم کو ننگے پیر، ننگے بدن اٹھایا جائے گا اور سب سے پہلے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو جنت کے حلوں سے لباس پہنایا جائے گا پھر عرش کی دائیں جانب ایک کرسی لا کر بچھائی جائے گی پھر مجھے جنت کا حلہ پہنایا جائے گا۔

(کتاب الاسماء والصفات ص 395، کنز العمال رقم الحدیث: 38943)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائے گا پھر ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لباس پہنایا جائے۔ سو اس آدمی کے لئے خوشی ہو جس کو اس وقت جنت کا لباس پہنایا جائے گا کیونکہ جو اس لباس کو پہن لے گا اس کو حشر کی گرمی، سورج کی تپش، پسینہ اور دیگر دہشت ناک چیزوں سے کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔

(التذکرہ ج ا ص 321-320 مطبوعہ دار البخاری مدینہ منورہ، 1417ھ)

حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کو سب سے پہلے لباس پہنانے کی حکمت یہ ہے کہ ان کو برہنہ کر کے نار نمروز میں

ڈالا گیا تھا، اس کی تلافی کے لئے ان کو دو حلے پہنائے جائیں گے۔ (التوشیح ج ۳ ص 326، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، 1420ھ)

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق حافظ عسقلانی شافعی کی تقریر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابوالعباس قرطبی کی تقریر ذکر کی ہے پھر اس پر علامہ ابوعبداللہ قرطبی کا تبصرہ اور ان کی بیان کردہ احادیث مزید اسانید کے ساتھ ذکر کی ہیں پھر انہوں نے اس سلسلہ میں مزید احادیث پیش کی ہیں۔

مرسل عبید بن عمیر میں جعفر بن فریابی سے لکھتے ہیں لوگوں کا ننگے بدن حشر کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا وجہ ہے کہ میں اپنے خلیل کو برہنہ دیکھ رہا ہوں پھر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو سفید کپڑے پہنائے جائیں گے اور وہ سب سے پہلے شخص ہوں گے جن کو لباس پہنایا جائے گا اور انکو سب سے پہلے لباس پہنانے کی حکمت یہ ہے کہ جب ان کو نمرود کی جلائی ہوئی آگ میں پھینکا گیا تھا تو ان کا لباس اتار لیا گیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے شلوار پہننے کی سنت قائم کی تھی ایک قول یہ ہے کہ وہ روئے زمین پر سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے تھے تو ان کو بے خوف رکھنے کے لئے جلدی لباس پہنایا گیا تا کہ وہ مطمئن رہیں۔ امام ابن مندہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سب سے پہلے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے خلیل کو لباس پہناؤ تا کہ آج لوگوں پر انکی فضیلت ظاہر ہو جائے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی اس خصوصیت سے کہ انہیں سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا، یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مطلقاً افضل ہوں، اور اب مجھ پر یہ وجہ ظاہر ہوئی ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی قبر سے اسی لباس میں باہر آئے ہوں جس لباس میں آپ کی وفات ہوئی تھی اور آپ کو جنت کے حلوں میں سے جو حلہ پہنایا جائے گا، وہ محض آپ کی عزت اور کرامت کے اظہار کے لئے ہو اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ آپ کے عرش کے پائے کے پاس کرسی پر بٹھایا جائے گا۔ (الاسماء والصفات میں 395 اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو سب سے پہلے لباس پہنانے کی فضیلت باقی مخلوق کے اعتبار سے ہے (کیونکہ آپ تو پہلے ہی لباس میں تھے) اور حلیمی نے یہ جواب دیا ہے کہ پہلے تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائے گا جیسا کہ ظاہر حدیث میں ہے لیکن ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حلہ بہت افضل اور اکمل ہوگا اور اس کی نفاست سے اس کمی کی تلافی ہو جائے گی جو اولیت کے فوت ہونے سے ہوئی ہے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص 197-196، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 1420ھ)

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق علامہ عینی حنفی کی تقریر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: حدیث میں ہے قیامت کے دن جس شخص کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم (علیہ السلام) ہیں۔ اس حدیث میں حضرت حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ظاہر منقبت، عظیم فضیلت اور خصوصیت ہے، جیسے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو اس فضیلت کے ساتھ خاص کیا گیا کہ جب ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے باہر آئیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ حضرت موسیٰ عرش کے پاس کو پکڑے ہوئے کھڑے ہیں، حالانکہ آپ

سید المرسلین ہیں اور سب سے پہلے قبر سے باہر آئیں گے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ یا حضرت ابراہیم علیہما السلام ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے افضل ہوں بلکہ ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی قیامت کے دن سب سے افضل ہوں گے اور اگر کوئی شخص کسی ایک فضیلت کے ساتھ خاص ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مطلقاً افضل ہو۔(یعنی حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جزوی فضیلت ہے اور فضیلت کلی آپ ہی کو حاصل ہے) دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا سب سے پہلے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائیں گے پھر سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عرش کی دائیں جانب ایک منقش چادر پہنا ئیج ائے گی اور حلیمی نے منہاج میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ سب سے پہلے جنت کے حلوں میں سے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو پہنایا جائے گا پھر سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پھر باقی نبیوں کو اور آپ کے حلہ کا کپڑا سب سے نفیس ہوگا گویا کہ آپ کو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ ہی حلہ پہنایا جائے گا اور امام ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے خلیل کو پہناؤ سب سے پہلے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو دو سفید کپڑے پہنائیں جائیں گے وہ عرش کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں گے، پھر ایک کرسی لائی جائے گی اور اس کو عرش کی دائیں جانب رکھا جائے گا اور اس پر مجھے بٹھایا جائے گا پھر مجھے ایسا حلہ پہنایا جائے گا جس کے مرتبہ کا حلہ کسی کے پاس نہیں ہوگا۔(حلی کا معنی ہے ایک قسم کی دو چادریں (عمدۃ القاری جز۱۵ص 243-242 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ معر، 1348ھ)

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دن لباس پہنانے کے متعلق علامہ طیبی شافعی کی تقریر

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی متوفی 742ھ لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا ہمارے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام انبیاء سے افضل نہیں ہیں پھر اس کی کیا توجیہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو لباس پہنایا جائے گا۔اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو فضائل وخصوصیات عطا فرما کر سب سے افضل قرار دے پھر کسی اور شخص کو کسی ایک فضیلت میں خصوصیت عطا فرمائے تو اس ایک فضیلت میں خصوصیت سے اس بندہ کے افضل ہونے میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور یہ سب کو معلوم ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جو سب سے پہلے کلام کرنے اور شفاعت کرنے کا اذن عطا کیا جائے گا اس کے مقابلہ میں کسی کی فضیلت نہیں ہے، اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایسے بہت فضائل عطا کئے گئے ہیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی جزوی فضیلت ہے۔

(الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی) ج 10 ص 164، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، 1413ھ)

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق ملا علی قاری حنفی کی تقریر

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں: حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو سب سے پہلے لباس اس لئے پہنایا جائے گا کہ وہ فقراء کو لباس پہناتے تھے۔ایک قول یہ ہے کہ اللہ کی ذات کی وجہ سے سب سے پہلے دنیا میں ان کا لباس اتارا گیا تھا، نہ

اس وجہ سے کہ وہ ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے افضل ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ وہ ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے والد اور باپ ہیں تو باپ کے شرف کی وجہ سے ان کو ہمارے نبی سے پہلے لباس پہنایا جائے گا۔علاوہ ازیں ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جس لباس میں دفن کیا گیا تھا، آپ کو اسی لباس میں ملبوس اٹھایا جائے گا اور میرا یہ نظریہ ہے کہ تمام انبیاء بلکہ اولیاء بھی اپنی قبروں سے ننگے پیر اور ننگے بدن اٹھیں گے لیکن وہ اپنے کفنوں کو اس طرح اوڑھے ہوئے ہوں گے کہ ان کی شرم گاہیں خود ان سے اور دوسرے لوگوں سے مستور اور محجوب ہوں گی اور یہی معنی اس حدیث کے مناسب ہے کہ میں اس حال میں قبر سے باہر آؤں گا کہ میری دائیں طرف ابوبکر اور بائیں طرف عمر ہوں گے پھر میں البقیع کی طرف جاؤں گا۔الحدیث

پھر یہ نفوس قدسیہ اونٹنیوں اور دیگر سواریوں پر سوار ہو کر میدان محشر کی طرف جائیں گے اور محشر میں جو جنت کے حلے پہنائے جائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی الطاف، اکرامات اور انعامات کے قبیل سے ہوں گے جو وہ اپنے پسندیدہ اور مقبول بندوں پر فرمائے گا۔

پھر میں نے الجامع الصغیر میں یہ حدیث دیکھی: جس سے زمین سب سے پہلے شق ہوگی وہ میں ہوں اور اس پر فخر نہیں، پھر مجھے جنت کے حلوں میں سے حلے پہنائے جائیں گے پھر میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا اور تمام مخلوق میں سے کوئی شخص بھی اس مقام پر کھڑا نہیں ہو سکے گا۔(الجامع الصغیر رقم الحدیث: 2833 اور الجامع الکبیر رقم الحدیث: 8775) میں صرف اتنا ہے جس سے زمین سب سے پہلے شق ہوگی وہ میں ہوں اور فخر نہیں اور اس میں حلے پہننے وغیرہ کا ذکر نہیں۔البتہ کنز العمال اور الاسماء والصفات میں اس کا ذکر ہے۔غالباً ملا علی قاری کو حوالہ میں اشتباہ ہو گیا) اور امام ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی پھر ابوبکر اور عمر سے پھر میں اہل البقیع پر آؤں گا، ان کا میرے ساتھ حشر کیا جائے گا، پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا۔(ملا علی قاری کو یہاں بھی تسامح ہوا ہے۔ترمذی رقم الحدیث: 3148 اور 3615 میں صرف اتنی حدیث ہے سب سے پہلے میں قبر سے شق ہوں گا اور فخر نہیں اور حاکم کی المستدرک رقم الحدیث: 4486 میں اس کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے اور اہل البقیع کی طرف جانے اور اہل مکہ کے انتظار کا ذکر نہیں ہے) اس کے بعد ملا علی قاری نے توریشتی کے حوالے سے علامہ طیبی کی تقریر ذکر کی ہے۔(المرقات ج 10 ص 251، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، 1310ھ)

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قیامت کے دن لباس پہنانے کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تقریر

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں: اس سے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا اعزاز اور اکرام آپ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے کیا گیا تھا جب کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جن کپڑوں میں دفن کیا گیا تھا، ان ہی میں اٹھایا جائے گا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص 367، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو)

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوسعید خدری کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگا کر پہنے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میت کو ان ہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں اس کو موت آئی تھی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:3114، جامع الاصول رقم الحدیث:8595)

اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ شہداء کو اسی لباس میں اٹھایا جائے گا جس لباس میں شہید ہوئے تھے اور باقی لوگوں کو بے لباس اٹھایا جائے گا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی امت کے شہدا کو تو لباس کے ساتھ اٹھایا جائے اور آپ کو بے لباس اٹھایا جائے اور میدان محشر میں آپ کی امت کے شہدا آپ سے افضل حال میں ہوں۔ اس لئے لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ آپ کو بھی لباس کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ ثانیاً آپ بھی معناً شہید ہیں کیونکہ آپ کو جو خیبر میں زہر دیا گیا تھا، اسی کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی۔ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے مرض وفات میں فرمایا: اے عائشہ! میں نے خیبر میں جو طعام کھایا، میں ہمیشہ اس (زہر آلود) طعام کا درد محسوس کرتا رہا ہوں اور اب وقت آ گیا ہے کہ اسی زہر کے اثر سے میری شہ رگ منقطع ہو جائے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:4428، جامع الاصول رقم الحدیث:8528)

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی شہید ہیں اور سنن ابوداؤد کی حدیث کا یہ محمل ہے کہ شہداء کو ان ہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں ان کی وفات ہوئی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی ان کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن کپڑوں میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات ہوئی تھی۔ وللہ الحمد۔

نیز میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے۔

قل ان صلاتی ونسکی و محیای ومماتی للہ رب العلمین ۔ (الانعام 162-)

آپ کہیے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت (سب) اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

شہید کی تو صرف موت اللہ کے لئے ہوتی ہے، آپ کی تو موت اور حیات سب اللہ کے لئے اور اس کے راستہ میں ہے۔ اس لئے آپ شہید سے کہیں زیادہ عزت اور کرامت کے مستحق ہیں۔ اس لئے آپ کو آپ کے ان ہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں آپ کی وفات ہوئی تھی پھر آپ کی عزت و کرامت کو ظاہر کرنے کے لئے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے بعد آپ کو ان سے اچھے جنت کے حلے پہنائے جائیں گے اور آپ کو عرش کے پائے کے پاس کرسی پر بٹھایا جائے گا جو اللہ کے حبیب ہیں تمام اولین اور آخرین سے مکرم ہیں، تمام رسولوں کے قائد ہیں، آدم اور ان کے ماسوا تمام لوگ قیامت کے دن ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے جو سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں، جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے ہیں، ان کی عزت اور کرامت سے یہ مناصب کب بعید ہیں۔

کیا قیامت کے دن برہنہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، تمہارا حشر اس حال میں کیا

جائے گا کہ تم ننگے پیر، ننگے بدن اور غیر مختون ہو گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ! مرد اور عورت ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہاں اس سے زیادہ سخت معاملہ ہوگا کہ لوگوں کو اس کا خیال آئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 6527، صحیح مسلم رقم الحدیث: 2859)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: امام ابوبکر بن ابی شیبہ کی روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہمیں حیا نہیں آئے گی؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! واں معاملہ اس سے زیادہ سخت ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں۔ حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! پھر شرم گاہوں کا کیا ہوگا؟ تو آپ نے یہ آیت پڑھی۔

لکل امری منهم یومئذ شان یغنیه (عبس: 37) ان میں سے اس دن ہر ایک کو ایسی فکر ہوگی جو دوسروں سے مستغنی کر دے گی۔ ترمذی اور حاکم کی روایت میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ آیت پڑھی۔

ولقد جئتمونا فرادی کما خلقنکم اول مرة (الانعام: 94)

تم ہمارے پاس تنہا تنہا آئے ہو جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہائے ان کی شرم گاہیں! مرد اور عورت ایک دوسرے کی شام گاہوں کی طرف دیکھ رہے ہوں گے تو آپ نے یہ آیت پڑھی۔ لکل امری منهم یومئذ شان یغنیه اور فرمایا مرد عورتوں کی طرف نہیں دیکھیں گے اور عورتیں مردوں کی طرف نہیں دیکھیں گی ہر ایک دوسرے سے بے نیاز ہوگا۔

(فتح الباری ج 13 ص 199 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، 1420ھ) (تفسیر تبیان القرآن، لاہور)

بَاب مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيْدًا

یہ باب ہے کہ آدمی جب نیا کپڑا پہنے تو کیا پڑھے؟

3557 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ حَدَّثَنَا اَصْبَغُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ لَبِسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَوْبًا جَدِيْدًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَيَاتِیْ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيْدًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَيَاتِیْ ثُمَّ عَمَدَ اِلَى الثَّوْبِ الَّذِیْ اَخْلَقَ اَوْ اَلْقٰی فَتَصَدَّقَ بِهٖ كَانَ فِیْ كَنَفِ اللّٰهِ وَفِیْ حِفْظِ اللّٰهِ وَفِیْ سِتْرِ اللّٰهِ حَيًّا وَّمَيِّتًا قَالَهَا ثَلَاثًا

ابوامامہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نیا کپڑا پہنا تو یہ دعا مانگی:

"ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جس نے مجھے پہننے کے لیے یہ چیز دی ہے، جس کے ذریعے میں اپنے ستر کو ڈھانپ لوں اور اپنی زندگی میں زیب و زینت اختیار کروں۔"

3557: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3560

پھر انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص نیا کپڑا پہنے وہ یہ دعا مانگے:

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں جس نے مجھے پہننے کے لیے وہ چیز دی ہے جس کے ذریعے میں اپنے ستر کو ڈھانپ لوں جس کے ذریعے میں اپنی زندگی میں زیب و زینت حاصل کروں۔''

پھر وہ شخص اپنے پرانے کپڑوں کو لے اور اسے صدقہ کر دے تو وہ شخص زندگی اور موت ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی پناہ، اس کی حفاظت اور اس کے پردے میں رہے گا۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

3558 - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عَلٰى عُمَرَ قَمِيْصًا اَبْيَضَ فَقَالَ ثَوْبُكَ هٰذَا غَسِيْلٌ اَمْ جَدِيْدٌ قَالَ لَا بَلْ غَسِيْلٌ قَالَ الْبَسْ جَدِيْدًا وَّعِشْ حَمِيْدًا وَّمُتْ شَهِيْدًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سفید قمیص پہنے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: تمہارا یہ لباس دھلا ہوا ہے یا نیا ہے، انہوں نے عرض کی: جی نہیں! یہ دھلا ہوا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''نیا لباس پہنو، قابل تعریف زندگی گزارو اور شہادت کی موت مرو''۔ (نبی اکرم ﷺ نے دعا کے طور پر یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے)

بَاب مَا نُهِيَ عَنْهُ مِنَ اللِّبَاسِ

یہ باب ہے کہ کس طرح کے لباس سے منع کیا گیا ہے؟

3559 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لِبْسَتَيْنِ فَاَمَّا اللِّبْسَتَانِ فَاشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَالْاِحْتِبَاءُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دو طرح کا لباس پہننے سے منع کیا ہے (راوی کہتے ہیں:) جہاں تک دو لباسوں کا تعلق ہے تو ایک اشتمال صماء ہے اور دوسرا ایک ہی کپڑے کو احتباء کے طور پر اس طرح لپیٹنا ہے کہ شرم گاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

شرح

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک (پیر میں) جوتا پہن کر چلے اور یہ کہ کپڑے کو بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ دونوں ہاتھ کپڑے کے اندر آ جائیں یا بدن پر کوئی ایک کپڑا لپیٹ کر اس طرح گوٹ مار کر بیٹھے کہ اس کا ستر کھلا ہوا ہو۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 250)

3558 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اشتمال صماء کی ممانعت کا بیان

بائیں ہاتھ سے کھانے کی ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہے اور بعض حضرات کے نزدیک تحریمی کے طور پر ہے ایک پیر میں جوتا پہن کر چلنا ایک طرح کی بدہیئتی ہے اور وقار کے خلاف ہے دوسرے اگر وہ جوتا اونچی ایڑی کا ہوگا تو اس صورت میں قدم کے ڈگمگانے اور زمین پر گر پڑنے کا باعث ہوگا لہذا اس سے منع فرمایا گیا کپڑے کو بدن پر اس طرح لپیٹ لے۔۔الخ۔۔۔اس کو عربی میں اشتمال الصماء کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ آدمی ایک کپڑے جیسے چادر وغیرہ کو اس طرح اوڑھے یا بدن پر لپیٹ لے کہ پورا جسم ڈھک جائے کسی طرف سے کھلا نہ رہے دونوں ہاتھ بھی بند ہو جائیں اور کسی طرف سے کپڑے کے اٹھنے کی گنجائش نہ رہے کہ اس سے ہاتھ نکالا جائے اس طرح کوئی کپڑا اوڑھنے یا لپیٹنے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ اس صورت میں آدمی ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس کو طوق پہنا دیا گیا ہو چنانچہ اس کو صماء اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ اعضاء جسم کی نقل و حرکت اور منافذ کو بند کر دیتا ہے جیسے "صخر صمار" اس سخت و سپاٹ پتھر کو کہتے ہیں جس میں کوئی سوراخ یا شگاف وغیرہ نہیں ہوتا۔

علامہ ابن ہمام نے ہدایہ کی شرح میں لکھا ہے کہ نماز میں "اشتمال صماء" مکروہ " ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص ایک کپڑے میں اپنا سر اور اپنا پورا بدن اس طرح لپیٹ لے کہ ہاتھ نکلنے کی بھی کوئی جگہ نہ چھوڑے۔ لیکن امام محمد نے اس کراہت کے لئے اس کو شرط قرار دیا ہے کہ اس نے ازار (تہبند) بھی نہ پہن رکھا ہو جب کہ دوسروں کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔ اور نووی نے شرح مسلم میں یہ لکھا ہے کہ فقہا کے نزدیک اشتمال صماء کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی ایک کپڑے کو اپنے پورے بدن پر لپیٹ لے اور کوئی دوسرا کپڑا (جیسے تہبند و پاجامہ وغیرہ) اس کے جسم پر نہ ہو اور پھر اس لپیٹے ہوئے کپڑے کا کوئی کنارہ اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لے۔ یہ صورت حرام ہے کیوں کہ اس میں ستر کا کچھ حصہ کھل جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ اگر ستر کا کھل جانا یقینی ہو اشتمال صماء حرام ہوگا اور اگر ستر کا کھلنا محض احتمال کا درجہ رکھتا ہو تو مکروہ ہوگا۔ " گوٹ مار کر بیٹھنا " اس ہیئت میں بیٹھنے کو کہتے ہیں کہ دونوں کولہوں کو زمین پر ٹیک کر پنڈلیوں کو کھڑا کرے اور دونوں ہاتھ ان کے گرد باندھ لے، یا اس طرح بیٹھ کر کوئی کپڑا پیٹھ اور پنڈلوں پر لپیٹ لے (جب کہ اس کپڑے کے علاوہ اور کوئی کپڑا پہنے ہوئے نہ ہو) چنانچہ اس طرح بیٹھنا اس صورت میں ممنوع ہے جب کہ اس کے پاس صرف چادر ہو کہ اگر اس کو اس طرح لپیٹے گا تو ستر کھل جائے گا اور اگر چادر کے علاوہ اس نے کوئی اور کپڑا پہن رکھا ہو تو اس طرح بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ نماز کے علاوہ دوسری حالتوں میں اس طرح بیٹھنا مستحب بھی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے سامنے ایک چادر میں اور ہاتھوں کے ذریعہ بھی گوٹ مار کر بیٹھتے تھے اور اگر چادر اتنی بڑی اور چوڑی ہو کہ اس کو لپٹنے سے ستر کھلنے کا احتمال نہ ہو تو صرف ایک چادر میں بھی اس طرح بیٹھنا جائز ہے۔

3560 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لِبْسَتَيْنِ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَعَنِ الْاِحْتِبَاءِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ يُفْضِيْ بِفَرْجِهٖ اِلَى السَّمَآءِ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے لباسوں سے منع کیا ہے اشتمال صماء سے اور ایک کپڑے کو احتباء کے طور پر اس طرح لپیٹنے سے کہ شرم گاہ بے پردہ ہو۔

3561 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَالِاحْتِبَاءِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَّاَنْتَ مُفْضٍ فَرْجَكَ اِلَى السَّمَآءِ،

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے لباس سے منع کیا ہے، اشتمال صماء سے اور ایک کپڑے کو احتباء کے طور پر یوں لپیٹنے سے کہ تمہاری شرمگاہ ظاہر ہو رہی ہو۔

بَاب لُبْسِ الصُّوْفِ

یہ باب اونی لباس پہننے کے بیان میں ہے

گودڑی (مخصوص لباس) پہننے کے حق میں صوفیاء کا استدلال

صوفیاء کا عام طریق لباس گودڑی پہننا ہے اور ان کے نزدیک ایسا کرنا سنت ہے، اس لیے کہ روایتوں میں آیا ہے کہ نبی کریم صوف (پشم کا بنا ہوا لباس) پہنتے تھے اور گدھے کی سواری فرماتے تھے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ صوف (اون کا لباس) اختیار کرو، اس سے تم اپنے دلوں میں ایمان کی مٹھاس پاؤ گے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا؛ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، کپڑے کو ضائع نہ کیا کرو جب تک پیوند لگا کر اسے خوب چلا نہ لو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑوں میں تیس تیس پیوند لگے ہوتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے کہ اچھا کپڑا وہ ہے جس کی قیمت کم ہو۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگ بدر میں شریک ہونے والے ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صوف کے کپڑے پہنے دیکھا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صوف کے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ پیوند لگے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہرم بن حبان رضوان اللہ علیہم اجمعین تینوں کا بیان ہے کہ انھوں نے ان کو پشم کے لباس میں دیکھا جس پر چیتھڑے لگے ہوئے تھے۔ اور حسن بصری، مالک بن دینار اور سفیان ثوری رحمہم اللہ سب کے سب پیوندوں والی گودڑی پہنتے تھے۔ اور محمد بن علی ترمذی اپنی کتاب تاریخ المشائخ میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی شروع میں صوف پوش اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کیے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے فرمایا؛ کیا تمھارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ میری سنت کو زندہ کرنے کے لیے لوگوں کے درمیان رہو؟

3561: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

آپ نے فوراً گوشہ نشینی کی زندگی ترک کر دی۔ لیکن اس کے بعد بھی کبھی بیش قیمت لباس نہیں پہنا۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ بھی پیوند لگی پشم (صوف) کے کپڑے پہنتے تھے۔ اور ایک مرتبہ اسی حال میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تشریف لائے۔ امام صاحب کے شاگردوں نے انھیں حقارت کی نظر سے دیکھا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا: یہ ہمارے سردار حضرت ابراہیم ادھم ہیں۔ شاگردوں نے اسے مذاق سمجھا اور آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ امام صاحب کبھی ایسی مذاق کی بات تو نہیں کرتے، انھوں نے سرداری کا مرتبہ کیسے پالیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بتایا کہ انھوں نے یہ مرتبہ اس طرح پالیا کہ یہ ہمیشہ خدا کی بندگی کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور ہم اپنی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔

صوفیاء کا یہ مسلک ان عملی مثالوں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشادات کے علاوہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر بھی مبنی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی گروہ کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اسی میں گروہ کا فرد شمار ہوتا ہے۔ چونکہ زیادہ تر خدا کے برگزیدہ لوگ پھٹے حالوں اور چیتھڑوں میں ہی ملبوس رہے، اس لیے بندے کا ان کے سے حال میں رہنا حق سے قربت کا ذریعہ ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اپنے ظاہر کو اہل اللہ کے موافق آراستہ کرتے ہیں اور جو کچھ لازم ہے اسے بجالانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ باطن بھی اس ان کے موافق ہو جائے۔ نیز یہ کہتے ہیں کہ اہل اللہ کا لباس زیب تن کرنے سے تمام مخلوقات ہماری محافظ بن جاتی ہے اور یہ اس طرح سے کہ اگر ہم یہ لباس پہن کر اہل اللہ کے مرتبے کے خلاف کوئی بات کریں گے تو ہر طرف سے ہم پر زبان طعن دراز ہوگی اور ہر کوئی ہم کو ملامت کرے گا کہ یہ اہل اللہ کے نام کو بدنام کر رہے ہیں۔ اس طرح سے ہم اپنے آپ کو معصیت میں مبتلا کرتے ہوئے شرمائیں گے۔ ہمارے نزدیک گودڑی وفا کا پیراہن ہے۔ ہم گودڑی اور گودڑی والوں سے محبت کرتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہر شخص جس گروہ سے محبت رکھتا ہے، حشر کے روز اسی گروہ کے ساتھ ہوگا۔

چنانچہ اس مسلک کے مشائخ خود بھی گودڑی پہنتے ہیں اور اپنے مریدوں کو بھی اسی لباس میں آراستہ کرتے ہیں تاکہ یہ ان کے اہل اللہ کے گروہ میں سے ہونے کی علامت ہو اور تمام مخلوقات ان کی محافظ بن جائے۔

گودڑی پہننے کی شرطیں

اس بات کو نہیں بھولنا چاہیے کہ پیشہ ور صوفیوں کی تو بات دوسری ہے، لیکن اصلی اہل طریقت میں سے جو گودڑی پہننا اور اپنے مریدوں کو اس کا پہنانا ضروری قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک گودڑی پہننا کفن پہننے کے ہم معنی ہے، اور اس کی شرائط بھی وہی ہیں جو کفن پہننے کی ہیں۔ مثلاً یہ کہ آدمی دنیا سے اسی طرح سے دست کش ہو کر گودڑی پہنے جس طرح دنیا سے دستکش ہو جانے کے بعد ہی آدمی کو کفن پہنایا جاتا ہے۔ وہ دنیا اور اس کی لذتوں سے بیزار (کنارہ کش نہیں) ہو جائے اور اس کے بعد اپنی تمام عمر خدا کی ملازمت کے لیے وقف کر دے۔ گویا یہ مجاہد فی سبیل اللہ ہونے کی ایسی علامت ہے کہ اب گودڑی پوش اپنی جان سمیت سب کچھ خدا کے لیے قربان کرنے کے لیے کھڑا ہے۔ گودڑی پہنانے کا اصل طریقہ جو مشائخ نے جاری کیا وہ یہی ہے کہ جب مرید اس درجہ کو پہنچ جائے اس وقت ہی پیر اس کو اس خلعت سے آراستہ کرے اور پھر مرید اس کا حق ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کرے۔ چنانچہ

ان مشائخ عظام رحمہم اللہ کا دستور یہ ہے کہ جب کوئی طالب عشق ان سے تعلق پیدا کرتا ہے تو وہ تین سال تک اسے ادب سکھاتے اور اس کی تربیت کرتے ہیں۔ اگر وہ اپنی طلب میں صادق اور عزم میں پختہ نکلا تو بہتر ورنہ اسے صاف طور پر فرمادیتے ہیں کہ تجھے طریقت قبول نہیں کرتی۔ اور ان تین برسوں میں ایک برس مخلوقات کی خدمت میں، ایک برس خدا کا حق بجالانے کی ملازمت میں اور ایک برس اپنے دل کی حفاظت و پاسبانی میں لگایا جاتا ہے۔ مخلوقات کی خدمت کے لیے ضروری ہے کہ آدمی تمام مخلوق خدا کو بلا تمیز مخدوم اور اپنے آپ کو اس کا خادم سمجھے۔ ان سب کو اپنے سے بہتر اور سب کی خدمت کو اپنے اوپر واجب تصور کرے۔ ورنہ اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنا خود ایک آفت ہے جس کا مداوا ضروری ہے۔ خدا کی ملازمت اور خدمت آدمی اس وقت بجالاسکتا ہے کہ جب وہ اپنی تمام لذتوں کو خواہ وہ دنیا کی ہوں یا عقبیٰ کی، سب کو چھوڑ دے اور ہر طرف سے یکسو ہو کر خدا کی بندگی کے کام میں مشغول ہو جائے۔ دل کی محافظت اور پاسبانی اس وقت آدمی کر سکتا ہے جب کہ دل کو دوسرے تمام غموں اور ارمانوں سے فارغ کر کے صرف عشق کے غم اور ارمان کو اس میں آباد کر لے۔

جب یہ تینوں شرطیں پوری ہو جائیں، تب مرید کو گودڑی پہنائی جاتی ہے اور تبھی پہنائی جانی چاہیے۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، گودڑی پہننا کفن پہننے کے مترادف ہے۔

طریقت اور اخلاص فی الدین کا مدار لباس نہیں ہے

لیکن گودڑی پہننے اور پہنانے پر اصرار کے سلسلے میں پہلی توجہ طلب بات یہ ہے کہ تصوف وطریقت اور اخلاص فی الدین کسی خاص قسم کا لباس پہننے پر منحصر نہیں ہیں۔ ان کا مدار انسان کے عمل اور اس کے قلب کی کیفیت پر ہے۔ جو شخص طریقت سے آشنا ہے اس کی قبائے امیرانہ بھی قبائے فقیرانہ کی طرح ہوتی ہے، اور جو شخص طریقت سے بیگانہ ہے، اس کی گودڑی بھی قیامت کے روز اس کے لیے نحوست کی نشان اور عقوبت و بدبختی کا فرمان ہوگی۔ پس اے گودڑی پوش! اگر تو یہ لباس (گودڑی) اس لیے پہنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے پہچان لے تو وہ بغیر اس لباس کے بھی پہچان لیتا ہے۔ اور اگر اس لباس کو اس لیے اختیار کرتا ہے کہ مخلوقات تجھے اولیاء اللہ کے زمرے میں سمجھے تو دو صورتوں میں سے ایک بہر حال ہوگی۔ اگر تو فی الحقیقت اس زمرے میں داخل ہے تو اس کا اظہار ریاء ہوگا، اور اگر تو ان میں داخل نہیں ہے تو یہ نفاق ہوگا۔ اور جو شخص اپنے معاملات کو اپنے ظاہر کے مطابق درست نہیں رکھتا، اس کا لباس (ظاہر) اس کے جھوٹے ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ اور اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا لباس صفا کا نہیں فریب کا لباس ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (۶۲۔۵) ان لوگوں کی مثال جن کو تورات کے حامل بنایا گیا لیکن انھوں نے اس ذمہ داری کا حق ادا نہ کیا، اس گدھے کی مانند ہیں جس پر کتابیں لدی ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ظاہر سے پہلے باطن کی درستی کی فکر کرنی چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے لیے کسی خاص وضع کے لباس کو مقرر نہیں فرمایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگیاں بھی اسی پر گواہ ہیں۔ جو چیز سب میں مشترک ہے وہ یہ ہے کہ جو اور جیسا لباس میسر آیا اسے انھوں نے پہن لیا۔ البتہ جس بات کا اہتمام فرمایا اور تاکید بھی فرمائی وہ یہ کہ تمھارا لباس تقویٰ کا لباس ہو۔ یعنی یہ پوری طرح سے ساتر ہو، زینت میں حد سے بڑھا ہوا بھی نہ ہو اور آدمی کی عام

حیثیت سے گرا ہوا بھی نہ ہو۔ غرور وتکبر اور ریاء کی شان لیے ہوئے نہ ہو۔ مرد کے لباس میں زنانہ پن نہ ہو اور عورت کے لباس میں مردانہ پن نہ ہو، اور نہ کسی دوسری قوم کی اسی مشابہت اس میں پائی جائے جو ذہنی غلامی اور احساس کمتری سے پیدا ہوتی ہے۔ جہاں تک اپنے اوپر مصنوعی طور پر مفلسی کے آثار طاری کرنے اور اپنے ظاہر کو اپنی حیثیت سے فروتر بنا کر رکھنے کا تعلق ہے، اس چیز کو دین میں پسند نہیں کیا گیا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ جب کسی بندے کو نعمت دیتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس نعمت کا اثر اس بندے پر ظاہر ہو۔ یعنی یہ کہ وہ اس نعمت سے لطف اندوز بھی ہو اور اس کے لیے اپنے منعم کا شکر گزار بھی ہو۔ یہی نہیں قران مجید میں تو ارشاد ہے: (۷۔۳۲) اے نبی! ان سے کہو کہ کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟ کہو، دنیا میں بھی یہ ساری چیزیں دراصل ایمان لانے والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن تو صرف انھی کے لیے ہوں گی۔

صحیح اور اعتدال کی راہ

چنانچہ میں علی بن عثمان جلابی اسی طریقہ پر عامل ہوں اور اسی کو پسند کرتا ہوں کہ لباس کے بارے میں کسی تکلف سے کام نہ لیا جائے۔ جیسا ملا پہن لیا جائے۔ اگر ایک وقت میں قبا ملی تو وہی پہن لی اور اگر گودڑی میسر آئی تو اس کو پہن لیا اور کچھ نہ ملا تو اسی طرح وقت گذار لیا۔ بلکہ بہتر صورت یہ ہے کہ کسی چیز کو بھی عادت نہ بنائے، کیونکہ جب کوئی چیز عادت بن جاتی ہے تو آدمی کو اس سے محبت ہو جاتی ہے اور یہ اس کی طبیعت میں داخل ہو کر حجاب بن جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب (نفلی) روزوں میں سے بہتر روزہ میرے بھائی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کیا کہ وہ کیسے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: وہ ایک روز روزہ رکھتے اور ایک روز ناغہ کرتے تاکہ نفس کو روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کی عادت نہ ہو جائے اور اس عادت کے سبب وہ محجوب نہ ہو جائے۔

میرے شیخ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی طریقہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لباس میں صوفیوں کے رسوم سے کنارہ کش رہے۔ پس جو ملا اور میسر آیا پہن لیا۔ حضرت موید غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی طریقہ ہے۔ شیخ محمد بن حنیف رحمۃ اللہ علیہ جنھوں نے خود بیس سال ایک سخت ٹاٹ پہنا، ہر سال چار چلے کھینچے اور ہر چلہ میں علوم کی باریکیوں پر ایک کتاب تصنیف فرمائی، ان کے ہم عصر ایک عالم محمد بن زکریا پارس رحمۃ اللہ علیہ پارس میں رہتے تھے اور انھوں نے کبھی گودڑی نہیں پہنی تھی۔ شیخ محمد بن حنیف رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ گودڑی پہننے کی شرط کیا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، وہی جو محمد بن زکریا سفید پیراہن میں بجا لا رہے ہیں۔ یاد رکھو! ان کے لیے اس پیراہن کا پہننا اسی طرح سے واجب ہے جس طرح سے میرے لیے یہ ٹاٹ۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اسے وہ لباس عطا فرمایا ہے اور مجھے یہ دیا ہے۔ (کشف المحجوب)

3562- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ

3562 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 4032 ،اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2479

قَالَ قَالَ لِی یَا بُنَیَّ لَوْ شَهِدْتَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَتْنَا السَّمَآءُ لَحَسِبْتَ اَنَّ رِیْحَنَا رِیْحُ الضَّاْنِ

ابوبردہ اپنے والد کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! اگر تم نے ہمیں اس وقت دیکھا ہوتا' جب ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے' تو اس دوران اگر بارش بھی ہو جاتی' تو تم یہ گمان کرتے کہ ہمارے جسموں سے اٹھنے والی بو اس طرح ہے' جس طرح بھیڑوں کی بو ہوتی ہے۔

لباس صوف پہننے کی شرائط

صوف کا لباس اسی شخص کو پہننا چاہیے جس کا نفس غلاظتوں سے پاک ہو چکا ہو۔ حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "تم اس وقت تک لباسِ صوف نہ پہنو جب تک اپنا دل پاکیزہ نہ کرلو۔ کیونکہ جو ناقص اور ادھورا ہونے کے باوجود لباس صوف پہنے گا، اللہ تعالیٰ اسے دھتکار دے گا۔ پس جب کوئی شخص لباس صوف پہنے تو اس کے حروف (یعنی ص، و، ف) کے وظائف بھی اپنائے۔ یہ وظائف تین ہیں۔

(1) صاد کا وظیفہ صدق (یعنی اخلاص)، صفا (یعنی پاکیزگی)، صیانت (یعنی گناہوں سے بچنا)، صبر اور صلاح (یعنی نیکی) ہے۔

(2) واؤ کا وظیفہ وصل (یعنی پہنچنا)، وفا نبھانا اور وجد (یعنی پالینا) ہے۔

(3) فاء کا وظیفہ فرح (یعنی خوشی) اور فج (یعنی خیر خواہی کا جذبہ رکھنا) ہے۔

اور اگر مرقع (یعنی پیوند والا لباس) پہنے تو اس پر ان چار حروف کا حق ادا کرنا لازم ہے، چنانچہ

(i) میم کا حق معرفت، مجاہدہ اور مذلت (یعنی اپنے آپ کو ذلیل جاننا) ہے۔

(ii) راء کا حق رحمت، رأفت (یعنی مہربانی کرنا)، ریاضت (یعنی کوشش) اور راحت ہے۔

(iii) قاف کا حق قناعت، قربت، قوت اور قول صادق (یعنی سچ کہنا) ہے۔

(iv) عین کا حق علم، عمل، عشق اور عبودیت (یعنی بندگی) ہے۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پیوند دار لباس پہننے کا حکم دیتے ہوئے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے ارشاد فرمایا، ' اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو مُردوں کی صحبت سے بچو اور اپنے کپڑوں کو استعمال کرنا اس وقت تک ترک نہ کرو جب تک ان میں پیوند نہ لگ جائے۔ (جامع ترمذی، کتاب اللباس، مطبوعہ دار الفکر بیروت، بتغیر قلیل)

اُون کا لباس

گدڑی (پوشاک، عباء، خرقہ، صوف (اُون کا لباس)) اور صوف (اون کا لباس) کے بارے میں حضرت بابا فرید گنج شکر رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ "انبیا اور اولیا کا لباس ہے۔ پس یہ لباس اس شخص کے لیے جائز ہے جس کا ظاہر و باطن دنیاوی

آلائشوں سے بالکل صاف ہو کیونکہ صوفی وہ شخص ہے۔ جس میں دنیاوی یا بشری کسی قسم کی آلائش یا کدورت اور کوئی آلودگی باقی نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیکہ 'گودڑی اور صوف پہننا انبیا کا طریقہ ہے۔
جب کبھی انبیاء یا اولیاء کو کوئی ضرورت پیش آتی۔ اسی وقت گودڑی کو کندھوں پر ڈال کر اور صوف کو سامنے رکھ بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے۔ اس کو شفیع بناتے اور اللہ تعالیٰ اس مہم کو سرانجام کر دیتا۔

گدڑی پہننے کی ابتداء کا بیان

گدڑی پہننے کی ابتدا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ سلام سے ہوئی۔ جس طرح خرقہ کی بنیاد آپ سے ہی شروع ہوئی۔ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اہل صفہ کا سارا راستہ مجھ پر واضح ہو گیا اب گدڑی (پوشاک) کی کسر ہے۔ تو اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سیاہ گودڑی لا دی اور کہا۔ اے ابراہیم! فرمان الٰہی یوں ہے کی یہ گودڑی ہم نے خاص تیرے لیے بہشت میں بناء، ہے۔ اسے پہن لو اور اپنے فرزندوں میں اس کا رواج کرنا اور آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانا۔

گدڑی (پوشاک، عباء، خرقہ) اور صوف کی وراثت!

پھر فرمایا کہ جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت آ پہنچا تو امام العارفین راہبر سالکین امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جو حاضر خدمت تھے فرمایا میرے پاس ابراہیم علیہ السلام کی یادگار یہ گدڑی (خرقہ) ہے۔ اور مجھے علم ہوا ہیکہ یہ علی ابن طالب علیہ السلام کو دینا۔ سو آپ اسکیر ی امت تک پہنچانا۔
پھر بابا فرید رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس بات سے ہمیں معلم ہوا کہ گدڑی کی اصل بہشت سے ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو ملی اور آپ سے ہم تک پہنچی۔ پس اہل صفہ درویش وہ ہے کہ جب انبیاء اور اولیاء کا لباس پہنے تو اس کا حق ادا کرے تاکہ روز قیامت اسے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔
بابا فرید رحمت اللہ علیہ کا گدڑی اور صوف سییہاں مراد روحانی فیض کا لباس ہے۔ جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہوتا ہوا آخری پیغمبر سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیا اور فرمایا آپ اسکیر ی امت تک پہنچانا۔ اسطرح یہ انکی اولاد پاک سے ہوتا ہوا امت تک پہنچا۔
یہ علم مرشد کامل کسی صوفی یا مرید کو اس وقت عطا کرتے ہیں جب وہ پوری طرح اس ذمہ داری کو اٹھانے کے قابل ہو۔ یہ کسی صورت میں بھی ہوسکتا ھے مثلاً آباء، پوشاک، چادر یا دیگر صورت۔ مگر مقصد دین کی خدمت کے لیےعلم معرفت کے خزانے میں سے روحانی فیض عطا کرنا ہوتا ہے۔ یہ صوفی کے پاس اللہ کی امانت ہوتی ہے اور یہ سلسلہ در سلسلہ چلتی ھے۔

تصوف کی اہمیت

جو شخص مذہب کا پیروکار ہے مگر تصوف پر عامل نہیں اس کی مثال اس شخص کی ہے جس نے حلوائی کی دوکان پر ساری عمر حلود

بنایا اور خود بھی حلوہ نہ کھایا۔

تصوف کی بدولت انسان اس اللہ سے مکمل رابطہ پیدا کر سکتا ہے جسے وہ اپنا معبود و مسجود یقین کرتا ہے۔ تصوف دل کی نگہبانی کا دوسرا نام ہے۔ کیونکہ انسان بظاہر جسم اور نفس کا نام ہے مگر در حقیقت دل کا نام ہے۔ اور اگر دل کا نام ہے اور دل مسلمان نہ ہو سکا تو رکوع و سجود یا زبان سے خدا کا اقرار دونوں بے معنی ہیں۔

؎ خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل　　دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

تصوف دل و نگاہ کو مسلمان بنا دیتا ہے اور یہ بات یقین کامل کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ تصوف کے علاوہ دل و نگاہ کو مسلماں بنانے کی اور کوئی صورت نہیں خود اقبال کا مشورہ بھی یہی ہے۔

؎ می نروید تخم دل از آب و گل　　بے نگاہے از خداوندان دل

یعنی جب تک کوئی شخص خداوندان دل کی صحبت اختیار نہیں کرے گا اس وقت تک دل حقیقی معنٰی میں دل نہیں بن سکتا اور بات بھی معقول ہے۔ چراغ سے ہی چراغ روشن ہو سکتا ہے۔

انسان کی عقلی اور روحانی زندگی میں تصوف کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ عصر حاضر کا مشہور فلسفی رسل Russel جس کے بارے میں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تصوف کا حامی ہے۔ کہتا ہے کہ دنیا میں جس قدر عظیم ترین فلسفی گزرے ہیں سب نے ساتھ ساتھ تصوف کا بھی اعتراف کیا ہے۔ رسل نے اپنے ثبوت میں حسب ذیل فلسفیوں کے نام بطور مثال پیش کیے ہیں۔ ہر قلیطوس، پارمینائڈیز، افلاطون اور اسپنوزا وغیرہ۔

تصوف کی لغوی تعریف

اشتقاق کے اعتبار سے تصوف کے لغوی معنٰی میں علمائے اسلام کو سخت اختلاف رہا ہے۔ ان میں سے چند اقوال درج ذیل ہیں۔ عام طور پر صوفی کے لفظ کو صوف سے مشتق کیا جاتا ہے۔ ابن خلدون کا بھی قیاس ہے عربی لغت کے اعتبار سے تصوف کے معنٰی ہیں اس نے لباس پہنا جیسے قمص کے معانی ہیں اس نے قمیص پہنی۔ ابتدا میں صوفیاء کو ان کی صوف پوشی کی وجہ سے صوفی کہنے لگے۔ لیکن صوفیاء صرف صوف پوشی سے مخصوص و مختص نہیں اور نہ ہی صوف پوشی ہی اہل معرفت کی پہچان ہو سکتی ہے۔

بعض لوگ لفظِ صوفی کو صفا سے مشتق خیال کرتے ہیں۔ یعنی صوفی وہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے صفائی قلب سے زینت بخشی ہے اور قلب کی صفائی اور اصلاح سے ظاہر ہے کہ سارے جسد کی اصلاح ہوتی ہے لیکن لغوی اعتبار سے یہ اشتقاق درست قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ صفا سے جو لفظ مشتق ہوگا وہ لغت صحیح کی رو سے صفوی ہوگا نہ کہ صوفی۔

بعض کی رائے سے صوفی لفظ صف سے مشتق ہے یعنی صوفیاء حضورِ حق میں اپنے قلوب کے ساتھ صفِ اول میں حاضر ہوتے ہیں یہاں بھی معنٰی کے اعتبار سے کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن لغت کے اعتبار سے صف کی طرف نسبت ہو تو صفی حاصل ہوگا نہ کہ صوفی۔

بعض نے صوفی کو صُفّہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ حضور انور ﷺ کے زمانے میں بعض صحابہ جن کی تعداد ستر سمجھی جاتی

تھی۔ دنیوی تعلقات کو ترک کر دیا تھا اور فقر الی اللہ اختیار کر لیا تھا وہ صرف ایک کپڑے میں زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کو اہل صفہ کہتے ہیں کیونکہ انہوں نے صفہ مسجد نبوی کو اپنی قیام گاہ بنا لیا تھا۔ صوفیا کو بھی اپنی اوصاف کی بنا پر اہل صفہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مگر اشتقاق لفظی کی نظر سے دیکھا جائے تو صفہ کی طرف نسبت صُفّی کا لفظ پیش کرتی ہے نہ کہ صوفی کا۔

بعض کا خیال ہے کہ یہ یونانی لفظ سوفوس سے بنا ہے۔ جس کے معنی حکمت کے ہیں مگر مشہور محقق نولڈکی NOLDEKE نے اس کی تردید میں لکھا ہے کہ دو یونانی حرف SIGMA عربی میں ہمیشہ س صورت میں آتا ہے نہ کہ ص صورت میں اور صوفی ص سے ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اس لفظ کا اشتقاق سوفوس سے نہیں ہو سکتا۔

قول راجح، راجح قول یہی ہے کہ لفظ صوفی صوف سے مشتق ہے کیونکہ لغوی اعتبار سے یہ لفظ اپنے مادہ کے زیادہ قریب ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں صوفیاء اکثر و بیشتر یہی لباس استعمال کرتے تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ صوف کے استعمال میں اس چیز کا اظہار تھا کہ صاحب لباس دنیوی تعیشات کی طرف بہت کم مائل ہیں اور کسی نہ کسی درجے میں زہد فی الدنیا کی طرف رجحان رکھتا ہے۔ اکثر انبیا صوف کا لباس استعمال کرتے تھے چنانچہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لباسی صوف وشعاری الخوف۔ ترجمہ (میرا لباس صوف اور میرا اشعار خوف الٰہی ہے)۔

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت عمرؓ نے آپ کی صفات عالیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ لبس الصوف۔ (آپ صوف کا لباس پہنتے تھے)۔

اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہؓ میں سے حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت سلمان فارسیؓ جیسے حضرات بھی صوف ہی کے کپڑے پہنتے تھے۔

ایک دن حضرت موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا۔ میرے بچے اگر تو اس وقت ہم لوگوں کو دیکھتا جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور جب بارش میں ہمارے کپڑے بھیگ جاتے تھے اور ہمارے کپڑوں سے بھیڑ کے اون کی طرح بو آتی۔ حضرت خواجہ حسن بصریؓ نے فرمایا کہ میں نے ستر بدری صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی ہے ان سب کا لباس صوف تھا۔ حضرت اویس قرنیؓ معرکہ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑنے کے لئے تشریف لائے تو ان کے جسم پر صوف کا لباس تھا اور سر منڈا ہوا تھا۔

3563- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ كَرَامَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْاَحْوَصُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَّعَلَيْهِ جُبَّةٌ رُومِيَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ فَصَلّٰى بِنَا فِيْهَا لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ غَيْرُهَا

◆◆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے اون سے بنا ہوا رومی جبہ زیب تن کیا ہوا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

3563 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے وہ پہن کر نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔

تصوف اور احسان کا بیان

حلاوۃ الایمان: لباس صوف کے استعمال سے حلاوت ایمان کا حصول ارشاد نبوی ہے۔ حلاوۃ (شیرینی) مطلب یہ ہے کہ طاعات میں لذت پائے دینی مشقتوں کو برداشت کرے اطاعتِ الٰہی اور ترکِ مخالفت سے بندہ اللہ و رسول سے محبت رکھے اور فانی دنیا پر دینی مشقتوں کو ترجیح دے اور یہ کیفیت یعنی حلاوتِ ایمان محسوس بھی ہے اور معنوی بھی چنانچہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو کفر کی جانب لوٹنے پر جبر کرتے ہوئے اقسام کی سزائیں اور اذیتیں دی گئیں تو آپ نے احد احد یعنی اللہ ایک ہے ایک ہے کہا۔ اس طرح آپ نے عذاب کی تلخی کے ساتھ ایمان کی شیرینی کو ملا دیا۔ آپ کے انتقال کے وقت اہل خانہ نے واکرباہ۔ ہائے بیقراری کہا۔

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا واطرباہ فرمایا یعنی واہ مسرت وشادمانی کہ کل میرے احباب (حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم) سے ملاقات ہوگی۔ اس طرح موت کی تلخی کے ساتھ ملاقات احبا کی شیرینی کو ملا دیا۔ یہی ایمان کی حلاوت ہے کہ امراض غفلت وخواہشات سے محفوظ قلب ایمان کے مزے سے لذت اندوز ہوتا ہے جس طرح کہ نفس شہد وغیرہ کی شیرینی سے لذت پاتا ہے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی وضاحت فرمائی؛ ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان۔ من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما ومن احب عبد الایحبہ الا اللہ ومن یکرہ ان یعود فی الکفر بعد اذ انقذہ اللہ کما یکرہ ان یلقی فی النار۔

تین چیزیں جس شخص میں ہوں وہ ایمان کی حلاوت کو پالیا جس کے پاس اللہ ورسول سب سے زیادہ محبوب ہوں اور جو کسی بندہ کو محض اللہ کے لئے محبوب رکھے (ذاتی کوئی منفعت نہ ہو) اور جو کفر سے بچالئے جانے کے بعد دوبارہ کفر کی طرف لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند سمجھتا ہے۔ (بخاری شریف)

لباسِ صوف کے اختیار سے یہ حلاوت جو نعمت عظمیٰ ہے حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اس لباس کا اختیار خود اس امر کی دلیل ہے کہ صوفی۔ فانی دنیا سے روگردان اور حق تعالیٰ کی جانب یکسوئی کے ساتھ متوجہ ہے اور یہ اس کے حب الٰہی کی کھلی نشانی ہے۔ چنانچہ متاخرین صوفیا نے موٹی چادر اور موٹے ازار کو سیاہ یا گیرو سے رنگ کر استعمال فرمایا کہ لباس کو بار بار دھونے اور بدلنے کی نوبت کم آئے۔ اس ظاہری سادہ لباس کے ساتھ کا باطن بھی متقدمین کی طرح پاک صاف رہا کرتا تھا اور یہی صوفی کی امتیازی شان اور خصوصی نشانی ہے۔ شیخ ابوعلی رودباری کا قول ہے: الصوفی من لبس الصوف علی الصفا۔ واذاق الھوی طعم الجفا ولزم طریق المصطفیٰ وکانت الدنیا منہ علی القفا۔

صوفی وہ ہے جو قلب کی صفائی وپاکیزگی کے ساتھ لباس صوف اختیار کرے اور خواہشات نفس کو سختی اور تکلیف کا مزہ چکھائے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو لازم کرلے اور دنیا کو پس پشت ڈال دے۔

درستگی وپاکیزگی قلب کے بغیر صوف یا اس کا متبادل موٹا لباس استعمال کیا جائے تو صوفیا کے نزدیک ایسا لباس چوپایوں کا

ہے۔ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں: الصفا من اللہ انعام واکرام والصوف لباس الانعام۔
صفائی قلب وتزکیہ نفس اللہ کا انعام واکرام ہے اور صوف انعام (چوپایوں) کا لباس ہے۔
موجودہ دور: موجودہ دور میں بموجب پیشن گوئی لتتبعن سنن من کان قبلکم شبرا لشبر تم ضرور اپنے پیش رو (یہود ونصاریٰ) کے قدم بہ قدم چلو گے۔
فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلاۃ واتبعوا الشھوات ان صالحین کے بعد برے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے جاتے رہے۔ اسلاف نے زرق برق لباس کو چھوڑ کر خواہش نفس کے خلاف جو صوف کا لباس اختیار فرمایا تھا اخلاف نے اس کو اور اس کے متبادل لباس کو محض خواہش نفس کے مطابق اختیار کر دا اور اصل عمل کو ترک کر دیا اخلاف کی اس روش کو دیکھ کر بعض بزرگوں نے متنبہ کیا کہ در عمل کوش ہر کہ خواہی پوش یعنی اصل عمل ہے لباس نہیں۔ صرف درویش صورت بنانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر سادہ لوح ظاہری نسبت کو دیکھ کر ان کی جانب راغب ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ درویش صفت کے بغیر درویش صورت سے متنفر ہیں۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی تصویر کھینچی ہے۔
دلقت بچہ کار آید وتسبیح ومرقع حاجت بکلاہ برکی داشتنت نیست خود راز عملھائے نکوہیدہ بری دار درویش صفت باش وکلاہ تتری دار
مگر ان نصائح کے باوجود بمضمون لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا اسمہ اس وقت اسلام کا نام اور قرآن کا رسم رہ گیا ہے (اناللہ وانا الیہ راجعون) البتہ ہر زمانے میں تا قیام ساعت ایک جماعت حق پر قائم ودائم رہے گی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا کہ لن یصلح اخر ھذہ الامۃ الا ما صلح بہ الاول یعنی پچھلی امت کی اصلاح ودرستگی بھی اسی طریقے سے ہوگی جس طریقے سے اگلی امت کی اصلاح ہوئی ہے۔ الحاصل صوفیا ظاہر وباطن ہر دو کے جامع ہوتے ہیں اور اپنے مجاہدہ وریاضت کی وجہ سے مقام احسان پر فائز ہوتے ہیں جو مقام مشاہدہ ومراقبہ ہے جس کی وضاحت حدیث جبرئیل میں ہے۔
حدیث جبرئیل: مسلم شریف میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا جس کا لباس نہایت سفید صاف ستھرا اور بال نہایت سیاہ تھے سفر کا اس پر کوئی اثر نہ تھا اور ہم میں سے کوئی شخص اس کو پہچانتا بھی نہیں تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گیا اور دونوں زانو پر ہاتھ رکھ کر کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خبر دیجئے کہ اسلام کیا چیز ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ نماز پڑھو زکواۃ دو رمضان کے روزے رکھو اور قدرت ہو تو حج کرو کہا آپ سچ کہتے ہیں۔ ہم کو تعجب ہوا کہ سوال بھی کرتا ہے (جو لاعلمی کی دلیل ہے) اور خود ہی تصدیق بھی کرتا ہے (جو علم ہونے کی دلیل ہے) پھر کہا یہ بتائیے کہ ایمان کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدائے تعالیٰ کی ذات ملائکہ اس کی کتابوں پیغمبروں پر ایمان لانا اور خیر وشر کو اللہ ہی کی طرف سے سمجھنا ایمان ہے کہا آپ سچ کہتے ہیں۔ پھر کہا یہ بتائیے کہ احسان کیا چیز ہے؟ فرمایا اللہ جل شانہ کی اس طرح عبادت کرنا کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم نہیں دیکھتے تو وہ تو دیکھ

رہا ہے کہا آپ سچ کہتے ہیں۔ پھر اس نے قیامت کے حالات دریافت کیے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت نے پوچھا اے عمر (رضی اللہ عنہ) تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ میں نے کہا اللہ و رسول داناتر ہیں۔ فرمایا وہ جبرئیل تھے تم کو دین کی تعلیم دینے کے لئے آئے تھے۔

حدیث مذکور میں احسان کو انتہائی مرتبہ بیان کیا گیا ہے جس کا حصول اسلام و ایمان پر موقف ہے۔ اسلام و ایمان کے بغیر احسان کا مرتبہ حاصل ہی نہیں ہوسکتا۔

اسلام : اسلام ظاہر احکام کے بجالانے کا نام ہے زبان سے توحید و رسالت کا اقرار اعضا سے نماز زکواۃ روزہ اور حج کی ادائی ہے۔ ان احکامِ ظاہری کے بجالانے میں جس کا دل تنگ ہو تو اس کو ہدایت کا راستہ ہی نہیں ملتا چنانچہ ارشاد ہے: فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ۔ ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء ۔

جس کی ہدایت کا اللہ ارادہ کرتا ہے تو اس کے سینہ کو کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

اس نص قطعی سے ثابت ہے کہ جس پر عبادت ظاہرا آسان نہ ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ خدائے تعالیٰ اس کو گمراہی میں چھوڑ دینا چاہتا ہے اور جس کو اللہ گمراہی میں چھوڑ دے تو ممکن نہیں کہ اس کو ہدایت اور تقرب الٰہی حاصل ہوسکے لہٰذا کوئی تصوف کا نام لے کر اور صوفی کہلا کر یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ احکام ظاہری کے بجالانے کی ضرورت نہیں اس کے بغیر ہی وہ انتہائی درجہ پر فائز ہے۔ تصوف تو ان ہر سہ مراتب پر کامل عمل پیرائی کا نام ہے پس جو عبادت مفروضہ سے محروم ہے وہ درجہ احسان کے قریب بھی نہیں آسکتا کیونکہ احسان میں عبادت کی ادائی یکسوئی خضوع وخشوع کے ساتھ ہے۔ حدیثِ جبرئیل سے دین میں ابتدائی درجہ اسلام ہے جس کے بغیر کوئی شخص مسلم ہی نہیں کہلاسکتا۔ احسان تو اس کا انتہائی مرتبہ ہے ابتدائی درجہ کا وجود دوسرے دونوں درجوں میں ضروریات سے ہے کیونکہ ایمان کے درجہ میں ذات الٰہی پیغمبروں اور کتابوں پر ایمان لانا ہے۔ اور ان پر اسی طرح ایمان لانا ضروری ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ ان کے بغیر خود کوئی شخص کسی بات پر ایمان لائے تو اس کا اعتبار نہیں۔ یعنی دین کے جملہ مدارج میں خدا و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری ضروریات سے ہے ان میں سے کسی کا بھی انکار ایمان کے منافی ہے۔

احسان : احسان کیا چیز ہے کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حالتوں کی جانب اشارہ فرمایا: مشاہدہ حق و مراقبہ حق۔ پہلی حالت بلند تر ہے کہ اس میں عابد پر مشاہدہ کا غلبہ ہوتا ہے حتی کہ وہ گویا اپنی آنکھ سے حق کو دیکھتا ہے کانک تراہ کی دوسری حالت میں اس امر کا استحضار ہے کہ حق اس پر مطلع ہے اس کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے فانہ یراکان دونوں حالتوں کا ثمرہ اللہ کی معرفت اور اس سے خشیت ہے چنانچہ عمارہ بن قعقاع نے اپنی روایت میں ان تخشی اللہ کانک تراہ سے تعبیر کی ہے۔ مقصودِ کلام عبادات میں اخلاص پیدا کرنے کی ترغیب ہے اور اس پر اکسانا ہے کہ کمال خشوع وخضوع کے ساتھ عبد اپنے رب کا مراقبہ کرے۔ اہلِ حقائق نے صالحین کی صحبت اختیار کرنے پر زور دیا ہے تاکہ ان کے احترام اور ان سے حیا کرتے ہوئے کسی نقص سے ملتبس نہ ہوں تو پھر ایسی ذات کی جناب میں حاضری جو بندے کے ظاہر و باطن سر و علانیہ پر مطلع ہے کسی اور جانب توجہ کیونکر ہوسکے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

ارشاد کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ ادائے عبادت کے وقت ان تمام مذکورہ آداب وخشوع خضوع یکسوئی کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے اس لئے کہ وہ بہر حالت ہمیشہ تجھ کو دیکھ رہا ہے اور تیرے ہر عمل سے باخبر ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: اوتیت جوامع الکلم مجھے جامع کلمات دے گئے ہیں یعنی ہر کلمے میں معانی کا سمندر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ان لم تکن تراہ فانہ یراک بھی منجملہ جوامع کلمات کے ہے۔ اس میں مقام شہادۃ و مقام مراقبہ دونوں موجود ہیں۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ بندے کے لئے اس کی عبادت میں تین مقام ہیں۔

مقام اوّل: یہ ہے جملہ ارکان وشرائط کی ادائی کے ساتھ اس طریقہ پر عبادت ادا کرے کہ وظیفہ تکلیف ساقط ہو جائے۔

مقام دوّم: حسب صراحت مذکور ادائے عبادت کے ساتھ بحر مکاشفہ میں اس طرح مستغرق ہو جائے کہ گویا وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عالی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: جعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ۔ میرے آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ کیونکہ طاعت سے لذت اور عبادت سے راحت ملتی ہے اور انوار کشف کے احاطہ وغلبہ کی وجہ سے غیر کی جانب توجہ والتفات کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور یہ گوشہ ہائے قلب محبوب سے لبریز ہونے کا ثمرہ ہے اور اس کا نتیجہ احوال معلوم سے فراموشی اور سوم سے بے خودی ہے۔

مقام ثالث: ارشاد نبوی: ان لم تکن تراہ مقام مکاشفہ سے مقام مراقبہ کی جانب نزول ہے یعنی اگر تو اہل رویت معنویہ کی طرح عبادت نہیں کرسکتا تو اس طرح عبادت کر کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ ہرسہ مقامات احسان کے مقامات ہیں مگر پہلا مقام صحت عبادت کی شرط ہے۔ بقیہ دو مقام خواص کے ہیں جن تک بہت سے لوگوں کی رسائی دشوار ہے۔ صوفیا علی حسب مراتب کسی نہ کسی مرتبہ پر فائز رہتے ہیں دوسروں کو بھی اسی کی تاکید کرتے ہیں تمہیدات عین القضاۃ میں ہے۔

نماز بزرگ ترین عبادت ہے۔ ہرگز نماز کو بطور عادت ادانہ کرو نماز کا سر اعظم جسم میں خشوع (ڈھیلا پن) اور قلب میں خشوع (عاجزی وشکستگی) ہے۔ مضمون: والذین ھم فی صلاتھم خاشعون خشوع وخضوع کے بغیر نماز بے جان ڈھانچہ ہے مسلمانوں کی نجات نماز میں خشوع سے ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہ مومن نجات پا گئے جو اپنی نمازوں میں فروتن رہتے ہیں۔

سلطان ابراہیم ادہم کا قول ہے: ہر کہ دل خود را در نماز حاضر نیابد یقین داند کہ در ہدایت براو بستہ اند (رسالہ کشف المحجوب)

جو شخص نماز میں اپنے دل کو حاضر نہ پائے اس کو یقین رکھنا چاہئے کہ راہ ہدایت اس پر بند کر دیا گیا ہے۔

وہ لوگ جو ادعائے تصوف کے ساتھ نماز وروزہ کو غیر اہم سمجھتے ہیں اور اپنے مریدین ومعتقدین کو بھی یہ باور کراتے ہیں کہ یہ اعمال عوائے ظاہر کے لئے ہیں۔ غور کریں کہ وہ گمراہی کی کس وادی میں اتر گئے ہیں اور شیطان ان پر کس طرح مسلط ہو گیا ہے اعاذنا اللہ منہ۔

وحدۃ الوجود: جن لوگوں کے پاس عبادات خصوص نماز کی کوئی اہمیت نہیں۔ ان کا زیادہ تر مشغلہ وحدۃ الوجود پر بحث وگفتگو ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ عوام میں گفتگو کئے جانے کا ہے ہی نہیں۔ عرفا وصلحائے امت نے عوام کے سامنے اس مسئلہ پر گفتگو سے سخت ممانعت کی ہے کہ یہ ان کے فہم وادراک سے بالاتر ہے۔ اس پر ایک سرسری اور واضح عام فہم عبارت میں روشنی ڈالنے کی کوشش کی

جائے گی۔ قرآنِ حکیم میں ہے: ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا۔ انسان پر زمانہ کا ایک ایسا وقت بھی تھا کہ وہ اس میں شئی مذکور نہ تھا۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: کان اللہ ولم یکن معہ شئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے ساتھ کوئی شئے نہ تھی۔ یعنی تمام کائنات معدوم تھی جب حق تعالیٰ کا ارادہ اپنی معرفت کا ہوا تو اشیاء پر اپنے وجود کا پرتو ڈالا جس کی وجہ سے اشیاء محسوس ہوئیں۔ وجود حق تعالیٰ کی صفت ہے اسی طرح علم بھی اس کی ایک صفت ہے اور اسی صفت علم میں جملہ اشیاء موجود ہونے سے پہلے ثابت تھے۔ اسی لئے ان اشیاء کو اعیان ثابتہ لکھا جاتا ہے۔ ان پر وجود کی تجلی ہوئی تو وہ وجود میں آئے اور موجودات کہلائے ان تمام موجودات کا وجود ایک ہے البتہ ہر موجود میں دو چیزیں پائی جائیں گی ایک وجود جو شئی کا نہیں موجد کا ہے دوسری اس کی عین ثابت لہٰذا کثرت اعیان ثابتہ میں ہے وجود میں نہیں۔ تو اب معلوم ہوا کہ تمام موجودات کا وجود ایک ہی ہے اور اسی کا نام وحدۃ الوجود ہے۔ اس کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مراتب توحید: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت میں تحریر فرمایا ہے کہ توحید کے چار درجے ہیں۔ پہلے درجے میں صرف زبان سے لا الہ الا اللہ کہتے ہیں جیسے منافق کی توحید کہ دل توحید کا منکر ہے۔ دوسرا درجہ توحید کا وہ ہے جس میں زبان سے اقرار کے سوا دل سے بھی تصدیق کرے عام مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے اور شرع میں اس کا اعتبار ہے۔ تیسرا درجہ توحید کا یہ ہے کہ اعتقاد کے علاوہ مکاشفہ سے بھی توحید کا مقام واسطۂ نور حق مشاہدہ کرے۔ یہ مقربین کا مقام ہے اس مقام پر ظاہر میں بہت اشیاء نظر آتے ہیں لیکن وہ وحدت سے صادر دیکھتا ہے۔ چوتھا درجہ توحید کا یہ ہے کہ بجز ایک ذات کے جس کا وجود حقیقی ہے کچھ اور نہ دیکھے۔ یہ صدیقین کا مشاہدہ ہے کیونکہ جس کی بصر بصیرت حق میں ہو اس کی نظر عکسی اور ظلی وجود پر نہیں پڑتی۔

خلاصۂ کلام یہ کہ وجود حقیقی ایک ہے اس کے سوا جو کچھ ہے وہ عدم ہے (کل شئی ھالک الا وجھہ) مگر اس حقیقت تک رسائی کے لئے دو امر ضروری ہیں۔ ایک تصفیۂ قلب کہ دل کو ماسوی اللہ سے تعلق نہ رہے اور طالب عاشق ذکر الٰہی میں ایسا مصروف ہو کہ خود کو بھول جائے اور دوام حضور حاصل ہو۔ دوسرا تزکیہ نفس یعنی اخلاق رذیلہ اور عادات قبیحہ سے نفس پاک ہو جائے اور یہ ہر دو امر تصفیہ وتزکیہ ریاضت شاقہ اور مجاہدہ کاملہ پر موقوف ہیں جن سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور اس میں لازم شرع شریف کی کمال اتباع ہے۔ اللہ جل شانہ نے جن وانس کی تخلیق کا اصل مقصد معرفت الٰہ قرار دیا ہے۔

اونی جبہ پہننے کا بیان

3564 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ الْاَزْهَرِ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ السِّمْطِ حَدَّثَنِي الْوَضِينُ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ مَحْفُوظِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَقَلَبَ جُبَّةَ صُوفٍ كَانَتْ عَلَيْهِ فَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے ہوئے اپنے اونی جبے کو الٹا کیا' جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا ہوا تھا اور پھر اس کے ذریعے اپنے چہرے کو صاف کیا۔

شرح

حضرت علی ہجویریؒ نے "کشف المحجوب" میں ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: علیکم بلبس الصوف تجدون حلاوة فی قلوبکم"۔ تم اون کا لباس پہنو! ایمان کی حلاوت اپنے دلوں میں پاؤ گے۔

چونکہ صوف کا لباس اُونی کپڑا پہننا انبیاء علیہم السلام کی عادت اور اولیاء واصفیاء کا شعار تھا؛ لہٰذا انہیں ظاہری لباس کی طرف منسوب کردیا گیا؛ پس! صوفی ایک مجمل اور عام نام ہوا جو ان کے تمام علوم، اعمال، اخلاق اور تمام شریف اور قابل ستائش احوال کی خبر دیتا ہے۔

حضرت ابونصر سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص اصحاب کا قرآن مجید میں ذکر کیا تو انہیں ان کے ظاہری لباس کی طرف منسوب کیا "إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ" (المائدۃ، ترجمہ: جب حواریوں نے کہا) یہ لوگ سفید لباس پہنا کرتے تھے؛ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی طرف منسوب کردیا اور جن علوم واحوال سے یہ موسوم تھے ان میں سے کسی نوع کی طرف منسوب نہیں کیا، میرے نزدیک صوفیہ کا بھی یہی معاملہ ہے۔ (کتاب اللمع فی التصوف)

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ صوفی کا لفظ صوف سے مشتق ہے یہی قول اقویٰ ہے، شیخ ابوبکر ابراہیم بخاریؒ الکلاباذی نے اپنی کتاب "التعارف لمذہب التصوف" میں لغوی تحقیق کے حوالے سے اس بات کو ثابت کیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) بعض حضرات کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ "صفا" سے بنا ہے وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ صوفی کا مقصود صفائی باطن کا حاصل کرنا ہے؛ اگر ایسا ہوتا تو یہ لفظ "صفاوی" ہونا چاہیے تھا۔

(۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ "صف" سے بنا ہے وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ قیامت کے دن اگلی صفوں میں ہوں گے؛ اگر ایسا ہوتا تو یہ لفظ "صفی" ہونا چاہیے تھا۔

(۳) بعض حضرات کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ "صفہ" سے بنا ہے وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ اصحاب صفہ کی یادگار ہیں اگر ایسا ہوتا تو یہ لفظ "صُفّی" ہونا چاہیے تھا۔

(۴) بعض حضرات کہتے ہیں کہ "صوفی" کا لفظ "صُوف" سے بنا ہے وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ صوف کا لباس پہنتے تھے؛ اگر ایسا ہے تو یہ لفظ "صوفی" ہی ہونا چاہیے تھا معلوم ہوا کہ صوفی کا لفظ مشتق "صوف" سے ہے مقصود اس کا "صفا" ہے نسبت اسے اصحاب صفہ سے ہے اور قیامت کے دن اس کا مقام "صف" اوّل ہوگا۔

صوفی کے لفظ کی نسبت صوف (پشمینہ، یعنی وہ اُونی کپڑا جو مویشیوں کے بالوں سے تیار کیا جاتا ہے) سے ہونے میں کئی حکمتیں بھی ہیں۔

(۱) اونی کپڑا نرم ہوتا ہے پس! صوفی وہ شخص ہے جو دل کو نرم بنانے کے لیے محنت کر رہا ہو۔

(۲) اونی کپڑا سفید ہوتا ہے پس! صوفی وہ شخص ہے جو اپنے دل کو صوف کی طرح سفید کرنے کے لیے محنت کر رہا ہو۔

(۳) اونی کپڑا کسی رنگ کو جلدی قبول نہیں کرتا پس! صوفی وہ شخص ہے جو صبغۃ اللہ "اللہ کے رنگ میں ایسا رنگا جا چکا ہو کہ اب ماسوا کا رنگ اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

صوفی کے عنوان سے متعلقہ چند مشہور سوالات کے جوابات قلمبند کیے جاتے ہیں:

سوال نمبر: صوفی کا لفظ جن الفاظ سے ماخوذ ہے کیا ان کا ذکر قرآن وحدیث میں کہیں ملتا ہے؟۔

جواب: جی ہاں! صوفی کا لفظ جن الفاظ سے ماخوذ ہے ان کا تذکرہ قرآن وحدیث میں موجود ہے، تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) ایک قول کے مطابق صوفی کا لفظ صف سے ماخوذ ہے تو قرآن پاک میں ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ ". (الصف)

بیشک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اللہ کے راستہ میں صفیں باندھ کر جہاد کرتے ہیں؛ یوں لگتا ہے کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

(۲) دوسرے قول کے مطابق صوفی کا لفظ صفا سے ماخوذ ہے تو حدیث پاک میں ہے۔

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَيِّرَ اللَّوْنِ ، فَقَالَ: ذَهَبَ صَفْوُ الدُّنْيَا وَبَقِيَ الْكَدَرُ فَالْمَوْتُ الْيَوْمَ تُحْفَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

(الرسالة القشيرية، موقع الوراق، المؤلف: ابوسعيد محمد بن محمد الخادمی)

حضرت ابو جحیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ہم پر نکلے آپ کا رنگ متغیر تھا آپ نے فرمایا کہ دنیا کی صفائی چلی گئی اور میل کچیل رہ گئی پس آپ تو موت ہر مسلمان کے لیے تحفہ ہے۔

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: "ذَهَبَ صَفْوُ الدُّنْيَا وَبَقِيَ كَدَرُهَا ، فَالْمَوْتُ الْيَوْمَ تُحْفَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ." (حلية الأولياء لأبي نعيم، عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ - الْقُنُوتُ فِي صَلاةِ الصُّبْحِ رقم الحديث: 486)

الراوی: وهب بن عبدالله السوائی أبو جحيفة المحدث: الهيثمي -المصدر: مجمع الزوائد -الصفحة او الرقم: 10/312

خلاصة حكم المحدث: (روى) بإسنادين وأحدهما جيد، الراوی: (يزيد بن أبي زياد)

المحدث: البوصيری -المصدر: إتحاف الخيرة المهرة -الصفحة او الرقم: 7/447 خلاصة حكم المحدث موقوف وفي سنده يزيد بن أبي زياد وله شاهد

(۳) تیسرے قول کے مطابق صوفی کا لفظ صفہ سے ماخوذ ہے تو حدیث پاک میں ہے۔

عن ابن عباس قال وقف رسول الله صلى الله عليه وسلم على أصحاب الصفة فرأى فقرهم وجهدهم وطيب قلوبهم فقال أبشروا يا أصحاب الصفة فمن بقي من أمتي على النعت الذي أنتم

علیه راضیا بمافیه فانه من رفقائی" ۔ (کشف المحجوب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ اصحاب صفہ پر تشریف لائے، آپ نے ان کے فقر اور مشقت کو محسوس کیا تو فرمایا: خوش ہو جاؤ اہل صفہ، پس! جو شخص میری امت سے تمہاری روش پر رہنا پسند کریگا وہ بہشت میں میرا ساتھی ہوگا۔

چادر کو بہ طور تہبند باندھنے کا بیان

3565 - حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ الْفَضْلِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِمُ غَنَمًا فِي آذَانِهَا وَرَأَيْتُهُ مُتَّزِرًا بِكِسَاءٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا نبی اکرم ﷺ بھیڑ بکریوں کے کانوں پر نشان لگا رہے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے ایک چادر کو تہبند کے طور پر باندھا ہوا تھا۔

شرح

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے یہ حدیث بیان کی جس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو سنا تھا (چنانچہ اس شخص نے بیان کیا کہ) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ایک دن ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں (یعنی مسجد نبوی یا مسجد قبا میں) بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں آ گئے اس وقت ان کے بدن پر صرف ایک چادر تھی اور اس چادر میں بھی چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو رو پڑے کہ ایک زمانہ وہ تھا جب مصعب اس قدر خوشحال اور آرام و راحت کی زندگی گزارتے تھے اور آج ان کی کیا ٹوٹی پھوٹی حالت ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار تعجب و حسرت کے طور پر فرمایا۔ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم میں کوئی شخص صبح کو ایک جوڑا پہن کر نکلے گا اور پھر شام کو دوسرا جوڑا پہن کر نکلے گا، تمہارے سامنے کھانے کا ایک بڑا پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا اور تم اپنے گھروں پر اس طرح پردہ ڈالو گے جس طرح کعبہ پر پردہ ڈالا جاتا ہے (یعنی حضور نے اس ارشاد کے ذریعے آنے والے زمانہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ جب تم پر خوشحالی و ترفہ کا دور آئے گا۔

اللہ تعالیٰ دنیا کے خزانوں کی کنجیاں تمہارے قدموں میں ڈال دے گا، تمہارے گھروں میں مال و اسباب کی فراوانی ہوگی تو تم دن میں کئی کئی مرتبہ جوڑے بدلو گے، صبح کا لباس الگ ہوگا، شام کا الگ، تمہارے دستر خوان انواع و اقسام کے کھانوں اور لذیذ و مرغوب اشیاء سے بھرے ہوں گے، تمہارے مکان راحت و آسائش اور آراستگی و زیبائش کی چیزوں سے پر رونق ہوں گے اور گویا تمہاری زندگی عیش و عشرت کا گہوارہ اور اسراف و تنعم کی آئینہ دار ہو جائے گی۔ تو بتاؤ اس وقت تمہارے دل کی کیا حالت ہوگی اور تم کیا محسوس کرو گے؟

3565 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5542 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5521 ورقم الحدیث: 5522 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اس دن جب کہ خوشحالی و ترفہ کی نعمت سے بہرہ مند ہوں گے آج کے دن سے (جب کہ ہم فقر و افلاس کی گرفت میں ہیں) بہتر حال میں ہوں گے۔ کیونکہ اس وقت ہم عبادت کے لئے اپنی معاشی جدوجہد کی الجھنوں اور حصول رزق کے فکر سے آزاد و فارغ ہوں گے اور ہمیں محنت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی (یعنی جب اس وقت ہمیں معاشی و اقتصادی طور پر خوشحالی حاصل ہوگی اور نوکر چاکر ہمارے سارے کام کاج کریں گے تو ہم ذہنی وجسمانی طور پر پوری طرح بے فکر و آزاد ہوں گے اور اس صورت میں طاعت و عبادت اور دینی خدمت میں پوری دل جمعی اور سکون کے ساتھ منہمک رہ سکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ ایسا نہیں ہے کہ اس وقت تم بہتر ہو گے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم اس دن کی نسبت آج کے دن زیادہ بہتر ہو۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1297)

امام سیوطی رحمہ اللہ نے جمع الجوامع میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن مصعب بن عمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت انہوں نے بکری کے چمڑے کا ایک تسمہ اپنی کمر کے گرد باندھ رکھا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو (حاضرین مجلس سے) فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے منور کر دیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ میں نے اس کے بدن پر ایک ایسا لباس دیکھا ہے جو دو سو درہم کے عوض خریدا گیا تھا، (یعنی یہ وہ شخص ہے جو اپنی پچھلی زندگی میں نہایت عیش و عشرت اور راحت و تنعم کی زندگی گزارتا تھا۔ لیکن اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت نے اس کو ایسی حالت پر پہنچا دیا ہے، جس میں تم اس کو اب دیکھ رہے ہو۔ اللہ کی بے انتہا رحمتیں ہوں اس جلیل القدر ہستی پر جس کا نام مصعب بن عمیر ہے، قریش الاصل ہیں بڑے اونچے درجے کے صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے، مکہ سے ہجرت کی، گھر بار چھوڑا، دنیا کی ساری نعمتوں اور راحتوں کو ٹھکرا دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ آ گئے جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے یہ اپنے اسلام سے پہلے کے زمانے میں مکہ کے بڑے مالداروں میں شمار ہوتے تھے، نہایت خوش لباس و خوش طعام تھے، اچھے سے اچھا پہنتے اور اچھے سے اچھا کھاتے تھے، لیکن جب مسلمان ہو گئے تو سارے عیش و تنعم پر لات ماردی، اللہ اور اس کے رسول کے عشق میں ایسے رنگ گئے کہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے نفرت کرنے لگے، زہد اختیار کر لیا، یہاں تک کہ غزوہ احد کے موقع پر جام شہادت نوش کر کے واصل بحق ہو گئے، شہادت کے وقت ان کی عمر چالیس سال یا اس سے کچھ زیادہ تھی۔

حدیث سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رو پڑنا، ان کی خستہ حالی کے تئیں رحم و شفقت کے جذبات کے تحت تھا کہ یہ وہی شخص ہے جو کبھی اپنی قوم کی آنکھوں کا تارا تھا، عیش و راحت کی زندگی گزارتا تھا اور اب اس حالت کو پہنچ گیا ہے کہ بدن پر صرف ایک پیوند لگی چادر لپیٹے اپنا وقت گزار رہا ہے۔ لیکن یہ بات اس واقعہ کے منافی معلوم ہوتی ہے جس کا ذکر پیچھے بھی ایک روایت میں گزر چکا ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھر دری چارپائی پر لیٹے ہوئے دیکھا جس کے بان کے نشانات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر پڑ گئے تھے تو اس وقت رو پڑے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشقت بھری زندگی کے ساتھ فارس و روم کے بادشاہوں کی زندگی کا موازنہ کیا۔

جو اللہ کے سرکش و نافرمان اور باغی بندے ہونے کے باوجود عیش و عشرت کی زندگی گزارتے تھے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ تم ابھی تک سوچنے سمجھنے کے اس مقام سے نہیں بڑے ہو، بندہ اللہ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان بادشاہان دنیا کو بس دنیا کی نعمتیں ملیں اور ہمیں آخرت کی نعمتوں اور سعادتوں سے نوازا جائے؟ اولیٰ یہ ہے کہ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کو فرط مسرت سے رونے پر محمول کیا جائے کہ اپنی امت کے لوگوں کو دنیا سے زہد اختیار کر کے عقبیٰ کی طرف متوجہ دیکھ کر مارے خوشی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اگر اس رونے کو غم و حسرت ہی پر محمول کیا جائے تو اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ آپ کا غم دراصل اس بات پر تھا کہ میری امت کے جیسے لوگوں کو ضروریات زندگی کی ایسی چیزیں بھی میسر نہیں ہیں جو دنیا ہی کے لئے ضروری نہیں ہیں بلکہ طاعت و عبادت میں معاون و مددگار بھی ہوتی ہیں جیسے بقدر ضرورت لباس وغیرہ۔

اس تاویل کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کیف بکم اذا غدا الخ اور انتم الیوم خیر منکم الخ سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ غریب و مفلس شخص کہ جو ضروریات زندگی کی بقدر کفایت چیزوں کا مالک ہو، غنی و مالدار شخص سے بہتر ہے، چنانچہ غنی و مالدار شخص حصول مال وزر کی جدوجہد میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے طاعت و عبادت کے لئے اتنا زیادہ قلبی و جسمانی فراغ و سکون نہیں رکھتا جس قدر کہ وہ غریب و مفلس شخص رکھتا ہے اس اعتبار سے یہ حدیث درحقیقت صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صبر و استقامت اختیار کرنے والا غریب و مفلس شخص شکر گزار مالدار سے زیادہ افضل ہوتا ہے۔

پس صحابہ جیسی ہستیوں کے تعلق سے کہ جو امت کے سب سے زیادہ مضبوط ایمان و عقیدہ اور کردار کے حامل تھے، مالداری کا یہ حال ہے تو غیر صحابہ کے تعلق سے اس کا کیا حال ہوگا، جو ان کی بہ نسبت ایمان و عقیدہ اور کردار و عمل میں کہیں زیادہ ضعیف ہیں۔ اس کی مؤید وہ حدیث بھی ہے جس کو دیلمی نے فردوس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق مرفوع نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ماروییت الدنیا عن احد الا کانت خیرۃ لہ بلکہ ملا علی قاری نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ایک خاص بات یہ کہی ہے کہ عن احد (اسی شخص) کا لفظ عام ہے کہ اس کے مفہوم میں مومن و غیر مومن سب شامل ہیں، لہٰذا دوزخ میں مالدار کافر کی بہ نسبت فقیر و مفلس کافر کا عذاب ہلکا ہوگا۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ جب اس دار فانی میں فقر و افلاس نے کافر کو یہ فائدہ پہنچایا تو اس مومن کو دار القرار (آخرت میں) کیسے فائدہ نہیں پہنچائے گا جو دنیا میں اپنے فقر و افلاس پر صابر رہا ہے۔

بَاب الْبَيَاضِ مِنَ الثِّيَابِ

یہ باب سفید کپڑے پہننے کے بیان میں ہے

3566- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضُ فَالْبَسُوهَا وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ

◄◄ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمہارے کپڑوں میں سب سے بہتر کپڑا سفید کپڑا ہے اسے پہنو اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو''۔

شرح

سفید کپڑے کو بہت پاک تو اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ سفید کپڑا چونکہ جلد میلا ہو جاتا ہے اس لئے وہ بار بار اور بہت دھویا جاتا ہے، اس کے برخلاف رنگین کپڑا چونکہ میل خور ہوتا ہے اس لئے وہ کافی عرصہ کے بعد ہی دھویا جاتا ہے ا اور زیادہ پاکیزہ اس اعتبار سے ہوتا ہے کہ وہ دوسرے رنگوں میں مخلوط نہیں ہوتا، اسی طرح سفید کپڑے کو خوش تر اس سبب سے کہا گیا ہے کہ سلیم الطبع لوگ سفید ہی کپڑے کی طرف زیادہ راغب ہوتے ہیں۔ البتہ ضرورت کی صورت میں اس سے خارج ہے۔ جیسے صوفیاء نیلا اور یا کسی اور رنگ کے کپڑے کو اس ضرورت کی بناء پر اختیار کرتے ہیں کہ وہ سفید کپڑے کو بار بار دھوئے رہنے پر قادر نہیں ہوتے۔

جہاں تک کفن کا تعلق ہے تو واضح رہے کہ کفن میں سفید ہی کپڑا دینا افضل ہے کیوں کہ اس وقت مردہ گویا فرشتوں کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے جیسے کہ سفید کپڑا پہننا اس شخص کے لئے افضل ہے جو مجلسوں اور محفلوں میں جانا چاہے، مثلاً جمعہ یا جماعت کے لئے مسجد میں اور علماء و اولیاء اللہ کی ملاقات کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہو لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ عید میں وہ کپڑا پہننا افضل ہے جو زیادہ قیمتی ہوتا کہ اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت کا زیادہ سے زیادہ اظہار ہو سکے چنانچہ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سرخ دھاریوں والی چادر اوڑھتے تھے۔

3567 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ اَبِي شَبِيبٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَسُوا ثِيَابَ الْبَيَاضِ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم لوگ سفید کپڑے پہنو کیونکہ یہ زیادہ صاف اور زیادہ پاکیزہ ہوتے ہیں''۔

3568 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ الْاَزْرَقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ اَبِي رَوَّادٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ ابْنُ سَالِمٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا زُرْتُمُ اللّٰهَ بِهِ فِي قُبُورِكُمْ وَمَسَاجِدِكُمُ الْبَيَاضُ

◆◆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم اپنی قبروں اور اپنی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں (جس لباس میں) حاضر ہو گے اس میں سب سے بہترین سفید لباس ہے''۔

3567: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2810

3568: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

شرح
مسجد، اللہ کا گھر ہے۔ جو شخص عبادت کے لئے مسجد میں گیا وہ گویا اللہ سے ملاقات کے لئے گیا لہٰذا وہاں سفید کپڑا پہن کر جانا بہتر ہے اسی طرح بندہ مرنے کے بعد گویا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے۔ لہٰذا مردہ کو سفید کفن دینا بہتر ہے۔

بَاب مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ

یہ باب ہے کہ جو شخص تکبر کے طور پر اپنے دامن کو گھسیٹتا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زمین میں اکڑ اکڑ کر نہ چلو کیونکہ نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ ہی تم طول میں پہاڑوں تک پہنچ سکتے ہو۔ ان تمام کاموں کی برائی آپ کے رب کے نزدیک سخت ناپسند ہے۔ (بنی اسرائیل: ۳۷،۳۸)

اکڑ اکڑ کر چلنے کی ممانعت کا بیان

اس آیت میں مرحا کا لفظ ہے، مرحا کا معنی ہے اترا اترا کر، تکبر اور غرور سے اکڑ اکڑ کر چلنا۔
اس آیت میں تکبر سے اور اکڑ اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا ہے اور یہ اس حکم کو متضمن ہے کہ زمین میں تواضع اور انکسار سے چلنا چاہیے اس کی نظیر قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:
وعباد الرحمن الذين يمشون على الارض هونا ۔ (الفرقان: ۶۳) رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی کے ساتھ چلتے ہیں۔
ولا تصعر خدك للناس ولا تمش في الارض مرحا، ان الله لا يحب كل مختال فخور ۔ (لقمان: ۱۸)
اور تکبر سے رخسار ٹیڑھے نہ کرو، اور زمین میں اکڑ اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔
واقصد في مشيك واغضض من صوتك، ان انكر الاصوات لصوت الحمير ۔ (لقمان: ۱۹)
میانہ روی سے چل اور اپنی آواز کو پست رکھ، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیونکہ تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ طول میں پہاڑ تک پہنچ سکتے ہو، زمین کو پھاڑنے اور پہاڑ تک پہنچنے سے مقصود یہ ہے کہ تم ایسے طاقتور نہیں ہو کہ زمین پر قدم رکھو تو تمہارے زور سے زمین میں سوراخ ہو جائے اور نہ ایسے بلند قامت ہو کہ قدم اٹھاؤ تو تمہارا قدم پہاڑ تک پہنچ جائے، اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ تم تکبر کیوں کرتے ہو جب کہ تمہارے قدم رکھنے سے زمین میں سوراخ نہیں ہو سکتا، تمہارے اوپر پہاڑ ہیں جن تک تم پہنچ نہیں سکتے، تمہارے نیچے جامد زمین ہے اور تمہارے اوپر سخت پہاڑ ہیں، تم دونوں طرف سے محاط ہو پھر تکبر کس بات پر کر رہے ہو، اور تکبر کرنا اور اکڑ اکڑ کر چلنا یہ ایسی صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

تکبر کی مذمت میں احادیث کا بیان

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ عزوجل ارشاد فرماتا

ہے عزت میری ازار (تہبند) ہے اور کبریاء میری چادر ہے جس شخص نے بھی ان کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کی میں اس کو عذاب دوں گا۔ (مسند حمیدی، رقم الحدیث ۱۱۴۹۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۲۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۹۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۷۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، ایک شخص نے کہا ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اور اس کے جوتے اچھے ہوں، آپ نے فرمایا اللہ جمیل (حسین) ہے وہ جمال کو پسند کرتا ہے، تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۲، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۹۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۹۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۵۹، ۴۱۷۳)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن متکبرین کو مردوں کی صورت میں چیونٹیوں کی جسامت میں اٹھایا جائے گا، ان کو ہر جگہ سے ذلت ڈھانپ لے گی، ان کو جہنم کے اس قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا جس کا نام بولس ہے ان کے اوپر آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے اور ان کو دوزخیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔

(مسند حمیدی، رقم الحدیث: ۵۹۸، مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۹، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۴۹۲، الادب المفرد رقم الحدیث: ۵۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اے لوگو! تم سے اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کا بوجھ اور اپنے آباد اجداد پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے، لوگوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہیں جو نیک اور متقی ہیں اور اللہ عزوجل کے نزدیک کریم ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو فاجر ہیں، بدبخت ہیں اور اللہ عزوجل کے نزدیک ذلیل ہیں، تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تم کو گروہوں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کر دیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کر سکو اور اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو، بیشک اللہ بہت علم والا بہت خبر رکھنے والا ہے۔ (الحجرات: ۱۳)

(سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۲۷۰، صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: ۲۷۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے تکبر سے (قدموں کے نیچے) کپڑا لٹکایا، اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۸۵، موطا امام مالک رقم الحدیث ۵۷۰، مسند احمد ج ۲ ص ۵۶)

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: پچھلی امتوں میں ایک آدمی اتراتا ہوا ایک حلہ (ایک قسم کی دو چادریں) پہن کر چل رہا تھا اس نے اپنے بالوں میں سیدھی کنگھی کی ہوئی تھی وہ تکبر سے چل رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا وہ قیامت تک زمین میں گڑگڑاہٹ کے ساتھ دھنستا رہے گا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۸۸، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۸)

حضرت جبیر بن مطعم بیان کرتے ہیں، انہوں نے لوگوں سے کہا تم مجھے کہتے ہو کہ مجھ میں تکبر ہے، حالانکہ میں گدھے پر سواری کرتا ہوں اور چوڑی چادر پہنتا ہوں اور بکری کا دودھ دوہتا ہوں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص یہ

کام کرے گا اس میں بالکل تکبر نہیں ہوگا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۰۱، جامع الاصول رقم الحدیث: ۸۲۲۵)

3569- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْاُسَامَةَ ح و حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ جَمِيْعًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الَّذِیْ يَجُرُّ ثَوْبَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک جو شخص تکبر کے طور پر اپنے کپڑے کو گھسیٹ کر چلتا ہے قیامت کے دن اللہ اس پر نظر کرم نہیں کرے گا۔

3570- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ فَلَقِيْتُ ابْنَ عُمَرَ بِالْبَلَاطِ فَذَكَرْتُ لَهٗ حَدِيْثَ اَبِیْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَاَشَارَ اِلٰی اُذُنَيْهِ سَمِعَتْهُ اُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِیْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص تکبر کے طور پر اپنے تہبند کو گھسیٹتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا''۔

(راوی بیان کرتے ہیں) پھر میری ملاقات ''بلاط'' نامی جگہ پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی اور میں نے ان کے سامنے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول حدیث ذکر کی تو انہوں نے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (یہ بات کہی) کہ میرے ان دونوں کانوں نے اسے سنا ہے اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا ہے۔

3571- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَرَّ بِاَبِیْ هُرَيْرَةَ فَتًی مِنْ قُرَيْشٍ يَجُرُّ سَبَلَهٗ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِیْ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، ایک مرتبہ قریش سے تعلق رکھنے والا ایک نوجوان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا اس نے اپنے کپڑے کو گھسیٹا ہوا تھا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص تکبر کے طور پر اپنے کپڑوں کو گھسیٹتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا''۔

3569 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5421

3570: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3571: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَاب مَوْضِعِ الْإِزَارِ اَيْنَ هُوَ

یہ باب ہے کہ تہبند کی جگہ، اسے کہاں ہونا چاہئے؟

3572- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ نُذَيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَسْفَلِ عَضَلَةِ سَاقِيْ اَوْ سَاقِهٖ فَقَالَ هٰذَا مَوْضِعُ الْاِزَارِ فَاِنْ اَبَيْتَ فَاَسْفَلَ فَاِنْ اَبَيْتَ فَاَسْفَلَ فَاِنْ اَبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْاِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اپنی پنڈلی کے موٹے حصے سے نیچے والے حصے کو پکڑا اور ارشاد فرمایا! یہ تہہ بند کی جگہ ہے' اگر تم یہ نہ چاہو' تو اس سے ذرا نیچے کرلو اگر یہ بھی نہ چاہو' تو اس سے ذرا نیچے کرلو اگر یہ بھی نہیں کرتے تو ٹخنوں میں تہہ بند کا کوئی حق نہیں ہے۔

3572م- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْاِسْحٰقَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ نُذَيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

3573- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ سَعِيْدٍ هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فِي الْاِزَارِ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ وَمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فِي النَّارِ يَقُوْلُ ثَلَاثًا لَّا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا

◆◆ علاء بن عبدالرحمٰن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کوئی بات سنی ہے' انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''مومن کا تہبند اس کی نصف پنڈلی تک ہونا چاہئے وہاں سے لے کر ٹخنوں کے درمیانی حصے میں کوئی گناہ نہیں ہے' لیکن جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہوگا''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

''جو شخص تکبر کے طور پر اپنے تہبند کو زمین پر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا''۔

3574- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ عَنْ

3572: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1783

3573: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4090

3574: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حُصَيْنِ بْنِ قَبِيصَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سُفْيَانَ بْنَ سَهْلٍ لَا تُسْبِلْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْبِلِيْنَ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے سفیان بن سہل! تم اپنے تہبند کو نہ گھسیٹو کیونکہ اللہ تعالیٰ کپڑا لٹکانے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے سے متعلق تحقیق کا بیان

علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ احادیث میں جر ثوب اور اسبال الازار کے الفاظ ہیں جر ثوب کا معنی ہے کپڑا گھسیٹنا۔ اور اسباب الازار کا معنی ہے تہبند کا ٹخنوں سے نیچے ہونا۔ اگر کوئی مرد جر ثوب کرے یعنی اس کا تہبند یا شلوار کا پانچہ ٹخنوں سے بہت نیچا ہو حتیٰ کہ اس کے قدموں کے نیچے سے گھسٹ رہا ہو تو یہ بغیر تکبر کے بھی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں بغیر کسی ضرورت اور بغیر کسی فائدہ کے کپڑے کو ضائع کرنا ہے سو یہ اسراف کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کپڑا قدموں کے نیچے زمین پر گھسٹتا رہے گا تو نجاست کے ساتھ آلودہ ہوگا اور کپڑے کو محل نجاست میں ڈالنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے کیوں کہ عہد رسالت میں عورتیں کپڑا گھسیٹ کر چلتی تھیں اور مردوں کے لیے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے اگر جر ثوب بغیر تکبر کے ہو پھر بھی مکروہ تحریمی ہے۔ حافظ ابن عبدالبر مالکی نے اس کو مذموم فرمایا ہے۔ (تمہید ج ۳ ص ۲۴۴)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۶۳) اور اگر جر ثوب (کپڑا گھسیٹنے) کے ساتھ تکبر بھی ہو تو یہ شدید مکروہ تحریمی ہے بلکہ حرام ہے اور اگر اسبال ازار ہو یعنی تہبند یا شلوار کا پانچہ ٹخنوں کے نیچے ہو لیکن اس کے قد اور قامت کے برابر ہو گھسٹ نہ رہا ہو تو اگر اس میں تکبر نہیں ہے صرف زینت کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں یہ صرف خلاف اولیٰ ہے اور اگر وہ اس کے ساتھ تکبر کرتا ہے اور اکڑ اکڑ کر چلتا ہے اور اتراتا ہے تو پھر یہ تکبر کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے یہ ملحوظ رہے کہ حرمت کی علت صرف تکبر ہے اگر ایک مرد نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھتا ہے اور اس کے ساتھ تکبر کرتا ہے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے زیادہ متقی اور پرہیزگار سمجھتا ہے اور ان کو حقیر سمجھتا ہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے بلکہ حرام ہے اس لیے حرمت میں اصل تکبر ہے۔

ہماری اس تحقیق کی تائید حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی اس عبارت میں ہے: اگر کسی شخص کا لباس بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہو تو اس کا حال مختلف ہے اگر وہ کپڑا اس ٹخنوں کے نیچے لٹک رہا ہو لیکن وہ کپڑا پہننے والے کے قد اور اس کی قامت کے برابر ہو تو اس میں تحریم ظاہر نہیں ہوگی خصوصاً جبکہ بلاقصد ایسا ہو (یعنی غیر ارادی طور پر تہبند یا شلوار پیٹ سے پھسل کر ٹخنوں سے نیچے لٹک گئی ہو) جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اس طرح واقع ہوا اور اگر کپڑا پہننے والے کے قد اور قامت سے زائد ہو تو اس سے منع کیا جائے گا کیونکہ اس میں اسراف ہے اور اس کو حرام کہا جائے گا اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس میں عورتوں کی مشابہت ہے اور یہ پہلی وجہ سے زیادہ قوی وجہ ہے۔ کیونکہ امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کے لباس کی نوع کا لباس پہنتا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس طرح کا لباس پہننے والا اس خدشہ سے محفوظ نہیں ہوگا کہ اس کے لباس پر نجاست لگ جائے (کیونکہ اس کا لباس قدموں کے نیچے گھسٹ رہا ہے) اور اس ممانعت کی طرف اشارہ اس حدیث میں ہے جس کو امام ترمذی نے شمائل (رقم الحدیث: ۱۲۱) میں اور امام نسائی نے سنن کبریٰ (رقم الحدیث: ۹۶۸۳۔۹۶۸۲) میں حضرت عبید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک تہبند باندھے ہوئے جا رہا تھا اور تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا ناگاہ ایک شخص نے کہا: اپنا کپڑا اوپر اٹھاؤ اس میں زیادہ صفائی اور زیادہ بقا ہے میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ تو ایک سیاہ اور سفید دھاریوں والا تہبند ہے (یعنی اس معمولی کپڑے میں تکبر کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کیا تمہارے لیے میری شخصیت میں نمونہ نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے آدھی پنڈلیوں تک تہبند باندھا ہوا تھا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۶۴)

اور اس وجہ سے بھی ممنوع ہے کہ کپڑا گھسیٹنے میں تکبر کی بدگمانی ہوتی ہے۔ (الی قولہ) قامت سے نیچے کپڑا لٹکانا کپڑا گھسیٹنے کو مستلزم ہے خواہ پہننے والے نے تکبر کا قصد نہ کیا ہو اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے احمد بن منیع نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم تہبند کو گھسیٹنے سے بچو کیونکہ تہبند کو گھسیٹنا تکبر سے ہے۔ (الخ)

(فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۶۴۔۲۶۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ انفال، لاہور)

شیخ انور شاہ کاشمیری ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک کپڑے کو گھسیٹنا مطلقاً ممنوع ہے اور امام شافعی نے ممانعت کو تکبر کی صورت میں منحصر کیا ہے اور اگر تکبر کے بغیر کپڑا گھسیٹا جائے تو وہ جائز ہے اور اس وقت یہ حدیث احکام لباس سے نہیں ہوگی اور حق کے زیادہ قریب فقہاء احناف کا مذہب ہے کیونکہ تکبر فی نفسہ ممنوع ہے اور اس کی کپڑا گھسیٹنے کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو فرمایا تھا کہ تم تکبر کی وجہ سے تہبند نہیں گھسیٹتے تو اس میں تکبر کو ایک مناسب علت کے طور پر بیان فرمایا ہے ہر چند کہ تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے تہبند گھسیٹنے کے جواز کی علت یہ تھی کہ جب تک وہ خوب احتیاط سے تہبند باندھیں ان کا تہبند پھسل جاتا تھا۔ البتہ عدم تکبر کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک زائد علت کے طور پر بیان فرمایا جو جواز کی مفید ہے اور اس کی تاکید کرتی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس مسئلہ کو پوچھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ممانعت بہ طور عموم تھی۔ (یعنی تکبر ہو یا نہ ہو گھسیٹنا ممنوع ہے) اور اگر ان کے نزدیک یہ ممانعت تکبر کی وجہ سے ہوتی تو پھر ان کے سوال کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سوال کیا تھا کہ یا رسول اللہ! میرے تہبند کی ایک جانب پھسل جاتی ہے الا یہ کہ میں اس کو خوب احتیاط سے باندھوں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۴) اور کسی مناسب امر کو بہ طور علت بیان کرنا معروف طریقہ ہے اور ہمارے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ تکبر سے تہبند گھسیٹنا اس شخص کے لیے ممنوع ہے جو مظبوطی سے تہبند باندھ سکتا ہو اس لیے فقط تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے۔

شیخ بدر عالم میرٹھی اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ شریعت نے صرف گھسیٹنے کو تکبر قرار دیا ہے کیونکہ جو لوگ اپنے کپڑوں کو گھسیٹتے ہیں وہ صرف تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور ہم نے اپنے زمانہ میں بھی اس کا تجربہ کیا ہے (مشاہدہ لکھنا چاہیے تھا۔ سعیدی غفرلہ) اور اگر ہمارے زمانہ میں اس طرح نہ ہوتا ہو تو عرب میں بہر حال اس طرح ہوتا تھا اور اب اس حکم میں سبب کو مسبب کے قائم مقام کرنا ہے (کپڑا گھسیٹنا سبب ہے اور تکبر مسبب ہے اور کپڑا گھسیٹنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ وہ تکبر کا سبب ہے۔ سعیدی غفرلہ) جیسے نیند حدث (وضو توڑنا) نہیں ہے لیکن وہ پٹھوں کے ڈھیلے ہونے کا سبب ہے جس سے عموماً ہوا خارج ہو جاتی ہے اس لیے نیند کو حدث کا سبب قرار دے دیا۔ اسی طرح سفر مشقت کے قائم مقام ہے اور مباشرت فاحشہ بھی کسی چیز کے نکلنے کا عادتاً سبب ہے اس لیے مباشرت فاحشہ کو حدث اکبر کا سبب قرار دے دیا۔ اسی طرح کپڑا گھسیٹنا بھی تکبر کا سبب ہے اور یہ ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا ادراک کرنا مشکل ہے جیسے سفر میں مشقت اور نیند میں حدث اور مباشرت فاحشہ میں کسی چیز کا نکلنا۔ اس لیے کپڑا گھسیٹنے پر ممانعت کا حکم لگا دیا گیا علاوہ ازیں ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ظاہر کا باطن میں اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے نیک اور اچھے نام رکھنے کا حکم ہے اور جس شخص نے کپڑا گھسیٹا وہ اس بات سے محفوظ نہیں ہے کہ اس کے باطن میں تکبر سرایت کر جائے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ حکم دیا ہے کہ نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھو۔ اور اگر تم انکار کرو تو ٹخنوں میں تمہارا حق نہیں ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۸۳ سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۳۴۴)

اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ حدیث احکام لباس سے ہے اور ٹخنوں سے نیچے ہمارا حق نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ممانعت میں تکبر کی خصوصیت نہیں ہے اور اس سے بھی زیادہ واضح یہ ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عورتوں کو بھی ایک بالشت سے زیادہ لباس لٹکانے کی اجازت نہیں دی حالانکہ ان کو لباس لٹکانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور انہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کے متعلق سوال کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جواب میں تکبر یا عدم تکبر کا فرق نہیں کیا۔

(فیض الباری مع الحاشیہ ج ۴ ص ۳۶،۳۷،۳۸ مطبوعہ مجلس علمی سورت ھند ۱۳۵۷ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں۔ پائنچوں کا کعبین (ٹخنوں) سے نیچا ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہ عجب و تکبر ہے تو قطعاً ممنوع و حرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر کو لٹکایا قیامت کے دن اللہ عزوجل اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، امام نسائی اور امام ترمذی نے بھی الفاظ متقاربہ کے ساتھ اسی طرح روایت کیا ہے اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے جیسے کہ تکبر کی قید سے تم کو خود معلوم ہوگا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری ازار ایک جانب سے لٹک جاتی ہے فرمایا تو ان میں سے نہیں ہے جو ایسا براہ تکبر کرتا ہو احادیث میں جو اس پر وعید ہے اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بہ تکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں مگر علماء درصورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے اگر اسبال تکبر سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح غرائب میں ہے۔

بالجملہ اسبال اگر براہ عجب وتکبر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولیٰ نہ حرام و مستحق وعید اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ پائنچے جانب پاشنہ نیچے ہوں اور اگر اس طرف کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں اس طرح کا لٹکانا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ خود حضور سرور عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ثابت ہے۔ امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عکرمہ نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر باندھی اور اگلی جانب سے چادر ان کے قدم کی پشت پر تھی اور چادر کی پچھلی جانب اوپر اٹھی ہوئی تھی میں نے پوچھا آپ نے اس طرح چادر کیوں باندھی ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس طرح چادر باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۹۶) اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور عدول ہیں جن سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں اس جگہ سے معلوم ہوا کہ اسبال کی نفی میں ایک جانب سے اونچا کرنا کافی ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ ہاں اس میں شبہ نہیں کہ نصف ساق تک پائنچوں کا ہونا بہتر وعزیمت ہے اکثر ازار پر انوار سید الابرار یہیں تک ہوتی تھی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۱۲۵ ایضاً ص ۱۱۰، ۲۹۵ مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۸ء)

تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس رکھنے کے جواز پر شافعی مالکی اور حنبلی فقہاء کی تصریحات

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں: امام شافعی نے یہ تصریح کی ہے کہ کپڑا لٹکانے کی تحریم تکبر کے ساتھ خاص ہے۔ ظواہر احادیث کا یہی تقاضا ہے اور اگر بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے تو پھر یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (شرح الطیبی ج ۸ ص ۲۰۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۳ھ)

علامہ نووی شافعی اور علامہ کرمانی شافعی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۱۹۵ مطبوعہ کراچی شرح کرمانی للبخاری ج ۲۱ ص ۵۳ مطبوعہ بیروت)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: (موطا امام مالک کی) یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص نے بغیر تکبر کے اپنے تہبند کو گھسیٹا (یعنی تہبند اتنا دراز تھا کہ زمین پر گھسٹ رہا تھا) اور نہ اس میں کوئی اکڑ تھی تو اس کو وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی۔ البتہ تہبند قمیص اور باقی کپڑوں کو گھسیٹتے ہوئے چلنا ہر حال میں مذموم ہے اور جو تکبر سے کپڑا گھسیٹے اس کو یہ وعید بہر حال لاحق ہوگی۔

(التمہید ج ۳ ص ۲۴۴ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور فتح المالک بتبویب التمہید لابن عبدالبر ج ۹ ص ۳۸۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

نیز حافظ ابن عبدالبر مالکی الاستذکار میں تحریر فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص نے اپنے تہبند یا کپڑے کو تکبر یا اکڑ سے نہیں گھسیٹا تو اس کو یہ وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی اور خیلاء اور بطر کا معنی ہے تکبر کرنا اکڑ کر چلنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔ (الاستذکار ج ۲۶ ص ۱۸۷، ۱۸۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ)

بَاب لُبْسِ الْقَمِيْصِ

یہ باب قمیص پہننے کے بیان میں ہے

3575- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ تُمَيْلَةَ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ ثَوْبٌ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقَمِيْصِ

سیدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کوئی کپڑا ایسا نہیں تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قمیص سے زیادہ محبوب ہو۔

شرح

قمیص کی پسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو اس کے پہننے سے جسم کے اعضاء اچھی طرح ڈھک جاتے ہیں اور دوسرے وہ بہت ہلکا اور جسم کے لئے آرام دہ ہوتا ہے اور تیسرے یہ کہ کرتا پہننے سے آدمی متواضع و منکسر معلوم ہوتا ہے اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسندیدہ و مرغوب رہی ہوگی اس میں یقیناً وہ اسرار و انوار ہوں گے جو اس کے علاوہ کسی چیز میں نہیں ہونگے جیسا کہ تمام مستحبات کا حکم ہے۔

بَاب طُوْلِ الْقَمِيْصِ كَمْ هُوَ

یہ باب ہے کہ لمبی قمیص ہونا، اسے کتنا ہونا چاہئے؟

3576- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ رَوَّادٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِسْبَالُ فِي الْاِزَارِ وَالْقَمِيْصِ وَالْعِمَامَةِ مَنْ جَرَّ شَيْئًا خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَا اَغْرَبَهٗ

سالم اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تہبند، قمیص اور عمامے کو لٹکایا جاتا ہے، جو شخص کسی بھی چیز کو تکبر کے طور پر لٹکائے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا''۔

ابوبکر نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، یہ روایت کتنی نادر ہے۔

بَاب كُمِّ الْقَمِيْصِ كَمْ يَكُوْنُ

یہ باب ہے کہ قمیص کی آستین، اسے کتنا ہونا چاہئے؟

3577- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيْمٍ الْاَوْدِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ

3575: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4025' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 4026' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1762

3576: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4094

مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ ح و حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبِی عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ قَمِيصًا قَصِيرَ الْيَدَيْنِ وَالطُّولِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قمیص پہنی جس کے بازو چھوٹے تھے اور اس کی لمبائی بھی کم تھی۔

بَاب حَلِّ الْاَزْرَارِ

یہ باب بٹن کھولنے کے بیان میں ہے

3578 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ دُكَيْنٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُشَيْرٍ حَدَّثَنِیْ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ وَاِنَّ زِرَّ قَمِيصِهٖ لَمُطْلَقٌ قَالَ عُرْوَةُ فَمَا رَاَيْتُ مُعَاوِيَةَ وَلَا ابْنَهٗ فِیْ شِتَاءٍ وَّلَا صَيْفٍ اِلَّا مُطْلَقَةً اَزْرَارُهُمَا

معاویہ بن قرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کا بٹن کھلا ہوا تھا۔

عروہ نامی راوی کہتے ہیں: میں نے معاویہ بن قرہ اور ان کے صاحبزادے دونوں کو دیکھا ہے وہ سردی اور گرمی ہر موسم میں بٹن کو کھلا رکھتے تھے۔

بَاب لُبْسِ السَّرَاوِيلِ

یہ باب شلوار پہننے کے بیان میں ہے

3579 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ اَتَانَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاوَمَنَا سَرَاوِيلَ

حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ ایک پاجامے کا سودا طے کیا۔

بَاب ذَيْلِ الْمَرْاَةِ كَمْ يَكُوْنُ

یہ باب ہے کہ عورت کا دامن کہاں تک ہونا چاہیے

3577: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3578 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4082

3580 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ تَجُرُّ الْمَرْاَةُ مِنْ ذَيْلِهَا قَالَ شِبْرًا قُلْتُ اِذًا يَنْكَشِفُ عَنْهَا قَالَ ذِرَاعٌ لَا تَزِيْدُ عَلَيْهِ

◆◆ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: عورت اپنے دامن کو کہاں تک گھسیٹے گی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بالشت، میں نے عرض کی: اس صورت میں تو اس کی بے پردگی ہوگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بالشت اس سے زیادہ نہیں۔

3581 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ عَنْ اَبِى الصِّدِّيْقِ النَّاجِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُخِّصَ لَهُنَّ فِى الذَّيْلِ ذِرَاعًا فَكُنَّ يَاْتِيْنَا فَنَذْرَعُ لَهُنَّ بِالْقَصَبِ ذِرَاعًا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اس بات کی اجازت دی گئی تھی کہ وہ ایک بالشت تک دامن گھسیٹ سکتی ہیں۔

وہ ہمارے ہاں آیا کرتی تھیں ہم نے بانس کے ذریعے ان کی پیائش کی تو وہ ایک بالشت تھا۔

3582 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِى الْمُهَزِّمِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ اَوْ لِاُمِّ سَلَمَةَ ذَيْلُكِ ذِرَاعٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یا سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا تھا: تمہارا دامن ایک بالشت ہونا چاہیے۔

3583 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا حَبِيْبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ اَبِى الْمُهَزِّمِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِىْ ذُيُوْلِ النِّسَاءِ شِبْرًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ اِذًا تَخْرُجَ سُوْقُهُنَّ قَالَ فَذِرَاعٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: خواتین کا دامن ایک بالشت ہونا چاہیے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اگر عورت نے بازار جانا ہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ ایک ہاتھ ہونا چاہیے۔

3580: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4118

3581: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4119

3582: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3583: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَاب الْعِمَامَةِ السَّوْدَاءِ

یہ باب سیاہ عمامہ پہننے کے بیان میں ہے

3584- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

◆◆ جعفر بن عمرو اپنے والد کا یہ قول نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

3585- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

3586- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ اَنْبَاَنَا مُوْسَى بْنُ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن جب نبی اکرم ﷺ (مکہ مکرمہ میں) داخل ہوئے' تو آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

شرح

عمامہ کے متعلق اقوال صحابہ

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ فرماتے ہیں: اَلْعَمَائِمُ تِيجَانُ الْعَرَبِ یعنی عمامے عرب کے تاج ہیں۔ (البیان والتبیین، باب من کلام المحذوف)

امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضی كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيم فرماتے ہیں: تَمَامُ جَمَالِ الرَّجُلِ فِي عِمَّتِهِ یعنی آدمی کے حُسن و جمال کی تکمیل اس کے عمامے سے ہی ہوتی ہے۔ (الآداب الشرعیۃ، فصل فی انواع اللباس)

بَاب اِرْخَاءِ الْعِمَامَةِ بَيْنَ الْكَتِفَيْنِ

یہ باب دونوں کندھوں کے درمیان عمامہ لٹکانے کے بیان میں ہے

3587- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ مُسَاوِرٍ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ اَرْخٰى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ

3586: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جعفر بن عمرو اپنے والد کا یہ قول نقل کرتے ہیں: گویا میں اس وقت بھی نبی اکرم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا جس کے دونوں کنارے آپ ﷺ نے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔

شرح

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو عمامہ بندھوایا تو اس کا شملہ میرے آگے اور میرے پیچھے (دونوں طرف) لٹکایا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 269)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پگڑی کے دونوں سروں کا شملہ چھوڑ کر ایک کو سینہ اور دوسرے کو پیٹھ پر لٹکایا۔ واضح رہے کہ عمامہ باندھنا سنت ہے اور اس کی فضیلت میں بہت زیادہ حدیثیں منقول ہیں، بلکہ ایک روایت میں جو اگرچہ ضعیف ہے یہاں تک منقول ہے کہ عمامہ باندھ کر پڑھی جانے والی دو رکعتیں بغیر عمامہ کے پڑھی جانے والی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ عمامہ میں شملہ چھوڑنا افضل ہے لیکن دائمی طور پر نہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو شملہ چھوڑتے تھے اور کبھی نہیں چھوڑتے تھے، اسی طرح بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کا شملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن سے نیچے تک لٹکا ہوتا تھا اور بعض دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ عمامہ کا ایک سرا عمامہ ہی میں اڑس دیتے تھے اور دوسرا چھوڑ دیتے تھے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کا شملہ اکثر اوقات میں پیٹھ پر پڑا ہوتا تھا اور کبھی کبھی دائیں طرف بھی لٹکا لیتے تھے۔

اور کنز میں لکھا ہے کہ شملہ کو مونڈھوں کے درمیان چھوڑنا مستحب ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے شملہ کی لمبائی کم سے کم ایک بالشت اور زیادہ سے زیادہ ہاتھ بھر ہونی چاہئے اس سے زائد لمبا شملہ چھوڑنا بدعت ہے اور اس کے خلاف ورزی ہے جس کے ذریعہ اسبال واسرف سے منع کیا گیا ہے چنانچہ مقررہ حد سے زائد لمبائی اگر غرور وتکبر کے طور پر ہوگی تو وہ حرام شمار ہوگی ورنہ مکروہ اور خلاف سنت! نیز محدثین نے یہ لکھا ہے کہ شملہ چھوڑنے کو صرف نماز کے وقت کے ساتھ مختص کرنا بھی سنت کے خلاف ہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ شملہ چھوڑنا فقہی اعتبار سے مستحب ہے جس کا تعلق سنت زائدہ سے ہے سنت ہدی سے نہیں اس لئے اس (شملہ چھوڑنے) کے ترک میں کوئی گناہ یا برائی نہیں ہے اگرچہ اس کو اختیار کرنے میں ثواب وفضیلت ہے، جن حضرات نے شملہ چھوڑنے کو سنت مؤکدہ کہا ہے ان کا یہ قول ہے تحقیق وروایت کے خلاف ہے۔

حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمارے اور مشرکوں کے درمیان (ایک) فرق یہ (بھی) ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔ ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد درست نہیں۔ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 270)

حدیث کی عبارت کے دو معنی محتمل ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ ہم (مسلمان) تو ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں جب کہ مشرک لوگ بغیر ٹوپیوں کے (یعنی ننگے سر پر) عمامہ باندھتے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ۔ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں جب کہ مشرک لوگ عمامہ باندھتے ہی نہیں صرف ٹوپی پہنتے ہیں۔

شارحین نے لکھا ہے کہ ان دونوں معنوں میں سے پہلے ہی معنی مراد ہیں کیونکہ اس زمانہ کے مشرکین کا عمامہ باندھنا تو تحقیق

کے ساتھ معلوم ہے لیکن ان کا صرف ٹوپی پہننا ثابت نہیں ہے۔ اگرچہ ملا علی قاری نے خدری سے نقل کیا ہے کہ دوسرے معنی بھی مراد لئے جاسکتے ہیں نیز انہوں نے کہا ہے کہ بعض علماء کے قول کے مطابق سنت یہ ہے کہ ٹوپی اور عمامہ استعمال کیا جائے صرف ٹوپی پہننا مشرکین کی علامت ہے۔

بَاب كَرَاهِيَةِ لُبْسِ الْحَرِيْرِ

یہ باب ریشم پہننے کی کراہت میں ہے

3588- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِی الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِی الْاٰخِرَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص دنیا میں ریشم پہنتا ہے وہ آخرت میں اسے نہیں پہنے گا''۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ریشم پہننے والا شخص آخرت کے عقیدہ کا حصہ دار نہیں ہوتا یا یہ کہ دنیا میں ریشم پہننے والے کو آخرت (جنت) میں ریشم پہننا نصیب نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اوپر کی حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ لم یلبسہ فی الاخرۃ یعنی وہ آخرت میں ریشم نہیں پہنے گا اس اعتبار سے اس ارشاد گرامی کا مقصد کنایۃً یہ بیان کرنا ہے کہ ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ آیت (ولباسہم فیہا حریر) لہٰذا کافر کے حق میں تو یہ بات بالکل ظاہر ہے البتہ مسلمانوں کے حق میں یہ بات بطریق تغلیظ کے ہوگی کہ اس بات کے ذریعہ اس حقیقت کو شدت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ جو مسلمان دنیا میں ریشم پہنے گا وہ شروع میں جنت میں داخل نہیں ہوگا یا یہ کہ وہ اس وقت تک جنت میں نہیں ہوگا جب تک کہ دوسرے بدکاروں کے ساتھ وہ بھی دوزخ کی آگ کے لباس کا عذاب نہ بھگت لے گا۔

3589- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِیِّ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِی الشَّعْثَاءِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدِّيْبَاجِ وَالْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیباج' حریر اور استبرق (ریشم کی مختلف قسموں) کو پہننے سے منع کیا ہے۔

3590- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالذَّهَبِ وَقَالَ هُوَ لَهُمْ فِی الدُّنْيَا وَلَنَا فِی الْاٰخِرَةِ

3588. اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث:5392

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم اور سونا پہننے سے منع کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ان (کفار) کے لیے دنیا میں ہے اور ہمارے لیے آخرت میں ہوگا۔

3591- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَاٰی حُلَّةً سِيَرَاءَ مِنْ حَرِيْرٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ ابْتَعْتَ هٰذِهِ الْحُلَّةَ لِلْوَفْدِ وَلِيَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے، ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک ریشمی حلہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفود سے ملاقات کے لیے اور جمعے کے دن کے لیے اس حلے کو خرید لیں (تو یہ مناسب ہوگا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اسے وہ شخص پہنے گا' جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا''۔

شرح

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا کہ ہم سونے چاندی کے برتنوں میں پئیں اور ان میں کھائیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر دیبا (ایک قسم کا ریشمی کپڑا) پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (بخاری ومسلم مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 253)

سونے چاندی کے برتنوں وغیرہ میں کھانے پینے اور ریشمی کپڑے پہننے کے بارے میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ ریشمی کپڑے کا استعمال جس طرح مردوں کے لئے حرام ہے اسی طرح اس کو بچوں کو بھی پہننا حرام ہے اور پہنانے والوں کو گناہ ہوتا ہے۔

اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ ریشمی کپڑے کو بچھونے میں استعمال کرنا اور اس پر سونا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا اسی طرح اگر تکیہ کے غلاف اور پردے ریشمی کپڑے کے ہوں تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ جب کہ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد نے ان سب کو مکروہ کہا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ (حدیث میں مردوں کے لئے ریشمی کپڑے پہننے اور ریشمی کپڑے پر بیٹھنے کی جو ممانعت منقول ہے اس میں پہننے کی ممانعت تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک تحریم پر محمول ہے لیکن ریشمی کپڑے پر بیٹھنے کی) ممانعت صاحبین کے نزدیک تو تحریم ہی پر محمول ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک تنزیہہ پر محمول ہے کیونکہ ابھی اوپر ان کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ وہ ریشمی کپڑے کو بچھونے وغیرہ میں استعمال کرنے کے مسئلہ میں یہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جس کا مطلب یہ کہ ان چیزوں میں ریشمی کپڑے کا استعمال بہر حال احتیاط وتقویٰ کے خلاف ہے، کیونکہ کسی عمل کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کے کرنے میں " کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ ہونے کے شک سے بچنے کے لئے اس عمل کو نہ کرنا ہی بہتر ہے اس

3591: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

خوف کے سبب کہ شاید اس میں کوئی مضائقہ ہو اور یہی معنی اس مشہور حدیث کے بھی ہیں! دع مالا یریبک الی مالا یریبک یعنی اس کام کو چھوڑ دو جس میں شک ہو اور اس کام کو اختیار کرو جس میں شک نہ ہو بہر حال حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو چونکہ ایسی کوئی دلیل قطعی حاصل نہیں ہوئی جس کی بنیاد پر ریشمی کپڑے پر بیٹھنے یا سونے کو حرام قرار دیا جا سکے اور کپڑے پہننے کی ممانعت میں جو صریح نصوص (یعنی اس کی حرمت کے واضح احکام) منقول ہیں ان کے دائرہ حکم میں ریشمی کپڑے پر بیٹھنے کا مسئلہ نہیں آتا کیوں کہ پہننا اور بیٹھنا دو الگ الگ چیزیں ہیں کہ پہننے کا اطلاق بیٹھنے پر نہیں ہو سکتا اس لئے انہوں نے اس حدیث میں (ریشمی کپڑے پر بیٹھنے کی ممانعت کو نہی تنزیہہ پر محمول کیا ہے۔

بَاب مَنْ رُخِّصَ لَهُ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ

یہ باب ہے کہ وہ شخص جسے ریشم پہننے کی اجازت دی گئی ہے

3592- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِي عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ نَبَّاَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَلِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فِي قَمِيْصَيْنِ مِنْ حَرِيْرٍ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِمَا حِكَّةٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ریشم کی بنی ہوئی قمیص پہننے کی اجازت دی تھی کیونکہ انہیں تکلیف لاحق تھی ان دونوں حضرات کو خارش کی شکایت تھی۔

بَاب الرُّخْصَةِ فِي الْعَلَمِ فِي الثَّوْبِ

یہ باب کپڑے میں نقش و نگار کی اجازت ہونے میں ہے

3593- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ يَنْهٰى عَنِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ اِلَّا مَا كَانَ هٰكَذَا ثُمَّ اَشَارَ بِاِصْبَعِهٖ ثُمَّ الثَّانِيَةِ ثُمَّ الثَّالِثَةِ ثُمَّ الرَّابِعَةِ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا عَنْهُ

◆◆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے وہ ریشم اور دیباج پہننے سے منع کرتے تھے ماسوائے اس کے جو اس طرح ہو۔

راوی نے اپنی ایک انگلی کے ذریعے اشارہ کیا، پھر دو کے ذریعے کیا، پھر تین کے ذریعے کیا، پھر چار کے ذریعے کیا (یعنی چار انگلیوں کے برابر ریشمی پٹی استعمال کی جا سکتی ہے)

3592 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2919 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5396 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4056 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5325 ورقم الحدیث: 5326

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع کیا ہے۔

3594- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِیْ عُمَرَ مَوْلٰی اَسْمَآءَ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ اشْتَرٰی عِمَامَةً لَهَا عَلَمٌ فَدَعَا بِالْجَلَمَيْنِ فَقَصَّهُ فَدَخَلْتُ عَلٰی اَسْمَآءَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهَا فَقَالَتْ بُؤْسًا لِعَبْدِ اللّٰهِ يَا جَارِيَةُ هَاتِیْ جُبَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَتْ بِجُبَّةٍ مَكْفُوفَةِ الْكُمَّيْنِ وَالْجَيْبِ وَالْفَرْجَيْنِ بِالدِّيبَاجِ

ابوعمر جو سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا انہوں نے ایک عمامہ خریدا جس میں گوٹا لگا ہوا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قینچی منگوائی اور اسے کاٹ دیا پھر میں سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے ان کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا' تو وہ بولیں، عبداللہ کے لیے تو خرابی ہے اے لڑکی! تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ لے کر آؤ، وہ لڑکی وہ جبہ لے کر آئی جس کی آستین وگریبان اور سامنے کی کھلی جگہ کے دونوں کناروں پر ریشم لگا ہوا تھا۔

بَاب لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالذَّهَبِ لِلنِّسَآءِ

یہ باب خواتین کے ریشم اور سونا پہننے کے بیان میں ہے

3595- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِيْبٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِی الصَّعْبَةِ عَنْ اَبِی الْاَفْلَحِ الْهَمْدَانِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زُرَيْرٍ الْغَافِقِیِّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ يَقُوْلُ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرِيْرًا بِشِمَالِهٖ وَذَهَبًا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ رَفَعَ بِهِمَا يَدَيْهِ فَقَالَ اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰی ذُكُوْرِ اُمَّتِیْ حِلٌّ لِاِنَاثِهِمْ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ میں ریشم پکڑا اور دائیں ہاتھ میں سونا پکڑا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سمیت اپنے ہاتھ بلند کیے اور ارشاد فرمایا: یہ دونوں میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہیں اور خواتین کے لیے حلال ہیں۔

شرح

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دھاری دار ریشمی جوڑا (جو تہبند اور چادر پر مشتمل تھا بطور ہدیہ پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو میرے پاس بھیج دیا اور میں نے اس کو پہن لیا لیکن میں نے دیکھا کہ (اس جوڑے کو میرے بدن پر دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار پیدا ہو گئے ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اس جوڑے کو تمہارے پاس اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس کو پہن لو بلکہ میں نے

3595: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4057' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5159' ورقم الحدیث: 5160' ورقم الحدیث: 5161' ورقم الحدیث 5162

تو اس جوڑے کو تمہارے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ تم اس کو پھاڑ کر اوڑھنیاں بنالو اور ان اوڑھنیوں کو عورتوں میں تقسیم کر دو۔

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 254)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس جوڑے کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا تو وہ یہ سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوڑے کو میرے پہننے کے لئے بھیجا ہے کیونکہ اس کا پہننا جائز نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کیوں بھیجتے چنانچہ انہوں نے پہن لیا اور جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کا سبب یہ تھا کہ اس کپڑے میں اکثر حصہ یا سب کا سب ریشم تھا اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو پہن کر ایک شرعی حکم کی خلاف ورزی کی، یا یہ کہ اگر اس میں ریشم کم مقدار میں تھا اور اس وجہ سے اگرچہ اس کا پہننا جائز تھا لیکن بہر حال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان یہ نہیں تھی کہ وہ اس کو پہنتے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہوئے کہ انہوں نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ یہ کپڑا متقی و پرہیزگار لوگوں کا لباس نہیں ہو سکتا۔

3596- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ فَاخِتَةَ حَدَّثَنِيْ هُبَيْرَةُ بْنُ يَرِيْمَ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهُ اُهْدِيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةٌ مَكْفُوْفَةٌ بِحَرِيْرٍ اِمَّا سَدَاهَا وَاِمَّا لَحْمَتُهَا فَاَرْسَلَ بِهَا اِلَيَّ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَصْنَعُ بِهَا اَلْبَسُهَا قَالَ لَا وَلٰكِنِ اجْعَلْهَا خُمُرًا بَيْنَ الْفَوَاطِمِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک حلہ پیش کیا گیا جس میں ریشم بھی ملا ہوا تھا' یا تو اس کا تانا ریشم کا تھا یا بانا ریشم کا تھا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مجھے بجھوا دیا۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کا کیا کروں؟ کیا میں اسے پہن لوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی نہیں! بلکہ تم اس کے لیے فاطمہ نامی خواتین کی چادریں بنوا دو (یہاں فاطمہ نامی خواتین سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی کی والدہ سیّدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا ہیں)

3597- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْاَفْرِيْقِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ اِحْدٰى يَدَيْهِ ثَوْبٌ مِّنْ حَرِيْرٍ وَّفِي الْاُخْرٰى ذَهَبٌ فَقَالَ اِنَّ هٰذَيْنِ مُحَرَّمٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ حِلٌّ لِّاِنَاثِهِمْ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دست مبارک میں ریشمی کپڑا تھا اور دوسرے میں سونا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہیں اور میری امت کی خواتین کے لیے جائز ہیں۔

3596: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3597: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3598- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَيْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَ حَرِيْرٍ سِيَرَآءَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ریشم کی بنی ہوئی دھاری دار قمیص پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

بَاب لُبْسِ الْاَحْمَرِ لِلرِّجَالِ

یہ باب مردوں کے سرخ لباس کے بیان میں ہے

3599- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْقَاضِىْ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَجْمَلَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَرَجِّلًا فِىْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوبصورت ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا' جس نے بال سنوارے ہوئے ہوں اور اس نے سرخ حلہ پہنا ہوا ہو (یعنی سرخ حلہ پہن کر اور بال سنوار کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت لگتے تھے)۔

3600- حَدَّثَنَا اَبُوْعَامِرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ بَرَّادِ بْنِ يُوْسُفَ بْنِ اَبِىْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ قَاضِىْ مَرْوَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَاَقْبَلَ حَسَنٌ وَّحُسَيْنٌ عَلَيْهِمَا السَّلَام عَلَيْهِمَا قَمِيْصَانِ اَحْمَرَانِ يَعْثُرَانِ وَيَقُوْمَانِ فَنَزَلَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَهُمَا فَوَضَعَهُمَا فِىْ حِجْرِهٖ فَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ) رَاَيْتُ هٰذَيْنِ فَلَمْ اَصْبِرْ ثُمَّ اَخَذَ فِىْ خُطْبَتِهٖ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اسی دوران حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے جنہوں نے سرخ قمیصیں پہنی ہوئی تھیں وہ گر پڑتے تھے پھر کھڑے ہو جاتے تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (منبر سے) نیچے اترے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اٹھایا انہیں اپنی گود میں بٹھایا اور ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا ہے۔

"بے شک تمہارے اموال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔"

میں نے ان دونوں کو دیکھا تو مجھ سے صبر نہیں ہوا (راوی کہتے ہیں:) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ آگے شروع کیا۔

3598: اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5311

3599: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3600 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1109 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3774 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 1412' ورقم الحدیث 1584

بَاب كَرَاهِيَةِ الْمُعَصْفَرِ لِلرِّجَالِ

یہ باب ہے کہ مردوں کے لیے معصفر استعمال کرنا مکروہ ہے

3601- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سُهَيْلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُفَدَّمِ قَالَ يَزِيْدُ قُلْتُ لِلْحَسَنِ مَا الْمُفَدَّمُ قَالَ الْمُشْبَعُ بِالْعُصْفُرِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "مفدم" سے منع کیا ہے۔

یزید نامی راوی کہتے ہیں: (میں نے اپنے استاد) حسن بن سہیل سے دریافت کیا: مفدم سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: انتہائی سرخ کپڑا۔

3602- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ نَهَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اَقُوْلُ نَهَاكُمْ عَنْ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میں یہ نہیں کہتا: تمہیں "کسم" سے رنگا ہوا کپڑا پہننے سے منع کیا ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کسم کے رنگے ہوئے دو کپڑوں میں دیکھا تو فرمایا کہ۔ یہ کافروں کا لباس ہے (کہ نہ وہ حلال وحرام میں تمیز کرتے ہیں اور نہ مرد وعورت کے لباس میں فرق کرتے ہیں) لہٰذا تم ان کو نہ پہنو۔ "اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ "کیا ان کو دھو ڈالوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "(نہیں) بلکہ جلا ڈالو۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 258)

شارحین نے لکھا ہے کہ جلا ڈالنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس بات کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا تھا کہ ان کپڑوں

3601: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3602: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 1076' ورقم الحدیث: 1077' ورقم الحدیث: 1078' ورقم الحدیث: 1080' ورقم الحدیث' 1081' ورقم الحدیث 5404' ورقم الحدیث 5405' ورقم الحدیث 5406' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 4044' ورقم الحدیث: 4045' ورقم الحدیث 4046' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 264' ورقم الحدیث: 1725' ورقم الحدیث: 1137' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 1042' ورقم الحدیث 1043' ورقم الحدیث 1118' ورقم الحدیث: 5189' ورقم الحدیث: 5190' ورقم الحدیث: 5192' ورقم الحدیث: 5193' ورقم الحدیث 5194' ورقم الحدیث 5195' ورقم الحدیث: 5196' ورقم الحدیث: 5197' ورقم الحدیث: 5283' ورقم الحدیث: 5284' ورقم الحدیث 5285' ورقم الحدیث 5286' ورقم الحدیث 5287' ورقم الحدیث: 5333' اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 3642

کو کسی بھی صورت سے اپنی ملکیت اور اپنے قبضے سے نکال دو، خواہ اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دو، یا کسی کو ہبہ کر دو غرضکہ جس طرح بھی ہو ان کو اپنے پاس سے جدا کر دو۔ جہاں تک اس باب کا تعلق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کپڑوں کو دھوڈالنے کا حکم کیوں نہیں دیا تو اس کا سبب یہ تھا کہ کسم کا رنگا ہوا کپڑا اگرچہ مردوں کے لئے حرام و مکروہ ہے لیکن عورتوں کے لئے مکروہ نہیں ہے لہذا اس کو دھوڈالنے کی صورت میں گویا اپنے مال کو ناقص کر دینا یا ضائع کر ڈالنا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ حکم کے ذریعہ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ ان کپڑوں کو چاہئے اپنی عورتوں کو دے دو چاہے بیچ ڈالو اور چاہے دوسروں کی عورتوں کو ہبہ کر دو کہ وہ ان کپڑوں سے فائدہ اٹھائیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہ نظر ظاہر یہ حکم دیا گیا اور انہوں نے ان کپڑوں کو جلا دیا۔ اور پھر جب اگلے دن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کے بارے میں عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے وہ کپڑے اپنی عورتوں کو کیوں نہیں پہنا دیئے کیونکہ ایسے کپڑوں کا پہننا عورتوں کے لئے درست ہے۔ "اس روایت کی بنا پر شارحین نے "جلا ڈالنے " کو اس کے ظاہری حکم کے خلاف پر محمول کیا ہے اور بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ جلا ڈالنے کا حکم اصل میں اس بات کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا ہے کہ ان کپڑوں سے کسم کے رنگ کو ختم کر دیا جائے تو یہ قول روایت کے مفہوم سے بھی مطابقت نہیں رکھتا اور روایت کے بھی خلاف ہے۔ واضح رہے کہ مردوں کو کسم کے رنگے ہوئے کپڑے پہننے کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں، بعض علماء اس کو مطلق حرام کہتے ہیں اور بعض حضرات مباح کہتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر کپڑے کو بننے کے بعد کسم میں رنگا گیا ہو تو اس کا پہننا حرام ہوگا اور اگر سوت کو رنگنے کے بعد اس کا کپڑا بنا گیا ہو تو اس کا پہننا مباح ہوگا، بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر اس (کسم) کی بو زائل ہوگئی تو مباح ہوگا ورنہ حرام اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ کسم کے رنگے ہوئے کپڑوں کو مجلسوں وغیرہ میں پہننا تو مکروہ ہے، البتہ اگر گھر میں پہنا جائے تو درست ہے جہاں تک حنفیہ کا تعلق ہے تو ان کے مسلک میں مختار قول یہ ہے کہ کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مکروہ تحریمی ہے اور اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کسم کے علاوہ دوسرے سرخ رنگ کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں شیخ قاسم حنفی نے جو مصر کے متاخرین علماء حنفیہ میں بہت بڑی حیثیت کے مالک گزرے ہیں اور قسطلانی کے استاد ہیں، فتویٰ دیا ہے کہ اصل میں رنگ کے سبب سے ہے لہذا ہر سرخ رنگ مردوں کے لئے حرام و مکروہ ہے۔

3603- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ الْغَازِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةِ اَذَاخِرَ فَالْتَفَتَ اِلَيَّ وَعَلَيَّ رَيْطَةٌ مُضَرَّجَةٌ بِالْعُصْفُرِ فَقَالَ مَا هٰذِهٖ فَعَرَفْتُ مَا كَرِهَ فَاَتَيْتُ اَهْلِيْ وَهُمْ يَسْجُرُوْنَ تَنُّوْرَهُمْ فَقَذَفْتُهَا فِيْهِ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا فَعَلَتِ الرَّيْطَةُ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَلَا كَسَوْتَهَا بَعْضَ اَهْلِكَ فَاِنَّهٗ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ لِلنِّسَآءِ

●● عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ اذاخر والی پہاڑی کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آرہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے میں نے ایک باریک ملائم کپڑا پہنا ہوا تھا جو سرخ

3603 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4066

(یا زرد) رنگ کا تھا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ مجھے اندازہ ہوگیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے پسند نہیں کیا۔
میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا وہ اس وقت تنور گرم کر رہے تھے، میں نے وہ کپڑا اس میں پھینک دیا۔
اگلے دن میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: اے عبداللہ! تم نے اس کپڑے کا کیا کیا؟ میں نے آپ کو بتایا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اپنے گھر کی خواتین میں سے کسی کو پہننے کے لیے اسے کیوں نہیں دیا، خواتین کے لیے اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَاب الصُّفْرَةِ لِلرِّجَالِ

یہ باب مردوں کیلئے زرد رنگ استعمال کرنے کے بیان میں ہے

3604 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ شُرَحْبِيلَ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْنَا لَهُ مَاءً يَتَبَرَّدُ بِهِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَيْتُهُ بِمِلْحَفَةٍ صَفْرَاءَ فَرَاَيْتُ اَثَرَ الْوَرْسِ عَلٰى عُكَنِهِ

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے' تو ہم نے آپ ﷺ کے لیے پانی رکھا تا کہ آپ ﷺ اس کے ذریعے ٹھنڈک حاصل کریں نبی اکرم ﷺ نے غسل کیا میں آپ ﷺ کی خدمت میں زرد رنگ کی چادر لے کر حاضر ہوا تو میں نے نبی اکرم ﷺ کے پیٹ کی سلوٹ پر ورس کا نشان دیکھا ہے۔

بَاب اِلْبَسْ مَا شِئْتَ مَا اَخْطَاَكَ سَرَفٌ اَوْ مَخِيلَةٌ

یہ باب ہے کہ تم جو چاہو لباس پہنو جبکہ اس میں اسراف یا تکبر نہ ہو

3605 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَتَصَدَّقُوْا وَالْبَسُوْا مَا لَمْ يُخَالِطْهُ اِسْرَافٌ اَوْ مَخِيلَةٌ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کھاؤ، پیو، صدقہ کرو، پہنو! جب کہ اس میں فضول خرچی یا تکبر کی آمیزش نہ ہو۔

بَاب مَنْ لَبِسَ شُهْرَةً مِّنَ الثِّيَابِ

یہ باب ہے کہ جو شخص مشہور ہونے کے لیے کوئی کپڑا پہنے

3606 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْوَاسِطِيَّانِ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا

شَرِيْكٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ مُهَاجِرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ اَلْبَسَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص مشہور ہونے کے لیے کوئی کپڑا پہنے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرنے والا کپڑا پہنائے گا۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی عزت طلبی اور اپنی بڑائی کے اظہار کی غرض سے اعلی ونفیس لباس پہنے یعنی اس کا مقصد یہ ہو کہ لوگ میرے جسم پر اعلی لباس دیکھ کر میری عزت کریں اور مجھے شہرت و بڑائی ملے تو ایسے کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلیل وحقیر کپڑا پہنائے گا، یعنی اس کو اس کپڑے کے ذریعہ ذلیل و بے عزت کرے گا اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دنیا میں ایسا لباس پہنے گا جس سے تواضع اور بے نفسی ظاہر ہوتی ہو (یعنی جس کو دنیا دار لوگ ذلیل وحقیر لباس سمجھتے ہوں اس کو اللہ تعالیٰ عقبی میں عزت وعظمت کا لباس پہنائے گا۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ شہرت کے کپڑے سے مراد وہ حرام کپڑے ہیں کہ جن کا پہننا مباح نہیں ہے بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ کپڑا مراد ہے جو از راہ تمسخر و مذاق یعنی لوگوں کو ہنسانے کے لئے پہنے، یا وہ کپڑا مراد ہے جو اپنے زہد و پارسائی کے اظہار کے لئے پہنے اسی طرح بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں دراصل "اعمال" کو کپڑے سے تعبیر کیا گیا ہے، یعنی مراد یہ ہے کہ جو شخص ازراہ ریا یعنی محض دکھانے سنانے کے لئے اچھے اعمال کرے تا کہ ان کی وجہ سے دنیا والوں کی شہرت وعزت حاصل ہو تو قیامت کے دن اس کا حشر یہ ہوگا! بہر حال حدیث کے سیاق کو دیکھتے ہوئے یہ بات بلاشک کہی جاسکتی ہے کہ وہی مراد ومطلب زیادہ صحیح ہے جس کو پہلے بیان کیا گیا ہے۔

3607- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِى الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ الْمُهَاجِرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِى الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ اَلْهَبَ فِيْهِ نَارًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص دنیا میں مشہور ہونے کے لیے کوئی کپڑا پہنے گا' تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ذلت کا لباس پہنائے گا اور پھر اس میں آگ بھڑکا دے گا''۔

3608- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ يَزِيْدَ الْبَحْرَانِىُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعُ بْنُ مُحْرِزٍ النَّاجِىُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ جَهْمٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ اَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى يَضَعَهُ

3606 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث:4029' ورقم الحدیث:4030

3608 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

مَتٰی وَضَعَهٗ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص مشہور ہونے کے لیے کوئی کپڑا پہنتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس سے اعراض کرتا ہے اور اس وقت تک اعراض کرتا رہتا ہے' جب تک وہ اسے اتار نہیں دیتا خواہ وہ اسے جب بھی اتارے''۔

بَاب لِبْسِ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ اِذَا دُبِغَتْ

یہ باب ہے کہ جب مردار کی کھال کی دباغت کرلی گئی ہو' تو اسے پہننا

3609- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَعْلَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَيُّمَا اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جس چمڑے کی دباغت کرلی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے''۔

3610- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ شَاةً لِمَوْلَاةِ مَيْمُوْنَةَ مَرَّ بِهَا يَعْنِى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُعْطِيَتْهَا مِنَ الصَّدَقَةِ مَيْتَةً فَقَالَ هَلَّا اَخَذُوْا اِهَابَهَا فَدَبَغُوْهُ فَانْتَفَعُوْا بِهٖ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ اِنَّمَا حُرِّمَ اَكْلُهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی کنیز کی بکری کے پاس سے نبی اکرم ﷺ گزرے وہ بکری اس کنیز کو صدقے کے طور پر دی گئی تھی اور اس وقت مرچکی تھی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اس کی کھال کیوں نہیں حاصل کرتے؟ کہ اس کی دباغت کر کے اسے استعمال کرلو۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ تو مردار ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے کھانا حرام قرار دیا گیا ہے۔

3611- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ كَانَ لِبَعْضِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ شَاةٌ فَمَاتَتْ فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا فَقَالَ مَا ضَرَّ اَهْلَ هٰذِهٖ لَوِ انْتَفَعُوْا بِاِهَابِهَا

3609: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 810' ورقم الحدیث: 811' ورقم الحدیث: 812' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4133' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1728' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4252' ورقم الحدیث: 4253

3610: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 804' ورقم الحدیث: 808' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4120' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4245' ورقم الحدیث: 4247

3611: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کسی ایک اُمّ المومنین کی ایک بکری تھی وہ مرگئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اس کے مالکان کو کوئی نقصان نہ ہوتا اگر وہ لوگ اس کی کھال کے ذریعے فائدہ حاصل کرتے۔"

3612- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ يَزِيْدَ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّسْتَمْتَعَ بِجُلُوْدِ الْمَيْتَةِ اِذَا دُبِغَتْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ جب مردار کی کھال کی دباغت کر لی جائے تو اسے استعمال کرلیا جائے۔

دباغت کھال کا بیان

ہر وہ کھال جس کو دباغت دی گئی ہو پس وہ پاک ہوگئی۔ اور اس میں نماز جائز ہے۔ اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ سوائے اس کھال کے جو آدمی کی ہو یا خنزیر ہو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ہر دباغت کی گئی کھال پاک ہوگئی۔ یہ حدیث اپنے عموم کے سبب مردار کی کھال کے بارے میں امام مالک علیہ الرحمہ پر حجت ہے۔ اور اس نہی سے کوئی معارضہ نہیں کیا جائے گا جو مردار سے نفع حاصل کرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مردار کے کھال سے نفع حاصل نہ کرو کیونکہ اہاب غیر دباغت والی کھال کا نام ہے۔ اور کتے کی کھال میں امام شافعی علیہ الرحمہ پر حجت ہے۔ اور وہ نجس العین بالکل نہیں۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ کتے سے نگرانی اور شکار کے طور پر نفع حاصل کیا جاتا ہے بر خلاف سور کے کیونکہ وہ نجس العین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "فانہ رجس" میں ضمیر "ہ" کا مرجع خنزیر ہے۔ کیونکہ یہی قریب ہے۔ اور آدمی کے اجزاء سے حصول نفع کا حرام ہونا اس کی عزت کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا ہماری بیان کردہ روایت سے یہ دونوں کھالیں خارج ہوگئیں۔ ہر وہ چیز جو بدبو اور فساد کو روکے اسے دباغت کہتے ہیں۔ اگرچہ دھوپ یا مٹی کے لگانے سے حاصل ہو۔ کیونکہ اس سے مقصود حاصل ہو جائے گا لہٰذا اس کیلئے اس کے کسی غیر کی شرط لگانے کا کوئی معنی ہی نہیں بنتا۔ (ہدایہ اولین کتاب طہارت، لاہور)

دباغت کی تعریف

ہر وہ چیز جو بدبو اور فساد کو ختم کرے اسے دباغت کہتے ہیں۔

مردار کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اُمّ المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی کسی لونڈی کو ایک بکری صدقہ میں دی گئی تھی، وہ مر گئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ رنگ کر کام میں لاتے۔ تو لوگوں

3612 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4124 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4263

نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! وہ مردار تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مردار کا کھانا حرام ہے۔

(رقم الحدیث، ۱۱۷ صحیح مسلم ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، مسند احمد، بخاری، ابوداؤد، نسائی، بتصرف اسنادھا)

امام دار قطنی ۲۹ مختلف اسناد سے دباغت کے متعلق احادیث لائے ہیں۔

حدثنا أبو بكر النيشابوري نا محمد بن عقيل بن خويلد نا حفص بن عبد الله نا إبراهيم بن طهمان عن أيوب عن نافع عن بن عمر قال قال رسول صلى الله عليه و سلم أيما اهاب دبغ فقد طهر إسناد حسن۔

(سنن دار قطنی، ج ۱، ص ۴۸، دار المعرفہ بیروت)

دباغت کھال سے متعلق تین مسائل ہیں (۱) کھال کی طہارت۔ اس کا تعلق کتاب الصید سے ہے۔ (۲) اس کھال میں نماز پڑھنا یہ مسئلہ کتاب الصلوٰۃ سے متعلق ہے۔ (۳) اس سے وضو کرنا تا کہ قربت حاصل ہو یہ مسئلہ اس باب سے متعلق ہے۔ اور **والصلوٰۃ فیه** کہا ہے جبکہ اس کو کپڑا بنایا جائے۔ اسی لئے ''والصلوٰۃ علیه'' نہیں کہا۔ کہ نمازی اس پر نماز پڑھے اگرچہ دونوں کا حکم ایک ہے۔ کیونکہ کپڑے کا بیان نمازی پر زیادہ مشتمل ہے۔ اور وہ منصوص علیہ بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''**و ثیابك فطهر**'' اور جگہ کی طہارت اس کے ساتھ بطور دلالت ملی ہوئی ہے۔ اور آخری دونوں کا حکم اس میں بیان کیا ہے اور پہلی صورت اس لئے بیان کی تا کہ امام مالک علیہ الرحمہ کے قول سے احتراز کیا جائے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ کھال کا ظاہر پاک ہو جاتا ہے لیکن اس کا باطن پاک نہیں ہوتا لہذا کھال پر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اس کے اندر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اسی طرح استثناء میں خنزیر کو آدمی پر مقدم کیا ہے کیونکہ یہ محل نجاست ہے اور نجاست کے موقع کے اعتبار سے خنزیر نجس العین ہے لہذا وہ قابل اہانت ہے اور آدمی کو اس سے موخر ذکر کیا ہے کیونکہ وہ افضل ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص ۱۲۶، بیروت)

نکرہ جب صفت عامہ کے ساتھ ہو قاعدہ فقہیہ

نکرہ جب صفت عامہ کے ساتھ مذکور ہو تو وہ عموم پر دلالت کرتا ہے۔ (ماخذ من العنایہ، ج ۱، ص ۱۲۶، بیروت)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ یہاں کھال سے مراد عام ہے چاہے وہ مردار کی کھال ہو یا غیر مردار کی کھال ہو اسی طرح وہ ماکول لحم کی کھال ہو یا غیر ماکول لحم کی کھال ہو ہر صورت میں دباغت کی وجہ سے پاک ہو جائے گی۔ کیونکہ حکم دباغت بھی عام ہے۔ جو رطوبت و نجاستوں کو ختم کرنے والا ہے۔

اس حدیث میں جو صاحب ہدایہ نے فقہاء احناف کے موقف کی دلیل میں ذکر کی ہے۔ اس حدیث سے عموم مراد ہے اس سے ہر کھال مراد ہوگی سوائے خنزیر اور آدمی کی کھال کے کیونکہ ان دونوں کا استثناء کیا جائے گا۔

فقہ شافعی و مالکی کے مطابق مردار کی کھال کا حکم و فقہاء احناف کا جواب

امام مالک علیہ الرحمہ نے مذکورہ متن میں ذکر حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنے سے منع کیا گیا ہے لہذا مردار کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی۔ امام مالک کی مستدل حدیث ہے۔

اس حدیث کو اصحاب سنن اربعہ نے ذکر کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وصال سے ایک ماہ قبل حضرت جہینہ کو لکھا تھا۔ کہ تم مردار کی کھال اور پٹھوں سے نفع حاصل نہ کرو۔ (ابن ماجہ، طبرانی، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، بیہقی، ابن عدی، بتصرف اسنادھا)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے۔ اور اس کی سند میں بھی اضطراب ہے۔ کیونکہ امام احمد کے نزدیک متن "شہر او شہرین" ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو تقدم حاصل ہے کیونکہ وہ حدیث اس کی ناسخ یعنی معارض ہے۔ لہذا قوت والی حدیث حکم کو شامل ہوگا۔ اسی طرح امام احمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔

اسی طرح سند میں اضطراب اس طرح ہے۔ کہ عبدالرحمٰن نے ابن عکیم سے بیان کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے خالد حذاء کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور انہوں نے حکیم بن عتیبہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن اور لوگ عبداللہ بن عکیم کی طرف چلے پس وہ داخل ہوئے میں دروازے پر کھڑا ہوا۔ جب وہ نکلے تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ ان کو عبداللہ بن عکیم نے خبر دی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے جہینہ کی طرف مذکورہ حدیث لکھی ہے۔

اس سند میں واضح ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن نے دروازے سے باہر نکلنے والوں سے حدیث سنی ہے اور دروازے سے نکلنے والے مجہول ہیں۔

اسی طرح اس حدیث کے متن بھی اضطراب ہے کہ ایک روایت میں ایک مہینہ ہے اور ایک میں چالیس دن ہیں۔ اور ایک روایت میں تین دن مع الاختلاف کے ذکر ہے۔ اختلاف بھی ان سے مذکور ہے جو عکیم کی صحبت اختیار کرنے والے ہیں لہذا اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث جس کو امام مسلم سمیت دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے وہی ائمہ احناف کے مسلک کی دلیل ہوئی۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۶۷، دار المعرفه بیروت)

اسی طرح مذہب احناف پر یہ حدیث بھی دلیل ہے۔ جس کو امام دار قطنی نے ذکر کیا ہے۔

عن عائشة قالت قال النبي صلى الله عليه و سلم استمتعوا بجلود الميتة إذا هي دبغت ترابا كان أو رمادا أو ملحا أو ما كان بعد أن تريد صلاحه۔ (سنن دار قطني، ج ۱، ص ۴۹، دار المعرفه بيروت)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مردار کی کھال سے نفع حاصل کرو جبکہ اسے مٹی یا راکھ یا نمک یا تو اس کو بہت عرصے بعد صحیح دیکھے۔

اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے کتے کے کھال کے بارے کو خنزیر کی کھال پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح خنزیر کی کھال دباغت سے پاک نہ ہوگی اسی طرح کتے کی کھال بھی پاک نہ ہوگی۔

امام شافعی کا یہ قیاس اس لئے درست نہیں ہے۔ کیونکہ خنزیر نجس العین ہے جس کے بارے میں نص وارد ہے۔ اور مبسوط میں مذکور ہے کہ امام شافعی کے نزدیک لایوکل لحم کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ لہذا امام شافعی نے کتے کو خنزیر پر قیاس کیا ہے

حالانکہ اگر لا یوکل لحم جانوروں پر قیاس کرتے تو درست ہوتا۔

احناف نے قرآن سے بھی استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "فانہ رجس" میں ضمیر کا مرجع خنزیر ہے۔ لہذا وہ نجس العین ہوا۔ اور نجس العین ہونا صرف خنزیر کی تخصیص ہے۔

جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہے اسی طرح ذبح بھی سبب زوال نجاست ہے

ہر وہ چیز جس کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اسکی کھال ذبح سے پاک ہو جائے گی۔ کیونکہ جس طرح دباغت رطوبات نجس کو دور کرنے کا عمل کرتی ہے اسی طرح ذبح بھی اس جانور کے گوشت کو پاک کر دیتا ہے۔ یہی صحیح مذہب ہے اگرچہ وہ جانور ایسا ہو جس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو۔

ذبح کھال کی طہارت میں دباغت کھال والی طہارت کی طرح ہے (قاعدہ فقہیہ)

ہر وہ چیز جس کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اسکی کھال ذبح سے بھی پاک ہو جائے گی۔ (ہدایہ)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح دباغت سے کھال کے اندر سے نجاست اور وہ تمام مادے جو نجاست سے بھرے ہوتے ہیں یا جن میں نجاست حلول کیے ہوتی ہے وہ سب خارج ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ذبح کے ساتھ بھی وہ تمام فاسد مادے خارج ہو جاتے ہیں لہذا جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہوا اسی طرح ذبح بھی سبب زوال نجاست ہوا۔

ہر وہ جانور جو ما یوکل لحم ہے یا لا یوکل لحم ہے ان کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ذبح کرنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح کسی جانور کو ذبح کرنے سے اس کے جسم کے اندر سے خون اور رطوبات نجاسۃ خارج ہو جاتی ہیں اسی طرح دباغت سے بھی خارج ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح ایک تحقیق یہ بھی ہے کہ گوشت میں جس قدر رطوبات نجاسۃ ملوث ہوتی ہیں اسی طرح کھال میں ملوث نہیں ہوتیں کیونکہ کھال گاڑھی ہوتی ہے اس میں نجاست اسی طرح حلول نہیں کرتیں۔ جس طرح گوشت میں حلول کر جاتی ہے۔ اور جب گوشت ذبح سے پاک ہو جاتا ہے جس میں زیادہ نجاست حلول کیے ہوتی ہے تو کھال بدرجہ اولیٰ دباغت و ذبح سے پاک ہو جائے گی۔

بَاب مَنْ قَالَ لَا يُنْتَفَعُ مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَّلَا عَصَبٍ

باب ہے کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں مردار کے چمڑے یا پٹھے کو استعمال نہیں کیا جا سکتا

3613- حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ ح و حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ح و حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ قَالَ أَتَانَا كِتَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَّلَا عَصَبٍ

3613: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4127 'ورقم الحدیث: 4128 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1729 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4260 'ورقم الحدیث: 4261 'ورقم الحدیث: 4262

حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمارے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خط آیا کہ تم لوگ مردار کے چمڑے یا پٹھے کو استعمال نہ کرو۔

بَاب صِفَةِ النِّعَالِ

یہ باب جوتے کی صفت میں ہے

3614- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ مَثْنِيٌّ شِرَاكُهُمَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کے دو تسمے تھے۔

3615- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کے دو تسمے تھے۔

بَاب لُبْسِ النِّعَالِ وَخَلْعِهَا

یہ باب ہے کہ جوتے پہننا اور انہیں اتار دینا

3616- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُمْنَى وَإِذَا خَلَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُسْرَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص جوتا پہنے تو پہلے دایاں پاؤں پہنے اور جب اتارے تو پہلے بایاں اتارے''۔

بَاب الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ الْوَاحِدِ

یہ باب ایک جوتا پہن کر چلنے کے بیان میں ہے

3617- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي

3614 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3615 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5857' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4134' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1772' ورقم الحدیث 1773' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5382

3616 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3617 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْشِيْ اَحَدُكُمْ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدٍ وَّلَا خُفٍّ وَّاحِدٍ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيْعًا اَوْ لِيَمْشِ فِيْهِمَا جَمِيْعًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی بھی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے اور ایک موزہ پہن کر نہ چلے یا تو وہ ان دونوں کو اتار دے یا پھر ان دونوں کو پہن کر چلے''۔

بَاب الِانْتِعَالِ قَائِمًا

یہ باب کھڑے ہو کر جوتا پہننے کے بیان میں ہے

3618- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی کھڑا ہو کر جوتا پہنے۔

3619- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی کھڑا ہو کر جوتا پہنے۔

بَاب الْخِفَافِ السُّوْدِ

یہ باب سیاہ موزے پہننے کے بیان میں ہے

3620- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا دَلْهَمُ بْنُ صَالِحٍ الْكِنْدِيُّ عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْكِنْدِيِّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّجَاشِيَّ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ سَاذَجَيْنِ اَسْوَدَيْنِ فَلَبِسَهُمَا

ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نجاشی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو سیاہ سادے موزے بھیجے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہن لیا۔

شرح

وہ موزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تحقیق وتفتیش نہیں کی کہ یہ موزے جس چمڑے کے ہیں آیا وہ دباغت دیا گیا تھا یا نہیں اور یہ کہ چمڑہ مردار کا ہے یا ذبح کئے ہوئے جانور کا، ان باتوں کو پوچھے بغیر آپ

3618 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3619: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ موزے پہن لئے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان موزوں کی ظاہری صورت حال کا اعتبار کیا کہ ظاہر میں ان پر کسی نجاست وغیرہ کے آثار نہیں تھے اس لئے ان کو پاک سمجھا اس سے کورے کپڑوں، بوریوں، چٹائیوں، قالین، دریوں اور شطرنجی اور دوسرے فرش وفروش کا یہ حکم معلوم ہوا کہ اگر ان پر ظاہر میں کوئی نجاست وغیرہ محسوس نہ ہو تو وہ پاک سمجھے جائیں گے۔

بَاب الْخِضَابِ بِالْحِنَّاءِ

یہ باب مہندی کو خضاب کے طور پر لگانے میں ہے

3621 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يُخْبِرَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُونَ فَخَالِفُوهُمْ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا پتہ چلا ہے: یہودی اور عیسائی بالوں (کو رنگتے نہیں ہیں) تو تم ان کے برخلاف کرو۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ تم لوگ خضاب لگا کر یہودیوں اور عیسائیوں کی مخالفت کو ظاہر کرو۔ واضح رہے کہ "خضاب" سے مراد وہ خضاب ہے جو سیاہ نہ ہو کیونکہ سیاہ خضاب لگانا ممنوع ہے، اس کی تفصیلی بحث آگے آئے گی، جہاں تک صحابہ وغیرہ کا تعلق ہے تو وہ مہندی کا سرخ خضاب کرتے اور کبھی کبھی زرد خضاب بھی کر لیا کرتے تھے چنانچہ مہندی کا خضاب لگانے کے بارے میں متعدد احادیث منقول ہیں اور علماء نے لکھا ہے کہ مہندی کا خضاب مؤمن ہونے کی ایک علامت ہے، تمام علماء کے نزدیک مہندی کا خضاب لگانا جائز ہے، بلکہ بعض فقہاء نے مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے اس کو مستحب بھی کہا ہے۔

اور اس کے فضائل میں وہ احادیث بھی نقل کرتے ہیں اگرچہ ان احادیث کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ مجمع البحار میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں خضاب کرنے کا حکم ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جن کے بال کھچڑی یعنی کچھ سیاہ اور کچھ سفید ہوں، بلکہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے بال بالکل سفید ہو گئے ہوں اور سیاہ بالوں کا نام ونشان بھی باقی نہ رہ گیا ہو، جیسا کہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بال تھے، جن کے متعلق اگلی حدیث میں ذکر آ رہا ہے، اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ خضاب کے مسئلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں اور اس اختلاف کی بنیاد احوال کے مختلف ہونے پر ہے۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اس حکم کا تعلق اس مسلم شہر وعلاقہ کے لوگوں سے ہے جہاں خضاب لگانے کا عام دستور ہو کہ اگر کوئی شخص اپنے شہر کے لوگوں کے تعامل وعادت سے اپنے آپ کو الگ رکھے گا تو غیر مناسب شہرت کا حامل ہوگا جو مکروہ ہے۔

اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے بالوں کی سفیدی اس کے باوقار و پاکیزہ بڑھاپے کی علامت اس کے چہرے

3621 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5899' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5477' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4203' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5087' ورقم الحدیث: 5252

چہرے کی نورانیت اور خوشنمائی کا سبب ہو بلکہ خضاب کرنے سے اس کی شخصیت کا وقار پھیکا پڑ جاتا ہو تو اس کے حق میں خضاب نہ کرنا ہی زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہے اس کے برخلاف جس شخص کے بالوں کی سفیدی اس کے بدنما اور بے وقت بڑھاپے کی غماز ہو جس کی وجہ سے اس کی شخصیت کی دل کشی مجروح ہوتی ہو تو اس کو اپنا یہ عیب چھپانا اور خضاب لگانا زیادہ بہتر و مناسب ہے۔

3622 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنِ الْاَجْلَحِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِى الْاَسْوَدِ الدِّيْلِيِّ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا غَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس چیز کے ذریعے تم سفید بالوں کی رنگت تبدیل کرتے ہو اس میں سب سے بہتر مہندی اور وسمہ ہے''۔

3623 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ اَبِىْ مُطِيْعٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ قَالَ فَاَخْرَجَتْ اِلَىَّ شَعَرًا مِّنْ شَعَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوْبًا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ

عثمان بن موہب بیان کرتے ہیں: میں سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال نکال کر مجھے دکھایا جو مہندی اور وسمہ سے رنگا ہوا تھا۔

شرح

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دباغت دیئے ہوئے اور بغیر بال کے چمڑے کی پاپوش پہنتے تھے اور اپنی ریش مبارک پر ورس (ایک گھاس جو یمن کے علاقہ میں ہوتی تھی) اور زعفران کے ذریعہ زرد رنگ چڑھاتے تھے نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے (یعنی مذکورہ پاپوش پہنتے اور مذکورہ خضاب استعمال کرتے)۔" (نسائی مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 382) اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک پر خضاب کرتے تھے۔

بَابُ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ

یہ باب سیاہ خضاب لگانے کے بیان میں ہے

3624 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

3622 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4205 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1753 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5093 'ورقم الحدیث: 5094 'ورقم الحدیث: 5095 'ورقم الحدیث: 5096 'ورقم الحدیث: 5097

3623: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5896 'ورقم الحدیث: 5897

3624: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جِيْءَ بِاَبِيْ قُحَافَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَاَنَّ رَاْسَهُ ثَغَامَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبُوْا بِهِ اِلٰى بَعْضِ نِسَائِهِ فَلْتُغَيِّرْهُ وَجَنِّبُوْهُ السَّوَادَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد) حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو ان کے سر کے بال ثغامہ نامی (پھول کی طرح سفید تھے) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انہیں ان کی بیوی کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ ان کے بالوں کی رنگت تبدیل کردے تاہم سیاہ رنگ استعمال کرنے سے اجتناب کرنا۔

3625- حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ الصَّيْرَفِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ فِرَاسٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بْنِ زَكَرِيَّا الرَّاسِبِيُّ حَدَّثَنَا دَفَّاعُ بْنُ دَغْفَلٍ السَّدُوْسِيُّ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ صُهَيْبِ الْخَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا اخْتَضَبْتُمْ بِهِ لَهٰذَا السَّوَادُ اَرْغَبُ لِنِسَائِكُمْ فِيْكُمْ وَاَهْيَبُ لَكُمْ فِيْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمْ

حضرت صہیب الخیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"تم لوگ جس چیز کو خضاب کے طور پر استعمال کرتے ہو اس میں سب سے بہترین چیز سیاہ خضاب ہے جو تمہارے بارے میں تمہاری خواتین کو سب سے زیادہ پسند ہوگا اور اس کی وجہ سے تمہارے دشمن کے دل میں تمہاری زیادہ ہیبت ہوگی"۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آخر زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو کبوتر کے پوٹے کی مانند اس سیاہی کے ذریعہ خضاب کریں گے، یعنی جو خضاب استعمال کریں گے وہ ایسا ہوگا جیسے بعض کبوتروں کے پوٹے سیاہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ جنت کی بو بھی نہیں پائیں گے۔ "

(ابوداؤد، ونسائی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 381)

اس سیاہی "سے مراد خالص سیاہی ہے اس صورت میں وہ سیاہی مستثنیٰ ہوگی جو مائل بہ سرخی ہو جیسے کتم اور مہندی کے خضاب کا رنگ ہوتا ہے۔ جنت کی بو نہیں پائیں گے۔ "یہ دراصل میں سیاہ خضاب کرنے والے کے حق میں زجر و تہدید کو زیادہ شدت کے ساتھ بیان کرتا ہے یا یہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص پر محمول ہے جو سیاہ خضاب کا نہ صرف استعمال کرے بلکہ اس کو جائز بھی سمجھے! بعض حواشی میں یہ لکھا ہے کہ ایسے لوگ اگرچہ جنت میں داخل ہوں گے لیکن اس کی بو یعنی اس کے کیف و سرور سے محفوظ و بہرہ مند نہیں ہوں گے۔ اور بعض حضرات کے قول کے مطابق اس سے مراد یہ ہے کہ موقف میں جنت سے جو فرحت بخش مہک آئے گی اور جس سے مسلمان محفوظ و مسرور ہوں گے اس سے مذکورہ لوگ محروم رہیں گے۔ بہر حال حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ سیاہ خضاب منع ہے۔

3625 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَابُ الْخِضَابِ بِالصُّفْرَةِ

یہ باب زرد خضاب لگانے کے بیان میں ہے

3626- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِيْدٍ اَنَّ عُبَيْدَ بْنَ جُرَيْجٍ سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ قَالَ رَاَيْتُكَ تُصَفِّرُ لِحْيَتَكَ بِالْوَرْسِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَمَّا تَصْفِيْرِیْ لِحْيَتِیْ فَاِنِّیْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَفِّرُ لِحْيَتَهٗ

◆◆ سعید بن ابوسعید بیان کرتے ہیں: عبید بن جریج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ اپنی داڑھی پر ورس کے ذریعے زرد رنگ کرتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جہاں تک میرا اپنی داڑھی کو زرد رنگ لگانے کا تعلق ہے تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کو زرد رنگ لگایا کرتے تھے۔

3627- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ مَا اَحْسَنَ هٰذَا ثُمَّ مَرَّ بِاٰخَرَ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ فَقَالَ هٰذَا اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا ثُمَّ مَرَّ بِاٰخَرَ قَدْ خَضَبَ بِالصُّفْرَةِ فَقَالَ هٰذَا اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا كُلِّهٖ قَالَ وَكَانَ طَاؤُسٌ يُصَفِّرُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جس نے مہندی کو خضاب کے طور پر لگایا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ کتنا اچھا ہے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور شخص کے پاس سے گزرے جس نے مہندی اور وسمہ کو خضاب کے طور پر لگایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ اس سے زیادہ بہتر ہے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور شخص کے پاس سے گزرے تو اس نے جس نے زرد خضاب لگایا ہوا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ ان سب سے زیادہ بہتر ہے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: طاؤس بھی زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔

شرح

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ اپنی داڑھی پر زرد خضاب کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کے کپڑے بھی زرد آلود ہو جاتے تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زرد خضاب کیوں کرتے ہیں؟ تو انہوں نے

3626: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 166' ورقم الحدیث: 5851' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2810' ورقم الحدیث: 2811' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1772' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 117' ورقم الحدیث: 2759' ورقم الحدیث: 2950' ورقم الحدیث: 5258

3627: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4211

فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنی ریش مبارک پر) زرد خضاب کرتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک داڑھی پر خضاب کرنے کے لئے زرد رنگ سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں تھی، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کپڑے یہاں تک کہ عمامہ کو بھی رنگ دیتے تھے۔ (ابوداؤد، نسائی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 406)

زرد خضاب "سے مراد ورس کے ذریعہ خضاب کرنا ہے جو ایک گھاس ہوتی ہے اور زعفران کے مشابہ ہوتی ہے۔ بسا اوقات ورس کے ساتھ زعفران کو بھی شامل کرلیا جاتا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے یصبغ بہا سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک پر زرد خضاب کرتے تھے جیسا کہ ترجمہ کے دوران قوسین میں اس کو واضح کیا گیا، بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ بالوں کو رنگنا مراد ہے۔

اور بعض حضرات کے قول کے مطابق کپڑوں کو رنگنا مراد ہے، نیز سیوطی نے کہا ہے کہ یہی قول اشبہ یعنی صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بالوں کا رنگنا منقول نہیں ہے لیکن ملا علی قاری کہتے ہیں کہ جب یہ بات درجہ صحت کو پہنچ چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسم کے رنگے ہوئے اور زعفرانی کپڑے پہننے سے منع کیا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ مذکورہ جملہ کو کپڑوں کے زرد رنگنے پر محمول کیا جائے لہذا زیادہ صحیح بات وہی ہے جو صاحب نہایہ نے نقل کی ہے کہ مختار قول یہ ہے کہ کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو رنگا اور اکثر نہیں رنگا لہذا راویوں میں سے ہر ایک نے اسی چیز کو بیان کیا جس کو اس نے دیکھا ہے اس اعتبار سے ہر راوی اپنے بیان میں سچا ہے۔ "تمام کپڑے یہاں تک کہ عمامہ کو زرد رنگ دیتے تھے "اس سے یہ قطعا مراد نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور کپڑوں کو زرد رنگتے تھے اور پھر اس کو پہنتے تھے، کیونکہ زرد رنگ کے کپڑے پہننے کی ممانعت منقول ہے بلکہ عبارت کا مقصد محض یہ واضح کرنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو زرد خضاب لگاتے تھے اس کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے بھی زرد ہو جاتے تھے۔

بَابُ مَنْ تَرَكَ الْخِضَابَ

یہ باب ہے کہ جو شخص خضاب استعمال نہ کرے

3628- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوُدَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ مِنْهُ بَيْضَاءَ يَعْنِىْ عَنْفَقَتَهٗ

◆◆ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جگہ پر سفید بال دیکھے ہیں (یعنی نیچے والے ہونٹ سے کچھ نیچے اور ٹھوڑی سے کچھ اوپر چند بال سفید تھے)

3629- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ وَابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسُ بْنُ

3628: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3545 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6033

3629: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

مَالِكٍ اَخَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهُ لَمْ يَرَ مِنَ الشَّيْبِ اِلَّا نَحْوَ سَبْعَةَ عَشَرَ اَوْ عِشْرِيْنَ شَعَرَةً فِيْ مُقَدَّمِ لِحْيَتِهٖ

حمید نامی راوی بیان کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال صرف سترہ یا بیس تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کے آگے والے حصے میں تھے۔

3630 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْوَلِيْدِ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ شَيْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ عِشْرِيْنَ شَعَرَةً

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس کے قریب بال سفید تھے۔

شرح

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب کہتے ہیں کہ ایک دن میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک نکال کر دکھایا جو رنگین تھا۔

(بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 407)

بخاریؒ کی جو روایت نقل کی گئی ہے اسی طرح کی ایک روایت ترمذی نے بھی شمائل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے کہ انہوں نے (یعنی انس نے) بیان کیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا موئے مبارک دیکھا جو رنگین تھا لیکن حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی یہ روایت بھی گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خضاب نہیں کرتے تھے تو ہو سکتا ہے کہ جس روایت میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کرنے کی نفی کی ہے اس سے ان کی مراد یہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر خضاب نہیں کرتے تھے اور جس روایت سے خضاب کا اثبات ہوتا ہو وہ اقل احوال پر محمول ہو یعنی کبھی کبھار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا ہوگا نیز یہ کہنا بھی صحیح ہو سکتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک روایت تو حقیقت پر مبنی ہے اور دوسری مجاز پر محمول ہے یعنی حقیقت تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب نہیں کیا، لیکن کسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دردِ سر کے دفعیہ کے لئے اپنے سر مبارک پر مہندی لگائی ہوگی اس کے رنگ کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں پر بھی آ گیا ہوگا یا یہ کہ وہ موئے مبارک جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تھا خوشبوؤں میں بسا کر رکھا جاتا ہوگا اور ان خوشبوؤں کے اثر سے وہ ایسا نظر آیا ہوگا جیسے خضاب کیا ہو اس اعتبار سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موئے مبارک کو رنگین کہا۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ میرے نزدیک زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ خضاب کی نفی کو اس پر محمول کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید بالوں کو چھپانے کے لئے اپنے سر مبارک پر کبھی خضاب نہیں کیا اور جس روایت سے خضاب کا اثبات ہوتا ہے اس کو اس پر محمول کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ریش مبارک کے ان چند بالوں پر خضاب کیا تھا جو سفید ہو گئے تھے اور بخاری

3630: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کی جس روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کا ایک بال تھا جس پر مہندی اور وسمہ کے خضاب کا اثر تھا تو اس پر شمائل میں منقول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مطلق روایت کو محمول کیا جائے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خضاب کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔

مفتی عبدالقیوم ہزاروی لکھتے ہیں۔ کہ خضاب یا دیگر اشیاء جن سے بالوں کو کلر کیا جاتا ہے شرعاً استعمال کر سکتے ہیں، اگر طبی طور پر ان کا کوئی برا اثر نہ پڑے۔ خواہ عام دن ہوں یا شادی کے مخصوص دن کوئی پابندی نہیں ہے۔

احادیث مبارکہ میں ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال النبی صلی الله عليه وآله وسلم ان اليهود والنصاری لا يصبغون فخالفوهم.

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہود اور نصاریٰ خضاب نہیں کرتے لہذا تم ان کی مخالفت کیا کرو۔

بخاری، الصحیح، 5:2210، رقم: 5559، دار ابن کثیر الیمامۃ بیروت، مسلم، الصحیح، 3:1663، رقم: 2103، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ ابوداود، السنن، 4:85، رقم: 4203، دار الفکر، ابن ماجہ، السنن، 2:1196، رقم: 3621، دار الفکر بیروت

2. عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم غيروا الشيب ولا تشبهوا باليهود.

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بڑھاپے (بالوں کی سفیدی) کو بدلو اور یہودیوں سے مشابہت نہ رکھو۔

احمد بن حنبل، 2:261، رقم: 7536، مؤسسۃ قرطبۃ مصر، ترمذی، السنن، 4:232، رقم: 1752، دار احیاء التراث العربی بیروت، ابی یعلی، المسند، 10:381، رقم: 5977، دار المامون للتراث، دمشق، ابن حبان، الصحیح، 12:287، رقم: 5473، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

3. عن ابی ذر قال قال رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم ان احسن ما غير به هذا الشيب الحناء والكتم.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس بڑھاپے کو تبدیل کرنے کے لیے مہندی اور وسمہ (خضاب) کیا ہی بہترین چیز ہیں۔

احمد بن حنبل، المسند، 5:147، رقم: 21345، ابوداود، السنن، 4:85، رقم: 4205، ترمذی، السنن، 4:232، رقم 1753، ابوحنیفۃ، المسند، 1:264، مکتبۃ الکوثر الریاض، ابن ماجہ، السنن، 2:1196، رقم: 3622، بزار، المسند، 9:355، رقم: 3922، مؤسسۃ علوم القرآن، مکتبۃ بیروت، المدینۃ، نسائی، السنن الکبری، 5:416، رقم: 9350، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ابن حبان الصحیح، 12:287، رقم: 5474، ابن ابی شیبۃ، المصنف، 5:182، رقم: 25001، مکتبۃ الرشید الریاض، طبرانی، المعجم الاوسط، 3:232، رقم: 3010، دار الحرمین

الفا مرة، بیہقی، السنن الکبری، 310:7، رقم: 14595 مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ

4. عن أنس انه سئل عن خضاب النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم فذكر أنه لم يخضب ولكن قد خضب أبو بكر وعمر رضی اللہ عنهما.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خضاب نہیں لگاتے تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خضاب لگایا۔

(ابوداود، السنن، 86:4، رقم: 4209)

5. عن محمد بن سيرين قال سالت انسا أخضب النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم قال لم يبلغ الشيب الا قليلا.

محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خضاب لگایا کرتے تھے؟ فرمایا کہ آپ بڑھاپے کے نزدیک بہت کم گئے تھے۔ (بخاری، الصحیح، 2210:5، رقم: 5555)

6. عن ثابت قال سئل أنس عن خضاب النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم فقال انه لم يبلغ ما يخضب لو شئت أن أعد شمطاته فی لحيته.

حضرت ثابت کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ خضاب کی عمر کو پہنچے ہی نہیں تھے اگر میں چاہتا تو آپ کی داڑھی مبارک کے سفید بالوں کو گن سکتا تھا۔ (بخاری، الصحیح، 2210:5، رقم: 5556)

7. عن سعيد بن المسيب كان سعد يخضب بالسواد.

حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سیاہ خضاب لگاتے تھے۔

(حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 567:3، رقم: 6099، دار الکتب العلمیة بیروت)

احادیث مبارکہ میں سفید بال ختم کرنے اور سیاہ خضاب سے منع کیا گیا ہے لیکن بالوں کو رنگنے سے منع نہیں کیا گیا۔ دوسری طرف آثار صحابہ سے صحابہ کرام کا سیاہ خضاب لگانا بھی ثابت ہے۔ ان تمام احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ کی تطبیق یوں کی جائے گی جو عقل وشعور بھی تسلیم کرتا ہے کہ سفید بالوں کو تبدیل کرنے کی اجازت ہے جو مذکورہ بالا احادیث میں واضح ہے لیکن عمر کے اعتبار سے بالوں کو رنگ لگایا جائے تو پھر ٹھیک ہے۔ مثلاً ایک اسی نوے سال کا بزرگ جس کے ہاتھ پاؤں حرکت کرنے سے عاری ہوں وہ سیاہ خضاب لگائے تو اس کے لیے مناسب نہیں ہوگا یا پندرہ سے تیس سال والے مرد سرخ مہندی لگائے پھرتے ہوں تو ان کے لیے بھی یہ مناسب نہیں ہے۔ لہذا جس کے سفید بال خوبصورت لگ رہے ہوں اس کی تو ضرورت نہیں ہے کہ ان کو تبدیل کرلے۔ لیکن جس کے سفید بال مناسب نہ لگیں تو اس کو عمر کے مطابق رنگنے چاہیں، جوان ہے تو سیاہ کرلے اور بوڑھا ہے تو سرخ مہندی وغیرہ لگا لے۔ (منہاج الفتاوی، منہاج القرآن، لاہور)

بَابُ اتِّخَاذِ الْجُمَّةِ وَالذَّوَائِبِ

یہ باب ہے کہ لمبے بال رکھنا اور انہیں کندھوں پر دونوں طرف رکھنا

3631- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ اُمُّ هَانِیءٍ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَلَهٗ اَرْبَعُ غَدَائِرَ تَعْنِیْ ضَفَائِرَ

سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے' تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار مینڈھیاں تھیں۔

3632- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا یَحْیَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ یَسْدُلُوْنَ اَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ یَفْرُقُوْنَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ قَالَ فَسَدَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَاصِیَتَهٗ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اہل کتاب اپنے بال سیدھے پیچھے کی طرف لے جایا کرتے تھے جبکہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل کتاب کی موافقت پسند تھی۔

راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی سے سیدھے پیچھے کی طرف لے جایا کرتے تھے' لیکن بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ نکالنا شروع کردی۔

شرح

سدل کے معنی ہیں سر کے بالوں کو چاروں طرف یونہی چھوڑے اور لٹکائے رکھنا اور مانگ نکالنے کے لئے دونوں طرف کے بالوں کو اکٹھا نہ کرنا اور فرق کا مطلب ہے سر کے آدھے بالوں کو ایک طرف اور آدھے بالوں کو دوسری طرف اکٹھا کر لینا نیز قاموس میں لکھا ہے کہ فرق بالوں کے درمیان پیدا کی جانے والی راہ یعنی مانگ کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو ابتداء میں اہل کتاب کی موافقت میں پیشانی کے بالوں کو سدل کرتے تھے، یعنی یوں ہی بے ترتیب چھوڑے رکھتے کیونکہ اہل کتاب کا طریقہ سدل ہی کا تھا واضح رہے کہ "سدل" کا مطلب اگر بالوں کے سر کے چاروں طرف یونہی رکھنا ہے اور اس میں پیشانی کے بالوں کی کوئی تخصیص نہیں ہے، لیکن سدل اور فرق کے درمیان امتیاز چونکہ پیشانی کے اوپر کے بالوں ہی سے ظاہر ہوتا ہے اس سبب سے خاص طور سے پیشانی کے بالوں کو ذکر کیا گیا ہے اگرچہ طیبی نے کہا ہے

363 خرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4191 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1781

3632 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3558 ورقم الحدیث: 3944 ورقم الحدیث: 5917 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 6017 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 4188 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5253

کہ یہاں "سدل" سے مراد محض پیشانی کے بالوں کو چھوڑے رکھنا ہے۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ شروع میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول سدل ہی کا تھا لیکن بعد میں فرق یعنی مانگ نکالنا آخری عمل پایا، لہٰذا اس بنا پر بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ سدل یعنی بالوں کو یوں ہی چھوڑے رکھنا منسوخ ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر فرق کو اختیار کرنا حکم الٰہی (وحی) کے سبب تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اجازت تھی کہ جس معاملہ میں ابھی کوئی شرعی حکم نازل نہیں ہوا ہے اس اہل کتاب کے دستور کے مطابق عمل کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ جب بالوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی فرق یعنی مانگ نکالنے کا حکم دیا گیا تو یہ اس بات کی علامت قرار پایا کہ بالوں کے سلسلے میں عارضی طور پر اہل کتاب کے دستور کے مطابق عمل کرنے کی جو اجازت تھی وہ منسوخ ہوئی اس سے خود بخود یہ واضح ہو گیا کہ فرق کا حکم آخری وحتمی ہے اس لئے اس بارے میں اہل کتاب کی مخالفت یعنی سدل کو ترک کرنا بھی حتمی ہی طور پر ہونا چاہئے۔

اس حدیث سے بعض حضرات نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ پچھلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت ہمارے لئے قابل اتباع ہے جب تک کہ ہمیں اس کے برخلاف عمل کرنے کا حکم نہ دیا جائے، لیکن یہ اتباع انہیں چیزوں میں ہوگا جن کے بارے میں ہو کہ ان میں کوئی تغیر وتبدل نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ جوں کے توں وہی احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے پچھلی شریعت میں نازل کئے تھے۔ روایت کے ان الفاظ "یحب موافقتهم" (آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے) سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان معاملات میں بھی اہل کتاب کی موافقت کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محض اختیار پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کریں تو اہل کتاب کے مطابق عمل کریں اور اگر پسند نہ کریں تو عمل نہ کریں اگر یہ (یعنی موافقت کرنے کا حکم) اسی درجہ کا ہوتا، جس درجہ کا کوئی شرعی حکم ہوتا ہے تو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا کوئی سوال نہیں ہوتا بلکہ ایک واجب اور لازم امر ہوتا۔

بعض احادیث میں یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بے ترتیب اور بکھرے ہوئے ہوتے تو ان کو اکٹھا کر کے مانگ نکال لیتے تھے ورنہ ان کی حالت پر چھوڑے رکھتے تھے، گویا عام حالات میں (جب کہ بال بکھرے ہوئے نہ ہوتے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سدل یا دونوں میں سے کسی کا بھی اہتمام وتکلف نہیں فرماتے تھے بلکہ ان بالوں کو ان کی حالت پر رہنے دیتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ سدل اور فرق دونوں جائز ہیں لیکن فرق افضل ہے۔

3633- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَفْرِقُ خَلْفَ يَافُوْخِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَسْدِلُ نَاصِيَتَهٗ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے (پیچھے کی طرف کے اوپر والے حصے میں جہاں

3633 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ہڈیاں آکرملتی ہیں) پیچھے مانگ نکالا کرتی تھی اور نبی اکرم ﷺ کی پیشانی پر بال سیدھے رکھتی تھی۔

3634-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ شَعَرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعَرًا رَجِلًا بَيْنَ اُذُنَيْهِ وَمَنْكِبَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے بال بالکل سیدھے تھے آپ ﷺ کے دونوں کانوں اور کندھوں کے درمیان ہوتے تھے۔

شرح

حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں کہ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بالوں میں مانگ نکالتی تو تالو پر سے بالوں کے دو حصے کر کے مانگ چیرتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے بل دونوں آنکھوں کے درمیان چھوڑتی۔ "

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 376)

یافوخ "سر کے درمیانی حصے کو کہتے ہیں جہاں تالو ہوتا ہے، یہ دماغ کے عین اوپر کی سطح ہوتی ہے اور بچپن میں اس جگہ پھڑکن رہتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ کی صورت بیان کی ہے کہ اس کا ایک سرا تو تالو کے نزدیک ہوتا ہے اور دوسرا سرا دونوں آنکھوں کے درمیان کی جگہ کے بالمقابل پیشانی کے نزدیک ہوتا تھا۔ روایت کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ میں مانگ کا رخ پیشانی کے اس کنارے پر رکھتی جو دونوں آنکھوں کی عین درمیانی سمت میں ہے اس طرح کی پیشانی کے آدھے بال مانگ کی دائیں طرف ہوتے اور آدھے بال مانگ کی بائیں طرف۔ طیبی نے حدیث کے یہی معنی بیان کئے ہیں۔

3635-حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ فُدَيْكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِى الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعَرٌ دُوْنَ الْجُمَّةِ وَفَوْقَ الْوَفْرَةِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ کے بال 'جمہ' (یعنی کندھوں تک آنے والے بالوں) سے کچھ چھوٹے اور 'وفرہ' (یعنی کانوں تک آنے والے بالوں) سے کچھ بڑے تھے۔

بَاب كَرَاهِيَةِ كَثْرَةِ الشَّعَرِ

یہ باب زیادہ بال رکھنے کے ناپسندیدہ ہونے کے بیان میں ہے

3636-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ وَسُفْيَانُ بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ

3634: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5905 'ورقم الحدیث: 5906 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6021 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5068

3635: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4187 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1755

كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَآنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيْ شَعَرٌ طَوِيْلٌ فَقَالَ ذُبَابٌ ذُبَابٌ فَانْطَلَقْتُ فَاَخَذْتُهُ فَرَآنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّي لَمْ اَعْنِكَ وَهٰذَا اَحْسَنُ

◆◆ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ملاحظہ کیا، میرے بال لمبے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ برائی ہے یہ برائی ہے''۔

(راوی کہتے ہیں) میں گیا اور میں نے انہیں کاٹ دیا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ملاحظہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے تمہیں مراد نہیں لیا تھا ویسے یہ اچھے ہیں''۔

بَاب النَّهْيِ عَنِ الْقَزَعِ

یہ باب قزع کی ممانعت کے بیان میں ہے

3637 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ قَالَ وَمَا الْقَزَعُ قَالَ اَنْ يُّحْلَقَ مِنْ رَاْسِ الصَّبِيِّ مَكَانٌ وَّيُتْرَكَ مَكَانٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع کیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے دریافت کیا؟ قزع سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے بتایا یہ کہ بچے کے سر کے کچھ حصے کو مونڈھ دیا جائے اور کچھ حصے کے بال چھوڑ دیے جائیں۔

3638 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع کیا ہے۔

شرح

امام نووی کہتے ہیں کہ قزع کے معنی مطلق (کسی کے بھی) سر کے کچھ حصے کو مونڈنا (اور کچھ حصے کو بغیر مونڈے چھوڑ دینا ہیں) اور یہی معنی زیادہ صحیح ہیں کیوں کہ حدیث کے روای نے بھی یہی معنی بیان کئے ہیں اور یہ حدیث کے ظاہری مفہوم کے مخالف بھی نہیں

3636: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4190' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5068' ورقم الحدیث: 5081

3637: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5920' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5524' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4193' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5065' ورقم الحدیث: 5245' ورقم الحدیث: 5246

3638: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ہیں لہٰذا اسی معنی پر اعتماد کرنا واجب ہے۔ جہاں تک "لڑکے" کی تخصیص کا ذکر ہے تو یہ محض عام رواج و عادات کی بنا پر ہے ورنہ قزع جس طرح لڑکے کے حق میں مکروہ ہے، اس طرح بڑوں کے حق میں بھی مکروہ ہے، اسی لئے فقہی روایات میں یہ مسئلہ کسی قید و استثناء کے بغیر بیان کیا جاتا ہے اور قزع میں کراہت اس اہل کفر کی مشابہت اور بدہیئتی سے بچانے کے لئے ہے۔ راوی نے "قزع" کا جو مطلب بیان کیا ہے اور جس کو نووی نے زیادہ صحیح کہا ہے۔ اس میں چوٹی (جیسا کہ غیر مسلم اپنے سر چھوڑتے ہیں) (زلف اور بالوں کی) وہ تراش خراش شامل ہے جو مسنون طرز کے خلاف ہو۔

بَاب نَقْشِ الْخَاتَمِ

یہ باب انگوٹھی پر نقش کندہ کروانے کے بیان میں ہے

3639 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِّنْ وَّرِقٍ ثُمَّ نَقَشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ لَا يَنْقُشُ اَحَدٌ عَلٰى نَقْشِ خَاتَمِىْ هٰذَا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں "محمد رسول اللہ" نقش کروایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری انگوٹھی کے نقش جیسا نقش کوئی اور نہ بنوائے۔

چاندی کی انگوٹھی بنوانے کا بیان

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جو پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا فرمایا کہ مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تم میں بتوں کی بو پاتا ہوں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے سامنے یہ بات بطور تعریض فرمائی۔ کیونکہ عام طور پر پیتل ہی کے بت بنائے جاتے تھے۔

چنانچہ اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ناگواری دیکھ کر اس انگوٹھی کو اتار کر پھینک دیا پھر (جب دوبارہ) وہ شخص آیا تو لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو دیکھ کر) فرمایا کہ مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تم پر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بھی بطور تعریض اس بناء پر فرمائی کہ کفار میں سے کچھ لوگ دنیا میں لوہے کی چیز پہنتے ہیں یا اس ارشاد میں اس طرف اشارہ تھا کہ کافروں کو دوزخ میں جو طوق و سلاسل پہنائے جائیں گے وہ لوہے کے ہوں گے اس لئے لوہے کی انگوٹھی پہننا دوزخیوں کی مشابہت اختیار کرنا ہے چنانچہ اس شخص نے اس انگوٹھی کو (بھی) اتار کر پھینک دیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! پھر کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندی کی اور وہ چاندی بھی پوری مثقال نہ ہو۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 324)

3639 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5444' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4219' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 5231' ورقم الحدیث.

محی السنۃ فرماتے ہیں کہ عورت کے مہر کے بارے میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح روایت منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا جو نکاح کرنے کا متمنی تھا کہ بیوی کے مہر کے لئے از قسم مال کوئی چیز تلاش کرو اگر چہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔

پوری ایک مثقال نہ ہو "یہ ممانعت اصل میں احتیاط وتقویٰ اور اولویت کے لئے ہے، یعنی اولیٰ یہ ہے کہ انگوٹھی ایک مثقال (۲۴ ر ماشہ) سے کم چاندی کی ہو ورنہ جہاں تک جواز کا تعلق ہے تو پورے ایک مثقال کی بھی جائز ہے) اور یہ الویت بھی اس بنا پر ہے کہ سونا اور چاندی اصل کے اعتبار سے "غیر پسندیدہ "ہیں لہٰذا ان کا استعمال بس اسی قدر ہونا چاہئے جو ضرورت کے مطابق ہو اس لئے دو یا اس سے زائد انگوٹھیاں پہننا مکروہ ہے تاہم متعدد انگوٹھیاں بنانا مکروہ نہیں ہے، بشرطیکہ ان کو ایک ساتھ نہ پہنا جائے بلکہ نوبت بنوبت پہنا جائے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے کہ لوہے اور پیتل کی انگوٹھی وغیرہ پہننا مکروہ ہے اور مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔ محی السنۃ نے عورت کے مہر کے بارے میں حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو روایت نقل کی ہے اس سے ان کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے جو یہ فرمایا کہ بیوی کو مہر میں دینے کے لئے مال مہیا کرو اگر چہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ اوپر روایت میں لوہے کی انگوٹھی پہننے کی جو ممانعت ثابت ہوتی ہے وہ تحریم کے لئے نہیں ہے کیونکہ اگر حقیقت میں لوہے کی انگوٹھی پہننا حرام ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے متمنی شخص کو لوہے کی انگوٹھی مہیا کرنے کے لئے کیوں فرماتے۔

مہر کے مال کے بارے میں مذکورہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ اس کا مقصد دراصل عورت کے مہر میں مال خرچ کرنے کی اہمیت وضرورت کو زیادہ سے زیادہ تاکید کے ساتھ بیان کرنا ہے کہ مہر کے طور پر کوئی نہ کوئی مال ضرور مقرر کیا جائے خواہ وہ ادنیٰ ترین چیز ہی کیوں نہ ہو۔

اس ارشاد سے یہ بھی واضح ہوا کہ لوہے کی انگوٹھی پہننے کو اگر چہ ممنوع قرار دیا گیا ہے لیکن وہ انگوٹھی مال متقوم مالیت کے دائرے سے باہر نہیں ہے تاہم یہ بھی احتمال ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننے کی اس ممانعت کے نفاذ و بیان کا زمانہ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ روایت کے بعد کا ہو، کیوں کہ یہ ثابت ہے کہ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت استقراء سنن اور استحکام شرائع سے پہلے کی ہے اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت اس کے بعد کی ہے لہٰذا حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت منسوخ قرار پائے گی۔

3640 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اصْطَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا فَقَالَ اِنَّا قَدِ اصْطَنَعْنَا خَاتَمًا وَّنَقَشْنَا فِيْهِ نَقْشًا فَلَا يَنْقُشْ عَلَيْهِ اَحَدٌ

3640 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5446' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5296

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''ہم نے انگوٹھی بنوائی ہے اور ہم نے اس میں ایک نقش کروایا ہے' تو کوئی شخص اس کے مطابق نقش نہ کروائے''۔

3641 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ لَهُ فَصٌّ حَبَشِيٌّ وَنَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں حبشی نگ لگا ہوا تھا اور اس میں ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ'' نقش تھا۔

شرح

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ انگوٹھی کو اپنے داہنے ہاتھ میں پہنا۔ اور پھر اس کو پھینک دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں "محمد رسول اللہ" کے الفاظ کندہ کرائے اور فرمایا کہ کوئی شخص میری اس مہر کی مانند الفاظ (اپنی انگوٹھی میں) کندہ نہ کرائے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب انگوٹھی پہنتے تو اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھتے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 312)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی اس وقت بنوائی تھی جب کہ مردوں کے لئے سونا حرام نہیں ہوا تھا چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مردوں کے لئے سونا پہننا حرام قرار دے دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انگوٹھی پھینک دی امام محمد نے اپنی کتاب مؤطا میں کہا ہے کہ مردوں کے لئے جس طرح سونے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے اسی طرح ان کے لئے لوہے اور کانسی وغیرہ کی انگوٹھی بھی جائز نہیں ہے لہٰذا مرد کو چاندی کے علاوہ اور کسی چیز کی انگوٹھی نہیں چاہئے۔ عورتوں کے لئے سونے کی انگوٹھی اور دوسرے زیورات پہننا جائز ہے بلکہ علماء نے یہ لکھا ہے کہ عورتوں کو چاندی کی انگوٹھی مکروہ ہے، کیونکہ چاندی کی انگوٹھی مرد پہنتے ہیں اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا مکروہ ہے، لہٰذا اگر کوئی عورت چاندی کی انگوٹھی پہننا ہی چاہئے تو وہ اس کے رنگ کو کسی ملمع وغیرہ کے ذریعہ تبدیل کردے۔
ہدایہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس بارے میں انگوٹھی کے حلقہ کا اعتبار ہے نہ کہ اس کے نگینہ کا۔ " کوئی شخص میری مہر کے مانند الفاظ کندہ نہ کرائے " اصل بات یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھا کرتے تھے کہ مسلمان میری اتباع کے کس قدر حریص اور شیدائی ہیں وہ میرے ہر عمل کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے کوئی بعید نہیں کہ لوگ میری اس مہر کے الفاظ اپنی انگوٹھیوں میں بھی کندہ کرنے لگیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا: نیز اس ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مہر اور اس میں کندہ الفاظ کی ایک قانونی حیثیت بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو خطوط وغیرہ دنیا کے بادشاہوں اور

3641 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5868' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5453' ورقم الحدیث: 5454' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4216' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1739' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5211' ورقم الحدیث: 5212' ورقم الحدیث: 5292' ورقم الحدیث: 5294

سربراہان مملکت کے نام بھیجا کرتے تھے ان پر وہی مہر ثبت فرماتے تھے۔

اس صورت میں اگر دوسرے لوگ بھی اپنی انگوٹھیوں میں اسی طرح کی مہر کندہ کراتے تو نہ صرف یہ کہ مہر رسالت کی مخصوص حیثیت ان بادشاہوں کی نظر میں مشتبہ ہو جاتی بلکہ ایک عجیب طرح کی خرابی بھی واقع ہو جاتی۔ قاضی خاں نے کہا ہے کہ چاندی کی انگوٹھی پہننا اس شخص کے حق میں مباح ہے جس کے لئے مہر رکھنا ایک ضرورت کے درجہ کی چیز ہو جیسے قاضی وغیرہ اور جو شخص مہر رکھنے کا ضرورت مند نہ ہو اس کے حق میں افضل یہی ہے کہ چاندی کی انگوٹھی کا بھی استعمال نہ کرے نیز جو شخص انگوٹھی پہنے اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ انگوٹھی کو بائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنے اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ انگوٹھی کس ہاتھ میں پہنی جائے تو سیوطی کہتے ہیں کہ احادیث تو دائیں ہاتھ میں پہننے کے بارے میں بھی منقول ہیں اور بائیں ہاتھ میں پہننے کے بارے میں بھی، لیکن عمل ان ہی احادیث پر ہے جن میں بائیں ہاتھ میں پہننے کا ذکر ہے اور جو احادیث دائیں ہاتھ کے متعلق ہیں ان کو منسوخ قرار دیا گیا ہے چنانچہ عدی وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے لیکن پھر بائیں ہاتھ میں پہننے لگے

سفر السعادہ کے مصنف نے یہ لکھا ہے کہ اس بارے میں مختلف احادیث منقول ہیں، بعض روایتوں میں تو نقل کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور بعض روایتوں میں بائیں ہاتھ میں پہننا نقل کیا گیا ہے یہ سب روایتیں صحیح ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں پہنتے ہوں گے اور کبھی بائیں ہاتھ میں۔

امام نووی یہ لکھتے ہیں کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انگوٹھی کا دائیں ہاتھ میں بھی پہننا جائز ہے اور بائیں ہاتھ میں بھی لیکن شوافع کے نزدیک دائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے کیونکہ دایاں ہاتھ بائیں کی بہ نسبت شرف وفضیلت رکھتا ہے اس لئے وہی ہاتھ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی زینت وآرائش اور توقیر ہو۔ (شرح مسلم نووی)

بَاب النَّهْيِ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ

یہ باب سونے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت میں ہے

3642- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ حُنَيْنٍ مَوْلٰى عَلِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع کیا ہے۔

3643- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سُهَيْلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی سے منع کیا ہے۔

3643: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ سے انگوٹھی کو اتار کر پھینک دیا اور پھر فرمایا کہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ تم میں سے کوئی شخص دوزخ کی آگ کے انگارے کو حاصل کرے اور اس کو اپنے ہاتھ میں پہن لے، یعنی جو شخص اپنے ہاتھوں میں سونے کی کوئی چیز پہنے گا اس کا ہاتھ دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا۔

اس صورت میں کسی مرد کا سونے کی انگوٹھی پہننا گویا اپنے ہاتھ میں دوزخ کی آگ کا انگارہ پہننا ہے، پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے تو اس شخص سے کہا گیا کہ تم اپنی اس انگوٹھی کو اٹھا لو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ یعنی چاہے تو اس کو فروخت کر ڈالو اور چاہے کسی عورت کو دے دو لیکن اس شخص نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم میں اس کو کبھی نہیں اٹھاؤں گا جب کہ اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 314)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو وہ اگر کسی خلاف شرع چیز کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بگاڑ دے اور مٹا دے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حدیث۔ (اذا رای احد منکم منکر فلیغیرہ بیدہ) یعنی جب تم میں سے کوئی شخص کسی خلاف شرع چیز کو دیکھے تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بگاڑ ڈالے۔

3644 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ اَهْدَى النَّجَاشِيُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلْقَةً فِيْهَا خَاتَمُ ذَهَبٍ فِيْهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ فَاَخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُوْدٍ وَّاِنَّهُ لَمُعْرِضٌ عَنْهُ اَوْ بِبَعْضِ اَصَابِعِهٖ ثُمَّ دَعَا بِابْنَةِ ابْنَتِهٖ اُمَامَةَ بِنْتِ اَبِى الْعَاصِ فَقَالَ تَحَلِّىْ بِهٰذَا يَا بُنَيَّةُ

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نجاشی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حلقہ بھجوایا جس میں سونے کی بنی ہوئی ایک انگوٹھی تھی جس میں حبشہ کا ایک نگینہ لگا ہوا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑی کے ذریعے اسے پکڑا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس سے اعراض کیا۔ (راوی کو شک ہے) یا شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی کے ذریعے اسے پکڑا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک نواسی کو بلوایا جن کا نام امامہ بنت ابوالعاص تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے میری بیٹی! تم اسے زیور کے طور پر پہن لو''۔

بَاب مَنْ جَعَلَ فَصَّ خَاتَمِهٖ مِمَّا يَلِىْ كَفَّهُ

یہ باب ہے کہ جو شخص انگوٹھی کے نگینے کو ہتھیلی کی طرف رکھے

3645 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

3644 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4235

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّ خَاتَمِهِ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی سمت رکھتے تھے۔

3646- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اَبِي اُوَيْسٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ الْاَيْلِيِّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ فِيهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّهُ فِي بَطْنِ كَفِّهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی پہنی جس میں حبشی نگ لگا ہوا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس نگ کو ہتھیلی کی سمت رکھتے تھے۔

شرح

حبشی سے مراد عقیق ہے اور عقیق کو حبشہ کی طرف منسوب کر کے حبشی اس لئے کہا گیا ہے کہ عقیق کی کان حبشہ اور یمن میں تھی یا وہ نگینہ عقیق کی بجائے کسی اور قسم کا ہوگا اور وہ قسم حبشہ ہی میں پائی جاتی تھی اس لئے اس کو حبشی کہا گیا یا وہ نگینہ سیاہ رنگ کا تھا جیسا کہ حبشیوں کا رنگ ہوتا ہے اس مناسبت سے اس کو حبشی کہا گیا اور یا یہ کہ اس نگینہ کو کسی حبشی شخص نے بنایا ہوگا اس لئے اس کو حبشی سے تعبیر کیا گیا اس صورت میں دونوں روایتیں تعدد پر محمول ہوں گی یعنی یہ کہا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگوٹھی کا نگینہ چاندی ہی کا تھا اور دوسری انگوٹھی کا نگینہ حبشی یعنی عقیق کا تھا۔

بَابُ التَّخَتُّمِ بِالْيَمِينِ

یہ باب دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے بیان میں ہے

3647- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

بَابُ التَّخَتُّمِ فِي الْاِبْهَامِ

یہ باب انگوٹھے میں انگوٹھی پہننے کے بیان میں ہے

3648- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيسَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

3645: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5444' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4219' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5231' ورقم الحدیث: 5303

3647: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَخَتَّمَ فِيْ هٰذِهٖ وَفِيْ هٰذِهٖ يَعْنِي الْخِنْصَرَ وَالْاِبْهَامَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس بات سے منع کیا ہے کہ میں اس اور اس انگلی میں انگوٹھی پہنوں ان کی مراد سب سے چھوٹی انگلی اور انگوٹھا تھا۔

شرح

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس سے منع فرمایا کہ میں اپنی اس انگلی میں یا اس انگلی میں انگوٹھی پہنوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے (یہ کہہ کر) درمیانی انگلی اور اس قریب والی انگلی یعنی شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 319)

درمیانی اور شہادت کی انگلی کے بارے میں تو اس حدیث سے واضح ہوا اور انگوٹھے نیز چھوٹی انگلی کے قریب والی انگلی میں انگوٹھی پہننا نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ صحابہ و تابعین ہی سے منقول ہے اس سے معلوم ہوا کہ انگوٹھی کو چھوٹی انگلی ہی میں پہننا مستحب ہے۔ چنانچہ شوافع اور حنفیہ کا رجحان اسی طرف ہے تاہم یہ بات مردوں کے حق میں ہے، جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے تو ان کے قریب کے لئے سب انگلیوں میں پہننا جائز ہے۔ امام نووی نے کہا ہے کہ مردوں کو درمیانی اور شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ تنزیہی ہے۔

بَابُ الصُّوَرِ فِي الْبَيْتِ

یہ باب گھر میں تصویر رکھنے کے بیان میں ہے

3649 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر موجود ہو۔

3648: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5838' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5457' ورقم الحدیث: 5460' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4225' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1786' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5226' ورقم الحدیث: 5227' ورقم الحدیث: 5301' ورقم الحدیث: 5302' ورقم الحدیث: 5391

3649: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3225' ورقم الحدیث: 3322' ورقم الحدیث: 4002' ورقم الحدیث: 5949' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5481' ورقم الحدیث: 5482' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2804' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4293' ورقم الحدیث: 5362' ورقم الحدیث 5363

شرح

علماء نے لکھا ہے کہ یہاں وہ تصویر اور کتا مراد ہے جن کا گھر میں رکھنا حرام نہیں ہے جیسے وہ کتا جو شکار یا کھیت کھلیان اور مویشیوں وغیرہ کی حفاظت کے لئے پالا گیا ہو یا ایسی تصویریں جو بچھونوں وغیرہ پر ہوں اور ان کی تحقیر و پامالی کی جاتی ہو چنانچہ گھر میں ایسے کتے یا ایسی تصویروں کی موجودگی فرشتوں کے داخل ہونے میں رکاوٹ نہیں بنتی لیکن یہ مسئلہ محض ان تصویروں کے رکھنے یا استعمال کا ہے کیونکہ تصویر بنانا تو ہر صورت میں حرام ہے خواہ بچھونے پر ہو خواہ درہم سکوں اور نوٹوں پر ہوں اور خواہ کسی اور چیز پر بنائی جائے جاندار کی تصویر د مورت وغیرہ کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ حکم عمومی نوعیت کا ہے یعنی کسی گھر میں مطلق تصویر اور کتے کی موجودگی ملائکہ کے داخل ہونے میں رکاوٹ بنتی ہے اگرچہ کتا اور تصویریں اسی نوعیت کی کیوں نہ ہوں جن کا گھر میں رکھنا نہیں ہے۔ "فرشتوں "سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کے اعمال لکھنے اور ان کی حفاظت پر مامور نہیں ہوتے کیونکہ جو فرشتے اعمال لکھنے اور حفاظت کرنے پر معمور ہوتے ہیں وہ کسی بھی حال میں انسان سے جدا نہیں ہوتے۔

تصویر بنانے والے کیلئے وعید کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ایسا خواب دیکھنے کا دعویٰ کرے جو کہ اس نے نہیں دیکھا ہے یعنی جھوٹا خواب بیان کرے تو اس کو قیامت کے دن دو جو میں گرہ لگانے پر مجبور کیا جائے گا، جس کو وہ ہرگز نہیں کر سکے گا اور جو شخص کچھ لوگوں کی بات چیت کی طرف اپنا کان لگائے جب کہ وہ لوگ اس شخص کے سننے کو پسند نہ کریں اور اس سے فرار اختیار کریں تو قیامت کے دن اس شخص کے کان میں سیسہ ڈالا جائے گا اور جو شخص تصویر بنائے گا اس کو آخرت میں عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس تصویر میں روح پھونکے حالانکہ وہ ہرگز روح نہیں پھونک سکے گا۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 427)

جس کو وہ ہرگز نہیں کر سکے گا" کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ وہ جو کے دو دانوں کو آپس میں جوڑ کر ایک کر دے اور جب وہ ایسا نہیں کر سکے گا تو اس کو پھر عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور اسی طرح اس کو عذاب دیا جاتا رہے گا۔ جھوٹا خواب بیان کرنے اور جو کے دو دانوں کو آپس میں جوڑنے کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ جس طرح اس شخص نے خواب کی بے بنیاد اور جھوٹی باتوں کو جوڑا اسی طرح اس سے کہا جائے گا کہ اب ذرا جو کے دو دانوں کو جوڑ کر دکھلا؟ واضح رہے کہ جھوٹا خواب بیان کرنا بھی اگرچہ جھوٹ کی ایک قسم ہے لیکن اس جھوٹا خواب بیان کرنے پر مطلق جھوٹ بولنے کی بہ نسبت زیادہ سخت عذاب اس لئے دیا جائے گا کہ اصل میں خواب کا تعلق عالم غیب سے ہے اور سچا خواب اجزاء نبوت میں سے ایک جزء ہے اور ایک طرح سے وحی کے درجہ کا حکم رکھتا ہے لہٰذا جس شخص نے جھوٹا خواب بیان کیا اس نے گویا حق تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا جھوٹ کی سب سے سخت قسم ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں مذکورہ وعید اس شخص کے حق میں ہے جو جھوٹے خواب کے ذریعہ نبوت یا ولایت کا دعوے کرے، مثلاً وہ یوں کہے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نبی بنایا ہے یا ولی بنایا ہے اور مجھ کو خبر دی ہے کہ

فلاں شخص کی مغفرت ہوگئی ہے یا فلاں شخص ملعون ہے وغیرہ وغیرہ، یا یوں بیان کرے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خواب میں فلاں حکم دیا ہے حالانکہ حقیقت میں اس نے خواب کچھ بھی نہیں دیکھا تھا۔

اس شخص کے کان میں سیسہ ڈالا جائے گا "یہ وعید اس شخص کے حق میں ہے جو ان لوگوں کی باتیں چغل خوری اور فتنہ وفساد پھیلانے کی غرض سے سنے، اس کے برخلاف اگر وہ ان لوگوں کی باتیں اس غرض سے سنے کہ اگر وہ اپنی اس بات چیت کے ذریعہ کسی فتنہ وفساد پھیلانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں تو ان کو اس سے روکے یا ان کی شرانگیزیوں سے اپنے آپ کو یا دوسرے کو محفوظ رکھے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ ایسا تکیہ خرید لیا جس پر تصویریں تھیں، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں داخل ہوتے وقت اس تکیہ کو دیکھا تو دروازے پر رک گئے اور حجرہ میں داخل نہیں ہوئے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس تصویر دار تکیہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے اثرات کو بھانپ گئیں! حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نافرمانی چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی طرف متوجہ ہوتی ہوں، میں نے ایسا کونسا گناہ کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں داخل نہیں ہو رہے ہیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تکیہ کیا ہے اور تم اس کو کہاں سے لائی ہو؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے جواب دیا۔ میں نے اس تکیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خریدا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت چاہیں اس کا سہارا لے کر بیٹھیں اور جس وقت چاہیں اس کو سوتے وقت سر کے نیچے رکھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ یاد رکھو تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تصویریں تم نے بنائی ہیں ان میں جان ڈالو اور ان کو زندہ کرو۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے اسی طرح انبیاء علیہ السلام واولیا کے لئے بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ تصویر والے گھر میں داخل ہوں؟ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 420)

3650 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُجَيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَلَآئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "بے شک فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر موجود ہو"۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل

3650 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4152' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 261' ورقم الحدیث: 4292

علیہ السلام آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں گزشتہ شب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا تو تھا لیکن مجھ کو گھر میں آنے سے جس چیز نے روکا وہ یہ تھی کہ دروازے کے پردے پر تصویریں تھیں بایں طور کہ گھر میں جو رنگین منقش کپڑا تھا اس کا پردہ بنایا گیا تھا اور اس پر وہ تصویریں بنی ہوئی تھیں نیز گھر میں کتا بھی موجود تھا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تصویروں کے سر کاٹے جانے کا حکم دیجئے جو دروازے (کے پردے) پر ہیں اور ان تصویروں کے سر اس طرح کاٹ دیئے جائیں کہ ان کی ہیئت وشکل بدل جائے اور وہ درخت کی شکل کے ہو جائیں اور پھر اس پردہ کو کاٹ کر ان کے دو تکیے بنانے کا حکم دیجئے جو سہارا لے کر بیٹھنے اور تکیہ لگا کر سونے کے کام میں آنے کے لئے گھر میں فرش پر پڑے رہیں اور روندے جاتے رہیں۔ نیز کتے کو بھی گھر سے نکال باہر کرنے کا حکم دیجئے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا (جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا تھا)۔

(ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 429)

فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے کہ اس حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ مصلے کے آگے یا سر کے اوپر یا دائیں طرف یا بائیں طرف کوئی تصویر موجود ہو یا نمازی کے کپڑے پر تصویر بنی ہو، البتہ بچھونے پر تصویر کے ہونے کے بارے میں دو قول ہیں ان میں سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ بچھونے یا فرش پر تصویر کا ہونا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ اگر اس بچھونے یا فرش پر نماز پڑھی جائے تو اس جگہ سجدہ نہ کیا جائے جہاں کوئی تصویر ہو۔ واضح رہے کہ یہ مسئلہ اس صورت کا ہے جب کہ تصویریں بڑی ہوں اور دیکھنے والوں کو بغیر کسی تکلف کے نظر آئیں اور اگر تصویریں چھوٹی ہوں یا ان کے سر کٹے اور مٹے ہوں تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں۔

3651 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَاعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامِ فِیْ سَاعَةٍ يَاْتِيْهِ فِيْهَا فَرَاثَ عَلَيْهِ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ بِجِبْرِيْلَ قَائِمٌ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَدْخُلَ قَالَ اِنَّ فِی الْبَيْتِ كَلْبًا وَّاِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی مخصوص وقت میں آنے کا وعدہ کیا' لیکن وہ اس وقت نہیں آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے' تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم اندر کس وجہ سے نہیں آئے' تو انہوں نے بتایا: گھر میں ایک کتا موجود تھا، ہم ایسے کسی گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر مصور دوزخ میں ڈالا جائے گا اور اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے ایک شخص پیدا کیا جائے گا جو تصویر بنانے والے کو دوزخ میں عذاب دیتا رہے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اگر تمہیں تصویر بنانے کی ضرورت ہی ہو تو درختوں یا کسی غیر ذی روح کی

3651: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

تصویر بنالو۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 426)

یوں تو ہر طرح کی تصویر اور مورت بنانا ناجائز ہے تاہم اکثر علماء نے لڑکیوں کے لئے گڑیوں کو مستثنیٰ رکھا ہے یعنی ان کے نزدیک لڑکیوں کے حق میں گڑیاں بنانا مباح ہے لیکن امام مالک نے مردوں کو ان کا خریدنا مکروہ قرار دیا ہے اور بعض علماء نے مذکورہ اباحت کو منسوخ قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ "اللہ کے ہاں سخت ترین عذاب کا مستوجب، مصور ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 425)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو سخت ترین عذاب میں مبتلا کرے گا ان میں مصور بھی ہوگا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ وعید اس شخص کے حق میں ہے جو بتوں کی مورتیاں اس لئے بناتا ہے کہ ان کی پوجا کی جائے اور چونکہ ایسا شخص یقیناً کافر ہوگا اس لئے اگر اس کو سخت ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا تو کچھ بعید نہیں اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی مشابہت کی نیت سے تصویر بنائے وہ بھی کافر ہے اور سخت ترین عذاب کا مستوجب۔

اور جو شخص اس نیت کے بغیر تصویر سازی کرے وہ کافر نہیں ہوگا بلکہ فاسق کہلائے گا اور اس کا وہی حکم ہوگا جو مرتکب معاصی کا ہے اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ حدیث میں جس مصور کے بارے میں وعید بیان کی گئی ہے اس سے جاندار کی تصویر بنانے جاندار کی تصویر بنانے والا مراد ہے نہ کہ درختوں اور عمارات وغیرہ کی تصویر بنانے والا اسی لئے عام طور پر مصور کا اطلاق جاندار کی تصویر بنانے والے پر ہوتا ہے اور جمادات و نباتات وغیرہ کی تصویر بنانے والے نقاش کہتے ہیں! مجاہد نے پھل دار درختوں کی تصویر بنانے کو بھی مکروہ کہا ہے دوسرے محققین کے نزدیک غیر جاندار کی تصویر بنانا کراہت سے خالی نہیں اور لہو ولعب نیز بے مقصد والا یعنی چیزوں میں داخل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرے یعنی جس طرح میں صورت بناتا ہوں اسی طرح وہ بھی صورت بناتا ہے اگرچہ حقیقت میں وہ اس مادہ سے صورت نہیں بناتا جس مادہ سے اللہ کی بنائی ہوئی صورتیں ہیں تاہم وہ کوئی صورت بناتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ یہ صورت میری بنائی ہوئی ہے اگر تصویر و مورت بنانے والے واقعہ تخلیق کا دعویٰ کرتے ہیں تو ذرا وہ ایک چیونٹی تو بنائیں یا ایک دانہ تو پیدا کریں یا ایک جو تو پیدا کر کے دکھائیں؟ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 424)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت اختیار کرتے ہیں؟

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 423)

مشابہت اختیار کرتے ہیں "یعنی صورت بنانا اللہ کا کام ہے لہٰذا جو شخص تصویر بناتا ہے وہ گویا اپنے فعل کو اللہ تعالیٰ کے فعل کے ساتھ مشابہ کرتا ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تصویر بنانے والا گویا اس چیز (تصویر) کو بناتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے مشابہ ہوتی

ہے۔ ابن ملک کہتے ہیں کہ اگر مصور کا فعل تصویر سازی اسی نظریے (عقیدے) کے تحت ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فعل صورت گری کی مماثلت کرنے والا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اس صورت میں اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کو اس کے اس قبیح کفر کی بنا پر دوسرے کافروں کی بہ نسبت زیادہ سخت عذاب بھگتنا ہوگا اور اگر وہ ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو تو پھر اس کے حق میں یہ حدیث تہدید پر محمول ہوگی۔

3652- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا عُفَيْرُ بْنُ مَعْدَانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْهُ اَنَّ زَوْجَهَا فِي بَعْضِ الْمَغَازِي فَاسْتَاْذَنَتْهُ اَنْ تُصَوِّرَ فِي بَيْتِهَا نَخْلَةً فَمَنَعَهَا اَوْ نَهَاهَا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اس کا شوہر کسی غزوے میں شریک ہونے کے لیے گیا ہوا ہے، اس عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اجازت مانگی کہ وہ اپنے گھر میں کھجور کی تصویر بنالے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع کر دیا۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ لفظ ہے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔

تصویر کشی کا پیشہ اپنانے والے کا بیان

حضرت سعید بن الحسن تابعی کہتے ہیں کہ ایک دن میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا کہ ناگہاں ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میری معاشی زندگی کا انحصار میرے ہاتھوں کی محنت مزدوری پر ہے جن کے ذریعہ میں یہ تصویریں بناتا ہوں (اب سوال یہ ہے کہ میں کیا کروں کیونکہ شریعت نے اس پیشہ کو حرام قرار دیا ہے اور کوئی دوسرا پیشہ مجھے آتا نہیں کہ جس کے ذریعہ اپنی روزی کا انتظام کروں تو کیا اس مجبوری کے تحت میرے لئے یہ پیشہ جائز ہے یا نہیں؟) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب یہ دیکھا کہ تصویر کشی کے کام سے اس شخص کا تعلق سخت نوعیت کا ہے اور شاید میرے منع کرنے سے باز نہ آئے تو انہوں نے اس کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی۔

چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے اس بات کے علاوہ اور کوئی بات بیان نہیں کروں گا جس کو میں نے رسول کریم سے سنا ہے (تو تم توجہ سے سنو کہ) میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص تصویر سازی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب میں مبتلا رکھے گا یہاں تک کہ وہ اس تصویر میں روح پھونک دے درآنحالیکہ وہ اس تصویر میں ہرگز روح نہیں پھونک سکے گا۔ اس شخص نے (یہ وعید سن کر) بڑا گہرا سانس لیا اور اس کا چہرہ خوف کی وجہ سے پیلا پڑ گیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (اس کی یہ حالت دیکھی تو) فرمایا کہ تم پر افسوس ہے اگر تم اس تصویر کشی کے پیشہ کے علاوہ دوسرے پیشوں (کو قبول کرنے سے) انکار کرتے ہو (کیونکہ تم کوئی اور پیشہ جانتے ہی نہیں) تو ایسا کرو کہ ان درختوں کی اور ان چیزوں کی تصویریں بنانے لگو جو بے جان ہیں۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 435)

3652: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَاب الصُّوَرِ فِيمَا يُوطَأُ

یہ باب ہے کہ وہ تصاویر جنہیں پاؤں تلے روند دیا جائے

3653- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِي تَعْنِي الدَّاخِلَ بِسِتْرٍ فِيهِ تَصَاوِيرُ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَتَكَهُ فَجَعَلْتُ مِنْهُ مَنْبُوذَتَيْنِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلَى إِحْدَاهُمَا

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اپنے اوطاق کے سامنے ایک پردہ لگایا جس پر تصویر بنی ہوئی تھی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھاڑ دیا تو میں نے اس کپڑے کے دو تکیے بنا دیے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں سے ایک پر ٹیک لگائی۔

شرح: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے سفر پر تشریف لے گئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد ایک کپڑا حاصل کیا اور اس کا پردہ دروازہ پر لٹکایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر جہاد سے واپس تشریف لائے اور وہ پردہ پڑا ہوا دیکھا تو اس کو کھینچ کر پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم نہیں دیا ہے کہ ہم مٹی اور پتھر کو کپڑے پہنائیں۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم حدیث نمبر 422)

نمط "ایک عمدہ قسم کے فرش یا بچھونے کو کہتے ہیں جس کے کنارے باریک اور ملائم تانے کے ہوتے ہیں اس کو ہودج پر بھی ڈالتے ہیں اور اس کا پردہ بھی بناتے ہیں، احتمال ہے کہ یہ لفظ نمد کا معرب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غالباً اس کپڑے کو دروازے پر آرائش کی خاطر لٹکایا ہوگا ورنہ اگر پردے کے مقصد سے دروازے پر ڈالتیں تو اس پر عتاب ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ اور بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ اس کپڑے پر گھوڑے کی تصویریں تھیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ضائع کر دیا اور گویا ان تصویروں کو مٹا ڈالا، لیکن یہ قول حدیث کے سیاق کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ حدیث کا ربط مضمون یہ واضح کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کپڑے کو پھاڑنا اور گویا اس کو دروازے پر لٹکانے سے منع کرنا تصویر کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ درو دیوار کو کپڑے سے ڈھانپنے کی کراہت کی بنا پر تھا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

یحییٰ کہتے ہیں کہ در و دیوار کو کپڑے سے ڈھانپنے کی ممانعت نہی تنزیہی طور پر ہے کیونکہ اس چیز کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہ ہونا ممانعت پر دلالت نہیں کرتا رہی یہ بات کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردے پر اس قدر ناگواری کا اظہار کیوں کیا کہ اس کو پھاڑ بھی ڈالا تو اس کی وجہ محض یہ تھی کہ یہ چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اہل بیت کی شان اور ان کے ورع وتقویٰ کے خلاف تھی، تاہم یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ گھر کی دیواروں وغیرہ کو کپڑے سے ڈھانپنے سے منع کیا جائے نیز یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اگر کوئی بری چیز دیکھی جائے تو اس کو اپنے ہاتھ سے خراب و برباد کر دیا جائے اور اس کے خلاف اپنے غم و

3653: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

غصہ کا اظہار کیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے شہ نشین پر ایک ایسا پردہ ڈال دیا جس پر تصویریں تھیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو دیکھا تو اس کو پھاڑ دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (اس پھٹے ہوئے پردہ کا یہ مصرف نکالا کہ) اس کے دو تکیے بنا دیئے چنانچہ وہ دونوں تکیے گھر میں رکھے رہتے تھے اور ان پر تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔

(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 421)

بظاہر یہ حدیث اس حدیث کے منافی ہے جو اس سے پہلے گزری ہے کیونکہ پہلی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تکیہ پر بنی ہوئی تصویریں گھر میں ملائکہ کو داخل ہونے سے روکتی ہیں، اگر چہ ایسی تصویروں کا گھر میں رہنے دینا حرام نہ ہو، اس صورت میں وہ دونوں تکیے جن پر تصویریں تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں کیسے رکھے ہوئے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان تکیوں پر جو تصویریں تھیں وہ کسی جاندار کی نہیں تھیں جن کا بنانا اور رکھنا حرام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس پردہ کو پھاڑ ڈالا تھا تو اس کی وجہ بھی اس پردے پر تصویروں کی موجودگی نہیں تھی بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ در و دیوار پر بلا ضرورت پردے لٹکانا منشاء الٰہی کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ پتھر اور مٹی کو کپڑے پہنائے جائیں جیسا کہ آگے آنے والی حدیث سے معلوم ہوگا اور اگر بالفرض وہ تصویریں کسی جاندار ہی کی تھیں تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ جب تکیہ بنانے کے لئے پردہ کی کانٹ چھانٹ ہوئی تو اس پر جو تصویریں تھیں ان کے سر کٹ گئے تھے، بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ "ہتک" (کہ جس کا ترجمہ پھاڑ ڈالنا کیا گیا ہے) کے معنی ان تصویروں کا کاٹنا اور مٹا دینا ہیں جو اس پردہ پر تھیں۔

بَاب الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ

یہ باب سرخ زین پوش کو استعمال کرنے میں ہے

3654- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ هُبَيْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْمِيثَرَةِ يَعْنِى الْحَمْرَاءَ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی اور سرخ زین پوش استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

بَاب رُكُوْبِ النُّمُوْرِ

یہ باب چیتے کی کھال پر بیٹھنے کے بیان میں ہے

3655- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنِىْ عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْحِمْيَرِيُّ عَنْ اَبِىْ حُصَيْنٍ الْحَجْرِيِّ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ الْحَجْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا رَيْحَانَةَ صَاحِبَ النَّبِيِّ

3654: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4051' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2808' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 5180' ورقم الحدیث 5181' ورقم الحدیث: 5182

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ رُكُوبِ النُّمُوْرِ

حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتے کی کھال پر بیٹھنے سے منع کیا ہے۔

شرح: حضرت ابوریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں سے منع فرمایا ہے دانتوں کو تیز کرنے سے، جسم کے کسی حصہ کو گودنے سے، بال اکھاڑنے سے، مرد کو مرد کے ساتھ سونے سے اگر درمیان میں کپڑا حائل نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مرد اپنے کپڑے کے نیچے ریشم (کا استر) لگائے جیسا کہ عجمی لوگ لگاتے ہیں یا عجمی لوگوں کی طرح مونڈھوں پر ریشمی کپڑا لگائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا مال لوٹنے سے اور چیتے کی زین پر سونے سے منع فرمایا نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص مہر والی انگوٹھی پہنے الا یہ کہ وہ صاحب حکومت ہو۔ "

(ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 284)

عرب میں یہ دستور تھا کہ بوڑھی عورتیں، جوان عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کے لئے اپنے دانت کے کناروں کو تیز اور باریک کیا کرتی تھیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نے منع فرمایا: اسی طرح ایک رواج یہ بھی تھا کہ عورتیں اپنے جسم کے کسی بعض حصوں کو سوئی سے گود کر اس میں نیل یا سرمہ بھر دیتی تھیں (جیسا کہ ہمارے یہاں بھی بعض غیر مسلم میں یہ دستور ہے کہ جسم کے کسی حصہ خاص طور سے ہاتھ پر نام وغیرہ گودتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا۔ بال اکھاڑنے سے منع فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ آرائش و زینت کی خاطر داڑھی اور سر کے سفید بال چننا ممنوع ہے یا یہ کہ عورتوں کا اپنے چہرہ یعنی پیشانی کے بال چننا ممنوع ہے ان چیزوں کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اول تو ان سے اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر کرنا لازم آتا ہے دوسرے یہ چیزیں آرائش و زینت کے لئے بے جا اور برے قسم کے تکلفات کا مرتکب ہونے کا باعث ہیں اگرچہ زیب و زینت اختیار کرنا عورتوں کے لئے جائز ہے مگر اس طرح کے مذموم تکلفات ان کے لئے بھی ممنوع ہیں۔

بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہاں "بال اکھاڑنے " سے مراد یہ ہے کہ کسی حادثہ و مصیبت کے وقت شدت جذبات سے مغلوب ہو کر اپنے سر اور داڑھی کے بال نوچنا ممنوع ہے۔ "مرد کا مرد کے ساتھ سونے۔ الخ۔ کا مطلب حدیث کے ظاہری مفہوم کے مطابق تو یہی ہے کہ دو مرد ایک کپڑے (یعنی ایک چادر و لحاف وغیرہ میں') اس طرح سوئیں کہ دونوں بالکل ننگے ہوں، یا ان کے صرف ستر ڈھکے ہوئے ہوں تو یہ بالکل ممنوع ہے یا یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس ممانعت کا تعلق صرف اس صورت سے ہو جب کہ دونوں کے ستر بھی ڈھکے ہوئے نہ ہوں یہی دونوں احتمال عورتوں کے بارے میں بھی ہیں اگر وہ عورتوں کا باہم اس طرح سونا کسی فتنہ و شر انگیزی کا خوف نہ ہو تب بھی یہ صورت تہذیب و شائستگی اور ادب و اخلاق کے منافی اور بے حیائی و بے شرمی کی غماز تو بہر حال ہو گی۔ مرد اپنے کپڑے کے نیچے ریشم کا استر لگائے کا مطلب یہ ہے کہ ریشم کا کپڑا پہننا مرد کے لئے قطعاً حرام ہے خواہ وہ

3655 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4049 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5106 ورقم الحدیث: 5125 ورقم الحدیث: 5126 ورقم الحدیث 5127

کپڑا ایسے لباس کی صورت میں کیوں نہ ہو کہ اس کے اوپر کا حصہ سوتی اور اس کا استر ریشمی ہو یا اس کے اوپر کا حصہ تو ریشمی ہو اور اس کا استر سوتی ہو چنانچہ صحیح قول یہی ہے۔

مونڈھوں پر ریشمی کپڑا لگانے " کا مطلب یہ ہے کہ کرتے یا جبہ وغیرہ کے مونڈھوں پر بطور سنجاف (بیل) ریشمی کپڑا لگانا یا ریشم کا کام کرنا ایسی صورت میں جائز ہے جب کہ اس کی مقدار چار انگشت تک ہو، چار انگشت سے زائد کی صورت میں ممنوع ہوگا نیز ہوسکتا ہے کہ اس جملہ سے یہ مراد ہو کہ کاندھوں پر دوپٹے کی طرح ازراہ تکبر واتراہٹ ریشمی کپڑا ڈالنا ممنوع ہے۔ چیتے کی کھال کی زین پر سوار ہونے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ اس میں متکبرین کی مشابہت ہے۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ چوپایوں اور درندوں کی کھال پر بیٹھنے سے ان چوپایوں و درندوں کی خاصیتیں جیسے وحشت و درندگی وغیرہ سرایت کر جاتی ہیں۔ "الا یہ کہ وہ صاحب حکومت ہو۔ "یعنی جیسے بادشاہ، قاضی اور حاکم وغیرہ۔

حاصل یہ کہ مہر والی انگوٹھی کو بلاضرورت کے محض زینت کی خاطر پہننا مکروہ تنزیہی ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے بایں دلیل کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے خلفاء کے زمانہ میں صحابہ مہر والی انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور کوئی اس کو خلاف نہیں کہتا تھا۔

3656 - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي الْمُعْتَمِرِ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ رُكُوْبِ النُّمُوْرِ

◆◆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتے کی کھال پر بیٹھنے سے منع کیا ہے۔

شرح

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھالوں کے پہننے اور ان پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد، سنن نسائی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 472)

اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ درندوں مثلاً شیر اور چیتے وغیرہ کی کھال کا لباس بنا کر انہیں پہنا نہ جائے، اسی طرح ان پر سوار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ درندوں کی کھال کو بچھا کر اس پر بیٹھنا یا گھوڑے کی زین پر ڈال کر اس پر سوار ہونا مناسب نہیں ہے اس طرح ان کے استعمال سے منع اس لئے فرمایا گیا ہے کہ متکبر لوگوں اور خالص دنیاداروں کی عادت ہے لہٰذا نیک لوگوں کو ان سے اجتناب کرنا چاہئے اس شکل میں کہا جائے گا کہ یہ نہی تنزیہی ہے لیکن جن حضرات کے ہاں مردار کے بال نجس ہوتے ہیں اور وہ دباغت سے بھی پاک نہیں ہوتے ان کے نزدیک یہ نہی تحریمی ہے۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قافلے کے ساتھ رحمت کے فرشتے نہیں ہوتے جس میں چیتے کی کھال ہو۔ تشریح یعنی چیتے کی کھال پر سوار کو بیٹھنا یا اس کو استعمال کرنا ممنوع ہے کیونکہ اس سے تکبر کی شان پیدا ہوتی ہے۔ "

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف۔ جلد سوم: حدیث نمبر 1031)

3656 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4127

كِتَابُ الْاَدَبِ

یہ کتاب ادب کے بیان میں ہے

ادب کے معنی ومفہوم کا بیان

ادب کے معنی ہیں وہ قول وفعل جس کو اچھا اور قابل تعریف کہا جائے یا ادب کا مطلب یہ ہے کہ ہر بات کو درستی واچھائی کے ساتھ اچھے موقع پر کہا جائے اور ہر کام کو احتیاط اور دور اندیشی کے ساتھ انجام دیا جائے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ادب کا مطلب یہ ہے کہ نیکی، بھلائی کی راہ کو اختیار کیا جائے اور گناہ و برائی کے راستہ سے اجتناب کیا جائے۔ بعض حضرات کے نزدیک ادب کے معنی یہ ہیں کہ اپنے بڑے بزرگ کی عزت وتوقیر کی جائے اور اپنے سے چھوٹے کے ساتھ شفقت ومحبت اور نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔

بَاب بِرِّ الْوَالِدَيْنِ

یہ باب والدین کے ساتھ اچھائی کرنے کے بیان میں ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور اگر تمہاری زندگی میں وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے تو ان کو اف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب سے بات کرنا۔ (بنی اسرائیل:۲۳)

اس پر دلیل کہ عبادت کا استحقاق صرف اللہ کے لیے ہے:

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان پر قائم رہنے اور شرک نہ کرنے کا حکم دیا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں جو کہ ایمان کے شعائر ہیں اور ایمان کی شرائط ہیں اور ان کی کئی اقسام ہیں اور ان میں سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ انسان صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے اور غیر اللہ کی عبادت سے کلیۃً مجتنب رہے، اور اس کی طرف اشارہ فرمایا اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا، یاد رہے کہ ہم اس سے پہلی آیت میں یہ بتا چکے ہیں کہ ان آیتوں میں بظاہر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خطاب ہے لیکن حقیقت میں یہ انسان سے خطاب ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کیونکہ عبادت اس فعل کو کہتے ہیں جو نہایت تعظیم پر مشتمل ہو اور اسی شخص کی نہایت تعظیم لائق ہے جس نے نہایت انعام کیا ہو اور نہایت انعام وجود اور قدرت اور حیات

اور عقل عطا کرتا ہے اور دلائل سے ثابت ہے کہ وجود، حیات، عقل اور قدرت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عطا نہیں کر سکتا، اور جب تمام نعمتیں اللہ کے سوا اور کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے تو پھر عبادت کا مستحق بھی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے، پس عقلی دلیل سے یہ ثابت ہو گیا قضی ربک ان لاتعبدوا الا ایاہ اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا۔

لفظ قضی کے متعدد معانی کا بیان

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قضی کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور قضی کا لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے، یہاں قضی کا معنی ہے حکم دینا، اور قضی کا لفظ خلق کرنے اور پیدا کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا اس آیت میں ہے:

فقضهن سبع سموات فی یومین ۔ (حم السجدہ:۱۲) پھر اس نے دو دن میں سات آسمان پیدا کر دیئے۔

قضی کا لفظ فیصلہ کرنے اور حکم دینے کا معنی میں بھی مستعمل ہے، جادوگروں نے فرعون سے کہا:

فاقض ما انت قاض (طہ:۷۲) تو جو حکم دینا چاہتا ہے وہ حکم دے۔

قضی کسی کام سے فراغت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، حضرت یوسف (علیہ السلام) نے خواب کی تعبیر معلوم کرنے والے دو قیدیوں سے فرمایا:

قضی الامر الذی فیه تستفتین ۔ (یوسف:۴۱) تم دونوں جس خواب کی تعبیر معلوم کر رہے تھے اس کا لکھا پورا ہو چکا ہے۔

فاذا قضیتم مناسککم (البقرہ:۲۰۰) پس جب تم ارکان حج سے فارغ ہو جاؤ۔

فاذا قضیت الصلوۃ ۔ (الجمعہ:۱۰) پس جب نماز جمعہ سے فراغت ہو جائے۔

قضی کا لفظ ارادہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فاذا قضی امرا فانما یقول له کن فیکون ۔ (آل عمران:۴۷) جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے فرماتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

اور کبھی قضی کا لفظ عہد کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

وما کنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسیٰ الامر وما کنت من الشهدین ۔ (القصص:۴۴) اور آپ اس وقت طور کی مغربی جانب نہ تھے جب ہم نے موسیٰ سے ایک عہد لیا تھا اور نہ آپ اس کا مشاہدہ کرنے والوں میں سے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے متصل ماں باپ کی اطاعت کا حکم دینے کی توجیہ:

اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی عبادت کا حکم دیا پھر اس کے بعد متصل ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے حکم میں حسب ذیل حکمتیں ہیں:

۱۔ انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور اس کی ایجاد ہے اور اس کا ظاہری سبب اس کے ماں باپ ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے سبب حقیقی ای کی تعظیم کا حکم دیا اور اس کے متصل بعد سبب ظاہری کی تعظیم کا حکم دیا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ قدیم موجد ہے اور ماں باپ حادث موجود ہیں اس لیے قدیم موجد کے متعلق حکم دیا کہ اس کی عبودیت کے ساتھ

تعظیم کی جائے اور ماں باپ حادث موجود ہیں اس لیے ان کے متعلق حکم دیا کہ ان کی شفقت کے ساتھ تعظیم کی جائے۔

۳۔ منعم کا شکر کرنا واجب ہے، منعم حقیقی اللہ تعالیٰ ہے سو اس کی عبادت کرنے کا حکم دیا، اور مخلوق میں سے اگر کوئی اس کے لیے منعم ہے تو وہ اس کے ماں باپ ہیں سو ان کا شکر کرنا بھی واجب ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۵۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۵۰۱، شرح السنہ ج ۷ ص ۲۶۱، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۱۲۲، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۶۰۶، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۳۰۲۵، کنز العمال رقم الحدیث: ۶۴۴۳)

اور مخلوق میں جتنی نعمتیں اور احسانات ماں باپ کے اولاد پر ہیں اتنی نعمتیں اور احسانات اور کسی کے نہیں ہیں، کیونکہ بچہ ماں باپ کے جسم کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ حضرت مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: فاطمة بضعة منی۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۷۱۴، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۲۰۷۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۸۶۷) فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ ماں باپ کی بچہ پر بہت زیادہ شفقت ہوتی ہے، بچہ کو ضرر سے دور رکھنا اور اس کی طرف خیر کو پہنچانا ان کا فطری اور طبعی وصف ہے۔ وہ خود تکلیف اٹھا لیتے ہیں بچہ کو تکلیف نہیں پہنچنے دیتے اور ان کو جو خیر بھی حاصل ہو وہ چاہتے ہیں کہ یہ خیر ان کے بچے کو پہنچ جائے۔ جس وقت انسان انتہائی کمزور اور انتہائی عاجز ہوتا ہے اور وہ سانس لینے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا اور وہ اپنے چہرے سے مکھی بھی نہیں اڑا سکتا، اس وقت اس کی تمام ضروریات کے کفیل اس کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ پس واضح ہو گیا کہ انسان پر جتنی نعمتیں اور جتنے احسانات اس کے ماں باپ کے ہیں اتنی نعمتیں اور اتنے احسانات اور کسی کے نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کے بعد انسان پر اگر کسی کی نعمتوں اور احسانات کے شکر کا حق ہے تو وہ اس کے ماں باپ کا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ انسان کا حقیقی مربی ہے اور ظاہری طور پر اس کے ماں باپ اس کے مربی ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ انسانوں کی برائیوں کے باوجود اس سے اپنی نعمتوں کا سلسلہ منقطع نہیں کرتا اسی طرح اس کے ماں باپ بھی اس کی غلط کاریوں اور نالائقیوں کے باوجود اس پر اپنے احسانات کو کم نہیں کرتے، جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے انعامات کا بندے سے کوئی عوض طلب نہیں کرتا، اسی طرح ماں باپ بھی اولاد پر اپنے احسانات کا عوض طلب نہیں کرتے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ بندوں کو غلط راستوں میں بھٹکنے اور برائیوں سے بچانے کے لیے ان کو سرزنش کرتا ہے اسی طرح ماں باپ بھی اولاد کو بری راہوں سے بچانے کے لیے سرزنش کرتے ہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔

ماں باپ کے حصول لذت کے نتیجہ میں اولاد ہوئی پھر ان کا کیا احسان ہے؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ماں باپ نے اپنے فطری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے یا حصول لذت کے لیے ایک عمل کیا جس کے نتیجہ میں اولاد پیدا ہو گئی اور اس کی پرورش کا بار ان پر پڑ گیا تو ماں باپ کا اولاد پر کون سا احسان ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کا مقصود صرف حصول لذت ہوتو وہ جنسی عمل کرنے کے بعد عزل کر لیتے تا کہ استقرار حمل نہ ہوتا اور اب تو خاندانی منصوبہ بندی نے

بہت سارے طریقے بتا دیے ہیں جن کے ذریعہ ماں باپ اپنی خواہش پوری کر سکتے ہیں، اور ان کو اولاد کے جھنجھٹ میں مبتلا نہیں ہونا پڑے گا، لیکن جب انہوں نے ضبط تولید کے کسی طریقہ پر عمل نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مقصود صرف حصول لذت نہیں تھا بلکہ حصول اولاد تھا اور اس مقصد کے لیے ان کے والد نے کسب معاش کے لیے اپنی طاقت سے بڑھ کر کام کیا، دہری، تہری ملازمتیں کیں، اور اپنی اولاد کے کھانے پینے، لباس دواؤں اور دیگر ضروریات زندگی کا خرچ اٹھانے کے لیے اپنی بساط سے بڑھ کر جدوجہد کی۔ اولاد کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دی، وہ خود چاہے بھوکے رہ جائیں، خواہ ان کے لیے دوانہ ہو لیکن اولاد کے لیے ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کو وقت پر کھانا اور وقت پر دوا مل جائے، باپ خواہ ان پڑھ ہو لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد اعلیٰ تعلیم حاصل کرے، اور ماں کے اولاد پر جس قدر احسانات ہیں وہ بے حد و حساب ہیں، اگر اس کا مقصد صرف فطری تقاضا پورا کرنا ہوتا اور حصول لذت ہوتا تو وہ استقرار حمل سے پہلے اسقاط کرا سکتی تھی، وہ ایام حمل اور وضع حمل کی تکلیفیں نہ اٹھاتی، پھر وہ دو سال تک بچہ کو دودھ پلاتی ہے اس کے بول و براز کو صاف کرتی ہے، اس کے بستر کو صاف رکھتی ہے، اس کا گوہ موت اٹھاتے ہوئے اس کو کوئی گھن نہیں آتی، کوئی کراہت محسوس نہیں ہوتی، راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس کو دودھ پلاتی ہے، خود گیلے بستر پر لیٹ کر اس کو سوکھے بستر پر سلاتی ہے، اور یوں بالغ ہونے تک اس کی پرورش کرتی رہتی ہے۔ اگر گھر میں کھانا کم ہو تو خود بھوکی رہتی ہے اور بچوں کو کھلا دیتی ہے۔ غرض ماں کے اولاد پر اتنے احسانات ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور ماں باپ جو اولاد کی خدمت کرتے ہیں یہ بالکل بے غرض اور بے لوث ہوتی ہے یہ نہ کہا جائے کہ وہ اس لیے بچہ کی پرورش کرتے ہیں کہ وہ بڑے ہو کر ان کا سہارا اور دست و بازو بنے گا، کیونکہ لڑکے کے متعلق تو یہ امید کی جا سکتی ہے، لڑکی کو تو اس کی شادی سے پہلے بھی پالنا پڑتا ہے اور شادی کے بعد بھی پالنا پڑتا ہے اور رہا لڑکا تو ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ جوانی کی عمر تک پہنچے گا بھی یا نہیں، کسی کام کے لائق بنے گا یا نہیں، پھر پڑھا لکھا کر کسی کام کے لائق تو ماں باپ بناتے ہیں اور یہ چیز ان کے مشاہدہ میں ہوتی ہے کہ شادی کے بعد عموماً لڑکے اپنی بیویوں کے کہنے پر چلتے ہیں اور ماں باپ کو کوئی حیثیت نہیں دیتے، وہ بھول جاتے ہیں کہ ماں باپ نے ان کو کس طرح پالا پوسا تھا اور کس طرح اس مقام تک پہنچایا تھا، یہ سب ماں باپ کے پیش نظر ہوتا ہے، اس کے باوجود وہ اولاد کی بے غرضی اور بے لوث خدمت اور پرورش کرتے ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ انسان کی بے غرض پرورش کرتا ہے اسی طرح ماں باپ اولاد کی بے لوث پرورش کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد اس کے متصل ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

ماں باپ کے حقوق کے متعلق قرآن مجید کی آیات کا بیان

وقضى ربك الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا ۔ (بنی اسرائیل: ۲۳) اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا، اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

ووصينا الانسان بوالديه، حملته امه وهنا على وهن وفصاله فى عامين ان اشكرلى ولوالديك الى المصير ۔ (لقمان: ۱۴) اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ (نیک سلوک کی) وصیت کی، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اس کو حمل میں رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے (ہم نے یہ وصیت کی کہ) میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو، تم سب نے

میری ہی طرف لوٹنا ہے۔

ووصینا الانسان بوالدیه احسانا، حملته امه کرها ووضعته کرها ۔(الاحقاف ۱۵) اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے دکھ جھیل کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دکھ برداشت کر کے اس کو جنا۔

واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا الله، وبالوالدین احسانا ۔(البقرہ ۸۳) اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

یسئلونك ما ذا ینفقون، قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتمی والمسکین وابن السبیل ۔ (البقرہ ۲۱۵) وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہیے کہ تم جو بھی پاک مال خرچ کرو وہ والدین کے لیے اور رشتہ داروں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے (خرچ کرو)

ماں باپ کے حقوق کے متعلق احادیث کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا، میں نے پوچھا پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے پوچھا پھر کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ حضرت ابن مسعود نے کہا آپ نے مجھے یہ احکام بیان فرمائے اگر میں اور پوچھتا تو آپ اور بتا دیتے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۲۷، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۸۵، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۷۳، سنن النسائی، رقم الحدیث: ۶۱۰)

اس حدیث میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کو جہاد پر مقدم کیا ہے۔

ماں باپ کی خدمت اور ان کی اطاعت کا یہ تقاضا ہے کہ نہ براہ راست ان کی گستاخی کرے اور نہ کوئی ایسا کام کرے جو ان کی گستاخی کا موجب ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تمام کبیرہ گناہوں میں سے بڑا کبیرہ گناہ ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے، یا لعنت کرے۔ کہا گیا یا رسول اللہ کوئی شخص اپنے ماں باپ پر کیسے لعنت کرے گا، فرمایا ایک شخص دوسرے شخص کے ماں باپ کو گالی دے گا تو وہ دوسرا شخص اس کے ماں باپ کو گالے دے گا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۹۷۳، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۹۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۴۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۰۲)

اغراض صحیحہ اور جائز کاموں میں ماں باپ کی نافرمانی کرنا حرام ہے اور جائز کاموں میں ان کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ جبکہ ان کا حکم کسی معصیت کو مستلزم نہ ہو۔

حضرت ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تین بار فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے متعلق نہ بتاؤں۔ صحابہ نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اللہ کا شریک بنانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا، آپ

سہارے سے بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا اور جھوٹی بات کہنا، اس کا آپ نے تین بار تکرار فرمایا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث:۲۶۵۴، صحیح مسلم، رقم الحدیث:۸۷، سنن الترمذی، رقم الحدیث:۱۹۰۱)

ماں باپ کی اطاعت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اگر اس کا باپ اس کو یہ حکم دے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو اس پر بیوی کو طلاق دینا واجب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں محبت کرتا تھا، اور میرے والد اس کو ناپسند کرتے تھے، انہوں نے مجھے حکم دیا کہ اس کو طلاق دے دو میں نے انکار کر دیا، پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔

(سنن الترمذی، رقم الحدیث:۱۱۸۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۵۱۳۸، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۲۰۸۸، اس حدیث کی سند صحیح ہے)

ماں اور باپ دونوں کی اطاعت واجب ہے لیکن ماں کی اطاعت کا حق چار میں سے تین حصہ ہے اور باپ کی اطاعت کا حق ایک حصہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! لوگوں میں میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں، اس نے کہا پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں، اس نے پوچھا پھر کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے کہا پھر کون ہے؟ فرمایا تمہارا باپ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۵۹۷۱، صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۵۴۸)

اگر ماں باپ غیر مسلم ہوں پھر بھی ان کے ساتھ نیک سلوک واجب ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس آئیں وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد میں مشرکہ تھیں، میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا یا رسول اللہ! وہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحم کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں تم ان کے ساتھ صلہ رحم کرو۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث:۲۶۲۰، صحیح مسلم، رقم الحدیث:۱۰۰۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۶۶۸)

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا جہاد پر مقدم ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا: کیا میں جہاد کروں؟ آپ نے پوچھا تمہارے ماں باپ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا پھر تم ان کی خدمت میں جہاد کرو۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۹۷۲، صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۵۴۹، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث:۲۵۲۹، سنن الترمذی رقم الحدیث:۱۶۷۱، سنن النسائی رقم الحدیث:۳۱۰۳، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:۳۲۸۴، مسند حمیدی رقم الحدیث:۵۸۵، مسند احمد رقم الحدیث:۶۵۴۴، عالم الکتب، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲، ص ۴۷۳)

معاویہ بن جاہمہ السلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت جاہمہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت کی گئے اور عرض کیا میں جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ نے پوچھا کیا تمہاری ماں ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا پھر اس کے ساتھ لازم رہو، کیونکہ جنت اس کے پیروں کے پاس ہے وہ پھر دوبارہ کسی اور وقت گئے، پھر سہ بارہ کسی اور وقت گئے تو

آپ نے یہی جواب دیا۔ (سنن النسائی، رقم الحدیث: ۳۱۰۴، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۷۸۱، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۵۶۲۳، عالم الکتب، سنن کبری للبیہقی ج ۹ ص ۲۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۲۹۰، مشکوۃ رقم الحدیث: ۴۹۳۵، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۴۴)

ایک روایت میں ہے جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۱۰۴)

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(کنزالعمال رقم الحدیث: ۴۵۴۳۹، بہ حوالہ تاریخ بغداد)

امام ابن ابی شیبہ محمد بن المنکدر ر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تمہاری ماں تم کو (نفل) نماز میں بلائے تو چلے جاؤ اور جب تمہارا باپ بلائے تو نہ جاؤ۔ (الدرالمنثور ج ۵ ص ۲۶۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

ماں باپ کے بڑھاپے اوران کی موت کے بعد ان سے نیک سلوک کرنا

اس آیت میں یہ بھی فرمایا: اور اگر تمہاری زندگی میں وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے تو اس کو اف تک نہ کہنا اور نہ اس کو جھڑکنا۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ناک خاک آلود ہو، پھر ناک خاک آلود ہو، آپ سے کہا گیا کس کی یا رسول اللہ! فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کو پایا، یا ان میں سے کسی ایک کے یا دونوں کے، پھر وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۱)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) منبر پر چڑھے پھر فرمایا: آمین، آمین، آمین۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! آپ نے کس چیز پر آمین کہی؟ آپ نے فرمایا میرے پاس ابھی جبرئیل آئے تھے انہوں نے کہا یا محمد! اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا، آپ کہیے آمین تو میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان کا مہینہ داخل ہوا اور اس کی مغفرت کے بغیر وہ مہینہ گزر گیا آپ کہیے آمین تو میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہیں کیا، آپ کہیے آمین تو میں نے کہا آمین۔

(سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۵۴۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۴۴۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۹۰۸، المستدرک ج ۱ ص ۵۴۹)

ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ ان کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، حدیث میں ہے: حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کے دوستوں کے ساتھ نیکی کی جائے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۵۲، سنن الترمذی رقم الحدیث ۱۹۰۳)

حضرت مالک بن ربیعہ الساعدی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت انصار میں سے ایک شخص آیا اور کہا یا رسول اللہ! کیا ماں باپ کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کے ساتھ کوئی نیکی کرنا میرے ذمہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، چار قسم کی

نیکیاں ہیں۔ (۱) ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔ (۲) ان کے لیے استغفار کرنا اور ان کے عہد کو پورا کرنا (۳) ان کے دوستوں کی تعظیم کرنا۔ (۴) اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم کرنا، یہ ان کے ساتھ وہ نیکیاں ہیں جو ان کی موت کے بعد تم پر باقی ہیں۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۵۱۴۲، سنن ابن ماجه رقم الحدیث: ۳۶۶۴، ج ۳ص ۱۵۳، مسند احمد ج ۳ ص ۴۹۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۱۵۶، عالم الکتب بیروت، حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۶۰۰۴، مطبوعہ معارف الحدیث قاہرہ، المستدرک ج ۴ ص ۱۵۴، حافظ ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، اس نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا: کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا ہے آپ نے فرمایا نہیں یہ تو اس کی ایک بار خندہ پیشانی کا بھی بدل نہیں ہے۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۱۸۷۲، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۷)

ماں باپ کو جھڑکنے اور ان کو اف کہنے کی ممانعت

اس کے بعد فرمایا: اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے تو اس کو اف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب سے بات کرنا۔

یعنی اپنے ماں باپ سے گھن نہ کھانا، جس طرح ان کو تم سے گھن نہیں آتی تھی، وہ تمہارا بول و براز اٹھاتے تھے اور اس کی بدبو سے ناک چڑھاتے تھے نہ تیوری پر بل ڈالتے تھے وہ تم کو نجاست سے صاف کرتے تھے اور ان کو برا نہیں لگتا تھا، اسی طرح بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے ان کے جسم سے کوئی ناگوار بو آئے تو تم ناگواری سے اف تک نہ کرنا۔

اور جب ماں باپ کو اف تک کہنا منع ہے تو ان کے ساتھ سخت لہجہ میں بات کرنا اور ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا یا ان کو مارنا بہ طریق اولیٰ منع ہے۔ انسان جب ماں باپ سے بات کرے تو نظر نیچی رکھ کر بات کرے اور پست آواز میں بات کرے، ایسے لہجہ میں بات نہ کرے جو توہین آمیز ہو اور نہ کوئی ایسی بات کرے جس سے ان کی دل شکنی ہو، البتہ اگر وہ شریعت کے خلاف کوئی بات کہیں تو اس میں ان کی اطاعت نہ کرے۔ مثلاً اگر وہ کہیں کہ اپنی بہن سے بات نہ کرو یا اپنے بھائی یا اپنی خالہ یا اپنے ماموں سے بات نہ کرو تو اس میں ان کا حکم نہ مانے، کیونکہ رشتہ داروں سے تعلق توڑنے کی شریعت میں ممانعت ہے، تاہم ان سے اس طرح بات کریں کہ ماں باپ کو پتہ نہ چلے تاکہ ان کی دل آزاری نہ ہو۔

ماں کے حق سے متعلق تلقین کا بیان

3657 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ سَلَامَةَ السُّلَمِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُوْصِى امْرَاً بِاُمِّهِ اُوْصِى امْرَاً بِاُمِّهِ اُوْصِى امْرَاً بِاُمِّهِ ثَلَاثًا اُوْصِى امْرَاً بِاَبِيْهِ اُوْصِى امْرَاً بِمَوْلَاهُ الَّذِىْ يَلِيْهِ وَاِنْ كَانَ عَلَيْهِ مِنْهُ اَذًى يُّؤْذِيْهِ

•• حضرت ابن سلامہ سلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

3657: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

''میں آدمی کو اس کی ماں کے بارے میں تلقین کرتا ہوں، میں آدمی کو اس کی ماں کے بارے میں تلقین کرتا ہوں، میں آدمی کو اس کی ماں کے بارے میں تلقین کرتا ہوں''۔

(راوی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ یہ فرمایا' پھر ارشاد فرمایا:)

''میں آدمی کو اس کے باپ کے بارے میں تلقین کرتا ہوں، میں آدمی کو اس کے غلام کے بارے میں تلقین کرتا ہوں، وہ اس کے کام کاج کی دیکھ بھال کرتا ہے' اگرچہ اس کی طرف سے کوئی ایسی صورتحال سامنے آئے' جو آدمی کو اذیت دیتی ہو''۔

شرح

اس دنیا کے معاشرہ کی اصلاح وفلاح دراصل باہمی حقوق ونگہداشت تعلق وقرابت کی پاسداری ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور احسان وبھلائی کے برتاؤ اور اس حسن سلوک میں فرق مراتب کے احساس پر منحصر ہے شریعت اسلامی کا تقاضا ہے کہ انسان اس دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ جس تعلق وقربت کا رشتہ رکھتا ہے اور اس تعلق وقرابت میں جو فرق مراتب سے ادائیگی حقوق اور حسن سلوک کے باہمی معاملات میں اس کا لحاظ ضروری ہے ظاہر ہے کہ قرابت کے اعتبار سے ماں کا رشتہ سب سے زیادہ گہرا اور اس کا تعلق سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے لہذا کسی شخص کے احسان وحسن سلوک اور خدمت گزاری کی سب سے زیادہ مستحق جو ذات ہو سکتی ہے وہ ماں ہے ماں کے بعد باپ ہے اور پھر دوسرے قرابتی رشتہ دار ہیں لیکن ان قرابتی رشتہ داروں میں بھی تعلق وقرابت کے درجات ومراتب کی رعایت کی جائے گی جو رشتہ دار اپنے رشتہ کے اعتبار سے جتنا زیادہ قریب ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ مقدم رکھا جائے گا مذکورہ بالا حدیث میں اسی ضابطہ کو بیان فرمایا گیا ہے۔

بعض حضرات نے اس حدیث کے الفاظ سے ایک مسئلہ یہ اخذ کیا ہے کہ کسی شخص پر والدین کے ساتھ حسن سلوک وبھلائی کرنے کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں ماں کا حصہ باپ سے تین گنا بڑھا ہوا ہے کیونکہ وہ حمل کا بوجھ اٹھاتی ہے ولادت کی تکلیف ومشقت اور دودھ پلانے کی محنت وبرداشت کرتی ہے۔

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اولاد پر ماں کا حق باپ کے حق سے بڑا ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک وبھلائی اور اس کی خدمت ودیکھ بھال کرنا زیادہ واجب ہے اور اگر ایسی صورت پیش آجائے جس میں بیک وقت دونوں کے حقوق کی ادائیگی دشوار ہو جائے مثلاً ماں باپ کے درمیان کسی وجہ سے ان بن ہو اور لڑکا اگر ماں کے حقوق کی رعایت کرتا ہے تو باپ ناراض ہوتا ہے اور اگر باپ کے حقوق کا لحاظ کرتا ہے تو ماں آزردہ ہوتی ہے تو ایسی صورت میں یہ درمیانی راہ نکالی جائے گی کہ تعظیم واحترام میں تو باپ کے حقوق کو فوقیت دے اور خدمت گزاری نیز مالی امداد وعطا میں ماں کے حق کو فوقیت دے۔

ماں باپ کے حقوق کی فہرست بہت طویل ہے بلکہ ان کے مرتبہ ودرجہ کو دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ اولاد اگر اپنی پوری زندگی بھی ان کے حقوق کی ادائیگی میں صرف کردے تب بھی ان کے تئیں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی تاہم شریعت نے کچھ چیزیں ایسی بیان کردی ہیں جو زیادہ اہمیت کی ہیں اور جن کا لحاظ ہر صورت میں ہونا چاہیے مثلاً سب سے پہلے تو یہ کہ ان کی جائز

خواہشات کی تکمیل اوران کی اطاعت وفرمانبرداری کو لازم جانا جائے اوران کی رضا وخوشنودی کو اپنے حق میں ایک بڑی سعادت سمجھی جائے اپنی حیثیت واستطاعت کے ان کی ضروریات اوران کے آرام وراحت میں اپنا مال واسباب خرچ کیا جائے اوران کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے جوان کی شان کے مطابق ہواولادان کے سامنے تواضع وانکساری اختیار کرے ان کے سامنے ملائمت و نرمی اورخوشامدی وعاجزی کا رویہ اپنائے۔

اور جہاں تک ہو سکے ان کی خدمت کرتے تا آنکہ وہ راضی اور خوش ہوں، ان کی اطاعت وفرمانبرداری میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، لیکن اطاعت وفرمانبرداری ان ہی امور میں کی جانی چاہیے جو مباح ہوں ان کے ساتھ کوئی ایسا رویہ نہیں اپنانا چاہیے جس سے ان کی شان میں بے ادبی وگستاخی ظاہر ہوتی ہو اور نہ ان کے ساتھ تکبر وانانیت کے ساتھ پیش آنا چاہیے خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں بات چیت کے وقت اپنی آواز کو ان کی آواز سے اونچی نہ کرے اور نہ ان کا نام لے کر ان کو یاد مخاطب کرنا چاہیے کسی کام میں ان سے پہل نہ کرنا چاہیے اور نہ ان کے مقابلہ پر خود کو نمایاں کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اسی طرح اس بات کو بھی لمحوظ رکھنا چاہیے کہ اگر والدین غیر شرعی امور کے مرتکب ہوں تو ان کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کے وقت بھی ادب کو اور نرمی وملائمت کی راہ اختیار کرنی چاہیے اور ایک دفعہ کہنے پر وہ باز نہ آئیں تو پھر سکوت اختیار کر لیا جائے اوران کے حق میں دعا واستغفار کرتے رہنا چاہیے اور یہ بات قرآن کی اس آیت سے اخذ کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم کی طرف سے اپنے باپ کے سامنے نصیحت وموعظت کا ذکر ہے۔

3658 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُونٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِي زُرْعَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبَاكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ الْاَدْنٰى فَالْاَدْنٰى

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ اچھائی کس کے ساتھ کی جائے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں کے ساتھ، اس نے دریافت کیا پھر کون، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں، اس نے عرض کی: پھر کون، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا والد، اس نے دریافت کیا پھر کون، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر درجہ بدرجہ قریبی عزیز۔

3659 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدًا اِلَّا اَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی بھی اولاد اپنے باپ کے احسانات کا بدلہ ادا نہیں کر سکتی البتہ اگر بیٹا اپنے باپ کو غلام پائے تو اسے خرید کر اسے

3658: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3659: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3778 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1906

آزاد کر دے (تو صورت مختلف ہوگی)"۔

3660- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقِنْطَارُ اثْنَا عَشَرَ اَلْفَ اُوْقِيَّةٍ كُلُّ اُوْقِيَّةٍ خَيْرٌ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اَنّٰى هٰذَا فَيُقَالُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ

●● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"ایک "قنطار" بارہ ہزار اوقیہ کا ہوتا جس میں سے ہر ایک اوقیہ آسمان اور زمین میں موجود تمام چیزوں سے زیادہ بہتر ہے"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"(بعض اوقات) کسی شخص کا جنت میں درجہ بلند ہو جاتا ہے تو وہ کہتا ہے یہ کیوں ہوا ہے؟ تو اس کو بتایا جاتا ہے کہ تمہاری اولاد کے تمہارے لیے استغفار کرنے کی وجہ سے"۔

3661- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يْكَرِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيْكُمْ بِاُمَّهَاتِكُمْ ثَلَاثًا اِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيْكُمْ بِاٰبَائِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيْكُمْ بِالْاَقْرَبِ فَالْاَقْرَبِ

●● حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے تمہاری ماؤں کے بارے میں تلقین کی ہے"۔

(یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی پھر یہ فرمایا:)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپوں کے بارے میں تلقین کی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے قریبی رشتے داروں کے بارے میں تمہیں تلقین کی ہے"۔

والدین کی زیارت کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا جو بھی لڑکا اپنے باپ یا ماں کو محبت واحترام کی نظر سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج نفلی کا ثواب لکھتا ہے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ وہ دن بھر میں سو مرتبہ دیکھے حضور نے فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑا اور پاکیزہ ہے یعنی تمہارے گمان میں جو یہ بات کہ ہر نظر کے بدلے ایک مقبول نفلی حج کا ثواب کیونکر لکھا جاتا ہے تو یہ اجر وانعام اللہ کی شان اور اس کی وسعت

3660 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3661: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

رحمت کی نسبت سے کچھ بعید نہیں وہ اگر چاہے تو اس سے بھی بڑا اجر دے سکتا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم حدیث نمبر 875)

3662 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلَى وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! والدین کا ان کی اولاد پر کیا حق ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ دونوں تمہاری جنت بھی ہیں اور جہنم بھی''۔

شرح

اس ارشاد کے ذریعہ بڑے بلیغ انداز میں ماں باپ کی اہمیت اور ان کی عظمت شان کو ظاہر فرمایا گیا ہے کہ وہ تمہارے لئے جنت کی راہ بھی آسان کر سکتے ہیں اور تمہیں دوزخ کا مستوجب بھی بنا سکتے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اولاد پر ماں باپ کا حق یہ ہے کہ ان کی رضامندی اور خوشنودی کو بہر صورت ملحوظ رکھا جائے جو جنت میں جانے کا ذریعہ ہے اور ان کی نافرمانی سے اجتناب کیا جائے جو دوزخ میں جانے کا باعث۔ حاصل یہ ہے کہ اگر اطاعت وخدمت کے ذریعہ ماں باپ کو راضی وخوش رکھو گے تو جنت میں جاؤ گے اور اگر نافرمانی ولاپرواہی کے ذریعہ ماں باپ کو ناخوش رکھو گے تو دوزخ میں جاؤ گے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پروردگار کی رضامندی وخوشنودی ماں باپ کی رضامندی اور خوشنودی میں ہے اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناخوشی وناراضگی میں ہے۔

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 858)

یہی حکم ماں کا بھی ہے کہ بلکہ ماں اس بات کی زیادہ مستحق ہے حاصل یہ ہے کہ اگر تم اپنی خدمت واطاعت اور اچھے سلوک کے ذریعہ اپنی ماں باپ کو خوش رکھو گے تو تمہارا پروردگار بھی تم سے خوش رہے گا اور اگر تم نافرمانی وسرکشی کرو گے اور ایذارسانی کے ذریعہ ماں باپ کو ناخوش رکھو گے تو تمہارا پروردگار بھی تم سے ناخوش وناراض رہے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کے حق میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والا یعنی اس نے ماں باپ کے حقوق ادا کر کے اللہ کے حکم کی اطاعت کی ہے تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں اور اگر اس کے ماں باپ میں سے ایک کوئی زندہ ہو کہ جس کی اس نے اطاعت وفرمانبرداری کی تو ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور جس شخص نے اس حالت میں صبح کی وہ ماں باپ کے حق میں اللہ کے حکم کی نافرمانی کرنے والا ہے یعنی اس نے ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی اللہ کے حکم کے نافرمانی کی ہے تو وہ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھولے ہوتے ہیں اور اگر ماں باپ میں کوئی ایک زندہ ہے جس کی اس نے نافرمانی کی تو اس کے لئے ایک دروزاہ کھولا جاتا ہے یہ ارشاد سن کر ایک شخص نے عرض کیا اگرچہ ماں باپ اس پر

3662 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ظلم کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم کریں اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں، اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 874)

حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا اوران کی نافرمانی کرنے سے اجتناب کرنا چونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لئے ان کی اطاعت وفرمانبرداری یاان کی نافرمانی درحقیقت اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری یااس کی نافرمانی کرنا ہے۔ اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں "حضور کا اس جملہ کو تین بار فرمانا ماں باپ کی اطاعت وفرمانبرداری کی اہمیت کو ظاہر کرنے اوران کے حقوق کوادا کرنے کی تاکید کوزیادہ شدت کے ساتھ بیان کرنے کی بنا پر تھا تاہم واضح رہے کہ ظلم سے مراد وہ ظلم ہے جس کا تعلق دنیاوی معاملات سے ہونہ کہ دینی امور سے کیونکہ ماں باپ کی ایسی اطاعت جائز نہیں جس سے دین کی مخالف اور شرعی احکام ومسائل کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔

3663 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَأَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ

●● حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''والد جنت کا درمیانی دروازہ ہے (اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ) تم اس دروازے کو ضائع کرتے ہو یا اس کی حفاظت کرتے ہو''۔

بَاب صِلْ مَنْ كَانَ أَبُوكَ يَصِلُ

یہ باب ہے کہ اس شخص کے ساتھ صلہ رحمی کرو جس کے ساتھ تمہارا باپ صلہ رحمی کیا کرتا تھا

3664 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ أَسِيدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عُبَيْدٍ مَوْلَى بَنِي سَاعِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَبَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمِ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا وَالِاسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَإِيفَاءٌ بِعُهُودِهِمَا مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمَا وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا

●● حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے اسی دوران بنوسلمہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے لیے اپنے والدین کے انتقال کے بعد ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا کوئی طریقہ باقی رہ گیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! ان کے لیے دعائے رحمت کرنا اور دعائے مغفرت کرنا اوران کے انتقال کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا ان کے دوستوں کی عزت افزائی کرنا اوران کے رشتہ داروں کا خیال رکھنا جن کے ساتھ رشتہ ان کی وجہ سے ہے۔

3664 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5142

صلہ رحمی کی اہمیت کا بیان

حضرت عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابوفلاں کی اولاد میرے دوست نہیں ہیں میرا دوست اللہ ہے یا نیک بخت مومنین البتہ ان لوگوں سے میری قرابت داری ہے جس کو میں تر چیزوں سے تر کرتا رہتا ہوں۔ (مشکوۃ شریف۔ جلد چہارم: حدیث نمبر 845)

ابوفلاں کی اولاد "کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں صریح نام لیا تھا کہ راوی نے اس ارشاد گرامی کو بیان کرتے وقت اس نام کو صریح ذکر نہیں کیا بلکہ لفظ ابوفلاں کے ذریعہ اشارہ فرمایا اور صریح ذکر نہ کرنے کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ راوی نے جس موقع پر اس ارشاد گرامی کو بیان کیا اس وقت اس نام کو صراحتہ ذکر کرنے سے کسی فتنہ کے اٹھ کھڑے ہونے کا خوف ہوگا۔

بخاری ومسلم کے اصل نسخوں میں بھی لفظ ابی کے بعد جگہ کو خالی چھوڑا گیا ہے کسی نام کو صراحتہ ذکر نہیں کیا گیا اور اس کی علت بھی وہی ہے رہی ہے یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں جس نام کو صراحتہ ذکر فرمایا تھا وہ کیا ہے؟ تو محققین نے کہا ہے کہ وہ ابولہب ہے اور بعض حضرات نے ابوسفیان یا حکم بن العاص بیان کیا ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا جو مفہوم ہے اس کا تعلق کسی خاص فرد کی اولاد سے نہیں ہے بلکہ آپ کی مراد عمومی طور پر اپنے قبیلہ وخاندان کے افراد ہیں جیسے کہ اہل قریش یا بنو ہاشم اور یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں کی اولاد۔ میرے دوست نہیں ہیں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس بات کو واضح کرنا تھا کہ اپنے خاندان والوں کے ساتھ میری مالی امداد ومعاونت اور ان کو دینا دلانا اس سبب سے نہیں ہے کہ میں ان کو زیادہ محبوب رکھتا ہوں اور مجھ کو ان سے کچھ زیادہ روحانی و باطنی تعلق ہے بلکہ چونکہ وہ میرے قرابتی ہیں اس لئے میں قرابت کا حق ادا کرنے کے لئے ان کی مالی امداد کرتا رہتا ہوں ورنہ جہاں تک باطنی وروحانی تعلق اور محبت کا سوال ہے تو مجھ کو زیادہ تعلق اور زیادہ محبت اس شخص سے ہے جو مومن صالح ہے خواہ وہ میرا قرابتی ہو یا غیر قرابتی چنانچہ میرا دوست اللہ ہے یا نیک بخت مومنین میں نیک بخت سے جنس صلحاء یعنی تمام نیک وبخت مسلمان مراد ہیں۔

اگرچہ بعض حضرات نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مراد قرار دیا ہے۔ "جس کو میں تر چیزوں سے تر کرتا رہتا ہوں " کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ چونکہ میری قرابت دار ہیں اس لئے میں ان کے ساتھ مدد وتعاون کا سلوک کرتا ہوں اور ان کو مال وغیرہ دیتا رہتا ہوں تا کہ وہ اپنی ضروریات پوری کرسکیں دراصل تری اور نرمی چونکہ متفرق اجزاء اور اشیاء میں جوڑنے اور ملانے کا ایک ذریعہ بنتی ہیں اور اس کے برخلاف خشکی اور سختی چونکہ اشیاء کے باہمی افتراق و انتظار کا سبب بنتی ہے اس لئے اہل عرب اپنے کلام میں بطور استعارہ لفظ بل یعنی تری اور نرمی کو صلہ رحم، ناتا جوڑنے کے معنی میں اور بیس یعنی خشکی کو ناتا توڑنے اور ترک تعلق کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

دوسروں کے والدین کو گالی دینے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں کبھی کبھی تو حقیقت میں بھی کوئی جاہل شخص اپنے ماں باپ کو گالی بک دیتا ہے اور یہ تو اکثر ہوتا ہے کہ لوگ اپنے ماں باپ کو اگرچہ حقیقت خود گالی نہیں دیتے مگر ان کو گالی دلوانے کا سبب ضرور بنتے ہیں اور وہ اس طرح کہ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 847)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ اپنے ماں باپ کو گالی دینا اور برا بھلا کہنا تو گناہ کبیرہ ہے ہی لیکن جو شخص کسی کے ماں باپ کو گالی دے کر اپنے ماں باپ کو گالی دینے اور ان کو برا بھلا کہلوانے کا سبب بنے وہ بھی گناہ کبیرہ کا مرتکب قرار پایا جائے کیونکہ اگر وہ اس شخص کے ماں باپ کو گالی نہ دیتا تو وہ شخص بھی اس کے ماں باپ کو گالی نہ دیتا لہذا جب وہ اپنے ماں باپ کو گالی دینے کا باعث بنا تو گویا اس نے خود کو گالی دی اور ماں کو گالی دینا عقوق والدین یعنی نافرمانی اور تمرد و سرکشی میں داخل ہے جو حرام ہے۔ گر مادر خویش دوست داری دشنام مدہ بمادر من مذکورہ بالا حدیث سے یہ مسئلہ بھی نکلا کہ اگر کوئی شخص کسی فسق و معصیت کا سبب و ذریعہ بنے گا تو اس کا شمار بھی فسق و معصیت کے مرتکب کی حیثیت سے ہوگا اور درجہ کا گناہ گار بھی ہوگا۔

صلہ رحمی کے فوائد کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت و فراخی اور اس کی موت میں تاخیر کی جائے یعنی اس کی عمر دراز ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 849)

اثر "اصل میں پیروں کے اس نشان کو کہتے ہیں جو چلتے وقت زمین پر پڑتا ہے اور وہ نشان گویا زندگی کی علامت ہوتا ہے جو شخص مر گیا اس کا نشان قدم زمین پر نہیں پڑا اس اعتبار سے عرب میں مدت عمر کو اثر کہا جانے لگا۔ حدیث کے اس جملہ اس کے رزق میں وسعت فراخی اور اس کی موت تاخیر کی جانے کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کہ اسلامی عقیدے میں رزق کا تعلق تقدیر سے ہے کہ جس شخص کے مقدر میں جس قدر رزق لکھ دیا گیا ہے اس کو اسی قدر ملے گا اس میں نہ کمی ہو سکتی ہے اور نہ زیادتی ہو سکتی ہے اور اسی طرح موت کا وقت بھی متعین ہے جس کی موت کا جو وقت کاتب تقدیر نے لکھ دیا ہے۔

اس وقت سے نہ ایک لمحہ پہلے موت آسکتی ہے اور نہ ایک لمحہ بعد جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے، آیت (فاذا جاء اجلهم لايستاخرون ساعة ولا يستقدمون) ۔ پھر جب وہ میعاد ختم ہوگی یعنی عمر پوری ہوگی اس وقت نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکے اور نہ آگے بڑھیں گے۔ لہذا اس واضح عقیدے کی روشنی میں حدیث کے مذکورہ بالا جملے کے معنی کیا ہوں گے اس کا جواب یہ

ہے کہ رزق میں وسعت فراخی اور درازی عمر سے مراد رزق میں برکت کا محسوس ہونا، شب وروز کا خوشی و مسرت اور اطمینان وسکون کے ساتھ گزرنا عمر کے بیشتر لحات کو طاعات وعبادات کی زیادہ سے زیادہ توفیق حاصل ہونا اور قلب کو نورانیت اور باطن کو صفائی و پاکیزگی کا نصیب ہونا ہے یا درازی عمر سے مراد دنیا جہان میں نام کو نیک بقا حاصل رہنا ہے یا یہ کہ درازی عمر سے اولاد صالح مراد ہے جو اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد اس کے حق میں دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کرتی ہے اور اس کے نیک نام کو باقی رکھتی ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ بقائے اولاد مردہ کے لئے پیدائش ثانی ہے یعنی صاحب اولاد شخص مرنے کے بعد بھی اس اولاد کی صورت میں ایک طرح سے اپنا وجود باقی رکھتا ہے۔ اور اگر زیادہ گہرائی کے ساتھ دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ رزق وعمر کے بارے میں مذکورہ بالا عقیدہ اور حدیث کے مفہوم کے درمیان کوئی ایسا تضاد نہیں ہے جس کو دور کرنے کے لئے دقیق تاویلات اختیار کی جائیں کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ نے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنے کو فراخی ورزق اور درازی عمر کا سبب قرار دیا ہے جیسا کہ اس نے ہر چیز کے لئے کوئی نہ کوئی سبب ضرور پیدا کیا ہے۔

چنانچہ وہ جس کے رزق میں وسعت، فراخی اور عمر درازی کرنا چاہتا ہے اس کو رشتہ داروں کے تئیں ادائے حقوق کی توفیق بخش دیتا ہے اور یہ بات ایسی نہیں ہے کہ جس کو تقدیر الٰہی میں ترمیم وتغیر کا نام دیا جائے زیادہ سے زیادہ اس بات کو خلق کی نسبت سے محو سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جیسے لوح محفوظ میں لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال کی ہے لیکن اگر یہ شخص اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے تو اس کی عمر چالیس سال کا اضافہ ہو جائے۔

اس مسئلہ میں بحث کی خاطر علمی اور تحقیقی طور پر بہت سی باتیں کہی جاسکتی ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ صرف شارع نے جو بیان کر دیا ہے اور جس طرح فرمایا ہے بس اسی پر ایمان اور اعتقاد رکھا جائے نہ کہ بحث ومباحثہ کے ذریعہ شکوک وشبہات پیدا کئے جائیں چنانچہ سعادت کی نشانی میں ہے کہ اس طرح کی چیزوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنا ارشاد فرمادیا ہے اسی کو اختیار کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور دور دراز کی بحثوں اور تحقیقی موشگافیوں میں الجھ کر اپنے ذہن وفکر کو بوجھل نہ بنایا جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا یعنی اللہ نے تمام مخلوقات کو ان کی پیدائش سے پہلے ان صورتوں کے ساتھ اپنے علم ازلی میں مقدر کر دیا جن وہ پیدا ہوں گے جب اس سے فارغ ہوا تو رحم یعنی رشتہ ناتا کھڑا ہوا اور پروردگا کی کمر تھام لی، پروردگار نے فرمایا کیا چاہتا ہے؟ رحم نے عرض کیا کہ یہ کاٹے جانے کے خوف سے تیری پناہ کے طلبگار کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے یعنی میں تیرے روبرو کھڑا ہوں اور تیرے دامن عزت وعظمت کی طرف دست سوال دراز ہوں تجھ سے اس امر کی پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی شخص مجھ کو کاٹ دے اور میرے دامن عزت وعظمت کی طرف دست سوال دراز کئے ہوئے ہوں تجھ سے اس امر کی پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی شخص مجھ کو کاٹ دے اور میرے دامن کو جوڑنے کے بجائے اس کو تار تار کر دے۔ پروردگار نے فرمایا کہ تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو شخص رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک کا ذریعہ) تجھ کو قائم رکھے اور اس کو میں بھی اپنے احسان وانعام اور اجر وبخشش کے ذریعہ قائم برقرار رکھوں گا اور جو شخص رشتہ داری کے تعلق کو پامالی کا

ذریعہ تجھ کو منقطع کر دے میں بھی اپنے احسان وانعام کا تعلق اس سے منقطع کرلوں؟ رحم نے عرض کیا کہ پروردگار بے شک میں اس پر راضی ہوں پروردگار نے فرمایا اچھا تو یہ وعدہ تیرے لئے ثابت و برقرار ہے۔ (بخاری ومسلم, مشکوۃ شریف: جلد چہارم, حدیث نمبر 850)

"جب اس سے فارغ ہوا" کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ مخلوقات کو پیدا کر چکا اگرچہ ظاہری طور پر ان دونوں جملوں میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن اس میں ایک لطیف نکتہ ہے کہ لغوی طور پر فراغت کا حقیقی مفہوم اپنے تحقق کے لئے پہلے اشتغال کا متقاضی ہوتا ہے یعنی فراغت کا مفہوم اس صورت پر صادق آتا ہے کہ جب کسی کام میں مشغولیت رہی ہو اور اس کام کے علاوہ دیگر امور سے باز رکھتی ہے اس لئے کہا جائے گا کہ جب اس سے فارغ ہوا میں فراغت اپنے اس حقیقی مفہوم میں استعمال نہیں ہوا ہے کیونکہ حق تعالیٰ اس سے پاک منزہ ہے کہ اس کو ایک کام دوسرے کام سے باز رکھے جیسا کہ ایک دعائے ماثورہ میں یوں آیا ہے، سبحان من لا تشغلہ شان عن شان ،،۔ "حقو" دراصل اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ازار باندھا جائے اور چونکہ ازار کو باندھنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کے دونوں کناروں کو ملا کر باندھنا اس اعتبار سے یہاں اس لفظ کا تثنیہ استعمال کرتے ہوئے بحقوی الرحمٰن فرمایا گیا یعنی وہ جگہ جہاں ازار کے دونوں کنارے باندھے جاتے ہیں ویسے لفظ، حقو، کا اطلاق خود ازار باندھنے کی جگہ اور کمر جیسی چیزوں سے پاک منزہ ہے اس لئے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ یہ جملہ اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے بلکہ اہل عرب کے ایک مخصوص اور اپنے بیان کا مظہر ہے اور یہاں جس بات کو بیان کرنا مقصود تھا ان کو انہی کے طرز کلام کی مثالی صورت میں واضح کیا گیا ہے۔

چنانچہ اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کی پناہ میں آنا چاہتا یا اس کی مدد کا خواہاں ہوتا جو اس کو سخت اضطراب و پریشانی میں ڈالنے والی ہوتی اور وہ پناہ یا مدد چاہنے کی اپنی ضروریات کو زیادہ اہمیت رکھتا اور تاکید کے ساتھ ظاہر کرنا چاہتا تو جس کی پناہ یا مدد درکار ہوتی اس کے حقو ازار پر دونوں ہاتھ مارتا تاکہ وہ اس کی طرف متوجہ ہو جائے اور یہ پوچھنے پر مجبور ہو کہ تیرا مقصد کیا ہے اور مجھ سے کیا چاہتا ہے۔

چنانچہ رشتہ ناطے کا اپنے کاٹے جانے سے اللہ کی پناہ مانگنے کے مفہوم ہے جو کسی انسان کو پکڑنے کا ہوتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اہل عرب کے ہاں جب کسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یداہ مبسوطتان یعنی اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں تو اس سے مراد اس کی نہایت سخاوت و فیاضی کو ظاہر کرنا ہوتا ہے خواہ وہ واقعتاً ہاتھوں والا ہو یا خلقی طور پر سرے سے اس کے ہاتھ ہی نہ ہوں اور خواہ وہ ایسی ذات ہو جس کے لئے ہاتھوں کا وجود ہی محال ہو جیسے حق تعالیٰ کی ذات حاصل یہ ہے کہ اس طرح کے طرز کلام اہل عرب میں محاورہ کے طور پر بہت مستعمل ہیں جن کے الفاظ اپنے حقیقی معنی کو ادا کرنے کے بجائے دوسرے مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور چونکہ قرآن کریم کا نزول اور احادیث نبوی کا صدور اہل عرب ہی کے طرز کلام پر اور اسلوب بیان کے مطابق ہوا ہے اس لئے قرآن و حدیث کے ایسے مقام کہ جہاں اس طرح کے جملے آتے ہیں۔

اور جن پر متشابہات کا اطلاق ہوتا ہے اور ان کی تاویل و وضاحت کے لئے یہ بات ایک بنیاد کی حثیت رکھتی ہے ویسے اس امر کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ رحم یعنی رشتہ و ناطہ کوئی ذات و جسم تو ہے نہیں کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر حق تعالیٰ سے پناہ کا طلبگار ہو بلکہ حقیقت میں وہ ایک معنی ہے لہذا اس کے لئے کھڑے ہونے اور پناہ چاہنے کے الفاظ استعمال کرنا بطور تشبیہ و تمثیل ہی ہو سکتا ہے۔

جس سے اس بات کو واضح کرنا مراد ہے کہ رحم گویا ایک ہستی یا ایک ایسے شخص کی طرح ہے جو کھڑا ہو اور حق تعالیٰ کی عزت و عظمت اور اس کی کبریائی کا دامن پکڑ کر پناہ کا طلب گار ہو۔ اسی طرح کی بات نووی نے بھی بیان کی ہے انہوں نے کہا ہے کہ رحم جس کو جوڑا جاتا ہے یا کاٹا جاتا ہے کوئی ذات یا جسم نہیں ہے بلکہ معانی میں سے ایک معنی ہے جو نہ کھڑا ہو سکتا ہے اور نہ اس سے کلام و گفتگو ہو سکتی ہے لہذا اس کے بارے میں مذکورہ ارشاد کی مراد دراصل رحم یعنی ناطے کی اہمیت کو ظاہر کرنا، ناطے کو جوڑنے والے کی فضیلت کو بیان کرنا اور ناطے کی مذمت کرنا ہے کیونکہ ناطے کو جوڑنا فی الجملہ واجب ہے اور اس کو توڑنا گناہ کبیرہ ہے اگر چہ صلہ رحم کے درجات متعین کر دیئے گئے ہیں جن میں سے بعض کو زیادہ اہمیت اور برتری حاصل ہے اور سب سے ادنیٰ درجہ ترک مہاجرت یعنی میل ملاقات کو اختیار کرنا ہے کیونکہ صلہ رحم کا ایک ذریعہ کلام وملاقات بھی ہے۔

اگر چہ وہ محض سلام کی حد تک ہو۔ واضح رہے کہ صلہ رحم کے ان درجات کے درمیان تفاوت واختلاف کی بنیاد مواقع وحالات اور ضرورت قدرت کے مختلف ہونے پر ہے چنانچہ بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں رشتہ داری کے تعلق کی رعایت اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کی زیادہ اہمیت وضرورت ہوتی ہے اور بعض صورتوں میں زیادہ اہم ہے۔

اور بعض میں مستحب لہذا اگر کسی شخص نے ناتا جوڑنے کے حق کو جزوی طور پر ادا کیا اور اس کو پورے طور پر ادا نہیں کر سکتا تو اس کو ناتا توڑنے والا نہیں کہیں گے لیکن اگر کسی شخص نے رشتہ داری کے حقوق میں سے کسی ایسے حق کو پورا کرنے میں کوتاہی کی جس کو پورا کرنے پر وہ قادر تھا نیز اس حق کو پورا کرنا اس لئے مناسب بھی تھا تو اس شخص کو ناتا جوڑنے والا کہا جائے گا۔

کامل صلہ رحمی کرنے والے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کامل صلہ رحم کرنے والا شخص وہ نہیں ہے جو بدلہ چکائے بلکہ کامل صلہ رحم کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کی قرابت کو منقطع کیا جائے تو وہ اس قرابت کو قائم رکھے۔

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 854)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اس قرابت دار کے ساتھ بدلہ کے طور پر احسان اور نیک سلوک کرتا چاہے جس نے اس کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کیا ہے تو اس کو حقیقی معنی میں صلہ رحمی نہیں کہیں گے بلکہ احسان چکانا کہیں گے ہاں اگر اس نے ایسے قرابت دار کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کیا جس نے خود اس کی قرابت کا کوئی لحاظ نہیں رکھا ہے اور کبھی اس کے ساتھ کوئی احسان اور نیک سلوک کیا تو اس کا حسان و نیک سلوک بے شک کامل صلہ رحم کہلائے گا اور اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کا کامل ترین جذبہ وہ ہے جس کی بنیاد بدلہ چکانے پر نہ ہو بلکہ محض حق شناسی اور حق ادائیگی کے احساس پر ہو خواہ خود اس کا حق کسی نے ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ جوان مرد وہی شخص ہے جو اپنا حق کسی سے طلب نہ کرے اور خود دوسروں کا حق ادا کرے۔

قطع رحمی کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم کا لفظ رحمٰن کے لفظ سے نکلا ہے چنانچہ

اللہ نے رحم یعنی رشتہ ناطے سے فرمایا کہ جو شخص تجھ کو جوڑے گا یعنی تیرے حق کو ملحوظ رکھے گا میں بھی اس کو اپنی رحمت کے ساتھ جوڑ دوں گا اور جو شخص تجھ کو توڑے گا یعنی تیرے حق کا لحاظ نہیں کرے گا میں بھی اس کو توڑ دوں گا یعنی ایسے شخص کو اپنی رحمت سے محروم کروں گا۔(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 851)

لفظ رحم رحمٰن سے نکلا ہے " کی وضاحت ایک دوسری حدیث میں یوں ہے کہ اللہ نے فرمایا میں نے رحم یعنی ناطے کو پیدا کیا اور اس کے نام کا لفظ یعنی رحم اپنے نام یعنی رحمٰن کے لفظ سے نکالا اور یہ احتمال بھی ہے کہ حدیث میں ان دونوں لفظ یعنی رحم اور رحمٰن کے معنی مراد ہوں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ رحم کی قرابت یعنی ذوالارحام جیسے ماں باپ اور بہن بھائی وغیرہ کہ جس کے حق کا لحاظ کرنا واجب ہے رحمٰن یعنی اللہ کی رحمت کی ایک شاخ ہے۔اور بعض شارحین نے لغت کی کتابوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شجنہ اصل میں درخت کے ان ریشوں اور ٹہنیوں کو کہتے ہیں جو اپنی جڑ کے ساتھ پیوست ہوں لہذا اس حدیث میں اس لفظ کے ذریعہ یہ بتانا مقصود ہے کہ رحم رحمٰن سے نکلا ہے یا یوں کہا جائے کہ رحم کا لفظ رحمت سے مشتق ہے کہ جس طرح درخت کے ریشے اپنی جڑوں کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہیں اسی طرح گویا رحم، رحمٰن کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

اور بعض حضرات نے لفظ شجنہ کے بارے میں یہ کہا ہے کہ اس لفظ کے ذریعہ اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ لفظ رحم میں جو حروف ہیں وہ حق تعالیٰ کے اسم رحمٰن میں بھی موجود ہیں چونکہ رحمٰن اور رحم کی اصل مادہ اشتقاق ایک ہی ہے یعنی رحمۃ اس لئے رحم اور رحمٰن ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ کسی درخت کی ٹہنیوں کو اس کی جڑ سے الگ نہیں کیا جاسکتا اس طور پر یہ حدیث کے معنی ہوں کہ رحم یعنی ناتا دراصل اللہ کی رحمت کے آثار میں سے ایک اثر ہے اور اس کے ساتھ مربوط ہے لہذا اصلہ رحم کے حقوق یعنی ناتا داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ذمہ داری کو اپنے سے منقطع کرنے والا اپنے آپ کو رحمت رحمت الٰہی سے منقطع کرنے والا ہے اور ناطے کو جوڑنے والا یعنی ناطے داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا اللہ کی رحمت کے ساتھ اپنے کو جوڑنے والا ہے جیسا کہ خود حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

بَاب بِرِّ الْوَالِدِ وَالْاِحْسَانِ اِلَى الْبَنَاتِ

یہ باب ہے کہ والد کا اپنی بیٹیوں کے ساتھ اچھائی اور احسان کرنا

3665 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْاُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ نَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْيَانَكُمْ قَالُوْا نَعَمْ فَقَالُوْا لٰكِنَّا وَاللّٰهِ مَا نُقَبِّلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمْلِكُ اَنْ كَانَ اللّٰهُ قَدْ نَزَعَ مِنْكُمُ الرَّحْمَةَ

◆◆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کچھ دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) دریافت کیا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: جی ہاں' تو وہ کہنے لگے ہم تو انہیں بوسہ

3665 ,خرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث:5981

نہیں دیتے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر سے رحمت نکال لی ہو تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں؟

شرح

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ جب اللہ نے تمہارے دل کو رحمت وشفقت اور پیار محبت سے خالی کر دیا ہے تو یہ میرے بس کی بات نہیں ہے کہ تمہارے دل میں رحم وشفقت اور محبت کا جذبہ پیدا کروں، یہ معنی اس صورت میں ہیں جب کہ لفظ ان الف کے ساتھ جیسا کہ اکثر راویوں نے نقل کیا ہے کہ اور اگر الف کے زیر کے ساتھ یعنی اِن ہو تو یہ معنی ہوں گے کہ میں کیا کر سکتا ہوں اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحم کا جذبہ نکال دیا ہے تاہم دونوں صورتوں میں روایت کا مفہوم ایک ہی تفاوت فرق محض اعراب کی بنیاد پر ہے حدیث کا مقصد بے رحمی و بے مروتی اور سخت دلی کے خلاف نفرت کا اظہار کرنا اور اس قسم کے لوگوں کو سختی کے ساتھ متنبہ کرنا ہے نیز اس ارشاد گرامی میں اس طرح بھی اشارہ ہے کہ دلوں میں رحم وشفقت کے جذبات کا ہونا اللہ کا ایک بہترین عطیہ ہے اور اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور اگر وہ کسی شخص کے دل سے رحم وشفقت اور محبت ومروت کے جذبات کو نکال دے تو یہ پھر کسی کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اس شخص کے دل کو ان جذبات کی دولت عطا کر دے۔

3666 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ رَاشِدٍ عَنْ يَعْلَى الْعَامِرِيِّ اَنَّهُ قَالَ جَآءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَسْعَيَانِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُمَا اِلَيْهِ وَقَالَ اِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ مَّجْبَنَةٌ

حضرت یعلیٰ عامری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں دوڑتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور ارشاد فرمایا۔

''اولاد آدمی کو کنجوس اور بزدل بنا دیتی ہے''۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا آپ نے اس کا بوسہ لیا اور فرمایا کہ جان لو یہ اولاد بخل کا باعث اور بزدلی کا سبب ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اولاد اللہ کی عطا کردہ نعمت اور رزق بھی ہے۔ (شرح السنہ، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 628)

اولاد کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ اولاد ہی ہے جو انسان سے سب کچھ کراتی ہے ایک باپ اپنے بچوں کے لئے نہ صرف مختلف ذرائع ووسائل اختیار کر کے روپیہ پیسہ کماتا ہے اور مال واسباب فراہم کرتا ہے بلکہ بچوں کا مستقبل اس کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ اس نے جو کچھ کمایا ہے اس کو پیسہ پیسہ جوڑ کر رکھے، یہاں تک کہ اولاد کی فکر اس کو بخیل بنا دیتی ہے کہ وہ اپنے روپے پیسے اور مال واسباب کو نہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے نہ بھلائی وانسانی ہمدردی کے کام میں مدد دیتا ہے اور پھر یہ کہ آل واولاد کی محبت ہی ہوتی ہے جو انسان کو اس حد تک بزدل ونامرد بنا

3666: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

دیتی ہے کہ وہ اعلاء کلمۃ الحق اور دین حق کی سربلندی کے اپنے فرض کو بھی فراموش کر دیتا ہے۔

چنانچہ جہاد کرنے سے کتراتا ہے اور لڑائی میں جانے سے دل چراتا ہے اس کو یہ خوف، شجاعت و بہادری دکھانے سے باز رکھتا ہے کہ اگر میں میدان جنگ میں مارا گیا یا مجھے پکڑ لیا گیا تو میرے بچے کا کیا حال ہوگا ان کی دیکھ بھال اور پرورش کیسے ہوگی اور میرے بچے باپ کے سایہ سے محروم ہو کر کس کس طرح تکلیف و مشقت برداشت کریں گے۔ پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اولاد کے بارے میں اس طرح کی برائی بیان کی اور پھر بعد میں اولاد کی ایک خوبی اور اس کی تعریف بھی بیان فرمائی چنانچہ آپ نے فرمایا کہ یہ بچے ریحان ہیں ریحان کے معنی روزی اور نعمت کے بھی ہیں اور ریحان ہر اس پودے اور گھاس کو بھی کہتے ہیں جو خوشبودار ہو، دونوں ہی صورتوں میں اولاد کی مدح ظاہر ہوتی ہے۔

اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ بچے ماں باپ کے حق رزق کا درجہ رکھتے ہیں کہ اگر والدین کی گود اولاد سے خالی ہو تو ان کی ممتا اور ان کے جذبات اسی طرح مضطرب و پریشان رہتے ہیں جس طرح کوئی بھوکا روزی نہ ملنے کی صورت میں مضطرب رہتا ہے اسی طرح بچے دراصل اللہ کی طرف سے ماں باپ کو ایک عظیم نعمت کے طور پر عطا ہوتے ہیں، ایسی نعمت جو ان کی زندگی کا سہارا بھی ہوتی ہے اور ان کے گھر کا چراغ بھی۔ اور اگر ریحان سے خوشبودار پودا مراد لیا جائے تو بلا شک وشبہ بچے اپنے ماں باپ اور اہل خاندان کی نظر میں پھول کا درجہ رکھتے ہیں کہ جس طرح کوئی شخص خوشبودار پھول کو دیکھ کر سرور حاصل کرتا ہے اور سونگھ کر مشام جان کو معطر کرتا ہے اسی طرح بچوں کو دیکھ کر خوشی محسوس ہوتی ہے ان کو پیار کر کے، ان کو چوم کر اور ان کے ساتھ خوش طبعی کر کے سرور حاصل کیا جاتا ہے۔

3667- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُلَيٍّ سَمِعْتُ اَبِىْ يَذْكُرُ عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ ابْنَتُكَ مَرْدُوْدَةً اِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کیا میں تمہاری رہنمائی سب سے زیادہ فضیلت والے صدقے کی طرف کروں؟ تمہاری وہ بیٹی جو تمہارے پاس رہ رہی ہو اور اس کا تمہارے علاوہ کوئی اور کمانے والا نہ ہو (یعنی تمہاری وہ بیٹی جو بیوہ یا طلاق یافتہ ہونے کے بعد تمہارے پاس آجائے اور تم اس کا خرچ ادا کرنے کے پابند ہو)''۔

بیوہ و مسکین عورت کی کفالت کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوہ عورت اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا اس شخص کے مانند ہے جو اللہ کی راہ میں سعی کرے یعنی وہ شخص بیوہ عورت اور مسکین کی دیکھ بھال اور خبر گیری کرتا ہے اور ان کی ضروریت کو پورا کر کے ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے تو اس ثواب کے برابر ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد اور حج کرنے والے کو ملتا

3667: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ہے اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ بیوہ عورت اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جو نماز وعبادت کے شب بیداری کرتا ہے اور اپنی شب بیداری میں نہ کوئی سستی کرتا ہے اور نہ کسی فتور اور نقصان کو گوارا کرتا ہے اور اس شخص کے مانند ہے جو دن کو کبھی افطار نہیں کرتا کہ جس کو صائم الدھر کہا جاتا ہے۔ (بخاری مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 882)

فقیر ومحتاج بھی مسکین کے حکم میں داخل ہے بلکہ بعض حضرات کے نزدیک اس کو مسکین پر ترجیح حاصل ہے۔ "اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے یہ بھی بیان "ان الفاظ کی نسبت حضرت عبداللہ ابن سلمہ کی طرف کی جاتی ہے جو بخاری ومسلم کے شیخ اور اس حدیث کے راوی ہیں، جس کو انہوں نے حضرت امام مالک سے روایت کیا ہے اس بات کی صراحت امام بخاری نے کی ہے، بہر حال ان الفاظ کے ذریعہ عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ میرا گمان ہے کہ اس حدیث کے روای حضرت امام مالک نے یہ الفاظ کالقائم لایفتر۔ نقل کئے ہیں۔

لیکن اگر بخاری کی مذکورہ صراحت کے سامنے نہ ہوتو مصابیح اور مشکوہ کے ظاہری الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ اور میرا گمان ہے کہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جملہ کے ذریعہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ میرے گمان کے مطابق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کالقائم لا۔۔۔ کے الفاظ بھی ارشاد فرمائے تھے یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شک کو ظاہر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو کا الساعی فی سبیل اللہ کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے یا کالقائم کے الفاظ چنانچہ اس کی تائید جامع صغیر کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جس کو احمد، شیخین، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور جس کے الفاظ یوں ہیں کہ **الساعی علی الارملة والمساکین کالمجاهدین فی سبیل الله والقائم اللیل الصائم النهار** ۔

3668 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ اَخْبَرَنِیْ سَعْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ صَعْصَعَةَ عَمِّ الْاَحْنَفِ قَالَ دَخَلَتْ عَلٰی عَائِشَةَ امْرَاَةٌ مَّعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا فَاَعْطَتْهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ فَاَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا تَمْرَةً ثُمَّ صَدَعَتِ الْبَاقِيَةَ بَيْنَهُمَا قَالَتْ فَاَتَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثَتْهُ فَقَالَ مَا عَجَبُكِ لَقَدْ دَخَلَتْ بِهِ الْجَنَّةَ

بیان کرتے ہیں: ایک عورت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے تین کھجوریں دیں، اس نے دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دی اور پھر باقی بچ جانے والی کھجور بھی ان دونوں میں تقسیم کر دی، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم کس بات پر حیران ہو رہی ہو؟ وہ عورت اسی وجہ سے جنت میں داخل ہو گی''۔

3668. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

شرح

یعنی وہ بچیاں اور ان کے ساتھ کی گئی نیکی اس شخص اور دوزخ کی آگ کے درمیان حائل ہوں گی کہ وہ شخص اپنی ان بچیوں کی وجہ سے دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا اور بچیوں کے ساتھ حسن سلوک کی یہ فضیلت اس بنا پر ہے کہ لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیاں زیادہ اپنے ماں باپ کے پیار محبت اور ان کے حسن سلوک کی مستحق ہوتی ہیں۔ اس بارے میں علماء کا اختلافی قول ہے کہ ابتلاء و آزمائش کا محمول محض لڑکوں کا پیدا ہونا ہے یا کسی ایسی حالت میں مبتلا ہونا ہے جو لڑکیوں کی وجہ سے کسی محنت و تکلیف اور پریشانی و عسرت کے سامنے آنے اور اس پر صبر و تحمل کرنے کی صورت میں پیش آئے۔

چنانچہ پہلی صورت یعنی ابتلاء آزمائش کا تعلق لڑکیوں کی پیدائش سے ہونا زیادہ صحیح ہے اور اس صورت میں کہا جائے گا کہ جو لوگ اپنے ہاں لڑکیاں پیدا ہونے پر دل گرفتگی اور ناگواری میں مبتلا ہوتے ہیں وہ اس حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں کہ لڑکیاں اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی رحمت ہیں اور ان کی پرورش و دیکھ بھال اور ان کے ساتھ پیار و محبت کا سلوک کرنا ایک بہت بڑی اخروی سعادت ہے اس بارے میں بھی علماء کے اختلافی قول ہیں کہ احسان و سلوک سے مراد نان نفقہ ہے جو باپ پر واجب ہوتا ہے یا اس واجب نان نفقہ کے علاوہ مزید حسن سلوک کرنا مراد ہے چنانچہ راجح قول یہ ہے کہ یہ دوسرے معنی زیادہ صحیح ہیں نیز واضح رہے کہ مذکورہ احسان و سلوک کی شرط یہ ہے کہ وہ شریعت کے موافق ہو۔

علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ بچیوں کے ساتھ احسان و سلوک کرنے کا مذکورہ اجر اس صورت میں حاصل ہوتا ہے جبکہ اس احسان و سلوک کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے یہاں تک کہ وہ بچیاں اپنی شادی بیاہ کی وجہ سے یا کسی اور صورت میں ماں باپ کی کفالت اور اس کے احسان و سلوک سے بے نیاز ہو جائیں۔

3669- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عُشَانَةَ الْمَعَافِرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ وَاَطْعَمَهُنَّ وَسَقَاهُنَّ وَكَسَاهُنَّ مِنْ جِدَتِهِ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے حوالے سے صبر سے کام لے انہیں خوراک، پینے کا سامان فراہم کرے، انہیں لباس فراہم کرے تو قیامت کے دن وہ بچیاں اس شخص کے لیے جہنم سے رکاوٹ بن جائیں گی"۔

3670- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ فِطْرٍ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ تُدْرِكُ لَهُ ابْنَتَانِ فَيُحْسِنُ اِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ اَوْ صَحِبَهُمَا اِلَّا اَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ

3669: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3670: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے جب تک وہ دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ رہیں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) جب تک وہ شخص ان دونوں بیٹیوں کے ساتھ رہے (تو ان کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا رہے) تو وہ دونوں بیٹیاں اسے جنت میں داخل کروادیں گی''۔

شرح

آپ نے اپنے اور اس شخص کے درمیان کمال قرب اور اتصال کو ظاہر کرنے کے لئے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر دکھایا جس طرح تم ان دونوں انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملی ہوئی دیکھ رہے ہو اسی طرح قیامت کے دن میں اور وہ شخص ایک دوسرے کے قریب ہوں گے اور محشر میں ہم دونوں ایک جگہ اور ایک ساتھ ہوں گے یا وہ میرے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

3671 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُمَارَةَ اَخْبَرَنِي الْحَارِثُ بْنُ النُّعْمَانِ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَهُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اپنی اولاد کی عزت افزائی کرو اور ان کی اچھی تعلیم و تربیت کرو''۔

بَاب حَقِّ الْجِوَارِ

یہ باب پڑوسی کے حق میں ہے

3672 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يُخْبِرُ عَنْ اَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُحْسِنْ اِلٰى جَارِهٖ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَسْكُتْ

حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

3671: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3672: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6019' ورقم الحدیث: 6135' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 174' ورقم الحدیث: 4488' ورقم الحدیث: 4489' ورقم الحدیث: 4490'' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3748' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1967' ورقم الحدیث: 1968

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت افزائی کرے جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے''۔

3673- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَعَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ جَمِيْعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِىْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں مسلسل تلقین کرتے رہے' یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ یہ اسے وارث قرار دیں گے۔

3674- حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ جِبْرَائِيْلُ يُوْصِيْنِىْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جبرائیل علیہ السلام پڑوسی کے بارے میں مجھے مسلسل تلقین کرتے رہے' یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ اسے وارث قرار دیدیں گے''۔

شرح

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے دو جھگڑنے والے دو ہمسایہ ہوں گے۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 929)

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اہل دوزخ کے بعد حقوق کی عدم ادئیگی سے متعلق جو معاملہ سب سے پہلے پیش کیا جائے گا وہ ان دو ہمسایوں کا ہوگا جنہیں آپس میں ایک دوسرے سے ایذا رسانی یا حقوق واجب الادا میں تقصیر و کوتاہی وغیرہ سے دوچار ہونا پڑا ہوگا۔ واضح رہے کہ ایک روایت میں یوں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس محاسبہ کا سامنا کرنا پڑے گا وہ نماز ہے نیز ایک روایت میں یہ منقول ہے کہ قیامت کے دن بندہ کے سب سے پہلے جس معاملہ کا فیصلہ کیا جائے گا وہ خون کا معاملہ ہے اور مذکورہ بالا روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس معاملہ کا فیصلہ کیا جائے گا وہ ہمسایوں کی مخاصمت کا ہوگا چونکہ ان روایتوں میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے۔

اس لئے علماء نے ان تمام روایتوں کے درمیان تطبیق دی ہے حقوق اللہ کے سلسلہ میں سب سے پہلے خون کے معاملہ کا فیصلہ کیا

3673: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6014' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6627' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5151' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1942

3674: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جائے گا کیونکہ کسی کو ناحق خون بہانا بہت بڑا گناہ ہے رہی مذکورہ بالا حدیث تو لفظ خصمین کے ذریعہ یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث دونوں فریق کے ایک دوسرے کے خلاف دعویٰ رکھنے کے ساتھ مقید ہے یعنی جو لوگ ایسے ہیں ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا تعلق دونوں فریق سے نہ ہو بلکہ کسی ایک سے ہو تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ دونوں فریق پر خصمین کا اطلاق بطریق تغلیب اور مشاکلت کے ہے جیسا کہ قرآن کے یہ الفاظ، آیت (وجزاء سیئة سیئة مثلها)۔ اس کی مثال حاصل یہ ہے کہ مذکورہ بالا روایتوں میں جن معاملات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں ہر ایک میں اولیت اضافی ہے جس کی وجہ سے حقیقی طور پر کوئی باہمی تضاد لازم نہیں آتا۔

بَاب حَقِّ الضَّيْفِ

یہ باب مہمان کے حق میں ہے

3675 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِىْ شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَجَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ وَّلَا يَحِلُّ لَهُ اَنْ يَّثْوِىَ عِنْدَ صَاحِبِهٖ حَتّٰى يُحْرِجَهُ الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَّمَا اَنْفَقَ عَلَيْهِ بَعْدَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَهُوَ صَدَقَةٌ

حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کی عزت افزائی کرنی چاہئے اہتمام کے ساتھ اس کی دعوت ایک دن اور ایک رات ہو گی اور کسی کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے ہاں اتنی دیر مہمان ٹھہرا رہے کہ اسے حرج میں مبتلا کر دے مہمان داری تین دن تک ہو گی تین دن کے بعد آدمی مہمان پر جو خرچ کرتا ہے وہ صدقہ ہو گا''۔

3676 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِى الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّهُ قَالَ قُلْنَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَقْرُوْنَا فَمَا تَرٰى فِىْ ذٰلِكَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَاَمَرُوْا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِىْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا وَاِنْ لَّمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِىْ يَنْبَغِىْ لَهُمْ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کہیں بھیجتے ہیں ہم کسی قوم کے ہاں پڑاؤ کرتے ہیں وہ لوگ ہماری مہمان نوازی نہیں کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ تو

3676: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2461' ورقم الحدیث: 6137' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 4491' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3752' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1589م

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم لوگ کسی قوم کے ہاں پڑاؤ کرو اور وہ تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں جو کسی مہمان کے ساتھ کرنا مناسب ہے تو تم اسے قبول کرو اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو تم ان سے مہمان کا وہ حق حاصل کرو جوان کے لیے مناسب ہے۔

3677- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْمِقْدَامِ أَبِي كَرِيمَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةُ الضَّيْفِ وَاجِبَةٌ فَإِنْ أَصْبَحَ بِفِنَائِهِ فَهُوَ دَيْنٌ عَلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ اقْتَضَى وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ

حضرت مقدام ابوکریمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

'مہمان کو رات کے وقت اہتمام کے ساتھ کھانا کھلانا لازم ہے، اگر مہمان صبح تک وہاں ٹھہرا رہے تو یہ اس کے ذمے قرض ہوگا، اگر وہ چاہے تو اسے وصول کر لے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے''۔

مہمان نوازی کی اہمیت

آج کے ترقی یافتہ دور میں جہاں ہر چیز ترقی کے اعلیٰ مقام پر پہنچ رہی ہے۔ وہیں ہمارے معاشرے میں کئی ایسی قدریں ہیں جو دم توڑ رہی ہیں۔ ان ہی میں سے ایک مہمان نوازی یا بالفاظ دیگر میزبانی کی اہمیت ہے۔ ایک وہ دور تھا جب ہر شخص مہمان کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار تھا۔ لوگ مہمان نوازی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے بے تاب ہو جاتے تھے۔ اور اپنے مہمان کے لئے اپنی قیمتی سے قیمتی چیز نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ اور آج کے دور میں اکثر لوگ مہمانوں سے نظریں چرا کر بھاگتے نظر آتے ہیں۔ جب کہ مہمان نوازی کی اہمیت قرآن و حدیث میں واضح طور پر ملتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ مہمان کی خاطر تواضع کرے (بخاری)

مہمان کے آداب میں سے ہے کہ جب مہمان آپ کے گھر آئے تو سب سے پہلے اس سے سلام و دعا کیجئے اور خیر و عافیت معلوم کیجئے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے پتا چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مفہوم: کیا آپ کو ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت بھی پہنچی ہے کہ جب وہ ان کے پاس آئے تو آتے ہی سلام کیا۔ ابراہیم نے جواب میں سلام کیا۔ (الذاریات)

مہمانوں کی خاطر و مدارات کرنا یہ انبیاء کی سنت ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کے ساتھ کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مفہوم: پھر وہ جلدی سے گھر میں جا کر ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے بھنوا کر لائے اور مہمانوں کے سامنے پیش کیا۔ (سورۃ الذاریات)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کی عزت و اکرام، خاطر و مدارات اپنی حیثیت کے مطابق کرنا ضروری اور واجب ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان جب آئے تو حضرت ابراہیم فوراً ان کے کھانے پینے کے انتظام میں لگ گئے اور جو موٹا تازہ بچھڑا انھیں میسر تھا اسی کا گوشت بھون کر مہمانوں کی خدمت میں پیش کر دیا۔

3677: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3750

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مفہوم: لوط علیہ السلام نے کہا: بھائیو! یہ میرے مہمان ہیں مجھے رسوا نہ کرو۔ خدا سے ڈرو اور میری بے عزتی سے باز رہو۔ (الحجر)

حضرت ابوشریح فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات زبان سے نکالے ورنہ خاموش رہے، اور جو اللہ پر اور پچھلے دن (قیامت) پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ مہمان کی عزت کرے، مہمان کی خاطر مدارات (کی مدت) ایک دن ایک رات ہے، اور عام ضیافت (میزبانی) کی مدت تین دن ہے، اس کے بعد جو کچھ بھی ہے وہ صدقہ ہے۔ اور (مہمان) کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ میزبان کے ہاں اتنا ٹھہرے کہ اُسے پریشانی میں مبتلا کردے۔

اس حدیث میں ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کے دو تقاضے بیان کیے گئے ہیں: () زبان کی حفاظت، یعنی غیبت، بدکلامی اور فضول یاوہ گوئی سے پرہیز کرتے ہوئے اچھے مصرف میں زبان کا استعمال۔ () فیاضی اور سخاوتِ نفس، اُس کی ایک شکل یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر اُس کے گھر میں ٹھہرنا چاہے تو بجائے انقباض اور تنگ دلی کے وسعتِ قلب کے ساتھ اُس کے کھانے پینے اور قیام کا اہتمام کیا جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی تلقین کی گئی ہے کہ مہمان کو بھی اتنا خوددار ہونا چاہئے کہ تین دن سے زیادہ کا بوجھ اپنے میزبان پر نہ ڈالے۔

اس طرح اگر میزبان کی طرف سے فیاضی کا برتاؤ اور مہمان کی جانب سے خودداری کا اظہار ہو تو اجتماعی زندگی میں ایک خوش گوار فضا پیدا ہوسکتی ہے۔

مہمان کے آنے پر خوشی اور محبت کا اظہار کیجئے اور نہایت خوش دلی، وسعت قلب اور عزت واحترام کے ساتھ ان کا استقبال کیجئے۔ تنگ دلی، بے رخی، سرد مہری اور کڑھن کا اظہار ہرگز نہ کیجئے۔ خاطر تواضع کرنے میں وہ ساری ہی باتیں داخل ہیں، جو مہمان کے اعزاز واکرام، آرام وراحت، سکون ومسرت اور تسکینِ جذبات کے لیے ہوں، خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آنا، ہنسی خوشی کی باتوں سے دل بہلانا، عزت واکرام کے ساتھ بیٹھنے لیٹنے کا انتظام کرنا۔ اور فراخی کے ساتھ کھانے پینے کا بہتر سے بہتر انتظام کرنا اور خود بنفسِ نفیس خاطر مدارات میں لگے رہنا یہ سب ہی باتیں اکرامِ ضیف میں داخل ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ کے پاس جب مہمان آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود ان کی خاطر داری فرماتے۔ اسی طرح جب آپ مہمان کو اپنے دسترخوان پر کھانا کھلاتے تو بار بار فرماتے اور کھایئے اور کھایئے۔ جب مہمان خوب آسودہ ہو جاتا اور انکار کرتا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصرار سے باز آتے۔

مہمانوں کے کھانے پینے پر مسرت محسوس کیجئے، تنگ دلی، کڑھن اور کوفت محسوس نہ کیجئے۔ مہمان زحمت نہیں بلکہ رحمت اور خیر وبرکت کا ذریعہ ہوتا ہے اور خدا جس کو آپ کے یہاں بھیجتا ہے اس کا رزق بھی اُتار دیتا ہے، وہ آپ کے دسترخوان پر آپ کی قسمت کا نہیں کھاتا بلکہ اپنی قسمت کا کھاتا ہے اور آپ کے اعزاز واکرام میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

حضرت ابوالاحوص جشمیؓ اپنے والد کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار انھوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

گر کسی کے پاس میرا گزر ہو اور وہ میری ضیافت اور مہمانی کا حق ادا نہ کرے اور پھر کچھ دنوں کے بعد اس کا گزر میرے پاس ہو تو کیا میں اس کی مہمانی کا حق ادا کروں؟ یا اس کی بے مروتی اور بے رخی کا بدلہ اسے چکھاؤں؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ تم بہرحال اس کی مہمانی کا حق ادا کرو۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں مہمان کا خیال رکھا جائے۔ اگر آپ کے مہمان نے کبھی کسی موقع پر آپ کے ساتھ بے مروتی اور روکھے پن کا سلوک کیا ہو تب بھی آپ اس کے ساتھ نہایت فراغ دلی، وسعت ظرف اور فیاضی کا سلوک کیجئے۔ اور حتی الامکان اس کی میزبانی میں کوئی کمی مت کیجئے۔

مہمان نوازی ایک ایسی صفت ہے جو انسان کے تمام عیوب پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ جو آدمی اپنے مہمان کی اچھی میزبانی کرتا ہے وہ شخص مہمان کے دل میں اس قدر جگہ بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے کہ مہمان ہمیشہ اس کی تعریف کرتا ہے۔ جب کبھی اس کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس کی تعریف بغیر کئے نہیں رکتا۔

حضرات صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین اسی طرح ائمہ کرام اور اکابر علماء کے یہاں میزبانی کی ایسی ایسی نادر و نایاب مثالیں ملتی ہیں جسے پڑھ کر آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک انصاری صحابی کا مشہور واقعہ ہے جنھوں نے اپنے بچوں کو بہلا کر سلا دیا اور جب مہمان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو بہانے سے چراغ بجھا دیا اور کھانے پر مہمان کے ساتھ بیٹھ گئے تاکہ اس کو یہ محسوس ہو کہ ہم بھی کھانے میں شریک ہیں۔

آج یہ چیز جہاں عوام سے مفقود ہوتی نظر آ رہی ہیں وہیں دینی حلقوں میں بھی اس کی طرف توجہ کم ہی نظر آتی ہے۔ اس اہم صفت کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ والدین کو اپنے بچوں کے اندر اس چیز کو ابھارنا چاہئے۔ اور خود اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اسی طرح دینی مدارس کے اساتذہ کو بھی اپنے طلباء کے اندر اس چیز کو ابھارنے کی سخت ضرورت ہے۔ یقیناً مہمان نوازی کی صفت اختیار کرنے میں ایک دوسرے سے محبت پروان چڑھے گی۔ ایک دوسرے میں کھانے کھلانے، ہدیہ تحائف دینے لینے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اور انبیاء کرام کی اس سنت کو زندہ کرنے میں ثواب بھی ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی مہمان نوازی کی صفت سے متصف فرمائے۔ آمین

بَاب حَقِّ الْيَتِيمِ

یہ باب یتیم کے حق میں ہے

3678- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ الْيَتِيمِ وَالْمَرْاَةِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

3678 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

''اے اللہ! میں دو کمزور لوگوں یتیم اور عورت (کے حق میں کوتاہی کرنے والوں) کے بارے میں سختی کی دعا کرتا ہوں''۔

3679 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِيْ عَتَّابٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُحْسَنُ اِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُسَاءُ اِلَيْهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مسلمانوں کے گھرانوں میں سے سب سے بہترین گھر وہ ہے' جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھرانوں میں سب سے برا گھر وہ ہے' جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو''۔

شرح

یتیم کے ساتھ برے سلوک کا مطلب یہ ہے کہ اس گھر کے افراد اس کی ضروریات زندگی کی کفالت میں غفلت وکوتاہی برتیں اس کے ایسا برتاؤ کریں کہ جس سے اس کو اپنی کم تری و بے چارگی کا احساس ہو اور اس کو ناحق مارا پیٹا جائے اور تکلیف پہنچائی جائے ہاں اس کو تعلیم وتربیت کے طور پر مارنا یا کوئی سزا دینا برے سلوک میں شامل نہیں ہوگا بلکہ اس کو احسان وحسن سلوک ہی میں شمار کیا جائے گا۔

3680 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكَلْبِيُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ ثَلَاثَةً مِّنَ الْاَيْتَامِ كَانَ كَمَنْ قَامَ لَيْلَهُ وَصَامَ نَهَارَهُ وَغَدَا وَرَاحَ شَاهِرًا سَيْفَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ اَخَوَيْنِ كَهَاتَيْنِ اُخْتَانِ وَاَلْصَقَ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص تین یتیم بچوں کی کفالت کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جو رات بھر نوافل پڑھتا رہتا ہے اور دن کے وقت نفلی روزہ رکھتا ہے، جو صبح اور شام اپنی تلوار سونت کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جاتا ہے، میں اور وہ شخص جنت میں دو بھائیوں کی طرح ہوں گے جیسے یہ دو بہنیں ہیں''۔

(راوی کہتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر یہ بات ارشاد فرمائی۔

3679: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3680 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

شرح

حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی اور غرض و جذبہ کے تحت نہیں بلکہ محض خداوند کی رضا خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کسی یتیم بچے کے سر پر پیار و محبت کے ساتھ ہاتھ پھیرے تو اس کے لئے یتیم کے سر پر اس بال کے عوض کہ جس پر اس کا ہاتھ لگا ہے نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو شخص اس یتیم لڑکے یا یتیم لڑکی کے ساتھ جو اس کی پرورش و تربیت میں ہو اچھا سلوک کرے تو وہ شخص اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے اور یہ کہہ کر آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا یعنی شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر دکھایا کہ جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں اسی طرح میں اور وہ شخص جنت میں ایک دوسرے کے قریب ہیں اس روایت کو احمد و ترمذی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 905)

لفظ تمرا گرتاء کے زبر اور میم کے پیش کے ساتھ یعنی مونث کا صیغہ ہو تو اس کا ترجمہ وہی ہوگا جو اوپر نقل کیا گیا ہے اور اگر یہ لفظ یاء کے پیش اور میم کے زیر کے ساتھ یعنی یمر بصیغہ مذکر ہو تو اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ ہر اس بال کے عوض کہ جس پر وہ شخص اپنا ہاتھ پھیرتا ہے مطلب کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے حسنات کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ نیکیاں کیت و کیفیت کے اعتبار سے مختلف درجہ کی ہوتی ہیں اور یہ فرق اختلاف حسن نیت کے مدار پر مبنی ہوتا ہے۔ "اچھا سلوک کرے" کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ شفقت و مہربانی کا برتاؤ کرے اس کی تعلیم و تربیت پر توجہ دے جب وہ سن بلوغ کو پہنچے تو اس کا نکاح کرے اور اگر اس کا مال وغیرہ اپنے پاس رکھا ہوا ہو تو اس کی محافظت کرے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یتیمۃ او یتیم میں حرف او تنویع کے لئے ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حرف او شک کو ظاہر کرتا ہے یعنی اس موقع پر کسی راوی کو شک واقع ہوا ہے کہ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیمۃ کا لفظ ارشاد فرمایا تھا یا یتیم کا۔ حدیث میں یتیم کی پرورش و تربیت کرنے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک اختیار کرنے والے کے بارے میں جن الفاظ کے ذریعہ تحسین فرمائی گئی ہے ان میں اس شخص کے لئے حسن خاتمہ کی بشارت ہے۔

یتیم کو کھانے میں شریک کرنے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے کھانے پینے میں کسی یتیم کو شریک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق اس شخص کو بلاشک وشبہ جنت کا مستحق گردانتا ہے الا یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو بخش جانے کے قابل نہ ہو اور جو شخص تین بیٹیوں یا ان ہی کی طرح تین بہنوں کی پرورش کرے۔

اور پھر ان کی تربیت کرے اور ان کے ساتھ پیار و شفقت کا برتاؤ کرے یہاں تک کہ اللہ ان کو بے پرواہ بنا دے۔ یعنی وہ بڑی ہو جائیں اور بیاہ دی جائیں تو اللہ اس کو جنت کا مستحق گردانتا ہے یہ سن کر ایک صحابی نے عرض کیا کہ کیا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش کرنے پر بھی یہ اجر ملتا ہے آپ نے فرمایا ہاں دو پر بھی یہ اجر ملتا ہے، راوی کہتے ہین کہ اگر صحابہ ایک بیٹی یا ایک بہن کے بارے میں بھی سوال کرتے تو آپ یہی جواب دیتے کہ ہاں ایک پر بھی یہی اجر ملتا ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جس شخص کی دو پیاری چیزیں لے لے وہ بھی جنت کا مستحق گردانا جاتا ہے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ دو پیاری چیزوں سے کیا مراد ہے

آپ نے فرمایا کہ اس کی دو آنکھیں۔ (شرح السنہ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 906)

جو گناہ بخشے جانے کے قابل نہ ہو اس سے مراد شرک اور حقوق العباد ہیں گویا آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ شخص کسی ایسے گناہ کا مرتکب ہو جو توبہ واستغفار وغیرہ کے بغیر بخشا نہیں جاتا ہو تو اس کو جنت کا مستحق نہیں گردانا جائے گا، اس میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ وہ تمام گناہ جن کا تعلق اللہ کے حق سے ہے بخش دیئے جائیں گے مگر شرک کے گناہ کو نہیں بخشا جاتا۔ "اگر صحابہ ایک بیٹی یا ایک بہن کے بارے میں سوال کرتے" یہ بات اس راجح ومختار مسلک کی روشنی میں تو بالکل واضح ہے کہ جس میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ احکام شرعیہ کا نفاذ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صوابدید پر ہے کہ آپ جس طرح چاہیں نافذ فرمائیں اور جس کو چاہیں مقید و مستثنیٰ قرار دیں لیکن اس قول کو تسلیم نہیں کرتے وہ مذکورہ عبارت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضور نے صحابہ کے مذکورہ جواب میں جو بات فرمائی وہ وحی الٰہی کی بنیاد پر تھی کہ سائلین نے اپنے سوال کے ذریعہ گویا اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ جو ثواب تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش وتربیت کرنے پر ملتی ہے کاش وہی ثواب دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش کرنے کی صورت میں بھی ملے، چنانچہ اللہ نے ان کی اس خواہش کے مطابق وحی نازل فرمائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان فرمایا جیسا کہ اور بہت سی حدیثوں میں بھی اسی طرح کی صورت حال منقول ہے۔

بچوں کی پرورش کرنے والی بیوہ کی فضیلت کا بیان

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورت کہ جس کے رخسار اپنی اولاد کی پرورش و دیکھ بھال کی محنت اور مشقت اور ترک زینت وآرائش کی وجہ سے سیاہ پڑ گئے ہیں قیامت کے دن اسی طرح ہوں گے اس حدیث کے روای یزید بن زریع نے یہ الفاظ بیان کرنے کے بعد انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ فرمایا کہ جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں اسی طرح قیامت کے دن آپ اور وہ بیوہ عورت قریب قریب ہوں گے اور سیاہ رخساروں والی عورت کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ اس سے مراد وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کے مرجانے یا اس کے طلاق دیدینے کی وجہ سے بیوہ ہوگئی ہو اور وہ حسین وجمیل اور صاحب وجاہ عزت ہونے کی باوجود محض اپنے یتیم بچوں کی پرورش اور ان کی بھلائی کی خاطر دوسرا نکاح کرنے سے باز رہے یہاں تک کہ وہ بچے جدا ہو جائیں یعنی بڑے اور بالغ ہو جانے کی وجہ سے اپنی ماں کے محتاج نہ رہیں یا موت ان کے درمیان جدائی ڈال دے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 909)

مطلب یہ ہے کہ جس عورت کا خاوند چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مر گیا ہو یا جس عورت کو طلاق اس کے خاوند نے دی ہو اور اس عورت نے محض اپنے یتیم بچوں کی خاطر دوسرے شخص سے نکاح نہ کیا ہو بلکہ اپنے حسن و جمال اور جاہ عزت کے باوجود اپنے جذبات کو کچل کر ازدواجی زندگی کی خوشیوں و مسرتوں سے دور رہی اور اپنے ان بچوں کی پرورش و دیکھ بھال میں اس وقت تک اپنی جان کھپاتی رہی جب تک کہ وہ اس کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اس نے ان کی پرورش میں مشغول رہ کر اپنی زندگی کے جوان ایام کو قربان کیا اور اپنے حسن وجمال کو برباد کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی حوصلہ مند عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ قیامت کے میرے اس قدر قریب ہوگی جس قدر یہ دونوں انگلیاں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو عورتیں اپنے خاوند کی وفات یا طلاق کی وجہ سے

بیوہ ہوگئی ہوں تو ان کو صبر واستقامت عفت و پاکدامنی اور ترک زیب و زینت کو اختیار کرنا اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کی خاطر دوسرا نکاح نہ کرنا اور ان بچوں کی صحیح تربیت میں مشغولیت رہنا بڑی فضیلت کا حامل ہے۔

بَاب اِمَاطَةِ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ

یہ باب راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنے میں ہے

3681 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اَبَانَ بْنِ صَمْعَةَ عَنْ اَبِى الْوَازِعِ الرَّاسِبِيِّ عَنْ اَبِىْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِىْ عَلٰى عَمَلٍ اَنْتَفِعُ بِهٖ قَالَ اعْزِلِ الْاَذٰى عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ

◆◆ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی عمل کی طرف میری رہنمائی کریں کہ جس کے ذریعے میں نفع حاصل کروں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کردو۔

شرح

اسلام میں کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف دینے سے بہت سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ کوئی بھی ایسی حرکت جس سے عام لوگ تکلیف میں مبتلا ہو جائیں، از روئے شریعت حرام اور ناجائز ہے۔ مسلمان پُر امن ہوتا ہے، دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔ دین اسلام کی تعلیمات میں سے ہے کہ مسلمانوں کو اپنے راستے کشادہ رکھنے چاہئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ راستہ سات ہاتھ (فٹ) مقرر کیا کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 422/19)

حضرت سہل بن معاذؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک مرتبہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں شرکت کی۔ راستے میں پڑاؤ ہوا تو لوگوں نے خیمے قریب قریب لگا لیے جس سے راستہ تنگ ہو گیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی بھیج کر لوگوں میں اعلان کرایا کہ جو شخص راستے میں تنگی پیدا کرے گا یا راستہ کاٹے گا تو اس کا جہاد قبول نہیں!

(سنن ابوداود{47/2(1)

سیار بن معرور کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ خطبہ دے رہے تھے تو میں انہیں یہ کہتے ہوئے سنا: اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مسجد بنائی اور اس وقت ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ انصار بھی تھے اور مہاجر صحابہ بھی۔ (مسجد ہم سب کے لیے بنی ہے اس لیے) اگر اب اس مسجد میں مجمع زیادہ ہو جائے تو تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ چند لوگوں کو آپ نے دیکھا کہ وہ راستے میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ مسجد کے اندر نماز پڑھو۔ (اتحاف الخیرہ المھرہ 309/2)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں راستہ بند کرنا یا اس میں تنگی پیدا کرنا نہایت مذموم ہے کیونکہ راستہ لوگوں کے

3681: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6616' ورقم الحدیث: 6617

گزرنے کے لیے ہوتا ہے اگر راستہ بند کردیا جائے تو گزرنے والوں کو سخت دشواری کا سامنا ہوگا۔ مسجد میں جنازے کی نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن ساتھ ساتھ علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر کہیں تین منٹ کے لیے راستہ بند ہو رہا ہو تو جنازہ مسجد کے اندر پڑھو راستے میں نہیں!! اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کو تین منٹ کے لیے راستہ بند کرنا گوارا نہیں چہ جائیکہ عمر بھر کے لیے لوگ برسر راہ دکان جما کے قبضہ کرلیں۔

ایک مشہور حدیث ہے کہ راستے سے مضر چیز کو ہٹانا صدقہ ہے۔ اب اگر کوئی شخص راستے سے کانٹا، کیلے کا چھلکا، کیل یا اس طرح اور کوئی چیز اٹھا کر راستے کو محفوظ بناتا ہے تو وہ اللہ کے راستے میں صدقہ کرنے کی طرح ثواب کا مستحق بن جاتا ہے۔ بعینہٖ اگر ان حالات میں کوئی اپنی دکان اس لیے گرائے گا کہ ایک تو ایک اچھے حکم کی تعمیل ہوگی اور دوسرا یہ کہ راستہ کشادہ ہو جائے گا جس سے راہ گیروں کو آسانی ہوگی تو یقیناً ایسا شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام اور ثواب کا حق دار ہے۔

3682- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ عَلَى الطَّرِيْقِ غُصْنُ شَجَرَةٍ يُؤْذِی النَّاسَ فَاَمَاطَهَا رَجُلٌ فَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ

◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''(ایک دفعہ کا ذکر ہے) راستے میں ایک درخت کی ٹہنی پڑی ہوئی تھی جو لوگوں کو تکلیف دیتی تھی، ایک شخص نے اسے پرے کردیا تو وہ جنت میں داخل ہوگیا''۔

3683- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ وَاصِلٍ مَوْلٰى اَبِیْ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ بِاَعْمَالِهَا حَسَنِهَا وَسَيِّئِهَا فَرَاَيْتُ فِیْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰى يُنَحّٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَرَاَيْتُ فِیْ سَيِّئِ اَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ فِی الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ

◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''میرے سامنے میری امت کے اعمال پیش کیے گئے، اچھے بھی اور برے بھی' تو میں نے ان کے اچھے اعمال میں وہ تکلیف دہ چیز بھی دیکھی جسے راستے سے پرے کیا جاتا ہے اور میں نے ان کے برے اعمال میں' مسجد میں پڑا ہوا ایسا بلغم دیکھا جسے دفن نہیں کیا گیا تھا''۔

بَاب فَضْلِ صَدَقَةِ الْمَآءِ

یہ باب پانی صدقہ کرنے کی فضیلت میں ہے

3684- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتُوَائِیِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ

3682: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3683: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ سَقْیُ الْمَآءِ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کون سا صدقہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی پلانا۔

3685- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَّعَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ يَّزِيْدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُفُّ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفُوفًا وَّقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَمُرُّ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ عَلَى الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ يَا فُلَانُ اَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ اسْتَسْقَيْتَ فَسَقَيْتُكَ شَرْبَةً قَالَ فَيَشْفَعُ لَهٗ وَيَمُرُّ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ اَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ نَاوَلْتُكَ طَهُوْرًا فَيَشْفَعُ لَهٗ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ وَّيَقُوْلُ يَا فُلَانُ اَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ بَعَثْتَنِیْ فِیْ حَاجَةِ كَذَا وَكَذَا فَذَهَبْتُ لَكَ فَيَشْفَعُ لَهٗ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''قیامت کے دن لوگ مختلف صفوں میں کھڑے ہوں گے''۔

ابن نمیر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔''اہل جنت مختلف صفوں میں کھڑے ہوں گے تو ایک شخص پہلے جہنم سے تعلق رکھنے والے ایک فرد کے پاس سے گزرے گا' تو وہ یہ کہے گا اے فلاں! کیا تمہیں یہ بات یاد نہیں ہے تم نے فلاں دن پانی مانگا تھا؟ تو میں نے تمہیں پینے کے لیے پانی دیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، وہ شخص اس کی شفاعت کردے گا''۔

''اسی طرح ایک شخص گزرے گا' تو وہ (جہنمی) کہے گا: کیا تمہیں وہ دن یاد ہے' جب میں نے تمہیں وضو کے لیے پانی دیا تھا' تو وہ جنتی اس کی سفارش کرے گا''۔

ابن نمیر کہتے ہیں (یعنی انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں)

''وہ (جہنمی) یہ کہے گا اے فلاں! کیا تمہیں یاد ہے' جب تم نے مجھے فلاں' فلاں کام کے لیے بھیجا تھا؟ تو میں تمہارے کام کے لیے گیا تھا تو وہ جنتی اس کی شفاعت کرے گا''۔

3686- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمِّهٖ سُرَاقَةَ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضَالَّةِ الْاِبِلِ تَغْشٰى حِيَاضِیْ قَدْ لُطْتُهَا لِاِبِلِیْ فَهَلْ لِیْ مِنْ اَجْرٍ اِنْ سَقَيْتُهَا قَالَ نَعَمْ فِیْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ حَرّٰی اَجْرٌ

3684: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1679' ورقم الحدیث: 1680' ورقم الحدیث: 1681' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3666' ورقم الحدیث: 3667' ورقم الحدیث: 3668

3685: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3686: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے گمشدہ اونٹ کے بارے میں دریافت کیا جو میرے حوض تک آ جاتا ہے اس حوض تک جو میں نے اپنے اونٹوں کے لیے تیار کیا تھا تو اگر میں اسے پانی پلا دیتا ہوں تو کیا مجھے اس کا اجر ملے گا، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں۔

''ہر جاندار چیز کو پانی پلانے سے اجر ملتا ہے''۔

بَابُ الرِّفْقِ

یہ باب نرم روی اختیار کرنے کے بیان میں ہے

رفق کے معنی ومفہوم کا بیان

'رفق' العنف کی ضد ہے اور اس کے معنی ہیں نرمی وملائمت اور فروتنی کا رویہ اختیار کرنا اپنے ساتھیوں کے حق میں مہربان نرم خو ہونا اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور ہر کام اطمینان وخوش اسلوبی سے کرنا۔ "حیاء" سے مراد شرمندہ اور محجوب ہونا اور حیاء دراصل اس کیفیت کا نام ہے جو کسی انسان پر عیب برائی کے خوف وندامت کے وقت طاری ہو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بہترین حیاء وہی ہے جو نفس کو اس چیز میں مبتلا ہونے سے روکے جس کو شریعت نے بری قرار دیا ہے۔

حضرت جنید کا یہ قول کہ حیاء اس کیفیت کا نام ہے جو اللہ کی نعمتوں کے حاصل ہونے اور ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنے کی وجہ سے وحشت کے ساتھ دل میں پائی جائے اور حضرت رقاق کا قول یہ ہے کہ حیاء اس کیفیت کا نام ہے جو آقا کے سامنے درخواست و طلب سے باز رکھتی ہے۔ "حسن خلق" یعنی خوش خلقی یا اچھے اخلاق کا سب سے واضح مطلب یہ ہے کہ اس چیز کی اتباع وپیروی کی جائے جس کو خاتم النبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف سے دنیا والوں کے سامنے پیش کیا ہے یعنی شریعت، آداب طریقت اور احوال حقیقت ومعرفت۔ چنانچہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ اللہ نے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ آیت (وانک لعلی خلق عظیم)۔ تو آپ کے وہ اخلاق کیا تھے جن کو خلق عظیم کہا گیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ آپ کا خلق قرآن کریم ہے یعنی قرآن مجید میں اچھی خصلتیں اور اعلی اوصاف بیان کئے گئے ہیں (خواہ ان کا تعلق اللہ کی نافرمانی سے ہو یا مخلوق اللہ کے ساتھ بدمعاملگی سے آپ ان سب سے اجتناب فرماتے تھے رہی اتباع درجات کی بات تو ظاہر ہے کہ اتباع بقدر محبت وتوفیق متابعت کے حاصل ہوتی ہے یعنی جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے جتنا زیادہ سرشار ہوتا ہے اس کو اتباع کرنے کی جس قدر توفیق نصیب ہوتی ہے وہ اتنا ہی زیادہ اور اسی قدر اتباع بھی کرتا ہے اور جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جتنا کم حصہ ہوتا ہے اور اتباع کرنے کی جس قدر کم توفیق نصیب ہوتی ہے وہ اتباع میں اسی قدر پیچھے رہتا ہے۔

3687 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالٍ

3687 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6541 ورقم الحدیث: 6542 ورقم الحدیث: 6543 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4809

الْعَبْسِيِّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم رہا''۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نرم ومہربان ہے اور نرمی ومہربانی کو پسند کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خود بھی نرم ومہربان ہے اوران کو ایسے امور کا مکلف قرار نہیں دیتا جوان کی قوت برداشت سے باہر ہوں اور جن کی وجہ سے وہ دشواریوں اور سختیوں میں مبتلا ہوں اور وہ بندے کے تئیں بھی اس بات کو پسند کرتا ہے اوراس سے راضی وخوش ہوتا ہے کہ وہ آپس میں نرمی ومہربانی کریں اور ایک دوسرے کو سختیوں اور دشواریوں میں مبتلا نہ کریں۔ اس لئے وہ نرمی ومہربانی پر وہ چیز عطا فرماتا ہے جو درشتی سختی پر عطا نہیں فرماتا اور نرمی ومہربانی پر جو چیز عطا کرتا ہے وہ نرمی ومہربانی کے علاوہ کسی چیز پر عطا نہیں فرماتا۔

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا نرمی ومہربانی کو لازمی طور پر اختیار کرو اور سختی اور بے حیائی سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ کیونکہ جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اوراس کو زینت بخشی جاتی ہے اور جس چیز میں سے نکالی جاتی ہے وہ عیب دار ہو جاتی ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 998)

اللہ تعالیٰ نرم ومہربان ہے اور نرمی ومہربانی کو پسند کرتا ہے، کے ذریعے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کا نرمی ومہربانی کو پسند کرنا خود بندوں کے اس مفاد ومصالح کے پیش نظر ہے کہ آپس میں نفر ی ومہربانی اور شفقت ومروت کے جذبات کو فروغ دینا ایک ایسی خوبی ہے جس کے ذریعہ معاشرہ کو مطمئن و پرسکون اور انسانی زندگیوں کو مختلف پریشانیوں اور بے چینیوں سے محفوظ رکھنا ہے چنانچہ جس معاشرہ کے افراد اپنے تمام امور میں ایک دوسرے سے نرم خوئی اور مہربانی کا برتاؤ کرتے ہیں ایک دوسرے کو سختیوں اور پریشانیوں میں مبتلا کرنے سے اجتناب کرتے ہیں اور باہمی معاملات کو سہولت وآسانی کی بنیاد پر استوار کرتے ہیں اوران امور معاملات کا تعلق خواہ حصول معاش سے یا اس کے علاوہ معاشرتی زندگی کے کسی بھی پہلو سے ہو تو اس معاشرہ کا ہر فرد اپنے آپ کو فلاح یاب محسوس کرتا ہے اور پورے معاشرہ پر حق تعالیٰ کی طرف سے خیر وبرکت اوراس کی نعمتوں کا نزول ہوتا ہے چنانچہ، ویعطی علی الرفق۔ کے ذریعہ نہ صرف یہ ترغیب دلائی گئی کہ اپنے امور معاملات میں باہمی نرمی ومہربانی کو اختیار کروتا کہ حصول مقصد کو پہنچ سکو بشارت بھی دی گئی ہے کہ جو لوگ سختی کے بجائے نرمی ومہربانی کا طریقہ اختیار کرتے ہیں ان کو حق تعالیٰ اجر وثواب عطا فرماتا ہے اور مقاصد میں کامیاب وکامران کرتا ہے۔

اور نرمی ومہربانی پر جو چیز عطا کرتا ہے "یہ جملہ ماقبل عبارت کے مفہوم کو ایک دوسرے انداز میں کر رہا ہے یعنی پہلے تو نرمی و مہربانی کو سختی پر ترجیح دی گئی ہے اور یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی طرف سے اجر وثواب اور حصول مقصد کی جو نعمت نرمی ومہربانی اختیار کرنے پر ہوتی ہے وہ سختی اختیار کرنے پر نہیں ہوتی اور پھر آگے اس جملہ کے ذریعہ اس طرف اشارہ فرمایا کہ نرمی ومہربانی اپنی ضد یعنی سختی ہی پر

نہیں بلکہ حصول مقصد کے اور دوسرے اسباب و وسائل پر بھی ترجیح و فضیلت رکھتی ہے البتہ اس موقع پر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ اسباب وسائل از قسم نرمی ہوں تو ترجیح و فضیلت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر از قسم سختی ہوں تو نرمی و مہربانی کا سختی پر فضیلت و ترجیح رکھنا ماقبل عبارت سے واضح ہو ہی چکا ہے اس کے بعد اسی مفہوم کو دوبارہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ دونوں جملوں کی عبارت میں ظاہری طور پر تفاوت ہے مگر حقیقت میں یہ دوسرا جملہ ماقبل عبارت کو مؤکد کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور دونوں جملوں کا مقصد اس بات کو زیادہ اہمیت دینا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اپنے مقاصد جیسے حصول معاش وغیرہ کی طلب اور سعی اور جدوجہد میں ایسا رویہ اختیار کرے جو نرم خوئی مہربانی اور ایک دوسرے کے ساتھ لحاظ و مروت کا ہو کیونکہ انسان کو اس کی مطلوب چیز دینے والا حقیقت میں اللہ ہے اور چونکہ نرمی و مہربانی اس کے نزدیک محبوب ہے اس لئے وہ نرمی و مہربانی کا رویہ اختیار کرنے والے کو زیادہ عطا فرماتا ہے بہ نسبت اس شخص کے جو اپنے مقاصد کے حصول میں سختی و درشتی اور عامیانہ انداز و رویہ اختیار کرتا ہے۔

3688 - حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ حَفْصٍ الْأُبُلِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَيْهِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"بے شک اللہ تعالیٰ مہربان ہے وہ مہربانی کو پسند کرتا ہے اور مہربانی کرنے پر وہ چیز عطا کرتا ہے جو سختی کرنے پر عطا نہیں کرتا"۔

شرح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں بتاؤں کہ وہ شخص کون ہے جو آگ پر حرام ہوگا جس پر آگ حرام ہوگی، تو سنو دوزخ کی آگ ہر اس شخص پر حرام ہوگی جو نرم مزاج، نرم طبیعت، لوگوں سے نزدیک اور نرم خو ہو، اس روایت کو احمد، ترمذی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1013)

سوال۔ کیا میں بتاؤں الخ میں از راہ مبالغہ و تاکید دونوں صورتیں یعنی اس شخص کا آگ پر حرام ہونا اور آگ کا اس شخص پر حرام ہونا ذکر فرمائیں اور چونکہ دونوں عبارتوں کا حاصل ایک ہی ہے یعنی اس شخص کا دوزخ کی آگ سے محفوظ رہنا اس لئے جواب میں دوسری ہی صورت کے بیان پر اکتفاء کیا اور ویسے بھی یہ بات عام بول چال کے زیادہ قریب ہے کیونکہ عام طور پر اس طرح کہا جاتا ہے کہ دوزخ کی آگ فلاں شخص پر حرام ہے۔

3689 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح و حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ

3688: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3689: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بے شک اللہ تعالیٰ مہربان ہے وہ تمام امور میں نرمی کرنے کو پسند کرتا ہے''۔

شرح

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اللہ سے ڈرو تم جہاں کہیں بھی ہو اگر تم سے کوئی برائی سرزد ہو جائے تو اس کے بعد نیک کام ضرور کرو تا کہ اس برائی کو مٹا دے اور لوگوں سے خوش خلقی کے ساتھ معاملہ کرو۔ (احمد، ترمذی، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1012)

اللہ سے ڈرو، کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جن امور کو تم پر واجب کیا ہے ان سب کی بجا آوری و فرمانبرداری کرو اور جن چیزوں سے منع کیا ہے یعنی تمام طرح برائیاں ان سے اجتناب و پرہیز کرو۔ کہ اسی کو تقویٰ کہا گیا ہے اور تقویٰ دین کی بنیاد ہے جس کے ذریعہ ایقان و معرفت کے مراتب و درجات حاصل ہوتے ہیں تقویٰ کا سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ شرک سے بےزاری و پا کی اختیار کی جائے اور اس کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے اعراض کیا جائے ان دونوں درجوں کے درمیان تقویٰ کے دوسرے مراتب ہیں جن میں سے بعض کو بعض پر ترجیح حاصل ہے جیسے ممنوعات کو ترک کرنا ایک مرتبہ ہے اس سے برتر مرتبہ یہ ہے کہ مکروہات کو بھی ترک کیا جائے اور اس سے بھی برتر مرتبہ یہ ہے کہ جو چیزیں مباح ہیں ان میں سے بھی ان چیزوں کو ترک کیا جائے جو غیر ضروری اور بے فائدہ ہوں۔ "تم جہاں کہیں ہوں " کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا اللہ سے ڈرنا یعنی احکام الٰہی پر عمل کرنا کسی خاص وقت کسی خاص جگہ اور کسی خاص حالت پر موقوف نہیں ہونا چاہیے بلکہ تم خواہ سفر میں ہو یا حضر میں خواہ نعمتوں سے بہرمندی کی حالت میں ہوں یا آفات بلاؤں میں مبتلا ہوں اور خواہ جلوت میں ہوں یا خلوت میں غرض تم کسی جگہ پر اور کسی حالت میں ہو اور اس وقت اس جگہ اور اس حالت سے متعلق جو بھی احکام الٰہی ہوں ان پر عمل پیرا ہوں کیونکہ اللہ کے نزدیک تمہاری کوئی حالت پوشیدہ نہیں ہے اور وہ کسی بھی وقت تمہاری طرف سے غافل نہیں رہتا وہ جس طرح تمہاری ظاہری باتوں کو جانتا ہے اسی طرح تمہاری پوشیدہ باتیں بھی خوب جانتا ہے لہٰذا تمہارے لئے ضروری ہے اس کے احکام کی بجا آوری اور اس کی معصیت سے اجتناب کے جو تقاضے اور جو آداب ہیں ان کو بہر صورت نگاہ میں رکھو۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی کسی قبر کے پاس سے گزر رہے تھے کہ اللہ نے ان پر اس قبر کے اندر کے حالات منکشف کئے بایں طور کہ انہوں نے سنا قبر کے اندر سے ایک آواز باہر آ رہی ہے جس میں مردہ کہہ رہا ہے کہ پروردگار کیا میں نے تیری نمازیں ادا نہیں کی ہیں کیا میں نے تیری زکوۃ ادا نہیں کی ہے اور کیا میں نے یہ نہیں کیا ہے وہ نہیں کیا ہے؟ یعنی اس نے دنیا میں جتنے بھی نیک کام کئے تھے ان سب کو گنواتا رہا اس کی یہ بات سن کر فرشتوں نے جواب دیا کہ اے دشمن اللہ بے شک تو نے یہ سب کام کئے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جب تو خلوت میں ہوتا تھا اور اس وقت اللہ کے خوف پر گناہوں کو ترجیح دیتا تھا اور تجھے اس

بات کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا تھا کہ اس حالت میں بھی تو اللہ کی نگاہ میں ہے۔

اگر تم سے برائی سرزد ہو جائے " کا مطلب یہ ہے کہ انسان بہر حال انسان ہے یہ ضروری ہے کہ اس سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہ ہو اور لغزشیں اس کے پائے استقامت پر اثر انداز نہ ہوں، لہٰذا اگر بشریت تم سے کوئی گناہ صادر ہو جائے تو اس کے بعد فوراً نیک کام کر لو تا کہ وہ نیکی اس گناہ برائی کے اثرات کو مٹا دے۔ رہی یہ بات کہ نیک کام سے کیا مراد ہے؟ تو اس سے توبہ اور مطلق کوئی بھی مراد ہے یا یہ نیکی مراد ہے جو گناہ و برائی کی ضد ہو۔

چنانچہ طیبی نے کہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ نیک کام کرنے کے ذریعہ برائیوں کے اثرات مٹانے سے کسی بھی لمحہ غافل نہ رہے اس سے جو بھی برائی صادر ہو اس کے بدلہ میں اسی کی جنس سے کوئی نیک کام ضرور کرلے، اگر شراب نوشی کا گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے بدلے میں جو حلال چیزیں اللہ کے واسطے لوگوں کو پلائے اگر کسی وقت تکبر میں مبتلا ہو جائے تو تواضع اختیار کرے اگر کسی جگہ گانا بجانا سننے کا اتفاق ہو جائے تو ان لوگوں کی ہم نشینی میں کچھ وقت گزارنا پڑا ہو جو گانے بجانے کی لغویت میں مبتلا ہوں تو اس کے بدلے میں قرآن پاک کی تلاوت سنے اور ذکر و نصیحت کی مجلس میں بیٹھے اور اسی طرح بخل کا تدارک، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ کرے۔ جو یہ فرمایا گیا ہے کہ تا کہ وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے تو مٹانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ اس نیکی کے ذریعہ یا تو اس بندے کے دل پر سے برائی کے اثرات مٹا دیتا ہے یا اعمال لکھنے والے فرشتے کے رجسٹر میں سے اس برائی کو محو کر دیتا ہے اور یہ مٹانا بھی اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب کہ اس برائی کا تعلق کسی حقوق العباد سے ہوتا ہے بایں طور کہ کوئی شخص کسی کے حق کو تلف کرتا ہے یا کسی پر ظلم کرتا ہے تو اس حق تلفی یا ظلم کا تدارک اس طرح کیا جاتا ہے کہ حق تلفی کرنے والے یا ظلم کرنے والے کے نامہ اعمال میں جو نیکیاں ہوتی ہیں ان میں سے اس کے بقدر نیکیاں صاحب حق کو دیدی جاتی ہیں یہ اور بات ہے کہ اللہ اپنے فضل و کرم سے دوسرے اجر و انعامات کے ذریعہ صاحب حق کو خوش کر دے اور وہ اس شخص کو معاف کرنے پر راضی ہو جائے۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ کا انتقال ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد ایک دوسرے بزرگ نے خواب دیکھا کہ تو پوچھا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ نے مجھ کو احسان و انعام سے نوازا اور میری بخشش فرمادی لیکن حساب کتاب ضرور ہوا یہاں تک کہ اس دن کے بارے میں بھی مجھ سے مواخذہ ہوا جب کہ میں روزے سے تھا اور ایک دوست کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا جب افطار کا وقت ہوا تو میں نے گیہوں کی ایک بوری میں سے گیہوں کا ایک دانہ اٹھا لیا اور اس کو توڑ کر کھانا ہی چاہتا تھا کہ مجھے احساس ہوا کہ یہ گیہوں میرا نہیں ہے چنانچہ میں نے وہ گیہوں فوراً اسی جگہ ڈال دیا جہاں سے اٹھایا تھا اور اب اس کا بھی حساب لیا گیا یہاں تک کہ اس گیہوں کے توڑے جانے کے نقصان کے بقدر میری نیکیاں مجھ سے لی گئی ہیں۔

بیضاوی نے لکھا ہے کہ نیکیاں صغیرہ گناہوں کا بھی کفارہ ہوتی ہیں اور کبائر میں بھی ان گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں جو پوشیدہ ہوں کیونکہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد "آیت (لنکفرن عنکم سیاتکم") بھی عموم پر دلالت کرتا ہے اور مذکورہ بالا حدیث بھی مطلق اور عام ہے البتہ جو کبیرہ گناہ ظاہر ہو گئے ہیں اور حاکم قاضی کے نزدیک ثابت ہو جائیں ان پر حد یعنی شرعی سزا کا نفاذ ساقط نہیں ہوگا۔ اور نہ وہ توبہ سے معاف ہوں گے۔

بَابُ الْإِحْسَانِ إِلَى الْمَمَالِيكِ

یہ باب زیر ملکیت لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے میں ہے

3690- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَأَلْبِسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"تمہارے بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا ماتحت کر دیا ہے تو تم انہیں وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور انہیں پہننے کے لیے وہی دو جو تم پہنتے ہو اور انہیں ایسے کام کا پابند نہ کرو جو وہ نہ کر سکتے ہوں اگر تم انہیں ایسے کسی کام کا پابند کرتے ہو تو خود بھی ان کی مدد کرو"۔

3691- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ عَنْ مُرَّةَ الطَّيِّبِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلَكَةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ أَخْبَرْتَنَا أَنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ أَكْثَرُ الْأُمَمِ مَمْلُوكِينَ وَيَتَامَى قَالَ نَعَمْ فَأَكْرِمُوهُمْ كَكَرَامَةِ أَوْلَادِكُمْ وَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ قَالُوا فَمَا يَنْفَعُنَا فِي الدُّنْيَا قَالَ فَرَسٌ تَرْتَبِطُهُ تُقَاتِلُ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَمْلُوكُكَ يَكْفِيكَ فَإِذَا صَلَّى فَهُوَ أَخُوكَ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا' جو برا مالک ہو' لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا؟ کہ اس امت میں غلام اور یتیم باقی سب امتوں کے مقابلے میں زیادہ ہوں گے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔ تم ان کی اسی طرح عزت افزائی کرو جس طرح تم اپنی اولاد کی عزت افزائی کرتے ہو اور انہیں وہی چیز کھلاؤ جو تم کھاتے ہو۔

لوگوں نے دریافت کیا: دنیا میں ہمیں اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس گھوڑے کو تم رکھتے ہو' تا کہ تم اس پر اللہ کی راہ میں جہاد کر سکو' وہی تمہارا مملوک ہے۔

اور تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جب کوئی غلام نماز پڑھتا ہو تو وہ تمہارا بھائی ہے۔

3690: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 30' ورقم الحدیث: 2545' ورقم الحدیث: 6050' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 4289' ورقم الحدیث 4290' ورقم الحدیث: 4291' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 5157' ورقم الحدیث: 5158' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1945

3691: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1946

بَاب اِفْشَاءِ السَّلَامِ

یہ باب سلام پھیلانے کے بیان میں ہے

سلام کے معنی ہیں نقائص وعیوب سے برأت ونجات پانا۔ سلام اللہ تعالیٰ کا ایک اسم پاک ہے جس کے معنی ہیں وہ ذات جو ہر عیب و آفت اور تغیر وفنا سے پاک اور محفوظ ہے۔ سلام اسلامی تہذیب ومعاشرت کا ایک خاص رکن ہے اس کے لئے جو الفاظ مقرر کیے گئے وہ السلام علیک ہے اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے حال سے واقف ہے لہذا غفلت اختیار نہ کر، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کا تجھ پر سایہ ہے یعنی اللہ کی حفاظت ونگہبانی میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ اللہ معک۔ یعنی اللہ تیرے ساتھ ہے اکثر علماء کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ تجھ پر سلامتی ہو یعنی تو مجھ سے سلامتی میں ہے اور مجھ کو بھی اپنے سے سلامتی میں رکھ۔

اس صورت میں سلام سلم سے مشتق ہوگا جس کے معنی مصالحت کے ہیں اور اس کلمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ تو مجھ سے حفظ وامان میں رہ اور مجھ کو بھی حفظ وامان میں رکھ۔ منقول ہے کہ سلام کرنے کا طریقہ اسلام کے بالکل ابتدائی زمانہ میں مشروع ہوا تھا اور اس کا مقصد ایک ایسی علامت کو رائج کرنا تھا جس کے ذریعہ مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز کیا جا سکے تا کہ ایک مسلمان، دوسرے مسلمان سے تعرض نہ کرے گویا اس کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کرنے والا اس بات کا اعلان کرتا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور پھر یہ طریقہ مستقل طور پر مشروع قرار پایا۔

3692- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

●● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم لوگ جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو گے جب تک ایمان نہیں لے آؤ گے اور تم لوگ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو گے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہیں رکھو گے، کیا میں ایسی چیز کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ کہ جب تم اسے سرانجام دو تو تمہارے درمیان آپس میں محبت پیدا ہو جائے گی' تم اپنے درمیان سلام کو عام کرو''۔

سلام کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم سے دریافت کیا کہ اہل اسلام کی کون سی خصلت بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور ہر شناسا و ناشناسا کو سلام کرنا۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم' حدیث نمبر 563)

3692: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اور دو اوصاف کی تخصیص، سائل کے حال کے مناسبت سے ہے لہذا مختلف اوقات میں مختلف اعمال کو افضل فرمانا کہ کسی موقع پر کسی عمل کو افضل فرمایا اور کسی موقع پر کسی کو، سائل کے احوال کے اختلاف و تفاوت پر مبنی ہوتا تھا دریافت کرنے والا جس مزاج و احوال کا آدمی ہوتا تھا اور اس کا رجحان جس نیک خصلت کی ضد کی طرف ہوتا اس کے سامنے اسی نیک خصلت کو افضل قرار دیا جاتا تھا مثلاً کسی شخص نے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ اور آپ جانتے تھے کہ اس شخص کے مزاج میں بخل ہے تو اس سے فرماتے کہ کھانا کھلانا سب سے بہتر ہے لہذا یہاں جس شخص نے سوال کیا تھا آپ نے اس کے احوال کے مناسبت سے اس سے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور ہر آشنا و نا آشنا کو سلام کرنا بہتر عمل ہے۔ لفظ "تقری" (تا کے پیش کے ساتھ) اقراء سے مشتق ہے اور اس کے معنی پڑھوانے کے ہیں یہ لفظ تاء کے زبر کے ساتھ منقول ہے۔

جو "قرات" سے مشتق ہے اور جس کے معنی پڑھنے کے ہیں اگر موخر الذکر صورت میں مفہوم زیادہ بہتر طور پر واضح نہیں ہوتا لہذا اس کی توجیہ یہ کی جائے گی کہ سلام کرنے والا چونکہ مسلم علیہ (جس کو سلام کیا گیا ہے) کے جواب دینے کے باعث ہوتا ہے اس لئے گویا وہ اس کی زبان سے وہ کلمہ پڑھواتا ہے جس کا تعلق سلام اور اس کے جواب سے ہے۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ سلام کا تعلق شناسائی کے حقوق سے نہیں ہے بلکہ یہ ان حقوق میں سے ہے جو اسلام نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے تئیں عائد کیے ہیں اس طرح مریض کی عیادت اور اس جیسے دوسرے امور بھی اسلامی حقوق و واجبات سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ آگے آنے والی حدیث سے واضح ہوگا۔

3693 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ اَمَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُفْشِيَ السَّلَامَ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی کہ ہم سلام کو عام کریں۔

3694 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْبُدُوا الرَّحْمٰنَ وَاَفْشُوا السَّلَامَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"رحمان کی عبادت کرو اور سلام کو عام کرو"۔

فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سلام کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا، ان کی لمبائی ساٹھ گز کی تھی جب اللہ نے ان کو بنایا تو ان سے فرمایا جاؤ اور اس جماعت کو سلام کرو اور وہ جماعت فرشتوں کی تھی جو وہاں بیٹھی ہوئی تھی پھر سنو کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتی ہے وہ جو جواب دے گا وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا جواب ہے۔ چنانچہ حضرت آدم اس حکم الہی کی تعمیل

3693 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3694 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1855

میں فرشتوں کی اس جماعت کے پاس گئے اور کہا کہ السلام علیکم فرشتوں نے جواب دیا۔ السلام علیک ورحمۃ اللہ (یعنی تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو) آنحضرت نے فرمایا کہ گویا آدم کے سلام کے جواب میں ورحمۃ اللہ کا لفظ فرشتوں نے زیادہ کیا پھر آپ نے فرمایا کہ پس جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ آدم کی صورت پر ہوگا بایں طور پر کہ اس کی لمبائی ساٹھ گز کی ہوگی یعنی جنت میں جانے والے حضرت آدم کے قد کی مذکورہ بلندی اور ان کے حسن و جمال کے ساتھ وہاں داخل ہوں گے۔ پھر حضرت آدم کے بعد لوگوں کی ساخت برابر کم ہوتی رہی یہاں تک کہ موجودہ مقدار کو پہنچی۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 562)

اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ اس ارشاد گرامی کے معنی میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ یہ ارشاد گرامی احادیث صفات میں سے ہے جس کے حقیقی مفہوم و مطلب تک رسائی ممکن نہیں ہے اس لئے اس بارے میں کوئی تاویل و توجیہ کرنے کے بجائے سکوت ہی بہتر ہے جیسا کہ اس قسم کے ان اقوال و ارشادات کے بارے میں سکوت اختیار کیا جاتا ہے جو متشابہات کہلاتے ہیں علماء سلف اسی قول کی طرف مائل ہیں۔

جب کہ بعض دوسرے حضرات اس ارشاد گرامی کی مختلف تاویلیں کرتے ہیں جن سے مشہور تاویل یہ ہے کہ فلاں معاملہ کی صورت مسئلہ یہ ہے یا صورت حال یوں ہے ظاہر ہے کہ جس طرح کسی مسئلہ یا حال کی کوئی ظاہر صورت نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ صورت کا لفظ استعمال کر کے حقیقت میں اس مسئلہ یا حال کی صفت و کیفیت مراد ہوتی ہے اس طرح یہاں اللہ کی صورت کا لفظ سے مراد اللہ کی صفت جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفت پر بنایا اور ان کو صفات کے ساتھ موصوف کیا جو صفات کریمہ باری تعالیٰ کا پرتو ہے چنانچہ اللہ نے ان کو حی، عالم، قادر، مرید، متکلم، سمیع اور بصیر بنایا۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ صورتہ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف، شرف و عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ جیسا کہ روح اللہ اور بیت اللہ میں روح اور بیت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اس لطیف و جمیل صورت پر پیدا کیا جو اسرار و لطائف پر مشتمل ہے اور جس کو اس نے اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ اپنے پاس سے عطا کیا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ صورتہ کی ضمیر حضرت آدم کی طرف راجع ہے یعنی اللہ نے آدم کو انہی کی صورت پر بنایا مطلب یہ ہے کہ وہ ابتداء آفرینش سے ہی شکل پر تھے دوسرے انسانوں کی طرح ان کی تخلیق اس تدریجی طور پر نہیں ہوئی تھی کہ پہلے وہ نطفہ تھے پھر مضغہ ہوئے پھر جنین، پھر طفل، پھر صبی اور پھر پورے مرد ہوئے بلکہ وہ ابتداء ہی میں تمام اعضاء و جوارح، کامل شکل و صورت اور ساٹھ گز کے قد کے پورے انسان بنائے گئے تھے۔

لہذا اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا سے مراد آدم کی تخلیق و پیدائش کی حقیقت کو واضح کرنا ہے اور چونکہ دیگر صفات کے برخلاف قد کی لمبائی ایک غیر معروف چیز تھی اس لئے اس کو خاص طور پر ذکر کیا اسی طرح چونکہ لمبائی پر چوڑائی بھی قیاس کی جاسکتی ہے اور اجمالی طور پر اس کا تصور ذہن میں آسکتا ہے لہذا چوڑائی کو ذکر نہیں کیا۔ ورحمۃ اللہ کا لفظ فرشتوں نے زیادہ کیا اس کے ذریعہ سلام کے جواب کے سلسلے میں ایک تہذیب و شائستگی اور ادب فضیلت کی طرف اشارہ کیا گیا چنانچہ افضل طریقہ یہی ہے کہ اگر کوئی شخص السلام علیک کہے تو اس کے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے اسی طرح اگر کوئی السلام علیک ورحمۃ اللہ کہے تو اس

کے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے ایک روایت میں ورحمۃ اللہ کے بعد ومغفرۃ کا لفظ بھی منقول ہے حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کے جواب میں وعلیک السلام کے بجائے السلام علیک کہنا بھی درست ہے کیونکہ معنی کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک افضل یہی ہے کہ جواب میں وعلیک السلام یا وعلیکم السلام ہی کہا جائے رہی یہ بات کہ فرشتوں نے حضرت آدم کے سلام کے جواب میں وعلیک کے بجائے السلام علیک کیوں کہا تو ہو سکتا ہے کہ ملائکہ نے بھی یہ چاہا ہوگا کہ سلام کرنے میں وہ خود ابتداء کریں، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے کہ جب دو آدمی ملتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک سلام میں ابتداء کرنا چاہتا ہے تو دونوں ہی ایک دوسرے سے السلام علیک یا السلام علیکم کہتے ہیں لیکن یہ بات واضح رہے کہ جواب کے درست وصحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جواب سلام کے بعد واقع ہو نہ کہ دونوں ایک ساتھ واقع ہوں جیسا کہ فاستمع ما یحیونک سے واضح ہوتا ہے چنانچہ فاستمع میں حرف فا تعقیب کے لئے ہے جو مذکورہ وضاحت کی دلیل ہے عام طور پر لوگ اس مسئلہ سے بہت غافل ہیں اس لئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اگر دو شخص ملیں اور دونوں ایک ہی ساتھ السلام علیکم کہیں تو دونوں میں سے ہر ایک پر جواب دینا واجب ہوگا۔ حدیث کا آخری جملہ، تقدیم وتاخیر، پر دلالت کرتا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم کا قد ساٹھ گز تھا ان کے بعد لوگوں کے قد بتدریج کوتاہ ہوتے گئے پھر جنت میں داخل ہوں گے تو سب کے قد دراز ہو جائیں گے جیسا کہ حضرت آدم کا قد تھا۔

بَاب رَدِّ السَّلَامِ

یہ باب سلام کا جواب دینے کے بیان میں ہے

3695 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص مسجد میں داخل ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد کے ایک کونے میں موجود تھے اس شخص نے نماز ادا کی پھر وہ آیا اس نے سلام کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر بھی سلام ہو۔

3696 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا اِنَّ جِبْرَائِيْلَ يَقْرَاُ عَلَيْكِ السَّلَامَ قَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

3696 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6253 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6251 ورقم الحدیث: 6252 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5232 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2693 ورقم الحدیث: 2882

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام تمہیں سلام کہہ رہا ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ان پر بھی سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔

بَاب رَدِّ السَّلَامِ عَلٰی اَهْلِ الذِّمَّةِ

یہ باب ذمی کو سلام کا جواب دینے کے بیان میں ہے

3697- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب اہل کتاب سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص تمہیں سلام کرے تو تم جواب میں "وعلیکم" کہہ دو"۔

3698- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالُوْا السَّامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ وَعَلَيْكُمْ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' کچھ یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور بولے: اے ابوالقاسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر "سام" ہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر بھی ہو۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن یہودی کی ایک جماعت نے نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی چنانچہ ان کو اجازت دے دی گئی اور جب وہ آپ کے پاس آئے تو کہا کہ بلکہ تمہیں موت آئے اور تم پر لعنت ہو آنحضرت نے فرمایا عائشہ! اللہ تعالیٰ محبت ونرمی کرنے والا ہے اور ہر کام میں محبت ونرمی کو پسند کرتا ہے میں نے عرض کیا کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے سلام کے بجائے کیا لفظ کہا ہے؟ آنحضرت نے فرمایا بیشک میں نے سنا ہے اور میں نے ان کے جواب میں کہا ہے کہ وعلیکم اور ایک روایت میں یہ لفظ علیکم ہے یعنی واؤ کا ذکر نہیں ہے (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 572)

بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ایک دن کچھ یہودی نبی کریم کے پاس آئے اور انہوں نے السلام علیکم کہنے کے بجائے یہ کہا کہ السام علیکم آنحضرت نے ان کے جواب میں فرمایا وعلیکم۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہودیوں کی یہ بدتمیزی مجھ سے برداشت نہ ہوئی اور میں نے ان کے جواب میں کہا کہ تمہیں موت آئے اور تم پر اللہ کی لعنت ہو اور تم پر اللہ کا غضب ٹوٹے۔ آنحضرت نے جب میری زبان سے ایسے الفاظ سنے تو فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رک جاؤ! تمہیں نرمی اختیار کرنی چاہیے نیز سخت گوئی اور لچر باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

3697: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3698: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5623' ورقم الحدیث 5624

نے کہا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا لفظ کہا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کیا تم نے نہیں سنا کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے میں نے اس پر کیا جواب دیا ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے حق میں میری دعا یا بددعا تو قبول ہوتی ہے لیکن میرے حق میں ان کی دعا یا بددعا قبول نہیں ہوتی اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تم لچر باتیں کرنے والی مت بنو کیونکہ اللہ تعالیٰ لچر باتوں کو اور بہ تکلف لچر باتیں بنانے کو پسند نہیں کرتا۔

3699 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي رَاكِبٌ غَدًا إِلَى الْيَهُودِ فَلَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ فَإِذَا سَلَّمُوا عَلَيْكُمْ فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ

حضرت ابوعبدالرحمٰن جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کل میں سوار ہو کر یہودیوں کی طرف جاؤں گا' تو تم لوگ انہیں سلام میں پہل نہ کرنا، وہ لوگ تمہیں سلام کہیں؛ تو تم ''وعلیکم'' کہہ دینا''۔

اہل کتاب کو سلام میں پہل نہ کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو اور جب تم راستے میں ان میں سے کسی سے ملو تو ان کو تنگ ترین راستے پر چلے جانے پر مجبور کرو۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 569)

سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو۔ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تم ان کو السلام علیکم نہ کہو کیونکہ سلام میں پہل کرنا درحقیقت اسلامی تہذیب کا بخشا ہوا ایک اعزاز ہے جس کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی تہذیب کے پیرو ہوں اور مسلمان ہیں اس اعزاز کا استحقاق ان لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتا جو دین دشمن اور اللہ کے باغی ہیں اسی طرح ان باغیوں اور دشمنوں کے ساتھ سلام اور اس جیسی دوسری چیزوں کے ذریعہ الفت و محبت کے مراسم کو قائم کرنا بھی جائز نہیں ہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے۔ آیت (لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ)

آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوں۔ ہاں اگر وہ لوگ سلام میں خود پہل کریں اور السلام علیک یا السلام علیکم کہیں تو اس کے جواب میں صرف علیک یا علیکم کہہ دیا جائے اور علماء نے لکھا ہے کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ غیر مسلم کے جواب میں ھداک اللہ کہا جائے نیز بعض علماء نے لکھا ہے کہ کسی ضرورت و مجبوری کی بناء پر یہود و نصاریٰ کے ساتھ سلام میں پہل کرنی جائز ہے اور یہی حکم ان مسلمانوں کا بھی ہے جو بدعت اور فسق میں مبتلا ہوں۔ اسلامی سلطنت میں رہنے والے کسی مسلمان نے کسی اجنبی کو سلام کیا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ ذمی ہے تو اس صورت میں مستحب یہ ہے کہ اپنے سلام کو واپس کرنے کا مطالبہ کرے یعنی یوں کہے کہ اسرجعت سلامی میں اپنے سلام کو

3699 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

واپس کرنے کا مطالبہ کرتا ہوں۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاری جو دین کے دشمن ہیں اور اپنے مکر و فریب کی طاقتوں کے ذریعہ اللہ کے جھنڈے کو سرنگوں کرنا چاہتے ہیں اس سلوک کے مستحق ہیں کہ جب وہ راستہ میں ملیں تو ان پر اتنا دباؤ ڈالا جائے کہ وہ یکسو ہو کر گزرنے پر مجبور ہو جائیں اور ان پر راستہ تنگ ہو جائے تا کہ اسلام کی عظمت و شوکت اور مسلمانوں کا دبدبہ ظاہر ہو۔ مشکوٰۃ کے بعض حواشی میں یہ مطلب لکھا ہے کہ ان کو یہ حکم دو کہ وہ ایک طرف ہو جائیں اور کنارے پر چلیں تا کہ راستے کا درمیانی حصہ مسلمانوں کی آمد و رفت کے لئے مخصوص رہے۔

بَاب السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ وَالنِّسَآءِ

یہ باب بچوں اور خواتین کو سلام کرنے کے بیان میں ہے

3700 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْخَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ صِبْيَانٌ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم اس وقت بچے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا۔

3701 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ حُسَيْنٍ قَالَ سَمِعَهُ مِنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ يَقُوْلُ اَخْبَرَتْهُ اَسْمَآءُ بِنْتُ يَزِيْدَ قَالَتْ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کچھ خواتین کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا۔

شرح

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان کو سلام کیا۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ شریف جلد چہارم: حدیث نمبر 581)

یہ بات آنحضرت کی ذات گرامی کے ساتھ مخصوص تھی کیونکہ کسی فتنہ و شر میں آنحضرت کے مبتلا ہونے کا کوئی خوف و خطرہ نہ تھا اس لئے آپ کے لئے عورتوں کو بھی سلام کرنا روا تھا لیکن آپ کے علاوہ کسی دوسرے مسلمان کے لئے یہ مکروہ ہے کہ وہ اجنبی عورت کو سلام کرے ہاں اگر کوئی عورت اتنی عمر رسیدہ ہو کہ اس کے تئیں کسی فتنہ و شر میں مبتلا ہونے کا کوئی امکان نہ ہو اور نہ اس کو سلام کرنا دوسروں کی نظروں میں کسی بدگمانی کا سبب بن سکتا ہو تو اس کو سلام کرنا جائز ہوگا۔ جماعت میں سے کسی ایک کا سلام کرنا پوری

3700 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3701 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 5204 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2697

جماعت کی طرف سے کافی ہے۔

بَابُ الْمُصَافَحَةِ

یہ باب مصافحہ کرنے کے بیان میں ہے

مصافحہ کرنے کے معنی ومفہوم کا بیان

مصافحہ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے دست یکدیگر را گرفتن۔ دو آدمیوں کا باہم ایک دوسرے سے ہاتھ ملانا۔ معانقہ کے بارے میں یہ کہا گیا ہے دست در گردن یکدیگر درآوردن۔ یعنی دو آدمیوں کا باہم ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالنا یا دو آدمیوں کا باہم ایک دوسرے کو سینے سے لگانا۔

3702 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السَّدُوسِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيَنْحَنِيْ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ قَالَ لَا قُلْنَا اَيُعَانِقُ بَعْضُنَا بَعْضًا قَالَ لَا وَلٰكِنْ تَصَافَحُوْا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کے لیے جھک جایا کرے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! ہم نے عرض کی: کیا ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کے ساتھ معانقہ کرلیا کرے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! تم لوگ مصافحہ کیا کرو۔

شرح

باہمی ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے نیز دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہیے محض ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا غیر مسنون ہے

اگر کوئی شخص مسجد میں آئے اور لوگ نماز میں مشغول ہوں یا نماز شروع کرنے والے ہوں اور وہ شخص نماز ہو جانے کے بعد ان لوگوں سے مصافحہ کرے تو یہ مصافحہ بلاشبہ مسنون مصافحہ ہے بشرطیکہ اس نے مصافحہ سے پہلے سلام بھی کیا ہو تاہم یہ واضح رہے کہ اگرچہ کسی متعین اور مکروہ وقت میں مصافحہ کرنا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی شخص اس وقت مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اس کی طرف سے ہاتھ کھینچ لینا اور اس طرح بے اعتنائی برتنا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ اس کی وجہ سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھانے والے شخص کو دکھ پہنچے گا اور کسی مسلمان کو دکھ نہ پہنچانا آداب کی رعایت سے زیادہ اہم ہے۔

جوان عورت سے مصافحہ کرنا حرام ہے اور اس بوڑھی عورت سے مصافحہ کرنے سے کوئی مضائقہ نہیں ہے جس کی طرف جنسی جذبات مائل نہ ہو سکتے ہوں چنانچہ منقول ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور خلافت میں ان بوڑھیوں سے مصافحہ کرتے تھے جن کا انہوں نے پیا تھا اسی طرح وہ بڈھا مرد جو جنسی جذبات کی فتنہ خیزیوں سے بے خوف ہو چکا ہو اس کو جوان عورت سے مصافحہ کرنا جائز ہے، عورت کی طرح خوش شکل مرد سے بھی مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے۔

واضح رہے کہ جس کو دیکھنا حرام ہے اس کو چھونا بھی حرام ہے بلکہ چھونے کی حرمت دیکھنے کی حرمت سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ مطالب المومنین میں مذکور ہے۔

صلوۃ مسعودی میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص سلام کرے تو اپنا ہاتھ بھی دے یعنی مصافحہ کے لئے ہاتھ دینا سنت ہے لیکن مصافحہ کا یہ طریقہ ملحوظ رہے کہ ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھے محض انگلیوں کے سروں کو پکڑنے پر اکتفا نہ کرے کیوں کہ محض انگلیوں کے سروں کو پکڑنا مصافحہ کا ایسا طریقہ ہے جس کو بدعت کہا گیا ہے۔ معانقہ یعنی ایک دوسرے کو سینے سے لگانا مشروع ہے خاص طور سے اس وقت جب کہ کوئی شخص سفر سے آیا ہو جیسا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب کی حدیث منقول ہے کہ لیکن اس کی اجازت اسی صورت میں ہے جب کہ اس کی وجہ سے کسی برائی میں مبتلا ہو جانے یا کسی شک وشبہ کے پیدا ہو جانے کا خوف نہ ہو۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے بارے میں منقول ہے کہ یہ دونوں حضرات معانقہ اور تقبیل یعنی ہاتھ کو منہ اور آنکھوں کے ذریعہ چومنے کی کراہت کے قائل ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ معانقہ کے بارے میں نہی (ممانعت) منقول ہے

حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ جن روایتوں سے معانقہ کی اجازت ثابت ہوتی ہے ان کا تعلق اس زمانہ سے ہے جب کہ معانقہ کو ممنوع نہیں قرار دیا گیا تھا بہر حال اس سلسلے میں جو احادیث منقول ہیں اور جن کے درمیان بظاہر اختلاف نظر آتا ہے کہ بعض سے ممانعت کی اجازت ثابت ہوتی ہے اور بعض معانقہ کا تعلق محبت واکرام کے جذبہ سے ہو وہ بلا شک وشبہ جائز ہے بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ معانقہ کے بارے میں فقہاء کے درمیان جو اختلاف ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ جسم پر کپڑے نہ ہوں بدن پر قمیص وجبہ وغیرہ ہونے کی صورت میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ بالاتفاق جائز ہے۔

تقبیل یعنی ہاتھ یا پیشانی وغیرہ چومنا بھی جائز ہے بلکہ بزرگان دین اور متبعین سنت علماء کے ہاتھ پر بوسہ دینے کو بعض حضرات نے مستحب کہا ہے لیکن مصافحہ کے بعد خود اپنا ہاتھ چومنا کچھ اصل نہیں رکھتا بلکہ یہ جاہلوں کا طریقہ ہے اور مکروہ ہے۔ امرائے سلطنت اور علماء مشائخ کے سامنے زمین بوسی کرنا حرام ہے زمین بوسی کرنے والا اس زمین بوسی پر راضی ہونے والا دونوں ہی گناہگار ہوتے ہیں۔

فقیہ ابوجعفر کہتے ہیں کہ سلطان وحاکم کے سامنے زمین بوسی اور سجدہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس کی زمین بوسی وسجدہ عبادت کی نیت نہ ہونے کی صورت میں بھی کافر ہو جاتا ہے واضح رہے کہ اکثر علماء کے نزدیک زمین بوسی کرنا، زمین پر ماتھا ٹیکنے یا رخسارہ رکھنے سے ہلکا فعل ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ کسی عالم یا سلطان وحاکم کے ہاتھ کو چومنا ان کے علم وانصاف کی بناء پر اور دین کے اعزاز واکرام کے جذبہ سے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر ان کے ہاتھ چومنے کا تعلق کسی دنیاوی غرض ومنفعت سے ہو تو سخت مکروہ ہوگا اگر کوئی شخص کسی عالم یا کسی بزرگ سے اس کا پیر چومنے کی درخواست کرے تو اس کو ہرگز نہیں ماننا چاہیے بچوں کو بوسہ سے پیار کرنے کی اجازت ہے اگرچہ غیر کا بچہ ہو بلکہ وہاں طفل پر بوسہ دینا مسنون ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ جو بوسہ شرعی طور پر جائز ہے اس کی پانچ صورتیں ہیں ایک تو مودت ومحبت کا بوسہ جیسے والدین کا اپنے بچہ کے رخسار کو چومنا، دوسرے احترام واکرام اور رحمت کا بوسہ، جیسے اولاد کا اپنے والدین کے سر پر بوسہ دینا، تیسرے جنسی جذبات کے

تحت بوسہ دینا جیسے شوہر کا بیوی کے چہرہ پر بوسہ لینا، چوتھے تحیہ سلام کا بوسہ جیسے مسلمانوں کا ایک دوسرے کے ہاتھ چومنا اور پانچویں وہ بوسہ جو بہن اپنے بھائی کی پیشانی کا لیتی ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ اور چہرہ کا بوسہ دینا مکروہ ہے بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ چھوٹے بچے کا بوسہ لینا واجب ہے۔ امام نووی نے یہ لکھا ہے کہ شوہر بیوی کے علاوہ کسی اور جنسی جذبات کے تحت بوسہ لینا بالاتفاق حرام ہے خواہ وہ باپ ہو یا کوئی اور دوسرا۔

معانقہ کرنے کے مستحسن ہونے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مشہور صحابی ہیں اور جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹا بنایا تھا، کسی غزوہ یا کسی سفر سے لوٹ کر مدینے پہنچے تو اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے، زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے میرے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برہنہ بدن اپنے کپڑے یعنی چادر کو کھینچتے ہوئے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کے لئے باہر تشریف لائے (یعنی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر تہبند کے علاوہ کوئی کپڑا نہیں تھا اور آپ اسی حالت میں دروازہ پر تشریف لے گئے قسم ہے اللہ کی میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد کبھی آپ کو برہنہ نہیں دیکھا یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے کسی کے استقبال کے وقت اس طرح کا اظہار شوق وتمنا کیا ہو اور اس سے ملنے کے لئے برہنہ بدن باہر تشریف لے گئے ہوں بہر حال آپ نے حضرت زید کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ (ترمذی)

یہ حدیث اور اسی طرح حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو آگے آئے گی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ معانقہ وتقبیل یعنی گلے لگانا اور پیشانی چومنا جائز ہے اور فقہاء نے اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ سفر سے آنے والے کے ساتھ معانقہ و تقبیل بلاکراہت جائز ہے۔

حضرت ایوب بن بشیر بنو عنزہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا جب آپ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیا کرتے تھے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے مصافحہ بھی کیا کرتے تھے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مصافحہ کیا اور ایک دن کا واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلانے کے لئے میرے پاس ایک شخص کو بھیجا اس وقت میں اپنے گھر میں موجود نہیں تھا جب میں گھر آیا تو مجھے اس کی اطلاع دی گئی، چنانچہ میں آپ کی خدمت حاضر ہوا آپ اس وقت ایک تخت پر تشریف فرما تھے آپ نے مجھ کو گلے لگایا اور یہ گلے لگانا بہتر تھا کہیں زیادہ بہتر۔

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 620)

اس سے معلوم ہوا کہ سفر سے آنے کے علاوہ دوسری حالتوں میں بھی اظہار محبت وعنایت کے پیش نظر معانقہ کرنا ثابت ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابوجہل کہتے ہیں اس دن جب کہ میں اسلام قبول کرنے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا اللہ اور رسول کی طرف یا دار الحرب سے دار السلام کی طرف ہجرت کرنے والے سوار کو خوش آمدید۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 621)

امام سیوطی نے جمع الجوامع میں حضرت مصعب بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ بن ابوجہل کو اپنے پاس آتے ہوئے دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور چل کر ان کے پاس پہنچے اور پھر ان کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ مرحبا بالراکب المہاجر۔ حضرت عکرمہ اسلام قبول کرنے سے پہلے اپنے باپ ابوجہل کی طرح سے سخت عداوت رکھتے تھے اور اسلام کے خلاف ہر معرکہ آرائی میں پیش پیش رہتے تھے ان کا خاص وصف شہ سواری تھا جس میں بڑے مشہور تھے اور بڑے جیالے سوار جاتے تھے فتح مکہ کے دن جب اسلام دشمن عناصر کی طاقت آخری طور پر ٹوٹ کر چور چور ہو گئی۔

اور اس خطہ مقدس پر اللہ کے نام لیواؤں کا مکمل تسلط وغلبہ ہو گیا تو یہ عکرمہ بھی مکہ سے فرار ہو کر یمن پہنچے پھر ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث ان کے پاس یمن گئیں اور ان کو اپنے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں اور انہوں نے آپ کے سامنے اپنی گزشتہ تقصیرات پر ندامت کا اظہار کیا اور معافی اور بخشش کے طلب گار ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا اور حسن اسلام کی ایسی دولت نصیب ہوئی کہ قابل رشک بن گئے یہاں تک کہ اللہ کے دین کا جھنڈا سر بلند رکھنے کے لئے اپنی جان تک قربان کر دی اور جنگ یرموک میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ یاد رہے اس حدیث میں سفر سے آنے والے کو خوش آمدید کہنے کا ذکر ہے اور خوش آمدید کہنا مصافحہ سے ایک طرح کی مناسبت رکھتا ہے۔

حضرت شعبی تابعی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے تو ان کو گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اس روایت کو ابوداؤد اور شعب الایمان میں بیہقی نے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 623)

یہ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حبشہ سے واپس آنے کے اسی واقعہ سے متعلق ہے جس کا ذکر آگے کی حدیث میں بھی آرہا ہے۔ بیاضی بیاضہ ابن عامر کی طرف منسوب ہے اور جامع الاصول میں لکھا ہے کہ جہاں مطلق بیاضی بغیر نام کے منقول ہوتا ہے وہاں حضرت عبداللہ بن جابر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی مراد ہوتے ہیں۔

مصافحہ کرنے کی فضیلت کا بیان

3703 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْخَالِدٍ الْاَحْمَرُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْاَجْلَحِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَّتَفَرَّقَا

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب بھی دو مسلمان ملتے ہوئے ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے الگ ہونے سے پہلے ان کی

3703 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2512 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2731

مغفرت ہو جاتی ہے"۔

شرح

اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان ملیں، ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور بخشش چاہیں تو ان دونوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

حکیم ترمذی اور ابوالشیخ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق مرفوع یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان ملتے ہیں اور ان میں ایک اپنے دوسرے ساتھی کو سلام کرتا ہے تو ان میں سے وہ مسلمان اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے جو کشادہ پیشانی اور بشاشت کے ساتھ اپنے دوسرے ساتھی سے ملتا ہے اور پھر جب دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سو رحمتیں نازل کرتا ہے نوے رحمتیں تو اس پر جس نے پہل کی اور دس رحمتیں اس پر جس سے مصافحہ کیا ہے۔

بَاب الرَّجُلِ يُقَبِّلُ يَدَ الرَّجُلِ

یہ باب ہے کہ ایک شخص کا دوسرے کی دست بوسی کرنا

3704- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِىْ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَبَّلْنَا يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کی۔

3705- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ وَغُنْدَرٌ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلِمَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ اَنَّ قَوْمًا مِّنَ الْيَهُوْدِ قَبَّلُوْا يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَيْهِ

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ یہودیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی اور قدم بوسی کی۔

ہاتھ پاؤں چومنے سے متعلق احادیث کا بیان

1۔ زارع بن عامر - جو وفدِ عبدالقیس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے - سے مروی ہے:

لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا، فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَرِجْلَهُ.

جب ہم مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو اپنی سواریوں سے کود کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس اور پاؤں مبارک کو چومنے لگے۔

اس حدیث کو صحاح ستہ میں سے سنن ابی داود (کتاب الادب، باب قبلۃ الجسد، 4:357، رقم:5225) میں روایت کیا گیا

3704: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2647' ورقم الحدیث: 5223' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1716

3705: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2733' ورقم الحدیث: 3144' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4089

ہے۔ علاوہ ازیں اسے امام بیہقی نے السنن الکبری (7: 102) میں اور امام طبرانی نے اپنی دو کتب المعجم الکبیر (5: 275، رقم: 5313) اور المعجم الاوسط (1: 133، رقم: 418) میں روایت کیا ہے۔

2۔ امام بخاری نے "الادب المفرد" میں باب تقبیل الرجل قائم کیا ہے یعنی "پاؤں کو بوسہ دینے کا بیان۔" اس باب کے اندر صفحہ نمبر 339 پر حدیث نمبر 975 کے تحت انہوں نے مذکورہ بالا حدیث کو حضرت وازع بن عامر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

قَدِمْنَا فَقِيْلَ: ذَاكَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَأَخَذْنَا بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ نُقَبِّلُهَا.

"ہم مدینہ حاضر ہوئے تو (ہمیں) کہا گیا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پس ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں اور قدموں سے لپٹ گئے اور انہیں بوسہ دینے لگے۔"

یہ الفاظ خاص مفہوم کے حامل ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے صرف ہاتھ مبارک پکڑنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ہاتھوں کے علاوہ پاؤں مبارک کو بھی بوسہ دینے کا عمل جاری رکھا در آں حالیکہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں مبارک پکڑ رکھے تھے۔

3۔ امام ترمذی نے اس مضمون پر ایک حدیث حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قوم یہود کے بعض افراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کرنے کے بعد اعلانیہ گواہی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں:

فَقَبَّلُوْا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَقَالُوْا: نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ.

"انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا، اور کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں۔"

اس حدیث مبارکہ کو امام نسائی نے السنن (کتاب تحریم الدم، 7: 111، رقم: 4078) میں اور امام ابن ماجہ نے السنن (کتاب الادب، باب الرجل یقبل ید الرجل، 2: 1221، رقم: 3705) میں روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو الجامع میں دو جگہ روایت کیا ہے: پہلی بار ابواب الاستئذان والآداب میں باب فی قبلۃ الید والرجل (5: 77، رقم: 2733) میں اور دوسری بار ابواب التفسیر کے باب ومن سورۃ بنی اسرائیل (5: 305، رقم: 3144) میں۔ امام احمد بن حنبل نے المسند (4: 239، 240) میں، امام حاکم نے المستدرک (1: 52، رقم: 20) میں، امام طیالسی نے المسند (ص: 160، رقم: 1164) میں اور امام مقدسی نے الاحادیث المختارہ (8: 29، رقم: 18) میں روایت کیا ہے۔

اتنے اجل محدثین کے اس حدیث کو روایت کرنے اور اس سے استشہاد کرنے کے باوجود بھی کوئی متعصب کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک یہودی کا فعل تھا، ہم اسے کس طرح لازمی شہادت کا درجہ دے سکتے ہیں۔ اس سوچ پر سوائے افسوس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ معترض کو یہودی کا عمل تو نظر آ گیا مگر جس کے ساتھ کیا جا رہا ہے وہ بابرکت ہستی نظر نہیں آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو

تقبیل سے منع نہیں فرمایا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ تقریری ہوا۔

4۔ علامہ ابن تیمیہ کے جلیل القدر شاگرد حافظ ابن کثیر سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 101 کی تفسیر میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بات پر خفا ہو کر جلال میں آ گئے تو:

فَقَامَ إِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ فَقَبَّلَ رِجْلَهُ وَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، رَضِيْنَا بِاللهِ رَبًّا وَبِكَ نَبِيًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا فَاعْفُ عَنَّا عَفَا اللهُ عَنْكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتّٰى رَضِيَ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک چوم کر عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، آپ کے نبی ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور قرآن کے امام و راہنما ہونے پر راضی ہیں، ہمیں معاف فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مزید راضی ہوگا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلسل عرض کرتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہو گئے۔

اس روایت کو دیگر مفسرین نے بھی متعلقہ آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے اجل صحابی کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک چومنا اور خود تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں منع نہ فرمانا کیا (معاذ اللہ) عقیدہ توحید کی خلاف ورزی تھا۔

5۔ امام مقری (م 381ھ) اپنی کتاب تقبیل الید (ص: 64، رقم: 5) میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس نے آ کر عرض کیا: میں نے اسلام قبول کر لیا ہے لیکن میں کچھ مزید چاہتا ہوں تاکہ میرے یقین میں اضافہ ہو جائے۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی تو اعرابی کے بلاوے پر ایک درخت اس کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر سلام ہو۔ اس کے بعد طویل روایت ہے اور آخر میں اعرابی نے تمام نشانیاں دیکھنے کے بعد عرض کیا:

يا رسول الله! ائذن لي أن اقبل راسك ورجلك.

"اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کا سر اقدس اور قدم مبارک چوم لوں۔"

اس کے بعد روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اعرابی کو اجازت مرحمت فرمائی۔ اور پھر اس اعرابی نے سجدہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہ دی۔ امام مقری کی روایت کردہ اس حدیث کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری (11: 57) میں نقل کیا ہے۔ نیز علامہ مبارک پوری نے بھی تحفۃ الاحوذی (7: 437) میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

یہ روایت بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر رہی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدم چومنے کی اجازت تو دی لیکن سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اگر قدم چومنا اور سجدہ کرنا برابر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ان کے مابین فرق نہ فرماتے اور دونوں سے منع فرما دیتے۔

یہاں تک آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک چومے جانے پر چند احادیث کا حوالہ دیا گیا، جس سے ثابت ہو گیا ہے کہ قدم بوسی ہرگز کوئی شرکیہ عمل نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنی ذات اقدس کے لیے بھی کبھی اس کی اجازت نہ دیتے۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں اس عمل سے نہ روکنا اور سکوت فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس کی اجازت نہ تھی؟ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا یہ عمل سنتِ تقریری نہ قرار پایا؟ اگر پاؤں چومنا نعوذ باللہ سجدہ ہے تو کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کر رہے تھے؟ کیا (معاذ اللہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ جو توحید کا پیغام عام کرنے اور شرک کے خاتمے کے لیے مبعوث ہوئے ۔ خود شرک کے عمل کی اجازت دے رہے تھے؟

کاش! قدم بوسی پر اعتراض کرنے والے پہلے کچھ مطالعہ ہی کر لیتے۔

کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ قدم بوسی صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مخصوص ہے۔ لہٰذا ذیل میں ہم اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ غیر انبیاء، صالحین اور مشائخ عظام اور اکابر اسلام کی دست بوسی و قدم بوسی کی کیا حقیقت ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ علمائے کرام اور مشائخ عظام کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی خدمت کی نسبت سے تعظیم و احترام بجالانا منشاء اسلام ہے۔ ان کی تعظیم کو شرک کہنا باطل اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔ کتب سیر و احادیث کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ اکابرین کی قدم بوسی ہمیشہ اہل محبت و ادب کا معمول رہی ہے۔ اس سلسلے میں چند نظائر پیش خدمت ہیں:

1۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، وہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُقَبِّلُ يَدَ الْعَبَّاسِ وَرِجْلَيْهِ وَيَقُوْلُ: يَا عَمِّ ارْضَ عَنِّي.

"میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں چومتے دیکھا اور آپ ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے: اے چچا! مجھ سے راضی ہو جائیں۔"

اسے امام بخاری نے الادب المفرد (ص: 339، رقم: 976) میں، امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (2: 94) میں، امام مزی نے تہذیب الکمال (13: 240، رقم: 2905) میں اور امام مقری نے تقبیل الید (ص: 76، رقم: 15) میں روایت کیا ہے۔

2۔ آسمان علم کے روشن ستارے اور ہر مسلک و مکتبہ فکر کے متفقہ محدث امام بخاری نے بھی اپنی کتاب الادب المفرد میں ہاتھ چومنے پر ایک پورا باب (نمبر 444) قائم کیا ہے۔ امام بخاری نے باب تقبیل الید میں "ہاتھ چومنے" کے حوالے سے تین احادیث بیان کی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہی ہے کہ صحابہ کرام، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کو چوما کرتے تھے؛ اور جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنھم، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ چومتے تو اسی طرح تابعین، صحابہ کرام کے ہاتھ چومتے۔ ان احادیث کو ذکر کر کے امام بخاری آدابِ زندگی بتا رہے ہیں کہ بزرگوں کی سنت یہ تھی کہ شیوخ اور اکابر کا ہاتھ چوما کرتے تھے۔ یہاں تک کہ امام بخاری نے دین میں اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس کا الگ باب قائم کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ امام

بخاری اس باب کے فوری بعد پاؤں چومنے کا باب -بَابُ تَقْبِیلِ الرِّجْلِ - لائے ہیں۔

ظاہر ہے کہ امام بخاری نے کتاب الادب میں ان ابواب کو ترتیب دے کر یہ واضح کیا ہے کہ ان کے نزدیک ہاتھ چومنا اور قدم چومنا آداب میں سے ہے۔ اگر وہ اس عمل کو شرک یا سجدہ سمجھتے تو کبھی بھی آداب زندگی کے بیان پر مشتمل اپنی کتاب میں یہ ابواب قائم نہ کرتے اور نہ ہی ایسی احادیث لاتے۔

3۔ اسی طرح امام بخاری کے بعد امت مسلمہ کے نزدیک ثقہ ترین محدث امام مسلم کے شہر نیشاپور میں جب امام بخاری تشریف لائے اور امام مسلم ان کے پاس حاضر ہوئے تو ائمہ کے احوال پر مبنی تمام کتب میں درج ہے کہ امام مسلم نے امام بخاری کا ماتھا چوما اور پھر ان سے اجازت مانگی کہ:

دعني حتى اقبل رجليك، يا أستاذ الأستاذين وسيد المحدثين وطبيب الحديث في علله.

اے استاذوں کے استاذ، سید المحدثین اور عللِ حدیث کے طبیب! آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے پاؤں کا بوسہ لے لوں۔

امام بخاری اور امام مسلم کا یہ واقعہ ابن نقطہ نے 'التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والمسانید 1):'(33 میں، امام ذہبی نے 'سیر اعلام النبلاء 12):432، '(436 میں، امام نووی نے 'تہذیب الاسماء واللغات 1): '(88 میں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمۃ فتح الباری (ص: '(488 میں اور برصغیر کے نامور غیر مقلد نواب صدیق حسن قنوجی نے 'الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ (ص: '(339 میں روایت کیا ہے۔

4۔ علامہ شروانی شافعی 'حواشی 4): '(84 میں لکھتے ہیں: قد تقرّر انه یسنّ تقبیل ید الصالح بل ورجله.

یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ صالح شخص کے ہاتھ اور پاؤں چومنا مسنون عمل ہے۔

5۔ مسلک دیوبند کے نامور عالم اور جامع الترمذی کے شارح علامہ ابو العلاء عبد الرحمان بن عبد الرحیم مبارک پوری کا علم الحدیث میں ایک نمایاں مقام ہے۔ انہوں نے تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی کی جلد سات کے صفحہ نمبر 437 پر ہاتھ اور پاؤں چومنے پر مذکورہ بالا تمام روایات بطور استشہاد درج کی ہیں، جس کے ان کے مسلک و مشرب کا واضح پتا چلتا ہے۔

اِس طرح کی بے شمار روایات بطور حوالہ پیش کی جاسکتی ہیں، مگر چند ایک کے حوالہ جات دینے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے، جو کہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ صلحاء اور اتقیاء کی دست بوسی و قدم بوسی کرنا جائز اور پسندیدہ عمل ہے۔ اہل تصوف و روحانیت مانتے ہیں کہ قدم بوسی معمول کا عمل نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنے والا عقیدت و محبت سے کرتا ہے۔

بَاب الِاسْتِئْذَانِ

یہ باب اجازت مانگنے کے بیان میں ہے

3706 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا دَاوُدُ بْنُ اَبِىْ هِنْدٍ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ

الْخُدْرِيِّ اَنَّ اَبَا مُوْسٰى اسْتَاْذَنَ عَلٰى عُمَرَ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ فَانْصَرَفَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ عُمَرُ مَا رَدَّكَ قَالَ اسْتَاْذَنْتُ الْاِسْتِئْذَانَ الَّذِىْ اَمَرَنَا بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَاِنْ اُذِنَ لَنَا دَخَلْنَا وَاِنْ لَمْ يُؤْذَنْ لَنَا رَجَعْنَا قَالَ فَقَالَ لَتَاْتِيَنِّىْ عَلٰى هٰذَا بِبَيِّنَةٍ اَوْ لَاَفْعَلَنَّ فَاَتٰى مَجْلِسَ قَوْمِهٖ فَنَاشَدَهُمْ فَشَهِدُوْا لَهٗ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں آنے کے لیے اجازت مانگی، انہوں نے اجازت نہیں دی تو وہ واپس چلے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلایا اور دریافت کیا: آپ واپس کیوں چلے گئے تھے، انہوں نے جواب دیا: میں نے وہ اجازت مانگی تھی جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے یعنی تین مرتبہ مانگی تھی، اگر ہمیں اجازت مل جائے تو ہم اندر چلے جائیں، اگر ہمیں اجازت نہ ملے تو ہم واپس چلے جائیں۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: تم اس بارے میں میرے پاس کوئی ثبوت لے کر آؤ ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا تو وہ انصار کی مجلس کے پاس آئے اور انہوں نے ان کو واسطہ دے کر دریافت کیا' تو ان حضرات نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حق میں گواہی دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا۔

شرح

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے مذکورہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ یہ حدیث چونکہ آپ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اس لیے میرے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلیے اور ان کے سامنے گواہی دیجیے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور یہ گواہی دی کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث بیان کی ہے وہ بالکل درست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گواہ طلب کرنا محض احتیاط کے طور پر تھا کہ دوسرے لوگوں کو حدیث بیان کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے اور خاص طور پر وہ جھوٹے لوگ جو من گھڑ حدیثیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا چاہیں ان کو اس بات کی جرات نہ ہو سکے ورنہ متفقہ طور پر یہ بات ہے کہ خبر واحد مقبول ہے خاص طور پر اس صورت میں جب کہ راوی حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا صحابی ہو جو کبار صحابہ میں سے ہیں۔ دروازے پر کھڑے ہو کر تین بار سلام اس لئے کرنا چاہیے کہ ایک سلام تو تعرف کے لئے ہوگا دوسرا سلام تامل کے لئے اور تیسرا سلام اجازت کے لئے ہوگا یعنی اہل خانہ پہلا سلام سن کر اس شخص کو پہچانیں گے کہ یہ کون شخص ہے اور دوسرا سلام سن کر وہ یہ سوچیں گے کہ آیا اس شخص کو اندر آنے کی اجازت دی جائے یا نہیں اور تیسرا سلام سننے کے بعد اندر آنے کی اجازت دیں گے۔

گھر میں داخل ہونے اجازت کا بیان

3707 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ وَاصِلِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِىْ سَوْرَةَ

3706: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3707: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَنْ اَبِي اَيُّوبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا السَّلَامُ فَمَا الِاسْتِئْذَانُ قَالَ يَتَكَلَّمُ الرَّجُلُ تَسْبِيحَةً وَتَكْبِيرَةً وَتَحْمِيدَةً وَيَتَنَحْنَحُ وَيُؤْذِنُ اَهْلَ الْبَيْتِ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ سلام کرنا تو ٹھیک ہے، اجازت کس طرح مانگی جائے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کلام کرتے ہوئے "سبحان اللہ"، "اللہ اکبر" یا "الحمد للہ" کہہ دے یا کھنکھارے اور گھر والوں کو (اپنے باہر کھڑے ہونے کی) اطلاع دے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے گھر میں داخل ہوا تو آپ نے گھر میں ایک دودھ کا پیالہ رکھا ہوا پایا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل صفہ کے پاس جاؤ اور ان کو میرے پاس بلا لاؤ چنانچہ میں ان کے پاس جا کر ان کو بلا لایا جب وہ لوگ آئے تو دروازے پر رک کر اندر آنے کی اجازت چاہی آپ نے ان کو اجازت دی تو وہ اندر آ گئے۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 605)

ایک دوسری حدیث میں یہ بھی منقول ہے کہ اہل صفہ اندر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے دودھ کا وہ پیالہ پیش کیا اور آپ کے معجزہ کے سبب سے ان سب نے اس پیالہ کے دودھ کو خوب سیر ہو کر پیا۔ واضح رہے کہ اہل صفہ ان صحابہ کی جماعت کو کہا جاتا تھا جو مدینہ میں نہ تو گھر بار رکھتی تھی اور نہ کوئی سلسلہ معاش بلکہ اپنے فقر و افلاس کے ساتھ مسجد نبوی کے باہر ایک چبوترہ پر جمع رہتی تھی اور ہمہ وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہ کر اکتساب فیض کرتی تھی ان صحابہ کا تعلق انصار سے بھی تھا اور مہاجرین سے بھی یوں تو مدینہ کے عام مسلمان اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق ان کے کھانے پینے کا انتظام کرتے رہتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود اکثر و بیشتر ان سب کو اپنے پاس سے کھلاتے پلاتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کو بلانا، اجازت حاصل کرنے کو ساقط نہیں کرتا یعنی اگر کوئی شخص کسی کے بلانے پر اس کے گھر جائے تو اس کو بھی چاہیے کہ وہ دروازہ پر آ کر پہلے اجازت طلب کرے اور پھر گھر اندر جائے الا یہ کہ بلانے اور آنے میں زیادہ وقت کا فرق نہ ہو۔ آگے حدیث آ رہی ہے جس میں فرمایا گیا کہ جب تم میں سے کسی شخص کو بلایا جائے اور وہ شخص اس کے ہمراہ آ جائے جو بلانے گیا تھا تو اس کے ساتھ آنا ہی اس کے لئے اجازت ہے یعنی اس کو اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے چونکہ بظاہر یہ حدیث مذکورہ بالا حدیث میں مطابقت نہیں رکھتی اس لئے ان دونوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لئے علماء نے لکھا ہے کہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ بلا کر لانے والے ساتھ آنے کی صورت میں اجازت ہے یعنی اس کو اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے چونکہ بظاہر یہ حدیث مذکورہ بالا حدیث سے مطابقت نہیں رکھتی اس لئے ان دونوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لئے علماء نے لکھا ہے کہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ بلا کر لانے والے کے ساتھ آنے کی صورت میں اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

چنانچہ اہل صفہ نے اسی لئے اجازت چاہی تھی کہ وہ لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہی چلے آتے تو ان کو

اجازت حاصل کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی یا یہ کہ وہ لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہی ساتھ آئے تھے اس صورت میں ان کو اجازت حاصل کرنے کی ضرورت یا حاجت نہیں تھی لیکن چونکہ ان لوگوں پر ادب حیاء کا انتہائی غلبہ تھا اس لئے ان لوگوں نے اجازت حاصل کرنا ہی بہتر سمجھا یا ان لوگوں کو وہاں کوئی ایسی چیز محسوس ہوئی ہوگی جو اجازت حاصل کرنے کی مقتضی تھی یا یہ کہ ان لوگوں کو یہ حدیث ہی نہیں پہنچی ہوگی اس لئے انہوں نے اجازت حاصل کی۔

3708- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُجَيٍّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ لِیْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُدْخَلَانِ مُدْخَلٌ بِاللَّيْلِ وَمُدْخَلٌ بِالنَّهَارِ فَكُنْتُ اِذَا اَتَيْتُهٗ وَهُوَ يُصَلِّیْ يَتَنَحْنَحُ لِیْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں دو اوقات میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک رات کے وقت اور ایک دن کے وقت تو جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز ادا کر رہے ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھنکار دیتے تھے (تاکہ دروازے سے باہر مجھے پتہ چل جائے)

شرح

اس سے معلوم ہوا کہ رات کے وقت اجازت دینے کی علامت کھنکارنا تھا رہی یہ بات کہ دن کے وقت حاضری کی صورت میں کون سی علامت مقرر تھی تو احتمال ہے کہ اس صورت کے لئے امر بالعکس مراد ہو یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رات کے وقت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھنکارتے تھے جو میرے لئے اجازت کے مرادف ہوتا اور جب دن میں حاضر ہوتا تو خود کھنکار کر اندر جاتا تھا۔ اس حدیث سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی کا کھنکارنا اجازت کی علامت تھا لیکن ایک دوسری روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ جب میں رات کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کھنکارتے تو میں واپس ہو جاتا اس لئے یہ واضح ہوتا ہے کہ کھنکارنا عدم اجازت کی علامت ہوتا ہے۔ لہذا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھنکارنا صرف اجازت ہی کی علامت نہیں ہوتا بلکہ کوئی ایسا قرینہ ہوگا جس کے ذریعہ بعض اوقات تو کھنکھارنا اجازت کی علامت سمجھا جاتا تھا اور بعض اوقات اس کو عدم اجازت کی علامت سمجھتے ہوں گے لہذا وہ قرینہ جس صورت اجازت یا عدم اجازت کو ظاہر کرتا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی پر عمل کرتے۔

3709- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اسْتَاْذَنْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ اَنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَنَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

3708: اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 1210 'ورقم الحدیث: 1211

3709: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6250 'اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5600 'ورقم الحدیث: 5601 'ورقم الحدیث: 5602 'اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 5187 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2711

دریافت کیا: کون ہے؟ میں نے عرض کی: "میں ہوں" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ہوں میں ہوں (یعنی نبی اکرم ﷺ نے اس جواب پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا)

شرح

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں ایک قرض کے معاملہ میں جو میرے باپ پر تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اپنی آمد کی اطلاع دینے کے لئے دروازے کو کھٹکھٹایا، آپ نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں، آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ میں ہوں، میں ہوں، گویا آپ نے میرے اس طرح جواب دینے کو برا سمجھا۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 604)

قرض کا وہ معاملہ جس سلسلے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے یہ تھا کہ ان کے والد حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور اپنے ذمہ کچھ قرض چھوڑ گئے تھے، جب قرض خواہوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا اور ان کو تنگ کرنا شروع کر دیا تو وہ مدد چاہنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اس قرض کی ادائیگی کا کوئی انتظام ہو۔

اور قرض خواہوں سے نجات مل جائے اس وقت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملکیت میں تھوڑی سی کھجوروں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا لیکن اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہوا کہ ان کھجوروں میں برکت ہوئی اور اتنی برکت ہوئی کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کھجوروں سے پورا قرض ادا کر دیا اور اس کے بعد بھی وہ جوں کی توں باقی رہیں ان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ "میں ہوں" کہنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے برا سمجھا کہ اس جملہ کے ذریعہ ابہام کا ازالہ نہیں ہوتا اور صاحب خانہ پر یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ کون شخص ہے گویا یہ کہنے سے اس صورت میں صاحب خانہ کا یہ سوال کہ کون ہے جوں کا توں باقی رہتا ہے۔

لہذا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چاہیے تھا کہ وہ نام لقب، یا کنیت بتاتے تاکہ یہ معلوم ہو جاتا کہ باہر دروازے پر کون شخص ہے اگرچہ بعض اوقات محض آواز پہچان لینے سے بھی شخصیت واضح ہو جاتی ہے خاص طور سے اس صورت میں جب کہ میں ہوں کہنے والا شخص ایسا ہو جس کے ساتھ ہر وقت اٹھنا بیٹھنا ہو یا اس سے راہ و رسم ہو، چنانچہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میں ہوں کی آواز سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز کو پہچان لیا ہوگا مگر اس کے باوجود آپ نے اپنی ناگواری کا اظہار حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس ادب کی تعلیم کے طور پر کیا کہ کسی کے دروازے پر پہنچ کر اپنی آمد کی اطلاع دو صاف طرح سے اپنا نام بتاؤ محض یہ کہنے پر اکتفا نہ کرو کہ "میں ہوں۔

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرح کہنے کو اس لئے برا سمجھا کہ انہوں نے سلام کرنے کے ذریعہ اجازت حاصل کرنے کے طریقہ کو ترک کیا جو مسنون ہے۔ آنحضرت کا میں ہوں، میں ہوں، دو بار کہنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب کو قبول کرتے سے انکار کے طور پر تھا اور اس کا مفہوم گویا یوں تھا کہ میں ہوں

میں ہوں کیا کہتے ہو، اپنا نام کیوں نہیں بتاتے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُقَالُ لَهُ كَيْفَ اَصْبَحْتَ

یہ باب ہے کہ کسی آدمی سے یہ دریافت کرنا آپ نے کیسے صبح کی ہے (یعنی آپ کا کیا حال ہے؟)

3710 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ اَصْبَحْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِخَيْرٍ مِنْ رَجُلٍ لَمْ يُصْبِحْ صَائِمًا وَّلَمْ يَعُدْ سَقِيْمًا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے صبح کی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

(یہ جواب) اس شخص کی طرف سے ہے، جس نے روزہ دار کے طور پر صبح نہیں کی اور اس نے کسی بیمار کی عیادت بھی نہیں کی۔

3711 - حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الْهَرَوِيُّ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ حَدَّثَنِيْ جَدِّيْ اَبُوْ اُمِّيْ مَالِكُ بْنُ حَمْزَةَ بْنِ اَبِيْ اُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ اُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَدَخَلَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالُوْا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ قَالَ كَيْفَ اَصْبَحْتُمْ قَالُوْا بِخَيْرٍ نَحْمَدُ اللّٰهَ فَكَيْفَ اَصْبَحْتَ بِاَبِيْنَا وَاُمِّنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَصْبَحْتُ بِخَيْرٍ اَحْمَدُ اللّٰهَ

حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "السلام علیکم" انہوں نے جواب دیا "وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: آپ لوگوں کا کیا حال ہے، انہوں نے جواب دیا: ٹھیک ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی ٹھیک ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں۔

شرح

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی گھر جانے کے لئے اس کے دروازہ پر پہنچتے تو دروازہ کی طرف منہ کر کے کھڑے نہ ہوتے۔ بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور پھر اجازت مانگنے کے لئے فرماتے، السلام علیکم، السلام علیکم اور دروازہ کے سامنے نہ کھڑے ہونے کی وجہ یہ ہوا کرتی تھی کہ اس زمانہ میں دروازوں پر پردے نہ پڑے ہوئے تھے۔ (مشکوۃ شریف۔ جلد چہارم: حدیث نمبر 608)

3710: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3711: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ایک سے زائد بار سلام کرنے کی وجہ یہ تھی تا کہ صاحب خانہ اچھی طرح سن لے اور اجازت دے سکے واضح رہے کہ یہاں السلام علیکم جو دو بار ذکر کیا گیا ہے تو اسے تعداد مراد ہے دو بار پر اقتصار مراد نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ کسی کے دروازے پر کھڑے ہو کر تین بار سلام فرماتے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ روایت کے آخری الفاظ دروازے کے سامنے نہ کھڑے ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا گیا ہے کہ اگر دروازے پر کواڑ ہوں یا اس پر پردے پڑے ہوئے ہوں تو اس صورت میں دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اصل سنت رعایت کے پیش نظر اولیٰ یہی ہے کہ اس صورت میں بھی دروازے کے سامنے سے ہٹ کر دائیں یا بائیں طرف کھڑا ہو اور اس لئے بھی کہ بعض اوقات کواڑ یا پردہ کھولتے ہوئے دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے شخص کی نظر اندر چلی جاتی ہے۔

بَاب إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيمُ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوهُ

یہ باب ہے کہ جب کوئی معزز شخص تمہارے پاس آئے' تو اس کی عزت افزائی کرو

3712- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنْبَأَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيمُ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کسی قوم کا کوئی معزز شخص تمہارے پاس آئے' تو اس کی عزت افزائی کرو''۔

قیام تعظیمی کے مستحسن ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب بنوقریظہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم وثالث بنانے پر اتر آئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ ان کو بلائے اور وہ آ کر بنو قریظہ کا مطالبہ طے کریں) اس وقت حضرت ابوسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کے قریب ہی فروکش تھے چنانچہ وہ خر پر بیٹھ کر آئے اور جب مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر یہ فرمایا اے انصار تم اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 633)

بنوقریظہ مدینہ کے یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے، سن ۵ ھ میں غزوہ خندق کے دوران ان یہودیوں نے جو منافقانہ کردار کیا اور باوجودیکہ سابقہ معاہدہ کے تحت مدینہ کے اس دفاعی مورچہ پر ان یہودیوں کو بھی مسلمانوں کے شانہ بشانہ کفار عرب کی جارحیت کا مقابلہ کرنا چاہیے لیکن انہوں نے اپنی روایتی بدعہدی اور شرارت کا مظاہرہ کیا اور مختلف قسم کی سازشوں کے ذریعہ اس دفاعی مورچہ کو توڑنے کے لئے کفار عرب کے آلہ کار بن گئے ان کی اس بدعہدی اور سازشی کاروائیوں کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کی فتح سے فارغ ہوتے ہی ان بنوقریظہ کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا اور ان سب یہودیوں کو ان کے قلعہ میں محصور ہونے

3712: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

پر مجبور کر دیا مسلمانوں کی طرف سے بنو قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ ۲۵ دن تک جاری رہا آخر کار انہوں نے یہ تجویز رکھی کہ ہمارا معاملہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا جائے جو قبیلہ اوس کے سردار تھے۔

اور قبیلہ اوس بنو قریظہ کا حلیف ان یہودیوں نے کہا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پنچ اور حکم تسلیم کرتے ہیں وہ ہمارے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں گے ہم اس کو بے چون چرا مان لیں گے یہودیوں کا خیال تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ ہمارے حلیف قبیلے سردار ہیں اور ان کے اور ہمارے تعلقات کی ایک خاص نوعیت ہے اس لئے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً ہمارے حق میں فیصلہ دیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا بھیجا کہ وہ آ کر اس معاملہ میں اپنا فیصلہ دیں، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ اس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ کے قریب ہی فروکش تھے لیکن چونکہ غزوہ خندق میں وہ بہت سخت مجروح ہو گئے تھے اور خاص طور پر رگ ہفت اندام پر ایک زخم پہنچا تھا جس سے خون برابر جاری تھا اس لئے خچر پر بیٹھ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اس وقت تک ان کے زخم سے خون جاری تھا لیکن یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز تھا کہ جب آپ نے ان کو بلوا بھیجا تو خون رک گیا بہر حال حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے پورے معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے اور ان کے جرم بد عہدی و غداری کی بنا پر انہی کی شریعت کے مطابق جو فیصلہ دیا اس کا اصل یہ تھا کہ ان کے لڑ سکنے والے مرد قتل کر دیئے جائیں، عورتیں اور بچے غلام بنا لئے جائیں اور ان کے مال واسباب کو تقسیم کر دیا جائے اس فیصلہ پر کسی حد تک عمل بھی ہوا۔ یہاں حدیث میں اسی وقت کے واقعہ کا ذکر ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا کہ دیکھو تمہارے سردار آ رہے ہیں کھڑے ہو جاؤ۔

چنانچہ اکثر علماء اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب فضل و قابل تکریم شخص آئے تو اس کے اعزاز و احترام کے لئے کھڑے ہو جانا چاہیے،

جو حضرات اہل فضل و کمال کے آنے پر کھڑے ہونے کو جائز قرار دیتے ہیں ان کا یہ کہنا کہ اگر حضرت عکرمہ اور حضرت عدی کے بارے میں مذکورہ بالا روایتیں ضعیف ہیں اور ان سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے تو پھر اس روایت کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لاتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے لئے کھڑی ہو جاتی تھیں اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اگر اس روایت کی یہ تاویل کی جائے کہ ان کا کھڑا ہونا اظہار محبت واستقبال کے طور پر ہوتا نہ کہ تعظیم واجلال کے طور پر تو یہ تاویل بعید از حقیقت سمجھے جانے سے خالی نہیں ہوگی علاوہ ازیں خود طیبی نے محیی السنۃ سے نقل کیا ہے کہ جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس حدیث کے پیش نظر اہل فضل و کمال جیسے علماء و صلحاء اور بزرگان دین کا اعزاز و اکرام کرنا جائز ہے علاوہ ازیں محی السنۃ نووی نے یہ لکھا ہے کہ یہ کھڑا ہونا اہل فضل کے آنے کے وقت مستحب ہے اور نہ صرف یہ کہ اس سلسلے میں احادیث بھی منقول ہیں بلکہ اس کی صریح ممانعت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

مطالب المومنین میں قنیہ کے حوالہ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ آنے والے کی تعظیم کے طور پر بیٹھے ہوئے لوگوں کا قیام یعنی

کھڑے ہو جانا مکروہ نہیں ہے اور یہ کہ قیام نفسہ مکروہ نہیں ہے بلکہ قیام کی طلب و پسندیدگی مکروہ ہے چنانچہ وہ قیام ہرگز مکروہ نہیں ہوگا جو کسی ایسے شخص کے لئے کیا جائے جو نہ تو اپنے لئے قیام کی طلب رکھتا ہو اور نہ اس کو پسند کرتا ہو۔ قاضی عیاض مالکی نے یہ لکھا ہے کہ کھڑے ہونے کی ممانعت کا تعلق اس شخص کے حق میں ہے جو بیٹھا ہوا ہو اور بیٹھے رہنے تک لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں جیسا کہ ایک حدیث میں منقول ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص نظر آئے جو علم و فضل اور بزرگی کا حامل ہو تو اس کی تعظیم و توقیر کے طور پر کھڑے ہو جانا جائز ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ ایسے شخص کے آنے پر کھڑے ہونا جو نہ صرف یہ کہ اس اعزاز کا مستحق نہ ہو بلکہ اپنے آنے پر لوگوں کے کھڑے ہو جانے کی طلب و خواہش رکھتا ہو، مکروہ ہے اور اسی طرح بیجا خوشامد و چاپلوسی کے طور پر کھڑے ہونا بھی مکروہ ہے، نیز دنیاداروں کے لئے کھڑے ہونا اور ان کی تعظیم کرنا بھی نہایت مکروہ ہے اور اس بارے میں سخت وعید منقول ہے۔

بَاب تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ

یہ باب چھینکنے والے کو جواب دینے کے بیان میں ہے

3713 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ اَحَدَهُمَا اَوْ سَمَّتَ وَلَمْ يُشَمِّتِ الْاٰخَرَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَطَسَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ فَشَمَّتَّ اَحَدَهُمَا وَلَمْ تُشَمِّتِ الْاٰخَرَ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ وَاِنَّ هٰذَا لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں کو چھینک آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک کو چھینک کا جواب دیا اور دوسرے کو جواب نہیں دیا تو عرض کی گئی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں کو چھینک آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو جواب دیا اور دوسرے کو جواب نہیں دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نے اللہ کی حمد بیان کی تھی اور اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان نہیں کی۔

شرح

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے اور سات چیزوں سے منع فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔ (۱) بیمار کی عیادت کرنا (۲) جنازہ کے ہمراہ جانا (۳) چھینکنے والے کو جواب دینا (۴) سلام کا جواب دینا (۵) بلانے والے کی دعوت قبول کرنا (۶) قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنا (۷) اور مظلوم کی مدد کرنا۔ اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے وہ یہ ہیں (۱) سونے کی انگوٹھی پہننے سے (۲) ریشم کے کپڑے پہننے سے (۳) اطلس کے کپڑے استعمال کرنے سے (۴) لاہی (دیباج) کے کپڑے پہننے سے (۵) سرخ زین پوش استعمال کرنے سے (۶) قسی کے کپڑے پہننے سے

3713 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6221 ورقم الحدیث: 6225 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7411 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 5039 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2742

(۷) اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سے۔

ایک روایت کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ چاندی کے برتن میں پینے سے (بھی منع فرمایا ہے) کیونکہ جو شخص چاندی کے برتن میں دنیا میں پیئے گا آخرت میں اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 5)

قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پیش آنے والی بات کے بارے میں قسم کھائے اور تم اس کی قسم پوری کرنے پر قادر ہو اور اس میں کوئی گناہ بھی نہ ہو تو تمہیں اس کی قسم پوری کرنی چاہئے مثال کے طور پر کوئی شخص تمہیں مخاطب کرتے ہوئے قسم کھائے کہ میں تم سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ فلاں کام نہ کردوں، پس اگر تم اس کام کے کرنے پر قادر ہو تو وہ کام کر ڈالو تاکہ اس کی قسم نہ ٹوٹے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو یہ قسم دلائے کہ تمہیں اللہ کی قسم تم یہ کام کرو۔ تو اس شخص کے لئے مستحب ہے کہ وہ پروردگار کے نام کی تعظیم کی خاطر وہ کام کرلے اگرچہ واجب نہیں ہے۔ "مظلوم کی مدد کرنا" کی تشریح میں علماء لکھتے ہیں کہ مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے اور اس حکم میں مسلمان اور ذمی دونوں برابر کے شریک ہیں یعنی جس طرح ایک مظلوم مسلمان کی مدد کرنا واجب ہے اسی طرح اس مظلوم کافر (ذمی) کی مدد کرنا بھی واجب ہے جو اسلامی ریاست کا تابعدار شہری بن کر رہتا ہو اور جزیہ (ٹیکس) ادا کرتا ہے "پھر مدد بھی عام ہے اگر لسانی مدد کی ضرورت ہو تو زبان وقول سے مدد کی جائے اور فعلی مدد کی ضرورت ہو تو فعل، عمل کے ذریعہ مدد کی جائے۔ "میثرہ" اس زین پوش کو کہتے ہیں جس میں روئی بھری ہوئی ہوتی ہے اور اسے گھوڑے وغیرہ کی سواری کی زین پر ڈال کر اس پر بیٹھتے ہیں اسے "نمدزین" بھی کہتے ہیں دنیاداروں کی عادت ہے کہ وہ اس زین پوش کو ازراہ تکبر ورعونت حریر ودیباج وغیرہ سے بناتے ہیں۔

اس کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ زین پوش حریر کا ہو تو خواہ وہ کسی بھی رنگ کا ہو حرام ہے۔ ہاں اگرچہ حریر کا نہ ہو مگر سرخ رنگ کا ہو تو اس کا استعمال مکروہ ہے۔ اگر سرخ رنگ کا نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ "قسی" ایک کپڑے کا نام تھا جو ریشم اور کتان سے بنا جاتا تھا اور "قس" کی طرف منسوب تھا جو مصر کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ حدیث میں چاندی کے برتن استعمال کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح سونے کے برتن کا استعمال بھی ممنوع ہے بلکہ سونے کے برتن میں استعمال کرنا چاندی کے برتن استعمال کرنے سے بھی زیادہ گناہ ہے۔

اس حدیث میں جن چیزوں سے منع کیا جارہا ہے ان کا تعلق صرف مردوں سے ہے عورتوں سے نہیں ہے ہاں چاندی سونے کے برتن کے استعمال کی ممانعت مرد وعورت دونوں کے لئے ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ "آخرت میں اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا" کی صحیح وضاحت یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا میں چاندی کا برتن استعمال کیا اسے آخرت میں اس وقت تک کہ اس کے عذاب کی مدت ختم نہ ہوجائے۔

چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا۔ یا وقف اور حساب کے وقت اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا یا پھر یہ کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی وہ کچھ عرصہ تک اس سے محروم رہے گا پھر بعد میں یہ پابندی اس سے ختم کردی جائے

گی، یہی مراداس حدیث کی ہے جس میں (مردوں کے لئے) ریشم پہننے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ من لبسه فی الدنیا لم یلبسه فی الآخرة (یعنی جس شخص نے دنیا میں ریشم پہنا اسے آخرت میں ریشم پہننا نصیب نہیں ہوگا) اسی طرح اس حدیث کی بھی یہی وضاحت ہے جس میں شراب کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ من شربها فی الدنیا لم یشربها فی الآخرة یعنی جس نے دنیا میں شراب پی اسے آخرت میں شراب پینا نصیب نہ ہوگا۔

3714- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ ثَلَاثًا فَمَا زَادَ فَهُوَ مَزْكُومٌ

◄► ایاس بن ابی سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: چھینکنے والے کو تین مرتبہ جواب دیا جائے گا' اگر مزید اسے چھینک آتی ہے' تو پھر وہ زکام کا شکار ہوگا۔

3715- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عِيسَى ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَلْيَرُدَّ عَلَيْهِ مَنْ حَوْلَهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ وَلْيَرُدَّ عَلَيْهِمْ يَهْدِيكُمُ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ

◄► حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص چھینکے تو اسے الحمدللہ کہنا چاہئے اور جو لوگ اس کے آس پاس موجود ہوں وہ جواب دیتے ہوئے ''یرحمک اللہ'' (اللہ تم پر رحم کرے) کہیں' تو وہ شخص انہیں جواب دیتے ہوئے یہ کہے: ''اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت پر ثابت قدم رکھے تمہارے کام ٹھیک کرے۔''

بَاب إِكْرَامِ الرَّجُلِ جَلِيسَهُ

یہ باب ہے کہ آدمی کا اپنے ساتھی کی عزت افزائی کرنا

3716- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي يَحْيَى الطَّوِيلِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَقِيَ الرَّجُلَ فَكَلَّمَهُ لَمْ يَصْرِفْ وَجْهَهُ عَنْهُ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الَّذِي يَنْصَرِفُ وَإِذَا صَافَحَهُ لَمْ يَنْزِعْ يَدَهُ مِنْ يَدِهِ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الَّذِي يَنْزِعُهَا وَلَمْ يُرَ مُتَقَدِّمًا بِرُكْبَتَيْهِ جَلِيسًا لَهُ قَطُّ

3714: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7414' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5037' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2743' ورقم الحدیث: 2743م' ورقم الحدیث: 2744

3715: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2741م

3716: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2490

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص سے ملاقات کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ بات چیت کرتے رہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ اس شخص کی طرف سے اس وقت تک نہیں پھیرتے تھے جب تک وہ شخص دوسری طرف متوجہ نہیں ہو جاتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص سے مصافحہ کرتے تھے' تو اپنا دست مبارک اس وقت تک الگ نہیں کرتے جب تک وہ دوسرا شخص اپنا ہاتھ پیچھے نہیں کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کے سامنے گھٹنے لمبے کر کے بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

بَاب مَنْ قَامَ عَنْ مَجْلِسٍ فَرَجَعَ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ

یہ باب ہے کہ جو شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر جائے' جب وہ واپس آئے' تو وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہوگا

3717 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ عَنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ رَجَعَ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر جائے اور پھر واپس آ جائے' تو وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہوگا''۔

مجلس کے آداب

01. مجلس میں صاف ستھرا لباس پہن کر جانا چاہیے۔
02. مجلس میں لہسن، پیاز یا کوئی بدبودار چیز کھا کر جانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔
03. کسی بھی مجلس میں داخل ہوتے اور اٹھ کر جاتے ہوئے السلام علیکم کہنا چاہیے۔
04. اگر مجلس میں بیٹھنے کی جگہ کشادہ ہو تو کھل کر بیٹھنا چاہیے۔ لیکن ضرورت کے وقت سمٹ کر دوسروں کو جگہ بھی دینی چاہیے۔
05. مجلس میں کسی شخص کو اٹھا کر خود اس کی جگہ نہیں بیٹھنا چاہیے۔
06. مجلس میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھنا چاہیے اور لوگوں کے کندھوں پر سے پھلانگ کر آگے جگہ لینے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی دو آدمیوں کے درمیان جگہ بنا کر خود بیٹھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔
07. اگر ذمہ دار افراد کی طرف سے کسی کو مجلس میں سے چلے جانے کے لئے کہا جائے تو برا منائے بغیر اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہوئے اسے اٹھ کر چلے جانا چاہیے۔
08. اگر کوئی شخص مجلس میں سے اٹھ کر جائے اور پھر واپس آئے تو وہ اپنی جگہ کا زیادہ حق دار ہے اور اٹھ کر جانے والے کو چاہیے کہ اپنی جگہ کی نشانی کے طور پر کوئی رومال وغیرہ وہاں رکھ جائے تاکہ دوسروں کو اندازہ ہو سکے کہ اس نے واپس آنا ہے۔
09. مجلس میں سرگوشی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر بات کرنا ضروری ہو تو اجازت لے کر الگ ہو کر بات کی جا سکتی ہے۔
10. مجلس میں مقرر یا بات کرنے والے کی بات خاموشی اور غور سے سننی چاہیے اور قطع کلامی بالکل نہیں کرنی چاہیے۔

11. مجلس میں کثرتِ سوال سے بچنا چاہیئے اور نہ ہی لغو سوال کرنے چاہیئے۔
12. مجلس میں کسی کے عیوب نہ بتائے جائیں اور نہ ہی اپنے عیوب سے پردہ اٹھانا چاہیئے۔
13. اگر مجلس میں کسی پر ناحق تہمت لگائی جارہی ہو تو اس کا واجبی جواب دیا جاسکتا ہے۔
14. مجلس میں اللہ کا اور نیک باتوں کا ذکر ضرور کرنا چاہیئے۔
15. مجلس میں شگفتہ مزاجی اور ہلکا پھلکا مزاح بھی ہونا چاہیئے تاکہ لوگوں کی دلچسپی میں اضافہ ہو۔
16. مجلس میں جب ایک مسئلہ حل ہوجائے تو دوسرا مسئلہ پیش کرنا چاہیئے۔
17. مجلس سے بلاعذر اٹھ کر نہیں جانا چاہیئے کیونکہ ایسا شخص فیض سے محروم رہ جاتا ہے۔
18. اگر مجلس سے باہر جانا ہو تو صدر مجلس سے اجازت لے کر جانا چاہیئے۔
19. مجلس میں اگر کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو دائیں طرف سے تقسیم کرنی چاہیئے۔
20. مجلس میں ڈکار لینے، جمائیاں لینے، اونگھنے اور ریح خارج کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے اور اگر کسی سے ایسی حرکت سرزد ہوجائے تو اس پر ہنسنا نہیں چاہیئے۔
21. مجلس میں خود سے معزز جگہ پر بیٹھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔
22. ایسی مجالس جن میں بزرگوں اور نیک لوگوں کی صحبت میسر آئے ضرور شامل ہونا چاہیئے۔
23. ایسی مجالس جہاں اللہ کی آیات اور احکامات کا انکار اور استہزاء کیا جارہا ہو وہاں سے اٹھ جانا چاہیئے یہاں تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں مشغول ہوجائیں۔

بَاب الْمَعَاذِيْرِ

یہ باب عذر پیش کرنے کے بیان میں ہے

3718- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ مِينَاءَ عَنْ جُوْدَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اعْتَذَرَ اِلٰى اَخِيهِ بِمَعْذِرَةٍ فَلَمْ يَقْبَلْهَا كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ خَطِيئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ

◄► حضرت جودان روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اپنے بھائی کے سامنے معذرت کے طور پر کوئی عذر پیش کرے اور وہ بھائی اسے قبول نہ کرے تو اس دوسرے شخص کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا ٹیکس وصول کرنے والے کو ہوگا''۔

3718م-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ مِينَاءَ عَنْ جُوْدَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

3718: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابُ الْمُزَاحِ

یہ باب مزاح کے بیان میں ہے

3719- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَمْعَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ ابْنِ زَمْعَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ ح و حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهْبِ بْنِ زَمْعَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ خَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ فِي تِجَارَةٍ اِلٰى بُصْرٰى قَبْلَ مَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَامٍ وَّمَعَهُ نُعَيْمَانُ وَسُوَيْبِطُ بْنُ حَرْمَلَةَ وَكَانَا شَهِدَا بَدْرًا وَّكَانَ نُعَيْمَانُ عَلَى الزَّادِ وَكَانَ سُوَيْبِطٌ رَجُلًا مَّزَّاحًا فَقَالَ لِنُعَيْمَانَ اَطْعِمْنِي قَالَ حَتّٰى يَجِيْءَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ فَلَاُغِيْظَنَّكَ قَالَ فَمَرُّوْا بِقَوْمٍ فَقَالَ لَهُمْ سُوَيْبِطٌ تَشْتَرُوْنَ مِنِّي عَبْدًا لِّي قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اِنَّهُ عَبْدٌ لَّهُ كَلَامٌ وَّهُوَ قَائِلٌ لَّكُمْ اِنِّي حُرٌّ فَاِنْ كُنْتُمْ اِذَا قَالَ لَكُمْ هٰذِهِ الْمَقَالَةَ تَرَكْتُمُوْهُ فَلَا تُفْسِدُوْا عَلَيَّ عَبْدِي قَالُوْا لَا بَلْ نَشْتَرِيْهِ مِنْكَ فَاشْتَرَوْهُ مِنْهُ بِعَشْرِ قَلَائِصَ ثُمَّ اَتَوْهُ فَوَضَعُوْا فِي عُنُقِهِ عِمَامَةً اَوْ حَبْلًا فَقَالَ نُعَيْمَانُ اِنَّ هٰذَا يَسْتَهْزِئُ بِكُمْ وَاِنِّي حُرٌّ لَّسْتُ بِعَبْدٍ فَقَالُوْا قَدْ اَخْبَرَنَا خَبَرَكَ فَانْطَلَقُوْا بِهٖ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ فَاَخْبَرُوْهُ بِذٰلِكَ قَالَ فَاتَّبَعَ الْقَوْمَ وَرَدَّ عَلَيْهِمُ الْقَلَائِصَ وَاَخَذَ نُعَيْمَانَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْبَرُوْهُ قَالَ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ مِنْهُ حَوْلًا

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ایک سال پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے بصریٰ تشریف لے گئے ان کے ساتھ حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ اور حضرت سویبط بن حرملہ رضی اللہ عنہ تھے یہ دونوں حضرات غزوہ بدر میں شریک ہو چکے تھے، نعیمان سامان سفر کے نگران تھے، جب کہ سویبط خوش مزاج آدمی تھے، انہوں نے نعیمان سے کہا: مجھے کچھ کھانے کے لیے دیجئے، انہوں نے جواب دیا: جب تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں آتے (میں اس وقت تک نہیں دوں گا) تو سویبط نے کہا: میں آپ کو ضرور غصہ دلا دوں گا۔

(راوی کہتے ہیں) ان حضرات کا گزر کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا تو سویبط نے ان سے کہا: کیا تم لوگ مجھ سے میرا یہ غلام خریدو گے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، تو سویبط نے کہا: یہ غلام بولتا بہت ہے، یہ تمہیں یہ کہے گا کہ میں آزاد ہوں، جب وہ تم سے یہ بات کہے گا' تو تم نے اگر اس وقت اسے چھوڑنا ہے' تو پھر میرے غلام کو میرے لیے خراب نہ کرو۔

ان لوگوں نے کہا: نہیں! ہم اسے آپ سے خریدتے ہیں، ان لوگوں نے دس اونٹنیوں کے بدلے میں انہیں خرید لیا، پھر وہ لوگ نعیمان کے پاس آئے اور ان کی گردن میں عمامہ ڈال دیا یا رسی ڈال دی تو نعیمان نے کہا: یہ شخص تمہارے ساتھ مذاق کر رہا ہے، میں ایک آزاد شخص ہوں، میں غلام نہیں ہوں، ان لوگوں نے کہا: انہوں نے ہمیں تمہارے بارے میں بتا دیا ہے۔

3719. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

وہ لوگ نعیمان کو لے کر چلے گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو لوگوں نے انہیں اس بارے میں بتایا۔

راوی کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پیچھے گئے اور ان کی اونٹنیاں انہیں واپس کیں اور نعیمان کو حاصل کیا۔

راوی کہتے ہیں: جب یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہنس پڑے۔

3720- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِیعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ یَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُخَالِطُنَا حَتّٰی یَقُولَ لِاَخٍ لِی صَغِیرٍ یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ قَالَ وَكِیعٌ یَعْنِی طَیْرًا كَانَ یَلْعَبُ بِهٖ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ گھل مل جایا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے چھوٹے بھائی کو یہ فرمایا کرتے تھے: اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کا کیا حال ہے؟

وکیع نامی راوی کہتے ہیں: نغیر ایک پرندہ تھا جس کے ساتھ وہ بچہ کھیلا کرتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بوڑھی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا کیجئے کہ میں جنت میں چلی جاؤں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فلاں کی ماں جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی۔ یہ سن کر وہ پریشان ہوئی اور روتی ہوئی واپس ہونے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو اسے بتادو کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہ جائے گی بلکہ جوان ہو کر جائے گی۔ یہ بات سن کر وہ بوڑھی عورت خوش ہو گئی۔ (شمائل ترمذی)

نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح مبارک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں گو وقار، سنجیدگی اور متانت کی فضا ہر وقت قائم رہتی۔ یہاں تک کہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں ایسے باادب و باتمکین ہو کر بیٹھتے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ادنیٰ سی حرکت سے اڑ جائیں گے۔ مگر پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی کی جھلک ان متبرک صحبتوں کو خوشگوار بناتی رہتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایک طرف نبی مرسل کی حیثیت سے احترام رسالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ و تلقین میں مصروف رہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری طرف صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک بے تکلف دوست اور ایک خوش مزاج ساتھی کی حیثیت سے بھی میل جول رکھتے۔ اگر زیادہ اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ایک دینی درسگاہ

3720 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6129' ورقم الحدیث: 6203' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 1498' ورقم الحدیث: 5587' ورقم الحدیث: 5971' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 333' ورقم الحدیث: 1989' ورقم الحدیث: 1990

اور تعلیمی ادارہ بن رہتی تو کچھ دیر کے لئے خوش طبع مہذب دوستوں کی بیٹھک بھی بن جاتی جس میں ظرافت کی باتیں بھی ہوتیں، گھر بار کے روزانہ کے قصے بھی بیان ہوتے۔

غرض بے تکلفی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں گفتگو کرتے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظرافت کس طرح کی تھی؟ اس تشریح کی یوں ضرورت ہے کہ بہت سے کاموں میں ہمارے غلط عمل سے ہمارے نظریات بدل چکے ہیں۔ تخیل کہاں سے کہاں چلا گیا ہے؟ ہر معاملہ میں اعتدال کھو بیٹھے ہیں۔ اگر ہم سنجیدہ اور متین بنتے ہیں تو اس قدر کہ تہذیب ہم سے کوسوں دور رہتی ہے۔ اور اگر خوش طبع بنتے ہیں تو اس قدر کہ تہذیب ہم سے کوسوں دور رہتی ہے۔ اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں ایک خاص معیار اپنے سامنے رکھنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظرافت کی تعریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زبان مبارک سے سن لیجئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعجب سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مذاق کرتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں بے شک! میرا مزاح سراسر سچائی اور حق ہے۔ (شمائل۔ ترمذی)

اس کے مقابلہ میں ہمارا آج کل کا مزاق وہ ہے جس میں جھوٹ، غیبت، بہتان، لعن و تشنیع اور بے جا مبالغوں سے پورا پورا کام لیا گیا ہو۔

اب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظرافت کے چند واقعات قلمبند کرتا ہوں کہ جن کے تحت ہم ظرافت کا صحیح تخیل قائم کر سکے۔

1: ایک شخص نے خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر سواری کے لئے درخواست کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ وہ شخص حیران ہوا کیونکہ اونٹنی کا بچہ سواری کا کام کب دے سکتا ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کرونگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو۔ (شمائل ترمذی)

2: ایک مرتبہ ایک بڑھیا خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو جنت نصیب کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ اور بڑھیا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سنتے ہی زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب سے آپ نے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی تب سے یہ بڑھیا رو رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ بوڑھی عورتیں جنت میں جائیں گی مگر جوان ہو کر۔ (شمائل۔ ترمذی)

3: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دیہاتی زاہر نامی دوست تھے جو اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیے بھیجا کرتے تھے۔ ایک روز وہ بازار میں اپنی کوئی چیز بیچ رہے تھے۔ اتفاق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرے ان کو دیکھا تو بطور

خوش طبعی چپکے سے پیچھے سے جا کران کو گود میں اٹھالیا اور بطور ظرافت آواز لگائی کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ زاہر نے کہا مجھے چھوڑ دوکون ہے؟ مڑکر دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھ جیسے غلام کو جو خریدے گا نقصان اٹھائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خدا کی نظر میں ناکارہ نہیں ہو۔

4: ایک موقع پر مجلس میں کھجوریں کھائی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزاح کے طور پر گٹھلیاں نکال نکال کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے ڈالتے رہے۔ آخر میں گٹھلیوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کر کے ان سے کہا کہ تم نے تو بہت کھجوریں کھائیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے گٹھلیوں سمیت نہیں کھائیں۔ (مختلف کتب سیر سے ماخوذ)

حضرت امام احمد ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: ایک دفعہ میں ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھی۔ میری عمر اس وقت چھوٹی تھی اور میرا بدن ہلکا پھلکا تھا۔ حضور نے لوگوں کو کہا تم آگے چلے جاؤ وہ سب آگے چلے گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: آؤ آپس میں دوڑ لگائیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ لگائی۔ میں آگے نکل گئی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد میں فربہ ہو گئی وہ واقعہ میں بھول گئی۔ پھر ایک مرتبہ سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ حضور صلی اللہ علی ہوسلم نے لوگوں کو حکم دیا تم آگے چلے جاؤ۔ جب لوگ آگے چلے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: آؤ دوڑ لگائیں۔ چنانچہ اس دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔ آپ ہنستے رہے، فرمایا: ہٰذہٖ بتلک کہ اب بدلہ چکا دیا گیا۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں تشریف فرما تھے۔ وہاں پکی ہوئی اور نیم پختہ کھجوریں رکھی تھیں۔ میری ایک آنکھ دکھتی تھی میں نے کھانے کے لیے ایک کھجور اٹھائی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتاکل التمر علیٰ عینیك وانت رمدٌ۔ کیا تم کھجور کھا رہے ہو حالانکہ تمہاری آنکھ دکھتی ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنی صحیح آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں۔ حضور ﷺ ہنس پڑے۔

امام ابوداود با سناد جید سے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں: ایک انصاری تھا جو بڑا خوش طبع تھا۔ جب وہ قوم سے بات کرتا تو انہیں خوب ہنساتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز تشریف لائے اور جو چھڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں تھی اس کے ساتھ اس کی کمر کو کھجلایا۔ اس شخص نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں تو بدلہ لوں گا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بدلہ لے لو۔ اس نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ جب آپ نے مجھے کھجلایا تو میں نے قمیص نہیں پہنی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص پہنی ہوئی ہے اس طرح اگر کروں تو بدلہ نہیں ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اوپر اٹھائی۔ وہ دوڑ کر آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے لگایا اور آپ کی کمرِ پاک کو بوسے دینے لگا، عرض کی! میں نے یہ سارا حیلہ اس مقصد کے لیے کیا تھا۔

امام بخاری نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ایک سفر میں مجاہدین کے ساتھ جو بوجھ تھا وہ بہت گراں محسوس

ہونے لگا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: تم اپنی چادر بچھاو۔ چنانچہ انہوں اپنا بوجھ اس میں ڈال دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِحْمِلْ فَاَنْتَ سَفِيْنَةٌ ۔اسے اٹھا لو تم تو کشتی ہو۔ یعنی کشتی میں سارا بوجھ سما جاتا ہے اور وہ اٹھا لیتی ہے۔

سبحان اللہ! حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے نام کو ذومعنی انداز میں ارشاد فرما کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثار صحابی سے جو خوش طبعی فرمائی، اس سے صحابی رسول حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا ایمان پختہ ہو جاتا ہے اور وہ وجد و سرور میں کہہ اٹھتے ہیں کہ: جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کشتی فرمایا تو اس کے بعد سات اونٹوں کے بوجھ مجھ پر لاد دیا جاتا تو وہ مجھے بھاری نہ معلوم ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدی خواں تھا جو دوران سفر ازواج مطہرات کے اونٹوں کے سامنے حدی خوانی کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے حدی کے اشعار کہے تو اونٹوں پر مستی کی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ تیز تیز چلنے لگے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حدی خواں کو فرمایا: وَیحَکَ یَا اَنْجَشَہ اِرْفِقْ بِالْقَوَارِیْرِ اے انجشہ! تیرا بھلا ہو کانچ کی نازک شیشوں کے ساتھ نرمی کرو یعنی اونٹوں کو آہستہ چلنے دو مبادا انہیں (ازواج مطہرات کو) کچھ اذیت پہنچے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو کانچ کی نازک شیشوں کہنا۔ یہ بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی اور شان ظرافت کا ایک نمونہ ہے۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: بعض احادیث میں جو مزاح اور کھیل وغیرہ کی ممانعت آئی ہے وہ کثرت اور زیادتی سے ہے۔ یعنی جو خوش طبعی اور کھیل وغیرہ اللہ عزوجل کی یاد سے اور دینی امور پر غور و فکر کرنے سے غافل کر دے وہ منع ہے اور جو شخص ان کے باعث دینی امور سے غافل نہ ہو سکے اس کے لیے یہ مباح یعنی جائز ہے۔ اور اگر اس سے کسی کی دل جوئی اور کسی سے دلی محبت کا اظہار مقصود ہو جیسا کہ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک تھا تو یہ مستحب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ میں تواضع اور خوش طبعی نہ ہوتی تو کسی میں یہ قدرت و طاقت نہ ہوتی کہ آپ کی خدمت عظمت نشان میں بیٹھ سکتا یا آپ سے کلام کر سکتا کیونکہ آپ کی ذات اقدس میں انتہائی درجہ کا رعب و جلال اور شوکت و دبدبہ تھا۔ (شمائل ترمذی، سیرۃ الرسول ﷺ، جان ایمان، جمال مصطفی ﷺ)

بَاب نَتْفِ الشَّيْبِ

یہ باب سفید بال اکھاڑ دینے کے بیان میں ہے

3721 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ وَقَالَ هُوَ نُوْرُ الْمُؤْمِنِ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سفید بال اکھاڑنے سے منع کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہے: یہ مومن کا نور ہے۔

3721 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2821 'اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 3740

سفید بالوں کی فضیلت کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید بالوں کو نہ چنو کیونکہ بڑھاپا (یعنی بالوں کا سفید ہونا) مسلمانوں کے لئے نورانیت کا سبب ہے، جو شخص حالت اسلام میں بڑھاپے کی طرف قدم بڑھاتا ہے یعنی جب کسی مسلمان کا ایک بال سفید ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اس کی ایک خطا کو محو کر دیتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 385)

بڑھاپے کی نورانیت کا سبب اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ بڑھاپا اصل میں وقار کا مظہر ہے، جیسا کہ تیسری فصل میں آنے والی ایک روایت سے واضح ہوگا کہ بنی آدم میں سب سے پہلے شخص پر سفید بالوں کی صورت بڑھاپا آیا وہ حضرت ابراہیم علیہ والسلام تھے چنانچہ جب انہوں نے پہلے پہل اپنی داڑھی میں سفید بال کی صورت میں بڑھاپا دیکھا تو بارگاہ کبریائی میں عرض کیا کہ میرے پروردگار! یہ کیا ہے؟ جواب آیا کہ یہ وقار ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ خداوندا! میرے وقار کو زیادہ کر۔ "وقار، دراصل ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو گناہ فسق اور بے حیائی کی باتوں سے روکتا ہے اور توبہ و طاعات کی طرف مائل کرتا ہے، اس اعتبار سے یہ وصف انسان میں اس نور کو پیدا کرتا ہے جو میدان حشر میں ظلمت و تاریکیوں کو چیرتا ہوا آگے آگے چلے گا، جیسا کہ اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے۔ " آیت (يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ، الحدید: 12) "لہذا اس توجیہ کی روشنی میں بڑھاپے کے نور سے قیامت کے دن کا نور مراد ہے چنانچہ ایک روایت میں اس کی تصریح بھی ہے اور اگر نورانیت سے شکل و صورت کی خوشنمائی و دلکشی اور باطن کی صفائی نیک سیرتی مراد ہو جو اس دنیا میں بوڑھوں کو حاصل ہوتی ہے تو یہ بھی بعید از حقیقت نہیں ہوگا۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ سفید بالوں کو چننا مکروہ ہے۔

بَاب الْجُلُوْسِ بَيْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ

یہ باب سائے اور دھوپ کے درمیان میں بیٹھنے کے بیان میں ہے

3722- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ اَبِي الْمُنِيبِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّقْعَدَ بَيْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ

ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ سائے اور دھوپ کے درمیان بیٹھا جائے (یعنی کچھ سائے اور کچھ دھوپ میں بیٹھا جائے)

بَاب النَّهْيِ عَنِ الِاضْطِجَاعِ عَلَى الْوَجْهِ

یہ باب پیٹ کے بل لیٹنے کی ممانعت میں ہے

3722 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3723- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ طِخْفَةَ الْغِفَارِيِّ عَنْ اَبِيهِ قَالَ اَصَابَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ عَلَى بَطْنِي فَرَكَضَنِي بِرِجْلِهِ وَقَالَ مَا لَكَ وَلِهٰذَا النَّوْمِ هٰذِهٖ نَوْمَةٌ يَكْرَهُهَا اللّٰهُ اَوْ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ

◄► قیس بن طخفہ غفاری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مجھے مسجد میں پیٹ کے بل سوئے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے اپنا پاؤں مجھے چبھویا اور ارشاد فرمایا: تم ایسے کیوں سوئے ہوئے ہو؟ یہ سونے کا وہ طریقہ ہے' جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

3724- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ طِخْفَةَ الْغِفَارِيِّ عَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مُضْطَجِعٌ عَلَى بَطْنِي فَرَكَضَنِي بِرِجْلِهِ وَقَالَ يَا جُنَيْدِبُ اِنَّمَا هٰذِهٖ ضِجْعَةُ اَهْلِ النَّارِ

◄► ابن طخفہ غفاری' حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے میں اس وقت پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک کے ذریعے مجھے ٹھوکا دیا اور ارشاد فرمایا۔

''اے چھوٹے جندب (حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اصل نام جندب تھا) یہ اہل جہنم کا لیٹنے کا طریقہ ہے''۔

3725- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ رَجَاءٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جَمِيلٍ الدِّمَشْقِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ الْقَاسِمَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ نَائِمٍ فِي الْمَسْجِدِ مُنْبَطِحٍ عَلَى وَجْهِهِ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ قُمْ وَاقْعُدْ فَاِنَّهَا نَوْمَةٌ جَهَنَّمِيَّةٌ

◄► حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مسجد میں سوئے ہوئے ایک شخص کے پاس سے گزرے جو منہ کے بل لیٹا ہوا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا پاؤں اسے مارا اور ارشاد فرمایا۔

''اٹھو اور بیٹھ جاؤ! یہ جہنمیوں کا سونے کا طریقہ ہے''۔

بَاب تَعَلُّمِ النُّجُوْمِ

یہ باب علم نجوم سیکھنے کے بیان میں ہے

3726- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَخْنَسِ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ

3724: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3725 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3726: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3905

يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النُّجُومِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص علم نجوم کا ایک حصہ سیکھتا ہے وہ جادو کی ایک قسم سیکھتا ہے اب اس کی مرضی ہے وہ جتنا چاہے سیکھے''۔

شرح

علم نجوم کو سحر سے تشبیہ دی گئی ہے کہ نجوم کا علم سیکھنا ایسا ہی ہے جیسا کسی نے جادو ٹونے کا علم سیکھ لیا اور اس مشابہت کی وجہ سے علم نجوم کی برائی کو ظاہر کرنا ہے اس اعتبار سے علم نجوم پر عمل کرنے والا گویا جادوگروں اور کاہنوں میں کا ایک فرد ہے جو خلاف شریعت امور کو اختیار کرتے ہیں اور غیب کی باتیں بتانے کا دعوی کرتے ہیں۔

مولانا شاہ عبدالعزیز آیت کریمہ (يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى، طہ:66) کے اس ٹکڑے آیت (وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ، البقرۃ:102) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہودی ان دونوں طرح کے سحر سیکھنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے تھے۔ جو انتہائی مذموم و قبیح ہیں بلکہ وہ اپنے اوقات اور اپنی صلاحیتوں کو دوسرے ایسے علوم کے حصول میں بھی صرف کرتے تھے جو علم شریعت اور وحی الٰہی سے دور کر دینے کا ذریعہ اور موجب بنتے ہیں، چنانچہ وہ اس طرح کے علوم سیکھتے تھے جو ان کے لئے نقصان دہ ہوتے تھے گو دوسروں کو نقصان نہ پہنچاتے ہوں اور ان سے خود ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تھا، گو اوروں کو فائدہ پہنچتا ہو، لہٰذا عقلمندی، سمجھداری کا تقاضہ یہی ہے کہ انسان ہر اس علم وفن سے احتراز کرے جو نفع بخش ہونے کی بجائے کسی طرح کا نقصان پہنچانے والا ہو۔ مگر واضح رہے کہ کسی شخص کے حق میں کسی علم کا مذموم و معیوب ہونا ان تینوں جہتوں میں سے کسی ایک جہت کے سبب سے ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اس علم سے خود اپنے کو یا دوسروں کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو، جیسے سحر و طلسمات کا علم نجوم کا علم بھی اسی میں شامل ہے کیونکہ اس کے ذریعہ اکثر لوگ عقیدہ کی گمراہی میں مبتلا ہو کر اپنا اخروی نقصان کرتے ہیں۔

چنانچہ جب وہ زمین اور کواکب سیارات کا باہم ربط دیکھتے ہیں اور علم نجوم ان کو بتاتا ہے کہ کرہ ارضی پر رونما ہونے والے تغیرات وواقعات اجرام فلکی کی حرکت وسکون اور سیارگان کی چال کے زیر اثر ہوتے ہیں تو ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ عالم میں جو بھی حادثہ وتغیر وقوع پذیر ہوا ہو وہ فلاں ستارے فلاں برج اور فلاں درجے کی تاثیر کے سبب سے ہے، اس طرح وہ اپنے مقاصد کے حصول کی امید یا مقاصد کے فوت ہو جانے کے خوف کو ستاروں اور ان کے بروج ومنازل سے وابستہ کرتے ہیں۔ یعنی وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اگر فلاں ستارہ فلاں برج اور فلاں منزل میں ہوگا تو ہمارا فلاں مطلب حاصل ہوگا اور اگر فلاں ستارہ فلاں برج ومشتری میں داخل ہوگا تو ہمارا فلاں مطلب حاصل نہیں ہوگا گویا ان کی توجہ ذات حق جل مجدہ کی طرف سے ہٹ جاتی ہے۔ جو نفع ونقصان کا حقیقی مالک ہے اور ان کے دل پر ایسا پردہ پڑ جاتا ہے جو ان کو نظر الی اللہ سے روک دیتا ہے۔

دوسرے یہ کہ وہ علم اگرچہ بذات خود نقصان پہنچانے والا نہ ہو لیکن اس کو حاصل کرنے کا دعویدار اس کے حقائق ونکات اور اس کے باریک ومخفی گوشوں تک اپنی عدم صلاحیت اور عدم استعداد کی وجہ سے نہ پہنچ سکتا ہو، ظاہر ہے کہ ایسا شخص جو علم کے حقائق ودقائق

تک رسائی ہی نہ حاصل کر سکا ہو اس علم کا فاضل و ماہر تو ہونے سے رہا، البتہ جہل مرکب میں ضرور مبتلا ہو جائے گا، اسی لئے بے صلاحیت لوگوں کا اسرار اور رموز الٰہیہ احکام شرعیہ کے بارے میں بحث و تمحیص کرنا، اکثر و بیشتر فلسفیانہ علوم میں جان کھپانا، قضا و قدر اور صبر و اختیار کے مسئلے میں تحقیق و جستجو کرنا مسئلہ توحید وجودی و شہودی کی راہ پر لگنا اور بعض صحابہ کے درمیان آپسی نزاعات و خصومات کی جو صورتیں پیدا ہوگئی تھیں ان کو علم و تحقیق کے نام پر اچھالنا یا ان کی کھوج کرید کرنا وغیرہ وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن کو مذکورہ بالا علم کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے، اسی طرح شعر و شاعری کے فن کو بھی کچھ اچھا علم نہیں سمجھا جاتا، کیونکہ شعر و شاعری کی بنیاد زیادہ تر حسن و عشق کے مضامین اور غیر پاکیزہ خیالات و تصورات پر ہوئی ہے اور یہ چیز عوام کے حق میں کہ جن کے دل و دماغ نفسانی خواہشات اور جنسی جذبات سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں زہر جیسی تاثیر رکھتی ہے اور تمام امور میں تخیل پردازی و مبالغہ آرائی کا ملکہ پیدا کرتی ہے۔

اور تیسرے یہ کہ شریعت سے متعلق علوم محمودہ میں بے جا فکر اور تعمق کیا جائے اور اس میں افراط و تفریط سے کام لیا جائے، جیسے عقائد و توحید کے علوم میں فلسفیانہ موشگافیاں اور دیگر شرعی علوم و قواعد میں عقل و منطق کی غیر موزوں اور غیر ضروری نکتہ آفرینیاں کی جائیں اور فقہی احکام و مسائل میں کھوج کرید کر کے بے اصل حیلوں اور نادر روایات و اقوال کو بیان کیا جائے اسی طرح سلوک و ریاضت کے علم میں ایسے اصول و قواعد اور اعمال و اشغال داخل کرنا جو جوگیوں وغیرہ کا طریقہ ہے۔

نجومیوں اور کاہنوں کی باتوں کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی چیز کا حکم جاری کرتا ہے۔ تو فرشتے اللہ کے فرمان سن کر خوف و عاجزی سے اپنے بازو کو پھڑ پھڑانے لگتے ہیں (یعنی فرشتے حکم الٰہی کی ہیبت و عظمت سے مارے ڈر کے پرندوں کی طرح اپنے پنکھ پھیلا دیتے ہیں اور لرزنے کانپنے لگتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کے فرمان یعنی اس کے کلام کی آواز (گویا) اس زنجیر کی آواز کی مانند ہوتی ہے، جس کو صاف پتھر پر کھینچا جائے پھر جب فرشتوں کے دلوں سے خوف دور ہو جاتا ہے تو وہ (نیچے رہنے والے) تمام فرشتے مقرب فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم جاری فرمایا ہے، مقرب فرشتے وہ حکم بتاتے ہیں جو پروردگار نے جاری کیا ہے (یا مقرب فرشتے دریافت کرنے والے فرشتوں سے کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے پروردگار نے فرمایا ہے) حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات بلند قدر اور بلند مرتبہ ہے۔ چنانچہ ان باتوں کو (جو فرشتوں کے درمیان ہوتی ہیں) چوری چھپے سننے والے (یعنی جنات و شیاطین) سن لیتے ہیں اور وہ چوری چھپے سننے والوں کی ہیت کو اپنے ہاتھ (کی انگلیوں) کے ذریعہ بیان کیا چنانچہ انہوں نے ہاتھ کو ٹیڑھا کر کے انگلیوں کے درمیان فرق کیا (یعنی حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کے اوپر تلے ہونے کی طرف اشارہ کیا اور بتایا کہ وہ جنات و شیاطین آسمان سے زمین تک اس طرح سلسلہ وار اور اوپر تلے کھڑے رہتے ہیں) اور اوپر والا جن فرشتوں کی بات کو چوری چھپے سن کر اپنے نیچے والے جن کو پہنچا دیتا ہے اور وہ اپنے نیچے والے جن کو پہنچاتا ہے یہاں تک کہ آخری جن (جو سب سے نیچے ہوتا ہے) اس بات کو ساحر یا کاہن کی زبان تک پہنچاتا ہے ادھر (ان جنات و شیاطین کو مارنے اور بھگانے کے لئے آسمان سے شعلے پھینکے جاتے ہیں تو) کبھی تو یہ شعلے

ساحر یا کاہن تک وہ بات پہنچانے سے پہلے ہی چوری چھپے سننے والے (جن کو) آ پکڑتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ جن اس شعلے کے پہنچنے سے پہلے ساحر یا کاہن تک وہ بات پہنچا دیتا ہے اور جب اس ساحر یا کاہن تک وہ بات پہنچا دیتا ہے اور جب اس ساحر یا کاہن تک وہ بات پہنچ جاتی ہیں تو وہ اس میں سو جھوٹی باتیں شامل کر لیتا ہے (اور لوگوں کے سامنے ان جھوٹی باتوں کے درمیان وہ بات بھی بیان کرتا ہے جو اس تک جنات وشیاطین کے ذریعہ پہنچتی ہے) چنانچہ جب کوئی شخص اس کاہن کو (اس کی بتائی ہوئی باتوں میں سے جھوٹی باتوں کے ذریعہ) جھٹلاتا ہے (یعنی یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے جو فلاں فلاں بات کہی تھی ثابت ہوئی) تو (ان گمراہ لوگوں کی طرف سے جو کاہن کی باتوں کو سچا جانتے ہیں جھٹلانے والے کے سامنے) یہ کہا جاتا ہے کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے اور کیا تم نہیں جانتے کہ اس کاہن نے فلاں فلاں دن ہم سے فلاں بات کہی تھی اور اس طرح اس کاہن کی سچائی کی تصدیق اس بات سے کی جاتی ہے جو اس تک (جنات کے ذریعہ) آسمان سے پہنچی تھی۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 534)

حدیث میں وہ صورت بیان کی گئی ہے جو کاہنوں تک غیب کی باتیں پہنچنے کا سبب بنتی ہے اس کے ساتھ حدیث کے آخر میں اس گمراہی کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب کاہن کی بتائی ہوئی اکثر باتیں جھوٹ ثابت ہوتی ہیں اور لوگ اس کو جھٹلاتے ہیں تو وہ لوگ جو کاہن کی سچائی کا اعتقاد رکھتے ہیں اور باطن کی گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں اس کاہن کی ساری جھوٹی باتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور صرف اس بات کا حوالہ دے کر اس کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو جنات وشیاطین فرشتوں سے چوری چھپے سن کر کاہن تک پہنچانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور جو واقعہ کے مطابق ہوتی ہے یہی صورت نجومیوں کے بارے میں بھی ہوتی ہے کہ جب سینکڑوں باتیں بتاتے ہیں اور اس میں کوئی بات اتفاق سے صحیح ثابت ہو جاتی ہے تو وہ دنیادار لوگ جن کے باطن میں گمراہی و کجی ہوتی ہے اس ایک بات کی بنیاد پر ان نجومیوں کے معتقد ہو جاتے ہیں۔

آگے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت آ رہی ہے جس میں صراحت کے ساتھ کاہن کو ساحر فرمایا گیا ہے اس اعتبار سے اس حدیث کے ان الفاظ علی لسان الساحر او الکاہن میں ساحر سے مراد کاہن ہے اس صورت میں حرف او راوی کے شک کے اظہار کے لئے ہوگا (یعنی یہ کہا جائے گا کہ راوی نے اپنے شک کا اظہار کیا ہے کہ یہاں ساحر کا لفظ فرمایا گیا ہے یا کاہن کا) اور اگر یہ بات پیش نظر ہو کہ ساحر چونکہ غیب کی باتیں نہیں بتایا کرتا اور اس اعتبار سے یہاں ساحر کا لفظ اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہو سکتا تو یہ کہا جائے گا کہ "ساحر" سے مراد نجومی ہے جیسا کہ ایک روایت میں فرمایا گیا ہے المنجم ساحر یعنی نجومی ساحر ہے اس صورت میں الساحر او الکاہن میں حرف او تنویع کے لئے ہوگا۔

رہی یہ بات کہ چوری چھپے آسمان میں داخل ہونے اور فرشتوں کی باتیں سننے والے جن وشیطان کو بھگانے کے لئے جب شعلے پھینکے جاتے ہیں اور وہ شعلے اس جن یا شیطان کو پکڑتے ہیں تو اس کا حشر کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ وہ جن یا شیطان ان شعلوں کی زد میں آ کر جل بھن جاتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں جب کہ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ وہ جل بھن کر ختم نہیں ہوتے بلکہ شعلوں سے تکلیف و ایذاء پا کر زندہ واپس آ جاتے ہیں۔

بَاب النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الرِّيحِ

یہ باب، ہوا کو برا کہنے کی ممانعت میں ہے

3727- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الزُّرَقِيُّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الرِّيحَ فَاِنَّهَا مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ تَاْتِيْ بِالرَّحْمَةِ وَالْعَذَابِ وَلٰكِنْ سَلُوا اللّٰهَ مِنْ خَيْرِهَا وَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہوا کو برا نہ کہو! کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی ہوتی ہے، یہ رحمت اور عذاب لے کے آتی ہے' تو تم لوگ اللہ تعالیٰ سے اس کی بھلائی ہی مانگو اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو''۔

بَاب مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْاَسْمَآءِ

یہ باب ہے کہ کون سے نام پسندیدہ ہیں؟

3728- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا الْعُمَرِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحَبُّ الْاَسْمَآءِ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین نام' عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں''۔

شرح

اولاد اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور ہبہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے والدین کے لیے انعام ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اولاد کے بہت سارے عظیم حقوق واجب کیے ہیں، جن میں سے سب سے پہلا اور ابتدائی حق بچے کا بہتر اور اچھا معنی رکھنے والا نام ہے جس سے بچے نے مستقل میں موسوم ہونا ہے۔

الماوردی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جب بچہ پیدا ہو تو اس کی سب سے پہلی عزت وتکریم اور اس کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ اس کا اچھا اور بہتر سا نام رکھا جائے، کیونکہ اچھے اور بہتر نام کا سنتے ہی دل میں مقام پیدا ہوتا ہے۔ (نصیحۃ الملوک صفحہ نمبر (167).

ذیل میں چند ایک اشیاء کی راہنمائی کی جاتی جنہیں نام رکھنے سے قبل دیکھنا ضروری ہے۔

1- یہ مستحب نہیں کہ سب صحابہ کرام اور یا صحابیات کے نام رکھے جائیں، کیونکہ ان میں سے کچھ نام تو معاشرے میں

3727 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3905

3728 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5552' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2834

معروف ومقبول ہونگے، لیکن وہ کسی دوسرے معاشرے میں عجیب وغریب۔

الماوردی رحمہ اللہ نے اپنی سابقہ کلام میں کچھ ذکر کیا ہے جو ناموں میں مستحب ہے، جس میں یہ بھی شامل ہے کہ اس نام کا معنی اچھا ہو، اور جس کا نام رکھا جا رہا ہے اس کی حالت کے مطابق ہو، اور اس کے خاندان وطبقہ اور اہل مرتبہ میں وہ نام رکھا جاتا ہو۔

اس لیے والدین کو اپنے بچے کے لیے کوئی اچھا سا نام اختیار کرنا چاہیے، نہ تو وہ نام شاذ ہو اور نہ ہی اس معاشرہ میں عجیب و غریب ہو جس میں وہ رہتے ہیں، کیونکہ بعض اوقات عجیب وغریب نام مذاق کا باعث بن جاتا ہے، اور لوگوں کے سامنے اس کا نام ذکر کرنے سے وہ شرمانے لگتا ہے۔

اس لیے جو شخص انبیاء اور صحابہ کرام اور نیک لوگوں کے نام اختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ ایسا نام اختیار کرے جو اس کے اور اس کے معاشرے اور اس کی قوم کے مناسب ہو۔

2۔ غیر عرب لوگوں کے لیے عربی نام رکھنے لازم نہیں، بلکہ واجب یہ ہے کہ وہ ایسے ناموں سے اجتناب کریں جو دوسرے ادیان کے لوگ نام رکھتے ہیں، اور ایسے نام جو دوسرے دین والوں کے ہاں استعمال زیادہ ہے، مثلا: جرجیس، پطرس، یوحنا، متی وغیرہ، ایسے نام مسلمانوں کو نہیں رکھنے چاہییں؛ کیونکہ اس میں عیسائیوں سے مشابہت ہوتی ہے اور یہ نام ان کے ساتھ مخصوص ہیں۔ (احکام الذمۃ تالیف ابن قیم (3/251)

لیکن اگر نام غیر عربی ہو اور اس کا معنی اچھا ہو تو اسے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں، انبیاء ورسول اپنے اور اپنی اولاد کے نام اچھے رکھا کرتے تھے، اور وہ یہ نام اپنے عرف اور معاشرے سے لیا کرتے تھے، اور اس میں وہ عربی کا التزام نہیں کرتے تھے، ان ناموں میں اسرائیل، اسحاق، موسی، اور ھارون شامل ہیں۔

3۔ قبیح اور برے ناموں، یا ایسے ناموں سے اجتناب کرنا چاہیے جن میں تزکیہ ہو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام طبری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ برے اور قبیح معنی والا نام نہیں رکھنا چاہیے، اور نہ ہی ایسا نام جس سے تزکیہ ہوتا ہو، اور نہ ہی ایسا نام رکھیں جس کا معنی کوئی گالی ہو، چاہے یہ نام ہی ہوں، بلکہ یہ تو اشخاص کی علامات ہوتی ہیں، اور اس سے حقیقی صفت مقصود نہیں، لیکن اس کے مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سننے والا اس نام کو سنے تو ہو سکتا ہے وہ گمان کرے کہ یہ مسمی کی صفت ہے، اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نام کو تبدیل کر دیا کرتے تھے کہ اگر اس نام سے اسے بلایا اور پکارا جائے تو وہ سچا ہو۔ (فتح الباری (10/577).

اور بچیوں کے وہ نام جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں کیے اور ان کا انکار کیا ہے ان میں عاصیہ بھی شامل ہے اسے آپ نے جمیلہ کے نام سے تبدیل کر دیا۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر (2139)

بَاب مَا يُكْرَهُ مِنَ الْاَسْمَآءِ

یہ باب ہے کہ کون سے نام ناپسندیدہ ہیں؟

3729 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْاَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ عِشْتُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْهَيَنَّ اَنْ يُسَمّٰى رَبَاحٌ وَّنَجِيحٌ وَّاَفْلَحُ وَنَافِعٌ وَّيَسَارٌ

⬤ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ نے چاہا تو اگر میں زندہ رہا تو میں اس بات سے منع کردوں کہ رباح، نجیح، افلح، نافع یا یسار نام رکھا جائے۔''

3730 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الرُّكَيْنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُسَمِّىَ رَقِيْقَنَا اَرْبَعَةَ اَسْمَآءٍ اَفْلَحُ وَنَافِعٌ وَّرَبَاحٌ وَّيَسَارٌ

⬤ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ہم اپنے غلاموں میں سے ان چار میں سے کوئی نام رکھیں۔ افلح، نافع، رباح، یسار۔

3731 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا اَبُوْعَقِيْلٍ حَدَّثَنَا مُجَالِدُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ لَقِيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَنْ اَنْتَ فَقُلْتُ مَسْرُوْقُ ابْنُ الْاَجْدَعِ فَقَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاَجْدَعُ شَيْطَانٌ

⬤ مسروق بیان کرتے ہیں: میری ملاقات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی، انہوں نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں مسروق بن اجدع ہوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے ''اجدع شیطان ہے''۔

باب تغيير الاسمآء

یہ باب ناموں کو تبدیل کر دینے کے بیان میں ہے

3732 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا رَافِعٍ يُحَدِّثُ عَنْ

3729: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2835

3730 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5564' ورقم الحدیث: 5565' ورقم الحدیث: 5566' ورقم الحدیث' 5567' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن''، رقم الحدیث 4958' ورقم الحدیث 4959' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2836

3731: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4957

اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ زَیْنَبَ كَانَ اسْمُهَا بَرَّةَ فَقِیْلَ لَهَا تُزَكِّیْ نَفْسَهَا فَسَمَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَیْنَبَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نام پہلے "برہ" تھا' تو ان سے کہا گیا آپ خود کو نیک قرار دیتی ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔

3733- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ ابْنَةً لِعُمَرَ كَانَ یُقَالُ لَهَا عَاصِیَةُ فَسَمَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَمِیْلَةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی کا نام "عاصیہ" تھا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام "جمیلہ" رکھا۔

3734- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَعْلَى اَبُو الْمُحَیَّاةِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ حَدَّثَنِیْ ابْنُ اَخِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ اسْمِیْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ فَسَمَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت میرا نام عبداللہ بن سلام نہیں تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبداللہ بن سلام رکھا۔

بَاب الْجَمْعِ بَیْنَ اسْمِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْیَتِهٖ

یہ باب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کو جمع کرنا

3735- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْیَتِیْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی: تم لوگ میرے نام کے مطابق نام رکھ لو لیکن میری کنیت کے مطابق کنیت اختیار نہ کرو۔

3736- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْیَتِیْ

3732: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6192' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5572

3733: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5570

3734: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3735: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3539' ورقم الحدیث: 6188' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5562' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث۔

●● حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''میرا نام رکھ لو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو''۔

3737 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَقِيْعِ فَنَادٰى رَجُلٌ رَجُلًا يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ لَمْ اَعْنِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِیْ

●● حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں موجود تھے، ایک شخص نے بلند آواز میں دوسرے کو پکارا، اے ابوالقاسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے عرض کی: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلایا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ میرا نام رکھ لو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو۔

بَابُ الرَّجُلِ يُكْنٰى قَبْلَ اَنْ يُّوْلَدَ لَهٗ

یہ باب ہے کہ کسی شخص کا اولاد ہونے سے پہلے کنیت اختیار کرنا

3738 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِیْ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ صُهَيْبٍ اَنَّ عُمَرَ قَالَ لِصُهَيْبٍ مَا لَكَ تَكْتَنِیْ بِاَبِیْ يَحْيٰى وَلَيْسَ لَكَ وَلَدٌ قَالَ كَنَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِیْ يَحْيٰى

●● حمزہ بن صہیب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ نے ابویحییٰ کی کنیت اختیار کی ہے جبکہ آپ کی تو اولاد ہی نہیں ہے تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کنیت ابویحییٰ مقرر کی ہے۔

3739 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ مَوْلًى لِلزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اَزْوَاجِكَ كَنَّيْتَهٗ غَيْرِیْ قَالَ فَاَنْتِ اُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ

●● سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے علاوہ اپنی تمام ازواج کی کوئی کنیت مقرر کی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم اُمِّ عبداللہ'' ہو۔

3740 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِی التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى

3736 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3737 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3738 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3739 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْنَا فَيَقُوْلُ لِاَخٍ لِيْ وَكَانَ صَغِيْرًا يَا اَبَا عُمَيْرٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے چھوٹے بھائی سے یہ کہتے: اے ابوعمیر!

بَابُ الْاَلْقَابِ

یہ باب القاب کے بیان میں ہے

3741 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ جَبِيْرَةَ ابْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ فِيْنَا نَزَلَتْ مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ قَدِمَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالرَّجُلُ مِنَّا لَهُ الِاسْمَانِ وَالثَّلَاثَةُ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّمَا دَعَاهُمْ بِبَعْضِ تِلْكَ الْاَسْمَآءِ فَيُقَالُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ يَغْضَبُ مِنْ هٰذَا فَنَزَلَتْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ

حضرت ابوجبیرہ بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت ہم انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

''تم ایک دوسرے کو برے القاب نہ دو۔''

(راوی کہتے ہیں:) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے' تو ہمارے ہاں کسی شخص کے دو نام ہوتے تھے کسی کے تین نام ہوتے تھے' تو بعض اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو کسی ایک نام سے بلایا تو عرض کی گئی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ شخص یہ نام سن کر غصے میں آجاتا ہے' تو پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

''تم ایک دوسرے کو برے القاب نہ دو۔''

برے ناموں سے پکارنے کی ممانعت کا بیان

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ (الحجرات،۱۱)

اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان (مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو، ایمان کے بعد فاسق کہلانا برا نام ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

مذاق اڑانے سے پرہیز:۔ اس آیت میں ایسے معاشرتی آداب سکھائے جارہے ہیں جو عموماً لڑائی جھگڑے کا سبب بنتے ہیں۔ مذاق اڑانے کی دو ہی وجہیں ہوسکتی ہیں۔ ایک مذہبی یا نظریاتی اختلاف کا ہونا دوسرے مخاطب کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھنا۔

3741 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4962' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 3268' ورقم الحدیث: 3268م

خواہ کوئی بھی صورت ہو مذاق اڑانے سے چونکہ لڑائی جھگڑے کا امکان ہے۔ لہذا لڑائی جھگڑے کے ان ابتدائی لوازمات سے بھی روک دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مرد، مردوں کا مذاق نہ اڑائیں اور نہ عورتیں عورتوں کا، یہ نہیں فرمایا مرد عورت کا مذاق نہ اڑائے یا عورت کسی مرد کا مذاق نہ اڑائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں مخلوط سوسائٹی یا آزادانہ اختلاط مرد وزن کا تصور ہی مفقود ہے۔

طنز اور طعنہ سے اجتناب:۔ لمز بمعنی کسی شخص کے کسی فعل یا حرکت میں عیب جوئی کرنا۔ جیسے پھبتیاں کسنا، کسی کی نقلیں اتارنا، اشارے کرنا، یا زیر لب کسی کو نشانہ ملامت بنانا یا طنزیہ بات اور چوٹیں کرنا سب کچھ اس لفظ کے معنی میں داخل ہے۔ اس قسم کی حرکتیں چونکہ معاشرتی تعلقات کو بگاڑ دیتی ہیں۔ لہذا ان کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

لقب کا مفہوم اور قسمیں:۔ لقب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو پسند ہوتے ہیں اور ان کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ انسان خود اپنے لئے کوئی پسندیدہ سا لقب اختیار کر لیتا ہے اور دوسری صورت یہ کہ کوئی دوسرا ایسا لقب رکھ دیتا ہے۔ جیسے سیدنا ابو بکر صدیق (رض) کا لقب صدیق یا سیدنا عمر کا لقب فاروق تھا۔ دوسرے وہ جو مذموم ہوتے ہیں اور ایسے لقب عموماً حریف یا فریق مخالف یا دشمن رکھ دیتے ہیں اور یہ صرف اس کی تحقیر یا اس کو چڑانے کے لئے رکھے جاتے ہیں۔ اس آیت میں ایسے القاب سے پکارنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ بطور گالی یا تمسخر کسی کو فاسق یا یہودی کہا جائے یا اس کے ایسے جرم سے منسوب کیا جائے جسے وہ چھوڑ چکا ہو جیسے کسی کو ایمان لانے اور توبہ کر لینے کے بعد زانی، چور یا ڈاکو وغیرہ کہا جائے۔ ایسی سب باتیں فتنہ فساد اور لڑائی کا موجب بن جاتی ہیں۔ اسی لئے ان سے منع کر دیا گیا ہے اور ایسے کام کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوذر غفاری (رض) فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "جو شخص کسی مسلمان کو فاسق یا کافر کہے اور درحقیقت وہ کافر یا فاسق نہ ہو تو خود کہنے والا شخص فاسق یا کافر ہو جائے گا" (بخاری۔ کتاب الادب۔ باب ما نھی من السباب واللعن)

برے نام رکھنے یا بلانے کی ممانعت:۔ اور بعض دفعہ کسی شخص کا ایسا لقب رکھ دیا جاتا ہے جس میں نہ اس کی تحقیر ہوتی ہے اور نہ وہ خود اسے برا سمجھتا ہے بلکہ وہ محض تعارف کے طور پر ہوتا ہے۔ جیسے دور نبوی میں ایک صحابی کا اس کے لمبے ہاتھوں کی وجہ سے نام ہی ذوالیدین پڑ گیا تھا۔ ایسے ہی عبداللہ طویل یا نابینا حکیم وغیرہ کہنے میں کچھ حرج نہیں۔

(بخاری۔ کتاب الادب۔ باب ما یجوز من ذکر الناس)

یعنی مندرجہ بالا سب کام فسق کے کام ہیں۔ کسی مومن کا یہ کام نہیں کہ وہ ایمان لانے کے بعد بھی ایسے کام کرتا رہے۔ اور اگر کوئی ایسی باتوں میں نامور اور مشہور بھی ہو جائے تو یہ تو بہت ہی بری بات ہے۔

بَاب الْمَدْحِ

یہ باب تعریف کرنے کے بیان میں ہے

3742 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مُجَاهِدٍ

عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَحْثُوَ فِیْ وُجُوْهِ الْمَدَّاحِيْنَ التُّرَابَ

◆◆ حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی کہ ہم تعریف کرنے والوں کے چہروں پر مٹی پھینک دیں۔

3743 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ مَعْبَدٍ الْجُهَنِیِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِيَّاكُمْ وَالتَّمَادُحَ فَاِنَّهُ الذَّبْحُ

◆◆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ایک دوسرے کی تعریفیں کرنے سے بچو کیونکہ یہ ذبح کرنے کے مترادف ہے''۔

3744 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَدَحَ رَجُلٌ رَجُلًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مِرَارًا ثُمَّ قَالَ اِنْ كَانَ اَحَدُكُمْ مَادِحًا اَخَاهُ فَلْيَقُلْ اَحْسِبُهُ وَلَا اُزَكِّیْ عَلَی اللّٰهِ اَحَدًا

◆◆ عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوسرے شخص کی تعریف کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو' تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی ہے' یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ ارشاد فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کسی شخص نے اپنے بھائی کی تعریف ضرور کرنی ہو' تو یہ کہے: اس کے بارے میں میرا یہ گمان ہے باقی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی شخص کو نیک قرار نہیں دیتا۔

بَاب الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

یہ باب ہے کہ جس شخص سے مشورہ لیا جائے اس کے سپرد امانت کی جاتی ہے

3745 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِیْ بُكَيْرٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ

3742 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7430' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2393

3743: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3744: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2662' ورقم الحدیث: 6061' ورقم الحدیث: 6162' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7426' ورقم الحدیث: 7427' ورقم الحدیث: 7428' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4805

3745: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5128' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2822' ورقم الحدیث: 2369' ورقم الحدیث: 2370

اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس سے مشورہ لیا جائے اس کے سپرد امانت کی جاتی ہے''۔

مشورہ کے امانت ہونے کا بیان

3746 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شَرِیْكٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّیْبَانِیِّ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص سے مشورہ لیا جائے اس کے سپرد امانت کی جاتی ہے''۔

شرح

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجلسیں امانت کے ساتھ وابستہ ہیں البتہ تین مجلسیں یعنی تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں کہیں کوئی بات کی جائے تو دوسروں تک ان کو پہنچا دینا ضروری ہے (خواہ کہنے والا ان باتوں کو کتنا ہی اہم راز کیوں نہ سمجھے اور وہ تینوں یہ ہیں، (۱) جس خون کو ناحق بہانا حرام ہے اس کو بہانے (یعنی کسی کو ناحق قتل کرنے کے مشورہ ارادہ کی بات) (۲) حرام کاری یعنی زنا کرنے کے مشورہ وارادہ کی بات (۳) کسی کا مال ناحق چھیننے کے مشورہ وارادہ کی بات۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 992)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت باب المباشرۃ کی پہلی فصل میں ذکر کی جا چکی ہے۔ تشریح مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے یہ بات سنے کہ میں فلاں آدمی کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں یا فلاں عورت کے ساتھ بدکاری کروں گا یا فلاں شخص کا مال زور زبردستی ہتھیا ؤنگا تو اس طرح کی اس بات سننے والے کو چاہیے کہ وہ اس کو ایسا راز نہ سمجھے جس کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس کو فوراً ظاہر کر دے یعنی اس بات سے متعلقہ لوگوں کو آگاہ کر دے تا کہ وہ ہوشیار ہو جائیں اور اپنے آپ کو اس سے بچائیں اسی طرح مجلس کی باتوں کا افشاء کرنا بھی جائز ہے جن میں دین وملت اور قوم کا نقصان ہو یہ مطلب حضرت شیخ عبدالحق نے لکھا ہے۔ اور ملا علی قاری نے اس حدیث کی تشریح میں جو کچھ لکھا ہے اس کی روشنی میں مطلب یہ ہے کہ ایک مومن کے لئے مناسب یہ ہے کہ اگر وہ کسی مجلس میں لوگوں کو کوئی برا کام کرتے دیکھے تو وہ ان کی اس بدعملی کا چرچا کرتا نہ پھرے پھر البتہ تین مجلسیں ایسی ہیں کہ ان میں کی ہونے والی برائیوں کا چرچا کیا جا سکتا ہے جن میں سے ایک مجلس وہ ہے جس میں کسی کو ناحق قتل کیا جا رہا ہو، دوسری مجلس وہ ہے جس میں کسی عورت کی عصمت لوٹی جا رہی ہو اور تیسری مجلس وہ ہے جس میں کسی شخص کا مال ناحق ہتھیایا جا رہا ہو۔

3747 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ زَکَرِیَّا بْنِ اَبِیْ زَائِدَةَ وَعَلِیُّ بْنُ هَاشِمٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ اَبِیْ

3746: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3747 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَشَارَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُشِرْ عَلَيْهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص اپنے بھائی سے مشورہ لے تو وہ دوسرا شخص اسے مشورہ دے''۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی خادم ہے انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا جب ہمارے پاس کہیں سے غلام آئیں تو تم آ جانا میں تمہیں ایک غلام دے دوں گا چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو غلام آئے تو ابوالہیثم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یہ دو غلام ہیں ان دونوں میں سے کسی کو اپنے لئے پسند کرلو۔ ابوالہیثم نے عرض کیا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی میرے لئے کوئی غلام پسند فرمادیں حضور نے فرمایا جس شخص سے مشورہ لیا جائے اس کو امین ہونا چاہیے یعنی مشیر کو چاہیے کہ مشورہ چاہنے والے کی بھلائی کو بہر صورت ملحوظ رکھنا چاہیے اور وہی مشورہ دے جو اس کے حق میں بہتر ہو گویا حضور نے اس ارشاد کے ذریعہ ابوالہیثم پر واضح کر دیا جب تم نے حق کا انتخاب میرے سپرد کر دیا ہے اور مجھ سے مشورہ چاہتے ہو تو میں تمہیں وہی غلام دوں گا جو تمہارے لئے بہتر ہو۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا اس غلام کو لے جاؤ کیونکہ میں نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور بھلائی اختیار کرنے کی میری وصیت پر ہمیشہ عمل کرنا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 991)

ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ جب حضرت ابوالہیثم اس غلام کو گھر لے کر آئے اور اہلیہ سے فرمایا کہ سرکار نے مجھ کو یہ غلام دیا ہے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور بھلائی کرنے کی وصیت فرمائی تو ان کی بیوی نے کہا اس وصیت پر عمل پیرا ہونے کا حق شاید پوری طرح ادا نہ ہو سکے اس کے لئے اس کے ساتھ حسن سلوک یہی ہے کہ اس کو آزاد کر دیا جائے۔

بَاب دُخُوْلِ الْحَمَّامِ

یہ باب حمام میں داخل ہونے کے بیان میں ہے

3748- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح و حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا خَالِيْ يَعْلٰى وَجَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ اَنْعُمٍ الْاِفْرِيْقِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُفْتَحُ لَكُمْ اَرْضُ الْاَعَاجِمِ وَسَتَجِدُوْنَ فِيْهَا بُيُوْتًا يُقَالُ لَهَا الْحَمَّامَاتُ فَلَا يَدْخُلْهَا الرِّجَالُ اِلَّا بِاِزَارٍ وَّامْنَعُوْا النِّسَاءَ اَنْ يَّدْخُلْنَهَا اِلَّا مَرِيْضَةً اَوْ نُفَسَاءَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

3748: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4011

"تمہارے لیے عجمیوں کی سرزمین فتح کردی جائے گی، تم لوگ وہاں ایسے گھر پاؤ گے' جنہیں حمامات کہا جائے گا' تو وہاں مرد تہبند پہن کر داخل ہوں اور تم لوگ خواتین کو وہاں داخل ہونے سے منع کر دینا البتہ بیمار عورت یا نفاس والی عورت کے لیے (وہاں جانے کی اجازت ہے)"۔

3749- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح و حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اَنْبَاَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ اَبِي عُذْرَةَ قَالَ وَكَانَ قَدْ اَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى الرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ عَنِ الْحَمَّامَاتِ ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا فِي الْمَيَازِرِ وَلَمْ يُرَخِّصْ لِلنِّسَاءِ

حضرت ابو عذرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اقدس نصیب ہوا ہے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور خواتین کو حمام میں جانے سے منع کیا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ تہبند باندھ کر اس میں جا سکتے ہیں تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو اس کی اجازت نہیں دی۔

3750- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ اَبِي الْمَلِيحِ الْهُذَلِيِّ اَنَّ نِسْوَةً مِّنْ اَهْلِ حِمْصَ اسْتَاْذَنَّ عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَعَلَّكُنَّ مِنَ اللَّوَاتِي يَدْخُلْنَ الْحَمَّامَاتِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَيُّمَا امْرَاَةٍ وَّضَعَتْ ثِيَابَهَا فِي غَيْرِ بَيْتِ زَوْجِهَا فَقَدْ هَتَكَتْ سِتْرَ مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ

ابو ملیح ہذلی بیان کرتے ہیں: حمص سے تعلق رکھنے والی کچھ خواتین نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: شاید تم وہی خواتین ہو جو حمام میں جاتی ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' جو عورت اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ کہیں اور اپنے کپڑے اتارتی ہے' وہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردے کو چاک کر دیتی ہے۔

بَابُ الْاِطِّلَاءِ بِالنُّوْرَةِ

یہ باب پاؤڈر کے ذریعے بال صاف کرنے کے بیان میں ہے

3751- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هَاشِمٍ الرُّمَّانِيِّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اطَّلَى بَدَاَ بِعَوْرَتِهِ فَطَلَاهَا بِالنُّوْرَةِ وَسَائِرَ جَسَدِهِ اَهْلُهُ

3749 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4009' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2802

3750 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4010' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2803

3751 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

◆◆ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب بال صاف کرنا ہوتے تھے تو پہلے شرمگاہ کے آس پاس سے کرتے تھے، وہاں آپ ﷺ پاؤڈر لگاتے تھے، جب کہ آپ ﷺ کے باقی جسم پر آپ ﷺ کی اہلیہ لگا دیتی تھیں۔

3752 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي اِسْحَقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ كَامِلٍ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ حَبِيْبِ ابْنِ اَبِي ثَابِتٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلٰى وَوَلِيَ عَانَتَهُ بِيَدِهٖ

◆◆ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ (زیر ناف) بال صاف کرنے کے لیے پاؤڈر استعمال کرتے تھے، شرمگاہ کے آس پاس آپ ﷺ خود اسے لگاتے تھے۔

شرح

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مونچھیں ترشوانے، ناخن کٹوانے، بغل کے بال صاف کرانے اور زیر ناف مونڈنے کے بارے میں ہمارے لئے جو مدت متعین کی گئی ہے وہ یہ کہ ہم ان کو چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 351)

ابن مالک کہتے ہیں کہ حضرت ابوعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناخن اور لبوں کے بال، ہر جمعہ کو ترشواتے تھے، زیر ناف بال بیس دن میں صاف کرتے تھے اور بغل کے بال چالیس دن میں صاف کراتے تھے۔ قنیہ میں لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک بار ناخن ترشوا کر، لبوں کے بال ہلکے کرا کر اور جسم کے زائد بال صاف کرکے غسل کے ذریعہ اپنے بدن کو صاف ستھرا کیا جائے اگر ہر ہفتہ یہ ممکن نہ ہو تو ہر پندرھویں دن اس پر عمل کیا جائے، یہاں تک کہ چالیس دن سے زائد کا عرصہ گزر جائے تو یہ "بلا عذر ترک" کہلائے گا گویا ان چیزوں کے لئے ایک ہفتہ تو افضل مدت ہے پندرہ روزہ مدت اوسط درجہ پر مشتمل ہے اور آخری مدت چالیس دن ہے چالیس سے زیادہ گذارنے والا بلا عذر ترک کرنے والا اشمار ہوگا جس پر حنفیہ کے نزدیک وہ وعید کا مستحق ہوگا۔

مظہر کہتے ہیں کہ ابوعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ الاغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کو جانے سے پہلے لبوں کے بال اور ناخن کترتے تھے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغل کے بال اور ناف کے نیچے کے بال چالیس دن میں اور بعض حضرات کی روایت کے مطابق ایک مہینہ میں صاف کرتے تھے، ایک مہینہ والی روایت ایک معتدل قول ہے۔

بَاب الْقَصَصِ

یہ باب قصے بیان کرنے میں ہے

3753 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْهِقْلُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ الْاَسْلَمِيِّ

3752: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُصُّ عَلَى النَّاسِ إِلَّا أَمِيرٌ أَوْ مَأْمُورٌ أَوْ مُرَاءٍ

◆◆ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''صرف امیر یا امیر کی طرف سے مقرر کردہ شخص یا دکھاوا کرنے والے شخص ہی لوگوں کے سامنے قصہ بیان کر سکتے ہیں''۔

3754 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْعُمَرِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمْ يَكُنِ الْقَصَصُ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا زَمَنِ أَبِي بَكْرٍ وَلَا زَمَنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قصہ گوئی نہیں ہوا کرتی تھی۔

بَابُ الشِّعْرِ

یہ باب شعر کے بیان میں ہے

3755 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ ابْنِ عَبْدِ يَغُوثَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً

◆◆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''بعض شعر حکمت ہوتے ہیں''۔

3756 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكَمًا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''بعض شعر حکمت ہوتے ہیں''۔

3757 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

3753: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3754: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3755: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6145' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5009

3756: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5011' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2845

اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ

اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

وَكَادَ اُمَيَّةُ بْنُ اَبِی الصَّلْتِ اَنْ يُّسْلِمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے وہ لبید کا یہ مصرعہ ہے۔

"خبردار اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔"

امیہ بن ابوصلت (نامی شاعر) مسلمان ہونے کے قریب تھا۔

3758- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْلٰى عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَنْشَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ قَافِيَةٍ مِّنْ شِعْرِ اُمَيَّةَ بْنِ اَبِی الصَّلْتِ يَقُوْلُ بَيْنَ كُلِّ قَافِيَةٍ هِيهْ وَقَالَ كَادَ اَنْ يُّسْلِمَ

عمرو بن شرید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امیہ بن ابوصلت کے ایک سو اشعار سنائے' ہر شعر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے اور سناؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: وہ مسلمان ہونے کے قریب تھا۔

شرح

(**223**) يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كَاذِبُوْنَ (**224**) وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ

ترجمہ، وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں۔ اور شاعروں کی پیروی بہکے ہوئے لوگ ہی کرتے ہیں۔

گمراہ کن شاعری کی مذمت کا بیان

وہ شیاطین سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں یعنی جس بات کو فرشتوں سے سن لیتے ہیں وہ کاہنوں کو بتا دیتے ہیں۔ اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں۔ کیونکہ وہ سنی ہوئی باتوں میں ملاوٹ کر دیتے ہیں۔ اور یہ بیان واقعہ شیاطین کے آسمانوں پر چڑھنے سے روک دیئے جانے سے پہلے کا ہے۔ اور شاعروں کی پیروی ان کے شعروں میں بہکے ہوئے لوگ ہی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں اور نقل کر دیتے ہیں اور پس وہ اسی معاملہ میں برے ہیں۔

سورہ شعراء آیت ۲۲۳ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت شعراءِ کفار کے حق میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں شعر کہتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی

3757: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3841' ورقم الحدیث: 6146' ورقم الحدیث: 6489' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5848' ورقم الحدیث: 5849' ورقم الحدیث: 5850' ورقم الحدیث: 5851' ورقم الحدیث: 5852' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2850

3758: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5846' ورقم الحدیث: 5846' ورقم الحدیث: 5847

اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور ان کی قوم کے گمراہ لوگ ان سے ان اشعار کو نقل کرتے تھے۔ ان لوگوں کی آیت میں مذمت فرمائی گئی۔

شیطانی شاعری کی مذمت و برائی کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کے دوران عرج میں تھے کہ اچانک ایک شاعر سامنے سے نمودار ہوا جو اشعار پڑھنے میں مشغول تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ اس شیطان کو پکڑو یا یہ فرمایا کہ اس شیطان کو جانے دو یعنی اس کو شعر پڑھنے سے روک دیا، یاد رکھو! انسان کا اپنے پیٹ کو پیپ سے بھرنا اس میں اشعار بھرنے سے بہتر ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف، جلد چہارم، حدیث نمبر 745)

عرج، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان راستہ میں پڑنے والی ایک جگہ کا نام ہے جہاں ایک چھوٹی سی بستی بھی ہے اس راستے پر چلنے والے قافلے یہاں منزل کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سفر ہجرت اور حجۃ الوداع میں اس جگہ سے گزرے تھے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ حجۃ الوداع کے سفر کے دوران کا ہے۔ بہر حال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ شعر پڑھنے میں بری طرح مشغول ہے یہاں تک کہ اس کو وہاں موجود مسلمانوں کی طرف بھی کوئی التفات نہیں ہے بلکہ ایک طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں سے صرف نظر کرتے ہوئے بے محابا چلا جا رہا ہے۔ اور اس کو شوق شعر و شاعری نے اس درجہ بے باک بنا دیا ہے کہ وہ انسانی اور اخلاقی تقاضوں اور آداب زندگی کو فراموش کر بیٹھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے رگ و پے میں صرف شعر و شاعری ہی سرایت کئے ہوئے اور وہ پرلے درجے کا بے حیاء و بے ادب بن گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شیطان فرمایا جس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ یہ شخص رحمت الٰہی اور قرب الٰہی سے بعد اختیار کئے ہوئے اور ظاہر ہے کہ اس سے صورت حال کا صدور محض اس لئے ہوا کہ وہ اپنی شعر و شاعری کے غرور نخوت میں مبتلا تھا اس لئے آپ نے شعر کی مذمت کی۔

گمراکن شاعری اور شیطانی وسواس کا بیان

کافر شاعروں کی اتباع گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ عرب کے شاعروں کا دستور تھا کہ کسی کی مذمت اور ہجو میں کچھ کہہ ڈالتے تھے لوگوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ ہو جاتی تھی اور اسکی ہاں میں ہاں ملانے لگتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کیساتھ عرج میں جا رہے تھے راستے میں ایک شاعر شعر خوانی کرتے ہوئے ملا۔ آپ نے فرمایا اس شیطان کو پکڑ لو یہ فرمایا روکو۔ تم میں سے کوئی شخص خون اور پیپ سے اپنا پیٹ بھرلے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے اپنا پیٹ بھرے۔ انہیں ہر جنگل کی ٹھوکریں کھاتے کسی نے نہیں دیکھا؟ ہر لغو میں یہ گھس جاتے ہیں۔ کلام کے ہر فن میں بولتے ہیں۔ کبھی کسی کی تعریف میں زمین اور آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ کبھی کسی کی مذمت میں آسمان و زمین سر پر اٹھاتے ہیں جھوٹی خوشامد جھوٹی برائیاں گھڑی ہوئی بدیاں ان کے حصے میں آئی ہیں۔ یہ زبان کے بھانڈ ہوتے ہیں لیکن کام کے کاہل ایک انصاری اور ایک دوسری قوم کے شخص نے ہجو کا

مقابلہ کیا جس میں دونوں کے قوم کے بڑے بڑے لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ پس اس آیت میں یہی ہے کہ ان کا ساتھ دینے والے گمراہ لوگ ہیں۔ وہ وہ باتیں بکا کرتے ہیں جنہیں کسی نے کبھی کیا نہ ہو۔ اسی لئے علماء نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ اگر کسی شاعر نے اپنے شعر میں کسی ایسے گناہ کا اقرار کیا ہو جس پر حد شرع واجب ہوتی ہو تو آیا وہ حد اس پر جاری کی جائے گی یا نہیں؟ دونوں طرف علماء گئے۔ واقعی وہ فخر وغرور کے ساتھ ایسی باتیں بک دیتے ہیں کہ میں نے یہ کیا اور وہ کیا حالانکہ نہ کچھ کیا ہوا ور نہ ہی کر سکتے ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝

ترجمہ، کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں۔ اور یہ کہ بے شک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔

تخیلات کی وادیوں میں حیران پھرنے والے شعراء کا بیان

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں۔ یعنی یہی لوگ کلام اور اس فنون کی وادیوں میں پھرتے رہتے ہیں۔ اور وہ تضمین ملاتے ہیں اور تعریف وہجو میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ اور یہ کہ بے شک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ یعنی وہ جھوٹے ہوتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت نعمان بن عدی بن فضلہ کو بصرے کے شہر یسان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ وہ شاعر تھے ایک مرتبہ اپنے شعروں میں کہا کہ کیا حسینوں کو یہ اطلاع نہیں ہوئی کہ ان کا محبوب یسان میں ہے جہاں ہر وقت شیشے کے گلاسوں میں دور شراب چل رہا ہے اور گاؤں کی بھولی لڑکیوں نے گانے اور ان کے رقص وسرور مہیا ہیں ہاں اگر میرے کسی دوست سے ہو سکے تو اس بڑے اور بھرے ہوئے جام مجھے پلائے لیکن ان سے چھوٹے جام مجھے سخت ناپسند ہیں۔ اللہ کرے امیر المومنین کو یہ خبر نہ پہنچے ورنہ برا مانیں گے اور سزا دیں گے۔ یہ اشعار سچ مچ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ گئے آپ سخت ناراض ہوئے اور اسی وقت آدمی بھیجا کہ میں نے تجھے تیرے عہدے سے معزول کیا۔ اور آپ نے ایک خط بھیجا جس میں بسم اللہ کے بعد حم کی تین آیتیں (اليه المصير) تک لکھ کر پھر تحریر فرمایا کہ تیرے اشعار سے مجھے سخت رنج ہوا۔ میں تجھے تیرے عہدے سے معزول کرتا ہوں۔ چنانچہ اس خط کو پڑھتے ہی حضرت نعمان دربار خلافت میں حاضر ہوئے اور باادب عرض کیا کہ امیر المومنین واللہ نہ میں نے کبھی شراب پی نہ ناچ رنگ وگانا بجانا دیکھا، نہ سنا۔ یہ تو صرف شاعرانہ ترنگ تھی۔ آپ نے فرمایا یہی میرا خیال ہے لیکن میری تو ہمت نہیں پڑتی کہ ایسے فحش گو شاعر کو کوئی عہدہ دوں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بھی شاعر اپنے شعروں میں کسی جرم کے اعلان پر اگر چہ وہ قابل حد ہو تو حد نہیں لگائی جائے گی اس لئے کہ وہ جو کہتے ہیں سو کرتے نہیں ہاں وہ قابل ملامت اور لائق سرزنش ضرور ہیں۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ پیٹ کو لہو پیپ سے بھر لینا اشعار سے بھر لینے سے بدتر ہے۔ مطلب یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو شاعر ہیں، نہ ساحر، نہ کاہن، نہ مفتری ہیں۔ آپ کا ظاہر حال ہی آپ کے ان عیوب سے براءت کا بہت بڑا عادل گواہ ہے جیسے فرمان ہے کہ تو ہم نے انہیں شعر گوئی سکھائی ہے نہ اس کے لائق ہے یہ تو صرف نصیحت اور قرآن مبین ہے۔ اور آیت میں ہے یہ

رسول کریم کا قول ہے کسی شاعر کا نہیں تم میں ایمان کی کمی ہے یہ کسی کاہن کا قول نہیں۔تم میں نصیحت ماننے کا مادہ کم ہے یہ تو رب العلمین کی اتاری ہوئی کتاب ہے اس سورت میں بھی یہی فرمایا گیا کہ یہ رب العلمین کی طرف سے اتری ہے۔روح الامین نے تیرے دل پر نازل فرمائی ہے عربی زبان میں ہے اس لیے کہ تو لوگوں کو آگاہ کردے اسے شیاطین لے کر نہیں آئے نہ یہ ان کے لائق ہے نہ ان کی بس کی بات ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ کر دیئے گئے ہیں۔جو جھوٹے مفتری اور بدکردار ہوتے ہیں ان کے پاس شیاطین آتے ہیں جو اچٹتی باتیں سن سنا کر ان کے کانوں میں آ کر ڈال جاتے ہیں۔محض جھوٹ بولنے والے یہ خود ہوتے ہیں شاعروں کی پشت پناہی اوباشوں کا کام ہے وہ تو ہر وادی میں سرگرداں ہوتے ہیں زبانی باتیں بناتیں ہیں عمل سے کورے رہتے ہیں اس کے بعد جو فرمان ہے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

(227) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

ترجمہ:سوائے ان (شعراء) کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہے اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا،اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا عنقریب جان لیں گے کہ وہ کونسی پلٹنے کی جگہ پلٹ کر جاتے ہیں۔

ایمان وصالح عمل والے اہل ایمان کی شاعری کا وعید سے مستثنیٰ ہونے کا بیان

سوائے ان شعراء کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہے۔یعنی شاعری نے ان کو اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کیا۔(یعنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدح خواں بن گئے) اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد ظالموں سے بزبان شعر کفار کی ہجو کر کے انتقام لیا اور ان کفار کا جملہ اہل ایمان کی ہجو کرنے کے سبب ان سے انتقام لینے والے مؤمنین کیلئے یہ بات کوئی قابل ندامت نہیں ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ برائی کے ساتھ بلند آواز کو پسند نہیں کرتا ہاں البتہ جس پر ظلم کیا گیا اس کو اجازت ہے۔اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اسی مثل پر زیادتی کر سکتے ہو۔اور وہ لوگ جنہوں نے شاعری وغیرہ سے ظلم کیا عنقریب جان لیں گے کہ وہ مرنے کے بعد کونسی پلٹنے کی جگہ پلٹ کر جاتے ہیں۔

سورہ شعراء آیت ۲۲۷ کے سبب نزول کا بیان

جب اللہ نے قرآن کریم کی یہ آیت (وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ) 26 ۔الشعراء:224)،نازل فرمائی اور اس کے ذریعہ شعر وشاعری کی برائی اور اپنے احوال کے ذریعہ ان پر ظاہر فرمایا کہ شعر وشاعری بذات خود کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ اس میں برائی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کو غیر شرعی باتوں اور نامناسب مضامین کے اظہار کا ذریعہ بنایا جائے اور چونکہ عام طور پر شعراء فکر وخیال کی گمراہی اور زبان کلام کی بے اعتدالیوں کا شکار ہوتے ہیں اس لئے اللہ نے اس کی مذمت میں مذکورہ آیت نازل فرمائی ورنہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کوئی شخص اپنے اشعار کو حق وصداقت کے اظہار باطل وناحق کی تردید کا ذریعہ بنائے تو اس کی شعر وشاعری اس آیت کا محمول نہیں ہوگی بلکہ جو شعراء اپنے اشعار کے ذریعہ اللہ اور اللہ کے رسول کی خاطر کفار کا شعری مقابلہ

کرتے ہیں اور ان کی ہجو کا جواب ہجو دے کر گویا دین اسلام کی تائید کرتے ہیں وہ دراصل جہاد کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں لہذا تمہیں اطمینان رکھنا چاہیے کہ نہ تمہارے اشعار اس آیت کی روشنی میں قابل مذمت ہیں اور نہ تم ان شعراء میں داخل ہو جن کی برائی ظاہر کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی گئی ہے کیونکہ خود اللہ نے تم جیسے شعراء کو اپنے اس قول کے ذریعہ مذکورہ آیت کے حکم سے باہر رکھا ہے کہ۔ آیت ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ اس سے اگلی آیت جس میں شاعروں کی مذمت ہے جب اتری تو دربار رسول کے شعراء حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم روتے ہوئے دربار نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعروں کی تو یہ گت بنی اور ہم بھی شاعر ہیں اسی وقت آپ نے یہ دوسری آیت تلاوت فرمائی کہ ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے تم ہو ذکر اللہ بکثرت کرنے والے تم ہو مظلوم ہو کر بدلہ لینے والے تم ہو پس تم ان سے مستثنیٰ ہو۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ شعراء، بیروت)

صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ابوسفیان صخر بن حرب جب مسلمان ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا مجھے تین چیزیں عطا فرمایئے ایک تو یہ کہ میرے لڑکے معاویہ کو اپنا کاتب بنالیجیے۔ دوسرے مجھے کافروں سے جہاد کے لئے بھیجئے اور میرے ساتھ کوئی لشکر دیجیے تاکہ جس طرح کفر میں مسلمانوں سے لڑا کرتا تھا اب اسلام میں کافروں کی خبر لوں۔ آپ نے دونوں باتیں قبول فرمائیں ایک تیسری درخواست بھی کی جو قبول کی گئی۔ پس ایسے لوگ اس آیت کے حکم سے اس دوسری آیت سے الگ کر لئے گئے۔ ذکر اللہ خواہ وہ اپنے شعروں میں بکثرت کریں خواہ اور طرح اپنے کلام میں یقیناً وہ اگلے گناہوں کا بدلہ اور کفارہ ہے۔ اپنی مظلومی کا بدلہ لیتے ہیں۔ یعنی کافروں کی ہجو کا جواب دیتے ہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا تھا ان کفار کی ہجو کرو جبرائیل تمہارے ساتھ ہیں۔

حضرت کعب بن مالک شاعر نے جب شعراء کی برائی قرآن میں سنی تو حضور سے عرض کیا آپ نے فرمایا تم ان میں نہیں ہو مومن تو جس طرح اپنی جان سے جہاد کرتا ہے اپنی زبان سے بھی جہاد کرتا ہے۔ واللہ تم لوگوں کے اشعار تو انہیں مجاہدین کے تیروں کی طرح چھید ڈالتے ہیں۔ پھر فرمایا ظالموں کو اپنا انجام ابھی معلوم ہو جائے گا۔ انہیں عذر معذرت بھی کچھ کام نہ آئیگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ظالم سے بچو اس سے میدان قیامت میں اندھیروں میں رہ جاؤ گے۔ آیت عام ہے خواہ شاعر ہوں خواہ شاعر نہ ہوں سب شامل ہیں۔ حضرت حسن نے ایک نصرانی کے جنازے کو جاتے ہوئے دیکھ کر یہی آیت تلاوت فرمائی تھی۔ آپ جب اس آیت کی تلاوت کرتے تو اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ روم میں جب حضرت فضالہ بن عبید تشریف لے گئے اس وقت ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے جب انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا اس سے مراد بیت اللہ کی بربادی کرنے والے ہیں کہا گیا کہ اس سے مراد اہل مکہ ہیں، یہ بھی مروی ہے کہ مراد مشرک ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آیت عام ہے سب پر مشتمل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنی وصیت صرف دو سطروں میں لکھی۔

جو یہ تھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ ہے وصیت ابوبکر بن ابی قحافہ کی۔ اس وقت کی جب کہ وہ دنیا چھوڑ رہے تھے۔ جس وقت کافر بھی مومن ہو جاتا، فاجر بھی توبہ کر لیتا تب کاذب کو بھی سچا سمجھتا ہے میں تم پر اپنا خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنا رہا ہوں۔ اگر وہ عدل کرے تو بہت اچھا اور میرا گمان بھی ان کے ساتھ یہی ہے اور اگر وہ ظلم کرے اور کوئی تبدیلی کر دے تو میں غیب نہیں جانتا۔ ظالموں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس لوٹنے کی جگہ وہ لوٹتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ شعراء، بیروت)

بَاب مَا كُرِهَ مِنَ الشِّعْرِ

یہ باب ہے کہ کون سے اشعار ناپسندیدہ ہیں؟

3759- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ وَّاَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ الرَّجُلِ قَيْحًا حَتّٰى يَرِيَهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا اِلَّا اَنَّ حَفْصًا لَّمْ يَقُلْ يَرِيَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''آدمی کا ذہن پیپ سے بھر جائے یوں کہ وہ اس پر غالب آ جائے' یہ اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ شعر سے بھر جائے''۔

حفص نامی راوی نے اس کے غالب آنے کے الفاظ نقل نہیں کیے۔

3760- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِىْ قَتَادَةُ عَنْ يُّوْنُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ اَحَدِكُمْ قَيْحًا حَتّٰى يَرِيَهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تم میں سے کسی ایک شخص کا پیٹ سب سے بھر جائے یہاں تک کہ وہ اس پر غالب آ جائے یہ اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے وہ شعر سے بھر جائے''۔

3761- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ شَيْبَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ عَنْ يُّوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ النَّاسِ فِرْيَةً لَّرَجُلٌ هَاجٰى رَجُلًا فَهَجَا الْقَبِيْلَةَ بِاَسْرِهَا وَرَجُلٌ انْتَفٰى مِنْ اَبِيْهِ وَزَنّٰى اُمَّهُ

3759: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6155' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5853

3760: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5854' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2852

3761 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''سب سے بڑا جھوٹا الزام لگانے والا وہ شخص ہے' جو کسی شخص کی ہجو کرتے ہوئے اس کے پورے قبیلے کی ہجو کر دے اور وہ شخص ہے' جو اپنے باپ کی نفی کر کے اپنی ماں پر زنا کا الزام لگائے''۔

بَاب اللَّعِبِ بِالنَّرْدِ

یہ باب چوسر کھیلنے کے بیان میں ہے

چوسر کھیلنے کی سخت مذمت کا بیان

3762 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص چوسر کھیلتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے''۔

3763 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِيْرِ فَكَاَنَّمَا غَمَسَ يَدَهُ فِیْ لَحْمِ خِنْزِيْرٍ وَّدَمِهٖ

سلیمان بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص چوسر کھیلتا ہے گویا وہ اپنے ہاتھ کو خنزیر کے گوشت اور خون میں لت پت کر لیتا ہے۔

چوسر اور شطرنج کے متعلق مذاہب فقہاء کا بیان

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہر وہ کھیل جس میں قمار ہو وہ حرام ہے اور جس کھیل میں کسی بھی جانب سے کسی عوض کی شرط نہ ہو ان میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مباح ہیں۔ حرام تو نردشیر ہے۔ امام ابوحنیفہ اور اکثر شافعیہ کا یہی قول ہے اور بعض فقہاء نے کہا یہ مکروہ ہیں حرام نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ امام ابوداود نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے نردشیر (چوسر) کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے نردشیر کو کھیلا اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے خون اور گوشت میں رنگ

3762 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4938

3763 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5856' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4939

لیے اور سعید بن جبیر جب نردشیر (چوسر) کھیلنے والوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو سلام نہیں کرتے تھے۔

ان دلائل کی بناء پر جو شخص بار بار نردشیر (چوسر) کھیلے اس کی گواہی مقبول نہیں عام ازیں کہ وہ جوئے کے ساتھ کھیلے یا بغیر جوئے کے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا ظاہر مذہب ہے شطرنج بھی چوسر کی طرح حرام ہے۔

البتہ چوسر کی حرمت زیادہ شدید ہے کیونکہ اس کی حرمت میں صریح نص وارد ہے اور شطرنج کو چوسر پر قیاس کر کے حرام کیا گیا ہے۔ قاضی ابوالحسین سے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب حضرت ابن عمر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سعید بن مسیب قاسم سالم عروہ محمد بن علی بن حسین وراق اور امام مالک کے نزدیک شطرنج حرام ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ شطرنج مباح ہے۔ حضرت ابوہریرہ سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر کا بھی یہی مذہب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور شطرنج کی تحریم میں کوئی نص وارد نہیں ہے اور نہ ہی شطرنج اور نردشیر میں کوئی علت مشترکہ ہے۔ لہٰذا یہ اپنی اصل پر مباح ہے نیز شطرنج سے جنگی چالوں کی مشق ہوتی ہے لہٰذا یہ نیزہ بازی تیراندازی اور گھوڑے سواری کے مشابہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میسر یعنی جوئے کو حرام کیا ہے۔ (المائدہ: ۹۰) اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شطرنج کو بھی میسر فرمایا اور شطرنج کھیلنے والے اس کھیل سے جنگی چالوں کے تربیت حاصل کرنے کا قصد نہیں کرتے ان کا اس سے قصد صرف کھیل یا جوا ہوتا ہے۔ نیز اس میں مشغول ہو کر انسان نمازوں اور خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے امام احمد نے فرمایا کہ شطرنج کھیلنے والے کی شہادت بھی مردود ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ ابوبکر نے کہا کہ جو شخص شطرنج کو کھیلے تو یہ فعل حرام ہے اور اگر اس کو مباح سمجھنے والا کھیلے تو اس کی شہادت مسترد نہیں ہوگی الا یہ کہ اس کھیل کی وجہ سے وہ نمازوں سے غافل ہو جائے یا اس کھیل میں وہ جھوٹی قسمیں کھائے یا بازار میں بیٹھ کر کھیلے یا اس کی وجہ سے کوئی اور سستی اور بے وقعت حرکت ہو۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے سو شطرنج کا بھی وہی حکم ہے جو باقی مختلف فیہ مسائل کا حکم ہوتا ہے۔

(المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۲۔۱۷۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ علاؤالدین الحصکفی الحنفی لکھتے ہیں: نرد (چوسر) اور شطرنج کھیلنا مکروہ تحریمی ہے امام شافعی نے شطرنج کھیلنے کو مباح کہا ہے۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہی ہے یہ اس وقت ہے جب اس میں شرط نہ لگائی جائے اور نہ اس کو کھیلنے کی عادت بنائی جائے اور نہ اس میں مشغولیت کی بناء پر کسی واجب کو ترک کیا جائے ورنہ شطرنج کھیلنا بالاجماع حرام ہے۔

(درمختار علی حاشیہ ردالمحتار ج ۵ ص ۲۵۳۔۲۵۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

کرکٹ میچ کے متعلق امام احمد رضا کی ہدایت کا بیان

مولانا اقبال احمد نوری لکھتے ہیں: عرصہ ۲۰ سال کا ہوا حاجی احمد حسین صاحب نے نجیب آباد میں اتفاقیہ ملاقات کے دوران ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ جب میں بریلی ہائی سکول میں پڑھ رہا تھا اور وہیں بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا اور ہفتہ میں دو تین بار اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ میرٹھ کی ایک ٹیم ہر جگہ سے جیت کر فائنل میچ کھیلنے بریلی آئی ہیڈ ماسٹر انگریز بھی ساتھ تھا۔ پہلے روز بریلی کی ٹیم کھیلی

اور بیس رن بنا کر پوری ٹیم آؤٹ ہوگئی جس کے سبب بڑی سراسیمگی پیدا ہوگئی اور جیتنے کا کوئی امکان نہ رہا۔ اسی روز بعد مغرب میں اور غلام جیلانی (کہ ہم دونوں ہم سبق اور پیر بھائی تھے) اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کیفیت بیان کی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ میرٹھ اور بریلی ہر دو جگہ کے کھیلنے والے یہی امید لیے ہوئے ہیں کہ ہماری جیت ہو۔ پھر بریلی کے طلباء کی اگر امداد کی جائے جب کہ ہر دو فریق میں مسلم اور غیر مسلم طلباء موجود ہوں گے۔

عرض کیا ہاں حضور بات تو یہی ہے مگر ماسٹر قرب محمد صاحب جو سید ہیں حضور انہیں خوب جانتے ہوں گے۔ فرمایا ہاں! عرض کیا وہ لڑکوں کو گیند بلا بھی کھلاتے ہیں اور ڈرل ماسٹر بھی ہیں ان کی تنخواہ میں پندرہ روپیہ ترقی اس شرط پر قرار پائی ہے کہ بریلی والے جیت جائیں فرمایا یہ بات قابل غور ہے۔

ارشاد فرمایا اگر میرٹھ والوں کے سولہ نمبر (رن) بنیں تو بریلی والوں کی جیت ہے۔ عرض کی جی حضور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ کل صبح جب بریلی کے لڑکے کھیلنے کے لیے چلیں تو انہیں جو مسلمان ہوں انہیں سکھا دیا جائے کہ بسم اللہ پڑھ کر قدم جمائیں اور سیدھے ہاتھ کی انگلیوں پر چھنگلیاں سے شروع کریں اور کھیعص یہ پانچ حروف ہیں ہر حرف پڑھتے جائیں اور ایک ایک انگلی بند کرتے جائیں پھر الٹے ہاتھ پر حمعسق یہ بھی پانچ حروف ہیں ہر ہر حرف پڑھتے جائیں اور ایک ایک انگلی بند کرتے جائیں جب دونوں مٹھیاں بند ہو جائیں تب سورۃ الم ترکیف پڑھیں۔ جب ترمیہم پر پہنچیں تو اس کو دس بار پڑھیں اور ہر بار سیدھے ہاتھ کی ایک ایک انگلی کھولتے پھر الٹے ہاتھ کی یہاں تک دس بار ترمیہم پڑھنے دس انگلیاں کھل جائیں گی پھر بقیہ سورۃ (آیت) بحجارۃ من سجیل فجعلھم کعصف ماکول۔ پڑھ کر اپنی جگہ جا کر کھڑے ہو جائیں اور جوڑ کا گیند پھینکے اسے سکھا دیں کہ ہر ہر مرتبہ حم ینصرون پڑھ کر گیند پھینکے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۶ رن بنا کر میرٹھ کے وہ سب لڑکے آؤٹ ہوگئے جو نہ معلوم کہاں کہاں سے جیت کر آئے تھے۔ یہ تھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی فن ریاضی کمال کہیے یا کرامت کہ آپ نے ہمیشہ ایک ایسا عمل عطا فرما دیا کہ اس عمل کے ذریعہ ہر قسم کے مقابلوں میں فتح حاصل کی جا سکتی ہے بعض عاملین نے اس پر یہ کہا کہ کسی بھی قیمت پر میرٹھ والوں کے سولہ رن سے زیادہ بن ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ اس عمل میں بھی ایک عجیب فلسفہ اور حکمت ہے۔ کھیعص میں پانچ حروف ہیں حمعسق میں پانچ حروف ہیں اور ترمیہم میں چھ حروف ہیں۔ اس طرح کل ملا کر سولہ حرف ہوئے پس اعلیٰ حضرت نے اس عمل کے ذریعہ بندش کر دی تھی۔ لہذا سولہ رن سے آگے بڑھنا اور اس سے کم ہونا ناممکن تھا۔ (شمع شبستان رضا حصہ سوم ص ۵۰۔۴۸ مطبوعہ رومی پبلیکیشنز لاہور)

بَاب اللَّعِبِ بِالْحَمَامِ

یہ باب کبوتر بازی کرنے کے بیان میں ہے

3764- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ

3764 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ اِلٰى اِنْسَانٍ يَتْبَعُ طَائِرًا فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو ایک پرندے کے پیچھے جا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے جا رہا ہے''۔

شرح

اس شخص کو شیطان اس لئے فرمایا کہ وہ حق سے بعد اختیار کیے ہوئے تھا اور لایعنی و بے مقصد کام میں مشغول تھا اور ان کبوتروں کو اس بنا پر شیطان فرمایا کہ انہوں نے اس شخص کو بازی اور لہو ولعب میں مشغول کر کے ذکر الٰہی اور دین و دنیا کے دوسرے کاموں سے باز رکھا، اس سے معلوم ہوا کہ کبوتر بازی حرام ہے اور نووی نے لکھا ہے کہ انڈے سے بچے حاصل کرنے کے لئے دل کو بہلانے کی خاطر اور نامہ بری کے مقصد سے کبوتروں کو پالنا بلا کراہت جائز ہے لیکن ان کو اڑانا مکروہ ہے۔

3765- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَتْبَعُ حَمَامَةً فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کبوتر کے پیچھے جاتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا۔

''ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے جا رہا ہے''۔

3766- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ اَبِى الْحَسَنِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا وَّرَآءَ حَمَامَةٍ فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کبوتری کے پیچھے جاتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا۔

''ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے جا رہا ہے''۔

3767- حَدَّثَنَا اَبُوْنَصْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا رَوَّادُ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا اَبُوْسَعْدٍ السَّاعِدِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَتْبَعُ حَمَامًا فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کبوتر کے پیچھے جاتے ہوئے دیکھا تو

3765: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4940

3766: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3767: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ارشاد فرمایا۔

''ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے جا رہا ہے''۔

بَاب كَرَاهِيَةِ الْوَحْدَةِ

یہ باب ہے کہ تنہا ہونے کا ناپسندیدہ ہونا

3768 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُكُمْ مَّا فِی الْوَحْدَةِ مَا سَارَ اَحَدٌ بِلَيْلٍ وَّحْدَهٗ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اگر کسی شخص کو یہ پتہ چل جائے کہ اکیلے ہونے میں کتنا نقصان ہے' تو کوئی شخص رات کے وقت تنہا سفر نہ کرے''۔

شرح

اس چیز سے "دینی اور دنیاوی نقصانات "مراد ہیں۔ چنانچہ دینی نقصان تو یہ ہے کہ تنہائی کی وجہ سے نماز کی جماعت میسر نہیں ہوتی اور دنیوی نقصان یہ ہے کہ کوئی غم خوار و مددگار نہیں ہوتا کہ اگر کوئی ضرورت یا کوئی حادثہ پیش آئے تو اس سے مدد مل سکے۔"

سوار "اور "رات " کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ سوار کو پیادہ کی بہ نسبت زیادہ خطرہ رہتا ہے اور خصوصا رات میں۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم رات کے وقت چلنا اپنے لئے ضروری سمجھو کیونکہ رات کے وقت زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1016)

مطلب یہ ہے کہ جب تم کسی سفر کے لئے گھر سے نکلو تو محض دن کے وقت چلنے پر قناعت نہ کرو بلکہ تھوڑا سا رات کے وقت بھی چلا کرو کیونکہ رات میں سفر آسانی کے ساتھ طے ہوتا ہے اور اس خیال سے مسافر کی ہمت سفر پر کوئی بار نہیں ہوتا کہ ابھی میں نے بہت تھوڑا فاصلہ کیا ہے جب کہ حقیقت میں وہ کافی فاصلہ طے کر چکا ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اول تو رات کے وقت چلنے کے علاوہ اور کوئی شغل نہیں ہوتا دوسرے فاصلے کی علامات ونشانات پر نظر نہیں پڑتی اور یہ چیزیں راستہ چلنے والے کی نظر میں سفر کو بھاری کر دیتی ہے چنانچہ اسی مفہوم کو زمین کے لپیٹ دیئے جانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس سے یہ واضح ہو کہ یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ دن کے وقت بالکل چلو ہی مت، چنانچہ دوسری احادیث میں یہ حکم بیان فرمایا گیا ہے کہ اپنا سفر دن کے ابتدائی حصہ اور آخری حصہ میں طے (کرنے کی کوشش) کرو اور کچھ حصہ رات کے وقت بھی چلو۔

بَاب اِطْفَاءِ النَّارِ عِنْدَ الْمَبِيْتِ

یہ باب رات کے وقت آگ بجھا دینے میں ہے

3769 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

3768: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2998' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1673

وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ

◆◆ سالم اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تم لوگ سوتے ہوئے اپنے گھروں میں آگ کو جلتا ہوا نہ چھوڑو۔

3770 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْاُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ احْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَهْلِهِ فَحُدِّثَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاْنِهِمْ فَقَالَ اِنَّمَا هٰذِهِ النَّارُ عَدُوٌّ لَّكُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْهَا عَنْكُمْ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ میں ایک گھر میں گھر والوں سمیت آگ لگ گئی نبی اکرم ﷺ کو ان لوگوں کے بارے میں بتایا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب تم سونے لگو تو اسے بجھا دیا کرو۔

3771 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَهَانَا فَاَمَرَنَا اَنْ نُّطْفِئَ سِرَاجَنَا

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے اور آپ ﷺ نے ہمیں منع بھی کیا ہے، آپ ﷺ نے ہمیں یہ ہدایت کی ہے کہ ہم (رات کو سوتے وقت) اپنے چراغ بجھادیں۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ النُّزُوْلِ عَلَى الطَّرِيْقِ

یہ باب راستے میں پڑاؤ کرنے کی ممانعت میں ہے

3772 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا هِشَامٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْزِلُوْا عَلٰى جَوَادِّ الطَّرِيْقِ وَلَا تَقْضُوْا عَلَيْهَا الْحَاجَاتِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''بڑے راستے میں پڑاؤ اختیار نہ کرو اور وہاں قضائے حاجت نہ کرو''۔

شرح

حضرت سہل ابن معاذ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ "ایک مرتبہ جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

3769: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6293' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5225' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5246' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1813

3770: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6294' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5226

3771: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1717

ہمراہ جہاد میں گئے (اور منزل پر قیام کیا) تو لوگوں نے (اس) منزل کی (ساری جگہوں) کو تنگ کر دیا اور راستہ کو کاٹ دیا (یعنی بعض لوگوں نے بلاضرورت یا ضرورت سے زیادہ جگہوں پر قبضہ کر لیا جسکی وجہ سے دوسرے لوگوں کو جگہ کی تنگی ہو گئی اس طرح راستہ بھی تنگ ہو گیا جس سے آنے جانے والوں کو پریشانی ہونے لگی (چنانچہ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کرنے والے کو لوگوں کے درمیان بھیج کر یہ اعلان کرایا کہ جس شخص نے منزل کی (جگہوں) کو تنگ کیا یا راستے کو کاٹا تو لوگوں کو ضرر و تکلیف پہنچانے کی وجہ سے) اس کو جہاد کا ثواب نہیں ملے گا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1027)

بَاب رُكُوبِ ثَلَاثَةٍ عَلٰى دَابَّةٍ

یہ باب ہے کہ تین آدمیوں کا ایک جانور پر سوار ہونا

3773- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا مُوَرِّقٌ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّىَ بِنَا قَالَ فَتُلُقِّىَ بِىْ وَبِالْحَسَنِ اَوْ بِالْحُسَيْنِ قَالَ فَحَمَلَ اَحَدَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْاٰخَرَ خَلْفَهٗ حَتّٰى قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تھے' تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتے تھے ایک مرتبہ میں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں سے ایک کو آگے بٹھا لیا اور دوسرے کو پیچھے بٹھا لیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ آ گئے۔

شرح

حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ بدر کے دن (یعنی جنگ بدر میں موقع پر) ہماری یہ حالت تھی کہ ہم میں سے ہر تین آدمی ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے "یعنی تین تین آدمیوں میں ایک اونٹ تھا کہ وہ تینوں باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے) اور ابولبابہ اور حضرت علی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ میں شریک سفر تھے! حضرت عبداللہ نے بیان کیا کہ صورت حال یہ تھی کہ جب (اس اونٹ پر) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اترنے کی باری آتی تو ابولبابہ اور حضرت علی عرض کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے ہم پیدل چلیں گے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ ہی پر سوار رہیں) لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ "نہ تو تم (اس دنیا کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتے ہو (کہ بس تم پیدل چلنے کی طاقت رکھتے ہو اور میں پیدل نہیں چل سکتا) اور نہ میں (آخرت کا) زیادہ ثواب حاصل کرنے میں تم سے بے پرواہ ہوں (یعنی میں آخرت کے اجر و ثواب کا تم سے کم محتاج نہیں ہوں۔"

(شرح السنۃ، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1022)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمال انکسار و تواضع کے کس بلند مقام پر تھے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ

3773: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 6218' ورقم الحدیث: 6219' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2566

وسلم اپنے رفقاء اور ساتھیوں کے حق میں کسی قدر مہربان اور خیر خواہ تھے کہ ان کی راحت کو کبھی ترجیح نہیں دیتے تھے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی اور رسول ہونے کی حیثیت سے معصوم عن الخطا تھے اور اللہ کے محبوب بندے تھے مگر اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الوہیت میں اپنی عبدیت کے اقرار کے طور پر اللہ کی طرف سے اپنے احتیاج اور اس کے حضور میں اپنی مکمل بیچارگی کو ظاہر فرمایا کرتے تھے۔

سفر میں ضرورت مند کی مدد کرنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ایک موقع پر جب کہ ہم ایک سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اچانک ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹ پر آیا اور اونٹ کو دائیں بائیں پھیرنے موڑنے لگا، چنانچہ یہ (دیکھ کر) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس (اپنی ضرورت سے) زائد سواری ہو اس کو چاہئے کہ وہ سواری اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور اس شخص کے پاس اپنی ضرورت سے زائد کھانے پینے کا سامان ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ کھانے پینے کا سامان اس شخص کو دے جس کے پاس کھانے پینے کا سامان نہیں ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال اور چیزوں کی اقسام کو ذکر کیا (یعنی آپ نے چیزوں کا نام لے کر فرمایا کہ جس کے پاس فلاں چیز اور فلاں چیز جیسے کپڑا وغیرہ اپنی حاجت سے زائد ہو تو اس کو اس شخص پر خرچ کیا جانا چاہئے جس کے پاس وہ چیز نہ ہو) یہاں تک کہ (آپ کی ترغیب و نصیحت سے) ہمیں احساس ہو گیا کہ ہم میں سے کسی کا اپنی اس چیز پر کوئی حق نہیں ہے جو اس کے پاس اس کی ضرورت سے زائد ہے (بلکہ اس چیز کا حقیقی مستحق وہ شخص ہے جو اس وقت اس چیز سے محروم ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1007)

دائیں بائیں پھیرنے موڑنے لگا " کا مطلب یہ تو یہ ہے کہ اس کا اونٹ اتنا تھک گیا تھا یا پوری خوراک نہ ملنے کی وجہ سے اتنا لاغر ہو گیا تھا کہ وہ شخص اس اونٹ کو کسی ایک جگہ پر کھڑا کر دینے پر قادر نہیں ہو رہا تھا بلکہ کبھی اس کو دائیں موڑ دیتا تھا اور کبھی بائیں گھما دیتا تھا۔ یا مطلب ہے کہ وہ شخص اپنی آنکھوں کو چاروں طرف پھیرتا تھا اور ان کو دائیں بائیں گھما کر یہ دیکھتا تھا کہ کہیں سے اس کو وہ چیزیں مل جائیں جو اس کی ضرورت اور حاجتوں کو پورا کر دیں۔ اس صورت میں حاصل یہ ہو گا کہ اس شخص کے پاس نہ تو سواری کے لئے کوئی مناسب انتظام تھا اور نہ اس کے ساتھ کھانے پینے اور اوڑھنے بچھونے کا کوئی سامان تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس بے سروسامانی کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا اور پھر ترغیب دلائی کہ وہ اس ضرورت مند اور درماندہ کی خبر گیری کریں۔

بَاب تَتْرِيبِ الْكِتَابِ

یہ باب ہے کہ خطوط پر مٹی لگانا' تا کہ سیاہی پھیلے نہیں

3774- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا بَقِيَّةُ أَنْبَأَنَا أَبُو أَحْمَدَ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ أَبِي

3774: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرِّبُوْا صُحُفَكُمْ اَنْجَحُ لَهَا اِنَّ التُّرَابَ مُبَارَكٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "اپنے خطوط کو مٹی سے آلودہ کرلیا کرو یہ ان کے لیے زیادہ مناسب ہے، بے شک مٹی مبارک ہے"۔

شرح

کاغذ وغیرہ پر لکھنے کے بعد مٹی چھڑکنا بڑا قدیم طریقہ ہے اور عام طور پر اس کا مقصد روشنائی کو خشک کرنا سمجھا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ طریقہ حاجت براری کے لئے ایک مخصوص تاثیر رکھتا ہے اور یہ تاثیر بلحاظ خاصیت ہے کہ اس کا سبب شارع کے علاوہ اور کسی کو معلوم نہیں ہے تاہم بعض عارفین نے پہلے معنی یعنی مٹی ڈال دے کی وضاحت میں لکھا ہے کہ ایسا کرنا دراصل اپنے لکھے ہوئے پر خاک ڈالنے کے مفہوم کے مترادف ہے بایں طور کہ اس فعل سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ اپنے مقصد وحاجت کے لئے نہ تو اپنے اس مکتوب پر اعتبار ہے اور نہ مکتوب الیہ کو حقیقی حاجت روا کا درجہ دینا مقصود ہے بلکہ حقیقی اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے کہ وہی مقصد کو پورا کرنے اور حاجت برلانے والا ہے لہٰذا یہ مکتوب محض اظہار حال کا ایک ظاہری ذریعہ ہے حقیقی درخواست تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہے۔ "یا مٹی چھڑک کر جھاڑ دے "اور یہ ترجمہ اس اعتبار سے ہے کہ مٹی ڈالنے کی صورت میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ مٹی کسی دوسرے کی ملکیت سے متعلق ہو اور اس طرح مالک کی اجازت کے بغیر اس کی چیز کو صرف کرنا لازم آئے جب کہ مٹی چھڑک کر جھاڑ دینے میں اس طرح کی کوئی بات لازم نہیں آتی چنانچہ اس دوسرے ترجمہ کی تائید اور اس قصے سے بھی ہوتی ہے جس کو امام غزالی نے منہاج العابدین میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے جو کسی کرایہ کے مکان میں رہائش پذیر تھا ایک پرچہ لکھا پھر جب اس نے یہ چاہا کہ مکان کی دیوار سے تھوڑی سے مٹی لے کر پرچہ پر ڈالے تو اس کو خیال ہوا کہ یہ مکان کرایہ کا ہے اور اس کی دیوار سے مٹی لے کر صرف کرنا غیر مناسب ہے لیکن معا دل میں دوسرا خیال یہ بھی آیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے چنانچہ اس نے مٹی لے کر پرچہ پر ڈال دی اس کے اس نے یہ غیبی ندا سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے اس مٹی کو حلال جاننے والا جلدی ہی اس چیز کو جان لے گا جو کل کے دن یعنی روز حشر طویل حساب کے سبب اس کو پیش آنے والی ہے۔

امام طبرانی نے اوسط میں بطریق مرفوع حضرت ابوداؤد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اذا کتب احدکم الی انسان فلیبدا بنفسہ واذا کتب فلیترب کتابہ فھو انجح ۔یعنی جب تم میں سے کوئی شخص کسی آدمی کو خط لکھے تو چاہیے کہ اس کو اپنی طرف سے شروع کرے اور جب اس خط کو لکھ لے تو اس پر مٹی چھڑک دے کیوں کہ یہ چیز حاجت براری کے لئے بہت کارآمد ہے۔ حقیقی درخواست تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہے۔

بَابٌ لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ

یہ باب ہے کہ دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر باہم سرگوشی نہ کریں

3775- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ

اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کُنْتُمْ ثَلَاثَۃً فَلَا یَتَنَاجٰی اثْنَانِ دُوْنَ صَاحِبِہِمَا فَاِنَّ ذٰلِکَ یُحْزِنُہٗ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جب تم تین لوگ ہو' تو دو آدمی اپنے ساتھی کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی میں بات نہ کریں' کیونکہ یہ چیز اس (تیسرے) کو غمگین کر دے گی''۔

3776- حَدَّثَنَا ہِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَتَنَاجٰی اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر باہم سرگوشی میں بات چیت کریں۔

شرح

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ غزوہ طائف کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو بلایا اور اس سے سرگوشی کرنے لگے (یعنی ایسا نظر آ رہا تھا جیسے کسی خاص مسئلہ پر ان کے ساتھ چپکے چپکے باتیں کر رہے ہیں اور جب ان باتوں کا سلسلہ کچھ دراز ہو گیا تو (منافقین نے یا صحابہ میں عام) لوگوں نے کہا: اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ تو رسول اللہ نے بڑی دیر تک کانا پھوسی کی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سنا تو) فرمایا: "علی کے ساتھ میں نے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے ان سے سرگوشی کی ہے۔

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 712)

بلکہ اللہ نے سرگوشی کی "یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا تھا کہ بعض باتیں چپکے چپکے علی تک پہنچا دوں، اس لئے حکم الٰہی کی تعمیل میں میں نے ان کے ساتھ چپکے چپکے باتیں کی ہیں نہ کہ میں ان کے ساتھ وہ کانا پھوسی کر رہا تھا جو آداب مجلس کے خلاف ہے اور چونکہ وہ سرگوشی اللہ کے حکم کی تعمیل میں تھی لہٰذا اس صورت میں گویا اللہ نے ان سے سرگوشی کی، مصداق کے اعتبار سے یہ جملہ ایسا ہی ہے جیسا ایک آیت قرآن کا یہ فقرہ: (وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی، الانفال: 17) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی: اس سلسلہ میں یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سرگوشی کا موضوع دراصل اس غزوہ کی بابت کچھ ایسے نقطے اور راز کی باتیں تھیں جن کا تعلق دین کے ضمن میں آنے والے دنیاوی انتظام و معاملات سے تھا اور جن کا برسر عام تذکرہ حکمت و پالیسی کے خلاف تھا یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منجانب اللہ نازل شدہ دین کی کوئی بات یا دینی امور سے متعلق کچھ احکام سب لوگوں سے چھپا کر حضرت علی کو دیئے خود حضرت علی

3775: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5661' ورقم الحدیث: 5662' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4851' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2825

3776: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

نے اس طرح کے خیال کے مبنی بر حقیقت ہونے کی تردید کی ہے۔

چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے کہ: جب کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ایسی چیز (یعنی کوئی ایسا خدائی حکم و فرمان) ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے! حضرت علی نے جواب دیا اس ذات کی قسم جس نے زمین سے دانہ اگایا اور ذی روح کو پیدا کیا، میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے جو قرآن میں موجود ہے ہاں کتاب اللہ کی وہ سمجھ مجھے حاصل ہے جو (حق تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم کے تحت) کسی کو حاصل ہوتی ہے اور یہ ایک صحیفہ میرے پاس ہے (جس میں وراثت و دیت وغیرہ کے کچھ احکام لکھے ہوئے ہیں)۔

بَاب مَنْ كَانَ مَعَهُ سِهَامٌ فَلْيَأْخُذْ بِنِصَالِهَا

یہ باب ہے کہ جس شخص کے پاس تیر ہوں وہ پھل کی طرف سے انہیں پکڑے

3777- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ اَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ مَرَّ رَجُلٌ بِسِهَامٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بِنِصَالِهَا قَالَ نَعَمْ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص مسجد میں سے تیر لے کر گزرا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پھل کی طرف سے پکڑلو اس نے عرض کی: جی اچھا۔

3778- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُو اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ جَدِّهِ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ اَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَّ اَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا اَوْ فِي سُوقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلٰى نِصَالِهَا بِكَفِّهِ اَنْ يُصِيبَ اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِشَيْءٍ اَوْ فَلْيَقْبِضْ عَلٰى نِصَالِهَا

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ 'نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کوئی شخص ہماری اس مسجد یا بازار میں سے گزرے اور اس کے پاس تیر ہوں' تو وہ انہیں پھل کی طرف سے پکڑے تاکہ وہ کسی مسلمان کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا دیں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) وہ پھل والی طرف کو اپنی ہتھیلی میں رکھے"۔

بَابُ ثَوَابِ الْقُرْاٰنِ

یہ باب قرآن پڑھنے کے ثواب میں ہے

3777: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 451' ورقم الحدیث: 7073' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6604' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 717

3778: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 452' ورقم الحدیث: 7075' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6608' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2587

قیامت کے دن قرآن کا عرش کے نیچے ہونے کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن عرش کے نیچے تین چیزیں ہوں گی ایک تو قرآن جو بندوں سے جھگڑے گا اور قرآن کے لئے ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ عرش کے نیچے دوسری چیز امانت ہو گی تیسری چیز جو پکارے گی، خبردار! جس شخص نے مجھے بلایا (یعنی میرے حق کی رعایت کی بایں طور کہ میرے احکام کی فرمانبرداری کا جو حق اس پر ہے اس کو ادا کیا) تو اللہ تعالیٰ اسے بھی (اپنی رحمت کے ساتھ) ملائے گا اور جس شخص نے مجھے توڑا (یعنی میرے حق کو ادا نہیں کیا) تو اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کو توڑے گا (یعنی اس پر رحمت خاص متوجہ نہ ہوگی)۔ (شرح السنہ، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 644)

عرش کے نیچے تین چیزیں ہوں گی سے دراصل اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ قیامت کے روز ان تین چیزوں کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کمال قرب واعتبار حاصل ہوگا اور حق سبحانہ وتعالیٰ ان کے حق کو اور ان کے ثواب کو جو ان کے اختیار کرنے والوں کو ملے گا ضائع نہیں کرے گا۔ بندوں سے جھگڑے گا کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنی دنیاوی زندگی میں قرآن کی تعظیم نہ کی ہوگی اور اس پر عمل نہ کیا ہوگا قیامت کے روز قرآن کریم ان سے جھگڑے گا یعنی ان کو سزا دلوائے گا اور جن لوگوں نے اپنی دنیاوی زندگی میں قرآن کریم کی تعظیم بھی کی ہوگی اور اس پر عمل بھی کیا ہوگا تو قرآن ان کی طرف سے جھگڑے گا یعنی بارگاہ رب العزت میں ان کی طرف سے وکالت اور اس کی شفاعت کرے گا۔

قرآن کے لئے ظاہر بھی ہے کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم میں احکام وغیرہ بیان کئے گئے ہیں ان کے معنی بالکل ظاہر اور واضح ہیں جن کو اکثر لوگ سمجھتے ہیں ان میں کسی غور وفکر اور تامل کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح باطن کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے کچھ معنی ایسے ہیں جنہیں سمجھنے کے لئے غور وفکر اور تفسیر وتامل کی ضرورت ہوتی ہے یا یوں کہئے کہ ان معنی کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا بلکہ خواص اور علماء ہی سمجھتے ہیں اس ارشاد گرامی سے گویا اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ قرآن پر عمل نہیں کرتے ان سے قیامت کے روز قرآن کے بارہ میں ہر شخص کی سمجھ اور اس کے علم کے بقدر ہی مواخذہ ہوگا امانت سے حقوق اللہ اور حقوق العباد مراد ہیں کہ جن کی ادائیگی لازم ہے۔

ماہر قرآن کی فضیلت کا بیان

3779- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ يَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ اثْنَانِ

3779 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4937' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1859' ورقم الحدیث: 1860' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 1454' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2904

سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قرآن کا ماہر معزز اور نیک فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ جو شخص قرآن پڑھتے ہوئے اس میں اٹکتا ہو(اور پڑھنا) اس کے لیے مشکل کا باعث ہوتا ہو تو اسے دوگنا اجر دیا جائے گا۔

شرح

ماہر قرآن وہ شخص ہے جس کو قرآن خوب یاد ہو، اٹکے بغیر پوری روانی سے پڑھتا ہو اور اس کے لئے قرآن پڑھنا کوئی مشکل اور دشوار امر نہ ہو۔ اسی طرح فرشتوں سے وہ فرشتے مراد ہیں جو لوح محفوظ سے اللہ تعالیٰ کی کتابیں نقل کرتے ہیں یا وہ فرشتے بھی مراد ہو سکتے ہیں جو بندوں کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔ اس ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ ماہر قرآن ان عظیم فرشتوں کے ساتھ ہے بایں طور کہ وہ دنیا میں ان ہی جیسا عمل کرتا ہے اور آخرت میں اسے جو منازل اور درجات عالیہ حاصل ہوں گے ان میں وہ فرشتوں کا رفیق ہوگا۔ جس شخص کو قرآن اچھی طرح یاد نہ ہو اور اٹک اٹک کر پڑھتا ہو تو اسے دو ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔

ایک ثواب تو پڑھنے کا اور دوسرا ثواب اس مشقت کا جو اسے قرآن پڑھنے میں ہوتی ہے اس طرح گویا قرآن شریف پڑھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو شخص قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے وہ ماہر قرآن سے زیادہ ثواب پاتا ہے! کیونکہ ماہر قرآن کو تو بہت زیادہ ثواب ملتا ہے بایں طور کہ ملائکہ مذکورین کی رفاقت جیسی عظیم سعادت کی بشارت دی گئی ہے بہر حال حاصل یہ کہ افضل تو ماہر قرآن ہے لیکن اٹک اٹک کر پڑھنے والے کے لئے بھی باعتبار مشقت ایک طرح کی فضیلت اور ثواب ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور (بہشت کے درجوں پر) چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا پس تیری منزل اس آخری آیت پر ہوگی جسے تو پڑھے گا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 645)

صاحب قرآن سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن کریم کی ہمیشہ تلاوت بھی کرتا رہے اور اس پر عمل پیرا بھی ہو، وہ شخص مراد نہیں ہے جو تلاوت تو کرتا ہے مگر اس پر عمل نہ کرے بلکہ پہلے بتایا بھی جا چکا ہے کہ ایسا شخص کسی جزاء اور انعام کا مستحق تو کیا ہوگا، الٹا قرآن کی لعنت میں گرفتار ہوگا کیونکہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے، مگر اس پر عمل نہیں کرتا قرآن اس پر لعنت کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک یہ روایت پیش نظر رہنی چاہیے کہ جس شخص نے قرآن پر عمل کیا اس نے گویا ہمیشہ قرآن پڑھا اگرچہ حقیقت میں نہ پڑھا ہو اور جس شخص نے قرآن پر عمل نہیں کیا اس نے گویا قرآن پڑھا ہی نہیں۔

اگرچہ حقیقت میں پڑھا ہو، حاصل یہ کہ قرآن کی محض تلاوت ہی کافی نہیں ہے بلکہ بنیادی چیز قرآن پر عمل کرنا ہے۔ پڑھتا جا اور چڑھتا جا۔ یعنی قرآن کریم پڑھتا جا اور پڑھی ہوئی آیتوں کے بقدر جنت کے درجات پر چڑھتا جا جتنی آیتیں تو پڑھے گا اتنے ہی درجات تک تیری رسائی ہوگی، ایک روایت میں منقول ہے کہ قرآن کریم کی جتنی آیتیں ہیں جنت کے اتنے ہی درجات ہیں لہذا اگر کوئی شخص پورا قرآن پڑھے گا تو وہ جنت کے سب سے اونچے درجات میں سے اس درجہ پر پہنچے گا جس کا وہ اہل اور جو اس کے لائق ہوگا۔

یہ بات پہلے ہی بتائی جاچکی ہے کہ آداب تلاوت قرآن کریم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ یعنی ٹھہر ٹھہر کر اور لب ولہجہ کے پورے سکون ووقار کے ساتھ پڑھا جائے۔ چنانچہ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو حافظ قرآن کریم ترتیل کے ساتھ پڑھتے ہیں ان کا جنت میں بڑا مرتبہ ہوگا۔ قرآن کریم کی آیتوں کی تعداد کوفیوں کے اصول کے اعتبار سے جن کا فن قرات اور اصول ہمارے اطراف میں مروج ہے چھ ہزار دو سو چھتیس ہے اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں مزید تفصیل و وضاحت کے لئے تجوید وقرات کی کتابوں سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

3780- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى اَنْبَاَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ اقْرَاْ وَاصْعَدْ فَيَقْرَاُ وَيَصْعَدُ بِكُلِّ اٰيَةٍ دَرَجَةً حَتّٰى يَقْرَاَ اٰخِرَ شَىْءٍ مَّعَهٗ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قرآن کے حافظ سے کہا جائیگا جب وہ جنت میں داخل ہوگا تم قرات کرو اور جنت (کے درجوں) پر چڑھنا شروع کرو۔ وہ قرات کرے گا اور ہر آیت کے ساتھ ایک درجے پر چڑھے گا۔ یہاں تک کہ وہاں تک تلاوت کرے گا جو اسے سب سے آخری آیات یاد ہوگی۔

3781- حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِىْءُ الْقُرْاٰنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَالرَّجُلِ الشَّاحِبِ فَيَقُوْلُ اَنَا الَّذِىْ اَسْهَرْتُ لَيْلَكَ وَاَظْمَاْتُ نَهَارَكَ

◆◆ حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن قرآن ایک برے حال والے شخص کی شکل میں آئے گا اور یہ کہے گا میں نے ہی تمہیں رات کے وقت جگائے رکھا اور دن کے وقت تمہیں پیاسا رکھا۔

3782- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ اَنْ يَّجِدَ فِيْهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ اٰيَاتٍ يَقْرَؤُهُنَّ اَحَدُكُمْ فِىْ صَلَاتِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ سِمَانٍ عِظَامٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کیا کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر جائے تو وہاں تین موٹی تازی اونٹنیاں پائے۔ ہم نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تین آیات جنہیں کوئی شخص اپنی نماز میں تلاوت کرے یہ اس کے لیے تین موٹی تازی اونٹنیوں سے زیادہ بہتر ہے۔

3780: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3781: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3782: اخرجہ مسلم فی "الصحیح"، رقم الحدیث: 1869

شرح

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔ تو ہم صفہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ ہر روز بطحان یا عقیق کی طرف جائے اور وہاں سے دو اونٹنیاں بڑے کوہان والی بغیر کسی گناہ کے اور بغیر انقطاع صلہ رحمی کے لائے؟

ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم سب پسند کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو پھر سن لو کہ تم میں سے جو شخص مسجد میں جاتا ہے اور وہاں کتاب اللہ کی دو آیتیں کسی کو سکھاتا ہے یا خود پڑھتا ہے تو وہ اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے تین آیتیں اس کے لئے تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیتیں اس کے لئے چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ حاصل یہ کہ آیتوں کی تعداد اونٹنیوں کی تعداد سے بہتر ہے (یعنی پانچ آیتیں پانچ اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چھ آیتیں چھ اونٹنیوں سے بہتر ہیں اسی طرح آگے تک قیاس کیا جائے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 622)

صفہ وہ سایہ دار چبوترہ تھا جو مسجد نبوی کے سامنے بنا ہوا تھا اور وہ مہاجرین صحابہ جن کے نہ گھر بار تھا اور نہ بیوی بچے اور عبادت و زہد کے انتہائی بلند مقام پر تھے وہ اسی چبوترہ پر رہا کرتے اور ہمہ وقت بارگاہ نبوت سے اکتساب فیض کرتے رہتے تھے گویا وہ اسلام کی سب سے پہلی اقامتی اور تربیتی درگاہ تھی جس کے معلم اول خود سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور طلباء کی جماعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مشتمل تھی۔

بطحان مدینہ کے قریب ایک نالہ تھا اسی طرح عقیق بھی ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ کے مضافات میں تقریباً چار میل کے فاصلہ پر ہے ان دونوں جگہوں پر اس زمانہ میں بازار لگا کرتے تھے جس میں اونٹوں کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ اہل عرب کے ہاں اونٹ ایک متاع گرانمایہ کے درجہ کی چیز تھی خصوصاً بڑے کوہان کے اونٹ کی قدر و قیمت کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے بلیغ اسلوب میں صحابہ سے مذکورہ سوال کر کے اس چیز کی طرف رغبت دلائی جو باقی رہنے والی ہے اور اس چیز سے نفرت دلائی جو دنیاوی اعتبار سے کتنی ہی قدر و قیمت کی کیوں نہ ہو لیکن مآل کار فانی اور ختم ہو جانے والی ہے۔ لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ آپ نے اونٹ کا ذکر ان کو سمجھانے کے لئے صرف بطریق تمثیل فرمایا ورنہ تو دنیا کی تمام چیزیں بھی ایک آیت کے مقابلہ پر کوئی حقیقت اور قدر و قیمت نہیں رکھتیں۔

3783- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْاَزْهَرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْقُرْاٰنِ مَثَلُ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ تَعَاهَدَهَا صَاحِبُهَا بِعُقُلِهَا اَمْسَكَهَا عَلَيْهِ وَاِنْ اَطْلَقَ عُقُلَهَا ذَهَبَتْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے۔ اگر آدمی اس کا خیال رکھے گا اور اسے باندھ کر رکھے گا تو اسے روک کے رکھے گا اور اگر اس کو چھوڑ دے گا تو وہ چلا جائے گا۔

3783 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1837

شرح

اگر اونٹ کا نگہبان و مالک اپنے اونٹ کی طرف سے غفلت برتے تو اونٹ رسی سے نکل بھاگتا ہے اسی طرح اگر قرآن کریم برابر نہ پڑھا جاتا رہا تو وہ اونٹ سے بھی جلدی سینہ سے نکل جاتا ہے یعنی جلدی بھول جاتا ہے۔

3784- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ شَطْرَيْنِ فَنِصْفُهَا لِيْ وَنِصْفُهَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوْا يَقُوْلُ الْعَبْدُ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ فَيَقُوْلُ (الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) فَيَقُوْلُ اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ يَقُوْلُ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) فَيَقُوْلُ اللّٰهُ مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ فَهٰذَا لِيْ وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنِ يَقُوْلُ الْعَبْدُ (اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ) يَعْنِيْ فَهٰذِهٖ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ وَاٰخِرُ السُّوْرَةِ لِعَبْدِيْ يَقُوْلُ الْعَبْدُ (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ) فَهٰذَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس کا نصف حصہ میرے لیے ہے اور نصف حصہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اسے ملے گا۔ راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ پڑھو' بندہ پڑھتا ہے۔ ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری حمد بیان کی میرا بندہ جو مانگے گا وہ اسے ملے گا۔ پھر بندہ کہتا ہے رحمان اور رحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی تو میرا بندہ جو مانگے گا وہ اسے ملے گا۔ پھر بندہ کہتا ہے جزا کے دن کا مالک۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی تو (سورۃ فاتحہ کا یہ حصہ) میرے لیے اور (اگلی) آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان نصف' نصف ہے۔ بندہ کہتا ہے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں یعنی یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اسے ملے گا اور سورۃ کا آخری حصہ میرے بندے کے لیے ہے۔ میرا بندہ یہ کہتا ہے تو ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھ۔ وہ سیدھا راستہ جو ان لوگوں کا ہے جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان لوگوں کا جن پر غضب کیا گیا اور جو گمراہ ہوئے تو یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اسے ملے گا۔

3785- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ

3784: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3785 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 4474' ورقم الحدیث: 4647' ورقم الحدیث: 4703' ورقم الحدیث: 5006' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 1458' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 912

عَاصِمٍ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُعَلِّمُكَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ اَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَخْرُجَ فَاَذْكَرْتُهٗ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَهِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ

حضرت ابوسعید بن معلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں مسجد میں باہر جانے سے پہلے قرآن کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم نہ دوں۔ راوی بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر جانے لگے تو میں نے آپ کو یاد کروایا تو آپ نے فرمایا: الحمدللہ رب العلمین یہی سبع مثانی ہے اور وہ قرآن عظیم جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔

شرح

صحاح ستہ میں یہ روایت آتی ہے کہ جب کسی شخص کو بچھو یا سانپ کاٹ لیتا تھا یا کوئی مرگی میں مبتلا ہوتا تھا یا کوئی دیوانہ ہو جاتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سورت فاتحہ پڑھ کر اس شخص پر دم کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عمل کو پسند فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم حدیث نمبر 699)

دارقطنی اور ابن عساکر حضرت زید بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورت فاتحہ پڑھ کر ان پر دم کیا اور یہ سورت پڑھنے کے بعد اپنے دہن مبارک کا لعاب ان کے جسم کے اس حصہ پر ملا جہاں درد تھا۔

بزار نے اپنی مسند میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنا پہلو اپنے بچھونے پر رکھا (یعنی سونے کے لئے اپنے بستر پر گیا) اور پھر اس نے سورت فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا تو وہ ہر آفت و بلاء سے محفوظ ہو گیا الا یہ کہ اس کی موت کا وقت آ پہنچا ہو یعنی موت سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔

عبد حمید نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بطریق مرفوع یہ روایت نقل کی ہے کہ فاتحۃ الکتاب (سورت فاتحہ) باعتبار ثواب کے دو تہائی قرآن کے برابر ہے، ابوشیخ طبرانی، ابن مردویہ، دیلمی اور ضیاء مقدسی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مجھے کنج العرش (عرش کے خزانہ) سے چار چیزیں عطا کی گئی ہیں اس خزانہ سے ان چار چیزوں کے علاوہ اور کوئی چیز دوسرے کو نہیں دی گئی ہے اور وہ چار چیزیں ہیں۔ (۱) ام الکتاب (سورت فاتحہ) (۲) آیۃ الکرسی (۳) سورت بقرہ کی آخری آیتیں (۴) سورت کوثر۔

ابونعیم اور دیلمی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سورت فاتحہ اس چیز سے کفایت کرتی ہے کہ قرآن کی اور کوئی سورت و آیت کفایت نہیں کرتی اور اگر سورت فاتحہ کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھیں اور باقی تمام قرآن کو دوسرے پلڑے میں رکھیں تو یقیناً سورت فاتحہ سات قرآن کے برابر ہو۔ حضرت ابوعبید فضائل قرآن میں حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سورت فاتحہ پڑھی اس نے گویا توریت و انجیل زبور اور قرآن کو پڑھا۔ تفسیر وکیع، کتاب، المصاحف ابن انباری، کتاب، العظمہ، ابوالشیخ اور حلیۃ الاولیاء ابونعیم میں منقول ہے کہ ابلیس ملعون کو نوحہ و آہ وزاری کرنے اور اپنے سر پر خاک ڈالنے کا چار مرتبہ اتفاق ہوا ہے اول تو اس وقت جب کہ اس

کو ملعون قرار دیا گیا دوسرے اس وقت جب کہ اسے آسمان وزمین پر ڈالا گیا تیسرے اس وقت جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلعت نبوت سے نوازا گیا اور چوتھے اس وقت جب کہ سورت فاتحہ نازل ہوئی۔

ابو شیخ نے کتاب الثواب میں لکھا ہے کہ جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو تو اسے چاہئے کہ وہ سورت فاتحہ پڑھے اور اس کے بعد اپنی حاجت کے لئے دعا کرے (انشاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی) ثعلبی حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے درد گردہ کی شکایت کی انہوں نے اس شخص سے کہا کہ تمہیں چاہئے کہ اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ دم کرو (انشاء اللہ شفا ہوگی) اس شخص نے پوچھا کہ اساس القرآن کیا ہے؟ شعبی نے فرمایا کہ فاتحۃ الکتاب یعنی سورت فاتحہ۔ مشائخ کے مجرب اعمال میں یہ مذکور ہے کہ سورت فاتحہ اسم اعظم ہے اس سورت کو ہر مطلب وحاجت کے لئے پڑھنا چاہئے اس سلسلے میں اس سورت کو پڑھنے کے دو طریقے منقول ہیں اول یہ کہ اس سورت کو فجر کی سنت وفرض نماز کے درمیان چالیس دن تک اکتالیس مرتبہ اس طرح پڑھا جائے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے میم کو الحمد کے لام کے ساتھ ملایا جائے یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین الآیۃ۔ اس سورت کو مقرر بالا دن تک مذکورہ بالا طریقہ سے پڑھنے کے بعد مطلوب انشاء اللہ حاصل ہوگا اگر کسی مریض یا سحر زدہ کی شفا منظور ہو تو مذکورہ بالا طریقہ سے یہ سورت پڑھ کر پانی پر دم کر کے اس مریض یا سحر زدہ کو پلایا جائے انشاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔ دوم یہ کہ نوچندی اتوار کو فجر کی سنت وفرض نماز کے درمیان میم کو لام کے ساتھ ملانے کی قید کے بغیر ستر مرتبہ یہ سورت پڑھے بعد ازاں ہر روز اسی وقت پڑھے مگر اس طرح کہ ہر روز مذکورہ تعداد میں سے دس مرتبہ کم کردے یعنی نوچندی اتوار کو ستر مرتبہ، دوسرے روز ساٹھ مرتبہ تیسرے روز پچاس مرتبہ، اس طرح دس دس بار کم کرتا جائے تا آنکہ ہفتہ کے روز ختم ہو جائے اگر پہلے مہینہ میں مطلب حاصل ہو جائے تو فبہا ورنہ دوسرے اور تیسرے مہینہ میں اسی طرح پڑھے۔ امراض مزمنہ پرانے امراض کی شفاء کے لئے اس سورت کو چینی کے پیالے یا پلیٹ پر گلاب، مشک اور زعفران سے لکھ کر پلانا ایک مجرب عمل ہے اسی طرح دانتوں کے درد، شکم اور دوسرے دردوں میں سات مرتبہ سورت فاتحہ پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب ہے۔

3786- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْاُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُشَمِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ سُوْرَةً فِی الْقُرْاٰنِ ثَلَاثُوْنَ اٰیَةً شَفَعَتْ لِصَاحِبِهَا حَتّٰی غُفِرَ لَهٗ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ بے شک قرآن میں ایک سورت ہے، جس میں تیس آیات ہیں وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی وہ سورت ملک ہے۔

سورہ ملک اور سورہ یٰسین کے فضائل کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے عشاء کے بعد چار رکعتیں پڑھیں اس طرح کہ پہلے دو رکعتوں میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھے اور اس کے بعد دو رکعتوں میں تبارک الذی اور الم تنزیل السجدہ تو اس کے لئے چار

3786: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1400' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2891

رکعتوں کا ثواب ایسی چار رکعتوں کے ثواب کے برابر لکھا جاتا ہے جو لیلۃ القدر میں پڑھی جائیں اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ جس شخص نے مغرب وعشاء کے درمیان سورت تبارک الذی اور الم تنزیل السجدہ پڑھی تو گویا اس نے لیلۃ القدر میں شب بیداری کی۔ ایک اور روایت میں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جس شخص نے رات میں الم تنزیل السجدہ اور تبارک الذی پڑھی اس کے لئے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اس کی ستر برائیاں دور کی جاتی ہیں اور اس کے ستر درجات بلند کئے جاتے ہیں ایک اور روایت میں ہے کہ جس شخص نے رات میں الم تنزیل السجدہ اور تبارک الذی پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے لئے لیلۃ القدر کے ثواب کی مانند ثواب لکھتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم۔ حدیث نمبر 702)

ابن خریس، ابن مردویہ اور بیہقی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تورات میں سورت یٰس کا نام معمہ رکھا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا وآخرت کی تمام نیکیوں اور بھلائیوں پر مشتمل ہے اپنے پڑھنے والے سے دنیا وآخرت کی مصیبت دفع کرتی ہے اور اس سے آخرت کی ہولناکی دور کرے گی۔ اور اس کا نام رافعہ یا (دافعہ)، خافضہ یا (قاضیہ) بھی رکھا گیا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سورت مومنین کو بلند مرتبہ بناتی ہے اور کافروں کو پست کرتی ہے نیز اپنے پڑھنے والے سے ہر برائی دفع کرتی ہے اور اس کی ہر حاجت پوری کرتی ہے جو شخص اسے پڑھتا ہے تو وہ اس کے حق میں بیس حج کے برابر ہوتی ہے جو شخص اسے سنتا ہے تو وہ اس کے حق میں ایسے دینار کے برابر ہوتی ہے جسے وہ اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) خرچ کرے اور جو شخص اسے لکھ کر پیتا ہے تو وہ اس کے پیٹ میں ہزار دوائیں، ہزار نور، ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں داخل کرتی ہے اور اس میں سے ہر کینہ اور ہر دکھ درد نکال باہر کرتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں اور دوست رکھتا ہوں کہ سورت یٰس میری امت کے ہر فرد بشر کے دل میں ہو (یعنی ہر شخص کو یاد ہو) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہر رات میں سورت یٰس پڑھنے پر مداومت کی (یعنی وہ روزانہ رات میں اسے پڑھتا رہے) اور پھر وہ مر جائے تو اسے شہادت کی موت نصیب ہوتی ہے۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دن کے ابتدائی حصہ میں سورت یٰس پڑھی اس کی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص سورت یٰس صبح کے وقت پڑھتا ہے اسے شام تک اس دن کی آسانیاں عنایت کی جاتی ہیں اور جس شخص نے شب کے ابتدائی حصہ میں اس کو پڑھا اسے صبح تک اس رات کی آسانیاں عطا کی جاتی ہیں۔

بیہقی نے حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ سے جو جلیل القدر تابعین میں سے ہیں ان کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے سورت یٰس پڑھی اس کی مغفرت کی جاتی ہے جس شخص نے یہ سورت بھوک کی حالت میں پڑھی وہ سیر ہو جاتا ہے جس شخص نے اس حالت میں پڑھی کہ وہ راستہ بھول گیا ہے تو اپنا راستہ پالیتا ہے جس شخص نے اس حالت میں پڑھی کہ اس کا جانور جاتا رہا تو وہ اپنا جانور پالیتا ہے جس شخص نے کھانے کے وقت اس حالت میں پڑھی کہ اسے کھانے کی کمی کا خوف ہے تو اس کا کھانا کافی ہو جاتا ہے جس شخص نے

اسے میت یا قریب المرگ کے پاس پڑھا تو اس میت یا قریب المرگ پر آسانی ہو جاتی ہے۔

جس شخص نے اسے کسی ایسی عورت پر پڑھا جو ولادت کی شدید تکلیف میں مبتلا ہے تو اس کے لئے ولادت میں آسانی کر دی جاتی ہے اور جس شخص نے یہ سورت پڑھی اس نے گویا پورا قرآن گیارہ مرتبہ پڑھا اور یاد رکھو ہر چیز کا دل ہوتا ہے قرآن کا دل سورت یٰسین ہے۔ مقبری کہتے ہیں کہ اگر کسی قسم کا کوئی خوف ہو حکومت وقت کا کوئی ناقابل برداشت یا غلط مطالبہ ہو کسی دشمن کی طرف سے ایذاء رسانی کا اندیشہ ہو تو سورت یٰسین پڑھو ان شاء اللہ اس کی برکت کی وجہ سے تم ہر قسم کے خوف و اندیشہ سے محفوظ رہو گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس نے جمعہ کے دن سورت یٰسین اور والصافات پڑھی اور پھر اللہ سے کوئی چیز مانگی تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عنایت فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز سے فارغ ہونا اس بات سے پہچانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد یہ آیت (سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ،الصافات:180) آخر آیت تک پڑھتے تھے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز کے بعد یہ آیت (سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ،الصافات:180) آیت تک تین مرتبہ پڑھی تو بلاشک اس نے پورے پیمانہ کے ساتھ (یعنی بھرپور) ثواب حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی فرماتے تھے کہ جس شخص کے لئے یہ بات خوش کن ہو کہ وہ قیامت کے روز بھرپور ثواب کا حق دار ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی مجلس کے آخر میں جب کہ وہ اٹھنے کا ارادہ کرے یہ آیت یعنی سبحان ربک الخ پڑھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سبع طول (یعنی وہ سات بڑی سورتیں جو ابتداء قرآن میں مذکور ہیں) تورات کی جگہ دی ہیں۔ الرآت سے طواسین تک انجیل کی جگہ دی ہیں طواسین اور حامیمون کے درمیان کی سورتیں زبور کی جگہ دی ہیں اور حامیمون سے وہ مفصل (قرآن کی آخری سورتوں) کے ذریعہ مجھے امتیاز و فضیلت بخشی ہے مجھ سے پہلے کسی نبی نے ان سورتوں کو نہیں پڑھا (یعنی ان سورتوں کے مضامین صرف مجھے ہی عنایت فرمائے گئے ہیں اور کسی نبی کو اس سے سرفراز نہیں کیا گیا ہے)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا خلاصہ ہوا کرتا ہے قرآن کا خلاصہ حامیمون ہیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق مرفوع منقول ہے کہ حامیمون جنت کے باغات میں سے باغ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ حامیمون سات ہیں یعنی ایسی سورتوں کی تعداد سات ہے جن کے شروع میں حم ہے اور دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں ان میں سے ہر حم قیامت میں دوزخ کے ہر دروازے پر کھڑی رہے گی اور ہر ایک عرض کرے گی کہ اے پروردگار! اس دروازے کے ذریعہ اس شخص کو دوزخ میں داخل نہ کر جو مجھ پر ایمان رکھتا تھا اور مجھ کو پڑھتا تھا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس طرح ہر درخت کا پھل ہوتا ہے اسی طرح قرآن کا پھل حامیمون ہیں وہ باغ ہیں ارزانی کرنے والے، سیر کرنے والے، تجارت کی جگہ، لہٰذا جس شخص کو یہ بات پسندیدہ اور محبوب ہو کہ وہ جنت کے باغات میں خوشہ چینی کرے تو اسے چاہئے کہ وہ حم پڑھے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک تبارک الذی اور حم السجدہ نہ پڑھ لیتے تھے

سوتے نہیں تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کی شب میں حم الدخان اور یٰس پڑھتا ہے تو وہ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں فرمایا ہے جو شخص جمعہ کی شب میں یا جمعہ کے دن حم الدخان پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے نیز ایک روایت یہ ہے جو شخص جمعہ کی رات میں سورت دخان پڑھتا ہے تو وہ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔ اور اس کا نکاح حور عین سے کیا جائے گا۔ اور جو شخص رات میں سورت دخان پڑھتا ہے اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے الم تنزیل، یٰس اقتربت الساعۃ اور تبارک الذی پڑھی یہ سورتیں اس کے لئے نور ہوں گی اور شیطان وشرک سے پناہ بن جائیں گی نیز قیامت کے دن اس کے درجات بلند کئے جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر رات میں اقتربت الساعۃ پڑھے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کا منہ چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن ہوگا۔

نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سورت اذا وقعت اور رحمٰن پڑھنے والا زمین وآسمان میں رہنے والوں کے درمیان ساکن الفردوس کے نام سے پکارا جاتا ہے یعنی وہ خوش نصیب جنت الفردوس میں کہ جو سب سے اعلیٰ جنت ہے رہے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سورت الواقعہ سورت الغنی ہے لہٰذا اسے پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ اسے اپنی بیویوں کو سکھلاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارہ میں منقول ہے کہ وہ عورتوں سے کہا کرتی تھیں کہ تم میں سے کسی کو سورت واقعہ پڑھنے سے کوئی چیز روک نہ دے۔

منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ وہ جب سونے کے لئے اپنے بستر پر جائے تو سورت حشر پڑھے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگے اور پھر تین مرتبہ سورت حشر کا آخری حصہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجتا ہے جو اس شخص سے جن وانس کے شیاطین کو دور رکھتے ہیں اگر وہ یہ رات میں پڑھتا ہے تو وہ فرشتے ان شیاطین کو شام تک دور رکھتے ہیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے سورت حشر کی آخری آیتیں دن میں یا رات میں پڑھیں اور اس دن میں یا رات میں مر گیا تو اس کے لئے جنت واجب ہو گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس بات کو پسندیدہ اور محبوب رکھتا ہوں کہ میری امت کے ہر فرد و بشر کے دل میں تبارک الذی ہو (یعنی ہر شخص کو یہ سورت یاد ہو)

حضرت عکرمہ بن سیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت اسماعیل کے سامنے قرآن پڑھا جب میں سورت والضحیٰ پر پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ سورت والضحیٰ کے بعد آخر تک ہر سورت کے ختم ہونے کے بعد اللہ اکبر کہو اس لئے کہ جب میں نے حضرت عبداللہ بن کثیر کے سامنے قرآن کریم پڑھا اور میں سورت والضحیٰ پر پہنچا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس سورت کے بعد قرآن

کریم کے آخر تک ہر سورت کے ختم ہونے کے بعد اللہ اکبر کہو، نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اس بات کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مجھے اس بات کا حکم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا اور حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا حکم دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا زلزلت آدھے قرآن کے برابر ہے والعادیات بھی آدھے قرآن کے برابر ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات میں ہزار آیتیں پڑھا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ ہنستا ہوگا عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! ہزار آیتیں پڑھنے کی طاقت کون رکھتا ہے آپ نے فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر الہٰکم التکاثر آخر سورت تک پڑھے اور پھر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! یہ سورت ہزار آیتوں کے برابر ہے۔

ابوالشیخ نے عظمت میں اور ابو محمد سمرقندی نے قل ہو اللہ احد کے فضائل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ خیبر کے یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو نور حجاب سے آدم کو حماء مسنون یعنی سڑی ہوئی کیچڑ سے ابلیس کو شعلہ آگ سے آسمان کو دھوئیں سے اور زمین کو پانی کے جھاگ سے پیدا کیا لہٰذا اب آپ اپنے رب کے بارہ میں بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کس چیز سے پیدا ہوا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا، تاکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس یہ سورت یعنی قل ہو اللہ احد لائے جس کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد آپ ان سے کہہ دیجئے اللہ ایک ہے نہ اس کے اصول ہیں نہ فروع اور نہ اس کا کوئی شریک ہے اللہ الصمد اللہ تعالیٰ بالکل بے پرواہ اور مستغنی ہے نہ تو وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ اسے کسی چیز کی حاجت وضرورت ہے یہ ساری سورت آپ نے پڑھ کر سنادی، چنانچہ اس سورت میں نہ جنت کا ذکر ہے اور نہ دوزخ کا نہ حلال چیزوں کا ذکر ہے اور نہ حرام کا بلکہ اس سورت کو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

لہٰذا یہ سورت خاص طور پر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ یعنی اس سورت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات اور وحدانیت کی حقیقت بتائی ہے اس لئے جس شخص نے اس سورت کو تین مرتبہ پڑھا گویا اس نے تمام وحی یعنی پورا قرآن پڑھ لیا، جس شخص نے اس سورت کو تیس مرتبہ پڑھا ہو اس دن میں دنیا میں کوئی شخص اس کی فضیلت کے برابر نہیں ہوگا علاوہ اس شخص کے جس نے اس سے بھی زیادہ پڑھا ہو جس شخص نے اس سورت کو دو بار پڑھا ہو وہ جنت الفردوس میں رہے گا اور جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اسے تین مرتبہ پڑھے تو اس سے فقر و محتاجگی دور رہتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح گزاری کہ تمام رات صبح تک اس سورت کو بار بار پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے قل ہو اللہ احد پڑھی اس نے گویا تہائی قرآن پڑھا ایک اور روایت میں ہے کہ جس شخص نے سورت اخلاص کو دو سو مرتبہ پڑھا اس کے دو سو برسوں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یعنی اس کے بہت ہی زیادہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

اورایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے قل ہواللہ احد پچاس مرتبہ پڑھی اس کے پچاس برس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ایک روایت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہر روز دو مرتبہ قل ہواللہ احد پڑھی اس کے لئے ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس سے پچاس برس کے گناہ دور کئے جاتے ہیں الا یہ کہ اس پر دین کوئی قرض ہو۔

ابن سعید، ابن خریس، ابو یعلی اور بیہقی دلائل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملک شام میں تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! معاویہ ابن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) کا انتقال ہو گیا ہے کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! چنانچہ حضرت جبرائیل نے اپنا بازو زمین پر مارا جس سے ان کے لئے ہر چیز پست ہو کر زمین کی سطح سے مل گئی یہاں تک کہ معاویہ کا جنازہ بلند ہو کر سامنے نظر آنے لگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ فرشتوں کی دو صفوں میں پڑھی اور ہر صف میں چھ لاکھ فرشتے تھے۔

حضرت جبرائیل نے کہا کہ قل ہواللہ احد کے پڑھنے نے وہ اس سورت کو ہر وقت کھڑے بیٹھے آتے جاتے اور سوتے (یعنی لیٹے بیٹے) پڑھا کرتے تھے۔ ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے منقول ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تبوک میں تھے ایک دن آفتاب طلوع ہوا تو اس میں ایسی روشنی وشعاع اور ایسا نور تھا کہ ہم نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج کی اس روشنی ونور کے بارہ میں اظہار تعجب ہی فرما رہے تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل تشریف لے آئے ان سے پوچھا کہ سورج کے لئے ایسا کیا سبب پیش آیا کہ میں اس کو ایسی روشنی ونور کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کہ پہلے کبھی اس طرح طلوع ہوتے نہیں دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ آج مدینہ میں معاویہ ابن معاویہ لیثی کا انتقال ہو گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ستر ہزار فرشتے بھیجے تا کہ وہ ان نماز جنازہ پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ اے جبرائیل! اس فضیلت وکرامت کا سبب کیا ہے حضرت جبرائیل نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قل ہواللہ احد بہت زیادہ پڑھتے تھے کھڑے بیٹھے چلتے اور دن ورات کے دوسرے اوقات میں اس سورت کو بہت زیادہ پڑھتے تھے کیونکہ یہ سورت آپ کے رب کی نسبت ہے جو شخص اس سورت کو پچاس مرتبہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس ہزار درجے بلند کرتا ہے اور اس سے پچاس ہزار برائیاں دور کرتا ہے نیز اس کے لئے پچاس ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور جو شخص اس سے بھی زیادہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے پھر جبرائیل نے کہا کہ کیا میں آپ کے لئے زمین سمیٹ لوں تا کہ آپ ان کی نماز جنازہ پڑھ سکیں؟ آپ نے کہا ہاں۔ چنانچہ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جن کو جو شخص تکمیل ایمان کی خاطر اختیار کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل ہوگا اور جس بھی حور عین سے چاہے گا نکاح کرے گا۔ (۱) اپنے قاتل کو معاف کرے (۲) دین خفیہ ادا کرے (۳) ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ قل ہواللہ احد پڑھے۔ (یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی اختیار کرے گا تو مذکورہ بالا ثواب سعادت کا حقدار ہوگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

جو شخص روزانہ پچاس مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے تو اسے قیامت کے دن اس کی قبر سے اس طرح بلایا جائے گا کہ "اے اللہ کے مدح کرنے والے جنت میں داخل ہو جا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہنا بھول جائے تو اسے چاہئے کہ جب وہ کھانے سے فارغ ہو تو قل ہو اللہ احد پڑھ لے نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت قل ہو اللہ احد پڑھتا ہے تو نہ صرف یہ کہ اس کے گھر والوں سے بلکہ ہمسایوں سے بھی فقر و محتاجگی دور ہوتی ہے ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک دن حضرت جبرائیل بڑی اچھی صورت میں شاداں و فرحاں میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہر ذات کے لئے سلسلہ نسب ہوتا ہے میرا نسب قل ہو اللہ احد ہے لہٰذا آپ کی امت میں سے جو شخص میرے پاس اس حال میں آئے گا کہ اس نے کبھی قل ہو اللہ احد ہزار بار پڑھی ہوگی تو میں اسے اپنا نشان عطا کروں گا۔ اسے اپنے عرش کے قریب رکھوں گا اور ایسے ستر آدمیوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کروں گا جو مستوجب عذاب ہوں گے اور اگر میں نے اپنے اوپر یہ واجب نہ کر لیا ہوتا کہ آیت (کل نفس ذائقة الموت (یعنی میں نے یہ کلیہ نہ بنا دیا ہوتا کہ ہر جاندار موت کا مزہ ضرور چکھے گا) تو میں اس کی روح قبض نہ کرتا۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص نماز جمعہ کے بعد قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سات سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے دوسرے جمعہ تک برائیوں سے پناہ میں رکھتا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ جس شخص نے قل ہو اللہ احد ہزار مرتبہ پڑھی تو اس کا یہ پڑھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس بات سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے کہ وہ فی سبیل اللہ (یعنی جہاد میں) ایک ہزار گھوڑے مع لگام و زین کے دے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص قل ہو اللہ احد پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گوشت کو آگ پر حرام کر دیتا ہے، نیز کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ جو شخص روزانہ رات و دن میں دس بار قل ہو اللہ احد اور آیۃ الکرسی پڑھنے پر مواظبت کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے تو وہ عطا فرماتا ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جس شخص نے اس سورت کو ہزار مرتبہ پڑھا اس نے اپنا نفس اللہ تعالیٰ سے خرید لیا یعنی وہ آگ سے محفوظ ہو گیا، اسی طرح ایک روایت میں یوں ہے کہ جو شخص اس سورت کو دو سو مرتبہ پڑھتا ہے تو اسے پانچ سو برس کی عبادت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ میں منقول ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگا کر اس میں کلی کی پھر اسے اپنے گھر میں لے گئے اور اس پانی کو ان کے گریبان میں اور ان کے دونوں مونڈھوں کے درمیان چھڑکا نیز قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر انہیں اللہ کی پناہ میں دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے فجر کی نماز کے بعد کسی سے بات چیت کرنے سے پہلے ستر مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھی تو اس دن اس کی طرف سے پچاس صدیقین کے عمل اوپر پہنچائے جاتے ہیں۔

سورہ بقرہ و آل عمران کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کریم پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا اور (خاص طور پر) جگمگاتی ہوئی دو سورتیں کہ وہ سورت بقرہ اور سورت آل عمران ہیں پڑھو کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح ظاہر ہوں گی گویا کہ وہ ابر کی دو ٹکڑیاں ہیں یا دو سایہ کرنے والی چیزیں ہیں یا پرندوں کی صف باندھے ہوئے دو ٹکڑیاں ہیں اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف جھگڑیں گے اور سورت بقرہ پڑھو کیونکہ اس کے پڑھنے پر مداومت اس کے مفہوم و معانی میں غور و فکر اور اس کے حکم پر عمل کرنا برکت (نفع عظیم ہے اور اس کو ترک کرنا قیامت کے دن حسرت یعنی ندامت کا باعث ہوگا اور یاد رکھو کہ سورت بقرہ کے طویل ہونے کی وجہ سے اس کے پڑھنے کی طاقت وہی لوگ نہیں رکھتے جو اہل باطل اور کسلمند ہوتے ہیں۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 632)

قرآن کریم پڑھا کرو، کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے مفہوم و معانی میں غور و فکر کرنے کو نعمت اور اپنے حق میں باعث سعادت جانو اور اس کے پڑھنے پر مداومت اختیار کرو۔ سورت بقرہ اور سورت آل عمران کو جگمگاتی ہوئی سورتیں فرمایا گیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں سورتیں نور و ہدایت اور ثواب کی زیادتی کی وجہ سے روشن ہیں گویا اللہ رب العزت کے نزدیک ان دونوں سورتوں میں اور بقیہ تمام سورتوں میں چاند اور ستاروں کی نسبت ہے کہ یہ سورتیں تو بمنزلہ چاند کے ہیں بہ نسبت تمام سورتوں کے وہ بمنزلہ تمام ستاروں کے ہیں۔ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے حق میں ان سورتوں کی برکات کو متشکل طور پر ظاہر ہونے کو تین صورتوں میں بیان کیا گیا ہے پہلی صورت تو یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ سورتیں قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے گویا ابر کی دو ٹکڑیاں ہوں گی۔ جو میدان حشر میں کھڑے ہوئے ان پر آفتاب کی تمازت اور گرمی سے بچاؤ کے سایہ کریں گی، دوسری صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ یا وہ سایہ کرنے والی دو چیزیں ہوں گی یعنی خواہ وہ ابر کی صورت میں ہوں یا کسی اور شکل میں مفہوم اس کا بھی یہی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والوں پر سایہ فگن ہوں گے فرق صرف اتنا ہے کہ اس صورت میں ان سایہ دار چیزوں کا دل پہلی صورت کی بہ نسبت کم ہوگا اور وہ اپنے پڑھنے والوں کے سر سے بالکل قریب ہوں گی جیسا کہ امراء و سلاطین کے سروں پر چھتری وغیرہ کا سایہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح اس صورت میں ان کے سروں پر سایہ بھی ہوگا اور روشنی بھی ہوگی۔

تیسری صورت یہ بتائی گئی ہے کہ یا وہ پرندوں کی صف باندھے ہوئے دو ٹکڑیاں ہوگی جن کا سایہ بھی ہوگا اور جو اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے اس بات کی وکالت و سفارش کریں گی کہ انہیں آخرت کی تمام ابدی سعادتوں سے نوازا جائے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ کان ہما غمامتان او غیایتان او فرقان من طیر صواف میں حرف او تنویع (اظہار اقسام) کے لئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تین صورتیں بیک وقت ہوں گی جن کا تعلق اپنے پڑھنے والوں کے حال کی مناسبت سے ہوگا لہٰذا اول یعنی ابر کی صورت کا تعلق اس شخص سے ہوگا جس نے یہ سورتیں پڑھیں مگر ان کے مفہوم و معانی کو نہ سمجھا دوم یعنی سایہ کی چیز کا تعلق اس شخص سے ہوگا جس نے ان سورتوں کو پڑھا بھی اور ان کے معنی بھی سمجھے اور دوسروں کو ان سورتوں کی تعلیم بھی دی۔

سورہ اخلاص کی فضیلت کا بیان

3787-حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِیْ سُهَيْلٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو امیر بنا کر ایک لشکر کے ساتھ بھیجا وہ شخص نماز میں اپنے رفقاء کی امامت کرتا تھا اور (اس کا معمول تھا کہ اپنی قرات) قل ہواللہ پر ختم کرتا تھا جب وہ لشکر کے لوگ واپس آئے تو انہوں نے اس کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس شخص سے دریافت کرو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ یہ اس لئے کرتا ہوں کہ اس سورت میں رحمٰن اللہ تعالیٰ کی صفت (وحدانیت) بیان کی گئی ہے اور میں اسے پسند کرتا ہوں کہ (اللہ کی صفت وحدانیت کے اظہار کے پیش نظر) اس سورت کو ہمیشہ پڑھتا رہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ اس شخص کو خبر دو کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے (کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہے) (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 640)

قل ہواللہ پر ختم کرتا تھا، کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر نماز کی آخری رکعت میں سورت فاتحہ کے ساتھ قل ہواللہ پڑھا کرتا تھا لیکن علامہ ابن حجر نے اس کی وضاحت یہ کی ہے کہ وہ شخص ہر رکعت میں سورت فاتحہ یا سورت فاتحہ اور دوسری سورت کے بعد قل ہواللہ پڑھتا تھا، اس سلسلہ میں پہلی وضاحت ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں تمام علماء کے نزدیک نماز بلا کراہت ادا ہو جاتی ہے۔

3788-حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ' ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

شرح

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا ہے کہ یا رسول اللہ! میں اس سورت یعنی قل ہواللہ کو دوست رکھتا ہوں (یعنی اسے اکثر پڑھتا رہتا ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کہ اس سورت سے تمہاری دوستی تمہیں جنت میں داخل کرے گی۔ (ترمذی) امام بخاری نے اس روایت کو بالمعنی نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم، حدیث نمبر 641)

3787: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2889

3788: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3789-حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِی قَيْسٍ الْاَوْدِيِّ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ اَبِی مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَحَدٌ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: احد ' الواحد الصمد (یعنی سورۃ اخلاص) ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

شرح

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص ایک رات میں تہائی قرآن پڑھنے سے عاجز ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ تہائی قرآن کیسے پڑھا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آیت (قل ھو اللہ احد) تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (جس شخص نے رات میں یہ سورت پڑھ لی گویا اس نے تہائی قرآن پڑھ لیا) (مسلم) امام بخاری نے اس روایت کو ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف، جلد دوم: حدیث نمبر 639)

قرآن کریم میں بنیادی طور پر تین قسم کے مضمون مذکور ہیں (۱) قصص۔ (۲) احکام (۳) توحید، چونکہ سورت آیت (قل ھو اللہ احد) میں باری تعالیٰ کی توحید نہایت اونچے اور بلیغ انداز میں بیان ہے یا یوں کہئے کہ پورے قرآن مجید میں توحید کے بارہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے سورت آیت (قل ھو اللہ احد) اس کا خلاصہ اور حاصل ہے اس لئے سورت قل ھو اللہ پڑھنا تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ آیت (قل ھو اللہ احد) کا ثواب تہائی قرآن کے اصل ثواب کے بقدر مضاعف کیا جاتا ہے (یعنی بڑھایا جاتا ہے) اس طرح ان دونوں اقوال میں ایک لطیف فرق پیدا ہوگیا ہے پہلے قول اور پہلی وضاحت کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص سورت قل ھو اللہ تین مرتبہ پڑھے تو یہ لازم نہیں آتا کہ اسے پورے قرآن کا ثواب ملے جب کہ دوسرے قول کے مطابق قل ھو اللہ تین مرتبہ پڑھنے سے ایک پورے قرآن کا اصل ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

بَاب فَضْلِ الذِّكْرِ

یہ باب ذکر کرنے کی فضیلت میں ہے

3790-حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ اَبِیْ زِيَادٍ مَوْلٰی ابْنِ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِیْ بَحْرِيَّةَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَرْضَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِیْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ اِعْطَاءِ

3789: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3790 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3377

الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَمِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا وَمَا ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ وَ قَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ مَا عَمِلَ امْرُؤٌ بِعَمَلٍ اَنْجٰى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کیا میں تمہیں سب سے بہتر عمل کے بارے میں بتاؤں جو تمہارے پروردگار کے نزدیک سب سے زیادہ راضی کرنے والا ہو اور تمہارے درجوں میں سب سے زیادہ اضافہ کرنے والا ہو اور تمہارے حق میں سونے اور چاندی کو خرچ کرنے سے زیادہ بہتر ہو اور دشمن کا سامنا کرنے سے زیادہ بہتر ہو کہ جب تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑا دیں۔ لوگوں نے دریافت کیا یارسول اللہ! وہ کون سا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ذکر کرنا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' بندہ جو بھی عمل کرتا ہے' اس میں اللہ کے عذاب سے نجات دینے کے حوالے سے کوئی بھی عمل اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔

شرح

تقرب الی اللہ یعنی اللہ کا قرب و نزدیکی حاصل کرنے سے ذکر اللہ کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے اور نوافل کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ ذکر اللہ کی قسمیں ذکر اللہ (اللہ کا ذکر) دل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی اور افضل یہ ہے کہ دل اور زبان دونوں سے اللہ کا ذکر ہو اور اگر ان میں سے کسی ایک سے ہو تو پھر دل کا ذکر افضل ہے۔ اب ذکر بالقلب (دل سے اللہ کا ذکر) کی بھی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو یہ ہے اللہ کی عظمت میں، جبروت و ملکوت میں اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں جو زمین و آسمان میں ہیں، غور و فکر اور استغراق اس قسم کے ذکر کو ذکر خفی کہتے ہیں۔

حدیث شریف میں منقول ہے کہ وہ ذکر خفی ستر درجہ افضل ہے جسے حفظہ (یعنی اعمال لکھنے والے فرشتے) بھی نہیں سنتے چنانچہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو حساب کتاب کے لئے جمع کرے گا تو حفظہ (اعمال لکھنے والے فرشتے) وہ تمام ریکارڈ لے کر حاضر ہوں گے جنہیں انہوں نے اپنی نوشت اور یادداشت میں محفوظ کر رکھا ہو گا وہ تمام ریکارڈ دیکھ کر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ دیکھو میرے بندوں کے اعمال میں اور کیا چیز باقی رہ گئی ہے (جو تمہارے اس ریکارڈ میں نہیں ہے) وہ عرض کریں گے! پروردگار! بندوں کے اعمال کے سلسلہ میں جو کچھ بھی ہمیں معلوم ہوا اور جو کچھ بھی ہم نے یاد رکھا ہم نے اسے اس ریکارڈ میں جمع کر دیا ہے، اس ریکارڈ میں ہم نے ایسی کوئی چیز محفوظ کرنے سے نہیں چھوڑی جس کی ہمیں خبر ہوئی ہو تب اللہ تعالیٰ بندہ کو مخاطب کر کے فرمائے گا کہ میرے پاس تیری ایسی نیکی محفوظ ہے جسے کوئی نہیں جانتا اور وہ ذکر خفی ہے میں تجھے اس نیکی کا اجر عطا کروں گا۔

ذکر بالقلب کی دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جو احکام دیئے ہیں خواہ ان کا تعلق امر کرنے سے ہو یا نہی سے ان کی ادائیگی کے وقت آنے پر اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے۔

ذکر بالقلب کی ان دونوں قسموں میں سے پہلی قسم افضل و اعلیٰ ہے بعض فقہاء کہتے ہیں کہ ذکر کا اطلاق صرف زبان کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے پر ہوتا ہے اور قول مختار کے مطابق اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ "وہ اپنے تئیں سنائے" یعنی ذکر کرنے والے کی زبان

کم سے کم اس درجہ میں جاری ہو کہ وہ خود سن لے ان فقہاء کے کہنے کے مطابق اس درجہ سے کم ذکر معتبر نہیں۔ نیز یہ فقہاء یہ کہتے ہیں کہ دل کے ذکر کی حیثیت از قسم علم و تصور قلب کے فعل کی تو ہے، لیکن اسے ذکر نہیں کہیں گے۔ ذکر اسی کو کہیں گے جس کا تعلق زبان کی ادائیگی سے ہو۔ اب نہیں کہا جاسکتا کہ اس بات سے ان فقہاء کا مقصود کیا ہے؟

اگر مطلب یہ ہے کہ لغوی طور پر فعل قلب پر ذکر کا اطلاق نہیں ہوتا تو یہ بات اس چیز کے خلاف ہے جو لغت کی کتابوں میں موجود ہے۔

چنانچہ صحاح اور قاموس میں لکھا ہے کہ ذکر نسیان کی ضد ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خود قلب کا فعل ہے کیونکہ جس طرح نسیان بھول جانے کا تعلق قلب سے ہے اسی طرح اس کی ضد یعنی ذکر (یاد) کا تعلق بھی قلب ہی سے ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ جو کچھ زبان سے ادا ہوتا ہے اسے بھی ذکر کہا جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ لفظ ذکر فعل قلب اور فعل لسان دونوں کے درمیان مشترک ہے جس طرح فعل قلب کو ذکر کہتے ہیں اسی طرح فعل لسان کو بھی ذکر کہا جاتا ہے لہٰذا جیسے ذکر باللسان معتبر ہے ایسے ہی ذکر بالقلب بھی معتبر ہے بلکہ ذکر بالقلب ہی افضل ہے۔

مشائخ طریقت رحمہم اللہ بھی فرماتے ہیں کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں قلبی اور لسانی اور ذکر قلبی کا اثر لسانی کے اثر سے کہیں زیادہ قوی اور افضل ہے۔ جن فقہاء نے ذکر قلبی کا انکار کیا ہے ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ شریعت نے جن مواقع پر ذکر باللسان کی تعلیم دی ہے جیسے تسبیحات قرات نماز اور نماز کے بعد کے اذکار و اوراد وغیرہ تو وہاں قلبی ذکر کافی نہیں ہوتا بلکہ لسانی ذکر ہونا چاہئے ان فقہاء کی مراد یہ نہیں ہے کہ ذکر قلبی پر اخروی ثواب مرتب نہیں ہوتا۔

اہل ذکر پر سکون نازل ہونے کا بیان

3791- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَغَرِّ اَبِيْ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ يَشْهَدَانِ بِهٖ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلِسًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَتَغَشَّتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دے کر یہ بات بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کچھ لوگ کسی جگہ پر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس موجود (فرشتوں) میں ان کا ذکر کرتا ہے۔

شرح

سکینہ دل کے سکون و اطمینان اور خاطر جمعی کا نام ہے جس کے باعث دنیا کی لذتوں کی خواہش اور ماسوا اللہ کی لذت و طلب دل سے نکل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں استغراق و استحضار اور اس کی طرف توجہ کی سعادت نصیب ہوتی ہے سکینہ کا نازل ہونا اس آیت سے بھی ثابت ہے۔ آیت (اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ، الرعد:28)۔ آگاہ رہو! اللہ کے ذکر کے ذریعہ قلوب کو

3791 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6795، ورقم الحدیث: 6796 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3378

اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کتنے ہی فرشتے (مسلمانوں کے) راستے پر پھرتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کو ڈھونڈتے ہیں تاکہ ان سے ملیں اور ان کا ذکر سنیں چنانچہ جب وہ ان لوگوں کو پالیتے ہیں جو ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں کہ اپنے مطلوب کی طرف (یعنی اہل ذکر سے ملاقات اور ان کا ذکر سننے کے لئے (جلدی آجاؤ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد وہ فرشتے ان لوگوں کو اپنے پروں سے آسمان دنیا تک گھیر لیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان فرشتوں سے ان کا پروردگار ان لوگوں کے بارہ میں پوچھتا ہے کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں حالانکہ پروردگار ان فرشتوں سے کہیں زیادہ ان لوگوں کے بارہ میں جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ تیری پاکی کی تسبیح کرتے ہیں تجھے یاد کرتے ہیں تیری بڑائی بیان کرتے ہیں، تیری تعریف کرتے ہیں اور بزرگی وعظمت کے ساتھ تجھے یاد کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے جواب میں فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں اللہ کی قسم انہوں نے تجھے نہیں دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے کہتا ہے کہ اچھا اگر وہ مجھے دیکھتے تو پھر ان کی کیفیت کیا ہوتی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھتے تو پھر وہ تیری عبادت بہت ہی کرتے، بزرگی وعظمت کے ساتھ تجھے بہت ہی یاد کرتے اور تیری تسبیح بہت ہی کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں اے پروردگار انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ اچھا اگر انہوں نے جنت کو دیکھا ہوتا تو ان کا کیا حال ہوتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر انہوں نے جنت کو دیکھا ہوتا تو جنت کے لئے ان کی حرص کہیں زیادہ ہوتی، اس کے لئے ان کی خواہش وطلب کہیں زیادہ ہوتی اور اس کی طرف ان کی رغبت کہیں زیادہ ہوتی۔ کیونکہ کسی چیز کے بارہ محض علم ہونا اس کے دیکھنے کے برابر نہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ اچھا وہ پناہ کس چیز سے مانگتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ نہیں ہمارے پروردگار اللہ کی قسم! انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو پھر ان کی کیفیت کیا ہوتی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اگر انہوں نے دوزخ کو دیکھ لیا ہوتا تو وہ اس سے بہت ہی بھاگتے (یعنی ان چیزوں سے بہت ہی دور رہتے جو دوزخ میں ڈالے جانے کا سبب بنتے ہیں اور ان کے دل کہیں زیادہ ڈرنے والے ہوتے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں

بخش دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ سن کر ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ذکر کرنے والوں میں وہ فلاں شخص ذکر کرنے والا نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے کسی کام کے لئے آیا تھا پھر وہ وہیں ذکر کرنے والوں کے پاس بیٹھ گیا اس لئے تو وہ اس مغفرت کی بشارت کا مستحق نہیں اللہ تعالیٰ اس سے فرماتا ہے کہ اہل ذکر ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کا ہمنشین بے نصیب نہیں ہوتا۔ (بخاری، مشکوۃ شریف۔ جلد دوم۔ حدیث نمبر 788)

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کتنے ہی فرشتے ایسے ہیں جو پھرنے والے اور زیادہ (یعنی اعمال لکھنے والوں وغیرہ کے علاوہ ہیں کہ ان کا مقصد صرف ذکر کے حلقوں میں حاضری ہے) چنانچہ وہ فرشتے ذکر کی مجالس ڈھونڈتے پھرتے ہیں جب وہ کسی ایسی مجلس کو پالیتے ہیں جس میں اکثر ذکر ہی ہوتا ہے تو وہ اس میں بیٹھ جاتے ہیں اس وقت وہ فرشتے آپس میں ایک دوسرے کو اپنے پروں میں گھیر لیتے ہیں تاکہ ذکر والوں اور آسمان کے درمیان فرشتے ہی فرشتے بھر جائیں جب ذکر سے فراغت کے بعد مجلس برخاست ہوتی ہے تو وہ فرشتے بھی اوپر چڑھتے ہیں اور ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم کہاں سے آئے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں خوب جانتا ہے کہ وہ کہاں سے آئے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم تیرے ایسے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین پر ہیں تیری تسبیح کرتے ہی تیرا کلمہ پڑھتے ہیں تجھے بزرگی وعظمت کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور تجھ سے مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں پروردگار! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر انہوں نے جنت کو دیکھا ہوتا تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تیری پناہ بھی مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ میری پناہ کس چیز سے مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تیری آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے میری آگ کو دیکھا؟

فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری آگ کو دیکھ لیتے تو پھر ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے بخشش بھی طلب کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتے یہ سن کر عرض کرتے ہیں کہ پروردگار اس میں فلاں بندہ تو بہت ہی گناہ گار ہے تو وہ وہاں سے صرف اپنے کام سے گزر رہا تھا کہ ان کے پاس بیٹھ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اسے بخش دیا۔ کیونکہ وہ ذکر کرنے والے ایسے لوگ ہیں کہ جن کے سبب سے اور جن کی برکت کی وجہ سے ان کا ہمنشین بے نصیب نہیں ہوتا۔ تشریح ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم کائنات کے ایک ذرہ پر حاوی ہے وہ ایک ایک فرد کے ایک ایک لمحہ کے حالات کی واقفیت رکھتا ہے اس لئے اس بات کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ذکر کرنے والے بندوں کے بارہ میں جو کچھ پوچھتا ہے وہ علم حاصل کرنے کے لئے پوچھتا ہے بلکہ وہ جاننے کے باوجود محض الزاما فرشتوں سے سوال کرتا ہے تاکہ ان پر ابن آدم کی کمال عبدیت ظاہر ہو کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت یہ فرشتے ہی تو تھے جنہوں نے کہا تھا کہ پروردگار تو آدم اور ابن آدم کو کیوں پیدا کرتا ہے یہ تو دنیا میں سوائے فسق فساد کے اور کچھ کریں گے ہی نہیں۔

تیری تسبیح اور تقدیس تو بس ہم ہی کر سکتے ہیں اور وہ ہم کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو اس قسم کے سوال کر کے ان پر ابن آدم کی بزرگی کو ظاہر کرتا ہے اور اس طرح وہ ان فرشتوں کو بتانا چاہتا ہے کہ تم نے دیکھا جس مخلوق کے بارہ میں تم غلط گمان رکھتے تھے وہی مخلوق اب کس طرح میری عبادت، میری یاد اور میرے ذکر میں مشغول رہتی ہے اور خود تم ہی اس کی شہادت دیتے ہو۔ بخاری کی روایت میں تو اس سوال (اگر انہوں نے جنت کو دیکھا ہوتا تو ان کا کیا حال ہوتا؟ وغیرہ) کے ساتھ ہی فرشتوں کی طرف سے اس کا جواب (اگر انہوں نے جنت کو دیکھا ہوتا وغیرہ الخ) بھی منقول ہے لیکن مسلم کی روایت میں صرف سوال ہی منقول ہے جواب ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ بخاری کی روایت تو یہ جملہ صرف سوال ہی کے لئے ہے لیکن مسلم کی روایت میں یہ سوالیہ جملہ تعجب کے لئے ہے دونوں روایتوں کے آخری جملہ کے ذریعہ امت کے لوگوں کو اہل ذکر کی ہمنشینی اختیار کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ اللہ کی یاد اور اس کے ذکر میں مشغول رہنے والے اللہ کے نیک وصالح بندوں کی ہمنشینی وصحبت اختیار کرنا فلاح سعادت کی بات ہے کسی عارف نے کتنی اچھی بات کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صحبت یعنی اس کی یاد اور اس کے ذکر میں مشغولیت اختیار کرو اگر یہ نہ کر سکو پھر ان مقدس بندوں کی صحبت وہمنشینی اختیار کرو جو اللہ کی صحبت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ (یعنی جو ذکر وشغل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوامی حضور رکھتے ہیں۔

3792- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِيْ اِذَا هُوَ ذَكَرَنِيْ وَتَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور اپنے ہونٹوں کو میری وجہ سے حرکت دیتا ہے۔

اللہ کے ذکر سے زبان کے تر رہنے کا بیان

3793- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ اَخْبَرَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ قَيْسٍ الْكِنْدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ اَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَاَنْبِئْنِيْ مِنْهَا بِشَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

◄► حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک دیہاتی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: شرعی تعلیمات میرے لیے بہت زیادہ ہیں' آپ ان میں سے مجھے ایسی چیز کے بارے میں بتائیں جسے میں مضبوطی سے اختیار کر لوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔

3792: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3793: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3375

شرح

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ، کون شخص بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خوش بختی ہے اس کے لئے (یعنی وہ بہتر شخص ہے) جس کی عمر دراز ہوئی اور اس کے اعمال نیک ہوئے۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کہ جب تم دنیا سے جدا ہو تو تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔

(ترمذی، احمد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 791)

جس طرح زبان کی خشکی زبان کے رکنے کے لئے کنایہ ہے اسی طرح زبان کی تری زبان کی روانی کے لئے کنایہ ہے یا پھر یہ کہ یہاں زبان کی تری اس بات سے کنایہ ہے کہ مرتے دم تک ذکر پر مداومت ہو بایں طور کہ ذکر اللہ سے زبان خشک نہ ہونے پائی ہو کہ جان نکلے۔ حدیث میں مذکورہ ذکر سے ذکر جلی بھی مراد ہے اور ذکر خفی بھی۔ "زبان" کے بارہ میں دونوں احتمال ہیں۔ قلبی بھی مراد ہو سکتی ہے اور قالبی زبان بھی۔ یعنی چاہے دل کی زبان سے ذکر کرے چاہے ظاہری زبان سے لیکن دونوں ہی سے ہو تو بہت ہی خوب ہے۔

بَاب فَضْلِ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ

یہ باب لا الہ الا اللہ (پڑھنے) کی فضیلت میں ہے

3794-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَغَرِّ اَبِيْ مُسْلِمٍ اَنَّهٗ شَهِدَ عَلٰى اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ صَدَقَ عَبْدِىْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَكْبَرُ وَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ قَالَ صَدَقَ عَبْدِىْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِىْ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ قَالَ صَدَقَ عَبْدِىْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنَا وَلَا شَرِيْكَ لِىْ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَالَ صَدَقَ عَبْدِىْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنَا لِىَ الْمُلْكُ وَلِىَ الْحَمْدُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ صَدَقَ عَبْدِىْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِىْ

قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ ثُمَّ قَالَ الْاَغَرُّ شَيْئًا لَمْ اَفْهَمْهُ قَالَ فَقُلْتُ لِاَبِىْ جَعْفَرٍ مَا قَالَ فَقَالَ مَنْ رُزِقَهُنَّ عِنْدَ مَوْتِهٖ لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دے کر یہ بات بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جب بندہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے سچ کہا ہے۔

3794 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3430

میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ جب بندہ یہ پڑھتا ہے" اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور وہی ایک معبود ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں ہی معبود ہوں۔ جب بندہ یہ پڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے سچ کہا ہے میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میرا کوئی شریک نہیں ہے اور جب بندہ یہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اس کی بادشاہی ہے اور حمد اسی کے لیے مخصوص ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ میری بادشاہی ہے اور حمد میرے لیے مخصوص ہے۔ جب بندہ یہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے سچ کہا ہے میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور میری مرضی اور مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

ابواسحاق نامی راوی بیان کرتے ہیں: پھر اغر نامی راوی نے کوئی چیز بیان کی جسے میں سمجھ نہیں سکا تو میں نے ابوجعفر سے دریافت کیا کہ انہوں نے کیا بیان کیا ہے؟ تو انہوں نے یہ بتایا: جس شخص کو یہ کلمات موت کے وقت نصیب ہو جائیں اسے جہنم نہیں چھوئے گی۔

شرح

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ پروردگار! مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دے جس کے ذریعہ میں تجھے یاد کروں اور تجھ سے دعا مانگوں پروردگار نے فرمایا موسیٰ لا الہ الا اللہ کہو! موسیٰ نے عرض کیا میرے پروردگار! تیرے تمام بندے یعنی موحدین یہ کلمہ کہتے ہیں میں تو کوئی ایسی چیز چاہتا ہوں جسے تو میرے ہی لئے مخصوص کر دے۔ جس میں میرا اور کوئی شریک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور میرے علاوہ ان کے سارے مکین یعنی تمام فرشتے اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لا الہ الا اللہ یعنی اس کا ثواب دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یقیناً ان چیزوں کے پلڑے سے لا الہ الا اللہ کا پلڑا جھک جائے۔

(شرح السنہ، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 839)

اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو ایسا کوئی ذکر یا ایسی کوئی دعا طلب کی تھی کہ جو ان ہی کے لئے مخصوص ہو اور وہ اس کے ذریعہ دوسروں پر فائق ہوں لہٰذا سوال کے ساتھ جواب کی یہ کیا مطابقت ہوئی کہ ان سے فرمایا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال کچھ اور تھا اور بارگاہ الوہیت سے جواب کچھ اور دیا گیا۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تعلیم دے کر گویا اس طرف اشارہ فرمایا کہ تم نے ایک محال چیز کی طلب کی ہے کیونکہ ایسی کوئی دعا اور ایسا کوئی ذکر نہیں ہے جو اس کلمے سے افضل ہو اور اسے سب پڑھتے ہیں بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحسب عادت بشری کوئی مخصوص دعا اور ذکر کی طلب کی کیونکہ انسان کی یہ فطرت ہے کہ اسے اسی وقت بہت زیادہ خوشی اور سرور حاصل ہوتا ہے جب کہ اسے کسی چیز کے ساتھ مختص کیا جائے جو اس کے علاوہ اور کسی کے پاس نہ ہو۔ مثلاً اگر کسی کے پاس کوئی ایسا جوہر یا ہیرا ہو

تو جو اس کے علاوہ اور کسی کے پاس نہ ہو تو اسے اس قیمتی چیز کی موجودگی سے زیادہ اس احساس سے خوشی ہوتی ہے کہ وہ ایک ایسی چیز کا مالک ہے جو اس کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں پائی جاتی۔ یہی حال اسماء، دعاؤں، نادر علوم اور ہنر کا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز جب کسی کے پاس ہوتی ہے اور وہ کسی دوسرے کے پاس نہیں ہوتی۔

تو اسے بے انتہا خوشی اور فرحت حاصل ہوتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عام کے تحت اس کی قدرت کا نظام کچھ اس طرح ہے کہ جو چیز کائنات انسانی کے لئے سب سے گراں مایہ سب سے بیش بہا اور سب سے عزیز ہے وہی سب سے زیادہ پائی جاتی ہے، مثلاً زندگی، پانی اور نمک کی یہ چیزیں سب سے گراں مایہ اور عزیز نہیں ہیں۔ مگر یہی چیزیں زیادہ پائی جاتی ہیں۔ بخلاف موتی، یاقوت اور زعفران وغیرہ کے کہ یہ ان چیزوں کے برابر گراں مایہ اور عزیز نہیں ہیں مگر کم ہیں اس طرح مصحف شریف یعنی قرآن کریم سب کتابوں سے افضل ہے مگر نہ صرف یہ کہ بہت پایا جاتا ہے بلکہ سستا بھی بہت ملتا ہے اس کے مقابلہ میں علم کیمیا وغیرہ کی کیا حقیقت ہے مگر اس کا وجود کتنا خال خال نظر آتا ہے یہ اور بات ہے کہ جاہل و بے وقوف لوگوں کی نظروں میں اس کے حصول کی جتنی خواہش اور اس سے جتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے اس کا عشر عشیر بھی قرآن وحدیث کے علم سے خوش نہیں ہوتے یا ایسے ہی کلمہ طیب اور کلمہ شہادت کے یہ تمام کلمات میں اشرف، تمام عبادتوں میں نفیس تر، تمام اذکار میں افضل اور تمام حسنات میں کامل تر ہیں مگر اپنے وجود کے اعتبار سے اکثر اور حصول کے اعتبار سے آسان ترین ہیں پھر بھی عوام نے ان کو ترک کر رکھا ہے اور دور دراز کے ان اذکار اور ان دعاؤں کو اپنا معمول بنا رکھا ہے جن میں سے قرآن وحدیث میں اکثر کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔

بہر کیف ان مثالوں کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اکثر چیزیں اپنی حقیقت کے اعتبار سے تو بہت اعلیٰ ہوتی ہیں مگر بسبب کثرت کے لوگ ان کی قدر نہیں پہچانتے اور جو چیزیں اس درجہ کی عزیز نہیں ہوتیں لوگ انہیں کو ان کی کمیابی کی وجہ سے عزیز رکھتے ہیں۔ آخر میں یہ بات سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو الہام کیا کہ وہ اس بات کی درخواست کریں اور رب العزت انہیں یہ جواب دے تا کہ اس عظیم تر کلمہ کی عظمت وفضیلت عوام وخواص کی نظروں میں ظاہر ہو اور وہ اس کو ہر وقت اور ہر حالت میں اپنا ورد بنا لیں اور اس پر مداومت کریں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ خلوص قلب کے ساتھ یعنی بغیر ریا کے لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کلمہ کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچتا ہے یعنی جلد قبول ہوتا ہے بشرطیکہ وہ کلمہ کہنے والا کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 845)

کبیرہ گناہوں سے بچنا جلدی قبول ہونے کی شرط ہے اصل ثواب کی شرط نہیں یعنی یہ کلمہ بارگاہ حق جل مجدہ میں اس وقت جلدی قبول ہوتا ہے جب کہ یہ کلمہ کہنے والا کبیرہ گناہوں سے بچے اور اصل ثواب اسے بہر صورت ملتا ہے خواہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچے یا نہ بچے۔

3795- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ

اَبِىْ خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اُمِّهِ سُعْدَى الْمُرِّيَّةِ قَالَتْ مَرَّ عُمَرُ بِطَلْحَةَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ كَئِيْبًا اَسَائَتْكَ اِمْرَةُ ابْنِ عَمِّكَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّىْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا اَحَدٌ عِنْدَ مَوْتِهِ اِلَّا كَانَتْ نُوْرًا لِصَحِيْفَتِهِ وَاِنَّ جَسَدَهُ وَرُوْحَهُ لَيَجِدَانِ لَهَا رَوْحًا عِنْدَ الْمَوْتِ فَلَمْ اَسْاَلْهُ حَتّٰى تُوُفِّيَ قَالَ اَنَا اَعْلَمُهَا هِيَ الَّتِىْ اَرَادَ عَمَّهُ عَلَيْهَا وَلَوْ عَلِمَ اَنَّ شَيْئًا اَنْجٰى لَهُ مِنْهَا لَاَمَرَهُ

یحییٰ بن طلحہ اپنی والدہ سعدی مریہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ کے چچازاد (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کی حکومت آپ کے لیے پریشانی کا باعث ہے تو انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میں ایک ایسے کلمے کے بارے میں جانتا ہوں جسے کوئی شخص موت کے وقت پڑھ لے گا تو وہ اس کے نامہ اعمال کا نور ہو گا اور اس کا جسم اور اس کی روح مرنے کے وقت راحت محسوس کریں گے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت نہیں کر سکا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں اس بارے میں جانتا ہوں' یہ وہی کلمہ ہے' جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ آپ کے چچا اسے پڑھ لیتے اور اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں نجات دینے والی اس سے بہتر کوئی اور چیز ہوتی تو آپ انہیں اس کی ہدایت کرتے۔

3796- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ يُوْنُسَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ هِصَّانَ بْنِ الْكَاهِلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَفْسٍ تَمُوْتُ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجِعُ ذٰلِكَ اِلٰى قَلْبٍ مُوْقِنٍ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو بھی شخص مرتے ہوئے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اور وہ یقین رکھنے والے دل کے ساتھ اس بات کی گواہی دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دے گا۔

3797- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ مَنْظُوْرٍ حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا يَسْبِقُهَا عَمَلٌ وَّلَا تَتْرُكُ ذَنْبًا

3795: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3796: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3797: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

سیدہ اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے۔ یہ کسی بھی گناہ کو باقی نہیں رہنے دیتا۔

شرح

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کی سعادت نصیب ہوئی ہے اس رات میں ساتوں آسمانوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی جو بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے انہوں نے مجھ سے کہا۔ محمد! اپنی امت کو میرا سلام کہیے گا اور انہیں بتا دیجئے گا کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اور وہ مٹی کی بجائے مشک وزعفران ہے اس کا پانی شیریں ہے اس کا میدان چٹ پڑ (یعنی ہموار اور درختوں سے خالی ہے) اور اس کے درخت ہیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت باعتبار اسناد کے غریب ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 846)

اس امت مرحومہ کی شان محبوبی اور شان عظمت کے صدقے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے اسے سلام کہلایا اور اس طرح اس امت سے اپنے تعلق کا اظہار کیا اس لئے اس امت کے ایک ایک فرد کے لئے یہی لائق ہے کہ اس حدیث کے ذریعہ جب بھی حضرت ابراہیم کا سلام سنایا جائے یا پڑھا جائے تو یہ کہا جائے وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ وان غراسہا سبحان اللہ (اور اس کے درخت ہیں سبحان اللہ الخ) کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو آگاہ کر دیجئے گا کہ یہ کلمات اور انہیں کی طرح دوسرے کلمات ذکر پڑھنے سے آدمی جنت میں داخل ہوتا ہے اور چونکہ جنت میں بہت سے درخت لگائے جاتے ہیں بایں طور کہ ہر کلمے کے پڑھنے سے ایک درخت لگتا ہے اس لئے ان کلمات کو جو شخص جتنا زیادہ پڑھے گا اس کی طرف سے جنت میں اتنے ہی زیادہ درخت لگائے جائیں گے۔ یہ گویا اس طرف اشارہ ہے کہ ان کلمات کو پڑھنے والا جنت کی پرسکون اور پر راحت فضا اور وہاں کے سرور آمیز اطمینان وچین کا حقدار ہوگا اور وہاں یہ کلمات درخت کی شکل میں لازوال سکون آمیز حیات کے ضامن ہوں گے۔

3798- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ اَخْبَرَنِیْ سُمَیٌّ مَوْلٰی اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِیْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ كَانَ لَهٗ عَدْلُ عَشْرِ رِقَابٍ وَّكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَّمُحِیَ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَّكُنَّ لَهٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطَانِ سَائِرَ يَوْمِهٖ اِلَی اللَّيْلِ وَلَمْ يَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا اَتٰی بِهٖ اِلَّا مَنْ قَالَ اَكْثَرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص روزانہ سو مرتبہ یہ پڑھے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے' بادشاہی بھی اسی کے لیے

3798: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3293' ورقم الحدیث: 3403' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6783' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 3468

مخصوص ہے' حمد اسی کے لیے مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے"۔

تو اس کے نامہ اعمال میں دس غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے اور اس کے لیے ایک سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے ایک سو گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے اور یہ اس پورے دن رات تک کے لیے شیطان سے اس کے بچاؤ کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اس دن اس شخص سے زیادہ بہتر عمل اور کسی کا نہیں ہوتا سوائے اس شخص کے جس نے اس کلمے کو اس سے زیادہ مرتبہ پڑھا ہو۔

3799 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ فِیْ دُبُرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ كَانَ كَعَتَاقِ رَقَبَةٍ مِّنْ وَّلَدِ اِسْمٰعِيْلَ

⇔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جو شخص صبح کی نماز کے بعد یہ کلمہ پڑھے۔"اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں' وہی ایک معبود ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے' حمد اسی کے لیے مخصوص ہے' بھلائی اسی کے دست قدرت میں ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے"۔

تو اسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

بَاب فَضْلِ الْحَامِدِيْنَ

یہ باب حمد کرنے والوں کی فضیلت کے بیان میں ہے

3800 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدِّمَشْقِیُّ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ بَشِيْرِ بْنِ الْفَاكِهِ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ خِرَاشٍ ابْنَ عَمِّ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

⇔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر "لا الہ الا اللہ" ہے اور سب سے زیادہ فضیلت والی دعا "الحمد للہ" ہے۔

شرح

لا الہ الا اللہ سب سے افضل اس لئے ہے کہ اسلام وایمان کے سارے وجود کی بنیاد ہی اس پر ہے اس کے بغیر نہ ایمان صحیح ہوتا ہے اور نہ اس کے بغیر کوئی مسلمان بنتا ہے۔ بعض محققین فرماتے ہیں کہ تمام اذکار میں یہ کلمہ سب سے افضل اس وجہ سے ہے کہ ذاکر کے باطن کو برے اوصاف سے کہ جو انسان کے باطن کے معبود ہوتے ہیں۔ پاک اور صاف کرنے میں اس کلمہ کو بڑی عجیب وعظیم

3799 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3800 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3383

تاثیر حاصل ہے ارشاد ربانی ہے آیت (افرایت من اتخذ الٰھه ھواہ) کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود قرار دیا ہے۔ لہٰذا جب ذکر لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو لا الہ کے ذریعے تو تمام معبودوں کی نفی ہوتی ہے اور لا الہ کے ذریعہ صرف ایک معبود حقیقی یعنی اللہ کا اقرار ہوتا ہے اور پھر جب زبان سے یہ کلمہ ادا ہوتا ہے تو اس کی تاثیر ظاہری زبان سے دل کی گہرائیوں کی رجوع کرتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زبان سے تمام باطل معبودوں کی نفی اور ایک حقیقی معبود کا اقرار یقین واعتقاد کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو اس کے قلب وباطن کو روشن ومنور کر کے تمام برے وباطنی اوصاف کو صاف کر دیتا ہے اور آخر کار یہی تاثیر اس کے ظاہری اعضاء پر غالب آ جاتی ہے کہ اس کے ظاہری اعضاء سے وہی اعمال وافعال صادر ہوتے ہیں جو اس اقرار واعتقاد کا عین تقاضہ عین منشاء ہوتے ہیں۔ الحمد للہ کو دعا اس لئے فرمایا گیا ہے کہ کریم کی تعریف دعا وسوال کے زمرہ میں ہی آتی ہے اور اس کو افضل اس وجہ سے بتایا گیا ہے کہ منعم حقیقی یعنی اللہ کی حمد شکر کے معنی میں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ شکر نعمت وبرکت میں زیادتی کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: آیت (لئن شکرتم لازیدنکم) ۔اور اگر تم شکر کرو گے تو میں زیادہ نعمت دوں گا۔

3801- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ بَشِيرٍ مَوْلَى الْعُمَرِيِّينَ قَالَ سَمِعْتُ قُدَامَةَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ الْجُمَحِيَّ يُحَدِّثُ أَنَّهُ كَانَ يَخْتَلِفُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَهُوَ غُلَامٌ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُعَصْفَرَانِ قَالَ فَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللَّهِ قَالَ يَا رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَلِعَظِيمِ سُلْطَانِكَ فَعَضَّلَتْ بِالْمَلَكَيْنِ فَلَمْ يَدْرِيَا كَيْفَ يَكْتُبَانِهَا فَصَعِدَا إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَا يَا رَبَّنَا إِنَّ عَبْدَكَ قَدْ قَالَ مَقَالَةً لَا نَدْرِي كَيْفَ نَكْتُبُهَا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا قَالَ عَبْدُهُ مَاذَا قَالَ عَبْدِي قَالَا يَا رَبِّ إِنَّهُ قَالَ يَا رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيمِ سُلْطَانِكَ فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا اكْتُبَاهَا كَمَا قَالَ عَبْدِي حَتَّى يَلْقَانِي فَأَجْزِيَهُ بِهَا

قدامہ بن ابراہیم بیان کرتے ہیں' وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا کرتے تھے وہ نوجوان تھے انہوں نے دو معصفر (رنگے ہوئے) کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ہمیں یہ حدیث سنائی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بتایا: اللہ تعالیٰ کے ایک بندے نے کہا:

''اے میرے پروردگار! حمد تیرے لئے ہے جیسے تیری ذات کے جلال اور جیسے تیری بادشاہی کی عظمت کے لائق ہو''۔

تو دو فرشتے اس بارے میں حیران ہوئے۔ انہیں سمجھ نہیں آئی کہ وہ ان دونوں کلمات کو کیسے لکھیں۔ وہ دونوں آسمان کی طرف گئے اور عرض کیا: اے ہمارے پروردگار! تیرے بندے نے یہ جملہ کہا ہے' ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ ہم اسے کیسے لکھیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حالانکہ وہ اس بارے میں زیادہ بہتر جانتا ہے' میرے بندے نے کیا کہا تھا؟ ان دونوں نے جواب دیا: اے ہمارے پروردگار! اس نے کہا ہے:

''اے میرے پروردگار! حمد تیرے لئے ہے جیسے تیری ذات کے جلال اور جیسے تیری بادشاہت کی عظمت کے لائق ہو''۔

3801- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے فرمایا: اس جملے کو تم نوٹ کرلو جیسے میرے بندے نے کہا ہے یہاں تک کہ جب وہ میری بارگاہ میں حاضر ہوگا تو میں اس کی جزا خود اسے دوں گا۔

3802- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ذَا الَّذِي قَالَ هَذَا قَالَ الرَّجُلُ أَنَا وَمَا أَرَدْتُ إِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ لَقَدْ فُتِحَتْ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ فَمَا نَهْنَهَهَا شَيْءٌ دُونَ الْعَرْشِ

◆◆ عبدجبار بن وائل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی تو ایک شخص نے یہ کلمہ پڑھا:

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو بہت زیادہ ہو پاکیزہ ہو اس میں برکت ہو''۔

جب نبی اکرم ﷺ نے نماز ختم کی تو آپ نے دریافت کیا' یہ جملہ کس نے کہا ہے؟ اس شخص نے عرض کی: میں نے' میرا ارادہ صرف بھلائی کا تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس دعا کے لئے آسمان کے تمام دروازے کھول دیے گئے اور عرش سے پہلے اسے کسی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

3803- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْرَقُ أَبُو مَرْوَانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى مَا يُحِبُّ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَإِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ جب کوئی ایسی چیز دیکھتے جو آپ کو پسند ہوتی تو یہ دعا پڑھتے تھے:

''ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لئے ہے' جس کی نعمت سے اچھائیاں مکمل ہوتی ہیں''۔

اور جب آپ کوئی ایسی چیز دیکھتے جو آپ کو ناپسند ہوتی تو آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

''ہر حال میں ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے''۔

3804- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ حَالِ أَهْلِ النَّارِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ یہ پڑھا کرتے تھے:

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہر حال میں' اے میرے پروردگار میں اہل جہنم کے حال سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

3802: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3803: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3804: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3805- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنْ شَبِيْبِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ نِعْمَةً فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اِلَّا كَانَ الَّذِىْ اَعْطَاهُ اَفْضَلَ مِمَّا اَخَذَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو کوئی نعمت عطا کرے اور وہ ''الحمد للہ'' کہے تو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اچھی نعمت عطا کرتا ہے جو اس بندے کو پہلے ملی تھی۔

بَاب فَضْلِ التَّسْبِيْحِ

یہ باب ''سبحان اللہ'' پڑھنے کی فضیلت میں ہے

3806- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ وَّعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: دو کلمات جو زبان پر بہت آسان ہیں لیکن نامہ اعمال میں بہت وزنی ہوں گے اور پروردگار کو بہت محبوب ہیں۔ (وہ یہ ہیں)

''سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم''۔

3807- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ سِنَانٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِىْ سَوْدَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهٖ وَهُوَ يَغْرِسُ غَرْسًا فَقَالَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا الَّذِىْ تَغْرِسُ قُلْتُ غِرَاسًا لِّىْ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى غِرَاسٍ خَيْرٍ لَّكَ مِنْ هٰذَا قَالَ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ يُغْرَسْ لَكَ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ شَجَرَةٌ فِى الْجَنَّةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے وہ اس وقت پودے لگا رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! تم کیا لگا رہے ہو؟ میں نے جواب دیا: میں اپنے پودے لگا رہا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی اس سے زیادہ بہتر پودے لگانے کی طرف نہ کروں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ جی ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ''سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر''۔ پڑھا کرو۔ ان میں سے ہر ایک کے عوض میں تمہارے لئے جنت میں درخت لگا دیا جائے گا۔

3805: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3806 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6406' ورقم الحدیث: 6682' ورقم الحدیث: 7563' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث۔ 6782' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3467

3807 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

شرح

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد مکرم سے اور وہ اپنے جد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص سو مرتبہ دن کے ابتدائی حصہ میں اور سو مرتبہ دن کے آخری حصہ میں سبحان اللہ کہے تو وہ از روئے ثواب اس شخص کی مانند ہے جس نے سو نفل حج کئے ہوں جو شخص سو مرتبہ دن کے ابتدائی حصہ میں اور سو مرتبہ دن کے آخری حصہ میں الحمد للہ کہے تو اس شخص کی مانند ہے جس نے سو آدمیوں کو اللہ کی راہ میں سو گھوڑوں پر سوار کرایا ہو جو شخص سو مرتبہ دن کے ابتدائی حصہ میں اور سو مرتبہ دن کے آخری حصہ میں اللہ اکبر کہے تو اس دن یعنی قیامت کے دن کوئی شخص اس ثواب سے زائد ثواب لے کر نہیں آئے گا جو وہ لائے گا علاوہ اس شخص کے جس نے اس کی مانند یعنی اللہ اکبر مذکورہ تعداد میں کہا ہوگا تو یہ شخص درجہ ثواب کے اعتبار سے اس کے برابر ہوگا یا وہ شخص جس نے اس سے زائد کہا ہوگا (تو یہ اس سے بھی افضل ہوگا) امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔(مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 843)

اس شخص کی مانند ہے جس نے سو حج کئے ہوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آسان و سہل ذکر بشرطیکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور کی کیفیت حاصل ہو ان عبادت شاقہ سے افضل ہے جس میں قلب حضور و اخلاص سے محروم اور غفلت میں گرفتار ہو! لیکن یہ بھی امکان ہے کہ جس طرح کسی کمتر درجہ کے عمل کی مانند قرار دیا جاتا ہے اسی طرح سبحان اللہ کی عظمت وفضیلت کو بطور مبالغہ بیان کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ جو شخص صبح شام سو سو مرتبہ تسبیح پڑھتا ہے وہ نفل حج کرنے والے کی مانند ہوتا ہے۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ تسبیح سبحان اللہ پڑھنے کی چونکہ بہت زیادہ فضیلت ہے اس لئے اس کا ثواب بڑھا کر نفل حج کے اصل ثواب کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ اللہ کی راہ میں سو گھوڑوں پر سوار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جہاد کے لئے سو گھوڑے دے ڈالے ہوں یا عاریۃ دیئے ہوں! اس بات سے گو ذکر اللہ میں مشغول رہنے کی ترغیب دلائی جا رہی ہے کہ کوئی شخص دنیا کی طرف التفات نہ کرے بلکہ وہ حضور مع اللہ کی سعادت عظمیٰ کے حصول میں اپنی پوری کوششیں اور توجہات صرف کرے کیونکہ عبادت خواہ بدنیہ ہوں یا مالیہ یا دونوں کا مجموعہ، سب کا مقصد اور حاصل ذکر اللہ ہے اور پھر یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ مطلوب بہر صورت وسیلہ سے اولیٰ ہوتا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے سو غلام آزاد کئے ہوں۔ اس میں در حقیقت ان ذاکرین کے لئے تسلی اور ترغیب ہے جو محتاج اور کم استطاعت ہونے کی وجہ سے ان عبادت مالیہ سے عاجز ہوں جنہیں اہل ثروت اور مالدار ادا کرتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے مراد اہل عرب ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتی ہونے کی وجہ سے افضل واعلیٰ ہیں حدیث کے آخری جز سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اللہ اکبر ان تمام تسبیحات میں جو حدیث میں ذکر کی گئی ہیں سب سے افضل ہے حالانکہ بہت سی صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان تسبیحات میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ ہے۔

پھر الحمد للہ پھر اللہ اکبر، پھر سبحان اللہ لہٰذا اس کی تاویل یہ کی جائے گی کہ حدیث کے آخری جز کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ اکبر ہر صبح وشام سو سو مرتبہ پڑھے گا قیامت کے دن لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کے علاوہ کوئی شخص اس ثواب سے زیادہ ثواب لے نہیں

آئے گا جو یہ شخص لائے گا۔

حضرت یسیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مہاجرات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم عورتوں سے فرمایا کہ (سبحان اللہ لا الہ الا اللہ، سبحان الملک القدوس) یا سبوح القدوس رب الملائکۃ کو پڑھنا اپنے لئے ضروری قرار دو اور ان مذکورہ تسبیحات کو، اپنی انگلیوں پر شمار کرو کیونکہ ان انگلیوں سے پوچھا جائے گا اور ان کو گویائی دی جائے گی اور یاد رکھو، ذکر سے غافل مت ہونا یعنی ذکر کو ترک نہ کرنا، ورنہ رحمت سے تمہیں بھلایا جائے گا یعنی اگر ذکر کو چھوڑ کر بیٹھ جاؤ گی تو اس کے بے شمار ثواب سے محروم ہو گی۔ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 847)

یہ تو سب جانتے ہیں کہ قیامت کے دن جسم انسانی کا ایک ایک عضو اپنے مالک کے اعمال کا گواہ اور شاہد بنے گا ارشاد ربانی ہے۔ آیت (یوم تشہد علیہم السنتہم وایدیہم وارجلہم بما کانوا یعملون)۔ یاد کرو اس دن کو جب کہ ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان چیزوں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے ہیں۔ ارشاد گرامی "ان انگلیوں سے پوچھا جائے گا" میں اس طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انگلیوں سے پوچھے گا کہ بتاؤ تم نے دنیا میں کیا کیا ہے اور پھر جواب دینے کے لئے ان انگلیوں کو گویائی عطا فرمائے گا۔ چنانچہ وہ انگلیاں اپنے مالک کے ان اچھے برے اعمال کی گواہی دیں گے۔ جو ان انگلیاں کے ذریعہ سرزد ہوئے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تسبیحات کو اپنی انگلیوں پر شمار کرو تا کہ وہ کل قیامت کے دن تمہارے اس نیک عمل کی گواہی دیں۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اوراد و اذکار اور تسبیحات کو انگلیوں پر شمار کرنا افضل ہے اگرچہ تسبیح پڑھنا بھی جائز ہے نیز اس میں اس بات کی ترغیب بھی ہے کہ بندہ کی عقل و شعور کا تقاضہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے اعضاء جسمانی کو انہیں کاموں میں مشغول رکھے جو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا باعث ہوں اور اپنے ایک ایک عضو کو گناہ سے بچائے تا کہ قیامت کے دن کوئی بھی عضو گناہ کی گواہی دے کر عذاب الٰہی میں مبتلا نہ کرا دے۔

3808- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي رِشْدِينَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ جُوَيْرِيَةَ قَالَتْ مَرَّ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ صَلَّى الْغَدَاةَ أَوْ بَعْدَ مَا صَلَّى الْغَدَاةَ وَهِيَ تَذْكُرُ اللَّهَ فَرَجَعَ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ أَوْ قَالَ انْتَصَفَ وَهِيَ كَذَلِكَ فَقَالَ لَقَدْ قُلْتُ مُنْذُ قُمْتُ عَنْكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَهِيَ أَكْثَرُ وَأَرْجَحُ أَوْ أَوْزَنُ مِمَّا قُلْتِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ رِضَا نَفْسِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ زِنَةَ عَرْشِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے کے لئے ان کے پاس سے گزرے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) صبح کی نماز ادا کر لینے کے بعد ان کے پاس سے گزرے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی تھیں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس واپس آئے تو اس وقت دن چڑھ چکا تھا (راوی کو شک ہے شاید

3808 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6851' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3555' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 1351

یہ الفاظ ہیں) دوپہر ہو چکی تھی اور سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اسی عالم میں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں تمہارے پاس سے اٹھ کر گیا تو میں نے چار کلمات تین مرتبہ پڑھے وہ تمہارے سب کچھ پڑھے ہوئے سے زیادہ وزنی ہیں۔ (وہ کلمات یہ ہیں):

''میں اللہ کی ذات کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کی مخلوق کی تعداد کے حساب سے میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔ اس کی ذات کی رضامندی کے حوالے سے میں اس کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کے عرش کے وزن کے اعتبار سے اور میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کے کلمات کی سیاہی (کی تعداد) کے اعتبار سے''۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ کہنا آدمی میزان اعمال کو یعنی (میزان اعمال کے اس پلڑے کو جو نیکیوں کو تولنے کے لئے مخصوص ہوگا) بھر دیتا ہے الحمد للہ کہنا پوری میزان عمل کو بھر دیتا ہے اور لا الہ الا اللہ کے لئے اللہ تک پہنچنے میں کوئی پردہ حائل نہیں، یہ سیدھا اللہ تک پہنچتا ہے امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد قوی نہیں ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 844)

الحمد للہ کہنا پوری میزان عمل کو بھر دیتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ صرف الحمد للہ کا ثواب ہی پوری میزان کو بھر دیتا ہے اور یہ کہ الحمد للہ، سبحان اللہ سے افضل ہے! یا پھر مراد یہ ہے کہ الحمد للہ، سبحان اللہ کے برابر ہے کہ آدمی میزان کو تو سبحان اللہ کا ثواب بھر دیتا ہے اور آدمی میزان کو الحمد للہ کا ثواب بھر دیتا ہے اس طرح دونوں مل کر پوری میزان کو بھر دیتے ہیں۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ بارگاہ کبریائی میں بہت جلد قبول ہوتا ہے اور اس کو پڑھنے والا بہت ثواب پاتا ہے اس طرح حدیث کا یہ آخری جزء وضاحت کے ساتھ اس بات کی دلیل ہے کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ سے لا الہ الا اللہ افضل ہے۔

3809- حَدَّثَنَا اَبُوْبِشْرٍ بَكْرُبْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنِىْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِىْ عِيْسَى الطَّحَّانِ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَوْ عَنْ اَخِيْهِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا تَذْكُرُوْنَ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ التَّسْبِيْحَ وَالتَّهْلِيْلَ وَالتَّحْمِيْدَ يَنْعَطِفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ تُذَكِّرُ بِصَاحِبِهَا اَمَا يُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَوْ لَا يَزَالَ لَهٗ مَنْ يُّذَكِّرُ بِهٖ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم لوگ سبحان اللہ لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی جس عظمت کا ذکر کرتے ہو وہ کلمات عرش کے گرد چکر کھاتے رہتے ہیں اور شہد کی مکھیوں کی آواز کی طرح ان کی آواز ہوتی ہے وہ اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں تو کیا تم میں سے کسی ایک شخص کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ اس کی کوئی ایسی چیز ہو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) کوئی چیز ہمیشہ (پروردگار) کے پاس اس کا تذکرہ کرتی رہے؟

3810- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْيَحْيٰى زَكَرِيَّا بْنُ مَنْظُوْرٍ حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ

3809: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3810: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بْنِ اَبِىْ مَالِكٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ اَتَيْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِىْ عَلٰى عَمَلٍ فَاِنِّىْ قَدْ كَبِرْتُ وَضَعُفْتُ وَبَدَنْتُ فَقَالَ كَبِّرِى اللّٰهَ مِائَةَ مَرَّةٍ وَّاحْمَدِى اللّٰهَ مِائَةَ مَرَّةٍ وَّسَبِّحِى اللّٰهَ مِائَةَ مَرَّةٍ خَيْرٌ مِّنْ مِّائَةِ فَرَسٍ مُّلْجَمٍ مُّسْرَجٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَخَيْرٌ مِّنْ مِّائَةِ بَدَنَةٍ وَّخَيْرٌ مِّنْ مِّائَةِ رَقَبَةٍ

سیدہ اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کسی ایسے عمل کی طرف میری رہنمائی کیجئے (جو میں آسانی سے کرسکوں) کیونکہ میں عمر رسیدہ ہوچکی ہوں' کمزور ہوچکی ہوں اور بھاری بھرکم ہوچکی ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم 100 مرتبہ اللہ اکبر پڑھو۔100 مرتبہ الحمد للہ پڑھو اور 100 مرتبہ سبحان اللہ پڑھو۔ یہ اللہ کی راہ میں ایک 100 گھوڑوں کو لگام ڈالنے اور ان پر زین رکھنے سے زیادہ بہتر ہے اور ایک 100 قربانیوں سے بہتر ہے اور ایک سو غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔

3811- حَدَّثَنَا اَبُوْ عُمَرَ حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اَفْضَلُ الْكَلَامِ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ بَدَاْتَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: چار کلمات ہیں' جو سب سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں تم ان میں سے کسی کو بھی پہلے پڑھ لو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

سبحان الله والحمد لله' لا اله الا الله والله اكبر۔

3812- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْوَشَّاءُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوْبُهٗ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ''سبحان الله والحمد لله'' 100 مرتبہ پڑھ لے اس کے تمام گناہوں کو بخش دیا جائے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔

3813- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكَ بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَاِنَّهَا يَعْنِىْ يَحْطُطْنَ الْخَطَايَا كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے: تم

3811: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3812: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3466' ورقم الحدیث: 3468

3813: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

سبحان الله والحمد لله، لا اله الا الله والله اکبر پڑھا کرو یہ یوں کردیں گے جیسے درخت اپنے پتے جھاڑ دیتے ہیں (راوی کہتے ہیں) یعنی گناہوں کو اس طرح ختم کر دیں گے۔

بَابُ الْاِسْتِغْفَارِ

یہ باب استغفار کے بیان میں ہے

توبہ واستغفار کے معنی ومفہوم کا بیان

استغفار کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ سے اپنی بخشش چاہنا اور چونکہ استغفار کے ضمن میں جس طرح توبہ بھی آجاتی ہے اسی طرح بھی "توبہ "استغفار کے ضمن میں نہیں بھی آتی اس لئے باب کا عنوان قائم کرتے ہوئے بطور خاص والتوبہ کا ذکر کیا گیا ہے یا پھر والتوبہ کو الگ سے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ استغفار تو زبان سے متعلق ہے کہ بندہ اپنی زبان کے ذریعہ اللہ سے بخشش ومغفرت مانگتا ہے جب کہ توبہ کا تعلق دل سے ہے کیونکہ کسی گناہ پر ندامت وشرمندگی اور پھر اللہ کی طرف رجوع اور آئندہ اس گناہ میں ملوث نہ ہونے کا عہد دل ہی سے ہوتا ہے۔ "توبہ" کے معنی ہیں رجوع کرنا گناہوں سے طاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف اور غیبت سے حضور کی طرف۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کی بخشش کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کے گناہوں دو دنیا میں بھی ڈھانکے بایں طور کہ کسی کو اس کے گناہ کا علم نہ ہونے دے اور آخرت میں اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے بایں طور کہ اس کو ان گناہوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہ کرے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے پوچھا گیا کہ "توبہ" کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے فرمایا کہ گناہ کو فراموش کر دینا یعنی توبہ کرنے کے بعد گناہ کی لذت کا احساس بھی دل سے اس طرح ختم ہو جائے گویا وہ جانتا ہی نہیں کہ گناہ کیا ہوتا ہے!!۔ اور سہیل تستری سے پوچھا گیا کہ حضرت! توبہ کا کیا مفہوم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تم گناہوں کو فراموش نہ کرو یعنی گناہ کو بھول مت جاؤ تا کہ عذاب الٰہی کے خوف سے آئندہ کسی گناہ کی جرات نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم آیت (توبوا الی اللہ جمیعا)۔ تم سب اللہ کی طرف رجوع کرو۔ کے مطابق استغفار یعنی طلب بخشش ومغفرت اور توبہ کرنا ہر بندہ پر واجب ہے کیونکہ کوئی بندہ بحسب اپنے حال ومرتبہ کے گناہ یا بھول چوک سے خالی نہیں ہے لہٰذا ہر شخص کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے تمام گزشتہ گناہوں سے توبہ کرے۔ طلب بخشش ومغفرت کرے آئندہ تمام گناہوں سے بچتا رہے اور صبح وشام توبہ واستغفار کو اپنا معمول بنا لے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتا رہے خواہ وہ گناہ قصدا کیے ہوں یا خطاء وسہوا سرزد ہوئے ہوں اور گناہوں کی نحوست کی وجہ سے طاعت کی توفیق سے محروم نہ رہے نیز گناہوں پر اصرار کی ظلمت دل کو پوری طرح گھیر کر اللہ نخواستہ کفر ودوزخ تک نہ پہنچا دے۔ توبہ کے صحیح اور قبول ہونے کے لئے چار باتیں ضروری ہیں اور شرط کے درجہ میں ہیں ایک تو یہ کہ محض اللہ کے عذاب کے خوف سے اور اس کے حکم کی تعظیم کے پیش نظر ہی توبہ کی جائے، درمیان میں توبہ کی کوئی اور غرض نہ ہو مثلاً لوگوں کی تعریف ومدح کا حصول اور ضعف وفقر کی وجہ، توبہ کی غرض میں داخل نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ گزشتہ گناہوں پر واقعی شرمندگی وندامت ہو۔

تیسرے یہ کہ آئندہ ہر ظاہری و باطنی گناہ سے اجتناب کرے۔ اور چوتھے یہ کہ پختہ عہد اور عزم بالجزم کرے کہ آئندہ ہرگز کوئی گناہ نہیں کروں گا۔ توبہ کی کیفیت اور اثر آئندہ گناہ کرنے کے عزم کا صحیح ہونا یہ ہے کہ توبہ کرنے والا اپنے بلوغ کی ابتداء سے توبہ کرنے کے وقت تک پورے عرصہ کا جائزہ لے اور یہ دیکھے کہ اس سے کیا کیا گناہ سرزد ہوئے ہیں تاکہ ان میں سے ہر ایک گناہ کا تدارک کرے چنانچہ اگر اس عرصہ میں وہ، نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دیگر فرائض ترک ہوئے ہوں تو ان کی قضاء کرے اور اپنے اوقات کو نفل یا فرض کفایہ عبادتوں میں مصروف رکھ کر ان فرائض کو قضا کرنے میں سستی نہ کرے۔ اسی طرح اس عرصہ میں اگر ممنوع حرام چیزوں کا ارتکاب کیا ہے مثلاً شراب پی ہے یا اور کوئی ممنوع و قبیح فعل کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ان سے توبہ و استغفار کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے نام پر غرباء و مساکین میں اپنا مال خرچ کرے اور صدقہ و خیرات کرتا رہے تاکہ اس کی توبہ باب قبولیت تک پہنچے اور حق تعالیٰ کی طرف سے اسے بخشش و مغفرت سے نوازا جائے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل پر یقین رکھے کہ انشاء اللہ توبہ قبول ہوگی اور مغفرت کی جائے گی۔

چنانچہ خود حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ آیت (**ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیات**)۔ وہ ایسا رحیم و کریم ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے۔ یہ تو اس توبہ کی بات تھی جو ان گناہوں سے کی جائے جو محض اللہ تعالیٰ کے گناہ ہوں یعنی جن کا تعلق صرف حق اللہ سے ہو اور اگر اپنے اوپر وہ گناہ ہوں جن کا تعلق حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق کی تلفی یا ان کے نقصان سے ہو تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ سے بھی اپنی بخشش و مغفرت چاہے کیونکہ اس کی نافرمانی کی اور ان بندوں سے بھی ان کا تدارک کرے جن کی حق تلفی ہوئی ہے۔

چنانچہ اگر حق تلفی کا تعلق مال سے ہو تو یا صاحب حق کو وہ مال ادا کرے یا اس سے معاف کرائے اور اگر اس کا تعلق مال سے نہ ہو جیسے غیبت یا اور کوئی ذہنی و جسمانی تکلیف جو اسے پہنچی ہو تو اس سے معافی چاہے۔ اگر حق تلفی کا تعلق کسی ایسی کوتاہی یا قصور سے ہو کہ اگر معاف کراتے وقت اس کا تذکرہ کسی فتنہ و فساد کا سبب بنتا ہو تو ایسی صورت میں اس قصور کا ذکر کئے بغیر اس شخص سے مطلقاً قصور معاف کرائے مثلاً اس سے یوں کہے کہ مجھ سے جو بھی قصور ہو گیا ہو اسے معاف کر دیجئے اور اگر اس طرح معاف کرانے میں بھی فتنہ و فساد کا خوف ہو تو پھر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرے۔

اس کی بارگاہ میں تضرع وزاری کرے، اچھے کام کرے اور صدقہ و خیرات کرتا رہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو اور اس شخص کو جس کا قصور ہوا ہے آخرت میں اپنے فضل و کرم کے تحت اپنے پاس سے اجر دے کر اسے راضی کرائے، اگر صاحب حق مر چکا ہو تو اس کے وارث اس کے قائم مقام ہیں اس لئے مردہ کا حق ان سے معاف کرائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے نیز مردہ کی طرف سے بھی صدقہ خیرات کرے۔

ایک مومن مسلمان کی شان یہ ہونی چاہئے کہ اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے توبہ کرنے میں بالکل سستی اور تاخیر نہ کرے نیز نفس کے مکر اور شیطان کے وسوسہ میں مبتلا ہو کر یہ نہ سوچے کہ میں توبہ پر قائم تو رہ سکوں گا نہیں اس لئے توبہ کیسے کروں کیونکہ جب کوئی بندہ توبہ کرتا ہے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اس لئے اگر بتقاضائے بشریت توبہ کرنے کے بعد پھر

گناہ سرزد نہ ہو جائے تو پھر توبہ کرے چاہے دن میں کئی مرتبہ ایسا ہو بشرطیکہ توبہ کے وقت اس کے دل میں یہ خیال نہ ہو کہ میں پھر گناہ بھی کروں گا اور توبہ بھی کرلوں گا بلکہ توبہ کرتے وقت یہی احساس رہے کہ شاید پھر گناہ کرنے سے پہلے مر جاؤں اور یہ توبہ میری آخری توبہ ثابت ہو۔

جب کوئی شخص توبہ کرنا چاہے تو پہلے نہا دھو کر صاف کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز حضور قلب کے ساتھ پڑھے اور سجدہ میں گر کر بہت ہی زیادہ تضرع وزاری کے ساتھ اپنے نفس کو ملامت کرے اور اپنے گزشتہ گناہوں کو یاد کر کے عذاب الٰہی کے خوف سے اپنے قلب کو لرزاں وترساں کرے اور شرمندگی وندامت کے پورے احساس کے ساتھ توبہ واستغفار کرے اور پھر ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں یوں عرض رسا ہو۔ میرے پروردگار! تیرے در سے بھاگا ہوا یہ گنہگار غلام اپنے گناہوں کی پوٹ لئے پھر تیرے در پر حاضر ہوا ہے انتہائی ندامت وشرمندگی کے ساتھ اپنی لغزشوں اور اپنے گناہوں کی معذرت لے کر آیا ہے تیری ذات رحیم وکریم ہے تو ستار و غفار ہے اپنے کرم کے صدقے میرے گناہ بخش دے! اپنے فضل سے میری معذرت قبول فرما کر رحمت کی نظر سے میری طرف دیکھ نہ صرف یہ کہ میرے پچھلے گناہ بخش دے بلکہ آئندہ ہر گناہ ولغزش سے مجھے محفوظ رکھ کہ خیر وبھلائی تیرے ہی دست قدرت میں ہے اور اپنے گنہگار بندوں کو تو ہی بخشنے والا ہے اس کے بعد درود پڑھے اور تمام ہی مسلمانوں کے لئے بخشش ومغفرت چاہے۔ یہ تو عوام کی توبہ ہے کہ جن کی زندگی اور گناہ کے درمیان کوئی بڑی حد فاصل نہیں ہوتی اور وہ گناہ ومعصیت میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں اور ان کی یہ توبہ انہیں اس بشارت کا مستحق قرار دیتی ہے کہ آیت (ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین) لیکن خواص کہ جو اللہ کے اطاعت گزار بندے ہوتے ہیں جن کی زندگی معصیت وگناہ سے دور رہتی ہے اور اتباع شریعت کی حامل ہوتی ہے ان کی توبہ یہ ہے کہ وہ ان برے اخلاق سے کہ جن سے قلب کو پاک رکھنا واجب ہے توبہ کریں، اسی طرح عاشقین اللہ کی توبہ یہ ہے کہ اگر بتقاضائے بشریت کسی وقت ان سے ذکر اللہ اور یاد الٰہی میں غفلت ہو جائے اور ماسوی اللہ میں مشغول ہو جائیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اپنی اس کوتاہی سے توبہ کریں۔

یہ بات جان لینی چاہئے کہ گناہ کبیرہ کا صدور ایمان سے خارج نہیں کرتا لیکن فاسق وعاصی کر دیتا ہے گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کے متعلق (باب الکبائر وعلامات النفاق) مظاہر حق جدید جلد اول میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے اس موقع پر گناہ کی ان دونوں اقسام کو اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ جہاں تک صغیرہ گناہوں کا تعلق ہے تو وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ایک عام زندگی کے لئے ان سے اجتناب بھی دشوار ہے چنانچہ مسلک مختار کے مطابق صغیرہ گناہ سے تقویٰ میں خلل نہیں پڑتا بشرطیکہ گناہ صغیرہ پر اصرار ودوام نہ ہو کیونکہ صغیرہ گناہ پر اصرار ودوام گناہ کبیرہ کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ لہٰذا ہر مومن ومسلمان پر واجب ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں اور حتی المقدور صغیرہ گناہوں سے اجتناب بھی کرے اور جانے کہ اگرچہ گناہ ایمان سے خارج نہیں کر دیتے لیکن اس بات کا خوف ہے کہ گناہ کی زندگی رفتہ رفتہ انجام کار کفر اور دوزخ کی حد تک پہنچا دے۔

3814- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَالْمُحَارِبِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سُوْقَةَ

3814 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1516' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3434

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنْ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ مِائَةَ مَرَّةٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ہم گنتی کرلیا کرتے تھے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک محفل میں بیٹھ کر 100 مرتبہ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے:

''اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے میری توبہ قبول کرلے بے شک تو بہت زیادہ قبول کرنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے''۔

3815- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں روزانہ 100 مرتبہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

شرح

حضرت اغر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بات ہے کہ میرے دل پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور میں دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 857)

اس حدیث کے معنی ومفہوم اور اس کی وضاحت کرنے کے سلسلہ میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں جن میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ اس بات کو محبوب رکھتے تھے کہ آپ کا قلب مبارک جناب باری تعالیٰ میں ہر وقت حاضر رہے کسی لمحہ بھی ادھر سے غافل نہ رہے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مباح چیزوں مثلاً کھانے پینے اور اپنی ازواج کے ساتھ اختلاط یا اسی قسم کے ان امور میں مشغول ہوتے تھے جن کی وجہ سے فی الجملہ جناب باری تعالیٰ سے غفلت ہوتی تھی تو اس مشغولیت کو اپنے طور پر ایک پردہ سمجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب مبارک لرزاں اور بے چین ہو جاتا تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی وجہ سے استغفار کرتے تھے اس حدیث کے سلسلہ میں سب سے اچھی بات وہی ہے جو بعض عارفین نے کہی ہے کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے اس کے اصل معنی کا علم اللہ اور اس کے رسول ہی کو ہے اس کا کام تو صرف یہ ہے کہ اس حدیث پر ایمان رکھے اور اس کے معنی سمجھنے کے درپے نہ ہو۔

روزانہ کثرت سے توبہ کرنے کا بیان

3816- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ اَبِي الْحُرِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي بُرْدَةَ بْنِ اَبِي مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ

3815: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3816: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

سَبْعِيْنَ مَرَّةً

◆◆ حضرت سعید بن ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں روزانہ ۷۰ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اللہ کی میں دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری، مشکوۃ شریف۔ جلد دوم حدیث نمبر 856)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی کثرت سے استغفار وتوبہ اس لئے نہیں کرتے تھے کہ معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گناہ میں مبتلا ہوتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم تھے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام عبدیت کے سب سے اونچے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے اپنے طور پر یہ سمجھتے تھے کہ شاید مجھ سے اللہ کی بندگی وعبادت میں کوئی قصور ہو گیا ہو اور میں وہ بندگی نہ کر سکا ہوں جو رب ذوالجلال والاکرام کی شان کے لائق ہے۔

نیز اس سے مقصود امت کو استغفار وتوبہ کی ترغیب دلانا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ معصوم اور خیر الخلوقات تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن میں ستر بار توبہ واستغفار کی تو گنہگاروں کو بطریق اولیٰ استغفار وتوبہ بہت کثرت سے کرنی چاہئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ روئے زمین پر عذاب الٰہی سے امن کی دو ہی پناہ گاہیں تھیں ایک تو اٹھ گئی دوسری باقی ہے لہٰذا اس دوسری پناہ گاہ کو اختیار کرو، جو پناہ گاہ اٹھ گئی وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی تھی اور جو باقی ہے وہ استغفار ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ آیت (وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون)۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس حالت میں عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے جب تک وہ استغفار کرتے ہوں۔

3817-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِى الْمُغِيْرَةِ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ فِىْ لِسَانِىْ ذَرَبٌ عَلٰى اَهْلِىْ وَكَانَ لَا يَعْدُوْهُمْ اِلٰى غَيْرِهِمْ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ اَنْتَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ تَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِى الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں اپنی اہلیہ کے ساتھ سخت زبان استعمال کرتا تھا اور دوسروں کے ساتھ اس طرح نہیں کیا کرتا تھا میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: تم استغفار کیوں نہیں پڑھتے؟ روزانہ ۷۰ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیا کرو۔

3818-حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ دِيْنَارٍ الْحِمْصِىُّ حَدَّثَنَا اَبِىْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ

3817: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3818 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الرَّحْمٰنِ بْنِ عِرْقٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بُسْرٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰى لِمَنْ وَجَدَ فِيْ صَحِيْفَتِهٖ اسْتِغْفَارًا كَثِيْرًا

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال میں زیادہ استغفار پائے گا۔

3819-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّمِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَّخْرَجًا وَّرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص استغفار کو لازم کرلے گا اللہ تعالیٰ ہر غم سے اسے نجات دیدے گا اور ہر تنگی سے آسانی فراہم کردے گا اور اسے وہاں سے رزق عطا کرے گا جو اس کے گمان میں بھی نہیں ہوگا۔

3820-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاءُوْا اسْتَغْفَرُوْا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاءُوْا اسْتَغْفَرُوْا ۔

"اے اللہ مجھے ان لوگوں میں کردے کہ جب وہ نیکی کریں تو انہیں خوشخبری نصیب ہو اور جب وہ برائی کریں تو مغفرت طلب کریں"۔

بَاب فَضْلِ الْعَمَلِ

یہ باب عمل کی فضیلت کے بیان میں ہے

3821-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَاَزِيْدُ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَّمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ

3819: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1518

3820: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3821: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6774 'ورقم الحدیث: 6775

بَاعًا وَمَنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِيَنِيْ بِقِرَابِ الْاَرْضِ خَطِيْئَةً ثُمَّ لَا يُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَقِيْتُهٗ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جو شخص کوئی ایک نیکی کرے اسے اس کا دس گنا اجر ملے گا اور میں اس سے زیادہ اجر بھی عطا کروں گا اور جو شخص کوئی ایک برائی کرے تو اس برائی کا بدلہ اس کی مانند ہو گا اور میں اسے بخش بھی سکتا ہوں اور جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے' میں ایک گز اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جو شخص میرے ایک گز قریب ہوتا ہے میں ایک ''باع'' اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جو شخص چلتا ہوا میرے پاس آتا ہے میں دوڑتا ہوا اس کی طرف جاتا ہوں اور جو شخص زمین جتنے گناہ لے کر میری بارگاہ میں حاضر ہو' اس حال میں کہ وہ کسی کو میرا شریک نہ قرار دیتا ہو' تو میں اتنی ہی مغفرت کے ہمراہ اس سے ملاقات کرتا ہوں''۔

3822- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَاَنَا مَعَهٗ حِيْنَ يَذْكُرُنِيْ فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ وَاِنِ اقْتَرَبَ اِلَيَّ شِبْرًا اقْتَرَبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَّاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''میں اپنے بارے میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس وقت اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اپنے نفس میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ محفل میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے زیادہ بہتر محفل میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک گز اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ چلتا ہوا میری طرف آتا ہے تو میں دوڑتا ہوا اس کی طرف جاتا ہوں''۔

3823- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ لَهُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ابن آدم کے ہر عمل کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: روزے کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ خود دوں گا۔

3822: اخرجه مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6747' ورقم الحدیث: 6773' اخرجه الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3606

بَاب مَا جَآءَ فِيْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

یہ باب ہے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

3824-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ اَنْبَاَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعَنِى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتے ہوئے سنا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اے عبداللہ بن قیس! کیا میں جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمے کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا: تم ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' پڑھا کرو۔

شرح

جنت کا خزانہ " کا مطلب یہ ہے کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ جنت کا ایک ذخیرہ ہے جس سے کہ اس کو پڑھنے والا اس دن (یعنی قیامت کے دن) نفع وفائدہ حاصل کرے گا جس دن نہ دنیا کا کوئی خزانہ مال کا کام آئے گا اور نہ اولاد اور دوسرے عزیز واقارب نفع پہنچائیں گے۔ فقر (محتاجگی) سے مراد دل کا فقر اور قلب کی تنگی ہے جس کے متعلق ایک حدیث یوں ہے فرمایا کہ کاد الفقر ان یکون کفرا ۔ فقر کفر کے قریب پہنچادیتا ہے۔ لہٰذا جو شخص ان کلمات کو پڑھتا ہے تو اس کی برکت سے دل کی محتاجگی دور ہوتی ہے کیونکہ جب وہ ان کلمات کو زبان سے ادا کرتا ہے اور پھر ان کلمات کے معنی ومفہوم کا تصور کرتا ہے تو اس کے دل میں یہ یقین واعتقاد پیدا ہوجاتا ہے کہ ہر امر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت کے زیر اثر ہے کسی کو نفع وفائدہ آرام وراحت دنیا میں بھی اسی کے ہاتھ میں ہے اور کسی کو تکلیف ومصیبت اور ضرر ونقصان میں مبتلا کردینا بھی اسی کی طرف سے ہے پس وہ شخص بلاء ومصیبت پر صبر کرتا ہے، نعمت وراحت پر شکر کرتا ہے اپنے تمام امور اللہ ہی کی طرف سونپ دیتا ہے اور اس طرح قضا وقدر الٰہی پر راضی ہوکر حق تعالیٰ کا محبوب بندہ اور دوست بن جاتا ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنی ایک سیاحت کے دوران جن صاحب کی رفاقت وصحبت مجھے حاصل رہی انہوں نے مجھے نیکی وبھلائی کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ خوب اچھی طرح جان لو! اعمال نیک کے لئے اقوال وکلمات میں تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے برابر کوئی قول وکلمہ اور افعال میں اللہ کی طرف جھکنے اور اس کے فضل کی راہ کو اختیار کرنے کے برابر کوئی فعل

3824: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2992' ورقم الحدیث: 4205' ورقم الحدیث: 6384' ورقم الحدیث: 6610' ورقم الحدیث: 7386' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6802' ورقم الحدیث: 6803' ورقم الحدیث: 6804' ورقم الحدیث: 6805' ورقم الحدیث: 6806' ورقم الحدیث: 6807' ورقم الحدیث: 6808' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1526' ورقم الحدیث: 1527' ورقم الحدیث: 1528' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3461

مدد ومعاون نہیں۔ آیت (ومن يعتصم بالله فقد هدى الى صراط مستقيم) جس شخص نے اللہ کی راہ دکھائی ہوئی کو اختیار کیا تو بلاشبہ اسے مضبوط راہ کی ہدایت بخشی ہوگی۔

امام ترمذی کے قول کے مطابق اگرچہ اس حدیث کی سند متصل نہیں اور اس طرح یہ حدیث منقطع ہے لیکن اس حدیث کو حضرت موسیٰ کی یہ روایت صحیح ثابت کرتی ہے جو صحاح ستہ میں بطریق مرفوع منقول ہے کہ لا حول ولا قوة الا بالله فانها كنز من كنوز الجنة ۔ اسی طرح حدیث کی توثیق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت مرفوع سے بھی ہوتی ہے جسے نسائی اور بزاز نے نقل کیا ہے لا حول ولا قوة الا بالله اور اس میں لا منجا من الله الا اليه كنز من كنوز الجنة بھی ہے لہٰذا حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث اگرچہ اسناد کے اعتبار سے منقطع ہے مگر مفہوم ومعنی کے اعتبار سے قابل اعتماد ہے۔

3825-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا میں جنت کے ایک خزانے کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ تو میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" (وہ خزانہ ہے)

3826-حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي زَيْنَبَ مَوْلَى حَازِمِ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنْ حَازِمِ بْنِ حَرْمَلَةَ قَالَ مَرَرْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي يَا حَازِمُ أَكْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ فَإِنَّهَا مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ

◆◆ حضرت حازم بن حرملہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: اے حازم "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" کثرت کے ساتھ پڑھا کرو کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک ہے۔

3825: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3826: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

كِتَابُ الدُّعَآءِ

یہ کتاب دعا کے بیان میں ہے

دعا کے معنی ومفہوم کا بیان

دعا کے معنی ہیں کہ "اعلیٰ ذات سے ادنیٰ چیزوں میں سے کچھ بطریق عاجزی طلب کرنا" امام نووی فرماتے ہیں کہ ہر زمانہ میں اور ہر جگہ کے علماء اس بات پر متفق رہے ہیں کہ دعا مانگنا مستحب ہے ان کی دلیل قرآن وحدیث کے ظاہری اور واضح مفہوم کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کا فعل بھی ہے کیونکہ تمام انبیاء کرام دعا مانگا کرتے تھے۔

لیکن بعض زہاد اور اہل معارف یہ بھی کہتا ہے کہ ترک دعا (یعنی دعا نہ مانگنا) افضل ہے کیونکہ اس طرح رضاء مولیٰ اور اپنی قسمت پر اور تقدیر کے ساتھ راضی ہونے کا مکمل اظہار ہوتا ہے۔ مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب نے ان زہاد واہل معارف کے اس قول کے بارہ میں کہا ہے کہ یہ قول اس خاص کیفیت پر محمول ہے جو بعض وقت بعض مردان حق پر طاری ہوتی ہے اور جس میں رضاء بقضاء ہی غالب ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ پیش آیا کہ جب انہیں آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان سے کہا کہ آپ دعا کیجئے اور اپنے پروردگار سے اپنی نجات سلامتی کے لئے درخواست کیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ حق تعالیٰ جل شانہ میرا حال جانتا ہے مجھے کوئی درخواست کرنے اور دعا مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۔ (البقرہ، ۱۸۶)

اور (اے حبیب!) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو (بتا دیا کریں کہ) میں نزدیک ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے، پس انہیں چاہئے کہ میری فرمانبرداری اختیار کریں اور مجھ پر پختہ یقین رکھیں تاکہ وہ راہِ (مراد) پا جائیں۔

شان نزول: اس آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے۔ امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حسن بصری بیان کرتے ہیں: صحابہ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا: ہمارے رب کہاں ہے تو یہ آیت نازل ہوئی: جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو بتائیے کہ میں قریب ہوں۔

عطاء نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا تو صحابہ نے پوچھا: ہم کس وقت دعا کریں تو یہ آیت نازل ہوئی: جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو بتائیے کہ میں قریب ہوں اور جب کوئی دعا

کرنے والا دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۹۳۔۲۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث کا بیان

ہمارے زمانہ میں بعض جہلا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے بجائے اپنی حاجتوں کا سوال پیروں فقیروں سے کرتے ہیں اور قبروں اور آستانوں پر جا کر اپنی حاجات بیان کرتے ہیں اور اولیاء اللہ کی نذر مانتے ہیں حالانکہ ہر چیز کی دعا اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے اور اسی کی نذر ماننی چاہیے کیونکہ دعا اور نذر دونوں عبادت ہیں اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں ہے البتہ دعا میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری حصہ میں آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرلوں کون مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کروں اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کردوں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم اپنی ہر حاجت کا اللہ سے سوال کرو حتی کہ جوتی کے تسمہ ٹوٹنے کا۔ (جامع ترمذی ص ۵۱۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ سختیوں اور مصیبتوں میں اس کی دعا قبول کرے وہ عیش و آرام میں اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعا کرے۔

(جامع ترمذی ص ۴۸۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تم کو چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو تم اللہ کی تقدیر کو اپنے سامنے پاؤ گے جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔ (جامع ترمذی ص ۳۶۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق احادیث کا بیان

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں: حضرت مالک بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) نے فرمایا: جب تم اللہ سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد ج اص ۲۰۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تمہارا رب حیا والا کریم ہے جب اس کا کوئی بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد ج اص ۲۰۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۵۱۱ مطبوعہ کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سوال کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاؤ اور استغفار کا طریقہ یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو اور گڑگڑا کر سوال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلاؤ۔

(سنن ابوداؤد ج اص ۲۰۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: ابو محریز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔ (المصنف ج اص ۲۸۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دعا میں ہاتھ بلند کرتے اور ہاتھوں کو نیچے نہ گراتے حتی کہ ان کو چہرے پر مل لیتے۔

(جامع ترمذی ص ۴۸۸ مطبوعہ نور کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ہمارے زمانہ میں بعض علماء ہر دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کو سنت نہیں قرار دیتے اور بغیر ہاتھ اٹھا کے دعا کرنے کی تلقین کرتے ہیں اس لیے میں نے ایسی احادیث بیان کیں جن میں دعا کرنے کا طریقہ یہ بیان کیا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے۔

فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

(جامع ترمذی ص ۵۰۲ مطبوعہ نور کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز کے بعد ان کلمات سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے: اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(جامع ترمذی ص ۵۱۳ مطبوعہ نور کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام نسائی روایت کرتے ہیں: مسلم بن ابی بکرہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں کفر فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں بھی یہ دعا کرنے لگا میرے والد نے پوچھا: اے بیٹے! یہ دعا کہاں سے حاصل

کی؟ میں نے کہا: آپ سے انہوں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔
(سنن نسائی ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابن شیبہ روایت کرتے ہیں: ابوبکر بن ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میرے گناہ کو بخش دے میرے معاملہ کو آسان کر اور میرے رزق میں برکت دے۔
(المصنف ج ۱۰ ص ۲۲۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے: **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد** ۔ (المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز کے بعد فرماتے تھے: **اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام** (المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر نماز کے بعد بلند آواز سے پڑھتے تھے: **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر ولا حول قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا . . لا النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون** پھر حضرت ابن الزبیر نے فرمایا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر نماز کے بعد ان کلمات کو بلند آواز سے پڑھتے تھے۔
(المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صبح کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع پاک رزق اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔
(المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کو امام ابن السنی نے بھی روایت کیا ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۹۔۳۸ مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر میں روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔
(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

زاذان کہتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز کے بعد سو مرتبہ دعا کرتے: اے اللہ! میری مغفرت فرما میری توبہ قبول فرما بیشک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے۔
(المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔
(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۰۔۱۱۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام نسائی روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اور کہنے لگی: پیشاب کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے میں نے کہا: تم جھوٹ ہو اس نے کہا: کیوں نہیں؟ ہم کھال اور کپڑے کو پیشاب کی وجہ سے کاٹ دیتے تھے ہماری آوازیں بلند ہو رہی تھیں اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز کے لیے جا رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو میں سارا واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا: وہ سچی ہے اس دن کے بعد آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: اے جبرئیل میکائیل اور اسرافیل کے رب! مجھے آگ کی گرمی اور عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھ۔

(سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔

(سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۸ ص ۱۱۴ مسند الشامیین ج ۲ ص ۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کو امام ابن السنی نے بھی روایت کیا ہے (عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۱۵ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند جید ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام ابن السنی روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب نماز ادا کر لیتے تو اپنا دایاں ہاتھ پیشانی پر پھیرتے پھر پڑھتے: اشهد ان لا اله الا الرحمن الرحيم اس کے بعد دعا کرتے: اے اللہ! مجھ سے غم اور فکر دور کر دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۱۵ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں اور امام بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور متعدد ائمہ نے اس کی توثیق کی ہے

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب بھی کسی فرض یا نفل نماز کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قریب ہوا تو آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! میرے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے اے اللہ! مجھے ہلاکت سے بچا اے اللہ! مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے تیرے سوا کوئی نیک اعمال کی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی برے اعمال سے بچانے والا نہیں ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۰-۴۱ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۱۵ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملا تو آپ نے فرمایا: اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کسی نماز کے بعد یہ دعا نہ چھوڑو: اللهم اعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۱ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۱۵ھ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جب بھی ہم کو فرض نماز پڑھائی اس

کے بعد ہماری طرف کر کے یہ دعا کی: اے اللہ! میں ہر اس عمل سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے شرمندہ کرے میں ہر اس شخص سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے ہلاک کرے اور ہر اس امید سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے غافل کر دے میں ہر اس فقر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تجھے بھلا دے اور ہر اس غنی سے تیری پناہ میں آتا ہے جو مجھے سرکش بنا دے۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۲۔۴۱ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۱۵ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام بزار نے حضرت انس سے روایت کیا ہے اور اس کی توثیق کی گئی ہے اور اس کو امام ابویعلی نے بھی روایت کیا ہے (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرض نماز کے بعد یہ دعا کرتے: اے اللہ! میری آخری زندگی کو خیر کر دے اور میرے سب سے اچھے عمل پر میرا خاتمہ کر اور میرا سب سے اچھا دن وہ بنا دے جس دن تجھ سے ملاقات ہو۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۱۵ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کا ایک راوی ضعیف ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) کو پڑھا کروں۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۱۵ھ)

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سفر میں صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تین بار بلند آواز سے یہ دعا فرماتے: اے اللہ! میرے دین کی اصلاح فرما جس کو تو نے میرے امر کی حفاظت بنایا ہے اے اللہ! میری دنیا کی حفاظت فرما جس کو تو نے میری معاش بنایا ہے اور تین بار یہ دعا فرماتے: اے اللہ! میری آخرت کی اصلاح فرما جس کو تو نے میرا مرجع بنایا ہے اور تین بار فرماتے: اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اے اللہ! میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو روک دے اس کا کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلہ میں کسی کی کوشش نفع نہیں دے سکتی (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں اس حدیث طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں: حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب بھی تمہارے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اقتداء میں نماز پڑھی تو آپ نے نماز کے بعد یہ دعا کی: اے اللہ! میری کل خطاؤں اور ذنوب کو بخش دے اے اللہ! مجھے ہلاکت سے بچا میرے ٹوٹے ہوئے کام جوڑ دے اور مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے تیرے سوا نیک اعمال کی ہدایت دینے والا اور بے اعمالی سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے

اور اس کی سند عمدہ ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص نماز پڑھائے اور دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی مغفرت کر دیتا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز کے بعد صرف اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذ الجلال والاکرام کی مقدار بیٹھتے تھے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ بعینہٖ یہی کلمات فرماتے تھے یا بس اتنی ہی دیر بیٹھتے تھے اس سے تحدید مراد نہیں ہے اس لیے یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث کے منافی نہیں ہے جس میں حضرت عبداللہ بن الزبیر سے طویل ذکر مروی ہے۔

(غنیۃ المستملی (حلبی کبیر) ص ۳۴۲ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ فرض کے بعد متصلاً سنت پڑھنا اولیٰ ہے یا دعا اور وظائف پڑھنے کے بعد سنتیں پڑھنا اولیٰ ہے امام حلوانی نے کہا ہے کہ فرائض اور سنتوں کے درمیان وظائف اور اوراد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (الی قولہ) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز کے بعد کم مقدار میں بھی ذکر کیا ہے اور زیادہ مقدار میں بھی اور اس وقت سنت یہ ہے کہ اتنی مقدار میں تاخیر کے بعد سنتیں پڑھی جائیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۸۲۔۳۸۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد ائمہ اپنے لیے اور مسلمانوں کے لیے دعا کریں کیونکہ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا گیا کہ کس وقت دعا مقبول ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد اور آپ نے حضرت معاذ سے فرمایا: بخدا! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد یہ دعا ترک نہ کرنا: **اللّٰھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك۔**

(مراقی الفلاح ص ۱۸۹ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ)

علامہ طحطاوی حنفی لکھتے ہیں ہر فرض نماز کے بعد تین بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۸۸ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد تین بار استغفار کرے آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھے اور سو تسبیحات پڑھے اور دعا کرے اور **سبحان ربك رب العزة عما یصفون** پر ختم کرے۔

(درمختار علی حاشیۃ الطحطاوی ج ۱ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ طحطاوی حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: کیونکہ فرض نمازوں کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۵ھ)

نیز علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ فرض نماز کے بعد متصلاً سنتیں پڑھنے یا دعا اور ذکر کے بعد سنتیں پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف افضلیت میں ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ فرض کے بعد اوراد اور دعا سے منع کرنے والوں کا قول اگر اس پر محمول کیا جائے کہ فرض نمازوں کے بعد وظائف میں زیادہ دیر لگانا مکروہ تنزیہی ہے اور کم مقدار میں دعا اور وظائف پڑھنا بلا کراہت جائز ہے پھر اختلاف نہیں رہے گا۔ (درمختار علی هامش حاشیۃ الطحطاوی ج ا ص ۲۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۵ھ)

علامہ حطاب مالکی طرابلسی مغربی لکھتے ہیں: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حکم دیا ہے کہ امام مقتدیوں کو بھی اپنی دعا میں شریک کرے روایت ہے کہ جس نے ان کو نہیں شریک کیا اس نے ان سے خیانت کی اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز کے بعد دعا کرنا جائز ہے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ آدھی رات اور فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے امام حاکم نے امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث روایت کی ہے جب بھی مسلمان جمع ہوں بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو اللہ ان کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ (مواہب الجلیل ج ا ص ۱۲۷۔ ۱۲۶ مطبوعہ مکتبۃ النجاح لیبیا)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: نماز کے بعد کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا سنت ہے اس سلسلہ میں بہت احادیث ہیں اور سلام پھیرنے کے بعد آہستہ دعا کرنا مسنون ہے الا یہ کہ کوئی شخص امام ہو اور وہ حاضرین کو دعا پر مطلع کرنے کا ارادہ کرے تو وہ بلند آواز سے دعا کرے۔ (روضۃ الطالبین ج ا ص ۳۷۴۔ ۳۷۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: سلام پھیرنے کے بعد اللہ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا مستحب ہے حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز پڑھنے کے بعد پھر جاتے اور تین بار استغفر اللہ کہتے اور **اللّٰھم انت السلام ومنك السلام تبارك یا ذالجلال والاکرام** پڑھتے حضرت سعد کہتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (المغنی ج ا ص ۳۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

چونکہ بہ کثرت احادیث میں فرض نماز کے بعد نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جہراً ذکر کرنا اور دعا کرنا ثابت اور مصرح ہے جیسا کہ ہم نے باحوالہ بیان کیا ہے اس لیے ہمارے نزدیک یہی راجح ہے کہ فرض نماز کے بعد مختصر ذکر کیا جائے اور دعا کی جائے اور جن فقہاء نے اس کو غیر افضل یا مکروہ تنزیہی کہا ہے ہمارے نزدیک ان کا قول صحیح نہیں ہے ہم نے اس مسئلہ میں اس لیے طویل بحث کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں بعض حنبلی المسلک علماء اور بعض صوفیاء فرض نماز کے بعد دعا مانگنے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور ان کا یہ قول بکثرت احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔

طلب جنت کی دعا کرنے کا قرآن اور سنت سے بیان

ہمارے زمانہ میں بعض جہلا جنت کی بہت تنقیص اور بہت تحقیر کرتے ہیں اور جنت کی دعا کرنے کو بہت گھٹیا درجہ قرار دیتے ہیں بعض کہتے ہیں: ہمیں جنت نہیں مدینہ چاہیے حالانکہ مدینہ کی عظمت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روضہ کی وجہ سے ہے اور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اب بھی جنت میں ہیں اور آخرت میں بھی جنت میں

ہوں گے تو اگر سرکار کے مسکن کی وجہ سے مدینہ کو محبوب رکھا جاتا ہے تو دنیا اور آخرت میں آپ کا مسکن جنت ہے اس کی تنقیص کیوں کی جاتی ہے؟ بلکہ اس کو مدینہ سے زیادہ محبوب جاننا چاہیے کہ وہ اب آپ کا مسکن ہے اور آخرت میں بھی آپ کا مسکن ہے! بعض کہتے ہیں کہ جنت کا درجہ کم ہے اور اللہ کی رضا کا درجہ زیادہ ہے اس لیے وہ جنت کو کم قرار دیتے ہیں اور جنت کی دعا نہیں کرتے لیکن وہ غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنت کی بہت تعریف اور توصیف کی ہے اور اس کی طرف بہت رغبت دلائی ہے تو اللہ نے جس چیز کی تعریف وتوصیف کی ہو اس کی تنقیص کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا یا ناراض! اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار اہل جنت کو ہوگا تو اللہ کی رضا اور اس کے دیدار کا وسیلہ جنت ہے اس لیے جنت کو محبوب رکھنا چاہیے جس طرح انبیاء علیہم السلام کو اس لیے محبوب رکھا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی معرفت کا وسیلہ ہیں نیز قرآن اور سنت میں جنت کو طلب کرنے اور اس کے حصول کی دعا کی ہدایت دی گئی ہے۔

(آیت) وسارعوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها السموت والارض اعدت للمتقین (آل عمران:۱۳۳)

ترجمہ: اور اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی پہنائی آسمان اور زمینیں ہیں جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) سے بڑھ کر اللہ کی رضا کا کون طالب ہوگا انہوں نے جنت کے حصول کے لیے دعا کی:

(آیت) واجعلنی من ورثة جنة النعیم ۔ (الشعراء:۸۵)

ترجمہ: اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں سے بنادے۔

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جنت کے حصول کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے فردوس کا سوال کرو۔ (جامع ترمذی ص ۳۶۳۔۳۶۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے تین مرتبہ اللہ سے جنت کا سوال کیا جنت کہتی ہے: اے اللہ! اس کو جنت میں داخل کردے اور جس نے تین بار جہنم سے پناہ طلب کی جہنم کہتی ہے: اے اللہ! اس کو جہنم سے پناہ میں رکھ (جامع ترمذی ص ۳۶۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابن شیبہ روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو یہ دعا سکھائی: اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت کی ہر اس خیر کا سوال کرتی ہوں جو تجھے معلوم ہے اور مجھے معلوم نہیں اور میں تجھ سے ہر اس شر سے پناہ طلب کرتی ہوں جو تجھے معلوم ہے اور مجھے معلوم نہیں اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے اس خیر کا سوال کرتی ہوں جس کا تیرے بندے اور تیرے نبی نے سوال کیا اور ہر اس شر سے تیری پناہ طلب کرتی ہو جس سے تیرے بندے اور نبی نے پناہ طلب کی اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتی ہوں اور اس قول اور عمل کا سوال کرتی ہوں جو جنت کے قریب کردے اے اللہ! میں تجھ سے دوزخ سے پناہ طلب کرتی ہوں اور اس قول اور عمل سے پناہ طلب کرتی ہوں جو جنت سے قریب کردے اے اللہ! میں

تجھ سے دوزخ سے پناہ طلب کرتی ہوں اور اس قول اور عمل سے پناہ طلب کرتی ہوں جو دوزخ کے قریب کردے اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو میرے لیے جو چیز مقدر کرے تو اچھی چیز مقدر کر۔ (المصنف ج ۱۰ص ۳۶۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو یہ دعا سکھائی:

اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور اس قول یا عمل کا جو جنت کے قریب کردے اور تجھ سے جہنم سے پناہ طلب کرتا ہوں اور اس قول یا عمل سے جو جہنم کے قریب کردے۔

(مسند احمد ج اص ۱۷۱ج اص ۱۸۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ) یہ حدیث کنز العمال میں بھی ہے حدیث نمبر: ۵۰۷۲، ۳۸۴۷، ۳۶۱۰)

دعا قبول ہونے کی شرائط اور آداب کا بیان

(۱) دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور ہتھیلیوں کا باطنی حصہ اپنے کندھوں کے بالمقابل رکھے اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرے۔ (سنن ابوداؤد ج اص ۲۰۹ جامع ترمذی ۴۸۸)

(۲) حافظ الہیثمی نے امام طبرانی سے روایت کیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پہلے اللہ کی ایسی حمد و ثناء کرے جس کا وہ اہل ہے پھر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صلوۃ پڑھے اس کے بعد سوال کرے تو اس کی قبولیت متوقع ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۱۶۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

(۳) حافظ الہیثمی نے امام طبرانی سے روایت کیا ہے کہ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے یہ حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

(۴) امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی کا ذکر کرکے اس کے لیے دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے۔ (جامع ترمذی ص ۴۳۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

(۵) امام بخاری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پورے عزم سے سوال کرے یوں نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے عطا کر۔

(صحیح بخاری ج ۲ص ۹۳۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

(۶) امام ترمذی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرتا ہے تو یا تو اللہ دعا قبول کرلیتا ہے یا اس کی مثل کوئی برائی دور کردیتا ہے بہ شرطیکہ وہ گناہ کی دعا کرے نہ قطع رحم کی۔ (جامع ترمذی ص ۴۸۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں تین چیزوں کا ذکر ہے: دعا جلد قبول کرنا یا آخرت میں اجر عطا کرنا یا مصیبت ٹال دینا۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

(۷) حافظ الہیثمی نے امام احمد سے روایت کیا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے لوگو! جب تم اللہ سے دعا کرو تو قبولیت کے یقین سے دعا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل دل سے دعا کرتا ہے یہ حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام غزالی لکھتے ہیں: (۸) قبولیت کے اوقات میں دعا کرے مثلا رات کے آخری حصہ میں فرض نمازوں کے بعد اسی طرح قبولیت کے ایام میں مثلا یوم عرفہ کو رمضان میں جمعہ میں۔

(۹) قبولیت کے احوال میں دعا کرے مثلا بارش کے وقت حضرت انس سے روایت ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان دعا مسترد نہیں ہوتی۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بندہ کا اللہ سے سب سے زیادہ سجدہ میں ہوتا ہے تو سجدہ میں بہ کثرت دعا کیا کرو نیز امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سجدہ میں دعا کی قبولیت متوقع ہے۔

(۱۰) قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرے امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میدان عرفات میں قبلہ کی طرف منہ کیا اور غروب آفتاب تک دعا کرتے رہے۔

(۱۱) بہت زیادہ گلا پھاڑ کر دعا نہ کی جائے امام بخاری حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے لوگو! تم کسی بہرے اور غائب سے دعا نہیں کر رہے۔

(۱۲) تصنع اور تکلف سے مسجع مقفی عبارات کے ساتھ دعا نہ کرے امام ابوداؤد حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے لوگو! عنقریب ایک قوم دعا میں حد سے تجاوز کرے گی۔

(۱۳) شوق اور خوف سے دعا کرو: (آیت) یدعوننا رغبا ورھبا ۔ (الانبیاء: ۹۰) وہ ہم سے رغبت اور خوف سے دعا کرتے ہیں۔

(۱۴) گڑگڑا کر اور خشوع سے دعا کرے: (آیت) ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ ۔ (الاعراف: ۵۵) اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔

(۱۵) تین بار دعا کرے امام مسلم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دعا کرتے تو تین بار دعا کرتے اور جب سوال کرتے تو تین بار سوال کرتے۔

(۱۶) قبولیت کے لیے جلدی نہ کرے امام بخاری اور امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب تک جلدی نہیں کی جائے گی تمہاری دعا قبول ہوتی رہے گی تم میں سے ایک شخص کہتا ہے: میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو بکثرت سوال کرو کیونکہ تم کریم سے دعا کر رہے ہو۔ (حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت کی دعا کی جو تقریبا تین ہزار سال بعد قبول ہوئی حضرت آدم (علیہ السلام) کی توبہ تین سو سال بعد قبول فرمائی۔ تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۷)

(۱۷) قبولیت دعا کے لیے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرے لوگوں کے جو حقوق دبا رکھے ہیں وہ ان کو واپس کرے جس پر جو ظلم کیا ہے وہ اس سے معاف کرائے کعب احبار نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے زمانہ میں قحط پڑ گیا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے لوگوں کے ساتھ مل کر تین بار بارش کی دعا کی لیکن بارش نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر وحی کی: تمہارے درمیان ایک چغل خور ہے جب تک وہ درمیان سے نہیں نکلے گا تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے پوچھا: یا رب! وہ کون ہے؟ فرمایا میں تم کو چغلی سے منع کرتا ہوں تو میں تم سے اس کی چغلی کیسے کروں گا پھر موسیٰ (علیہ السلام) نے سب کو توبہ کرنے کا حکم دیا جب سب نے توبہ کر لی تو بارش ہوگئی۔ (آیت)

(احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۴۰۷۔ ۴۰۳ مطبوعہ دار الخیر بیروت ۱۴۱۳ھ)

(۱۸) قبولیت دعا کی ایک اور شرط یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (آیت)
اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی۔ (البقرہ: ۱۸۶) دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو چاہیے کہ وہ بھی میرا حکم مانیں۔ انسان بندہ اور محتاج ہو کر اللہ کی بات نہ مانے اور اس کے حکم پر عمل نہ کرے اور یہ چاہے کہ وہ معبود بے نیاز ذات اس کا کہا مان لے یہ کیسی بے انصافی ہے!

(۱۹) حافظ الہیثمی نے امام طبرانی سے روایت کیا ہے کہ تین شخصوں کی دعا قبول ہوتی ہے والد کی مسافر کی اور مظلوم کی۔ یہ حدیث صحیح ہے نیز امام طبرانی حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غائب شخص کے لیے دعا کی جائے تو مسترد نہیں ہوتی۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲۔ ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

(۲۰) قبولیت دعا کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تقدیر کے خلاف نہ ہو۔

دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات کا بیان

قرآن مجید میں ہے: (آیت) اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ (البقرہ: ۱۸۶)
ترجمہ: میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کئی بار ہم دعا کرتے ہیں اور وہ قبول نہیں ہوتی اس کا ایک جواب یہ ہے کہ وہ دعا قبول کی ان شرائط اور آداب کے مطابق نہیں مانگی جاتی جن کو ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات ہم جس چیز کی دعا کرتے ہیں وہ مال کار ہمارے حق میں مضر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ دعا قبول نہ کر کے ہم کو اس کے ضرر سے بچا لیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

(آیت) وعسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔ (البقرہ: ۲۱۶)

ترجمہ: اور ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کو تم برا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور وہ ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات ہماری دعا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق نہیں ہوتی اس لیے وہ اس کو قبول نہیں فرماتا

قرآن مجید میں ہے: (آیت) بل ایاہ تدعون فیکشف ماتدعون الیہ ان شآء ۔ (الانعام: ۴۱)

ترجمہ: بلکہ تم اسی سے دعا کرو گے اور اگر وہ چاہے گا تو وہ اس مصیبت کو دور کر دے گا جس کے لیے تم اس سے دعا کرو گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں عطا کر دیں اور ایک چیز کے سوال سے مجھے روک دیا میں نے سوال کیا کہ میری (تمام) امت قحط سے ہلاک نہ ہو اللہ نے مجھے یہ عطا کر دیا میں نے سوال کیا کہ ان کا مخالف دشمن ان (سب) پر مسلط نہ ہو اللہ نے یہ عطا کر دیا میں نے یہ سوال کیا: میری امت آپس میں جنگ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال سے روک دیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۱۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

یہ حدیث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے محبوب اور مستجاب ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا مسترد نہیں کی بلکہ آپ کو اس دعا کے کرنے سے منع فرمادیا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس ایک دعا کے سوا آپ کی تمام دعائیں قبول کی گئیں اور چونکہ آپ کی زندگی میں ہر عمل کے لیے حسین نمونہ ہے تو دعا قبول نہ ہونے پر صبر وضبط کرنے کا نمونہ بھی آپ کی حیات طیبہ میں ہونا چاہیے تھے سو اس حکمت کی وجہ سے آپ کی ایک دعا قبول نہیں کی گئی۔ اصل سوال کا چوتھا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والے کی دعا قبول نہیں فرماتا قرآن مجید میں ہے:

(آیت) ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین ۔ (الاعراف: ۵۵)

ترجمہ: اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

اور جو شخص علم سے یا بغیر علم کے گناہ کبیرہ پر اصرار کرتا ہو وہ حد سے بڑھنے والا ہے اس کی دعا کیسے قبول ہو گی!

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: یارب! یارب! اس کا کھانا پینا حرام ہو اس کا لباس حرام ہو اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کہاں قبول ہو گی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں: ابراہیم بن نصر کرمانی یکے از ابدال ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ دس وجوہات سے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

(۱) اللہ کا اقرار کرتے ہیں اور اس کا حکم نہیں مانتے۔

(۲) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت کرتے ہیں اور آپ کی سنت کی اتباع نہیں کرتے۔

(۳) قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے۔

(۴) جنت کو پسند کرتے ہیں اور اس کے راستہ پر نہیں چلتے۔

(۵) جہنم کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کے راستہ پر دھکم پیل کرتے ہیں۔

(۶) ابلیس کو اپنا دشمن کہتے ہیں اور اس کی موافقت کرتے ہیں۔

(۷) لوگوں کو دفن کرتے ہیں اور اپنی موت کو یاد نہیں کرتے۔

(۸) اپنے بھائیوں کے عیوب تلاش کرتے ہیں اور اپنے عیوب نہیں دیکھتے۔

(۹) مال جمع کرتے ہیں اور حساب کے دن کو یاد نہیں رکھتے۔

(۱۰) قبریں کھودتے ہیں پھر بھی عالیشان مکان بناتے ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۴ ص ۱۶۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۴ھ)

بَاب فَضْلِ الدُّعَاءِ

یہ باب دعا کی فضیلت میں ہے

3827- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْمَلِيحِ الْمَدَنِیُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَدْعُ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ غَضِبَ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

3828- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ ذَرِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَمْدَانِیِّ عَنْ يُسَيْعٍ الْكِنْدِیِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَاَ (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: دعا ہی عبادت ہے۔
پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:
''اور تمہارا پروردگار فرماتا ہے: تم مجھ سے دعا کرو تو میں تمہاری دعا قبول کروں گا''۔

شرح

گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور مبالغہ فرمایا کہ۔ دعا ہی عبادت ہے۔ کیونکہ دعا وہ عبادت ہے جس میں بندہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اللہ کی ذات کے علاوہ ہر ایک ذات سے استغنا برتتا ہے اللہ کی ذات کے علاوہ اور کسی سے نہ ڈرتا ہے نہ امید رکھتا ہے اور پھر یہ کہ دعا میں اخلاص ہوتا ہے اللہ کی حمد و شکر گزاری ہوتی ہے اللہ سے سوال کیا جاتا ہے اللہ کی وحدانیت کو ظاہر کیا جاتا ہے اپنے مقصد اور مطلب کے حصول کے لئے اللہ ہی کی طرف توجہ اور رغبت ہوتی ہے اللہ کی مناجات کی جاتی ہے اللہ کے سامنے

3827 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 3373' ورقم الحدیث:3373م

3828 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث:1516' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث:2969' ورقم الحدیث:3247' ورقم الحدیث 3372

اپنے آپ کو ذلیل وکمتر وعاجز کر کے کمال عبودیت کا اظہار کیا جاتا ہے اور اللہ سے فریاد کی جاتی ہے اور اس سے مدد مانگی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد کی توثیق کے سلسلہ میں بطور دلیل قرآن کریم کی آیت اس لئے پڑھی کہ اس سے معلوم ہو جائے کہ دعا مامور بہ ہے یعنی دعا کرنے کا حکم دیا گیا اور اس حکم کی تعمیل یعنی دعا مانگنے پر ثواب دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو چیز اس درجہ کی ہوتی ہے اسے ہی عبادت کہتے ہیں کہ اس آیت کا آخری حصہ بھی دلالت کرتا ہے کہ دعا عبادت ہے چنانچہ آگے فرمایا گیا ہے۔ آیت (اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ، غافر:60)۔ جو لوگ میری عبادت یعنی دعا کے سلسلہ میں تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے۔

3829 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِى الْحَسَنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ شَىْءٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ مِنَ الدُّعَاءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا سے زیادہ معزز اور کوئی چیز نہیں ہے۔

شرح

دعا سے زیادہ بلند مرتبہ کوئی چیز نہیں ہے۔ کا مطلب یہ ہے کہ اذکار وعبادات میں کوئی چیز دعا کے برابر نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کا یہ ارشاد قرآن کریم کی اس آیت۔ (اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ، الحجرات:13)۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں بہت زیادہ بلند مرتبہ وہی شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا جائے اور عبادت (یعنی دعا) کی سب سے بہتر چیز کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 759)

کشادگی کا انتظار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دعا مانگنے والا غیر اللہ سے شکوہ وشکایت اور مایوسی کا اظہار کیے بغیر اس بات کا امیدوار رہے کہ وہ جس بلاء وغم کے دور ہونے کی دعا مانگ رہا ہے وہ ان شاء اللہ ضرور دور ہوگا قبولیت دعا میں بظاہر چاہے کتنی ہی تاخیر ہو مگر وہ امید وآس کا دامن ہرگز نہ چھوڑے اور کسی بھی مرحلہ پر اللہ کی ذات اور اس کے فضل سے ایک لمحہ کے لئے بھی مایوس نہ ہو۔ گویا یہ اشارہ ہے صبر کی طرف کہ صبر کی طاقت نہ صرف یہ کہ انسان کی قوت ارادی میں زبردست اضافہ کا سبب بنتی ہے بلکہ اللہ کی ذات پر مکمل اعتماد ویقین اور بھروسہ کی اسپرٹ پیدا کرتی ہے اور ویسے بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ صبر کی جزاء اور اس کا انعام بے حد وبے حساب ہے۔

3829: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3370

بَاب دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب نبی اکرم ﷺ کی دعاؤں کے بیان میں ہے

3830-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ سَنَةَ اِحْدٰى وَثَلَاثِيْنَ وَمِائَتَيْنِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ فِيْ سَنَةِ خَمْسٍ وَّتِسْعِيْنَ وَمِائَةٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ فِيْ مَجْلِسِ الْاَعْمَشِ مُنْذُ خَمْسِيْنَ سَنَةً حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ مُرَّةَ الْجَمَلِيُّ فِيْ زَمَنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُكْتِبِ عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ الْحَنَفِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُعَائِهِ رَبِّ اَعِنِّيْ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ وَانْصُرْنِيْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ وَامْكُرْ لِيْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَاهْدِنِيْ وَيَسِّرِ الْهُدٰى لِيْ وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِيْ لَكَ شَكَّارًا لَكَ ذَكَّارًا لَكَ رَهَّابًا لَكَ مِطْوَاعًا اِلَيْكَ مُخْبِتًا اِلَيْكَ اَوَّاهًا مُنِيْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِيْ وَاَجِبْ دَعْوَتِيْ وَاهْدِ قَلْبِيْ وَسَدِّدْ لِسَانِيْ وَثَبِّتْ حُجَّتِيْ وَاسْلُلْ سَخِيْمَةَ قَلْبِيْ

قَالَ اَبُو الْحَسَنِ الطَّنَافِسِيُّ قُلْتُ لِوَكِيْعٍ اَقُوْلُهُ فِيْ قُنُوْتِ الْوِتْرِ قَالَ نَعَمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ میری اعانت کر' میرے خلاف اعانت نہ کر' تو میری مدد کر میرے خلاف مدد نہ کر۔ تو میرے لئے تدبیر کر' میرے خلاف تدبیر نہ کر' تو مجھے ہدایت نصیب کر اور میرے لئے ہدایت کو آسان کردے اور جو شخص میرے خلاف بغاوت کرے اس کے خلاف میری مدد کر۔ اے میرے پروردگار! تو مجھے اپنا بہت زیادہ شکر کرنے والا بہت زیادہ ذکر کرنے والا اپنے سے بہت زیادہ ڈرنے والا' فرمانبردار' متواضع (اپنی طرف) رجوع کرنے والا بنادے' اے میرے پروردگار! تو میری توبہ کو قبول کرلے اور میری خطاؤں کو دھودے اور میری دعا کو قبول کرلے اور میرے دل کو ہدایت دے اور میری زبان کو سیدھا کردے اور میری حجت کو ثابت کردے اور میرے دل کے میل کو صاف کردے''۔

ابوالحسن طنافسی بیان کرتے ہیں' میں نے وکیع سے کہا کیا میں وتر کی دعائے قنوت میں اسے پڑھ سکتا ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

3831-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدَةَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَتَتْ فَاطِمَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْاَلُهُ خَادِمًا فَقَالَ لَهَا مَا عِنْدِيْ مَا اُعْطِيْكِ فَرَجَعَتْ فَاَتَاهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ الَّذِيْ سَاَلْتِ اَحَبُّ اِلَيْكِ اَوْ مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ فَقَالَ لَهَا عَلِيٌّ قُوْلِيْ لَا بَلْ مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ فَقَالَتْ فَقَالَ قُوْلِي اللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ

3830: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1510' ورقم الحدیث: 1511' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3551

3831: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6829

وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ ان سے کوئی خادم مانگیں' آپ نے فرمایا: میرے پاس تمہیں دینے کے لیے (کوئی خادم) نہیں ہے۔ تو وہ واپس آ گئیں اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: تم نے مجھ سے جو مانگا تھا تمہیں اس کا ملنا زیادہ پسند ہے یا وہ چیز زیادہ پسند ہے جو اس سے زیادہ بہتر ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تم کہو! نہیں وہ زیادہ پسند ہے جو اس سے زیادہ بہتر ہے' تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہی بات کہہ دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ دعا پڑھا کرو:

"اے اللہ! سات آسمانوں کے پروردگار! عظیم عرش کے پروردگار! ہمارے پروردگار! اور ہر شے کے پروردگار! تو رات' انجیل اور قرآن مجید کو نازل کرنے والے! تو پہلا ہے تجھ سے پہلے کوئی نہیں تھا تو بعد والا ہے تیرے بعد کوئی نہیں ہے تو ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی نہیں ہے تو باطن ہے تیرے نیچے کوئی نہیں ہے تو ہماری طرف سے قرض ادا کر دے اور ہمیں فقر سے بے نیاز کر دے"۔

3832- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى وَالْعَفَافَ وَالْغِنَى

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' آپ یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت' پرہیزگاری' پاک دامنی اور بے نیازی کا سوال کرتا ہوں"۔

3833- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَزِدْنِي عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اے اللہ! جو تو نے مجھے علم دیا ہے اس کے ذریعے مجھے نفع عطا فرما اور مجھے اس چیز کا علم عطا فرما جو مجھے نفع دے اور میرے علم میں اضافہ فرما اور ہر حال میں ہر طرح کی حمد اللہ کے لئے ہے اور میں جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں"۔

3834- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ

3832: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6842 'ورقم الحدیث: 6843 'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3489

3834: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَقُولَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَخَافُ عَلَيْنَا وَقَدْ اٰمَنَّا بِكَ وَصَدَّقْنَاكَ بِمَا جِئْتَ بِهٖ فَقَالَ اِنَّ الْقُلُوْبَ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ يُقَلِّبُهَا وَاَشَارَ الْاَعْمَشُ بِاِصْبَعَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت یہ دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ''۔

ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ ہمارے بارے میں اندیشے کا شکار ہیں؟ جب کہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں ہم نے اس چیز کی تصدیق کی ہے جو آپ لے کر آئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ انہیں گھما (سکتا) ہے''۔

اعمش نامی راوی نے اپنی دو انگلیوں کے ذریعے اشارہ کر کے بتایا۔

3835- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً اَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلَاتِيْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا' آپ مجھے ایسی دعا کے بارے میں بتائیں جو میں نماز میں مانگا کروں تو آپ نے فرمایا: تم یہ پڑھا کرو۔

''اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کیا ہے اور تیرے علاوہ گناہوں کی بخشش اور کوئی نہیں کر سکتا اور اپنی طرف سے مجھے مغفرت عطا کر

دے اور مجھ پر رحم کر' بے شک تو مغفرت کرنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے''۔

3836- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ اَبِيْ مَرْزُوْقٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلٰى عَصًا فَلَمَّا رَاَيْنَاهُ قُمْنَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا كَمَا يَفْعَلُ اَهْلُ فَارِسَ بِعُظَمَائِهَا قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ دَعَوْتَ اللّٰهَ لَنَا قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَارْضَ عَنَّا وَتَقَبَّلْ مِنَّا وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَنَجِّنَا مِنَ النَّارِ وَاَصْلِحْ لَنَا شَاْنَنَا كُلَّهٗ قَالَ فَكَاَنَّمَا اَحْبَبْنَا اَنْ يَزِيْدَنَا فَقَالَ اَوَلَيْسَ قَدْ جَمَعْتُ لَكُمُ الْاَمْرَ

3835 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 834' ورقم الحدیث 6326 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 6809' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3531' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 1301

3836 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 5230

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے آپ عصا سے ٹیک لگائے ہوئے تھے جب ہم نے آپ کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو جیسے اہل فارس اپنے بڑوں کے ساتھ کرتے ہیں ہم نے عرض کی: آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں (تو بڑی نوازش ہوگی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

''اے اللہ! ہمیں بخش دے ہم پر رحم کر ہم سے راضی ہو جا ہماری (نیکیاں) قبول کر لے اور ہمیں جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے نجات عطا کر دے اور ہمارے تمام معاملات کو ہمارے لئے ٹھیک کر دے''۔

راوی بیان کرتے ہیں' ہماری یہ خواہش ہوئی کہ آپ ہمارے لئے مزید دعا کریں تو آپ نے فرمایا:

کیا میں نے تمہارے لئے تمام معاملات کو جمع نہیں کر دیا؟

3837- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَخِيهِ عَبَّادِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْأَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں چار چیزوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں ایسا علم جو نفع نہ دے' ایسا دل جو ڈرتا نہ ہو ایسا نفس جو سیر نہ ہوتا ہو اور ایسی دعا جو قبول نہ ہوتی ہو''۔

بَاب مَا تَعَوَّذَ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب ہے کہ جن چیزوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی

3838- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح و حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى وَشَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ذریعے دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں جہنم کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے' قبر کے فتنے اور قبر کے عذاب سے' خوشحالی کے فتنے کے شر سے۔

3837: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1548' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5482' ورقم الحدیث: 5552

3838: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6801' اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6275' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6811

غربت کے فتنے کے شر سے اور دجال کے فتنے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میری خطاؤں کو اولوں اور برف کے پانی کے ذریعے دھو دے اور میرے دل کو خطاؤں سے اس طرح صاف کر دے جیسے تو سفید کپڑے کو میل سے صاف کرتا ہے اور میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنا فاصلہ رکھ دے جیسے تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ رکھا ہے۔ اے اللہ! میں کاہلی سٹھیا جانے والے بڑھاپے گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

3839- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالٍ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ دُعَاءٍ كَانَ يَدْعُوْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ

◆◆ فروہ بن نوفل بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس دعا کے بارے میں دریافت کیا: جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے تو انہوں نے بیان کیا آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

"اے اللہ! میں نے جو عمل کیا ہے اس کے شر سے اور جو عمل نہیں کیا اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

3840- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِىُّ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ سُلَيْمٍ حَدَّثَنِىْ حُمَيْدٌ الْخَرَّاطُ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا هٰذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ دعا اس طرح سکھایا کرتے تھے جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے:

"اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

3841- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنْ فِرَاشِهٖ فَالْتَمَسْتُهٗ فَوَقَعَتْ يَدِىْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِى الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ

3839: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6833 ورقم الحدیث: 6836 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1550 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 1306 ورقم الحدیث: 5540 ورقم الحدیث: 5541

3840: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3841: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1090 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 879 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 169 ورقم الحدیث:

بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں۔ایک دن رات کے وقت میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بستر پہ غیر موجود پایا۔میں نے آپ کو تلاش کیا تو میرا ہاتھ آپ کے پاؤں پر پڑا۔آپ اس وقت جائے نماز پر تھے۔آپ نے اپنے پاؤں کھڑے کئے ہوئے تھے (یعنی آپ سجدے کے عالم میں تھے) اور آپ یہ پڑھ رہے تھے:

''اے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ مانگتا ہوں اور عذاب سے تیری معافی کی پناہ مانگتا ہوں اور میں تیری ذات کے حوالے سے تیری پناہ مانگتا ہوں میں تیری تعریف بیان نہیں کرسکتا جیسے تو نے اپنی تعریف خود بیان کی ہے''۔

3842-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَاَنْ تَظْلِمَ اَوْ تُظْلَمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: غربت' قلت' ذلت اور یہ کہ تم ظلم کرو یا تمہارے اوپر ظلم کیا جائے' ان سب چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔

ظلم کے معنی ومفہوم کا بیان

ظلم "کے لغوی معنی ہیں " کسی چیز کو بے موقع اور بے محل رکھنا "یعنی جس چیز کی جو جگہ اور جو محل ہو اس کو وہاں کی بجائے دوسری جگہ اور دوسرے محل میں رکھنا! اور یہ مفہوم ہر اس چیز کو شامل ہے جو اپنی حد سے تجاوز کر جائے اور اس کو جس طرح واقع ہونا چاہئے اس کے بجائے زیادتی یا نقصان کے ساتھ بے جا اور بے وقت واقع ہو چنانچہ جس چیز کو عام اصطلاح میں جور وتعدی یا زور، زبردستی اور ستم کرنا کہتے ہیں اس کے بھی یہ معنی ہیں اور شریعت میں بھی ظلم وغیرہ کے یہ معنی مراد لئے جاتے ہیں، البتہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ موقعہ محل سے شرعی موقع ومحل مراد لیا جائے یعنی شرعی طور پر ظلم وغیرہ کے یہ معنی مراد لئے جاتے ہیں، البتہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ موقع ومحل سے شرعی موقع ومحل مراد لیا جائے یعنی شرعی طور پر ظلم وغیرہ کا اطلاق اس چیز پر ہوگا جو شرعی محل سے بلاوجہ شرعی تجاوز کر جائے۔

ظلم کے سبب آخرت میں تاریکی ہونے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ظلم کرنا قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہوگا۔(بخاری ومسلم،مشکوۃ شریف: جلد چہارم:حدیث نمبر 1047)

مطلب یہ ہے کہ ظلم کو قیامت کے دن میدان حشر میں تاریکیاں اس طرح گھیرے ہوئے ہوں گی کہ وہ اس نور سے محروم رہے

3842: اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5476' ورقم الحدیث: 5478' ورقم الحدیث: 5479

گا جو مومن کو نصیب ہوگا اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں فرمایا۔

آیت (یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ ،الحدیث:12)۔یعنی قیامت کے دن مومنین کا نوران کے آگے آگے اور دائیں طرف دوڑتا ہوگا جس کی روشنی میں وہ اپنی منزل پائیں گے۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ ظلمات (تاریکیوں) سے آخرت کے وہ شدائد (تکالیف ومشکلات) اور عذاب مراد ہیں جن سے قیامت کے دن واسطہ پڑے گا اور جن میں اہل دوزخ مبتلا ہوں گے) چنانچہ قرآن کریم میں بھی بعض جگہ ظلمات کے معنی شدائد مراد لئے گئے ہیں جیسا کہ ایک آیت میں فرمایا گیا ہے آیت (قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْکُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ،الانعام:63) (کہہ دیجئے کہ تمہیں جنگل اور دریا کی تکلیف ومشکلات سے کون نجات دیتا ہے)۔

ظالموں سے دور رہنے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مقام حجر سے گزرے تو (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ "تم ان لوگوں کے مکانات (کے کھنڈرات) میں نہ گھسنا جنہوں نے (کفر اختیار کر کے اور اپنی طرف بھیجے گئے اللہ کے پیغمبر علیہم السلام کو جھٹلا کر) خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے الا یہ کہ تم رونے والے ہو (یعنی اگر تم ان کھنڈرات کی صورت میں اس بدنصیب قوم کا المناک انجام دیکھ کر اور ان لوگوں کے سیاہ کارناموں کو یاد کر کے عبرت حاصل کرنا چاہو تو اس جگہ کو دیکھ سکتے ہو نیز تم اس جگہ سے غفلت ولا پرواہی کے ساتھ نہ گزرو) کہ مبادا تم پر بھی وہی مصیبت نازل ہو جائے جو ان پر نازل ہوئی تھی (کیونکہ ایسی جگہوں سے غفلت و بے پروائی کے ساتھ گزرنا اور عبرت نہ پکڑنا قساوت قلبی اور خوف اللہ کے فقدان کی علامت ہے اور یہ چیز عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا باعث بن سکتی ہے، یا یہ مراد ہے کہ تم یہاں اللہ کا خوف کھاؤ اور عبرت پکڑو کہ مبادا تم سے بھی وہی اعمال صادر ہونے لگیں جو اس قوم کے لوگوں کا شیوہ تھے اور پھر تمہیں بھی سزا بھگتنی پڑے) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر سے اپنا سر ڈھانک لیا اور تیز تیز چل کر اس علاقہ سے گزر گئے۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف جلد چہارم، حدیث نمبر 1049)

حجر اس جگہ کا نام ہے جو مشہور پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا مسکن تھی! حجاز کے شمالی علاقہ میں، جس کا نام مدین ہے، ایک تاریخی وادی ہے جس کا نام وادی قریٰ ہے اسی وادی میں تبوک سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر یہ جگہ واقع ہے یہاں قوم ثمود کی بستیاں تھیں، اس قوم نے جب طغیانی وسرکشی میں حد سے تجاوز کیا اور اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کے بنائے ہوئے راستہ پر چلنے کے بجائے ان کو جھٹلایا، ان کو سخت تکلیفیں پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تو س قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور ان کی ساری بستیاں تباہ کر دی گئیں، ان بستیوں کے آثار و کھنڈرات اب بھی موجود ہیں اور زبان حال سے عبرت پذیر لوگوں کو قوموں کے عروج وزوال کی داستان سناتے ہیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ کے لئے تبوک جارہے تھے یا غزوہ سے فارغ ہو کر وہاں سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر اسی علاقہ سے ہوا، چنانچہ اس حدیث کا تعلق اسی وقت سے ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے سر پر چادر ڈال کر اس جگہ سے جلدی گزرنا جیسا کہ کسی جگہ سے کوئی خوفزدہ شخص جلد سے جلد گزر جانا

ہے، اس وجہ سے تھا تا کہ آپ کی نظر مبارک اس تباہ شدہ قوم کے مکانات کھنڈرات پر نہ پڑے۔ اور حقیقت میں آپ کا یہ عمل مسلمانوں کی تعلیم کے واسطے تھا تا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں۔
چنانچہ آپ نے پہلے تو قول کے ذریعہ لوگوں کو اس امر کی طرف متوجہ کیا اور پھر از راہ تاکید اپنے فعل کے ذریعہ بھی توجہ دلائی۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہاں سے اس طرح گزرنا اس بناء پر تھا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خوف اللہ کا نہایت غلبہ رہتا تھا اور عذاب الٰہی کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ لرزاں کردیا کرتے تھے جیسا کہ ایک ارشاد میں فرمایا۔ انا اعلمکم باللہ واخشاکم۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔ ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اس جگہ نہ تو کچھ کھائیں اور نہ وہاں کا پانی پئیں۔ بہرحال حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے سرکش بندوں اور ظالموں کے مکانات اور ان کی جگہوں میں نہ تو رہائش اختیار کی جائے اور نہ ان کے علاقوں کو اپنا وطن بنایا جائے۔

قیامت کے دن ظالم سے بدلہ لیے جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کا کوئی حق رکھتا ہو اور وہ حق خواہ (غیب و برائی کرنے اور روحانی وجسمانی ایذاء رسانی وغیرہ کی صورت میں) آبروریزی کا ہو یا کسی اور چیز سے متعلق ہو (جیسے کوئی مالی مطالبہ یا ناحق خون وغیرہ) تو اس کو چاہئے کہ وہ اس حق کو آج ہی کے دن (یعنی اسی دنیا میں) معاف کرالے اس سے پہلے کہ وہ دن آئے یعنی قیامت کا دن کہ جس میں وہ نہ تو درہم رکھتا ہوگا نہ دینار (کہ جو اس حق کے بدلہ کے طور پر دے سکے) اگر (اس نے اپنے حق کو معاف کردیا تو بہتر ہے ورنہ پھر) ظالم کے اعمال نامہ میں جو کچھ نیکیاں ہوں گی تو ان میں سے اس کے ظلم کے برابر یا واجب حق کے بقدر نیکیاں لے لی جائیں گی (اور مظلوم یا حق دار کو دے دی جائیں گی) اور اگر وہ کچھ بھی نیکیاں نہیں رکھتا ہوگا تو اس صورت میں اس مظلوم یا حق دار کے گناہوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) گناہ لے کر ظالم پر لاد دیئے جائیں گے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1050)

آخرت میں ظالم سے اس کے ظلم کا بدلہ اس طرح لیا جائے گا کہ اگر اس کے اعمال نامہ میں کچھ نیکیاں ہوں گی تو وہ مظلوم کو دے دی جائیں گی اور اگر وہ اپنے اعمال نامہ میں نیکیاں نہیں رکھتا ہوگا تو اس صورت میں مظلوم کے وہ گناہ جو اس نے دنیا میں کئے ہوں گے اس ظالم پر لاد دیئے جائیں گے چنانچہ وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتے ہی گا مزید برآں مظلوم کے گناہوں کے عذاب میں بھی مبتلا ہوگا اور مظلوم کو اس عذاب سے نجات دے دی جائے گی جس کا وہ ان گناہوں کی وجہ سے مستوجب ہوتا۔ حدیث کے یہ الفاظ کہ "وہ نہ درہم رکھتا ہوگا نہ دینار" اس طرف اشارہ کرتے ہیں جس شخص نے کسی پر کوئی ظلم و زیادتی حق تلفی کی ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ہر حالت میں مظلوم یا حق دار سے اس ظلم یا حق کو ضرور معاف کرالے خواہ اس معافی کے عوض روپیہ پیسہ خرچ کرنا پڑے اور اس دنیا ہی میں معافی تلافی کا ہو جانا اس سے کہیں زیادہ بہتر اور آسان ہے کہ عدم معافی کی صورت میں اس کی نیکیاں لے یا اپنے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈال دے۔ "اس کے ظلم یا واجب حق کے بقدر" کے بارے میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ کمیت اور

کیفیت کے اعتبار سے ان نیکیوں اور گناہوں کی مقدار کا تعین علم الہی کے سپرد ہے، یعنی وہی بہتر جانتا ہے کہ ان نیکیوں اور گناہوں کا لینا دینا کس طرح اور کس اعتبار سے ہوگا۔

ابن ملک رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جن نیکیوں اور برائیوں کا لینا دینا ہوگا، ہوسکتا ہے کہ وہ اس موقع پر نفس اعمال ہوں گے جن کو جواہر کی مانند مجسم کر کے پیش کیا جائے گا۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ ایک دوسرے کو وہ نعمتیں یا عذاب ملیں جو ان نیکیوں یا برائیوں کی جزا وسزا کے طور پر حق تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے حق داروں کو ان کے حقوق ادا کئے جائیں گے، یہاں تک کہ بے سینگ بکری کا قصاص (بدلہ) سینگ دار بکری سے لیا جائے گا۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1052)

مطلب یہ ہے کہ اس دن (میدان حشر میں) اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف اس حد تک کارفرما ہوگا کہ آدمیوں کے حقوق کا بدلہ تو لیا ہی جائے گا لیکن حیوانات کہ جن کو انسان کی طرح مکلف قرار نہیں دیا گیا ہے ان سے بھی حق تلفی کا بدلہ لیا جائے گا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ قصاص یعنی بدلہ (جس کا ذکر مذکورہ بالا حدیث میں ہے) اس طرح کا قصاص نہیں ہے جو مکلف سے لیا جاتا ہے بلکہ اس سے مقابلہ کا قصاص مراد ہے لیکن ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس کو مقابلہ کا قصاص قرار دینا محل نظر ہے اور یہ کوئی صحیح بات نہیں ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ اس قصاص سے بھی وہی قصاص مراد ہے، جو مکلف سے لیا جاتا ہے مگر اس پر یہ اشکال واقع ہوگا کہ حیوان مکلف نہیں ہوتا لہٰذا اس سے قصاص کس طرح لیا جائے گا؟ اس کا مختصر جواب ہے یہ کہ اول تو اللہ تعالیٰ فعال لما یرید ہے اس اعتبار سے وہ اپنی مرضی کا مالک اور اپنے ہر فعل پر قادر ومختار ہے لہٰذا لا یسأل عما یفعل یعنی وہ جو کچھ کرے گا اور جس طرح کرے گا اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا دوسرے یہ کہ یہاں بکری سے قصاص لئے جانے کا ذکر درحقیقت بندوں کو اس امر سے آگاہ کرنے کے لئے ہے کہ کسی کا کوئی حق ضائع نہیں ہوگا بلکہ جو بھی شخص جس شخص کا حق مارے گا اور اس کے ساتھ ظلم کرے گا اس سے اس حق تلفی اور ظلم کا بدلہ حق دار اور مظلوم کو ضرور دلایا جائے گا۔ یہ دوسری تاویل زیادہ اچھی اور زیادہ قابل فہم ہے۔

ظالموں کی حالت افلاس کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا "تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ تو درہم و دینار (روپیہ پیسہ) ہو اور نہ سامان واسباب (یعنی انہوں نے اپنے جواب میں مفلس اس شخص کو بتایا جو مال وزر اور روپیہ وپیسہ سے تہی دست ہو جیسا کہ عام طور پر دنیا والے سمجھتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذہن اس طرف نہیں گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد دنیاوی طور پر مفلس شخص کے بارے میں پوچھنا نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوال کا تعلق اس شخص سے ہے جو آخرت کے اعتبار سے مفلس ہو) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "میری امت مرحومہ میں مفلس شخص درحقیقت، وہ ہے جو قیامت کے دن میدان حشر میں (دنیا سے) نماز، روزہ اور زکوۃ (اور دوسری عبادتیں) لے کر آئے، مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے

کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت لگائی تھی کسی کو (ناحق) مارا پیٹا تھا (غرض کہ اس نے جہاں تمام مالی و بدنی عبادتیں کی تھیں وہیں ان برائیوں کا مرتکب بھی ہوا تھا چنانچہ اس کی نیکیوں میں سے (پہلے کسی ایک مظلوم و صاحب حق کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی (اس طرح اس نے دنیا میں جس کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا ہوگا اور جس جس کو ناحق ستایا ہوگا ان سب کو الگ الگ اپنے حق کے بقدر اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا یہاں تک کہ اگر اس کے ان گناہوں کا فیصلہ ہونے سے پہلے اس کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گی (یعنی اگر اس کی تمام نیکیاں ان سب حق والوں کو دے دینے کے بعد بھی حقوق العباد کو تلف کرنے کی سزا پوری نہیں ہوگی) تو اس حق داروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کیئے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1051)

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ بندوں کے حقوق کی پامالی کرنے والے کو آخرت میں نہ تو معافی ملے گی اور نہ اس کے حق میں شفاعت کام آئے گی، ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کے لئے چاہے گا تو وہ مدعی (صاحب حق) کو اس کے مطالبہ کے مطابق اپنی نعمتیں عطا فرما کر راضی کر دے گا۔ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ عام طور پر لوگ مفلس اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس مال و دولت اور روپیہ پیسہ نہیں ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں مفلس وہی شخص ہے جس کے بارے میں ذکر کیا گیا، چنانچہ دنیاوی مال و دولت سے تہی دست شخص کو حقیقی مفلس نہیں کہا جا سکتا کیونکہ مال و دولت اور روپیہ پیسہ کا افلاس عارضی ہوتا ہے جو موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے بلکہ بسا اوقات زندگی ہی میں وہ افلاس، مال و دولت کی فراوانی میں تبدیل ہو جاتا ہے اس کے برخلاف حدیث میں جس افلاس کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی سے ہے اور اس افلاس میں مبتلا ہونے والا شخص پوری طرح ہلاک ہوگا۔

ظلم کی نحوست کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ظالم حقیقت میں اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے (دوسروں تک اس کے ظلم کے اثرات نہیں پہنچتے) تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ بے شک ظالم اپنی ظالمانہ حرکتوں سے اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے، لیکن اس کی نحوست دوسروں کو بھی متاثر کرتی ہے یہاں تک کہ حباریٰ اپنے گھونسلے میں ظالم کے ظلم کے سبب دبلا ہو کر مر جاتا ہے" اس کو بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1060)

حباریٰ ایک پرندہ کا نام ہے جس کو اردو میں "سرخاب" کہتے ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ یہ پرندہ اپنے دانہ پانی کی تلاش میں بہت دور دور تک جاتا ہے، عام طور پر اس کا گھونسلہ ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں سے پانی کی جگہ کئی کئی دن کی راہ کے فاصلہ پر ہوتی ہے اور وہ اپنے گھونسلہ سے اتنے طویل فاصلہ پر جاتا ہے اور پانی پی کر اپنے گھونسلہ میں آتا ہے ایک محقق نے لکھا ہے کہ بعض مرتبہ دیکھا گیا کہ بصرہ میں سرخاب کے پیٹ میں حبہ الخضر ا نامی جڑی برآمد ہوئی جب کہ وہ جڑی صرف ایک علاقہ میں پائی جاتی ہے اور وہ علاقہ بصرہ سے کئی دن کی راہ کے فاصلہ پر واقع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ ظالم کے اثرات دوسروں پر اس حد تک مرتب ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی نحوست سے بارش برسانا بند کر دیتا ہے اور پانی کی قلت سے کھانے پینے کی چیزیں نایاب ہو جاتا ہیں چنانچہ انسان وحیوان کھانا پانی نہ ملنے کی وجہ سے مرنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ سرخاب جیسا جانور بھی اپنے گھونسلے ہی میں سوکھ سوکھ کر مرجاتا ہے جو اپنے چارے وپانی کے حصول میں دور دراز کے علاقوں تک کی رسائی رکھتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرخاب کا اپنے گھوسلے میں سوکھ سوکھ کر مرجانا قحط اور خشک سالی کی علامت ہے اور اس کے ظلم کی نحوست کے اثرات کو بیان کرنے کے لئے خاص طور پر سرخاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس شخص نے یہ کہا تھا کہ "ظالم حقیقت میں اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے" اس کی مراد یہ تھی کہ ظالم اگرچہ ظاہر میں مظلوم کو نقصان پہنچاتا ہے مگر حقیقت میں اس نقصان کا وہ خود ہی شکار ہوتا ہے کیونکہ مظلوم کا نقصان تو ایسا نقصان ہے جس پر اس کو حق تعالیٰ کی طرف سے صبر کا پھل ملے گا اور ظالم سے اس ظلم کا بدلہ لے گا جب کہ ظالم کے حصہ میں آخر الامر خسران وتباہی کے علاوہ کچھ نہیں آئے گا چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے اس وقت پیش آنے والے کسی قرینہ کی بناء پر اس بات کو عمومیت کے ساتھ بیان کیا کہ ظالم اپنے ظلم کے نتیجہ میں خود تو نقصان وخسران میں مبتلا ہوتا ہے لیکن اس کے ظلم کی نحوست کسی نہ کسی صورت میں دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

اغلب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بات بیان فرمائی ہے وہ خود ان کا اپنا قول نہیں ہے بلکہ یہ مضمون کسی حدیث کا ہے جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہوگا یا یہ کہ ایک حدیث میں چونکہ یہ منقول ہے کہ بارش کا نہ ہونا ظلم کی نحوست کا اثر ہوتا ہے ظاہر ہے کہ بارش نہ ہونے سے حیوانات کو ضرور نقصان پہنچتا ہے اس لئے انہوں نے اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے مذکورہ بات فرمائی۔

3843- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللَّهَ عِلْمًا نَافِعًا وَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ سے نفع دینے والا علم مانگو اور ایسے علم سے اللہ کی پناہ مانگو جو نفع نہ دے۔

3844- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَأَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الصَّدْرِ قَالَ وَكِيعٌ يَعْنِي الرَّجُلَ يَمُوتُ عَلَى فِتْنَةٍ لَا يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ مِنْهَا

◆◆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بزدلی' کنجوسی' سٹھیا جانے والی عمر' قبر کے عذاب اور سینے کے فتنے

3843: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3844: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1539' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5458' ورقم الحدیث: 5495' ورقم الحدیث: 5496' ورقم الحدیث: 5497' ورقم الحدیث: 5498' ورقم الحدیث: 5512

سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

وکیع بیان کرتے ہیں' یعنی کوئی شخص ایسی حالت میں مرے کہ وہ کسی فتنے پر عمل پیرا ہو اور پھر وہ اللہ سے مغفرت نہ مانگے۔

بَاب الْجَوَامِعِ مِنَ الدُّعَاءِ

یہ باب جامع دعاؤں کے بیان میں ہے

3845-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَاَنَا اَبُوْمَالِكٍ سَعْدُ بْنُ طَارِقٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اَقُوْلُ حِيْنَ اَسْاَلُ رَبِّیْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَجَمَعَ اَصَابِعَهُ الْاَرْبَعَ اِلَّا الْاِبْهَامَ فَاِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ يَجْمَعْنَ لَكَ دِيْنَكَ وَدُنْيَاكَ

ابو مالک سعد بن طارق' اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا' ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب میں اپنے پروردگار سے مانگوں تو میں کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: یہ پڑھو:

''اے اللہ! میری بخشش کر دے مجھ پر رحم کر' مجھے معاف کر دے مجھے رزق عطا فرما''۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار انگلیوں کو انگوٹھے کے علاوہ' جمع کیا اور فرمایا: یہ تمہارے لئے دین اور دنیا کے تمام معاملات کو اکٹھا کر دیں گے۔

3846-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اَخْبَرَنِیْ جَبْرُ بْنُ حَبِيْبٍ عَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهَا هٰذَا الدُّعَاءَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَاَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِهٖ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَسْاَلُكَ اَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهٗ لِیْ خَيْرًا

سیّدہ اُمّ کلثوم بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ دعا تعلیم کی تھی۔

''اے اللہ! میں تجھ سے ہر بھلائی کا سوال کرتا ہوں وہ جلدی ہو یا دیر سے ہو وہ' میرے علم میں ہو یا میرے علم میں نہ ہو۔

اے اللہ! میں تجھ سے ہر اس چیز کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ جو تجھ سے تیرے بندے اور تیرے نبی علیہ السلام

3845: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6789' ورقم الحدیث: 6790' ورقم الحدیث: 6791

3846: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

نے مانگی ہے اور میں ہر اس چیز سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کے بارے میں تیرے بندے اور تیرے نبی علیہ السلام نے پناہ مانگی'اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور اس قول اور اس عمل کا جو جنت کے قریب کر دے اور میں جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس قول اور اس عمل سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں جو اس (جہنم) کے قریب کر دے میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو نے جو بھی فیصلہ کیا ہے اسے میرے حق میں بہتر کر دے"۔

3847- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مَّا تَقُوْلُ فِى الصَّلٰوةِ قَالَ اَتَشَهَّدُ ثُمَّ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِهٖ مِنَ النَّارِ اَمَا وَاللّٰهِ مَا اُحْسِنُ دَنْدَنَتَكَ وَلَا دَنْدَنَةَ مُعَاذٍ قَالَ حَوْلَهَا نُدَنْدِنُ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے دریافت کیا: تم نماز میں کیا دعا مانگتے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں کلمہ شہادت پڑھتا ہوں پھر میں اللہ تعالیٰ سے جنت مانگتا ہوں پھر میں جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرح اچھی طرح سے دعا نہیں کر سکتا
تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم بھی اسی طرح کی دعا کرتے ہیں۔

بَاب الدُّعَاءِ بِالْعَفْوِ وَالْعَافِيَةِ

یہ باب ہے کہ عفو اور عافیت کے بارے میں دعا کرنا

3848- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدِّمَشْقِىُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ فُدَيْكٍ اَخْبَرَنِىْ سَلَمَةُ ابْنُ وَرْدَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الدُّعَاءِ اَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ثُمَّ اَتَاهُ فِى الْيَوْمِ الثَّانِىْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الدُّعَاءِ اَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ثُمَّ اَتَاهُ فِى الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَقَالَ يَا نَبِىَّ اللّٰهِ اَىُّ الدُّعَاءِ اَفْضَلُ قَالَ سَلْ رَبَّكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَاِذَا اُعْطِيْتَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَقَدْ اَفْلَحْتَ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں'ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سی دعا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔آپ نے فرمایا: تم اپنے پروردگار سے دنیا اور آخرت میں "عفو اور عافیت" مانگو! پھر وہ شخص دوسرے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سی دعا زیادہ فضیلت والی ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے پروردگار سے دنیا اور آخرت میں "عفو اور عافیت" مانگو! پھر وہ شخص تیسرے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سی دعا زیادہ فضیلت رکھتی ہے' آپ نے فرمایا: تم اپنے پروردگار سے دنیا اور آخرت میں "عفو اور عافیت" مانگو! جب تمہیں عفو اور عافیت دنیا اور آخرت میں عطا کر دی گئی تو تم کامیاب ہو گئے۔

3848- اخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 3512

3849- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ وَّعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ شُعْبَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَ بْنَ عَامِرٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَوْسَطَ بْنِ اِسْمٰعِيْلَ الْبَجَلِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا بَكْرٍ حِيْنَ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا عَامَ الْاَوَّلِ ثُمَّ بَكٰى اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّهٗ مَعَ الْبِرِّ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَاِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَاِنَّهٗ مَعَ الْفُجُوْرِ وَهُمَا فِي النَّارِ وَسَلُوا اللّٰهَ الْمُعَافَاةَ فَاِنَّهٗ لَمْ يُؤْتَ اَحَدٌ بَعْدَ الْيَقِيْنِ خَيْرًا مِّنَ الْمُعَافَاةِ وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا

◆◆ اوسط بن اسماعیل بیان کرتے ہیں' انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس وقت سنا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا آپ فرما رہے تھے' ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ پر کھڑے ہوئے یہ ایک سال پہلے کی بات ہے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر سچ لازم ہے کیونکہ وہ نیکی کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ دونوں جنت میں ہوں گے تم جھوٹ سے بچنا کیونکہ یہ گناہوں کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ دونوں جہنم میں ہوں گے۔ تم اللہ تعالیٰ سے ''معافات'' مانگنا کیونکہ کسی بھی شخص کو یقین (یعنی ایمان) کے بعد ''معافات'' سے زیادہ بہتر اور کوئی چیز نہیں دی گئی اور تم ایک دوسرے سے حسد نہ رکھنا ایک دوسرے سے دشمنی نہ رکھنا ایک دوسرے سے لاتعلقی اختیار نہ کرنا ایک دوسرے کی طرف پیٹھ نہ کرنا۔ اللہ کے بندے اور بھائی' بھائی بن کر رہنا۔

3850- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ وَّافَقْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ مَا اَدْعُوْ قَالَ تَقُوْلِيْنَ اللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا کیا خیال ہے؟ اگر مجھے شب قدر مل جائے تو میں کیا دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے تم یہ دعا مانگنا:

''اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے تو مجھے معاف کر دے''۔

3851- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ زِيَادٍ الْعَدَوِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ دَعْوَةٍ يَّدْعُوْ بِهَا الْعَبْدُ اَفْضَلَ مِنَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بندہ جو دعا مانگتا ہے اس میں اس سے زیادہ فضیلت اور کوئی دعا نہیں رکھتی۔ ''اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں ''معافات'' کا سوال کرتا ہوں''۔

3849: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3850: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3513

3851: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَاب إِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص دعا مانگے تو اپنی ذات سے آغاز کرے

3852-حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُنَا اللّٰهُ وَأَخَا عَادٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ہم پر اور ''عاد'' کی طرف (مبعوث ہونے والے نبی حضرت ہود علیہ السلام) پر رحم کرے۔

بَاب يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ

یہ باب ہے کہ کسی بھی شخص کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی رہتی ہے جب تک وہ جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرتا

3853-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ قِيلَ وَكَيْفَ يَعْجَلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ يَقُولُ قَدْ دَعَوْتُ اللّٰهَ فَلَمْ يَسْتَجِبِ اللّٰهُ لِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی شخص کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی رہتی ہے جب تک وہ جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرتا عرض کی گئی' جلد بازی کا مظاہرہ کس طرح ہوتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص یہ کہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی مگر اس نے میری دعا قبول نہیں کی۔

بَاب لَا يَقُولُ الرَّجُلُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ

یہ باب ہے کہ کوئی بھی شخص یہ نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو میری مغفرت کردے

3854-حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ وَلْيَعْزِمْ فِي الْمَسْأَلَةِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا مُكْرِهَ لَهُ

3852.اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3853.اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث:6340' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث:6869' ورقم الحدیث:6870' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1484' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث:3387

3854.اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص یہ نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو میری مغفرت کردے آدمی کو پرعزم طریقے سے مانگنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

بَاب اسْمِ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ

یہ باب اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے بیان میں ہے

3855-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ زِيَادٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِىْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ (وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ) وَفَاتِحَةِ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیات میں ہے:

''اور تمہارا ایک معبود ہے اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن اور رحیم ہے''

اور دوسری سورۂ آل عمران کی ابتدائی آیت ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ (البقرہ:۱۶۳)

واحد کا معنی اور لا الہ اللہ پڑھنے کی فضیلت

اس سے پہلی آیات میں حضرت سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کا بیان کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہود اپنی کتابوں میں آپ کی نبوت کو چھپاتے تھے اس آیت میں اللہ کی الوہیت اور توحید کو بیان فرمایا ہے اور ظاہر فرمایا ہے یہود اللہ تعالیٰ کی توحید کو چھپاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا معنی یہ ہے کہ الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور عبادت کا مستحق ہونے میں وہ منفرد ہے اور اس کی کسی صفت میں کوئی اس کا مثیل شبیہ اور نظیر نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ہم البقرہ:۲۱ میں دلائل بیان کرچکے ہیں:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کا آخری کلام ہو۔ لا الہ الا اللہ وہ جنت میں داخل ہوجائے گا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ) اس حدیث کا امام ترمذی نے بھی ذکر کیا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۱۶۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) امام حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے روایات نہیں کیا لیکن یہ حدیث صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: شبلی سے منقول ہے کہ وہ صرف اللہ کہتے تھے لا الہ الا اللہ نہیں کہتے تھے جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: مجھے خوف ہے کہ میں نے لا الہ کہا اور اسی وقت مرگیا اور الا اللہ پر نہ پہنچ سکا تو خدا کی نفی کرتا ہوا مروں گا لیکن یہ انکی محض علمی

3855 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 1496' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث:3478

موشگافی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے مقصود دل سے اللہ کو ماننا ہے اگر کوئی شخص دل سے اللہ کو مانتا ہو اور لا الہ الا اللہ کہنے کا ارادہ رکھتا ہو اور صرف لا الہ پر اس کو موت آ جائے تو وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بشارت کے مطابق اہل جنت میں سے ہوگا اس لیے وہی پڑھنا چاہیے جس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تعلیم دی ہے اور اپنی طرف سے باریکیاں نہیں نکالنی چاہیے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۹۱ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

ملا علی قاری لکھتے ہیں: شیخ محی الدین ابن العربی نے کہا ہے کہ مجھے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جس کے لیے پڑھا گیا اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی میں نے ستر ہزار بار یہ کلمہ پڑھ لیا تھا اور کسی کے لیے خصوصی نیت نہیں کی تھی ایک مرتبہ میں ایک کھانے کی دعوت میں پہنچا وہاں ایک نوجوان کشف میں مشہور تھا کھانے کے دوران وہ رونے لگا میں نے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: میں نے اپنی ماں کو عذاب میں گرفتار دیکھا ہے میں نے دل ہی دل میں ان ستر ہزار کلمات کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا اور اب وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہا: اب میں نے اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھا ہے تو مجھے اس حدیث کی صحت کا اس نوجوان کے کشف سے یقین ہوا اور اس کے کشف کی صحت کا اس حدیث سے یقین ہو گیا۔ (مرقات ج ۳ ص ۹۹۔۹۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن، میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوا تو وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نماز میں قرآن کریم پڑھ رہا ہے اور اپنی آواز بلند کر رہا ہے میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا اس شخص کو آپ ریاکار نہیں کہیں گے؟ (یعنی کیا یہ شخص منافق نہیں کہ دکھانے سنانے کے لئے اتنے زور زور سے قرآن کریم پڑھ رہا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں۔

بلکہ مومن جو (غفلت سے ذکر کی طرف) رجوع کر رہا ہے۔ بریدہ کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ (یعنی وہ شخص جن کے بارہ میں اوپر ذکر ہوا کہ وہ آواز بلند قرآن پڑھتے تھے حضرت ابوموسیٰ تھے) آواز بلند قرآن کریم پڑھتے رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قرات سنتے رہے پھر ابوموسیٰ (یا تو تشہد میں نماز کے بعد دعا کے لئے بیٹھے) اور بارگاہ الٰہی میں یوں عرض رساں ہوئے اے الٰہی! میں تجھ کو گواہ بنا کر تیرے حق میں یہ اعتقاد واقرار کرتا ہوں۔ کہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ایسا یکتا و بے نیاز ہے کہ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اسے کسی نے جنا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے اللہ سے اس کے نام کے ساتھ سوال کیا ایسا نام کہ جب اس کے ذریعہ سوال کیا جاتا ہے تو اللہ وہ سوال پورا کرتا ہے اور جب اس کے ذریعہ دعا مانگی جاتی ہے تو دعا قبول کرتا ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو یہ بات سنی ہے اسے ابوموسیٰ تک پہنچا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ چنانچہ میں نے ابوموسیٰ تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی پہنچایا تو انہوں نے کہا کہ آج کے دن سے تم میرے سچے بھائی ہو کہ تم نے رسول کریم کا یہ ارشاد مجھ تک پہنچایا ہے۔ (رزین، مشکوۃ شریف: جلد دوم۔ حدیث نمبر 822)

اسم اعظم کے تعین کے بارہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ بعض حضرات نے تو لفظ اللہ کو اسم اعظم کہا ہے کچھ علماء کہتے

ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اسم اعظم ہے کچھ لوگوں نے لفظ "ہو" کو اسم اعظم کہا ہے بعض حضرات نے الحی القیوم کو بعض حضرات نے مالک الملک کو بعض حضرات نے کلمہ توحید کو اور بعض حضرات نے اللہ الذی لا الہ الا ہو رب العرش العظیم کو اسم اعظم کہا ہے۔

حضرت امام زین العابدین کے بارہ میں منقول ہے کہ انہوں نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ مجھے اسم اعظم بتائے تو انہیں خواب میں دکھایا گیا کہ اسم اعظم لا الہ الا اللہ ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اسم اعظم اسماء حسنی میں مخفی ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اللّٰھم اسم اعظم ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ جس شخص نے اللّٰھم کہا اس نے گویا اللہ سے اس کے تمام ناموں کے ذریعے (دعا مانگی اسی طرح کا قول حضرت حسن بصری سے بھی منقول ہے۔ بعض حضرات الم کو اسم اعظم قرار دیتے ہیں۔

بعض حضرات مثلاً امام جعفر صادق کہتے ہیں کہ جو شخص اسماء الٰہی میں سے کسی بھی اسم کے ساتھ اللہ کو اس طرح بطریق حضور استغراق یاد کرے کہ اس وقت اس کے باطن میں اس اسم کے علاوہ اور کچھ نہ ہو تو وہی اسم اعظم ہے اور اس کے ذریعہ مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت ابوسلیمان درانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شیخ کامل سے پوچھا کہ اسم اعظم کون سا ہے؟ تو انہوں نے پوچھا کیا تم اپنے دل کو جانتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں! انہوں نے فرمایا کہ جب تم یہ دیکھو کہ تمہارا دل اللہ کی طرف متوجہ اور نرم یعنی ترساں ولرزاں ہو گیا ہے تو اس وقت اللہ سے اپنی حاجت مانگو یہی اسم اعظم ہے۔

منقول ہے کہ حضرت ابوالربیع سے کسی نے کہا کہ مجھے اسم اعظم کے بارہ میں بتایئے تو انہوں نے کہا کہ یہ لکھو اطع اللہ یعطیک ،یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو وہ تمہاری ہر درخواست قبول کرے گا اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری ہی اسم اعظم ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے اور قبول کرتا ہے۔

3856- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنِ الْقَاسِمِ قَالَ اسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ الَّذِي اِذَا دُعِيَ بِهِ اَجَابَ فِي سُوَرٍ ثَلَاثٍ الْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ وَطٰهٰ

◆◆ قاسم بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم وہ ہے جب اس کے وسیلے سے دعا کی جائے تو وہ دعا قبول کرتا ہے یہ تین سورتوں میں ہے سورۂ البقرہ سورۂ آل عمران اور سورۂ طٰہٰ۔

3856م- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعِيسَى بْنِ مُوسَى فَحَدَّثَنِي اَنَّهُ سَمِعَ غَيْلَانَ بْنَ اَنَسٍ يُحَدِّثُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◆◆ عمرو بن ابوسلمہ بیان کرتے ہیں میں نے اس بات کا تذکرہ عیسیٰ بن موسیٰ سے کیا تو انہوں نے مجھے حدیث سنائی کہ انہوں نے غیلان بن انس کو قاسم کے حوالے سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی مانند

3856- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حدیث نقل کرتے ہوئے سنا ہے۔

اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا مانگنے کا بیان

3857-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَ اللَّهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلے سے کہ تو اللہ تعالیٰ ہے' بے نیاز ہے' ایک ہے' وہ ذات ہے' جسے کسی نے جنم نہیں دیا اور نہ ہی اسے جنم دیا گیا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ سے اس کے ''اسم اعظم'' کے وسیلے سے دعا مانگی ہے۔ وہ ''اسم اعظم'' کہ جب اس کے وسیلے سے دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے اور جو مانگا جائے عطا کرتا ہے۔

شرح

زیادہ صحیح بات تو یہی ہے کہ اسم اعظم اللہ کے اسماء میں پوشیدہ ہے تعین کے ساتھ اس کا کسی کو علم نہیں ہے جیسا کہ لیلۃ القدر لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ اسم اعظم لفظ اللہ ہے اور قطب ربانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے قول کے مطابق اس شرط کے ساتھ کہ زبان سے جب اللہ ادا ہو تو دل میں اللہ کے علاوہ اور کچھ نہ ہو یعنی اس اسم پاک کی تاثیر اسی وقت ہوگی جب کہ اللہ کو پکارتے وقت دل ماسوا اللہ سے بالکل خالی ہو۔ اس اسم اعظم کے سلسلہ میں علماء کے اور بھی اقوال ہیں چنانچہ باب کے آخر میں وہ اسماء نقل کیے جائیں گے جن کو علماء نے اپنی اپنی رائے و تحقیق کے مطابق اسم اعظم کہا ہے۔ علماء نے سوال اور دعا میں یہ فرق نقل کیا ہے کہ سوال کے معنی ہیں طلب کرنا جیسے کہ کہا جائے اللّٰھم اعطنی (اے اللہ مجھے فلاں چیز عطا کر) اس اس کے جواب میں اللہ کی عطا یعنی اس کا دینا اور دعا کے معنی ہیں پکارنا جیسے کہ کہا جائے یا اللہ اور اس کے جواب میں اللہ کی طرف سے اجابت یعنی قبول کرنا ہے جیسے اللہ تعالیٰ بندہ کی پکار پر فرمائے۔ لبیک عبدی، ہاں اے میرے بندے۔

3858-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبُو خُزَيْمَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ فَقَالَ لَقَدْ سَأَلَ اللَّهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي

3857: اخرجه ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1492' ورقم الحدیث: 1493' اخرجه الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3475

3858: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلے سے کہ حمد تیرے لئے ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے صرف تو معبود ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔ آسمان اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے تو جلال اور اکرام والا ہے۔''

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ سے اس ''اسم اعظم'' کے وسیلے سے مانگا ہے کہ جب اس کے وسیلے سے مانگا جائے تو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور جب دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے۔

3859- حَدَّثَنَا أَبُو يُوسُفَ الصَّيْدَلَانِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنِ الْفَزَارِيِّ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الطَّاهِرِ الطَّيِّبِ الْمُبَارَكِ الْأَحَبِّ إِلَيْكَ الَّذِي إِذَا دُعِيتَ بِهِ أَجَبْتَ وَإِذَا سُئِلْتَ بِهِ أَعْطَيْتَ وَإِذَا اسْتُرْحِمْتَ بِهِ رَحِمْتَ وَإِذَا اسْتُفْرِجْتَ بِهِ فَرَّجْتَ قَالَتْ وَقَالَ ذَاتَ يَوْمٍ يَا عَائِشَةُ هَلْ عَلِمْتِ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ دَلَّنِي عَلَى الْاِسْمِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي فَعَلِّمْنِيهِ قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَكِ يَا عَائِشَةُ قَالَتْ فَتَنَحَّيْتُ وَجَلَسْتُ سَاعَةً ثُمَّ قُمْتُ فَقَبَّلْتُ رَأْسَهُ ثُمَّ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيهِ قَالَ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَكِ يَا عَائِشَةُ أَنْ أُعَلِّمَكِ إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَكِ أَنْ تَسْأَلِينَ بِهِ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا قَالَتْ فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَدْعُوكَ اللّٰهَ وَأَدْعُوكَ الرَّحْمٰنَ وَأَدْعُوكَ الْبَرَّ الرَّحِيمَ وَأَدْعُوكَ بِأَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ أَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي قَالَتْ فَاسْتَضْحَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ لَفِي الْأَسْمَاءِ الَّتِي دَعَوْتِ بِهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ہے:

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے اسم جو پاک ہے پاکیزہ ہے برکت والا ہے اور جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔ وہ اسم کہ جب اس کے وسیلے سے تجھ سے دعا کی جائے تو دعا قبول کرتا ہے اور جب مانگا جائے تو عطا کرتا ہے اور جب تجھ سے رحم مانگا جائے تو رحم کرتا ہے اور جب تجھ سے کشادگی مانگی جائے تو کشادگی عطا کرتا ہے' اس اسم اعظم کے وسیلے سے میں تجھ سے دعا کرتا ہوں) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تم جانتی ہو؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس اسم کے بارے میں بتا دیا ہے کہ جب اس اسم کے وسیلے سے مانگا جائے تو وہ عطا کرتا ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مجھے بھی وہ بتا دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! یہ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں ایک طرف ہٹ گئی اور

3859: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

تھوڑی دیر بیٹھی رہی۔ پھر میں اُٹھی میں نے نبی اکرم ﷺ کے سر مبارک کو بوسہ دیا۔ پھر میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے بھی اس کی تعلیم دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! یہ تمہارے لئے مناسب نہیں کہ میں تمہیں اس کی تعلیم دوں اور نہ ہی یہ تمہارے لئے مناسب ہے کہ تم اس کے وسیلے سے دنیا کی کوئی چیز مانگنا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' پھر میں اُٹھی میں نے وضو کیا اور دو نفل ادا کیے پھر میں نے دعا کی:

''اے اللہ! میں تجھے اللہ کہہ کر پکارتی ہوں اور میں تجھے رحمٰن کہہ کر پکارتی ہوں اور میں تجھے ''بر'' ''رحیم'' کہہ کر پکارتی ہوں اور میں تیرے اسماء کے وسیلے سے تجھ سے دعا کرتی ہوں ان تمام اسماء کے وسیلے سے جو میرے علم میں ہیں اور جو میرے علم میں نہیں ہیں' تو میری مغفرت کر دے اور مجھ پر رحم کر''۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے پھر آپ نے فرمایا: وہ اسم اعظم ان اسماء میں سے ایک ہے جن کے وسیلے سے تم نے دعا کی ہے۔

بَاب اَسْمَآءِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

یہ باب اللہ تعالیٰ کے اسماء کے بیان میں ہے

3860- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا مَّنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے 99 نام ہیں۔ یعنی ایک کم 100 جو انہیں یاد کرلے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

شرح

اس حدیث میں جو کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں تو اس سے حصر اور تحدید مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بس اتنے ہی نام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بہت نام ہیں چنانچہ آگے صفحات میں ننانوے اسماء مبارک کے بعد کچھ اور نام بھی ذکر کیے جائیں گے انشاء اللہ بلکہ یہاں ننانوے کا عدد ذکر کرنے سے مراد اور مقصود یہ ہے کہ حدیث میں اسماء باری تعالیٰ کی جو خاصیت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص انہیں یاد کرے وہ جنت میں داخل ہوگا، وہ انہیں ننانوے ناموں کے ساتھ مخصوص ہے۔ لفظ احصاھا کے بارہ میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں بخاری وغیرہ نے اس کے معنی وہی لکھے ہیں جو ترجمہ سے ظاہر ہیں۔ یعنی ان ناموں کو یاد کیا اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ بعض روایتوں میں احصاھا کی بجائے حفظہا ہی منقول ہے بعض علماء لکھتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں ان کو پڑھا یا ایمان لایا۔ یا ان کے معانی جانے اور ان کے معانی پر عمل کیا۔ ھو وتر یحب الوتر۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق اعمال واذکار کو پسند کرتا ہے

3860 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اور مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اعمال میں اس عمل کو پسند کرتا ہے جس کی بنیاد اخلاص پر ہو جو محض اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اختیار کیا گیا ہو۔

3861 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُنْذِرِ زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا اِنَّهُ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ مَنْ حَفِظَهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهِيَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْمَلِكُ الْحَقُّ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْعَلِيمُ الْعَظِيمُ الْبَارُّ الْمُتَعَالِ الْجَلِيلُ الْجَمِيلُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْقَادِرُ الْقَاهِرُ الْعَلِيُّ الْحَكِيمُ الْقَرِيبُ الْمُجِيبُ الْغَنِيُّ الْوَهَّابُ الْوَدُودُ الشَّكُورُ الْمَاجِدُ الْوَاجِدُ الْوَالِي الرَّاشِدُ الْعَفُوُّ الْغَفُورُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ التَّوَّابُ الرَّبُّ الْمَجِيدُ الْوَلِيُّ الشَّهِيدُ الْمُبِينُ الْبُرْهَانُ الرَّءُوفُ الرَّحِيمُ الْمُبْدِئُ الْمُعِيدُ الْبَاعِثُ الْوَارِثُ الْقَوِيُّ الشَّدِيدُ الضَّارُّ النَّافِعُ الْبَاقِي الْوَاقِي الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ الْمُقْسِطُ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ الْقَائِمُ الدَّائِمُ الْحَافِظُ الْوَكِيلُ الْفَاطِرُ السَّامِعُ الْمُعْطِي الْمُحْيِي الْمُمِيتُ الْمَانِعُ الْجَامِعُ الْهَادِي الْكَافِي الْاَبَدُ الْعَالِمُ الصَّادِقُ النُّورُ الْمُنِيرُ التَّامُّ الْقَدِيمُ الْوِتْرُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ قَالَ زُهَيْرٌ فَبَلَغَنَا مِنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ اَوَّلَهَا يُفْتَحُ بِقَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں' ایک کم سو وہ طاق ہے اور طاق چیز کو پسند کرتا ہے اور جو شخص ان اسماء کو یاد کرلے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ وہ نام یہ ہیں۔ اللہ' ایک' بے نیاز' پہلا' آخر والا' ظاہر و باطن' پیدا کرنے والا' پیدا کرنے والا' صورت دینے والا' بادشاہ' حق' سلامتی دینے والا' امن دینے والا' حفاظت کرنے والا' غالب' زبردست' کبریائی والا' رحمٰن و رحیم' لطف کرنے والا' جاننے والا' سننے والا' دیکھنے والا' علم رکھنے والا' عظمت والا' عظیم' جلیل' جمیل' زندہ' قیوم' قدرت رکھنے والا' زبردست' بلند' حکمت رکھنے والا' قریب' قبول کرنے والا' بے نیاز' بہت زیادہ عطا کرنے والا' محبت کرنے والا' شکر قبول کرنے والا' بزرگی والا' عظیم' مددگار' ہدایت عطا کرنے والا' معاف کرنے والا' مغفرت کرنے والا' بردبار' معزز' توبہ قبول کرنے والا' پروردگار' بزرگ' نگران' حاضر' واضح کرنے والا' برہان' مہربان' رحم کرنے والا' (مخلوق کا) آغاز کرنے والا' (ان کی تخلیق) دوبارہ کرنے والا' بھیجنے والا' وارث' طاقت ور' زبردست' نقصان پہنچانے والا' نفع دینے والا' باقی رہنے والا' پستی دینے والا' بلندی عطا کرنے والا' تنگی دینے والا' فراخی دینے والا' عزت دینے والا' ذلت دینے والا' انصاف کرنے والا' بہت زیادہ رزق دینے والا' زبردست قوت کا مالک' بذات خود قائم' ہمیشہ رہنے والا' نگران' کارساز' (بالکل آغاز میں) تخلیق کرنے والا' سننے والا' عطا کرنے والا' زندگی دینے والا' موت دینے والا' روکنے والا' اکٹھا کرنے والا' ہدایت دینے والا' کفایت کرنے والا' ہمیشہ رہنے والا' علم والا' سچا' نور'

3861 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

روشنی دینے والا، مکمل، قدیم، طاق، ایک، بے نیاز، جس نے کسی کو جنم نہیں دیا اور جس کو جنم نہیں دیا گیا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

زہیر نامی راوی بیان کرتے ہیں، کئی اہل علم کے حوالے سے ہمیں یہ بات پتہ چلی ہے کہ آدمی ان کے آغاز میں یہ پڑھے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اُسی کے لیے مخصوص ہے اور حمد بھی اُسی کے لیے مخصوص ہے۔ ہر طرح کی بھلائی اُسی کے دستِ قدرت میں ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اُس کے اچھے نام ہیں''۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو شخص ان ناموں کو یاد کرے وہ جنت میں داخل ہوگا وہ اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اسم ذات اللہ کے علاوہ ننانوے نام یہ ہیں۔ (۱) الرحمٰن (۲) الرحیم (۳) الملک (۴) القدوس (۵) السلام (۶) المومن (۷) المہیمن (۸) العزیز (۹) الجبار (۱۰) المتکبر (۱۱) الخالق (۱۲) الباری (۱۳) المصور (۱۴) الغفار (۱۵) القہار (۱۶) الوہاب (۱۷) الرزاق (۱۸) الفتاح (۱۹) العلیم (۲۰) القابض (۲۱) الباسط (۲۲) الخافض (۲۳) الرافع (۲۴) المعز (۲۵) المذل (۲۶) السمیع (۲۷) البصیر (۲۸) الحکم (۲۹) العدل (۳۰) اللطیف (۳۱) الخبیر (۳۲) الحلیم (۳۳) العظیم (۳۴) الغفور (۳۵) الشکور (۳۶) العلی (۳۷) الکبیر (۳۸) الحفیظ (۳۹) المقیت (۴۰) الحسیب (۴۱) الجلیل (۴۲) الکریم (۴۳) الرقیب (۴۴) المجیب (۴۵) الواسع (۴۶) الحکیم (۴۷) الودود (۴۸) المجید (۴۹) الباعث (۵۰) الشہید (۵۱) الحق (۵۲) الوکیل (۵۳) القوی (۵۴) المتین (۵۵) الولی (۵۶) الحمید (۵۷) المحصی (۵۸) المبدی (۵۹) المعید (۶۰) المحی (۶۱) الممیت (۶۲) الحی (۶۳) القیوم (۶۴) الواجد (۶۵) الماجد (۶۶) الواحد (۶۷) الاحد (۶۸) الصمد (۶۹) القادر (۷۰) المقتدر (۷۱) المقدم (۷۲) المؤخر (۷۳) الاول (۷۴) الآخر (۷۵) الظاہر (۷۶) الباطن (۷۷) الوالی (۷۸) المتعال (۷۹) البر (۸۰) التواب (۸۱) المنتقم (۸۲) العفو (۸۳) الرؤف (۸۴) مالک الملک (۸۵) ذوالجلال والاکرام (۸۶) المقسط (۸۷) الجامع (۸۸) الغنی (۸۹) المغنی (۹۰) المانع (۹۱) الضار (۹۲) النافع (۹۳) النور (۹۴) الہادی (۹۵) البدیع (۹۶) الباقی (۹۷) الوارث (۹۸) الرشید (۹۹) الصبور۔ اس روایت کو ترمذی نے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا۔ نیز ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 809)

اسمائے الٰہی کا بیان

آیت (ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو)۔ یہ جملہ مستانفہ ہے یعنی یہ علیحدہ جملہ ہے اور ان ننانوے ناموں کا بیان ہے جو آگے ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کلمہ کے کئی مراتب ہیں اول یہ کہ جب منافق اس کلمہ کو پڑھتا ہے اور اس کی تصدیق سے خالی ہوتا ہے یعنی وہ قلبی تصدیق اور اعتقاد کے بغیر محض اپنے کو مسلمان ظاہر کرنے کے لئے اس کلمہ کو زبان سے ادا کرتا ہے تو یہ کلمہ اس کی دنیا کے لئے تو نافع بن جاتا ہے بایں طور کہ اس کی وجہ سے اس کی جان، اس کا مال اور اس کے اہل وعیال مسلمانوں کے ہاتھوں محفوظ ہو جاتے ہیں لیکن آخرت کے اعتبار سے یہ کلمہ اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔

دوم یہ کہ اس کلمہ کو زبان سے پڑھنے کے ساتھ اعتقاد قلبی بھی ہو مگر تقلید محض کے طور پر اس درجہ صحیح ہونے میں مختلف اقوال ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ یہ درجہ صحیح ہے۔ سوم یہ کہ اس کلمہ کو پڑھنے کے ساتھ اعتقاد قلبی بھی ہو مگر ایسا اعتقاد قلبی جو اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر حاصل کیا گیا ہو۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ بھی درجہ معتبر ہے۔

چہارم یہ کہ زبان سے اس کلمہ کی ادائیگی کے ساتھ اعتقاد جازم بھی ہو۔ جو از راہ دلیل قطعی حاصل ہوا ہو متفقہ طور پر یہ درجہ مقبول ہے پنجم یہ کہ اس کلمہ کو ادا کرنے والا اس طرح کا ہو کہ وہ دل کی آنکھوں سے اس کلمہ کے معنی جانتا ہو۔ یعنی اسے کامل طور پر عرفان حق حاصل ہو اور یہی رتبہ عالی ہے یہ تفصیل اس صورت میں ہے جب کہ اس کلمہ کو زبان سے ادا کیا جائے دوسری شکل یہ ہے کہ اس کلمہ کو صرف دل میں کہے یعنی زبان سے ادائیگی نہ ہو اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی عذر مثلاً گونگے پن وغیرہ کی بنا پر اس کلمہ کو زبان سے ادا کرنے سے قاصر ہے تو یہ کلمہ دنیا و آخرت دونوں کے لئے نافع ہے یعنی وہ دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے نجات یافتہ ہوگا اور اگر کسی عذر کے بغیر بھی زبان سے ادا نہ کرے تو پھر آخرت میں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اسمائے الٰہی کے خواص کا بیان

امام نووی نے اس بات پر اہل سنت کا اجماع نقل کیا ہے۔ "اللہ" باری تعالیٰ کا اسم ذات ہے اس کے معنی ہیں وہ ذات عبادت کے لائق ہے۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ اسماء باری تعالیٰ میں یہ نام سب سے بڑا ہے نیز کہا گیا ہے کہ عوام کو چاہئے کہ وہ اس نام کو اپنی زبان پر جاری کریں اور خشیت و تعظیم کے طور پر اس نام کے ساتھ ذکر کریں خواص کو چاہئے کہ وہ اس نام کے معنی میں غور و فکر کریں اور یہ جانیں کہ اس نام کا اطلاق صرف اسی ذات پر ہو سکتا ہے جو صفات الوہیت کی جامع ہے اور خواص الخواص کو چاہئے کہ وہ اپنا دل اللہ میں مستغرق رکھیں اور اس ذات کے علاوہ اور کسی بھی طرف التفات نہ کریں اور صرف اسی سے ڈریں کیونکہ وہی حق اور ثابت ہے اس کے علاوہ ہر چیز فانی اور باطل ہے جیسا کہ بخاری میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شاعروں کے کلام میں سب سے صحیح کلام شاعر لبید کا یہ مصرعہ ہے کہ۔ الا کل شیء ما خلا اللہ باطل۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ خاصیت جو شخص اس اسم ذات (اللہ) کو ہزار بار پڑھے وہ صاحب یقین ہو اور جو شخص اس کو نماز کے بعد وافر پڑھے اس کا باطن کشادہ ہو اور وہ صاحب کشف ہو۔

اسم الٰہی، الرحمٰن، الرحیم

رحم کرنے والا مہربان، ان دونوں ناموں سے بندہ کا نصیب یہ ہے (یعنی صفات باری تعالیٰ کو اپنانے کے سلسلہ میں ان اسماء کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف کامل توجہ ہو، اسی ذات پر توکل و بھروسہ کیا جائے اپنا باطن اس کے ذکر میں مشغول رکھا جائے غیر اللہ سے بے پرواہی برتی جائے بندگان اللہ پر رحم کیا جائے چنانچہ مظلوم کی حمایت و مدد کی جائے اور ظالم کو بطریق نیک ظلم سے باز رکھا جائے اللہ کی عبادت اور اس کے ذکر سے غفلت برتنے والوں کو خبردار کیا جائے گنہگار کی طرف رحمت کی نظر کی جائے نہ کہ اسے نظر حقارت سے دیکھا جائے اپنی طاقت کے بقدر شرع امور کے استیصال میں کوشش صرف کی جائے اور اپنی وسعت و ہمت

کے مطابق محتاجوں اور ضرورت مندوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کی سعی کی جائے۔ خاصیت جو شخص ہر نماز کے بعد سو بار الرحمٰن الرحیم کہے حق تعالیٰ اس کے دل سے غفلت، نسیان اور قساوت دور کرے گا اور تمام مخلوق اس پر مہربان و مشفق ہوگی۔

اسم الٰہی "الملک"

حقیقی بادشاہ۔ یعنی وہ زمین و آسمان اور تمام عالم کا حقیقی بادشاہ ہے دونوں جہاں اسی کے تصرف اور قبضہ میں ہیں وہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج لہٰذا جب بندہ نے اس کی یہ حیثیت وصفت جان لی تو اس پر لازم ہے کہ اس کی بارگاہ کا بندہ و غلام اور اسی کے در کا گدا بنے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعہ اسی کے آستانہ عزت و جاہ کی طلب کرے۔ نیز بندہ پر لازم ہے کہ اس کی بارگاہ قدرت و تصرف سے تعلق پیدا کرے اس کے علاوہ ہر ایک سے کلیۃً بے نیازی اختیار کرے۔

نہ کسی سے اپنی ضرورت و حاجت بیان کرے اور نہ کسی سے ڈرے نہ امید رکھے اپنے دل اپنے نفس اور اپنے قالب کی دنیا کا حاکم بنے اور اپنے اعضاء اور اپنے قویٰ کو قابو میں رکھ کر اس کی اطاعت و عبادت اور شریعت کی فرمانبرداری میں لگا دے تاکہ صحیح معنی میں اپنے وجود کی دنیا کا حاکم کہلائے۔ خاصیت جو شخص اس اسم کو القدوس کے ساتھ (یعنی ملک القدوس) پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے تو اگر وہ صاحب ملک اور سلطنت ہوگا تو اس کے ملک اور سلطنت کو اللہ تعالیٰ قائم و دائم رکھے گا اور جو صاحب سلطنت نہ ہوگا تو اس کی برکت سے اس کا اپنا نفس مطیع و فرمانبردار رہے گا اور جو شخص اسے عزت و جاہ کے لئے پڑھے تو اس کا مقصود حاصل ہوگا اور اس بارہ میں یہ عمل مجرب ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحمٰن نے اس کی خاصیت یہ لکھی ہے کہ جو شخص اس اسم "الملک" کو روزانہ نوے بار پڑھے تو نہ صرف یہ کہ روشن اور تونگر ہوگا بلکہ حکام و سلاطین اس کے لئے مسخر ہو جائیں گے اور عزت و احترام اور جاہ کی زیادتی کے حصول کے لئے مجرب ہے۔ "القدوس" نہایت پاک۔ قشیری رحمہ اللہ نے کہا کہ جس شخص نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نہایت پاک ہے تو اب اس کو چاہئے کہ اس بات کی آرزو کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہر حالت میں عیوب اور آفات سے دور اور گناہوں کی نجاست سے پاک رکھے۔

خاصیت جو شخص اس اسم پاک کو ہر روز زوال آفتاب کے وقت پڑھے اس کا دل صاف ہو اور جو شخص نماز جمعہ کے بعد اس اسم و اسم السبوح کے ساتھ (یعنی القدس السبوح) روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھائے تو فرشتہ صفت ہو اور بھگدڑ کے وقت دشمنوں سے حفاظت کے وقت اس اسم کو جتنا پڑھا جا سکے پڑھا جائے اور مسافر اس کو برابر پڑھتا رہے اور کبھی ماندہ اور عاجز نہ ہو اور اگر اس کو تین سو انیس بار شیرنی پر پڑھ کر دشمن کو کھلا دے تو وہ مہربان ہو۔

اسم الٰہی "السلام"۔

بے عیب و سلامت۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ بتایا ہے کہ مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ و سلامت رہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ بہت زیادہ شفقت کا معاملہ کرے جب وہ کسی ایسے مسلمان کو دیکھے جو اس سے عمر میں بڑا ہو تو یہ کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے کیونکہ اس نے میری نسبت زیادہ عبادت و اطاعت کی ہے اور ایمان و معرفت میں مجھ پر سبقت رکھتا ہے اور اگر کسی

ایسے مسلمان کو دیکھے جو عمر میں اس سے چھوٹا ہو تو بھی یہی کہے یہ مجھ سے بہتر ہے کیونکہ اس نے میری بنسبت گناہ کم کئے ہیں۔ نیز اگر کسی مسلمان بھائی سے کوئی قصور ہو جائے اور وہ معذرت کرے تو اس کی معذرت قبول کر کے اس کا قصور معاف کر دیا جائے۔ خاصیت اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو کسی بیمار پر ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے تو انشاء اللہ حق تعالیٰ اسے صحت وشفا عطا فرمائے گا اور اگر کوئی شخص اس کو برابر پڑھتا ہے تو خوف سے نڈر ہوگا۔

اسم الٰہی "المؤمن"

۔امن دینے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ مخلوق اللہ کو نہ صرف اپنے شر اور اپنی برائی سے بلکہ دوسروں کی برائی اور شر سے بھی امن میں رکھے۔ خاصیت جو شخص اس اسم کو بہت پڑھتا ہے یا اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو حق تعالیٰ اس کو شیطان کے شر سے نڈر رکھے گا اور کوئی شخص اس پر حاوی نہیں ہوگا نیز اس کا ظاہر اور اس کا باطن حق تعالیٰ کی امان میں رہے گا اور جو شخص اس کو بہت زیادہ پڑھتا ہے کا مخلوق اللہ اس کی مطیع اور فرمانبردار ہوگی۔

اسم الٰہی "المہیمن"

ہر چیز کا اچھی طرح محافظ نگہبان۔ اس اسم سے عارف کا نصیب یہ ہے کہ بری عادتوں، برے عقیدوں اور بری چیزوں مثلاً حسد اور کینہ وغیرہما سے اپنے دل کی نگہبانی کرے اپنے احوال درست کرے اور اپنے قوی اور اپنے اعضا کو ان چیزوں میں مشغول ہونے سے محفوظ رکھے جو دل کو اللہ کی طرف سے غفلت میں ڈالنے والی ہوں۔ خاصیت جو شخص غسل کے بعد اس اسم کو ایک سو پندرہ مرتبہ پڑھے وہ غیب اور باطن کی باتوں پر مطلع ہو اور جو شخص اس کو برابر پڑھتا ہے وہ تمام آفات سے پناہ پائے اور جنتیوں کی جماعت میں شامل ہو۔

اسم الٰہی "العزیز"

غالب و بے مثل کہ کوئی اس پر غالب نہیں۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس، اپنی خواہشات اور شیطان پر غالب رہے علم و عمل اور عرفات میں بے مثل بنے اور مخلوق اللہ کے آگے ہاتھ نہ پھیلا کر اپنی ذات کو عزت بخشے اور غیر اللہ کے آگے دست سوال دراز کر کے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔

ابوالعباس مرسی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! عزت تو میں نے مخلوق اللہ سے بلند ہمتی اختیار کرنے (یعنی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے ہی میں دیکھی ہے)۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ کو عزیز و غالب و بے مثل تو اسی نے جانا جس نے اس کے احکام اور اس کی شریعت کو عزیز یعنی (اپنے اوپر غالب) کیا اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں بے مثل بنا اور جس نے ان چیزوں میں سہل پسندی اور بے اعتنائی کا رویہ اختیار کیا اس نے اللہ کی عزت نہیں پہچانی یعنی اسے عزیز نہیں مانا۔ اور ارشاد ربانی ہے۔ آیت (و اللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون)۔ اور اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے عزت ہے اور لیکن منافق اسے نہیں جانتے۔ خاصیت جو شخص اس اسم کو فجر کی نماز کے بعد اکتالیس بار پڑھے وہ دنیا اور آخرت میں

کسی کا محتاج نہ ہو اور بعد خواری کے عزیز ہو اس کے علاوہ بھی اس اسم مبارک کی بڑی عجیب وغریب خاصیتیں مذکور ہیں۔

اسم الٰہی الجبار"

بگڑے کاموں کو درست کرنے والا۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں، بندوں کو اس چیز کی طرف لانے والا جس کا ارادہ کرتا ہے۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ فضائل وکمال حاصل کر کے اپنے نفس کی خرابیوں کو درست کرے اور تقویٰ و پرہیزگاری اور طاعت پر مداومت اختیار کر کے اپنے نفس پر غالب ہو اور اس طرح درجہ کمال کو پہنچے۔ قشیری کہتے ہیں کہ بعض کتابوں میں یہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے! کسی چیز کا تو بھی ارادہ کرتا ہے اور میں بھی ارادہ کرتا ہوں (یعنی اس چیز کے بارے میں تیری خواہش کچھ ہوتی ہے اور میری مشیت کچھ اور) ہوتا وہی ہے جو میں ارادہ کرتا ہوں لہٰذا تو اگر اس پر راضی ہو جائے جس کا میں ارادہ کرتا ہوں (یعنی اس چیز کے بارہ میں میری طرف جو فیصلہ صادر ہو جائے تو اپنی خواہش کے علی الرغم اس کو بلا چوں وچرا مان لے اور اس پر راضی ہو جائے) تو تو جو ارادہ کرتا ہے میں اس پر تجھ سے کفایت کروں گا۔ (یعنی اس کا نعم البدل عطا کروں گا) اور تو اگر اس پر راضی نہ ہو ہوا۔ جس کا میں ارادہ کرتا ہوں تو پھر میں اس میں تجھ سے کفایت نہیں کروں گا جس کا تو ارادہ کرتا ہے (یعنی تجھے نعم البدل عطا نہیں کروں گا۔ اور پھر ہو گا وہی جو میں ارادہ کرتا ہوں اور تو محروم کا محروم رہ جائے گا)۔ خاصیت جو شخص مسبعات عشر کے بعد اس اسم کو اکیس بار پڑھے وہ ظالموں کے شر سے امن میں رہے گا جو شخص اس اسم کو پڑھنے پر ہمیشگی اختیار کرے گا وہ غیب اور مخلوق کی بدگوئی سے نڈر اور امان میں رہے گا اور اہل دولت وسلطنت میں سے ہو گا اور اگر کوئی شخص اس اسم کو انگوٹھی پر نقش کرا کے پہنے تو لوگوں کے دل میں اس کی ہیبت اور شوکت بیٹھ جائے گی۔

اسم الٰہی المتکبر

نہایت بزرگ۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ جب اسے حق تعالیٰ کی یہ بزرگی معلوم ہوئی تو اب اسے چاہئے کہ وہ خواہشات نفسانی کی طرف میلان ورلذات شہوانی کی طرف رغبت سے تکبر یعنی پرہیز کرے کیونکہ ان چیزوں کی طرف رغبت کرے گا تو جانور کا شریک ہو گا۔ بلکہ ہر اس چیز سے تکبر کرنا چاہئے جو باطن کو حق سے باز رکھے اور حق تعالیٰ کی طرف پہنچنے کے علاوہ ہر چیز کو حقیر جاننا اور تواضع وتذلل کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے اور اپنی ذات سے تکبر کے تمام دعوؤں کو زائل کرنا چاہئے تا کہ نفس صاف ہو اور اس میں اللہ کی محبت جا گزیں ہو اور اس طرح نہ نفس کا اختیار باقی رہے اور نہ غیر اللہ کے ساتھ قرار۔ خاصیت جو شخص اپنی بیوی سے مباشرت کے وقت دخول سے پہلے اس مبارک اسم کو دس مرتبہ پڑھے تو انشاء اللہ حق تعالیٰ اسے پرہیزگار فرزند خلف عطا فرمائے گا اور جو شخص اپنے ہر کام کی ابتداء میں یہ اسم مبارک بہت پڑھے تو اللہ نے چاہا وہ اپنی مراد کو پہنچے گا۔

اسم الٰہی "الخالق"

مشیت وحکمت کے موافق پیدا ہونے والی چیز کا اندازہ کرنے والا۔ خاصیت جو شخص اس اسم مبارک کو برابر پڑھتا رہتا ہے حق تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے تا کہ وہ اس کی طرف سے قیامت کے دن تک عبادت کرتا رہے نیز حق تعالیٰ اس اسم

مبارک کی برکت سے اس شخص کا دل اور منہ، روشن ونورانی کر دیتا ہے! حضرت شاہ عبدالرحمٰن نے لکھا ہے کہ جو شخص رات میں یہ اسم بہت زیادہ پڑھے گا اس کا دل اور منہ روشن ومنور ہوگا اور وہ تمام کاموں پر حاوی رہے گا۔

اسم الٰہی "البارئ"۔

پیدا کرنے والا۔ خاصیت جو شخص اس اسم کو ہفتہ میں سو بار پڑھ لیا کرے حق تعالیٰ اس کو قبر میں نہیں چھوڑے گا بلکہ ریاض قدس میں لے جائے گا اور جو حکیم ومعالج اس اسم کو مستقل طور پر پڑھتا رہے وہ جو بھی علاج کرے گا کامیاب رہے گا۔"

اسم الٰہی المصور"

صورت بنانے والا۔ مذکورہ بالا ان تینوں ناموں سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ جب کوئی چیز دیکھے اور جب بھی کسی چیز کا تصور کرے تو اللہ کی قدرتوں اور عجائبات میں غور وفکر کرے جو اس چیز میں موجود ہیں۔ خاصیت اگر کوئی عورت بانجھ ہو اور اولاد کی دولت سے محروم ہو تو اسے چاہئے کہ وہ سات دن روزے رکھے اور ہر روز افطار کے وقت اکیس بار المصور پڑھ کر پانی پر دم کرے اور اسے پی لے انشاء اللہ حق تعالیٰ اسے فرزند نیک عطا فرمائے گا جو شخص کسی دشوار اور مشکل کام کے وقت اس اسم کو بہت پڑھے وہ کام اسان ہو جائے گا۔

اسم الٰہی "الغفار"

بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان کے عیوب کو ڈھانکنے والا "اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلے کہ گناہوں کو اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں بخشا نیز اسے چاہئے کہ وہ لوگوں کے عیوب کو چھپائے کسی سے کوئی قصور وخطا ہو جائے تو اس سے درگزر کرے اور اپنے اوپر ہمہ اوقات خصوصاً سحر کے وقت استغفار کو لازم کرے جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد سو بار یہ کہتا ہے۔ یا غفار اغفرلی ذنوبی۔ اے بخشنے والے! میرے گناہ بخش دے۔ تو حق تعالیٰ اسے ان لوگوں میں سے قرار دیتا ہے جن کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے۔

اسم الٰہی "القہار

غالب کہ اس کی قدرت کے سامنے سب عاجز ومغلوب ہیں۔ اس اسم مبارک سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اپنے بڑے دشمنوں پر غالب ہو کر انہیں اپنے سامنے عاجز اور اپنا مغلوب بنا دے اور وہ بڑے دشمن نفس اور شیطان ہیں۔ خاصیت جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھتا ہے حق تعالیٰ اس کے دل سے دنیا کی محبت دور کر دیتا ہے اور اس کا خاتمہ بخیر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے دل میں شوق ومحبت پیدا کرتا ہے اور جو شخص اس اسم کو اپنی کسی بھی مہم کے لیے سو بار پڑھے تو اس کی مہم آسان ہو جائے گی اور جو کوئی اس کو پڑھنے میں ہمیشگی اختیار کرے گا اس کے دل سے دنیا کی محبت جاتی رہے گی اور اگر کوئی شخص سنت وفرض نمازوں کے درمیان اس اسم کو سو بار بہ نیت مقہوری پڑھے تو بڑے سے بڑا دشمن مقہور ومغلوب ہو۔"

اسم الٰہی الوہاب "۔

بغیر بدلہ کے بہت دینے والا۔اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنی جان اور اپنا مال بغیر کسی غرض اور بلا کسی عوض کے لالچ کے خرچ کرے۔خاصیت جو کوئی فقر وفاقہ کی تکلیف ومصیبت جھیل رہا ہو تو اسے چاہئے کہ اس اسم پاک کو پڑھنے پر ہیشگی اختیار کرے حق تعالیٰ اسے اس مصیبت سے اس طرح نجات دے گا کہ وہ حیران رہ جائے گا اور جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ اس کا ایسا ہی اثر پائے گا اور جو شخص نماز چاشت کے بعد سجدہ کی کوئی آیت پڑھے۔اور پھر سجدہ میں سر رکھ کر سات بار یہ اسم پاک پڑھے تو مخلوق سے بے نیاز و بے پرواہ ہو جائے گا اور اگر کسی کو اپنی کوئی حاجت پوری کرانی ہو تو وہ آدھی رات کو اپنے مکان یا مسجد کے صحن میں تین بار سجدہ کرے اور پھر ہاتھ اٹھا کر اسم کو سو بار پڑھے انشاء اللہ اس کی حاجت ضرور پوری ہوگی۔

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فراخی رزق کے لئے چاشت کے وقت چار رکعت نماز پڑھی جائے نماز سے فراغت کے بعد سجدہ میں جا کر ایک سو چار مرتبہ یاوہاب پڑھا جائے اور اگر اتنا وقت نہ ہو تو پچاس مرتبہ پڑھ لیا جائے انشاء اللہ رزق میں وسعت وفراخی ہوگی۔

اسم الٰہی "الرزاق"۔

رزق پیدا کرنے والا اور مخلوقات کو رزق پہنچانے والا۔رزق اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس سے فائدہ اٹھایا جائے پھر اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ظاہری اور باطنی باطنی وہ ہے جس سے نفس کو اور دل کو فائدہ پہنچے جیسے علوم معارف وغیرہ اور ظاہری وہ ہے جس سے بدن کو فائدہ پہنچے مثلاً کھانے پینے کی چیزیں اور اسباب یعنی کپڑا وغیرہ۔اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اس بات پر کامل یقین واعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی بھی ذات رزق دینے کے قابل نہیں ہے لہٰذا وہ رزق کی توقع صرف اللہ تعالیٰ سے ہی رکھے اور اپنے تمام امور اسی کی طرف سونپے نیز اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے لوگوں کو جسمانی اور روحانی رزق پہنچاتا رہے یعنی جو محتاج وضرورت مند ہوں ان پر اپنا مال خرچ کرے۔جو کہ کم علم اور گمراہ ہوں انہیں تعلیم دے اور ان کی ہدایت کرے اور ہر مسلمان کے لئے دعائے خیر کرتا رہے وغیرہ وغیرہ کسی عارف سے پوچھا گیا کہ آپ کے کھانے پینے کا انتظام کیسے ہوتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب سے مجھے اپنے خالق کا عرفان حاصل ہوا میں نے کبھی بھی اپنے رزق کا فکر نہیں کیا اسی طرح ایک عارف سے پوچھا گیا کہ قوت غذا کیا ہے؟ انہوں نے کہا حی الذی لا یموت (وہ پاک ذات یعنی اللہ ایسا زندہ ہے جس کے لئے موت نہیں ہے) کا ذکر خاصیت جو شخص صبح صادق کے طلوع کے بعد اور نماز فجر سے پہلے اپنے گھر کے چاروں کونوں میں اس اسم پاک کو دس دس مرتبہ پڑھے اس طرح کہ داہنی طرف سے پڑھنا شروع کرے اور منہ قبلہ کی طرف سے نہ پھیرے تو اس گھر میں رنج ومفلسی کا گزر نہیں ہو گا۔

اسم الٰہی الفتاح "

حکم کرنے والا۔اور بعضوں نے کہا ہے رزق رحمت کے دروازے کھولنے والا۔اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ لوگوں

کے درمیان صلح وصفائی اور انصاف کے لئے فیصلہ کرنے کی سعی وکوشش کرتا رہے اور مظلوموں کی مدد کرے نیز لوگوں کی دنیاوی اخروی حاجتوں کو پورا کرنے کا ارادہ رکھے۔ قشیری نے فرمایا کہ جس شخص نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ رزق ورحمت کے دروازے کھولنے والا۔ اسباب میسر کرنے والا اور تمام چیزوں کو درست کرنے والا ہے تو اب وہ اللہ کے علاوہ کسی اور میں اپنا دل نہیں لگائے گا۔ خاصیت جو شخص نماز فجر کے بعد اپنے سینہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر ستر بار اس اسم کو پڑھے تو اس کے دل کا میل جاتا رہے گا اور اسے قلب وباطن کی بہت زیادہ صفائی حاصل ہوگی۔

اسم الٰہی "العلیم"

ظاہر وباطن کا جاننے والا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جس شخص نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ میرا حال خوب جانتا ہے تو اب اس کے لئے ضروری ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے کسی مصیبت وبلا میں مبتلا کرے تو وہ اس پر صبر کرے اور جو کچھ عطا کرے اس کا شکر ادا کرے اور اس سے اپنی خطاؤں کی بخشش ومعافی کا خواستگار ہو۔ بعض کتابوں میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ (بندوں سے) فرماتا ہے اگر تم یہ نہیں جانتے کہ ہر حالت میں تم پر میری نظر رہتی ہے اور میں تمہیں دیکھتا ہوں تو پھر تمہارے ایمان میں کمی ہے اور اگر تم یہ جانتے ہو کہ میں تمہیں ہر وقت دیکھتا رہتا ہوں تو پھر کیوں تم مجھے دیکھنے والوں میں سب سے حقیر سمجھتے ہو؟ یعنی (دوسروں سے تو تم ڈرتے ہو اور شرم کرتے ہو کہ کہیں وہ تمہیں برائی اور تمہارے کسی جرم کو دیکھ نہ لیں لیکن کسی بھی برائی اور جرم کے وقت مجھ سے نہ ڈرتے ہو اور نہ شرم کرتے ہو جب کہ تمہاری ایک ایک حرکت میری نظر رہتی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ (نعوذ باللہ) میرے مقابلہ پر تم دنیا والوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہو۔

خاصیت جو شخص اس اسم کو بہت زیادہ پڑھتا ہے حق تعالیٰ اسے اپنی معرفت بہت زیادہ عطا کرتا ہے اور جو شخص نماز کے بعد یا عالم الغیب سو مرتبہ کہے حق تعالیٰ اسے صاحب کشف بنائے گا اور اگر کوئی چاہے کہ اسے کسی پوشیدہ چیز کا علم ہو تو اسے چاہئے کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں یہ سو مرتبہ کہہ کر سوئے انشاء اللہ اس پر اس چیز کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔

اسم الٰہی "القابض"

بندوں کی روزی یا دل تنگ کرنے والا اور اس کی روح قبض کرنے والا۔ خاصیت اگر کوئی شخص اس نام پاک کو چالیس دنوں تک روزانہ (روٹی وغیرہ) چار نوالوں پر لکھ کر کھایا کرے تو انشاء اللہ وہ بھوک اور قبر کے عذاب سے امن میں رہے گا۔

اسم الٰہی "الباسط"

بندوں کی روزی میں وسعت اور فراخی پیدا کرنے والا یا ان کا دل کشادہ کرنے والا۔ ان دونوں ناموں (یعنی القابض اور الباسط) سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ نہ تو کسی بلاء ومصیبت کے وقت ناامید ہو اور نہ اس کی بخشش عطاء کے وقت بے فکری اختیار کرے اور تنگی کو اس کے عدل کا نتیجہ جانے اور اس پر صبر کرے اور فراخی ووسعت کو اس کے فضل کا ثمرہ سمجھے اور اس پر شکر گزار ہو۔!

قشیری کہتے ہیں کہ یہ دونوں کیفیت یعنی دل کا تنگ اور کشادہ ہونا۔ عارفوں کے دل پر طاری ہوتی ہے کہ جب خوف اللہ

غالب ہوتا ہے تو ان کے دل تنگ ہوتے ہیں اور جب رحمت کی امید غالب ہوتی ہے تو ان کے دل کشادہ ہوتے ہیں! چنانچہ حضرت جنید بغدادی کے بارہ میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا خوف میرے دل کو تنگ کر دیتا ہے امید میرے دل کو کشادہ کر دیتی ہے حق مجھے جمع کرتا ہے (یعنی حق تعالیٰ کی یاد سے مجھے خاطر جمعی حاصل ہوتی ہے) اور مخلوق مجھے منتشر کرتی ہے (یعنی مخلوق کی محبت سے میں پراگندہ خاطر اور متواحش ہوتا ہوں) اور بندہ کی شان کا تقاضہ یہ ہے کہ تنگی اور پریشانی کی حالت میں بے قراری سے پرہیز کرے اور وسعت فراخی کے وقت بے جا خوشی اور بے ادبی سے اجتناب کرے کہ ان چیزوں سے بڑے بڑے لوگ ڈرتے ہیں۔ خاصیت جو شخص سحر کے وقت ہاتھ اٹھا کر اس اسم پاک کو دس بار پڑھے اور پھر اپنے ہاتھوں کو منہ پر پھیرے تو اسے بھی یہ ضرورت محسوس نہیں ہوگی کہ وہ کسی سے اپنی کوئی حاجت پوری کرنے کی درخواست کرے۔

اسم الٰہی "الخافض"

کافروں کو ذلیل وخوار کر کے یا ان کو اپنی درگارہ سے دور رکھ کر پشت کرنے والا۔ خاصیت جو شخص تین روزے رکھے اور چوتھے روز ایک نشست میں اس اسم پاک کو ستر ہزار بار پڑھے وہ دشمنوں پر فتح پائے گا۔ نصیب یہ ہے کہ وہ اپنی کسی بھی حالت پر اعتماد نہ کرے اور نہ اپنے علوم اعمال میں سے کسی چیز پر بھروسہ کرے اور اس چیز کو پست ومغلوب کرے جس کو اللہ نے پست کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً نفس وخواہش، اس چیز کو بلند کرے جس کو اللہ نے بلند کرنے کا حکم دیا ہے جیسے دل اور روح۔ منقول ہے کہ ایک شخص کو لوگوں نے ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم اس مرتبہ پر کیونکر پہنچے؟ اس نے کہا کہ میں نے اپنی ہوا یعنی اپنی خواہشات کو پس پشت ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے فضا کی ہوا کو میرے لئے مسخر کر دیا۔

خاصیت جو شخص اس اسم پاک کو آدھی رات کے وقت یا دوپہر میں سو مرتبہ پڑھے حق تعالیٰ اسے مخلوق میں برگزیدہ اور تونگر اور بے نیاز بنائے گا۔

اسم الٰہی "المعز"

عزت دینے والا۔ خاصیت جو شخص اس اسم پاک کو دوشنبہ کی شب میں یا جمعہ کی شب میں ایک سو چالیس مرتبہ پڑھے گا مخلوق کی نظر میں اس کی ہیبت وشوکت پیدا ہوگی اور وہ حق تعالیٰ کے علاوہ کسی کے خوف میں مبتلا نہیں ہوگا۔

اسم الٰہی "المذل"

ذلت دینے والا۔ ان دونوں ناموں (المعز اور المذل) سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو عزیز رکھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم ومعرفت کی وجہ سے عزیز رکھا ہے اور ان لوگوں کو ذلیل وخوار سمجھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے کفر ضلالت کے سبب سے ذلیل وخوار قرار دیا ہے۔

خاصیت اگر کوئی شخص کسی ظالم وحاسد سے ڈرتا ہو اسے چاہئے کہ وہ اس اسم پاک کو ۷۵ بار پڑھے اس کے بعد سجدہ کرے اور بارگاہ حق میں یوں عرض کرے۔ اے اللہ! فلاں ظالم وحاسد کے شر سے مجھے امن دے۔ حق تعالیٰ اسے امان دے گا۔ "السمیع"

سننے والا۔

اسم الٰہی "البصیر"

دیکھنے والا۔ ان ناموں سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ خلاف شرع چیزوں کے کہنے سننے اور دیکھنے سے پرہیز کرے اور اللہ کو اپنے اقوال وافعال پر حاضر ناظر جانے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ جس نے غیر اللہ سے اس چیز کو چھپایا جس کو وہ اللہ سے نہیں چھپاتا اس نے گویا اللہ کی نظر کو حقیر جانا لہذا جس شخص نے یہ جانتے ہوئے کوئی گناہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا ہے تو اس نے بڑی جرات کی اور کیا ہی بڑی جرات کی؟ اور جس نے اس گمان کے ساتھ کوئی گناہ کیا کہ اسے اللہ نہیں دیکھتا ہے تو پھر اس نے بڑا کفر کیا اور کیا ہی بڑا کفر کیا؟ اس لئے بطور تعلیق بالمحال کہا جاتا ہے کہ اگر تم اپنے اللہ کا کوئی جرم کرو تو ایسی جگہ کرو جہاں وہ تمہیں نہ دیکھے مطلب یہ ہے کہ ایسی کون سی جگہ ہے کہ اللہ کی نظر سے پوشیدہ ہو اور جب ایسی کوئی جگہ بھی ممکن نہیں جہاں اللہ گناہ کرتے نہ دیکھے تو پھر گناہ نہ کرو۔

خاصیت جو شخص اس اسم پاک السمیع کو پنجشنبہ کے دن نماز چاشت کے بعد پانچ سو بار ایک قول کے مطابق ہر روز نماز چاشت کے بعد ایک سو بار پڑھے اور پڑھنے کے درمیان کوئی کلام نہ کرے تو اس کے بعد جو دعا مانگے قبول ہوگی۔ اور اگر کوئی شخص فجر کی سنت و فرض نماز کے درمیان اسم پاک البصیر کو کامل اور صحیح اعتقاد کے ساتھ ایک سو ایک بار پڑھا کرے تو انشاء اللہ وہ حق تعالیٰ کی نظر عنایت کے ساتھ مختص ہوگا۔

اسم الٰہی "الحکم"۔

حکم کرنے والا کہ اس کے حکم کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ جب اس نے یہ جان لیا کہ حق تعالیٰ ایسا حاکم ہے کہ اس کے حکم اور اس کے فیصلہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا تو اب اسے چاہئے کہ وہ اس کا ہر حکم مانے اور اس کی مشیت وقضا کا تابعدار ہو، لہذا جو بندہ اس کی مشیت اور اس کی قضا وقدر پر قصداً راضی نہ ہوگا تو حق تعالیٰ اس پر اپنی مشیت اور اپنا فیصلہ زبردستی جاری کرے گا جو شخص برضا ورغبت اور دل کے ساتھ بخوشی اسے مان لے گا۔ حق تعالیٰ اسے اپنی رحمت اور اپنے کرم سے نوازے گا وہ خوشی اور اطمینان کی زندگی گزارے گا اور وہ غیر اللہ کے سامنے اپنی فریاد لے کر جانے کا محتاج نہیں ہوگا۔

خاصیت جو شخص اس اسم مبارک کو شب جمعہ میں اور ایک قول کے مطابق آدھی رات کے وقت اتنا پڑھے کہ بے ہوش ہو جائے تو حق تعالیٰ اس کے باطن کو معدن اسرار بنا دے گا۔

اسم الٰہی "العدل"

انصاف کرنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ یہ جاننے کے بعد کہ اللہ انصاف کرنے والا ہے بندہ کو چاہئے کہ اس کے احکام اور اس کے فیصلوں سے اپنے اندر گھبراہٹ اور تنگی پیدا نہ کرے بلکہ یہ یقین رکھے کہ اس نے میرے بارہ میں جو فیصلہ فرمایا ہے وہ عین انصاف ہے لہذا اس پر توکل اور اعتقاد کے ذریعہ راحت و اطمینان پیدا کرنے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ اسے دے اس کو اس جگہ

خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے جہاں خرچ کرنا از راہ شروع وعقل مناسب ہے اور اس کے عدل سے ڈرے اس کے فضل وکرم کا امیدوار رہے اور تمام امور میں افراط وتفریط سے پرہیز کرتے ہوئے درمیانی راہ اختیار کرے۔

خاصیت یہ جو شخص اس اسم پاک کو شب جمعہ میں روئی کے بیس لقموں پر لکھ کر کھائے حق تعالیٰ تمام مخلوق کو اس کے لئے مسخر کر دے گا۔

اسم الٰہی "اللطیف"

اپنے بندوں پر نرمی کرنے والا اور باریک بیں کہ اس کے لئے دور و نزدیک یکساں ہیں۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ امور دین و دنیا میں غور وفکر کرے اور نرمی کے ساتھ لوگوں کو راہ حق کی طرف بلائے۔

خاصیت جس شخص کو اسباب معیشت مہیا نہ ہوں اور فقر وفاقہ میں مبتلا رہتا ہو، یا غربت میں کوئی غمخوار نہ ہو یا بیمار ہو اور کوئی اس کی تیمارداری نہ کرتا ہو یا اس کے لڑکی ہو کہ اس کا رشتہ وغیرہ نہ آتا ہو تو اسے چاہئے کہ پہلے اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھ کر اس اسم پاک کو اپنے مقصد کی نیت کے ساتھ سو بار پڑھے انشاء اللہ حق تعالیٰ اس کی مشکل کو آسان کرے گا اسی طرح لڑکیوں کا نصیب کھلنے کے لئے، امراض سے صحت یابی کے لئے اور مہمات کی تکمیل کے لئے کسی خالی جگہ میں اس اسم کی دعا کی شرائط کے ساتھ سولہ ہزار تین سو اکتالیس مرتبہ پڑھا جائے انشاء اللہ مراد حاصل ہوگی۔

اسم الٰہی "الخبیر"

دل کی باتوں اور تمام چیزوں کی خبر رکھنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ جب اس نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ میرے بھیدوں پر مطلع ہے اور میرے دل کی باتیں تک جانتا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ بھی اس کو یاد رکھے اور اس کی یاد کے آگے اس کے ماسوا کو بھول جائے۔ ضلالت کے راستوں سے پرہیز کرے۔ اپنی ذات پر ریاکاری کے ترک اور تقویٰ کے اختیار کو لازم کرے باطن کی اصلاح میں مشغول رہے اس سے غفلت نہ برتے اور دین و دنیا کی بہترین کھلی باتوں کی خبر رکھنے والا ہو۔

خاصیت جو شخص نفس امارہ کے ہاتھوں گرفتار ہو وہ اس اسم پاک کو بہت زیادہ پڑھتا رہے اللہ نے چاہا تو اس سے نجات پائے گا۔

اسم الٰہی الحلیم "

بردبار کہ مومن کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ ان کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ توبہ کر کے فلاح پائیں۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ بد طینت لوگوں کی ایذاء پر تحمل کرے، زبردستوں کو سزا دینے پر تامل کرے اور غیظ وغضب اور غصہ سے دور رہے اور حلم کے اس مرتبہ کمال کو پہنچنے کی کوشش کرے کہ اگر کوئی شخص اس کے ساتھ برائی کرے گا تو وہ اس کے ساتھ نیکی کرے۔ خاصیت اگر کوئی شخص اس اسم پاک کو کاغذ پر لکھ کر دھوئے اور اس کا پانی کھیتی و درخت میں ڈالے نقصان سے محفوظ رہے گا، ان میں برکت ہو گی۔ اور ان سے پورا پورا ثمرہ حاصل ہوگا۔

اسم الٰہی "العظیم"

ذات پاک میں فہم وشعور کی رسائی سے بھی زیادہ بزرگ و برتر۔یعنی اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے اس کی بزرگی و بڑائی اور عظمت اتنی زیادہ ہے کہ انسان کی عقل اوراس کی فہم وشعوراس کی عظمت وبڑائی کا ادراک بھی نہیں کر سکتا۔اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ عظمت الٰہی کے آگے کونین کو بھی حقیر جانے ،دنیا کے لئے کسی کے آگے اپنا سر نہ جھکائے۔اپنے نفس کو حقیر جانے اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو کرنے کا حکم کیا ہے ان کو اختیار کرکے اور جن چیزوں سے بچنے کا حکم کیا ہے ان سے اجتناب کرے اور جو چیزیں اللہ کو محبوب ہیں ان میں مشغول رہ کر اپنے نفس کو ذلیل کرے۔تاکہ اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل ہو۔خاصیت جو شخص اس اسم پاک کو پڑھنے پر مداومت وہمیشگی اختیار کرے وہ مخلوق اللہ کی نظروں میں عزیز ومکرم ہوگا۔

اسم الٰہی "الغفور"

بہت بخشنے والا۔اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ رات و دن کے اکثر اوقات میں خصوصاً سحر کے وقت استغفار کو اپنے اوپر لازم کرے اوراس شخص کو بخشش ومعافی دے جو اسے تکلیف وایذاء پہنچائے۔

خاصیت جس شخص کو کوئی بیماری ہو مثلاً بخار اور دردسر وغیرہ یا کوئی رنج وغم اس پر غالب ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس اسم پاک کو کاغذ پر لکھے اوراس کے نقش کو روٹی پر جذب کرکے اسے کھالے حق تعالیٰ اسے شفاء ونجات عطا فرمائے گا اور اگر کوئی شخص اس کو بہت پڑھتا رہے اس کے دل کی ظلمت جاتی رہے گی۔ایک حدیث میں منقول ہے کہ جو شخص سجدہ کرے اور سجدہ میں یارب اغفرلی اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے۔تین مرتبہ کہے حق تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا۔جس شخص کو دردسر کا عارضہ لاحق ہو یا کسی اور بیماری اور غم میں مبتلا ہو تو اسے چاہئے کہ یاغفور کے مقطعات تین مرتبہ لکھ کر کھالے انشاء اللہ شفا پائے گا۔

اسم الٰہی "الشکور"

قدردان اور تھوڑے سے عمل پر بہت زیادہ ثواب دینے والا۔منقول ہے کہ کسی شخص کو جو مر چکا تھا خواب میں دیکھا گیا تو اس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ حق تعالیٰ نے کیسا معاملہ؟ اس شخص نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھ سے حساب کیا تو میری نیکیوں کا پلڑا اٹھ گیا۔اور گناہوں کا پلڑا غالب ہو گیا کہ اچانک نیکیوں کے پلڑے میں ایک تھیلی آ کر پڑی جس سے وہ پلڑا جھک گیا۔جب میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو مجھے بتایا گیا کہ یہ ایک مٹھی بھر مٹی ہے جو تو نے اپنے ایک مسلمان بھائی کی قبر میں ڈالی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کا فضل وکرم کتنے معمولی عمل پر بھی بندہ کو بے انتہا ثواب ورحمت سے نوازتا ہے اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے بایں طور کہ تمام نعمتوں کو اسی کی عطا جان کر اپنے ہر عضو کو اسی کے کام میں مشغول رکھے جس کے لئے حق تعالیٰ نے اسے پیدا کیا لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے اور ان کا شکر ادا کرتا رہے۔کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔حدیث (لایشکر اللہ من لایشکر الناس) ۔وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا جو لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا۔خاصیت جس شخص کی معیشت تنگ ہو یا اس کی آنکھ کی روشنی اور قلب کے نور میں کمی پیدا ہو گئی ہو تو وہ اس اسم پاک کو اکتالیس بار پانی پر پڑھ کر

پیئے اور آنکھوں پر ملے انشاء اللہ تونگری حاصل ہوگی اور شفا پائے گا۔

اسم الٰہی "العلی"

بلند مرتبہ۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اللہ کی ظاہری اور باطنی طاعات اور عبادات کے ذریعہ اپنے نفس کو ذلیل کرے اور اپنی تمام تر توانائی علم وعمل کے حصول میں صرف کرے یہاں تک کہ وہ انتہائی کمالات اور مراتب عالی کو پہنچے۔ حدیث شریف میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ امور کو پسند کرتا (کیونکہ اس کی وجہ سے بندہ اعلیٰ مراتب اور بلند درجات کو پہنچتا ہے) اور ادنیٰ امور کو ناپسند کرتا ہے اسی لئے حضرت علی کرام اللہ وجہہ کا یہ مقولہ ہے کہ علو ہمتی ایمان ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ خاصیت جو شخص اس اسم پاک پر مداومت کرے یا اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اگر وہ کمتر اور بے قدر ہو تو بزرگ و بلند مرتبہ ہو جائے گا فقر و افلاس میں مبتلا ہو تو تونگری حاصل ہوگی اگر سفر کی صعوبتوں میں مبتلا ہو تو وطن مالوف لوٹنا نصیب ہوگا۔

اسم الٰہی "الکبیر"

بڑا اور ایسا بڑا کہ اس کی بڑائی میں کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اس کی بڑائی کو ہمیشہ یاد رکھے یہاں تک کہ اس کے ماسوا کی بڑائی کو بالکل فراموش کر دے علم وعمل کے حصول کے ذریعہ اپنے نفس کو کامل بنانے کی کوشش کرے تا کہ اس کے کمال اور اس کے فیض سے دوسرے مستفید ہوں۔ تواضع وانکساری اختیار کرنے میں مبالغہ کرے اور خدمت مولیٰ کو اپنے اوپر لازم قرار دے کر بے اعتنائی اور بے ادبی سے احتراز کرے۔ خاصیت اس اسم پاک کو بہت زیادہ پڑھنے والا بزرگ مرتبہ اور عالی قدر رہتا ہے اور اگر حکام و فرمانروا اس اسم پاک پر مداومت کریں تو لوگوں پر ان کو خوف و دبدبہ غالب ہو اور ان کے تمام امور بحسن خوبی انجام پائیں۔

اسم الٰہی "الحفیظ"۔

عالم کو آفات ونقصانات سے محفوظ رکھنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو گناہوں سے اور باطن کو ملاحظہ اغیار سے محفوظ رکھے اور اپنے تمام امور میں اللہ کے فیصلوں اور اس کی مشیت پر اکتفا کرے اور اس کی قضا و قدر پر راضی ہو۔ ایک بزرگ کا یہ قول منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کے اعضاء محفوظ رکھے اس کا دل محفوظ رکھا اور جس کا دل محفوظ رکھا اس نے بھیدوں کو محفوظ کیا۔ منقول ہے کہ ایک دن اتفاق سے ایک بزرگ وصالح کی نظر کسی ممنوع چیز پر پڑ گئی فوراً وہ بارگاہ الٰہی میں عرض رساں ہوئے الٰہ العالمین! مجھے اپنی بینائی کی بقاء کی صرف اسی لئے تمنا تھی تا کہ تیری عبادت میں کام آئے اب جب کہ تیرے حکم کی مخالفت کا سبب بن گئی ہے تو پروردگار! اسے مجھ سے چھین لے۔ چنانچہ ان کی بینائی جاتی رہی اور وہ اندھے ہو گئے وہ رات میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ بینائی جانے کے بعد رات میں انہیں پریشانی ہوئی یہاں تک کہ وہ طہارت اور وضو کے لئے پانی لینے سے بھی محتاج ہو گئے اب جب پانی ان کے ہاتھ نہ لگا اور نماز وعبادت میں رکاوٹ پیدا ہوئی تو پھر اللہ کے حضور عرض کیا پروردگار! میں نے خود ہی کہا تھا کہ میری بینائی مجھ سے چھین لے لیکن اب رات میں تیری عبادت کے لئے مجھے اس کی ضرورت ہے اس کے بعد اللہ

نے ان کی بینائی واپس کردی اور وہ ٹھیک ہو گئے۔

خاصیت اگر کوئی شخص اس اسم پاک کو لکھ کر اپنے دائیں بازو پر باندھ لے تو وہ ڈوبنے، جلنے، آسیب اور نظر بد وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔

اسم الٰہی "المقیت"

بدن و روح کے لئے قوت (غذا) پیدا کرنے والا اور انہیں قوت دینے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ جب اس نے یہ جان لیا کہ وہی قوت پیدا کرنے والا ہے اور قوت دینے والا ہے تو اب اسے چاہئے کہ وہ اس کے ذکر (یعنی یاد الٰہی) کے سامنے اپنے قوت کا ذکر (یعنی اپنی غذا کا فکر) بھول جائے کیونکہ حقیقی قوت تو اسی کا ذکر اور اسی کی یاد ہے جیسا کہ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ان سے جب قوت کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ حی الذی لا یموت (ایسا زندہ جو نہیں مرتا) کا ذکر ہے۔ نیز بندہ کو چاہئے کہ وہ قوت اور قوت اپنے مولیٰ کے علاوہ اور کسی سے نہ مانگے ارشاد ربانی ہے۔ آیت (وان من شیء الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم)۔ ایسی کوئی چیز نہیں ہے ہمارے پاس جس کے خزانے نہ ہوں اور ہم اسے اپنے اندازہ مقرر کے مطابق ہی اتارتے ہیں۔ نیز بندہ کو چاہئے کہ وہ اپنے ہر متعلق کو قوت دے جس کا وہ مستحق ہے تا کہ دوسروں کو نفع پہنچانا گمراہوں کی ہدایت کرنا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا اس کا طرہ بن جائے۔ قشیری فرماتے ہیں کہ قوت مختلف نوع کے ہوتے ہیں ایک تو یہی ظاہری غذا اور خوراک کہ جس پر انسان کی زندگی کا مدار سمجھا جاتا ہے لیکن بعض بندے تو ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عبادات کی توفیق کو ان کے نفس کا قوت، مکاشفات کے صدور کو ان کے دل کا قوت اور مداومت مشاہدات کو ان کی روح کا قوت بنا دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی نیک بندہ کو اپنی طاعت و عبادات میں مشغول کرتا ہے اور طرح کہ وہ اپنی خواہشات نفس سے بالکل قطع نظر کر کے پورے حضور اور صدق و اخلاص کے ساتھ صرف اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کسی ایسے شخص کو مقرر فرما دیتا ہے جو اس کی خبر گیری اور خدمت کرتا ہے اور اس کے ذریعہ اس کی ضروریات زندگی خود بخود پوری ہوتی رہتی ہیں لیکن جب کوئی بندہ اپنی خواہشات نفس کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خواہش کی تکمیل کو اسی کے بل بوتہ پر چھوڑ دیتا ہے اور اس کے اوپر سے اپنی عنایت و مدد کا سایہ اٹھا لیتا ہے۔ خاصیت اگر کوئی شخص کسی کو غربت زدہ دیکھے یا خود غربت میں مبتلا ہو، یا کوئی بچہ اپنی بد خوئی سے باز نہ آتا ہو یا بہت روتا ہو تو کسی خالی پیالہ وغیرہ پر سات بار اس اسم پاک کو پڑھ کر دم کرے اور پھر اس پیالہ میں پانی ڈال کر پی لے یا جس کو ضرورت ہو اسے پلا دے۔ اسی طرح اگر کسی روزہ دار کو ہلاکت کا خوف ہو تو وہ اس اسم پاک کو کسی پھول پر پڑھ کر سونگھے انشاء اللہ اسے قوت و تقویت حاصل ہو گی اور روزے رکھنے کے قابل ہو جائے گا۔

اسم الٰہی "الحسیب"

ہر حال میں کفایت کرنے والا یا قیامت کے دن حساب لینے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ محتاجوں کو کفایت کرنے والا یعنی ان کی حاجتوں کو پورا کرنے والا ہو اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے۔ قشیری نے اس موقع پر جو بات کہی ہے اس کا

مفہوم یہ ہے کہ بندوں کو اللہ کا کفایت کرنا یہ ہے کہ وہ اس کے ہر حال میں اور ہر کام میں مددگار ہوتا ہے اور اس کا ہر کام پورا ہوتا ہے لہٰذا جب بندہ نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی اور میری ہر مراد اور میرے ہر کام کو پورا کرنے والا ہے تو اب اس کو چاہئے کہ وہ کسی بھی دنیاوی سہارے پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اگر اسے اپنے مقصد کے حصول میں کسی بھی دنیاوی سہارے سے بوقت ضرورت فائدہ نہ پہنچے جب کہ اسے اس سہارے پر اعتماد بھی رہا ہو تو اس سے بددل اور پریشان خاطر نہ ہو بلکہ یہ یقین رکھے کہ اللہ نے میرے مقدر میں جو طے فرما دیا ہے بہر صورت وہی ہوگا اگر قسمت میں حصول مقصد لکھا جا چکا ہے تو وہ ضرور حاصل ہوگا چاہے وہ دنیاوی سہارا کتنا ہی مایوس کن کیوں نہ ہو اور اگر قسمت میں مقصد کا حصول نہیں لکھا ہے تو وہ حاصل نہیں ہوگا چاہے وہ دنیاوی سہارا کتنا ہی زور کیوں نہ لگائے اور پھر یہ کہ جو شخص اللہ کی طرف سے پیش آنے والی چیز پر جو کہ اگرچہ اس کا مطلب نہیں ہے اکتفا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس چیز پر راضی و مطمئن کر دے گا جو اس نے اس شخص کے لئے طے فرما دی ہوگی چنانچہ اس کا اثر یہ ہوگا کہ ایسا بندہ اپنے اسی وصف (یعنی راضی برضا ہو جانے کی) بناء پر اپنے مطلوب کے عدم حصول کو اس کے حصول کے مقابلہ میں فقر کو غنا کے مقابلہ میں برضا و رغبت اختیار و قبول کرے گا اور بسبب مشاہدہ و تصرف مولیٰ حصول مقصد کے اسباب و ذرائع مہیا نہ ہونے ہی پر مطمئن ہو جائے گا۔

خاصیت جو شخص کسی چور یا حاسد یا ہمسایہ بد اور دشمن کے شر سے ڈرتا ہو یا چشم زخم سے پریشان ہو تو وہ ایک ہفتہ تک ہر صبح و شام ستر بار حسبی اللہ الحسیب (کفایت کرنے والا اللہ میرے لئے کافی ہے) پڑھ لیا کرے اللہ تعالیٰ اسے ان چیزوں کے شر اور پریشانی سے محفوظ رکھے گا۔

اسم الٰہی الجلیل "

بزرگ قدر۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ صفات کمال کے ذریعہ اپنے نفس کو آراستہ کر کے بزرگ مرتبہ بنے۔ خاصیت اگر کوئی شخص اس اسم پاک کو مشک و زعفران سے لکھ کر اپنے پاس رکھے یا کھائے تو تمام لوگ اس کی تعظیم و توقیر کرنے لگیں گے۔"

اسم الٰہی الکریم "

بڑا سخی اور بہت دینے والا کہ اس کا دینا نہ کبھی بند ہوتا ہے نہ اس کے خزانے خالی ہوتے ہیں۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ مخلوق اللہ کو بغیر وعدہ کے مال و زر دیتا رہے اور ان کی ہر طرح کی مدد کرتا رہے نیز برے خلق اور برے فعل سے پرہیز کرے۔ خاصیت جو شخص اپنے بستر پر پہنچ کر اس اسم پاک کو اتنا پڑھے کہ پڑھتے پڑھتے سو جائے تو اس کے لئے فرشتے دعا کریں اور کہیں اکرمک اللہ اللہ تجھے بزرگ مرتبہ کرے اور تو مکرم و معزز ہو۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس اسم کو بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے اسی وجہ سے انہیں کرم اللہ وجہہ کہا جانے لگا۔

اسم الٰہی الرقیب "

ہر چیز کی نگہبانی کرنے والا۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ بندوں کے احوال افعال جاننے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب

یہ ہے کہ وہ ہمہ وقت اور ہر حال میں اللہ ہی پر نظر رکھے اس کے علاوہ کسی اور سے سوال نہ کرے کہ ماسوا اللہ کی طرف التفات ظاہر ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے جن کی نگہبانی اور دیکھ بھال پر مقرر فرمایا ہے ان کی نگہبانی اور دیکھ بھال میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہ کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم سب راعی یعنی نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعیت کے بارہ میں محاسبہ کیا جائے گا یعنی جن کی نگہبانی اور خبر گیری پر تمہیں متعین کیا گیا ہے ان کی نگہبانی اور خبر گیری کا حال تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنا فرض کہاں تک ادا کیا؟ قشیری کہتے ہیں کہ اس طائفہ یعنی اولیاء اللہ کی جماعت کے نزدیک مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ پر دل کے ساتھ۔ اللہ کی یاد غالب ہو اور یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ میرے حال پر مطلع ہے لہٰذا وہ ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرے اور ہر دم اس کے عذاب سے ڈرے چنانچہ صاحب مراقبہ اللہ تعالیٰ کی حیاء اور اس کی ہیبت کی وجہ سے خلاف شرع باتیں اس شخص سے زیادہ چھوڑتا ہے جو عذاب الٰہی کے ڈر سے گناہ چھوڑتا ہے اور جو شخص اپنے دل کی رعایت کرتا ہے یعنی ضمیر کے صحیح تقاضے پر ہی عمل کرتا ہے تو اس کا کوئی لمحہ اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے خالی نہیں رہتا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ایک ایک لمحہ اور ایک ایک عمل کا حساب لے گا خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا عمل ہو یا بڑے سے بڑا۔ چنانچہ ایک ولی کے بارہ میں منقول ہے کہ ان کے انتقال کے بعد انہیں کسی نے خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھ پر اپنا احسان فرمایا لیکن پورا حساب لیا یہاں تک مجھ سے اس عمل کا بھی مواخذہ کیا کہ ایک دن میں روزے سے تھا جب افطار کا وقت ہوا تو میں نے اپنے ایک دوست کی دکان سے گیہوں کا ایک دانہ اٹھا لیا اور پھر سے توڑا، معاً مجھے خیال آیا کہ گیہوں کا یہ دانہ میری ملکیت میں نہیں ہے یہ خیال آتے ہی میں نے اس دانے کو اس جگہ ڈال دیا چنانچہ اب جب کہ میرا حساب لیا گیا تو اس گیہوں کے توڑنے کی بقدر یعنی میری نیکیوں سے لی گئی۔ غور کرنے کی بات ہے کہ جس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسے ایک دن اللہ کی بارگاہ میں اتنی چھوٹی سے چھوٹی سے باتوں کا بھی حساب دینا ہے تو کیا وہ گوارا کرے گا کہ اپنی عمر عزیز باطل چیزوں میں ضائع کرے۔ اور اپنے وقت کوتاہیوں اور غفلتوں کی نذر کر دے؟

حدیث شریف میں منقول ہے کہ تم اپنے اعمال کا خود محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیا جائے۔ خاصیت جو شخص اپنی بیوی، اپنی اولاد اور اپنے مال پر اس اسم پاک کو سات مرتبہ پڑھ کر ان کے چاروں طرف دم کرے وہ تمام دشمنوں اور تمام آفات سے بے خوف ہو جائے گا۔

اسم الٰہی "المجیب"

عاجزوں کی دعا قبول کرنے والا اور پکارنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اوامر و نواہی میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے اور حاجتمندوں کی حاجتوں کو پورا کرے۔ خاصیت جو شخص اس اسم پاک کو بہت پڑھے اور پھر دعا کرے تو اس کی دعا جلد قبول ہوگی اور اگر اسے لکھ کر اپنے پاس رکھے تو حق تعالیٰ کی امان میں رہے گا۔

اسم الٰہی الواسع"

وسیع علم والا اور اپنی نعمتوں سے سب کو نوازنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اپنے علم میں اپنی سخاوت میں در

معارف واخلاق میں وسعت پیدا کرنے کی کوشش کرے سب ہی سے چہرہ کی بشاشت اور کشادگی کے ساتھ پیش آئے اور دنیاوی مقاصد کے حصول میں فکر مند نہ رہا کرے۔

خاصیت جو شخص اس اسم پاک کو بہت پڑھے اور اس پر ہمیشگی اختیار کرے حق تعالیٰ اسے قناعت اور برکت کی دولت سے نوازے گا۔

اسم الٰہی "الحکیم"

دانا اور استوار کار۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ کتاب اللہ میں مذکور صفات حمیدہ کو اپنائے اور کمال تعلق اس سے پیدا کرنے کی کوشش کرے اور اپنے تمام امور میں استوار پیدا کرے نیز اسے چاہئے کہ وہ سفاہت یعنی بے وقوفی سے پرہیز کرے اور کوئی کام بغیر باعث حقانی اور بغیر داعیہ ربانی نہ کرے تاکہ اس کی ذات اسم "حکیم" کا پرتو ثابت ہو۔

حضرت ذوالنون مصری کے بارہ میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جب میں نے سنا کہ مغرب کے علاقہ میں ایک شخص اپنے علم وحکمت کی بناء پر بہت مشہور ومعروف ہیں تو میں ان کی زیارت کے لئے ان کے پاس پہنچا میں چالیس دن تک ان کے دروزے پر پڑا رہا اور میں یہ دیکھتا تھا کہ وہ نماز کے وقت مسجد میں آتے اور حیران وپریشان پھرنے لگتے اور میری طرف قطعاً کوئی توجہ والتفات نہ فرماتے اس صورت حال سے میں تنگ آ گیا تو ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ جناب! چالیس دن سے میں یہاں پڑا ہوں لیکن نہ تو آپ میری طرف التفات کرتے ہیں اور نہ مجھ سے کلام کرتے ہیں؟ آپ مجھے کوئی نصیحت کیجئے اور کچھ باحکمت باتیں بتایئے کہ اسے میں یاد رکھو۔ انہوں نے کہا کہ تم اس پر عمل کرو گے یا نہیں؟ میں نے کہا ہاں اگر اللہ نے توفیق دی تو ضرور عمل کروں گا۔ پھر انہوں نے حکمت وموعظت سے بھرپور یہ بات مجھ سے کہی کہ دنیا کو دوست نہ رکھو، فقر کو غنیمت جانو، بلا کو نعمت سمجھو، منع یعنی نہ ملنے کو عطا جانو، غیر اللہ کے ساتھ نہ انس اختیار کرو اور نہ ان کی صحبت میں اپنے کو مشغول رکھو، خواری کو عزت سمجھو، موت کو حقیقی حیات جانو، طاعت وعبادت کو اپنی عزت کا ذریعہ سمجھو اور توکل کو اپنی معاش قرار دو۔ از سینہ محو کن ہمہ نام ونشان غیر الا کے کہ می دہد از وے نشان ترا۔

خاصیت اگر کسی شخص کو اپنے کسی کام میں پریشانی ہو اور وہ پورا نہ ہو رہا ہو تو اسے چاہئے کہ اس اسم پاک پر مداومت اور ہمیشگی اختیار کرے انشاء اللہ تعالیٰ اس کا کام پورا ہو جائے گا۔

اسم الٰہی "الودود"

فرمانبردار بندوں کو دوست رکھنے والا یا اولیاء اللہ کے قلوب میں محبوب۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ مخلوق اللہ کے لئے وہی چیز پسند کرے گا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان پر اپنی بساط بھر احسان کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ بندوں کو اللہ تعالیٰ کا دوست رکھنا یہ ہے کہ وہ بندوں پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔ ان کی

تعریف کرتا ہے ان کو خیر و بھلائی پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بندوں کا دوست رکھنا یہ ہے کہ وہ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور اپنے قلوب میں اس کی ہیبت و بڑائی رکھتے ہیں۔

حدیث میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے دوستوں میں بڑا دوست وہ ہے جو غیر عطا کے لئے میری عبادت کرتا ہے یعنی وہ عطا و بخشش کی امید سے نہیں بلکہ صرف میری رضا اور خوشنودی کی خاطر ہی عبادت کرتا ہے۔ خاصیت اگر میاں بیوی کے درمیان نا چاقی پیدا ہو جائے اور تعلقات انتہائی کشیدہ ہو جائیں تو اس اسم پاک کو کسی کھانے کی چیز پر ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھ کر دونوں میں سے اس کو کھلا دیا جائے جس کی طرف سے نا چاقی پیدا ہوتی ہو انشاء اللہ ان دونوں کے درمیان اتفاق والفت کی فضا بحال ہو جائے گی۔ "الحمید "بزرگ وشریف ذات۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو اسم مبارک العظیم کے بارہ میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ خاصیت جس شخص کو آبلہ پا، یا باد فرنگ (آتشک) یا برص اور یا جذم کا مرض لاحق ہو تو اسے چاہئے کہ وہ ایام بیض میں روزے رکھے اور افطار کے وقت اس اسم پاک کو بہت پڑھے اور دم کر کے پی لے اللہ نے چاہا تو یقیناً شفا پائے گا اور جس شخص کو اپنے ہم عصروں اور ہم جنسوں میں عزت واحترام کی نظر سے نہ دیکھا جاتا ہو تو وہ ہر صبح اس اسم پاک کو ننانوے مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے اسے عزت واحترام حاصل ہوگا۔

اسم الٰہی "الباعث"

مردوں کی قبروں سے اٹھانے والا اور زندہ کرنے والا غافلوں کا دل خواب غفلت سے بیدار کرنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ جاہل نفسوں کو تعلیم دے کر اور نصیحت کرے انہیں دنیا سے بے رغبتی کا احساس دلا کر اور آخرت کی نعمتوں کا راغب بنا کر جہالت وغفلت کے خواب سے انہیں بیدار کرے اور ان کے مردہ قلوب کو زندہ کرے۔ چنانچہ وہ اپنے نفس سے اس کی ابتدا کرے اس کے بعد دوسروں کی طرف متوجہ ہو۔ خاصیت اگر کوئی یہ چاہے کہ اس کے قلب کو حقیقی زندگی ملے تو سوتے وقت اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر اس اسم پاک کو ایک سو ایک بار پڑھے۔ حق تعالیٰ اس کے دل کی مردنی کو دور کرے گا اور اسے حیات بخش کر انوار کا مسکن بنائے گا۔

اسم الٰہی "الشہید"

حاضر اور ظاہر و باطن پر مطلع۔ قشیری کہتے ہیں کہ اہل معرفت اللہ سے اس کی ذات کے علاوہ اور کسی مونس کی خواہش نہیں کرتے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ صرف اسی ذات پر خوش اور مطمئن رہتے ہیں کیونکہ صرف اللہ ہی ان کے تمام احوال پر نظر رکھتا ہے اور وہی ان کے تمام امور وافعال کو جانتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آیت (اولم یکف بربک انہ علی کل شیء شہید)۔ کیا تمہارا پروردگار تمہارے لئے اس بات میں کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر مطلع ہے۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اس بات کا دھیان رکھے کہ اس کا پروردگار اس کو کسی ایسی جگہ نہ دیکھے جو اس کے لئے پروردگار کی طرف سے ممنوع ہے یعنی برائی کی جگہ اور اس کو کسی بھی ایسی جگہ سے غیر موجود نہ دیکھے جہاں اس کو موجود رہنے کا اس نے حکم دیا ہے (یعنی بھلائی کی جگہ) اور اس یقین کی بناء پر کہ اللہ تعالیٰ

میرے حال کو مجھ سے اچھی طرح جانتا ہے اور وہ میری حالت کو بخوبی دیکھتا ہے، غیر اللہ کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرنے اور غیر اللہ کی طرف بنظر امید رغبت ومیلان رکھنے سے باز رہے نیز بندہ پر اس اسم کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ صرف سچائی کا گواہ بنے اور سچائی ہی کی رعایت کرے۔

خاصیت اگر کسی شخص کا لڑکا نافرمان ہو یا اس کی لڑکی غیر صالح ہو تو اسے چاہئے کہ وہ ہر روز صبح کے وقت اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھے اور اس کا منہ آسمان کی طرف اٹھوا کر یا شہید اکیس بار پڑھے حق تعالیٰ اسے فرمانبردار اور صالح بنائے گا۔

اسم الٰہی "الحق"

شہنشاہی کے ساتھ قائم اور خدائی کے لائق۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ جب اس نے جان لیا کہ اسی کی ذات حق ہے تو اب وہ اس کے مقابلہ میں مخلوق کی یاد اور مخلوق کی طلب بھول جائے۔ نیز اس اسم کا تقاضہ یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام اقوال وافعال اور احوال میں حق بات اور حق چیز ہی کو اپنے اوپر لازم کرے۔

خاصیت اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو گئی تو ایک کاغذ کے چوروں کونوں پر اس اسم پاک کو لکھے اور کاغذ کے بیچ میں اس چیز کا نام لکھے اور پھر آدھی رات کے وقت اس کاغذ کو ہتھیلی پر رکھ کر اور آسمان کی طرف نظر کر کے حق تعالیٰ سے اس اسم پاک کی برکت اور اس کے وسیلہ کے ذریعہ اس چیز کے حصول کی دعا کرے۔ انشاء اللہ یا وہ چیز جوں کی توں مل جائے گی یا اس کا کچھ حصہ حاصل ہو جائے گا اور اگر کوئی قیدی آدھی رات کے وقت ننگے سر ہو کر اس اسم پاک کو ایک سو آٹھ مرتبہ پڑھے تو حق تعالیٰ اسے رہائی نصیب کرے گا۔

اسم الٰہی الوکیل "

کارساز۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے آیت (وکفی باللہ وکیلا) (یعنی کارساز ہونے میں اللہ کفایت کرتا ہے) اور آیت (وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین) اگر تم مومن ہو تو اپنا ہر کام اللہ ہی کی طرف سونپو آیت (ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ) (جو شخص اللہ ہی پر بھروسہ اور اعتماد کرتا ہے اور اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے) اور آیت (وتوکل علی الحی الذی لا یموت) (یعنی ایسے زندہ پر بھروسہ اور اعتماد کرو جو غالب اور مہربان ہے۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ ضعیف اور لاچار لوگوں کا مددگار ومعاون بنے اور ان کے کام کاج کرتا رہے ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں اس طور پر سعی وکوشش کرے کہ گویا وہ ان کا وکیل ہے۔

خاصیت اگر بجلی گرنے کا خوف ہو یا پانی اور آگ سے کسی نقصان کا خطرہ ہو تو اس اسم پاک کا ورد کیا جائے تو انشاء اللہ امان ملے گی اور اگر کوئی شخص اس اسم پاک کو کسی خوف وخطر کی جگہ بہت پڑھے تو وہ بے خوف وبے خطر ہو گا۔

اسم الٰہی "القوی۔ المتین "

قوت والا اور تمام امور میں استوار۔ ان سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ خواہشات نفسانی پر غالب اور قوی ہو دین کے معاملہ میں سخت وچست رہے اور شرعی احکام کو نفاذ کرنے اور پھیلانے میں کسی سستی اور کمزوری کو راہ نہ دے۔ خاصیت اگر کسی کا دشمن قوی ہو اور وہ اس کے دفاع میں عاجز اور لاچار ہو تو وہ تھوڑا سا آٹا گوندھے اور اس کی ایک ہزار ایک سو گولیاں بنالے۔ پھر ایک ایک گولی

اٹھانا جائے اور یا قوی پڑھتا جائے اور اس گولی کو بہ نیت دفاع دشمن مرغ کے آگے ڈالتا رہے حق تعالی اس کے دشمن کو مغلوب ومقہور کردے گا اور اگر اس اسم پاک کو جمعہ کی شب میں بہت زیادہ پڑھا جائے تو نسیان کا مرض جاتا رہے گا اگر کسی بچہ کا دودھ چھٹایا گیا ہو اور وہ بچہ اس کی وجہ سے صبر وقرار نہ پاتا ہو تو اس اسم پاک کو لکھ کر اس بچہ کو پلا دے اسے صبر وقرار آجائے گا، اسی طرح اگر کسی دودھ والی کے دودھ میں کمی ہو تو اس اسم پاک کو لکھ کر اس کو پلا دیا جائے اس کے دودھ میں فراوانی آجائے گی اور اگر کوئی شخص ملک وحکومت کے کسی منصب یا کام پانے کی خواہش رکھتا ہو تو وہ اس کو اتوار کے روز اول ساعت میں اپنے مقصد کی نیت سے اس اسم المتین کو تین سو ساٹھ بار پڑھے۔ انشاء اللہ اس کو وہ منصب حاصل ہوگا۔

اسم الٰہی "الولی"

مددگار اور مومنوں کو دوست رکھنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ میل ملاپ اور دوستی رکھے اور دین کی تائید وحمایت میں کوشش کرے اور مخلوق اللہ کی حاجتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔

قشیری کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی علامات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالی جس بندہ کو دوست رکھتا ہے اسے ہمیشہ خیر و برکت بھلائی کی توفیق دیتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بندہ اگر بتقاضائے بشریت کسی برائی کا ارادہ بھی کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے ارتکاب سے اسے بچاتا ہے اور اگر وہ ناگہاں اس برائی میں مبتلا ہو بھی جاتا ہے تو اسے اس میں مبتلا نہیں رہنے دیتا بلکہ جلد ہی توبہ وانابت کے ساتھ اس برائی سے نکال لیتا ہے۔ چنانچہ اسی لئے کہا گیا ہے کہ۔ اذا احب اللہ عبدالم یضرہ ذنب۔ اللہ تعالی جب کسی کو دوست رکھتا ہے تو اس کو گناہ نقصان نہیں پہنچاتا۔ اور اگر طاعت وعبادت میں کوتاہی وقصور کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے تو حق تعالی اسے طاعت وعبادت میں مشغول ہونے ہی کی توفیق عطا فرماتا ہے اور یہی بات بندہ کی سعادت کی علامت قرار پاتی ہے جب کہ اس کا عکس بندہ کی شقاوت وسیاہ بختی کی علامت ہے نیز اللہ تعالی کی دوستی کی ایک اور علامت اور اس کا اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ حق تعالی اپنے اولیاء کے قلوب میں ایسے بندہ کی محبت جاگزیں کر دیتا ہے جس کی وجہ سے اولیاء اللہ اس بندہ سے کمال تعلق اور مہربانی سے پیش آتے ہیں۔

خاصیت جو شخص اس اسم پاک کو بہت زیادہ پڑھتا ہے وہ مخلوق اللہ کی دل کی باتوں پر آگاہ ہو اور اگر کسی شخص کی بیوی یا لونڈی ایسی سیرت وعادت کی حامل ہو کہ اس کے لئے باعث کوفت اور باعث اذیت ہو تو اسے چاہئے کہ جب وہ اس بیوی یا لونڈی کے سامنے جانا چاہے تو اس اسم پاک کو بہت پڑھے حق تعالی اسے صلاحیت ودرستی کی راہ پر لگائے گا۔

اسم الٰہی "الحمید"

اپنی ذات صفات کی تعریف کرنے والا یا تعریف کیا ہوا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ ہمیشہ حق کی تعریف کرنے والا رہے۔ صفات کمالیہ کے ساتھ اپنی ذات کو آراستہ کرے یا اپنے اعمال حسنہ اور اخلاق حمیدہ کی بناء پر اللہ اور اللہ کی مخلوق دونوں کی نظروں میں ایسا ثابت ہو کہ اس کی تعریف کی جائے۔

خاصیت جو شخص اس اسم پاک کو بہت زیادہ پڑھے اس کے افعال پسندیدہ ہوں گے اور اگر کسی شخص پر فحش گوئی اور بدزبانی غالب ہو کہ اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے پر قادر نہ ہو تو اسے چاہیے کہ اس اسم پاک کو کسی پیالہ پر لکھے یا بعض حضرات کے قول کے مطابق اس اسم پاک کو اس پیالہ پر نوے بار پڑھے ور ہمیشہ اسی پیالہ میں پانی پیتا رہے انشاء اللہ فحش گوئی اور بدزبانی سے محفوظ رہے گا۔

اسم الٰہی "المحصی"

اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کے نزدیک تمام مخلوقات کی تعداد ظاہر ہے۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ خواہ حرکت کی حالت میں ہو یا سکون کی حالت میں یعنی کسی بھی لحظ اور کسی بھی لمحہ غفلت میں مبتلا نہ وہ اور اس کا ایک ایک سانس یاد الٰہی کے ساتھ باہر آئے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ اہل جنت اس لمحہ پر حسرت دافسوس کریں گے جو یاد الٰہی کے بغیر گزرا ہوگا۔ نیز اس بات کی کوشش کرے کہ اپنے اعمال اور باطنی احوال پر مطلع رہے۔ اور اس اسم کا تقاضہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اسے جن نعمتوں سے نوازا ہے ان کو شمار کرتا رہے تا کہ وہ ان کا شکر ادا کرے کے اللہ کے سامنے اپنے آپ کو عاجز و محتاج سمجھے اور اپنے گناہوں کو شمار کرے۔ ان کی وجہ سے شرمندہ و شرم سار معذرت خواہ ہو اور ان ایام اور لمحات کو یاد کر کے حسرت وافسوس کرے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کی یاد سے خالی رہے ہوں۔

خاصیت جو شخص شب جمعہ میں اس اسم پاک کو ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے حق تعالیٰ اسے عذاب قبر اور عذاب قیامت سے محفوظ رکھے گا۔

اسم الٰہی "المبدیء۔ المعید"

پہلی مرتبہ پیدا کرنے والا اور دوبارہ پیدا کرنے والا۔ ان ناموں سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ ہر معاملہ اور ہر چیز میں اللہ رب العزت کی طرف اول بار بھی اور دوبارہ بھی رجوع کرے۔ نیکیاں پیدا کرنے میں سعی و کوشش کرے اور جو نیک عمل کرنے سے رہ گیا ہو یا جس عمل میں کوئی کمی اور کوتاہی ہوگئی ہو اس کا اعادہ کرے یعنی ان کو دوبارہ کرے۔

خاصیت جس کی بیوی کو حمل ہو اور اسقاط حمل کا خوف ہو یا ولادت میں غیر معمولی تاخیر ہو رہی ہو تو خاوند کو چاہئے کہ وہ اس اسم پاک المبدی کو نوے بار پڑھے اور شہادت کی انگلی اسے پیٹ کے چاروں طرف پھیرے انشاء اللہ حمل ساقط ہونے کا خوف نہیں رہے گا اور ولادت سے باطمینان اور بلا کسی ضرر جلد فراغت حاصل ہوگی اور جو شخص اس اسم پاک پر مداومت کرے یعنی اس کو پڑھنے پر ہمیشگی اختیار کرے تو اس کی زبان سے وہی بات نکلے گی جو صحیح اور باعث ثواب ہوگی۔ اگر کسی شخص کا کوئی عزیز وغیرہ غائب ہوگیا ہو اور اس کی آمد یا خیریت کی طلب کا خواہش مند ہو تو اس وقت جب کہ اس کے گھر والے سو گئے ہوں اس اسم پاک کو گھر کے چاروں کونوں میں ستر بار پڑھے اور اس کے بعد کہے یامعید فلاں شخص کو میرے پاس واپس بلادے یا اس کی خیریت معلوم کرادے، سات دن بھی گزرنے نہ پائیں گے کہ یا تو غائب آجائے گا یا اس کی خیریت معلوم ہوجائے گی۔ اور اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہوئی ہو تو وہ

اس اسم المعید کو بہت زیادہ پڑھتا رہے انشاء اللہ اس کی وہ چیز مل جائے گی۔

اسم الٰہی "المحی ۔ الممیت"

زندہ کرنے والا اور مارنے والا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نور ایمان کے ذریعہ قلوب کو زندہ کرتا ہے اور جسم میں زندگی پیدا کرتا ہے نیز وہی جسم کو موت دیتا ہے اور قلوب کو غفلت و نادانی کے ذریعہ مردہ کرتا ہے۔ ان دونوں ناموں سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ علم سے نفع پہنچا کر مخلوق اللہ کو اور مغفرت الٰہی کی شمع جلا کر قلب کو زندگی و تازگی کی دولت بخشے اور نفسانی خواہشات اور شیطانی خطرات و وساوس کو موت کے گھاٹ اتارے، نیز یہ حیات کی تمنا کرے اور نہ موت کی آرزو بلکہ قضاء و قدر الٰہی کا تابعدار بنے اور یہ دعا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے پڑھتا رہے۔ دعا (اللھم احینی ما کان الحیوۃ خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی واجعل الحیوۃ زیادۃ فی کل خیر واجعل الموت راحۃ من کل شر)۔ اے اللہ مجھے زندگی دے کہ جب تک کہ زندگی میرے لئے بہتر ہو اور مجھے موت دے جب کہ موت میرے لئے بہتر ہو اور میری زندگی کو ہر خیر و بھلائی میں زیادتی کا سبب اور موت کو ہر برائی سے راحت کا باعث بنادے۔

خاصیت جو شخص کسی درد، رنج و تکلیف اور کسی عضو کے ضائع ہو جانے کے خوف میں مبتلا ہو تو وہ اس اسم پاک المحی کو سات بار پڑھے حق تعالیٰ اسے خوف سے نجات دے گا نیز درد ہفت اندام کو دور کرنے کے لئے سات روز تک یہ اسم پڑھا کرے اور ہر روز پڑھ کر دم کیا جائے اور جو شخص اس اسم پاک کے پڑھنے پر ہمیشگی اختیار کرے تو اس کے دل کو زندگی اور بدن کو قوت حاصل ہوگی جو شخص اپنے نفس پر قادر نہ ہو کہ اتباع شریعت کے معاملہ میں اس کا نفس اس پر غالب ہو یعنی اسے اتباع شریعت سے باز رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ سوتے وقت سینہ پر ہاتھ رکھ کر اسم پاک الممیت اتنا زیادہ پڑھا کرے کہ پڑھتے ہوئے سو جائے تو حق تعالیٰ اس کے نفس کو مطیع و فرمانبردار بنادے گا۔

اسم الٰہی "الحی"

ازل سے ابد تک زندہ رہنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے ذریعہ زندہ رہے اور اپنی جان اس کی راہ میں قربان کردے۔ یعنی اللہ کے راستہ میں شہید ہو کر ابدی حیات حاصل کرے۔

خاصیت اگر کوئی شخص بیمار ہو تو اس اسما پاک کو بہت پڑھتا رہے یا کوئی دوسرا شخص اس بیمار پر اور بعض حضرات کے قول کے مطابق آنکھ سامنے کر کے اسے بہت پڑھے تو حق تعالیٰ اسے صحت عطا فرمائے گا اور جو شخص ہر روز ستر بار اس اسم کو پڑھ لیا کرے تو اس کی عمر دراز ہوگی اور اس کی قوت روحانیہ میں اضافہ ہوگا۔

اسم الٰہی "القیوم"

خود بھی قائم اور مخلوقات کا قائم رکھنے والا اور خبر گیری کرنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ ماسوا اللہ سے بالکل بے پرواہو جائے۔

قشیری فرماتے ہیں کہ جس نے یہ جانا اللہ تعالیٰ قیوم ہے تو اس نے تدبیر واشتغال سے نجات پائی اور راحت وتفویض کے ساتھ اپنی زندگی گزاری لہٰذا اب نہ تو بخل کرے گا اور نہ دنیا کی کسی بھی بیش قیمت چیز کو کوئی اہمیت دے گا۔ خاصیت جو شخص بوقت سحر اس اسم کو بہت زیادہ پڑھا کرے تو لوگوں کے قلوب میں اس کا تصرف ظاہر ہوگا یعنی تمام لوگ اسے محبوب ودوست رکھیں گے اور اگر کوئی شخص اس اسم کو بہت زیادہ پڑھے تو اس کے تمام امور بحسب دلخواہ پورے ہوں گے۔

اسم الٰہی "الواجد"

غنی کہ کسی چیز میں کسی کا محتاج نہیں۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ ضروری کمالات عالیہ حاصل کرنے میں سعی وکوشش کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ماسوی اللہ سے مستغنی وبے پرواہ ہو۔

خاصیت اگر کوئی شخص کھانا کھاتے وقت ہر نوالے کے ساتھ یہ اسم پاک پڑھے تو وہ کھانا اس کے پیٹ میں نور ہوگا اور اگر کوئی خلوت میں اس اسم کو پڑھے تو تونگر ہوگا۔

اسم الٰہی "الماجد"

بزرگ نصیب۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو اس سے پہلے نام کے سلسلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ خاصیت جو شخص اس اسم پاک کو خلوت میں پڑھے اتنا کہ بے ہوش ہو جائے اس کے دل پر انوار الٰہی ظاہر ہوں گے اور کوئی شخص اس کو بہت پڑھتا رہے تو مخلوق اللہ کی نظروں میں بزرگ مرتبہ ہو۔

اسم الٰہی "الواحد۔

الاحد "ذات وصفات میں یکتا ویگانہ۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ عبادت وبندگی میں یکتا ویگانہ بنے جیسا کہ اس کا معبود خدائی میں یکتا ویگانہ ہے۔ اور ایسے فضائل سے اپنی ذات کو آراستہ کرے کہ اس کا کوئی ہم جنس اس کے مثال نہ ہو۔

خاصیت اگر کسی کا دل خلوت سے ہراساں ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس اسم پاک کو ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھے انشاء اللہ اس کے دل سے خوف جاتا رہے گا اور بارگاہ حق جل مجدہ کا مقرب ہوگا اور اگر کسی کا فرزند پیدا ہونے کی تمنا ہو تو وہ اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے اللہ تعالیٰ اسے فرزند عطا کرے گا۔

اسم الٰہی "الصمد"

بے پرواکہ کسی کا محتاج نہیں اور سب اس کے محتاج۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اپنی ہر حاجت میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرے اپنے رزق سے بے فکر رہے، اس کی ذات پر توکل کرے دنیا کی حرام چیزوں سے بچے دنیا کی زینت کی چیزوں کی طرف رغبت نہ کرے، دنیا کی حلال چیزوں کے حصول کی بھی ہوس نہ کرے، مخلوق سے اپنے آپ کو بے پروا رکھے اور مخلوق اللہ کی حاجت روائی کی سعی وکوشش کرتا رہے۔

خاصیت جو شخص بوقت سحر یا آدھی رات کو سجدہ کرے اور اس اسم پاک کو ایک سو پندرہ بار پڑھے اللہ تعالیٰ اسے صادق الحال

بنائے گا اور کسی ظالم کے ہاتھ نہیں لگے گا۔ اور جو شخص اس اسم پاک کو بہت زیادہ پڑھتا رہے وہ بھوکا نہیں رہے گا۔ اور اگر حال وضو میں اسے پڑھے گا تو مخلوق اللہ سے بے پرواہو۔

اسم الٰہی "القادر۔ المقتدر۔

قدرت والا۔ اور قدرت ظاہر کرنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو خواہشات ولذات سے باز رکھنے پر قادر ہو۔ خاصیت اگر کوئی شخص وضو میں وضو کے ہر عضو کو دھوتے وقت اسم پاک "القادر "پڑھ لیا کرے تو وہ کسی ظالم کے ہاتھوں گرفتار نہیں ہوگا اور کوئی دشمن اس پر فتحیاب نہ ہوگا اور اگر کوئی مشکل کام پیش آئے تو اکتالیس مرتبہ یہ اسم پڑھ لیا جائے اللہ نے چاہا تو کام بحسن وخوبی انجام پذیر ہوگا۔ اگر کوئی شخص اسم پاک "المقتدر " کو پابندی کے ساتھ پڑھتا رہا تو غفلت ہوشیاری میں بدل جائے گی اور جو شخص سو کر اٹھتے وقت یہ اسم پاک بیس بار پڑھ لیا کرے تو اس کے تمام کام حق تعالیٰ کی طرف راجع ہوں۔

اسم الٰہی "المقدم۔ المؤخر"

دوستوں کو اپنی درگاہ عزت کا قرب بخش کر آگے بڑھانے والا اور دشمنوں کو اپنے لطف وکرم سے دور رکھ کر پیچھے ڈالنے والا۔ ان دونوں پاک ناموں سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ نیکیوں میں پیش قدمی اختیار کر کے اپنے آپ کو آگے کرے یعنی دوسروں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو افضل بنائے اور ان لوگوں کو آگے کرے جو اللہ رب العزت کی بارگاہ عزت کے مقربین میں سے ہیں یعنی ان کو عزیز رکھے اور نفس اور شیاطین کو اور ان لوگوں کو جو بارگاہ کبریائی کے ٹھکرائے ہوئے ہیں پس پشت ڈالے، نیز اپنے تمام امور واعمال کو ضابطہ وقاعدہ کے مطابق انجام دے۔ مثلاً پہلے وہ کام اور عمل کرے جو سب سے زیادہ ضروری ہو اور جسے اللہ نے سب سے مقدم کیا ہو اور سب سے بعد میں اس عمل کو اختیار کرے جو سب سے کم ضروری ہو۔

خاصیت اگر کوئی شخص معرکہ جنگ میں اس اسم پاک "المقدم "پڑھے یا اسے لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اسے کوئی گزند نہیں پہنچے گا اور جو شخص اس اسم پاک کو بہت پڑھتا رہے تو اس کا نفس طاعت الٰہی کے لئے فرمانبردار ومطیع ہو جائے گا۔ جو شخص یہ اسم پاک" المؤخر "سو مرتبہ پڑھے اس کے دل کو غیر اللہ کے ساتھ قرار نہیں ملے گا۔ اور جو شخص روزانہ اس اسم پاک کو سو بار پڑھ لیا کرے تو اس کے تمام کام انجام پذیر ہوں اور جو شخص اس کو اکتالیس مرتبہ پڑھے اس کا نفس مطیع وفرمانبردار ہو۔

اسم الٰہی "الاول۔ الآخر"۔

سب سے پہلے اور سب سے پیچھے۔ ان سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اللہ کی عبادات اور اس کے احکام بجالانے میں جلدی کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی جان قربان کرے تا کہ حیات ابدی حاصل ہو۔

خاصیت اگر کسی کی اولاد نرینہ نہ ہوتی ہو تو اس اسم پاک الاول چالیس دن تک ہر روز چالیس مرتبہ پڑھے اس کی مراد پوری ہو گی۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ فرزند، غنا یا اور کسی چیز کی حاجت وتمنا ہو تو وہ چالیس جمعوں کی راتوں میں ہر رات ایک ہزار مرتبہ یہ اسم پڑھے انشاء اللہ اس کی تمام حاجتیں پوری ہوں گی۔ جو شخص اپنی عمر کے آخری مرحلہ میں ہو اور اس کی پوری زندگی بدعملیوں اور

گناہوں میں گزری ہو تو وہ اس اسم پاک لاآخر کو اپنا ورد قرار دے لے حق تعالیٰ اس کا خاتمہ بخیر کرے گا۔

اسم الٰہی "الظاہر۔الباطن"۔

اپنی مصنوعات اور مخلوقات کے اعتبار سے جو اس کے کمال صفات کی دلیل ہیں، آشکار! اور اپنی ذات کی حقیقت وکنہ کے اعتبار سے وہم وخیال سے مخفی۔

خاصیت جو شخص نماز اشراق کے بعد اسم پاک الظاہر پانچ سو مرتبہ پڑھ لیا کرے حق تعالیٰ اس کی آنکھیں روشن ومنور کرے گا اگر طوفان بادوباران وغیرہ کا خوف ہو تو یہ اسم پاک بہت زیادہ پڑھا جائے امن وعافیت حاصل ہوگی۔ اگر اس اسم پاک کو گھر کی دیواروں پر لکھ دیا جائے تو وہ دیواریں محفوظ وسلامت رہیں گی۔ جو شخص ہر روز یا باطن تینتیس بار کہہ لیا کرے حق تعالیٰ اسے صاحب اسرار الٰہی بنائے گا۔ اور اگر کوئی شخص اس پر مداومت اختیار کرے تو اس پر جس کی بھی نظر پڑے گی اس کا دوست بن جائے گا۔

اسم الٰہی الوالی "۔

کارساز ومالک۔ اس اسم پاک سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو اسم پاک الوکیل کے ضمن میں نقل کیا جا چکا ہے۔ خاصیت اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اس کا یا اس کے علاوہ کسی اور کا گھر معمور وآباد ہو اور بارش ودیگر آفات سے محفوظ رہے تو اسے چاہئے کہ کوزہ آب نارسیدہ پر یہ اسم پاک لکھے اور اس کوزہ میں پانی ڈال کر اس کوزہ کو گھر کی دیوار پر مارے، گھر اور در ودیوار محفوظ وسلامت رہیں گے۔ بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ اسم پاک الوالی کو تین سو مرتبہ پڑھنے سے بھی یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور اگر کسی شخص کی تسخیر کی نیت سے یہ اسم پاک گیارہ مرتبہ پڑھا جائے تو وہ شخص اس کا مطیع وفرمانبردار ہو جائے گا۔

اسم الٰہی "المتعالی"

بہت بلند مرتبہ۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو اس نام پاک العلی کے سلسلہ میں نقل کیا جا چکا ہے۔ خاصیت اگر کوئی شخص اس اسم پاک کو بہت زیادہ پڑھتا ہے تو اس کو بھی جو دشواری پیش آئے گی حل ہو جائے گی اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ جو عورت ایام حمل میں یہ اسم پاک پڑھتی رہا کرے تو وہ حمل کی تمام تکلیفوں اور پریشانیوں سے نجات پائے گی۔

اسم الٰہی "البر"

انتہائی احسان کرنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اپنے ماں باپ، استاد بزرگان دین، عزیز واقارب اور تمام لواحقین ومتعلقین کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے۔ خاصیت طوفان بادوباراں اور کسی آفت کے وقت یہ اسم پاک پڑھنا چاہئے انشاء اللہ کوئی نقصان وگزند نہیں پہنچے گا۔ اگر اس اسم پاک کو سات مرتبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی امان میں دے دیا جائے تو وہ بچہ بالغ ہونے تک ہر آفت وبلا اور ہر تکلیف ومصیبت سے محفوظ رہے گا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شراب نوشی اور زنا میں مبتلا ہو تو وہ ہر روز سات مرتبہ یہ اسم پاک پڑھ لیا کرے حق تعالیٰ اس کے دل کو ان معصیتوں سے پھیر دے گا۔

اسم الٰہی "التواب"

توبہ قبول کرنے والا۔ توبہ کے اصل معنی ہیں، رجوع کرنا یعنی پھرنا جب اس لفظ کی نسبت بندہ کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد ہوتا ہے کہ گناہ سے پھرنا، یعنی اپنے گناہ پر نادم، وشرمندہ ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ اور جب حق تعالیٰ کی طرف نسبت ہوتی ہے تو اس لفظ کی مراد ہوتی ہے، رحمت وتوفیق کے ساتھ پھرنا یعنی بندہ کی طرف نظر رحمت وتوفیق متوجہ ہونا۔ اس تفصیل کو ذہن میں رکھ کر سمجھئے کہ جب کوئی بندہ گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی توبہ کے اسباب میسر کرتا ہے اس کو توبہ کی توفیق دیتا ہے اور اس کو گناہوں کے عواقب سے ڈرا کر، عذاب کا خوف دلا کر اور آخرت کی سزا کا احساس بخش کر اسے خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے اور اس کے قلب وشعور میں اپنے جرم کا احساس اور گناہ پر ندامت وشرمندگی کی توفیق عطا فرماتا ہے اس کے بعد وہ بندہ توبہ وندامت کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور پھر حق تعالیٰ اپنے فضل اور اپنی رحمت کے ساتھ اس بندہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے یعنی اسے بخش دیتا ہے، لہٰذا حقیقت میں حق تعالیٰ کی توبہ یعنی اس کی توجہ بندہ کی توبہ یعنی اس کے رجوع پر مقدم ہوتی ہے اگر حق تعالیٰ کی توجہ نہ ہو تو بندہ کو رجوع کی نوبت نہیں آسکتی۔ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ آیت (تاب علیھم لیتوبوا) اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ (یعنی توبہ کریں)۔ توبہ کنم بشکنم توبہ دہی نشکنم اس لئے بدہ کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے قبولیت توبہ کا یقین رکھے، ناامیدی کے دروازہ کو بند کردے۔ بایں طور اس کی رحمت کے نزول سے ناامید نہ ہو دوسروں کی خطائیں معاف کرے معذرت خواہ کی معذرت قبول کرے چاہے کتنی بار معذرت قبول کرنی پڑے۔ اور اگر کسی سے کوئی قصور و کوتاہی ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ اس سے درگزر کرے بلکہ انعام واکرام کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو۔ جناب باری تعالیٰ سے توبہ طلب کرے، گناہوں پر شرمندہ ونادم ہو گوش عبرت کھلے رکھے اور توبہ میں تاخیر نہ کرے تاکہ اس حکم عجلوا بالتوبہ قبل الموت (مرنے سے پہلے توبہ میں جلدی کرو) کی بجا آوری ہو۔

اس موقع پر ایک عبرت انگیز اور سبق آموز حکایت سن لیجئے۔ کہتے ہیں کہ کسی سلطنت کا ایک وزیر تھا جس کا نام عیسیٰ بن عیسیٰ تھا ایک دن وہ سواروں کی ایک جماعت کے ہمراہ چلا جا رہا تھا جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے لوگ آپس میں پوچھتے تھے کہ یہ کون ہے یہ کون ہے، راستہ میں کہیں ایک بڑھیا بھی بیٹھی ہوئی تھی اس نے جو لوگوں کو پوچھتے سنا تو کہنے لگی کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہے۔ ہوتا کون! یہ ایک بندہ ہے جو نظر حق عنایت سے گرا ہوا ہے اور اس حالت میں مبتلا ہے (یعنی دنیاوی جاہ وجلال میں اس طرح مگن اور مطمئن ہے) عیسیٰ بن عیسیٰ نے یہ بات سن لی۔ بس پھر کیا تھا فوراً اپنے مکان کو لوٹا وزارت پر لات ماری اور توبہ کی دولت سے مشرف ہوا اس طرح وہ تمام دنیاوی جاہ حشم کو پس پشت ڈال کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہوا اور وہیں مجاور ہو گیا۔ خاصیت اگر کوئی شخص نماز چاشت کے بعد اس اسم پاک کو تین سو ساٹھ مرتبہ پڑھے تو حق تعالیٰ اسے توبہ نصوح ایسی پختہ توبہ کہ اس کے بعد گناہ سرزد نہ ہو، کی سعادت سے نوازے گا اور اگر کوئی شخص اس اسم پاک کو بہت زیادہ پڑھتا رہے تو اس کے تمام امور انجام وصلاح پذیر ہوتے رہیں گے اور نفس کو طاعت عبادت کے بغیر سکون وقرار نہیں ملے گا اور جو شخص نماز چاشت کے بعد یہ پڑھا کرے۔ آیت (اللّٰھم اغفر لی وتب علی انک انت التواب الرحیم تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

اسم الٰہی "المنتقم"

کافروں اور سرکشوں سے عذاب کے ذریعہ بدلہ لینے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اپنے بڑے دشمنوں سے کہ وہ نفس اور شیطان ہیں بدلہ لیتا رہے اور سب سے بڑا دشمن نفس امارہ ہے اس کی سزا یہ ہے کہ وہ جب بھی کسی گناہ میں مبتلا ہو یا عبادت میں کوتاہی کرے تو اس سے انتقام لے بایں طور کہ اسے عقوبت و سختی میں مبتلا کرے۔

چنانچہ حضرت بایزید بسطامی کے بارہ میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ راتوں میں اوراد و وظائف میں مشغول رہا کرتا تھا کہ ایک رات میرے نفس نے تکاسل کیا اس کی سزا میں نے اس کو یہ دی کہ ایک برس تک اپنے نفس کو پانی سے محروم رکھا۔ خاصیت جو شخص اپنے دشمن کے ظلم و جور پر صبر اور اس کا دفاع نہ کر سکے وہ تین جمعوں تک اس اسم پاک کو پابندی سے پڑھتا رہے اس کا دشمن دوست ہو جائے گا اور اس کے ظلم سے نجات مل جائے گی۔ نیز اگر کسی بھی مقصد کے حصول کے لئے اس مقصد کی نیت کے ساتھ اس اسم پاک کو آدھی رات کے وقت پڑھا جائے تو وہ مقصد حاصل ہوگا۔

ایک دسری روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ ایک اور صحابی سے منقول ہے اس موقع پر باری تعالیٰ کا ایک اسم المنعم بھی نقل کیا گیا ہے جو اس اسم پاک المنعم پر مداومت کرے کبھی کسی کا محتاج نہ ہوگا۔

اسم الٰہی "العفو"

گناہوں اور تقصیرات سے درگزر کرنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو الغفور کے ضمن میں نقل کیا گیا حضرت شیخ عبدالحق شرح اسماء حسنیٰ میں لکھتے ہیں کہ العفو جس کے معنی ہیں سیئات کو محو کرنے والا اور گناہوں کو معاف کرنے والا۔ اگرچہ معنی ومفہوم کے اعتبار سے غفور کے قریب ہے لیکن عفو، غفور سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ غفران کے معنی ہیں ستر و کتمان، اس لئے غفار کے معنی ہوں گے گناہوں کو چھپانے والا جب کہ عفو مشعر بمحو و معدوم کر دینے کے ہے جس کا مطلب ہے گناہوں کو معاف کر کے ختم و معدوم کر دینے والا۔ لہٰذا بندہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی شان عفو کے پیش نظر اس کی طرف سے معافی و بخشش کا پوری طرح امیدوار ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کسی بھی گنہگار کے ساتھ تحقیر و تذلیل کا برتاؤ نہ کیا جائے کیونکہ یہ کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے حدود شرع اور احکام دین کی پابندی کی بنا پر بخش دے اور اس کے گناہوں کو یکسر محو کر دے۔ رد مکن بدرا، چہ دانی در ازل نام و در نامہ نیکاں بود در ودو بر جائے نی کا ایں گمان بر تو روز جاز تا داں بود اس اسم پاک کا بندہ پر تقاضہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کی تقصیرات اور ان کی خطاؤں سے چشم پوشی کر کے انہیں معاف کر دے تا کہ آیت (الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس)۔ (غصہ کو نگل جانے والوں اور لوگوں کو معاف کرنے والوں) کے زمرہ میں داخل ہو۔

خاصیت جو شخص زیادہ گنہگار ہو اسے چاہئے کہ وہ اس اسم پاک کو اپنا ورد قرار دے لے انشاء اللہ اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اسم الٰہی "الرؤف"

بہت مہربان۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو اسم پاک الرحیم کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے۔ منقول ہے کہ ایک شخص کا ہمسایہ بہت برا تھا جب اس کا انتقال ہوا تو اس شخص نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی بعد میں اس کو کسی اور شخص نے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ اس شخص نے کہا کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے لیکن وہ ذرا ان صاحب سے جنہوں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی یہ ضرور کہہ دینا کہ آیت (لو انتم تملکون خزائن رحمة ربی اذا لامسکتم خشیة الانفاق)۔ (اگر میرے رب کی رحمتوں کے خزانے تمہاری ملکیت میں ہوتے تو تم انہیں خرچ ہو جانے کے خوف سے ضرور دبا کر بیٹھ جاتے) یہ گویا اس نے نماز جنازہ نہ پڑھنے والے پر طعن کیا کہ میرا رب تو بہت مہربان ہے اس نے مجھے بخش دیا ہے اگر کہیں تمہارا بس چل جاتا تو نہ معلوم تم میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔ خاصیت اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ کسی مظلوم کو ظالم کے ہاتھوں سے بچالے تو وہ اس اسم اعظم کو دس بار پڑھے ظالم اس کی سفارش قبول کرے گا اور اپنے ظلم سے باز آ جائے گا۔ اگر کوئی شخص اس اسم پاک پر مداومت کرے تو اس کا دل نرم رہے گا۔ وہ سب کو دوست رکھے اور سب اسے دوست رکھیں گے۔

اسم الٰہی "مالک الملک"

سارے جہان کا مالک اس اسم سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو اسم پاک الملک کے ضمن بہت گزر چکا ہے۔ شاذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے شخص ایک دروازہ پر ٹھہر یعنی صرف اللہ کے دروازہ پر آ، تا کہ تیرے لئے بہت سے دروازے کھولے جائیں اور صرف ایک بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی گردن جھکا تا کہ تیرے سامنے بہت سی گردنیں جھکیں ارشاد ربانی ہے آیت (وان من شی الا عندنا خزائنہ)۔ (ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کے خزانے نہ ہوں ہمارے پاس) خاصیت جو شخص اس اسم پاک پر مداومت اختیار کرے تو نگر ہو اور اس کے دنیا و آخرت کے تمام امور اور تمام مقاصد نیک ثمرہ و انجام پذیر ہوں ان کے بعد ذکر کیے جانے والے اسم پاک "ذوالجلال والاکرم کی بھی یہی خاصیت ہے۔

اسم الٰہی "ذوالجلال والاکرام۔

بزرگی اور بخشش کا مالک۔ جس نے اللہ کا جلال جانا تو اس کی بارگاہ میں تذلل اختیار کرے اور جس نے اس کا اکرام دیکھا تو اس کا شکر گزر ہو پس نہ تو غیر اللہ کی اطاعت فرمانبردار کی جائے نہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے اپنی حاجت بیان کی جائے۔ اس اسم بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے بزرگی کے حصول کی کوشش کرے اور بندگان اللہ سے اچھا سلوک کرے۔"

اسم الٰہی المقسط "

عدل کرنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب وہی ہے جو اسم پاک العدل کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے خاصیت جو شخص اس اسم پاک کو سو بار پڑھے وہ شیطان کے شر اور اس کے وسوسوں سے محفوظ رہے گا اور اگر سات سو بار پڑھے تو اس کا جو بھی مقصد ہوگا حاصل ہوگا۔

اسم الٰہی "الجامع"

قیامت میں لوگوں کو جمع کرنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ علم وعمل اور کمالات نفسانیہ وجسمانیہ کا جامع بنے اور اللہ کی ذات میں محویت استغراق اور غور وفکر، ذکر اللہ کے ذریعہ تسکین قلب وخاطر جمع، ذات وصفات باری تعالیٰ کا عرفان جیسی صفات حمیدہ کی سعادتیں اپنے اندر جمع کرے۔ در جمعیت کوش تا ہمہ ذات شوی ترسم کہ پراگندہ شوی مات شوی خاصیت جس شخص کے عزیز واقارب اور اہل خانہ منتشر اور تتر بتر ہوں وہ چاشت کے وقت غسل کرے اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر اس اسم پاک کو دس مرتبہ اس طرح پڑھے کہ ہر مرتبہ ایک انگلی بند کرتا جائے اور پھر اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ سب جمع و یکجا ہو جائیں گے۔

اسم الٰہی "الغنی"

ہر چیز سے بے پروا۔ خاصیت جو شخص حرص وطمع کی بلا میں مبتلا ہو وہ اپنے جسم کے ہر عضو پر ہاتھ رکھ کر اسم پاک الغنی پڑھے اور ہاتھ کو اس عضو کے اوپر نیچے کی طرف لائے حق تعالیٰ اسے اس بلا سے نجات دے گا۔ اور جو شخص یہ اسم پاک ہر روز ستر بار پڑھے اس کے مال میں برکت ہوگی اور وہ کبھی محتاج نہ ہوگا۔

اسم الٰہی "المغنی"

جس کو چاہے بے پروا کرنے والا۔ ان ناموں سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے مکمل استغناء اور بے پرواہی برتے اور اللہ کے علاوہ کسی کو حاجت روا قرار نہ دے۔

خاصیت جو شخص مسلسل دس جمعہ تک اس اسم پاک کو پڑھنے میں باقاعدگی اختیار کرے بایں طور کہ ہر جمعہ کے روز ایک ہزار بار پڑھے تو مخلوق سے بے پروا ہو جائے گا۔

اسم الٰہی "المانع"

اپنے بندوں کو دین ودنیا کی ہلاکت ونقصان سے باز رکھنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس اور اپنی طبیعت کو خواہشات نفسانی سے باز رکھ کر اپنے آپ کو دینی ودنیاوی ہلاکت ونقصان سے محفوظ رکھے۔ خاصیت اگر شوہر بیوی کے درمیان ناچاقی ہو تو بستر پر جاتے وقت اس اسم پاک کو بیس بار پڑھ لیا جائے تاکہ حق تعالیٰ غصہ وناچاقی کی بدمزگی سے بچائے گا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح اسماء حسنیٰ میں اس پاک المانع سے پہلے اس پاک المعطی بھی نقل کیا ہے اور انہوں نے ان دونوں ناموں کی ترجمانی کی وضاحت یوں کی ہے کہ وہ جس کو جو کچھ چاہے دے اور جو چاہے نہ دے۔ لا مانع لما اعطی ولا معطی لما منع (جان لو جس کو وہ دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو نہ دے اس کو کوئی دینے والا نہیں) لہٰذا جب بندہ نے جان لیا کہ حق تعالیٰ ہی معطی دینے والا اور مانع نہ دینے والا ہے تو اس کی عطا کا امیدوار اور اس کے منع سے خائف رہے! بندہ پر اس اسم کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندوں اور مستحقین کو اپنے عطا سے نوازے اور فاسقوں ظالموں کو عطا کرنے سے باز رہے یا یہ کہ اپنے

قلب وروح کو حضور طاعت کے انوار عطا کرے اور اپنے نفس وطبیعت کو خواہشات وہوس سے باز رکھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں جو یہاں ذکر کی گئی ہے المعطی کا ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کے پیش نظر منع کی وضاحت ردو ہلاک کی جاتی ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ اس پاک المعطی کی خاصیت یہ لکھتے ہیں کہ جو شخص المعطی کو اپنا ورد بنالے اور یا معطی السائلین بہت پڑھتا رہا کرے تو کسی سے سوال کا محتاج نہیں ہوگا۔

اسم الٰہی "الضار۔النافع"

جس کو چاہے ضرر پہنچانے والا اور جس کو چاہے نفع پہنچانے والا۔ قشیری کہتے ہیں کہ ان اسماء میں اس طرف اشارہ ہے کہ ضرر و نفع اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے ہے لہٰذا جو شخص اس کے حکم یعنی اس کی قضاء وقدر کا تابعدار ہو وہ راحت وسکون کی زندگی پائے گا اور جو شخص اس کا تابعدار نہ ہو وہ آفت ومصیبت میں پڑے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **من استسلم لقضائي و صبر علي بلائي وشكر علي نعمائي كان عبدي حقا و من لم يستسلم لقضائي ولم يصبر علي بلائي ولم يشكر علي نعمائي فليطلب ربا سوائي ۔** جس شخص نے میری قضاء وقدر کو تسلیم کیا میری بلا پر صبر کیا اور میری نعمتوں پر شکر کیا وہ میرا سچا بندہ ہے اور جس شخص نے میری قضاء وقدر کو تسلیم نہ کیا۔ میری بلاء پر صبر نہ کیا اور میری نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا تو وہ میرے علاوہ کوئی اور رب ڈھونڈ لے۔

حضرت شیخ نے شرح اسماء حسنی میں ان دونوں اسماء الضار اور النافع کی وضاحت کے سلسلے میں یہ لکھا ہے کہ خیر وشر اور نفع وضرر کا صرف اللہ تعالیٰ مالک ہے اور گرمی سردی خشکی اور تری میں درد و تکلیف، رنج و پریشانی اور شفا کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ یہ قطعا گمان نہ کیا جائے کہ دوا بذات خود فائدہ دیتی ہے زہر بذات خود ہلاک کرتا ہے کھانا بذات خود سیر کرتا ہے اور پانی بذات خود سیراب کرتا ہے بلکہ یہ تمام اسباب عادی ہیں بایں معنی کہ یہ عادت قائم کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسباب بنادیا ہے کہ مذکورہ بالا چیزیں ان کے واسطہ سے پیدا کرتا ہے اگر وہ چاہے تو ان چیزوں کو ان واسطوں اور اسباب کے بغیر بھی پیدا کرسکتا ہے اور اگر چاہے تو ان کے باوجود بھی ان چیزوں کو پیدا نہ ہونے دے۔ اسی طرح عالم علویات وسفلیات کی تمام چیزیں اور تمام اجزا محض واسطے اور اس باب کے درجہ میں ہوتی ہیں حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے زیر اثر ہیں اور ان تمام کی حیثیت بہ نسبت قدرت ازلیہ وہی ہے جو لکھنے والے کے ہاتھ میں قلم کی ہوتی ہے لہٰذا بندہ کو چاہئے کہ تمام نقصانات اور تمام فائدہ کو حق تعالیٰ کے فیصلے جانے، عالم اسباب کو اس قدرت کے زیر اثر سمجھے اور حکم وقضاء الٰہی کا تابعدار ہو کر اپنے تمام امور اسی کے سپرد کرے تاکہ وہ ایک ایسی زندگی کا حامل بن جائے جو مخلوق سے محفوظ اور مطمئن ہو۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دانتوں کے درد سے پریشان ہو کر بارگاہ حق میں فریاد کی تو وہاں سے حکم ہوا کہ فلاں گھاس دانتوں پر ملو تاکہ آرام ہو حضرت موسیٰ نے وہ گھاس دانتوں پر ملی تو آرام ہوگیا۔ ایک مدت کے بعد پھر ایک دانت میں درد ہوا تو انہوں نے وہی گھاس استعمال کی، اس مرتبہ درد کم تو کیا ہوتا اور بڑھ گیا بارگاہ حق میں عرض رساں ہوئے۔ الٰہ العالمین! یہ تو وہی گھاس ہے جس کو استعمال کرنے کا آپ نے حکم فرمایا تھا مگر اب اس کے استعمال سے درد اور بڑھ گیا ہے! بارگاہ حق سے

عتاب کے ساتھ یہ ارشاد ہوا کہ اس مرتبہ تم نے ہماری طرف توجہ کی تھی تو ہم نے شفادی اور اس مرتبہ تم نے گھاس کی طرف توجہ کی اس لئے ہم نے درد میں اضافہ کر دیا تا کہ تم یہ جان لو کہ شفا دیتے تو ہم ہی ہیں نہ کہ گھاس۔ بندہ پر ان اسماء کا تقاضہ یہ ہے کہ امر الٰہی اور حکم شریعت کے ذریعہ دشمنان دین کو ضرر پہنچائے اور انہیں متنبہ کرے اور بندگان اللہ کو نفع پہنچائے اور ان کی مدد کرتا رہے۔

خاصیت اگر کسی شخص کو کوئی حال اور مقام میسر ہو تو وہ اسم پاک الضار کو جمعہ کی راتوں میں سو بار پڑھا کرے حق تعالیٰ اسے اس مقام پر استقامت عطا فرمائے گا اور وہ مرتبہ اہل قرب کو پہنچے گا۔

اگر کوئی شخص کشتی یا پانی کے جہاز میں سفر کرے تو وہ روزانہ اسم پاک النافع کو اکتالیس بار پڑھے انشاء اللہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور اپنے ہر کام کی ابتداء میں النافع اکتالیس بار پڑھ لیا کرے تو اس کے تمام کام حسب خواہش انجام پذیر ہوں گے۔

اسم الٰہی "النور"

آسمان کو ستاروں کے ساتھ، زمین کو انبیاء و علماء وغیرہ کے ذریعہ اور مسلمانوں کے قلوب کو نور معرفت و طاعت کے ذریعہ روشن کرنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ ایمان و عرفان کے نور سے اپنی ذات کو روشن و منور کرے۔

خاصیت جو شخص جمعہ کی شب میں سورت نور ساتھ مرتبہ اور یہ اسم پاک ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھے حق تعالیٰ اس کے دل میں نورانیت پیدا فرما دے گا اور جو شخص روزانہ صبح اس اسم پاک کو پڑھنے کا التزام رکھے تو اس کا دل منور ہو گا۔

اسم الٰہی "الہادی"

راہ پر چلانے والے۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ بندگان اللہ کو اللہ کی راہ دکھائے۔ اس بات کو حضرت شیخ نے شرح اسماء حسنیٰ میں وضاحت کے ساتھ یوں بیان کیا ہے۔ کہ ہدایت کا مطلب ہے راہ دکھانا اور منزل مقصود تک پہنچانا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ تمام راہ رووں کا رہنما ہے۔ اگر کوئی دنیا کی راہ پر ہوتا ہے تب بھی رہنما ہے اور اگر کوئی آخرت کی راہ پر چلتا ہے تو بھی راہبر اسی کی ذات ہوتی ہے۔ گر نہ چراغ لطف تو راہ نماید از کرم قافلہائے شب روں پے نبرد بمنزلے حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ انواع ہدایت کی کوئی حد وشمار نہیں ہے۔ آیت (الذی اعطی کل شیء خلقه ثم هدی)۔ (وہ ایسی ذات ہے جس نے ہر چیز کو وجود بخشا اور پھر اس کی راہ بتائی) چنانچہ یہ حق تعالیٰ ہی ہے جو بچہ کو پیٹ سے باہر آتے ہی ماں کی چھاتیوں سے دودھ پینے کی راہ بتاتا ہے۔ چوزہ کو انڈے سے نکلتے ہی دانہ چگنے کی راہ پر لگاتا ہے اور شہد کی مکھی کو کیا عجیب وغریب گھر بنانے کی راہ دکھاتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ کائنات کا ایک ایک فرد اپنے ایک ایک لمحہ اور اپنے ایک ایک فعل میں اسی کی ہدایت و رہنمائی کا مرہون منت ہوتا ہے۔ لیکن سب سے افضل اور سب سے عظیم الشان ہدایت وہ راستہ دکھانا ہے جو بارگاہ حق جل مجدہ تک اور دیدار باری تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ تک پہنچاتا ہے اور خواص کے باطن میں توفیق الٰہی اور اسرار تحقیق کا وہ نور پیدا کرتا ہے جو ہدایت معرفت اور طاعت کا سبب بنتا ہے۔ بندوں میں اس اسم پاک الہادی سے سب سے زیادہ بہرہ مند انبیاء اولیاء اور علماء ہیں جو مخلوق اللہ کو صراط مستقیم کی طرف راہ دکھانے والے ہیں۔ سید انبیاء اور ختم رسل دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس اسم پاک کی حقیقی پرتو ہے جو اس دنیا میں پوری

انسانیت اور پوری کائنات کے سب سے بڑے اور سب سے بلند مرتبہ راہنما اور راہبر ہیں۔ آیت (اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین)

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کا عارفین کی صفات عالیہ میں شمار ہوتا ہے (۱) تنگدل اور غمزدوں کو کشادگی اور فرحت کی طرف لانا۔ (۲) غافلین کو حق تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلانا۔ (۳) زبان توحید سے مسلمانوں کو حق کی راہ دکھانا یعنی ان کے قلوب کی توجہ دنیا سے دین کی طرف اور معاش سے معاد کی طرف پھیرنا۔

خاصیت جو شخص ہاتھ اٹھا کر اور اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر اس اسم پاک الہادی کو بہت زیادہ پڑھا کرے اور پھر ہاتھوں کو آنکھوں اور منہ پر پھیر لیا کرے تو حق تعالیٰ اسے اہل معرفت کا مرتبہ بخشے گا۔

اسم الٰہی "البدیع"

عالم کو بغیر مثال کے پیدا کرنے والا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جو شخص قول وفعل میں اپنے نفس پر سنت کو امیر (حاکم) بناتا ہے وہ حکمت کی باتیں کرتا ہے یعنی اس کا ذہن اس کی فکر اس کی زبان حکمت وشریعت ہی کے ڈھانچے میں ڈھل جاتی ہے اور جو شخص قول وفعل میں اپنے نفس پر خواہش کو امیر بناتا ہے وہ بدعت ہی کی باتیں کرتا ہے۔ اس کا ذہن اس کی فکر اور اس کی زبان بدعت ہی کے چکر میں پڑی رہتی ہے۔

قشیری فرماتے ہیں کہ ہمارے مسلک کے تین اصول ہیں (۱) اخلاق وافعال میں اور کھانے پینے کہ وہ حلال ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنا۔ (۲) ہمیشہ سچ بولنا۔ (۳) تمام اعمال میں نیت کو خالص کرنا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ جو شخص بدعتی کے بارہ میں مداہنت کرتا ہے یعنی اس سے نرمی برتتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال سے سنت کی حلاوت اٹھا لیتا ہے اور جو شخص بدعتی کو دیکھ کر ہنستا ہے یعنی بدعتی کے ساتھ احترام کا معاملہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور سلب کر لیتا ہے۔ خاصیت جس شخص پر کوئی غم پڑے یا کوئی دشوار کام پیش آئے تو وہ یابدیع السماوات والارض ستر ہزار بار اور ایک قول کے مطابق ایک ہزار بار پڑھے انشاء اللہ وہ غم دور ہو جائے گا اور اس کا کام پورا ہوگا اور اگر کوئی شخص باوضو ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ اتنا پڑھے کہ سو جائے تو وہ خواب میں جس چیز کے دیکھنے کی خواہش رکھتا ہوگا دیکھ لے گا۔

اسم الٰہی "الباقی"

ہمیشہ باقی رہنے والا خاصیت جو شخص اس اسم پاک کو جمعہ کی شب میں سو بار پڑھ لیا کرے اس کے تمام اعمال قبول ہوں گے اور کوئی رنج وغم اسے نہ ستائے گا۔

اسم الٰہی "الوارث"

موجودات کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا اور تمام مخلوقات کا مالک جیسا کہ بتایا گیا۔ وارث سے مراد ہے موجودات کے فنا ہو جانے کے بعد باقی تمام املاک اپنے مالکوں کے فنا ہو جانے کے بعد اس کی طرف رجوع کریں گی، لیکن یہ مطلب وارث

کے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے ہے ورنہ تو حقیقت میں کائنات کی ایک ایک چیز کا علی الاطلاق ازل سے ابد تک ملکیت میں بغیر کسی تبدل و تغیر کے وہی مالک ہے۔ تمام ملک و ملکوت بالشرکت غیرے اسی کے لئے ہیں اور وہی سب کا حقیقی مالک ہے چنانچہ ارباب بصائر ہمیشہ یہ نداء آیت (لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار) (گوش ہوش سے سنتے ہیں) لہٰذا بندہ کو چاہئے کہ وہ اپنے مال و میراث کے فکر میں نہ رہے بلکہ یہ جانے کہ یہ سب کچھ چھوڑ کر دنیا سے جانا ہے اسی لئے کہا جاتا کہ موتوا قبل ان تموتو اعارفوں کا شعار ہے دل بریں منزل فانی چہ نہی رخت یہ بند بندہ پر اس اسم پاک کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ان اعمال میں اپنی زندگی صرف کرے جو باقیات صالحات میں سے ہیں جیسے تعلیم و تعلم اور صدقہ جاریہ وغیرہ۔ نیز دین کے علوم معارف کو پوری سعی و کوشش کے ساتھ زیادہ زیادہ سے زیادہ حاصل کرے۔ تاکہ صحیح معنی میں انبیاء کا وارث قرار پائے۔

خاصیت جو شخص طلوع آفتاب کے وقت اس اسم پاک کو سو بار پڑھا کرے اس کو کوئی رنج و غم نہیں پہنچے گا اور جو شخص اس اسم کو بہت زیادہ پڑھتا رہے اس کے تمام کام بحسن و خوبی انجام پذیر ہوں گے۔

اسم الٰہی "الرشید"

عالم کا رہنما "بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اپنے بندہ کو اللہ کا راہ دکھانا یہ ہے اور وہ اس کے نفس کو اپنی طاعت و عبادت کی راہ دکھاتا ہے اس کے قلب کو اپنی مغفرت کی راہ دکھاتا ہے اور اس کی روح کو اپنی محبت کی راہ دکھاتا ہے اور جس بندہ کا نفس سنوارنے کے لئے حق تعالیٰ اس کو راہ دکھاتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام امور میں توکل و تفویض الہام فرماتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت ابراہیم بن ادہم کو بھوک لگی تو انہوں نے ایک شخص کو ایک چیز دی جوان کے پاس موجود تھی اور اس سے کہا کہ اس کو گروی رکھ کر کھانے کا انتظام کرو، جب وہ شخص وہ چیز لے کر وہاں سے نکلا تو اچانک اس کو ایک اور شخص ملا جو ایک خچر کے ساتھ چلا آ رہا تھا اس خچر پر چالیس ہزار دینار لدے ہوئے تھے اس نے اس شخص سے حضرت ابراہیم بن ادہم کے بارہ میں پوچھا اور کہا کہ یہ چالیس ہزار دینار ابراہیم کی میراث ہیں جوان تک ان کے والد کے مال سے پہنچی ہے میں ان کا غلام ہوں میراث کا یہ مال میں ان کی خدمت میں لایا ہوں۔ اس کے بعد وہ شخص حضرت ابراہیم کے پاس پہنچا اور چالیس ہزار دینار ان کے حوالہ کئے۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ اگر تم سچ کہتے ہو کہ تم میرے غلام ہو اور یہ مال بھی میرا ہی ہے تو میں تمہیں اللہ کی خوشنودی کے لئے آزاد کرتا ہوں اور یہ چالیس ہزار دینا بھی میں تمہیں بخشتا ہوں۔

بس اب تم میرے پاس سے چلے جاؤ جب وہ شخص وہاں سے چلا گیا تو ابراہیم نے کہا کہ پروردگار میں نے تو تیرے سامنے صرف روٹی کی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ تو نے مجھے اتنی مقدار میں دنیا دے دی پس قسم تیری ذات کی اب اگر مجھے بھوک سے مار بھی ڈالے گا تو تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گا۔

خاصیت اگر کوئی شخص اپنے کسی کام کے بارہ میں کچھ طے نہ کر پا رہا ہو تو وہ عشاء کی نماز اور اپنے سونے کے درمیان اس اسم پاک کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا اس کام کے بارہ میں جو صحیح اور مفید بات ہو گی اس پر ظاہر ہو جائے گی اور جو شخص اس اسم پاک پر مداومت کرے اس کے تمام امور بغیر سعی و کوشش کے انجام پذیر ہوں گے۔

اسم الٰہی "الصبور"

بردبار کہ گنہگاروں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ لغت میں صبر کے معنی ہیں شکیبائی کرنا اور صبور وہ کہ گنہگاروں کو پکڑنے اور ان کو سزا دینے میں جلدی نہ کرے۔ صبور معنی و مفہوم کے اعتبار سے حلیم کے قریب ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ صبور اس بات پر مشعر ہے کہ اگرچہ فی الوقت بردباری کی لیکن آخرت میں پکڑے گا اور عذاب دے گا جب کہ حلیم بردباری کے مفہوم میں مطلق ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ صبور کے معنی بندہ کو اس کی مصیبت و بلاء میں صبر دینے والا لہٰذا مبارک امانت کے تحمل پر صبر دینے والا، شہوات وخواہش کی مخالفت پر صبر دینے والا اور اداء عبادت میں مشقت پر صبر دینے والا وہی حق سبحانہ و تعالیٰ ہے اس لئے بندہ کو چاہئے کہ وہ ہر مصیبت و رنج و آفت و بلاء میں اللہ سے صبر چاہے اور اس کی نافرمانی سے دور رہے۔ نیز اس اسم پاک کا بندہ پر یہ تقاضہ ہے کہ وہ کسی کام میں سبکی اور جلدی نہ کرے بلکہ وقار و طمانیت اور تمکین اختیار کرے اور ہر رنج میں اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ طلب کرے۔ آیت (ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین یا ایھا الذین امنوا صبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون) مشائخ میں سے ایک شخص کا یہ مقولہ کتنا ہی عارفانہ ہے۔ جام صبر پیو اگر مارے جاؤ گے شہید اور اگر زندہ رہو گے تو سعید کہلاؤ گے۔ خاصیت جس شخص کو رنج و مشقت، درد و تکلیف اور کوئی مصیبت پیش آئے تو یہ اسم تینتیس بار پڑھے اطمینان باطن پائے گا۔ دشمنوں کی زبان بندی و پسپائی حکام کی خوشنودی اور لوگوں کے دلوں میں مقبولیت کے لئے آدمی رات کے وقت یا دوپہر میں اس اسم پاک کو باقاعدگی کے ساتھ پڑھنا بڑی خاصیت اور تاثیر رکھتا ہے۔

مشکوٰۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں حق تعالیٰ کے جو ننانوے نام منقول ہیں ان کی وضاحت ختم ہوئی ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اور احادیث میں ان ناموں کے علاوہ کچھ اور نام بھی منقول ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ نام بھی آتے ہیں۔ الرب۔ الاکرم۔ الاعلیٰ۔ الحافظ الخ۔ الق۔ الساتر۔ الستار۔ الشاکر العادل۔ العلام۔ الغالب۔ الناظر الخ۔ الق۔ القدیر۔ القریب۔ القاہر الکفیل۔ الکافی۔ المنیر۔ الحمید۔ الملک المولی۔ النصیر۔ احکم الحاکمین۔ ارحم الراحمین۔ احسن الخالقین۔ ذوالفضل۔ ذوالطول۔ ذوالقوۃ۔ ذوالمعارج۔ ذوالعرش۔ رفیع الدرجات۔ قابل التوب۔ الفعال لما یرید۔ مخرج الحی من المیت اور احادیث میں یہ نام بھی آئے ہیں۔ الحنان، المنان، المغیث نیز ان کے علاوہ دیگر آسمانی کتب مثلاً توریت وغیرہ سے اللہ تعالیٰ کے کچھ اور نام نقل کیے جاتے ہیں۔ (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ المصابیح، لاہور)

بَاب دَعْوَةِ الْوَالِدِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ

یہ باب والد کی دعا اور مظلوم کی دعا کے بیان میں ہے

3862- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى ابْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ

3862: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1536' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1905' ورقم الحدیث: 3447

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ لَا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تین دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ جن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہے مظلوم کی دعا' مسافر کی دعا اور اولاد کے لئے باپ کی دعا۔

شرح

باپ کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ باپ اپنی اولاد کے حق میں خواہ دعا کرے یا بددعا دونوں جلد قبول ہو جاتی ہیں اور جب باپ کی دعا قبول ہوتی ہے تو ماں کی دعا بطریق اولیٰ قبول ہوتی ہے اگرچہ یہاں حدیث میں ماں کی دعا کے بارہ میں ذکر نہیں کیا گیا ہے لیکن بات یہی ہے کیونکہ ماں اپنی اولاد کے حق میں باپ کی بہ نسبت زیادہ شفیق ہوتی ہے۔ "مسافر کی دعا" کے بارہ میں دو احتمال ہیں یا تو یہ کہ مسافر کی دعا اس شخص کے حق میں قبول ہوتی ہے جو اس کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرتا ہے اور اس کی بددعا اس شخص کے حق میں قبول ہوتی ہے جو اسے تکلیف وایذاء پہنچاتا ہے اور اس کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے، یا پھر یہ کہ مسافر کی دعا مطلقاً قبول ہوتی ہے خواہ وہ اپنے لئے کرے یا دوسرے کے لئے۔ مظلوم کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مظلوم کی مدد کرتا ہے یا اس کو تسلی وتسکین دلاتا ہے اور مظلوم اس کے حق میں دعا کرتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

اسی طرح جو شخص مظلوم پر ظلم کرتا ہے یا جو شخص ظالم کی حمایت وتائید کر کے مظلوم کی ذہنی، روحانی اور جسمانی تکلیف ومصیبت میں اضافہ کرتا ہے اور مظلوم اس شخص کے حق میں بددعا کرتا ہے تو اس کی بددعا قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص ظالم کی حمایت وتائید کر کے مظلوم کی ذہنی روحانی اور جسمانی تکلیف ومصیبت میں اضافہ کرتا ہے اور مظلوم اس کے حق میں بددعا کرتا ہے تو اس کی بددعا قبول ہوتی ہے۔

مظلوم کی مدد کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مظلوم کی فریادرسی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہتر بخششیں لکھ دیتا ہے اور ان میں سے ایک بخشش تو وہ ہے جو اس کے تمام امور کی اصلاح کی ضامن بن جاتی ہے اور باقی بہتر بخششیں قیامت کے دن اس کے درجات کی بلندی کا سبب ہوں گی۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم' حدیث نمبر 928)

عیال کے معنی متعلقین کے ہیں اور کسی شخص کے متعلقین کا اطلاق ان افراد پر ہوتا ہے جن کی پرورش، جن کا کھانا پینا اور جن کی ضروریات زندگی کی تکمیل اس شخص کے ذمہ ہے اور وہ ان کے اخراجات اپنے روپیہ پیسے سے پورا کرتا ہے لہذا اس معنی میں عیال کی نسبت غیر اللہ کی طرف تو مجازی ہے اللہ کی طرف حقیقی ہے کیونکہ رزاق مطلق حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسا کہ خلاق مطلق اسی کی ذات ہے ارشاد ربانی ہے۔ وما من دابۃ۔ الخ۔ زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔

3863- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَتْنَا حُبَابَةُ ابْنَةُ عَجْلَانَ عَنْ أُمِّهَا أُمِّ حَفْصٍ عَنْ

3863 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

صَفِيَّةَ بِنْتِ جَرِيرٍ عَنْ أُمِّ حَكِيمٍ بِنْتِ وَدَّاعٍ الْخُزَاعِيَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ دُعَاءُ الْوَالِدِ يُفْضِي إِلَى الْحِجَابِ

سیدہ اُمّ حکیم رضی اللہ عنہا بنت وداع بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: والد کی دعا حجاب تک پہنچ جاتی ہے۔ (جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے پاس ہے)۔

بَاب كَرَاهِيَةِ الِاعْتِدَاءِ فِي الدُّعَاءِ

یہ باب ہے کہ دعا میں حد سے تجاوز کرنا مکروہ ہے

3864- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَنْبَأَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَعَامَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ سَمِعَ ابْنَهُ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلْتُهَا فَقَالَ أَيْ بُنَيَّ سَلِ اللهَ الْجَنَّةَ وَعُذْ بِهِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَيَكُونُ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الدُّعَاءِ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

"اے اللہ! میں تجھ سے جنت میں دائیں طرف سفید محل کا سوال کرتا ہوں جب میں اس میں داخل ہو جاؤں"۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو اور جہنم سے اس کی پناہ مانگو کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: عنقریب کچھ لوگ ہوں گے جو اپنی دعاؤں میں حد سے تجاوز کر جائیں گے۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الدُّعَاءِ

یہ باب دعا میں دونوں ہاتھ بلند کرنے میں ہے

3865- حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ أَنْ يَرْفَعَ إِلَيْهِ يَدَيْهِ فَيَرُدَّهُمَا صِفْرًا أَوْ قَالَ خَائِبَتَيْنِ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تمہارا پروردگار زندہ ہے' کرم کرنے والا ہے۔ وہ اپنے بندے سے حیاء کرتا ہے کہ وہ اس کی بارگاہ میں اپنے دونوں ہاتھ بلند کرے پھر پروردگار ان دونوں ہاتھوں کو خالی (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) نامراد لوٹا دے۔

3864 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 96

3865 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1488 ' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3556

شرح

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا سوال (دعا) کرنے کا ادب طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے مونڈھوں کے برابر یاان کے قریب تک اٹھا۔ استغفار کا ادب یہ ہے کہ تم اپنی انگلی کے ذریعہ اشارہ کرو اور دعا میں انتہائی عجز ومبالغہ اختیار کرنا یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھے دراز کرو یعنی اتنے اٹھاؤ کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگے۔ (ابوداؤد)

ایک روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے کہا دعا میں انتہائی عاجزی کا اظہار اس طرح ہے اور یہ کہہ کر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور ان کی پشت کو اپنے منہ کے قریب کیا (یعنی جس طرح کہ استغفار کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا جانا منقول ہے)

(ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 776)

ایک انگلی کے ذریعہ اشارہ کرو" میں انگلی سے مراد سبابہ ہے کہ جسے شہادت کی انگلی کہتے ہیں اور مقصود اس سے سب ہے یعنی نفس امارہ اور شیطان ملعون کو ملامت کرنا اور ان کی برائیوں سے پناہ مانگنا اس موقع پر ایک کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ دونوں انگلیوں سے اشارہ کرنا مکروہ ہے چنانچہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو، ایک انگلی سے اشارہ کرو۔ حدیث کے آخری جزو کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دعا میں انتہائی عجز کے اظہار کا طریقہ عمل کے ذریعہ بتایا چنانچہ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا زیادہ اٹھایا کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگی اور ہاتھ سر کے برابر پہنچ گئے۔

دعا کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرنے کا بیان

3866- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَائِذُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَوْتَ اللَّهَ فَادْعُ بِبُطُونِ كَفَّيْكَ وَلَا تَدْعُ بِظُهُورِهِمَا فَإِذَا فَرَغْتَ فَامْسَحْ بِهِمَا وَجْهَكَ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اپنی ہتھیلیوں کے ذریعے دعا مانگو ہاتھ کی پشت کے ذریعے دعا نہ مانگو اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو انہیں اپنے چہرے پر پھیر لو۔

بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسَى

یہ باب ہے کہ آدمی صبح کے وقت اور شام کے وقت کیا دعا مانگے

3867- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

3867 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 5077

وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كَانَ لَهُ عَدْلَ رَقَبَةٍ مِّنْ وَلَدِ اِسْمٰعِيلَ وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ وَّرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَّكَانَ فِي حِرْزٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِذَا اَمْسٰى فَمِثْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُصْبِحَ قَالَ فَرَاٰى رَجُلٌ رَّسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا عَيَّاشٍ يُرْوِىْ عَنْكَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ صَدَقَ اَبُوْ عَيَّاشٍ

حضرت ابوعیاش زرقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص صبح کے وقت یہ دعا پڑھے:

''اللہ تعالٰی کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کی بادشاہی ہے حمد اسی کے لئے مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے''۔

تو یہ اس کے لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا اور اس شخص کے دس گناہ ختم کردیے جائیں گے اور اس کے دس درجات بلند کردیے جائیں گے اور یہ شام تک شیطان سے اس کے لئے بچاؤ کا ذریعہ بن جائے گا اور جب کوئی شخص شام کے وقت اسے پڑھ لے گا تو صبح تک ایسا ہی ہوگا۔

راوی بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ابوعیاش نے آپ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عیاش نے ٹھیک بیان کیا ہے۔

3868- حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصْبَحْتُمْ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِذَا اَمْسَيْتُمْ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: صبح کے وقت تم یہ پڑھا کرو

''اے اللہ! تیری مدد سے ہم صبح کرتے ہیں تیری مدد سے ہم شام کرتے ہیں تیری مدد سے ہم زندہ ہوتے ہیں تیری مدد سے ہم مرتے ہیں''۔

اور جب شام ہو' تو تم یہ دعا پڑھو:

''اے اللہ! تیری مدد سے ہم شام کرتے ہیں تیری مدد سے ہم صبح کرتے ہیں تیری مدد سے ہم زندہ ہوتے ہیں اور تیری مدد سے ہم مرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے''۔

3869- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ فِيْ صَبَاحِ كُلِّ

3868۔ اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3869' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5088' ورقم الحدیث: 5089' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3388

يَوْمٍ وَّمَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَيَضُرَّهُ شَيْءٌ قَالَ وَكَانَ اَبَانُ قَدْ اَصَابَهُ طَرَفٌ مِّنَ الْفَالِجِ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ اِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ اَبَانُ مَا تَنْظُرُ اِلَيَّ اَمَا اِنَّ الْحَدِيْثَ كَمَا قَدْ حَدَّثْتُكَ وَلٰكِنِّيْ لَمْ اَقُلْهُ يَوْمَئِذٍ لِيُمْضِيَ اللّٰهُ عَلَيَّ قَدَرَهُ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

جو شخص روزانہ صبح کے وقت یہ پڑھے:

''اس اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے (میں دعا مانگتا ہوں) جس کے اسم کے ہمراہ کوئی چیز زمین میں اور کوئی چیز آسمان میں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ وہ سننے والا ہے اور علم رکھنے والا ہے''۔

جو شخص تین مرتبہ اسے پڑھ لے گا تو کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ اس حدیث کے راوی ''ابان'' کے ایک حصے پر فالج ہو گیا ایک شخص نے ان کی طرف حیرانگی کے ساتھ دیکھنا شروع کیا تو ''ابان'' نے اس سے کہا تم میری طرف کیا دیکھ رہے ہو؟ حدیث وہی ہے جو میں نے تمہیں سنائی ہے البتہ ایک دن میں نے اسے نہیں پڑھا تھا تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر کا فیصلہ مجھ پر نافذ کر دیا۔

3870- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَقِيْلٍ عَنْ سَابِقٍ عَنْ اَبِيْ سَلَّامٍ خَادِمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ اَوْ اِنْسَانٍ اَوْ عَبْدٍ يَقُوْلُ حِيْنَ يُمْسِيْ وَحِيْنَ يُصْبِحُ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّرْضِيَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت ابوسلام رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' جو مسلمان (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) انسان یا شاید شخص شام کے وقت یا صبح کے وقت یہ دعا پڑھے:

''میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے راضی ہوں (یعنی اس پر یقین رکھتا ہوں) تو اللہ تعالیٰ کے ذمے یہ بات لازم ہے کہ قیامت کے دن اس شخص کو راضی کر دے۔ (یعنی اسے جنت میں داخل کر دے)''

3871- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّنَافِسِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا جُبَيْرُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُ هٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ حِيْنَ يُمْسِيْ وَحِيْنَ يُصْبِحُ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ

3870- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3871- اخرجه ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5074 'اخرجه النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5544' ورقم الحدیث: 5545

دِينِيْ وَدُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَمَالِي اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي وَآمِنْ رَوْعَاتِي وَاحْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ قَالَ وَكِيْعٌ يَعْنِي الْخَسْفَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو صبح یا شام کے وقت کبھی ترک نہیں کرتے تھے (یعنی بڑی باقاعدگی کے ساتھ انہیں پڑھا کرتے تھے)

''اے اللہ! میں دنیا اور آخرت میں تیری معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں اپنے دین' اپنی دنیا' اپنے مال اور اپنے اہل خانہ میں تجھ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میری قابل ستر چیزوں کو ڈھانپ کر رکھنا اور میرے اندیشوں (سے مجھے) امان میں رکھنا' میرے آگے سے پیچھے سے دائیں طرف سے بائیں طرف سے' میرے اوپر سے' میری حفاظت کرنا' میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ نیچے کی طرف سے مجھے ہلاک کر دیا جائے''۔

وکیع نامی راوی کہتے ہیں: اس سے مراد زمین میں دھنس جانا ہے۔

3872-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ ثَعْلَبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ بِنِعْمَتِكَ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَهَا فِيْ يَوْمِهٖ وَلَيْلَتِهٖ فَمَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ اَوْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی۔

''اے اللہ تو میرا پروردگار ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' تو نے مجھے پیدا کیا ہے' میں تیرا بندہ ہوں' میں تیرے عہد اور وعدے پر اپنی استطاعت کے مطابق کاربند ہوں۔ میں نے جو کچھ کیا ہے' اس کے شر سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری رحمت کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہ کا بھی اعتراف کرتا ہوں' تو میری مغفرت کر دے' کیونکہ گناہوں کی مغفرت صرف تو ہی کر سکتا ہے۔''

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص دن کے وقت اور رات کے وقت ان کلمات کو پڑھے اور اس دن یا اس رات میں وہ شخص فوت ہو جائے' تو وہ جنت میں داخل ہو گا' ان شاء اللہ

بَاب: مَا يَدْعُو بِهٖ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ

یہ باب ہے کہ آدمی جب بستر پر جائے تو کیا دعا مانگے

3872- اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5070

3873- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَأَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر لیٹتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

''اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے پروردگار! اے ہر چیز کے پروردگار! اے دانے اور گٹھلی کو چیر دینے والے! اے تورات انجیل اور قرآن کو نازل کرنے والے! میں ہر اس چوپائے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں' جس کی پیشانی تو نے پکڑی ہوئی ہے (یعنی ہر اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں جو تیرے قبضہ قدرت میں ہے) تو ہی سب سے پہلا ہے تجھ سے پہلے کچھ نہیں تھا' تو ہی سب سے بعد میں ہے' تیرے بعد کچھ نہیں ہوگا' تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کچھ نہیں ہے' تو ہی باطن ہے تجھ سے نیچے کچھ نہیں ہے' تو میرا قرض ادا کروا دے اور میری تنگدستی ختم کر کے مجھے غنی کر دے۔''

3874- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَضْطَجِعَ عَلَى فِرَاشِهِ فَلْيَنْزِعْ دَاخِلَةَ إِزَارِهِ ثُمَّ لِيَنْفُضْ بِهَا فِرَاشَهُ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَضْطَجِعْ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ لِيَقُلْ رَبِّ بِكَ وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ أَرْفَعُهُ فَإِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا حَفِظْتَ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب کوئی شخص اپنے بستر پر جائے تو وہ اپنے تہبند کے اندرونی حصے کو الگ کر کے اس کے ذریعے اپنے بستر کو جھاڑے کیونکہ وہ یہ بات نہیں جانتا کہ اس کے پیچھے اس بستر پر کیا رہا ہے؟ اس کے بعد وہ شخص دائیں پہلو کے بل لیٹ جائے اور یہ دعا پڑھے۔

''اے میرے پروردگار! تیری مدد سے ہی میں نے اپنا پہلو (بستر پر) رکھا ہے اور تیری مدد سے ہی میں اسے اٹھاؤں گا اگر تو میرے نفس کو روک لیتا ہے (یعنی نیند کے دوران مجھے موت دیدیتا ہے) تو مجھ پر رحم کرنا اور اگر تو اسے چھوڑ دیتا ہے (یعنی مجھے نیند سے بیدار کر دیتا ہے) تو پھر تو اس کی اس طرح حفاظت کرنا جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔''

3875- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَسَعِيدُ بْنُ شُرَحْبِيلَ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ نَفَثَ

3873. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3874. اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6320' ورقم الحدیث: 7393

فِيْ يَدَيْهِ وَقَرَاَ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ وَمَسَحَ بِهِمَا جَسَدَهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ جب اپنے بستر پر جاتے تھے' تو اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مار کر "معوذتین" پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ اپنے پورے جسم پر پھیرا کرتے تھے۔

3876- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ اِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ اَوْ اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَقُلِ اللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِىْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ فَاِنْ مِتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاِنْ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ وَقَدْ اَصَبْتَ خَيْرًا كَثِيْرًا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ (لیکن یہاں الفاظ میں راوی کو شک ہے) تو تم یہ پڑھو۔

"اے اللہ! میں نے اپنے چہرے کو تیری بارگاہ میں جھکا دیا ہے' میں نے اپنی پشت کو تیرے ساتھ لگا دیا ہے (یعنی تجھ پر بھروسہ کر لیا ہے) میں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا ہے۔ تیری طرف رغبت رکھتے ہوئے بھی اور تجھ سے ڈرتے ہوئے بھی' تیرے علاوہ اور کوئی پناہ گاہ نہیں ہے اور تیری بارگاہ میں صرف تیرا ہی سہارا حاصل کیا جا سکتا ہے میں تیری اس کتاب پر ایمان رکھتا ہوں' جسے تو نے نازل کیا ہے اور تیرے نبی پر بھی ایمان رکھتا ہوں' جسے تو نے مبعوث کیا ہے۔"

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) اگر تمہارا اسی رات میں انتقال ہو گیا تو تمہارا انتقال فطرت (دین اسلام) پر ہوگا اور اگر تم صبح اٹھ گئے تو تم صبح اس حال میں کرو گے کہ تمہیں بہت زیادہ بھلائی حاصل ہو چکی ہوگی۔

3877- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ وَضَعَ يَدَهُ يَعْنِى الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ قِنِىْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب بستر پر جاتے تھے' تو آپ ﷺ اپنا دست مبارک یعنی دایاں دست مبارک اپنے رُخسار کے نیچے رکھتے تھے اور پھر یہ پڑھتے تھے:

"اے اللہ! تو اس دن مجھے اپنے عذاب سے بچانا جس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔"

3875 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5017' ورقم الحدیث: 5748' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 6319' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 3402

3876 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3877 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں)
"تو اپنے بندوں کو دوبارہ جمع کرے گا"۔

بَاب: مَا يَدْعُو بِهِ إِذَا انْتَبَهَ مِنَ اللَّيْلِ

یہ باب ہے کہ اگر کسی شخص کی رات کے وقت آنکھ کھل جائے تو وہ کیا پڑھے؟

3878-حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ حِينَ يَسْتَيْقِظُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ثُمَّ دَعَا رَبِّ اغْفِرْ لِي غُفِرَ لَهُ قَالَ الْوَلِيدُ أَوْ قَالَ دَعَا اسْتُجِيبَ لَهُ فَإِنْ قَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلّٰى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ

◆◆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:
جس شخص کی رات کے وقت آنکھ کھل جائے تو جیسے ہی وہ بیدار ہو وہ یہ پڑھے:
"اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کے لئے مخصوص ہے حمد اس کے لئے مخصوص ہے وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ اس کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ بلند و برتر اور عظیم ہے۔ اس کی مدد اور طاقت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا"۔
اور پھر وہ شخص یہ دعا کرے:
"اے میرے پروردگار! تو میری مغفرت کردے۔"
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔
ولید نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: یا وہ شخص جو دعا مانگے گا تو اس کی دعا قبول ہو گی اور اگر وہ شخص وضو کر کے نماز ادا کرے تو اس کی نماز بھی قبول ہو گی۔

3879-حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ أَنْبَأَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ رَبِيعَةَ بْنَ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَبِيتُ عِنْدَ بَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَسْمَعُ

3878: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1154 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 5060 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3414

3879: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1094 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1320 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3416 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 1137 ورقم الحدیث: 1617

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مِنَ اللَّيْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الْهَوِىَّ ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے دروازے کے پاس رات بسر کی۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو رات کے وقت یہ پڑھتے ہوئے سنا۔

''اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے پست آواز میں یہ کلمات پڑھے پھر آپ ﷺ نے یہ پڑھا:

''اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے اور اس کے لئے ہر طرح کی حمد مخصوص ہے۔''

3880 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْتَبَهَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ رات کے بعد جب بیدار ہوتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندگی دی اور اسی کی طرف اکٹھے ہونا ہے۔''

3881 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْحُسَيْنِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِى النَّجُوْدِ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِىْ ظَبْيَةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ بَاتَ عَلٰى طُهُوْرٍ ثُمَّ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَسَاَلَ اللّٰهَ شَيْئًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا اَوْ مِنْ اَمْرِ الْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص رات باوضو ہو کر سوتا ہے اور پھر رات کے کسی وقت بھی بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت کی کسی بھی چیز کے بارے میں سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا کر دیتا ہے۔

بَاب: الدُّعَاءِ عِنْدَ الْكَرْبِ

یہ باب ہے کہ کسی تکلیف دہ صورتحال میں کی جانے والی دعا

3882 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ

3880: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6312' ورقم الحدیث: 6314' ورقم الحدیث: 6324' ورقم الحدیث: 7394' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 5049' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3417

3881: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 5042

3882: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 1525

الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنِي هِلَالٌ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أُمِّهِ أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ قَالَتْ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ اللَّهُ اللَّهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا

◆◆ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کلمات سکھائے تھے جو میں مصیبت کے وقت پڑھ لیتی ہوں۔

''اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ میرا پروردگار ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتی ہوں۔''

3883- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ قَالَ وَكِيعٌ مَرَّةً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِيهَا كُلِّهَا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پریشان کن صورتحال میں یہ پڑھا کرتے تھے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہ بردبار اور بزرگی کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جو عظیم عرش کا پروردگار ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جو سات آسمانوں کا پروردگار ہے اور کریم عرش کا پروردگار ہے۔''

وکیع نامی راوی نے ایک مرتبہ یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے''۔ ان تمام کلمات میں ان الفاظ کا اضافہ کیا جائے گا۔

بَاب: مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ

یہ باب ہے کہ آدمی اپنے گھر سے نکلے تو کیا دعا مانگے؟

3884- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنْ مَنْزِلِهِ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أَزِلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ

◆◆ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ دعا مانگتے تھے:

3883: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6345' ورقم الحدیث: 6346' ورقم الحدیث: 7426' ورقم الحدیث: 7431' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6858' ورقم الحدیث: 6859' ورقم الحدیث: 6860' ورقم الحدیث: 6861' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3435' ورقم الحدیث: 3436

3884: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5094' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3427' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3501' ورقم الحدیث: 5554

"اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا میں پھسل جاؤں میں زیادتی کروں یا میں جہالت کا مظاہرہ کروں یا میرے خلاف جہالت کا مظاہرہ کیا جائے۔"

3885- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ التُّكْلَانُ عَلَى اللّٰهِ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے باہر جاتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:
"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کیا جا سکتا ہے۔"

3886- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ حَدَّثَنِي هَارُونُ ابْنُ هَارُونَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَابِ بَيْتِهِ أَوْ مِنْ بَابِ دَارِهِ كَانَ مَعَهُ مَلَكَانِ مُوَكَّلَانِ بِهِ فَإِذَا قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ قَالَا هُدِيتَ وَإِذَا قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ قَالَا وُقِيتَ وَإِذَا قَالَ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ قَالَا كُفِيتَ قَالَ فَيَلْقَاهُ قَرِينَاهُ فَيَقُولَانِ مَاذَا تُرِيدَانِ مِنْ رَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ

◆◆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب آدمی اپنے گھر کے دروازے سے باہر نکلتا ہے (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) تو اس کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس پر مقرر ہوتے ہیں جب وہ آدمی "بسم اللہ" پڑھتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں: تمہیں ہدایت عطا کر دی گئی جب بندہ "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" کہتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں: تمہیں بچا لیا گیا جب وہ بندہ "توکلت علی اللہ" کہتا ہے تو وہ کہتے ہیں: تمہاری کفایت ہو گئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اس کے بعد اس شخص کے لئے مقرر شدہ دو شیاطین وہاں آتے ہیں وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں: تم ایک ایسے شخص سے کیا چاہتے ہو؟ جسے ہدایت بھی نصیب کر دی گئی جس کی کفایت بھی ہو گئی اور جسے بچا بھی لیا گیا۔

بَابُ: مَا يَدْعُو بِهِ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

یہ باب ہے کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو کیا دعا مانگے؟

3887- حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ

3885 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3886 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3887: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5230 ورقم الحدیث: 5231 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3765

قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَإِذَا دَخَلَ وَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ فَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص گھر میں داخل ہونے کے وقت اور کھانا کھانے کے وقت اللہ کا نام لے تو شیطان یہ کہتا ہے: اب تمہیں یہاں رہنے کے لئے یا کھانے کے لئے کچھ نہیں ملے گا اور جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے تو شیطان یہ کہتا ہے: تمہیں یہاں رہنے کے لئے جگہ مل جائے گی اور جب کھانے کے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے تو شیطان یہ کہتا ہے: تمہیں یہاں رات رہنے کے لئے بھی جگہ مل جائے گی اور کھانا بھی مل جائے گا۔

بَاب: مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا سَافَرَ

یہ باب ہے کہ جب آدمی سفر پر جائے تو کیا دعا مانگے؟

3888- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيمِ يَتَعَوَّذُ إِذَا سَافَرَ اللّٰهُمَّ إِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِى الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَزَادَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ فَإِذَا رَجَعَ قَالَ مِثْلَهَا

◆◆ حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

عبدالرحیم نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جاتے تھے تو ان الفاظ میں پناہ مانگتے تھے:

''اے اللہ میں سفر کی واپسی پر بری صورتحال اچھائی کے بعد برائی مظلوم کی بددعا اہل خانہ یا مال کے بارے میں کسی بھی برے منظر سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

ابومعاویہ نامی راوی نے یہ الفاظ اضافی نقل کیے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لاتے تھے تو بھی اس کی مانند دعا کیا کرتے تھے۔

بَاب: مَا يَدْعُو بِهِ الرَّجُلُ إِذَا رَاَى السَّحَابَ وَالْمَطَرَ

یہ باب ہے کہ جب آدمی بادل یا بارش دیکھے تو کیا دعا مانگے؟

3889- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ الْمِقْدَامِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ

3888: اخرجه مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3263 ورقم الحدیث: 3264 اخرجه الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3439 اخرجه النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 5513 ورقم الحدیث: 5514 ورقم الحدیث: 5515

3889: اخرجه ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 599 اخرجه النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1522

عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَاٰى سَحَابًا مُقْبِلًا مِنْ اُفُقٍ مِنَ الْاٰفَاقِ تَرَكَ مَا هُوَ فِيْهِ وَاِنْ كَانَ فِيْ صَلَاتِهِ حَتّٰى يَسْتَقْبِلَهُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِهِ فَاِنْ اَمْطَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ سَيْبًا نَافِعًا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً وَاِنْ كَشَفَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَمْ يُمْطِرْ حَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى ذٰلِكَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اُفق کی طرف سے بادل کو آتے ہوئے دیکھتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی کام کر رہے ہوتے تھے اسے چھوڑ دیتے تھے۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت (نفل) نماز بھی پڑھ رہے ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بادل کی طرف رُخ کر کے یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

"اے اللہ! اس بادل کو جس کے ہمراہ بھیجا گیا ہے' ہم اس کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔"

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) پھر اگر بارش شروع ہو جاتی تو یہ دعا مانگتے تھے:

"اے اللہ! یہ بہت برسنے والی ہو اور نفع دینے والی ہو۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو یا تین مرتبہ یہ کلمات پڑھتے تھے۔

اور اگر اللہ تعالیٰ اس بادل کو ویسے ہی بھیج دیتا اور بارش نہیں ہوتی تھی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے تھے۔

3890- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ حَبِيْبِ بْنِ اَبِي الْعِشْرِيْنَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَاٰى الْمَطَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ صَيِّبًا هَنِيْئًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش دیکھتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے:

"اے اللہ! اسے خوب برسنے والی اور خوش کرنے والی بنا دے۔"

3891- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى مَخِيْلَةً تَلَوَّنَ وَجْهُهُ وَتَغَيَّرَ وَدَخَلَ وَخَرَجَ وَاَقْبَلَ وَاَدْبَرَ فَاِذَا اَمْطَرَتْ سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ فَذَكَرَتْ لَهُ عَائِشَةُ بَعْضَ مَا رَاَتْ مِنْهُ فَقَالَ وَمَا يُدْرِيْكِ لَعَلَّهُ كَمَا قَالَ قَوْمُ هُوْدٍ (فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ) الْاٰيَةَ الْاٰيَةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بادل کو دیکھتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہو جایا کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اندر جاتے تھے' کبھی باہر تشریف لاتے تھے۔ کبھی ادھر جاتے تھے' کبھی ادھر جاتے تھے' پھر جب بارش شروع ہو جاتی تھی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت ختم ہو جاتی تھی۔

راوی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے اس مشاہدے کا تذکرہ کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

3890- اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1032

3891 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2082' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3449

نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیا پتہ؟ ہو سکتا ہے یہ اسی طرح کا ہو جس طرح ہود کی قوم نے کہا تھا (جس کا ذکر قرآن میں ہے)۔

''جب انہوں نے بادل کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہ بولے یہ تو ایسا بادل ہے' جو ہم پر بارش برسائے گا بلکہ یہ تو وہ (عذاب ہے) جس کے بارے میں تم لوگ (یعنی قوم ہود کے افراد) جلدی کا مطالبہ کر رہے تھے۔''

بَاب: مَا يَدْعُوْ بِهِ الرَّجُلُ اِذَا نَظَرَ اِلٰى اَهْلِ الْبَلَاءِ

یہ باب ہے کہ جب آدمی کسی شخص کو کسی مصیبت میں مبتلا دیکھے تو کیا دعا مانگے؟

3892- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ مُصْعَبٍ عَنْ اَبِيْ يَحْيٰى عَمْرِو ابْنِ دِيْنَارٍ وَّلَيْسَ بِصَاحِبِ ابْنِ عُيَيْنَةَ مَوْلٰى اٰلِ الزُّبَيْرِ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَجِئَهُ صَاحِبُ بَلَاءٍ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا عُوْفِيَ مِنْ ذٰلِكَ الْبَلَاءِ كَائِنًا مَا كَانَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب کوئی شخص کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھے اور یہ دعا پڑھ لے' تو وہ خود اس مصیبت سے محفوظ رہے گا خواہ وہ مصیبت کسی بھی قسم کی کیوں نہ ہو۔

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے' جس نے مجھے اس چیز سے عافیت عطا کی ہے' جس میں تمہیں مبتلا کیا ہے۔ اس نے اپنی مخلوق میں سے بہت سے افراد پر' مجھے خوب فضیلت عطا کی ہے۔''

كِتَابُ تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا

یہ کتاب خوابوں کی تعبیر کے بیان میں ہے

خواب کے معنی و مفہوم کا بیان

خواب "کے معنی ہیں وہ بات جو انسان نیند میں دیکھے" محققین "کہتے ہیں کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں ایک تو محض خیال کہ دن بھر انسان کے دماغ اور ذہن پر جو باتیں چھائی رہتی ہیں، وہ خواب میں متشکل ہو کر نمودار ہو جاتی ہیں، دوسری طرح کا خواب وہ ہے جو شیطانی اثرات کا عکاس ہوتا ہے جیسا کہ عام طور پر ڈراؤنے خواب نظر آیا کرتے ہیں اور تیسری طرح کا خواب وہ ہے جو منجانب اللہ بشارت اور بہتری کو ظاہر کرتا ہے۔

خواب کی یہی تیسری قسم "رویاء صالحہ" کہلاتی ہے اور اس کی حقیقت علماء اہل سنت کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے دل میں علوم معرفت ادراکات واحسان کا نور پیدا کر دیتا ہے، جیسا کہ وہ جاگنے والے کے دل کو علوم و معرفت اور ادرکات واحساسات کی روشنی سے منور کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بلاشک وشبہ اس پر قادر ہے، کیونکہ نہ تو بیداری قلب انسانی میں نور بصیرت کے پیدا ہونے کا ذریعہ ہے اور نہ نیند اس سے مانع۔

واضح رہے کہ سونے والا اپنے خواب میں جن باتوں کا ادراک واحساس کرتا ہے اور جن چیزوں کو اس کا نور بصیرت دیکھتا ہے وہ دراصل وقوع پذیر ہونے والی چیزوں کی علامت واشارہ ہوتا ہے اور یہی علامت واشارہ تعبیر کی بنیاد بنتا ہے۔ کبھی یہ علامت و اشارہ اتنا غیر واضح ہوتا ہے کہ اس کو عارفین ومعبرین ہی سمجھ پاتے ہیں اور کبھی اتنا واضح ہوتا ہے کہ عام انسانی ذہن بھی اس کی مراد پا لیتا ہے۔ جیسا کہ بادل کو دیکھ کر بارش کے وجود کی طرف ذہن خود بخود چلا جاتا ہے۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب یوسف نے اپنے والد سے کہا اے میرے ابا! بے شک میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا میں نے دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ (یوسف: ۴)

حضرت یوسف (علیہ السلام) کا خواب میں ستاروں، سورج اور چاند کو دیکھنا زمخشری نے کہا لفظ یوسف عبرانی زبان کا لفظ ہوتا تو یہ منصرف ہوتا کیونکہ یہ صرف علم ہے اور اس میں تنوین سے مانع کوئی چیز نہیں ہے سو اس پر تنوین نہ آنا اور اس کا غیر منصرف ہونا اس کے عبرانی ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے خواب میں یہ دیکھا کہ گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند نے ان کو سجدہ کیا ہے اور حضرت یوسف کے گیارہ بھائی تھے اس لیے گیارہ ستاروں کی گیارہ بھائیوں کے ساتھ تعبیر کی گئی اور سورج اور چاند کی

باپ اور ماں کے ساتھ تعبیر کی گئی اور سجدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ حضرت یوسف کے سامنے تواضع سے جھک جائیں گے اور ان کے احکام کی پیروی کریں گے۔ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے جو کہا تھا کہ میں نے گیارہ ستاروں کو دیکھا اس دیکھنے کو خواب میں دیکھنے پر محمول کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں ستارے سجدہ نہیں کرتے اس وجہ سے اس کلام کو خواب میں محمول کرنا واجب ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے حضرت یوسف (علیہ السلام) سے فرمایا تھا: اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے نہ بیان کرنا۔

ان ستاروں کے اسماء امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بستانہ نام کا ایک یہودی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آیا اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے ان ستاروں کے نام بتایئے جن کو حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاموش رہے اور آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اس وقت حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نازل ہوئے اور آپ کو ان ستاروں کے نام بتائے، پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس یہودی کو بلوایا اور فرمایا: اگر میں تم کو ان ستاروں کے نام بتادوں تو تم مان لوگے؟ اس نے کہا: ہاں! پھر آپ نے یہ نام بتائے: جربان، الطارق، الذیال، ذوالکتفین، قابس، وثاب، عمودان، الفلیق، المصبح، الضروح، وذوالفرغ، الضیاء اور النور۔ اس یہودی نے کہا: اللہ کی قسم! ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۴۴۳۱، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۳۳۲، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۱۹، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۷۷، کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۱ ص ۲۵۹، الکشاف ج ۲ ص ۳۱۷، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۱۹، امام حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے، المستدرک ج ۴ ص ۳۹۶، امام عقیل نے لکھا ہے کہ یہ سند صحیح کے ساتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ثابت نہیں ہے، ان کے نزدیک یہ ضعیف ہے، امام ابن جوزی کی نزدیک یہ حدیث موضوع ہے کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۱۴۶، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے ائمہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے)

خواب دیکھنے کے وقت حضرت یوسف (علیہ السلام) کی عمر امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے سات سال کی عمر میں خواب دیکھا کہ گیارہ لاٹھیاں ایک دائرہ کی شکل میں زمین میں مرکوز ہیں اور ایک چھوٹی لاٹھی نے ان گیارہ بڑی لاٹھیوں کو نگل لیا، حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والد سے اس خواب کو بیان کیا حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا: خبردار یہ خواب اپنے بھائیوں سے ہرگز نہ بیان کرنا پھر بارہ سال کی عمر میں حضرت یوسف (علیہ السلام) نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند حضرت یوسف کو سجدہ کررہے ہیں انہوں نے پھر حضرت یعقوب (علیہ السلام) سے یہ خواب بیان کیا حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں سے یہ خواب بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے ایک قول یہ ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) کے خواب اور اس کی تعبیر مکمل ہونے میں چالیس سال کا عرصہ لگا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں اسی سال کا عرصہ لگا۔

(تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۱۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ ھ)

نیند کی تعریف جب موثرات خارجیہ منقطع ہوجاتے ہیں اور حواس ظاہرہ سے اتصال نہیں رہتا انسان آنکھیں بند کرلیتا ہے اور

اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور حواس ظاہرہ کے ادراکات بتدریج منقطع ہو جاتے ہیں تو یہ وہ حالت ہے جس کو نیند سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خواب کی تعریف حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک خواب کی صحیح تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سوئے ہوئے شخص کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے جیسا کہ بیدار شخص کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے۔خواب کی نظیر یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بارش کی علامت بنا دیا ہے لیکن کبھی بادل گھر کر آتے ہیں اور بارش نہیں ہوتی خواب میں جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں کبھی ان میں فرشتے کا دخل ہوتا ہے اور کبھی شیطان کا، فرشتے کے دخل سے جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں ان کے بعد انسان خوش ہوتا ہے اور شیطان کے دخل کے بعد جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں ان کے بعد انسان غمگین ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی نے بعض اہل علم سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو اشیاء کو سونے والے کے محل ادراک (ذہن) پر پیش کرتا ہے اور ان اشیاء کو مختلف صورتوں متمثل کرتا ہے، بعض اوقات وہ صورتیں بعد میں واقع ہونے والی تعبیر کے موافق ہوتی ہیں اور بعض اوقات وہ صورتیں معانی معقولہ کی مثالیں ہوتی ہیں اور ہر دو صورتیں خوش خبری دینے والی بھی ہوتی ہیں اور ڈرانے والی بھی ہوتی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب: خیال میں چند منضبط مثالوں کا ادراک ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں پیش آنے والے امور کے لیے علامت بنا دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۲، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

خواب کی اقسام علماء اسلام نے خواب کی حسب ذیل اقسام بیان کی ہیں: (۱) بعض اوقات انسان کو نیند میں ایسی بے ربط اور خلاف واقع چیزیں نظر آتی ہیں جو لائق توجہ نہیں ہوتیں مثلاً انسان خواب میں یہ دیکھے کہ آسمان میں ایک درخت اگا ہوا ہے یا دیکھے کہ زمین میں ستارے طلوع ہو رہے ہیں یا دیکھے کہ ہاتھ چیونٹی پر سوار ہو رہا ہے۔ ایسے خوابوں کو عربی میں اضغاث احلام کہتے ہیں اردو میں ان کو خواب پریشان کہتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ اس قسم کے خواب شیطانی عمل کی وجہ سے نظر آتے ہیں اور اطباء کہتے ہیں کہ ہاضمے کی خرابی یا بلڈ پریشر ہائی ہونے کی وجہ سے اس قسم کے خواب نظر آتے ہیں۔

(۲) انسان جو کچھ سوچتا رہتا ہے وہ اس کو خواب میں نظر آتا ہے بعض اوقات وہ اپنی ناتمام خواہشوں کو خواب میں پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیتا ہے مثلاً بھوکا شخص خواب میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو کھاتے ہوئے دیکھتا ہے اور پیاسا شخص لذیذ اور خوش ذائقہ مشروبات پیتے ہوئے خود کو دیکھتا ہے اور محبوب کے فراق میں غم زدہ عاشق خود کو محبوب کے قرب میں دیکھتا ہے، اس قسم کے خواب نفس کے وسوسے اور نفس کے خیالات کہلاتے ہیں۔

(۳) کبھی سونے والے شخص کے منہ پر لحاف کا دباؤ ہوتا ہے جس سے اس کا سانس گھٹ رہا ہوتا ہے اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہے کبھی بارش کے چھینٹے کھڑکی کے شیشے سے ٹکراتے ہیں یا ہوا کے زور سے کوئی چیز کھڑکھڑاتی ہے اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ میدان کارزار میں ہے اور گولیاں چل رہی ہیں اور کبھی سونے والے کے چہرے پر دھوپ پڑنے سے اس کا چہرہ تمتمانے لگتا ہے اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ آگ میں جل رہا ہے اس قسم کے خواب دیکھ کر بعض اوقات وہ ڈر جاتا ہے اس قسم کے خوابوں کو محسوسات کا اثر کہا جاتا ہے۔

(۴) بعض اوقات انسان کے ذہن میں غیر شعوری خواہشیں ہوتی ہیں جن کو وہ کسی کے احترام یا کسی اور مانع کی وجہ سے پورا کرنا نہیں چاہتا پھر اس کو خواب میں ایسی مثالیں نظر آتی ہیں جن کی تعبیر بعینہ واقع نہیں ہوسکتی لیکن ان مثالوں میں کسی اور چیز کی طرف رمز اور اشارہ ہوتا ہے مثلاً باپ اپنے جوان بیٹے کو مارے تو غیر شعوری طور پر اس کے دل میں باپ سے انتقام لینے کا خیال آتا ہے لیکن باپ کا احترام اس خواہش کو پورا کرنے سے مانع ہوتا ہے پھر بیٹا خواب میں دیکھتا ہے کہ اس نے کسی شیر کو مار دیا ہے یا کسی اژدہے کو مار دیا یا کسی ظالم بادشاہ کو قتل کر دیا اور ظالم بادشاہ یا اژدہا غیر شعوری طور پر اس کے باپ سے کنایہ ہوتا ہے۔ خواب میں صرف اشارے اور رمز کی مثال سورۃ یوسف کی یہ آیت ہے: اذ قال یوسف لابیه یابت انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتھم لی سجدین۔ (یوسف: ۴) جب یوسف نے اپنے والد سے کہا: اے میرے ابا! بے شک میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ سورج اور چاند سے ان کے باپ اور ماں کی طرف اشارہ ہے اور گیارہ ستاروں سے ان کے گیارہ بھائیوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے خواب کو رمزی خواب کہتے ہیں۔

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: نیک شخص کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۸۳، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۹۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۲۹۷، عالم الکتب مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۶ قدیم، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۰۴۳، شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۲۷۳، مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۳۳۳۰، ۳۷۵۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۲) ان خوابوں میں مشکل حقائق منکشف ہوجاتے ہیں مثلاً مشہور صوفی شاعر حضرت شرف الدین بوصیری کو فالج ہوگیا اور انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدح میں ایک قصیدہ کہنا شروع کیا اثناء قصیدہ میں انہوں نے ایک مصرع کہا: ومبلغ العلم فیه انه بشر اور ان میں اس کے دوسرے مصرع کو مکمل کرنے کی طاقت نہ رہی انہوں نے بہت کوشش کی لیکن دوسرا مصرع ان کی زبان پر نہیں آیا وہ بستر پر سوگئے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو زیارت سے مشرف فرمایا ان کا حال پوچھا۔ حضرت بوصیری نے شکایت کی کہ وہ دوسرا مصرع نہیں بنا سکے تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: دوسرا مصرع اس طرح بنادو: وانه خیر خلق الله کلھم پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو چادر پہنائی اور جس جگہ ان کے جسم پر فالج تھا اس جگہ پر اپنا شفا آفریں دست مبارک پھیرا۔ حضرت بوصیری خوشی سے مدہوشی کی حالت میں نیند سے بیدار ہوئے اور وہ اپنے مرض سے مکمل شفایاب ہوچکے تھے اور انہوں نے اس قصیدہ کا نام البردۃ رکھا۔ اس قسم کے خوابوں کا ابن سینا، ابن رشد اور ابن خلدون نے بھی اعتراف کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ بہت سے خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں لاینحل مسائل ہوجاتے ہیں۔ (شاہ ولی اللہ نے انفاس العارفین میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم کا ایک ایسا ہی خواب ذکر کیا ہے جس میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو شفا عطا فرمائی اور اپنے تین موہائے مبارک (بال) عطا فرمائے تے) یہ وہ خواب ہیں جن کو حدیث میں رویا المومن (مومن کا خواب) فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۸۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۸۳۰۷، عالم الکتب، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۹۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۲)

(۶) چھٹی قسم ہے الرویاء الصادقہ (سچے خواب) قرآن مجید میں چھ سچے خوابوں کا ذکر ہے چار خوابوں کا ذکر سورۃ یوسف میں

ہے ایک خواب حضرت یوسف رقم الحدیث: نے دیکھا تھا جس میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا (یوسف: ۴) دو خواب قید خانہ میں دو قیدیوں نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کو سنائے تھے۔ ایک نے کہا تھا کہ میں خواب میں شراب (انگور) نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا تھا کہ میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن کو پرندے کھا رہے ہیں۔ (یوسف ۳۶) اور ایک خواب مصر کے بادشاہ نے دیکھا تھا کہ سات فربہ گائیں سات لاغر گایوں کو کھا رہی ہیں اور سات ہرے بھرے خوشے ہیں اور سات سوکھے ہوئے خوشے ہیں۔ (یوسف: ۴۳)

موخر الذکر تینوں خوابوں کی تعبیر حضرت یوسف (علیہ السلام) نے بیان فرمائی جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب تفسیر میں آئے گا اور ایک خواب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا ہے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے (حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کو ذبح کر رہے ہیں۔ (الصفت: ۱۰۲) اور ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ایک خواب کا ذکر ہے کہ مسلمان امن کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے۔ (الفتح: ۲۷) (۷) بعض خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں مستقبل میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارے ہوتے ہیں۔

سورۃ یوسف میں جو چار خواب ذکر کیے گئے ہیں ان چاروں میں اس کی مثالیں ہیں اور حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے: حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر وحی کی ابتداء کی گئی تو سب سے پہلے آپ کو سچے خواب دکھائے گئے آپ جو خواب بھی دیکھتے اس کی تعبیر سپیدہ سحر کی طرح آ جاتی، الحدیث۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۵۷۱۷، عالم الکتب، مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۳ قدیم، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۷۱۹، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۱۰، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۳، الشریعہ لآجری ص ۴۳۹، دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۱ ص ۲۷۵، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۳۵، شرح السنہ رقم الحدیث۔ ۳۷۳۵، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۳۲)

اچھے اور برے خوابوں کا شرعی حکم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو پسند ہو تو وہ اللہ کی جانب سے ہے وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور وہ اس خواب کو بیان کرے اور جب وہ کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے وہ اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور وہ خواب کسی کے سامنے نہ بیان کرے پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۸۴) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: نیک خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہیں پس جب کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور شیطان سے پناہ طلب کرے تو پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا اور شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۶۹۹۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۲۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث۔ ۳۲۶۱، السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث ۱۰۷۳۵، مسند احمد رقم الحدیث ۲۲۹۳۲، عالم الکتب مسند احمد ج ۵، ص ۲۹۶، قدیم، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۰۱۳، مسند حمیدی رقم الحدیث ۴۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۳۳۶، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۱۴۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۰۵۹، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۹۷۳، شرح السنہ رقم الحدیث ۳۲۷۴)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خواب اور بیداری میں زیارت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں
دیکھے گا، شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۹۳ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶۶ مسند احمد رقم الحدیث: ۷۴۲۱، ۱۳۸۸۵، شمائل ترمذی رقم الحدیث ۴۱۳)

حافظ ابوالعباس احمد بن عمر المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں: نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اس حدیث سے مقصود یہ
ہے کہ انسان خواب میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کسی حال میں بھی دیکھے آپ کو دیکھنا برحق ہے وہ کوئی پریشان خواب نہیں ہے
جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے: جس نے مجھ کو دیکھا اس نے یقیناً مجھ ہی کو دیکھا ہے اور آپ نے جو فرمایا ہے: جس نے مجھ کو نیند میں
دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں دیکھے گا اس کے متعلق علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ نعمت مجھ کو کئی مرتبہ مل چکی ہے ایک مرتبہ جب میں
حج کے ارادہ سے تونس پہنچا تو میں نے وہاں سنا کہ دشمن مصر پر حملہ کر رہا ہے حتیٰ کہ دمیاط پر قبضہ ہو گیا ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ جب
تک امن نہیں ہو جاتا تو میں تونس میں رہوں گا۔ وہاں مجھے خواب دکھایا گیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی مسجد میں ہوں اور میں آپ
کے منبر شریف کے قریب بیٹھا ہوا ہوں اور لوگ آ کر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سلام عرض کر رہے ہیں پس جو لوگ سلام عرض کر
رہے تھے ان میں سے کسی نے مجھ کو ڈانٹا اور کہا کھڑے ہو کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سلام عرض کرو میں نے کھڑے ہو
کر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سلام عرض کیا ابھی میں آپ کو سلام عرض کر رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی اللہ تعالیٰ نے میرے حج
کے ارادہ کو پھر تازہ کر دیا اور حج کی روانگی کے جو اسباب میرے لیے مشکل تھے وہ آسان کر دیئے اور میرے دل میں دشمن کے حملہ کا جو
خوف تھا وہ زائل کر دیا۔

میں نے سفر شروع کیا اور تقریباً ایک ماہ بعد اسکندریہ پہنچ گیا میں نے دیکھا کہ مصر کے لوگ بہت خوفزدہ تھے اور دشمن کا بہت
غلبہ تھا ابھی مجھے اسکندریہ میں پہنچے ہوئے دس دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کی شوکت توڑ دی اور محض ارحم الراحمین اور
اکرم الاکرمین کے رحم اور کرم سے وہاں امن اور سلامتی ہو گئی پھر اللہ نے مجھ پر اپنا احسان اور انعام مکمل کیا اور بیت اللہ کے حج کے
بعد مجھے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قبر مبارک اور مسجد شریف میں پہنچا دیا اللہ کی قسم! پھر میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم) کو بعینہ بغیر کسی کمی اور زیادتی کے بیداری میں اسی حال میں دیکھا جس طرح میں نے آپ کو تونس میں خواب میں دیکھا تھا اور
اگر کسی نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خواب میں دیکھا پھر بیداری میں آپ کی زیارت نہیں ہوئی تو جاننا چاہیے کہ اس صورت
سے اس کا معنی مقصود ہے بعینہ صورت مقصود نہیں ہے اسی طرح خواب میں اس نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جس صورت میں
دیکھا وہ آپ کی اصل صورت کے مطابق نہیں تھی اس میں کوئی زیادتی تھی یا کوئی کمی تھی یا رنگ متغیر تھا یا اس میں کوئی عیب تھا یا کوئی عضو
زیادہ تھا یا کوئی اور تغیر تھا تو اس صورت سے اس کا معنی مراد ہے اور ہو سکتا ہے اس صورت سے مراد آپ کا دین اور آپ کی شریعت ہو
اور دیکھنے والے نے آپ کی صورت میں جو زیادتی یا کمی یا اچھائی یا برائی دیکھی ہے اس کو اس کے دین سے تعبیر کیا جائے گا یعنی اس
کے دین میں زیادتی یا کمی یا اچھائی یا برائی ہے اسی طرح اگر کسی شخص نے آپ کو آپ کی معروف صورت کے علاوہ کسی اور شکل میں

دیکھا تو وہ صورت بھی اس کے دین اور شریعت سے عبارت ہوگی۔ (المفہم ج ۶ ص ۲۶-۲۴، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں بھی دیکھے گا اس کے حسب ذیل محامل ہیں: (۱) اس سے مراد نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ کے لوگ ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے آپ کو نیند میں دیکھا اور اس نے ہجرت نہیں کی اللہ تعالیٰ اس کو ہجرت کی توفیق دے گا اور وہ آپ کو بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔ (۲) جس نے آپ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب بیداری میں آپ کی رویت کی تصدیق اور صحت کو دیکھ لے گا۔ (۳) جس نے آپ کو نیند میں دیکھا وہ آپ کو آخرت میں خصوصیت کے ساتھ دیکھے گا اور اس کو آپ کا قرب حاصل ہوگا۔ (۴) ابن ابی جمرہ اور ایک جماعت نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ جس نے آپ کو نیند میں دیکھا وہ دنیا میں آپ کا حقیقتاً دیکھ لے گا اور آپ سے کلام کرے گا اور اس کو اولیاء اللہ کی کرامات سے ایک کرامت شمار کیا گیا ہے۔

صالحین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نیند میں دیکھا، پھر اس کے بعد انہوں نے آپ کو بیداری میں دیکھا پھر جن چیزوں میں وہ خوف زدہ تھے ان کے متعلق آپ سے سوال کیے اور آپ نے ان کا خوف دور کرنے کی طرف رہنمائی کی۔ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر لازم آئے گا کہ بعد کے اولیاء اللہ صحابہ ہو جائیں اور صحابی ہونے کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔

(علامہ سیوطی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ صحابی ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس عالم دنیا میں وفات سے پہلے دیکھے اور جس نے آپ کی وفات کے بعد آپ کو عالم برزخ میں دیکھا اس دیکھنے سے اس کا صحابی ہونا ثابت نہیں ہوگا علامہ ابن حجر کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ کئی لوگوں نے نیند میں آپ کو دیکھا اور پھر بیداری میں انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا اور اگر اس حدیث کا یہ معنی ہو تو ہر خواب میں آپ کی زیارت کرنے والے کو بیداری میں آپ کی زیارت ہونی چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ خواص کو تو زندگی میں کئی بار آپ کی زیارت ہوتی ہے اور عوام کو اس وقت آپ کی زیارت ہوگی جب ان کی روح ان کے جسم سے نکل رہی ہوگی۔ بیداری میں آپ کی زیارت کے امکان اور اس کے وقوع کی علماء کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے ان میں سے حجۃ الاسلام امام غزالی ہیں اور قاضی ابو بکر بن العربی ہیں اور شیخ عز الدین بن عبد السلام ہیں اور ابن ابی حمزہ ہیں اور ابن الحاج ہیں اور الیافعی ہیں اور میں نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ (الدیباج، ج ۲ ص ۳۸۷-۳۸۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۲ھ)

علامہ عبد الوہاب بن احمد بن علی حنفی المصری الشعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں: ائمہ اور مجتہدین بیداری میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملاقات کرتے ہیں اور کتاب وسنت سے انہوں نے جو کچھ سمجھا ہوتا ہے اس کو لکھنے سے پہلے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! ہم نے فلاں حدیث کا یہ معنی سمجھا ہے آیا آپ اس پر راضی ہیں اور بہت سے اولیاء جو مجتہدین سے کم درجہ کے ہیں ان کو آپ سے بیداری میں ملاقات کا شرف حاصل ہے جیسے شیخ عبد الرحیم القناوی اور شیخ ابو مدین المغربی، شیخ ابو الحسن الشاذلی، شیخ ابو العباس المرسی اور بہت ہیں اور میں نے شیخ جلال الدین سیوطی کے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک خط پڑھا ہے انہوں نے اس شخص کو جواب لکھا جو سلطان کے پاس ان سے سفارش کرانا چاہتا تھا انہوں نے لکھا اے میرے بھائی!

میں اس وقت تک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیداری میں پچھتر مرتبہ بالمشافہ ملاقات کر چکا ہوں اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ حکام کے پاس جانے سے میں اس نعمت سے محروم ہو جاؤں گا تو میں سلطان سے تمہاری شفاعت کر دیتا اور میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث کا خادم ہوں اور جن احادیث کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے ان کی صحت معلوم کرنے کے لیے مجھے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کرنے کی حاجت ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے میرے بھائی کہ یہ نفع تمہارے نفع پر مقدم ہے اور علامہ سیوطی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سیدی محمد بن زین جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ثنا گو تھے وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیداری میں بالمشافہ زیارت کرتے تھے اور جب وہ حج کے لیے جاتے تھے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قبر کے اندر سے ان سے ہم کلام ہوتے ایک مرتبہ کسی شیخ کے کہنے سے انہوں نے حاکم شہر سے ان کی سفارش کی تو پھر وہ اس نعمت سے محروم ہو گئے۔

اور ہم کو شیخ ابوالحسن شاذلی اور شیخ ابوالعباس المرسی اور دوسرے اولیاء اللہ سے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ بزرگ یہ کہتے تھے کہ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی ہم کو رسول اللہ کی زیارت نہ ہو تو ہم اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتے۔

(المیزان الکبریٰ ج اص ۵۵۔۵۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں: علامہ شعرانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زیارت کی ہے اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ کے سامنے صحیح بخاری پڑھی ہے ان میں سے ایک حنفی تھا جب صحیح البخاری ختم ہو گئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے لیے دعا فرمائی لہٰذا بیداری میں زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔ (فیض الباری ج اص ۲۰۴، مطبوعہ مطبع حجازی القاہرہ، ۱۳۵۷ھ)

چند خوابوں کی تعبیروں کے متعلق احادیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب میں سویا ہوا تھا تو مجھے (خواب میں) دودھ کا پیالہ دیا گیا میں نے اس سے دودھ پی لیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ میرے ناخنوں سے سیرابی نکل رہی ہے اور میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب کو دے دیا آپ کے گرد بیٹھے ہوئے صحابہ نے پوچھا آپ نے اس (دودھ) سے کیا تعبیر لی ہے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: علم۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۰۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۸۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ص ۷۰، مسند احمد ج ۲ص ۸۳، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۱۶۰، صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۳۹۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۸۷۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ص ۴۹، سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۱۲۳، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۸۸۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ قمیص پہنے ہوئے میرے سامنے پیش ہو رہے ہیں بعض کی قمیص پستانوں تک تھی اور بعض کی قمیص اس سے بھی کم تھی پھر عمر بن الخطاب آئے اور ان کی قمیص پیروں کے نیچے گھسٹ رہی تھی۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے قمیص سے کیا تعبیر لی ہے؟ فرمایا: دین۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۰۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۹۰، سنن الترمذی رقم الحدیث، ۲۲۸۵، مصنف عبدالرزاق ۲۰۳۸۵، مسند احمد ج ۵ص ۳۷۳، طبع قدیم مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۸۳۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۱۲۱)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں اور باغ کے وسط میں ایک ستون ہے اور ستون کے اوپر ایک دستہ ہے مجھ سے کہا گیا اس درخت پر چڑھو۔ میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا پھر ایک لڑکا آیا۔ اس نے میرے کپڑے اوپر اٹھائے میں اس درخت پر چڑھا اور میں نے اس دستہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور میں اس حال میں بیدار ہوا کہ میں اس دستہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے یہ خواب بیان کیا آپ نے فرمایا: یہ باغ اسلام کا باغ ہے اور دستہ سے مراد مضبوط دستہ ہے تم تادم مرگ اسلام پر مضبوطی سے قائم ہو گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۱۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۸۵۳، مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہو جائے گا تو زیادہ تر مسلمان کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مومن (کامل) کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ محمد بن سیرین نے کہا میں بھی یہی کہتا ہوں انہوں نے کہا اور یہ کہا جاتا تھا کہ خواب کی تین قسمیں ہیں: انسان جو کچھ سوچتا ہے وہ خواب میں دیکھتا ہے اور شیطان ڈراؤنے خواب دکھاتا ہے اور اللہ کی طرف سے خواب میں بشارتیں ملتی ہیں سو جو شخص خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے وہ اس خواب کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور اٹھ کر نماز پڑھے اور وہ خواب میں (گلے میں) طوق دیکھنا ناپسند کرتے تھے اور خواب میں بیڑیاں دیکھنا پسند کرتے تھے اور یہ کہا جاتا تھا کہ بیڑی سے مراد دین میں ثابت قدم رہنا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۱۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۶۸۳، عالم الکتب، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۹۴، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۳۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ص ۵۱۔ ۵۰)

حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیعت کی جب مہاجرین کی رہائش کے انصار نے قرعہ اندازی کی تو رہائش کے لیے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے حصہ میں آ گئے۔ وہ بیمار پڑ گئے ہم نے ان کی تیمارداری کی وہ فوت ہو گئے۔ ہم نے ان کو کفن میں لپیٹ دیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابوالسائب! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تمہاری تکریم فرمائے گا۔ آپ نے پوچھا: تم کو یہ کیسے پتا چلا؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتی۔ آپ نے فرمایا: رہے عثمان بن مظعون تو ان پر موت آ چکی ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے خیر کی توقع کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! اس کے بعد میں نے کسی کی ستائش نہیں کی۔ انہوں نے کہا: میں نے خواب دیکھا کہ حضرت عثمان کے لیے ایک چشمہ بہہ رہا ہے میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر اس خواب کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: اس سے مراد اس کا جاری رہنے والا عمل ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۷۰۱۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۸۰۰۴، مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجور کے درخت ہیں مجھے یہ گمان ہوا کہ یہ جگہ یمامہ یا ہجر ہے لیکن وہ مدینہ یثرب تھی اور میں

نے اس میں گائے کو دیکھا اور اللہ کی قسم خیر کو دیکھا۔ گائے سے مراد وہ ہے کہ جنگ احد میں جب مسلمانوں نے کفار کی یورش سے بھاگنے کا ارادہ کیا تھا اور خیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ جنگ بدر میں خیر (فتح) لایا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۳۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۵۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۲۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۷۲، عالم الکتب)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ مدینہ سے باہر نکلی اور جحفہ میں جا کر ٹھہر گئی میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ مدینہ کی وبا جحفہ کی طرف منتقل کر دی جائے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۳۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۹۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱، ص ۷۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۵۸۴۹، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۱۶۷، مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۵۵۲۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۵۱، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۱۴۷، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲، ص ۵۶۸، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۹۳)

حرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں نے تلوار کو لہرایا تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اور اس کی تعبیر وہ تھی جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی پھر میں نے دوبارہ تلوار کو لہرایا وہ پہلے سے اچھی حالت میں گئی اور اس کی تعبیر وہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی تھی اور مسلمان مجتمع ہو گئے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۷۰۴۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۲۱، السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۷۶۵۰، مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۷۲۹۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۶۲۷۵، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۹۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۷۲، عالم الکتب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے ایک خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا اس کو (قیامت کے دن) دو جو کے درمیان گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا اور وہ ان میں ہرگز گرہ نہیں لگا سکے گا اور جس شخص نے کچھ لوگوں کی باتیں کان لگا کر سننے کی کوشش کی جب کہ وہ اس کو ناپسند کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا اور جس شخص نے تصویر بنائی اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں ہرگز روح نہیں پھونک سکے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۴۲، مسند احمد رقم الحدیث ۲۲۱۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۱۰، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۷۸۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۵۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں نے آج رات یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک سائبان سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے میں نے دیکھا کہ لوگ اس کو ہتھیلیوں میں جمع کر رہے ہیں بعض لوگ زیادہ جمع کر رہے ہیں اور بعض کم اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین تک ایک رسی پہنچ رہی ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھنے لگے پھر ایک شخص نے اس رسی کو پکڑا اور اس کی پکڑ کر اوپر چڑھنے لگا پھر دوسرا شخص اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھا، پھر تیسرے شخص نے رسی کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی پھر رسی جڑ گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میا باپ فدا ہو اللہ کی قسم! اس خواب کی تعبیر بتانے کی آپ مجھے اجازت دیں۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم تعبیر بیان کرو۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا: اس سائبان سے مراد اسلام ہے اور جو شہد اور گھی سائبان سے ٹپک

رہا تو وہ قرآن مجید اور اس کی حلاوت ہے پس بعض لوگ زیادہ قرآن مجید حاصل کرتے ہیں اور بعض کم اور وہ رسی جو آسمان سے زمین تک پہنچ رہی ہے اس سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ قائم ہیں آپ اس حق سے عمل کرتے رہیں گے پھر اللہ آپ کو اپنے پاس بلا لے گا پھر آپ کے بعد ایک اور شخص اس پر عمل کرے گا پھر وہ حق منقطع ہو جائے گا پھر اس شخص کے لیے جوڑ دیا جائے گا اور وہ اس پر عمل کرے گا یا رسول اللہ! آپ پر میرا باپ فدا ہو مجھے یہ بتایئے کہ میں نے صحیح تعبیر کی ہے یا غلط۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تمہاری بعض تعبیر صحیح ہے اور بعض غلط۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! آپ مجھے ضرور بتایئے کہ میں نے کیا غلطی کی ہے، آپ نے فرمایا: قسم مت کھاؤ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۴۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۱۳، عالم الکتب، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۱۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۵۹، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۵۳۶)

خواب کی تعبیر بتانے کی اہلیت خواب کی تعبیر بتانا ہر شخص کا کام نہیں ہے اور نہ ہر عالم خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے خواب کی تعبیر بتانے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں خواب کی جو تعبیریں بیان کی گئیں ہیں ان پر عبور ہو الفاظ کے معانی ان کے کنایات اور مجازات پر نظر ہو اور خوب دیکھنے والے کے احوال اور اس کے معمولات سے واقفیت ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ شخص متقی اور پرہیزگار ہو اور عبادت گزار اور شب زندہ دار ہو کیونکہ یہ وہبی علم ہے۔

اور جب تک کسی شخص کا دل گناہوں کی کثافت کی آلودگی سے پاک اور صاف نہ ہو اس وقت تک اس کا دل محرم اسرار الٰہیہ نہیں ہوگا، اس علم کے ماہرین نے اس موضوع پر کتابیں بھی لکھی ہیں، ان میں امام ابن سیرین کی تعبیر الرویاء اور علامہ عبدالغنی نابلسی کی تعبیر المنام بہت مشہور ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ علماء کرام ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد خواب کی تعبیر بتائیں اور محض اٹکل پچو سے خواب کی تعبیر بتانے سے گریز کریں۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ یوسف، لاہور)

خواب کو بیان کرنے یا نہ کرنے کا بیان

حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور خواب کو جب تک بیان نہ کیا جائے وہ پرندہ کے پاؤں پر ہوتا ہے اور جب اس کو کسی کے سامنے بیان کر دیا جاتا ہے تو وہ واقع ہو جاتا ہے راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا دانا اور دوست کے علاوہ کسی اور کے سامنے خواب کو بیان نہ کرو۔ (ترمذی)

اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب کی تعبیر جب تک بیان نہیں کی جاتی وہ پرندہ کے پاؤں پر ہوتا ہے اور جب تک اس کی تعبیر بیان کر دی جاتی ہے تو وہ تعبیر واقع ہو جاتی ہے اور میرا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا اور دوست و عقلمند کے علاوہ کسی اور کے سامنے خواب کو بیان نہ کرو۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم حدیث نمبر 554)

علی رجل طائر (وہ پرندہ کے پاؤں پر ہے) دراصل عربی کا ایک محاورہ ہے جو اہل عرب کسی ایسے معاملہ اور کسی ایسی چیز کے بارے میں استعمال کرتے ہیں جن کو قرار و ثبات نہ ہو، مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح پرندہ عام طور پر کسی ایک جگہ ٹھہرا نہیں رہتا، بلکہ اڑتا اور حرکت کرتا رہتا ہے اور جو چیز اس کے پیروں پر ہوتی ہے وہ بھی کسی ایک جگہ قرار نہیں پاتی بلکہ ادنیٰ سی حرکت سے گر پڑتی

ہے اسی طرح یہ معاملہ اور یہ چیز بھی کسی ایک جگہ پر قائم وثابت نہیں رہتی لہذا فرمایا گیا کہ خواب کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ جب تک اس کو کسی کے سامنے بیان نہیں کیا جاتا اور اس کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا جاتا ہے اس وقت تک وہ کوئی اعتبار نہیں رکھتا اور واقع نہیں ہوتا لیکن جب اس کو کسی کے سامنے بیان کر دیا جاتا ہے اور جوں ہی اس کی تعبیر دی جاتی ہے وہ اسی تعبیر کے مطابق واقع ہو جاتا ہے لہذا کسی کے سامنے اپنا خواب بیان نہ کرنا چاہئے۔

لیکن واضح رہے کہ یہ حکم برے خواب کے بارے میں ہے کہ جس کے واقع ہونے سے انسان ڈرتا ہے اور نقصان وضرر کا واہمہ رکھتا ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں اس کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ مرد دانا اور دوست کے سامنے خواب بیان کرنے کو اس لئے فرمایا گیا ہے کہ عقلمند ودانا اپنی عقل وحکمت کی بنا پر خواب کی اچھی ہی تعبیر دے گا اسی طرح جو شخص دوست و ہمدرد ہوگا وہ بھی خواب کو بھلائی پر ہی محمول کرے گا اور اچھی تعبیر دے گا جب کہ بیوقوف تو اپنی نادانی کی بنا پر اور دشمن اپنے بغض وعناد کے تحت خراب تعبیر دے گا۔ اس موقع پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جب تمام ہی چیزوں کا وقوع پذیر ہونا قضا وقدر سے متعلق ہے تو خواب کا شرمندہ تعبیر نہ ہونا اس خواب کو ظاہر نہ کرنے پر کس طرح موقوف ہو سکتا ہے اور خواب کے وقوع پذیر ہونے میں تعبیر کا مؤثر ہونا کیونکر ہے؟ اس کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ یہ چیز بھی قضاء وقدر کے مطابق ہے جیسا کہ دعا اور صدقہ وخیرات اور دوسرے اسباب وذرائع کا مسئلہ ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے اکثر یہ پوچھا کرتے تھے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ جس کو خواب دکھانا چاہتا اور وہ خواب دیکھتا تو وہ اپنا خواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کر دیتا، ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے بیان کیا کہ آج رات (میں نے خواب دیکھا کہ) دو شخص میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ کو اٹھا کر کہا ہمارے ساتھ چلئے چنانچہ میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ اس کے بعد حدیث کے راوی سمرہ نے وہی طویل حدیث بیان کی جو (اس خواب سے متعلق) پہلی فصل میں گزر چکی ہے لیکن اس حدیث میں پہلی فصل والی حدیث سے کچھ زیادہ باتیں ہیں اور وہ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس ہم ایک باغ میں پہنچے جہاں (درختوں کی کثرت اور ان میں سرسبزی وشادابی کی بہتات کی وجہ سے) اندھیرا پھیلا ہوا تھا باغ میں ہر طرف بہار ہی بہار تھی اور ہمہ اقسام کے شگوفے کھلے ہوئے تھے، پھر اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ باغ کے بیچوں بیچ ایک شخص کھڑے ہوئے ہیں وہ بہت لمبے تھے کہ ان کا بھی مجھے نظر نہیں آ رہا تھا کیونکہ ان کی لمبائی آسمان سے باتیں کر رہی تھی پھر مجھے یہ بھی نظر آیا کہ ان کے گرد بہت سے لڑکے تھے جن کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا میں نے ان دونوں سے پوچھا کہ یہ لمبا شخص کون ہے اور یہ لڑکے کون ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے مجھ سے کہا کہ چلئے چلئے چنانچہ ہم آگے چلے اور ایک بہت بڑے باغ کے پاس پہنچے جس سے بڑا اور جس سے اچھا کوئی اور باغ میں نے نہیں دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہاں پہنچ کر ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ باغ کے اندر چلئے یا اس کے درختوں پر چڑھئے چنانچہ ہم چڑھے اور ایک ایسے شہر کے قریب پہنچے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔

پھر ہم اس شہر کے دروازے پر آئے اور اس کو کھلوایا اور جب وہ دروازہ ہمارے لئے کھول دیا گیا تو ہم اندر داخل ہوئے اور اس شہر میں ہم ایسے کتنے ہی لوگوں سے ملے جن میں سے ہر ایک کے بدن کا آدھا حصہ اس سے بھی بہتر تھا جس کو تم دیکھتے ہو اور آدھا حصہ اس سے بھی بدتر تھا اور آدھا حصہ انتہائی حسین وتندرست تھا اور آدھا حصہ انتہائی بھدا وخراب تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں نے (جو مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے تھے) ان سب نے کہا کہ جاؤ اس نہر میں غوطہ لگاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (کہ جب ان دونوں نے یہ بات کہی تو) میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں عرضا ایک نہر بہ رہی ہے جس کا پانی خالص دودھ کی طرح سفید ہے، چنانچہ وہ لوگ نہر کے پاس گئے اور اس میں کود گئے۔

پھر جب وہ (غوطہ لگا کر) ہمارے پاس واپس آئے تو ان کے جسم کی خرابی وبرائی دور ہو چکی تھی۔ اور ان کا پورا جسم بہترین شکل وصورت میں تبدیل ہو گیا تھا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے ان زیادہ الفاظ کی وضاحت میں فرمایا کہ وہ لمبے شخص جو باغ میں تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے گرد جو لڑکے تھے۔ وہ ایسے بچے تھے جو فطرت پر مرجاتے ہیں یعنی جو بچے چھوٹی عمر میں نابالغ مرجاتے ہیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس رہتے ہیں راوی یہ کہتے ہیں کہ بعض صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! اور مشرکوں کے لڑکے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکوں کے نابالغ لڑکے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے پاس رہتے ہیں اور وہ لوگ جن کا آدھا جسم اچھا اور آدھا جسم برا تھا وہ ایسے لوگ تھے جن کے اعمال ملے جلے تھے کہ انہوں نے کچھ اچھے عمل کئے اور کچھ برے عمل، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 557)

بَاب الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهٗ

یہ باب ہے کہ مسلمان جو سچے خواب دیکھتا ہے یا جو خواب اسے دکھائے جاتے ہیں

3893- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ حَدَّثَنِي اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْئًا مِّنَ النُّبُوَّةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
”نیک لوگوں کو دکھائے جانے والے سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں“۔

3894- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْئًا مِّنَ النُّبُوَّةِ

3893: اخرجه البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6983

3894 اخرجه مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5871

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مومن کو نظر آنے والے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں''۔

شرح

ظاہر یہ ہے کہ یہاں رویاء صالحہ سے مراد صادقہ ہے یعنی وہ اچھا خواب جو سچا بھی ہو اس موقع پر ایک اشکال واقع ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی جزو حصہ اس چیز سے جدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اس اعتبار سے کہا جائے گا کہ جب نبوت باقی نہیں رہی ہے تو نبوت کا جزو حصہ یعنی رویاء صالحہ کیوں کر باقی رہے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی یہ ہیں کہ رویاء صالحہ علم نبوت کے اجزاء اور حصوں میں سے ایک جزو حصہ ہے اور ظاہر ہے کہ علم نبوت باقی ہے اگرچہ نبوت باقی نہیں ہے گویا حدیث میں مذکورہ الفاظ کے ذریعہ رویاء صالحہ کی فضیلت و منقبت بیان فرمائی گئی ہے کہ اچھا خواب حقیقت میں نبوت کا پرتو ہے اگرچہ اس کو دیکھنے والا غیر نبی ہو جیسا کہ ایک ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے نیک راہ در دش علم گرانباری اور میانہ روی نبوت میں سے ہے چھیالیس کے عدد کی تخصیص کے بارے میں اگرچہ علماء نے مختلف باتیں لکھی ہیں۔

لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ نہ صرف اس کا بلکہ دوسری متعدد چیزوں جیسے نماز کی رکعات اور تسبیحات وغیرہ کے بارے میں اعداد مشروع و مذکور ہیں ان کی علت و حقیقت کا علم شارع السلام علیہ کو ہی ہے ایک اور روایت میں چھیالیس کے بجائے پچیس ایک روایت میں چھہتر اور ایک روایت میں چوبیس کا عدد مذکور ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کسی بھی روایت میں کسی خاص عدد سے تحدید مراد نہیں ہے محض تکثیر مراد ہے۔

3895 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى اَنْبَاَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُؤْيَا الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْئًا مِّنَ النُّبُوَّةِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''نیک مسلمان شخص کے خواب نبوت کا 70 واں جز ہیں''۔

3896 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَمَّالُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سِبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اُمِّ كُرْزٍ الْكَعْبِيَّةِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ

◆◆ سیدہ اُم کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''نبوت ختم ہو گئی ہے اور خوشخبری دینے والے خواب باقی ہیں''۔

3895: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3996: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3897 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''سچے خواب نبوت کا سترواں حصہ ہیں''۔

3898 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ (لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ) قَالَ هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهُ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا۔

''دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں ان کے لیے خوشخبری ہے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس سے مراد وہ سچے خواب ہیں' جنہیں کوئی مسلمان دیکھتا ہے''۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) جو اسے دکھائے جاتے ہیں۔

3899 - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّتَارَةَ فِيْ مَرَضِهٖ وَالصُّفُوْفُ خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ اِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے دوران پردہ ہٹایا تو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں بنائے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! نبوت کے مبشرات میں سے صرف سچے خواب باقی رہ گئے ہیں' جن کو کوئی مسلمان دیکھتا ہے۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) جو اسے دکھائے جاتے ہیں۔

شرح

مبشرات، میم کے پیش اور باء کے زبر کے ساتھ، بشارت سے مشتق ہے جس کے معنی خوش خبری کے ہیں اعرابی میں لفظ "

3897: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5876

3898 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2275

3899: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 1074' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 876' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1044' ورقم الحدیث:

بشارت " کا استعمال عام طور پر خیر کے سیاق میں ہوتا ہے لیکن کبھی شر کے ساتھ بھی اس کو استعمال کر لیا جاتا ہے اسی طرح رویا کا اطلاق عام طور پر اچھے خواب پر ہوتا ہے اور برے خواب کو حلم کہتے ہیں لیکن یہ فرق و تخصیص شرعی نقطہ نظر سے ہے ویسے لغت کے اعتبار سے رؤیا مطلق خواب کو کہتے ہیں، چنانچہ یہاں حدیث میں بھی لفظ رؤیا مطلق خواب کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ رؤیاء سے اچھا خواب مراد ہے تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ لفظ "صالحہ " کا ذکر محض لفظ رؤیا کی وضاحت وتشریح کے لئے ہے یا یہ کہ "صالحہ "اصل میں صادقہ کے معنی میں ہے کہ رؤیا صالحہ سے مراد وہ اچھا خواب ہے جو سچا یعنی واقع کے مطابق ہو۔ پہلے معنی میں یعنی لفظ صالحہ کو رؤیا کی وضاحت وتشریح قرار دینا زیادہ صحیح اور مبشرات کے معنی کے موافق ہے کیونکہ اچھے خواب کا مطلب اچھی خبر ہے اور بشارت بھی کلیۃ یا عام طور پر دل ودماغ کو خوش کرنے والی ہی ہوتی ہے۔

اگرچہ طیبی کے قول کے مطابق بشارت میں صدق کا بھی اعتبار ہوتا ہے لیکن حدیث کا سیاق اس کا متقاضی ہے کہ دوسرے معنی صالحہ (بمعنی صادقہ) مراد لیا جائے کیونکہ حدیث میں خواب کو نبوت کا ایک جز کہا گیا ہے اور نبوت میں سچی خبر کا اعتبار ہے خواہ وہ خوش کرنے والی ہو یا ڈرانے والی ہو، اس صورت میں کہا جائے گا کہ لفظ مبشرات کا استعمال ازراہ تغلیب یا یہ کہ "مبشرات "اپنے مطلق معنی یعنی "مخبرات "پر محمول ہے۔

بَاب رُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ

یہ باب خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہونے کے بیان میں ہے

3900- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فِي الْيَقَظَةِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ عَلَى صُورَتِي

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص خواب میں مجھے دیکھتا ہے اس نے گویا بیداری میں مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا''۔

3901- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا ہے''۔

3900: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2276

3901 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3902- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَنْبَانَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ رَاٰنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِي اِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلشَّيْطَانِ اَنْ يَتَمَثَّلَ فِي صُوْرَتِي

◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص خواب میں مجھے دیکھتا ہے اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان کے لیے یہ بات ممکن نہیں ہے کہ وہ میری صورت اختیار کر سکے''۔

3903- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِي فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي

◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص خواب میں مجھے دیکھے اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا''۔

3904- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا سَعْدَانُ ابْنُ يَحْيٰى بْنِ صَالِحٍ اللَّخْمِيُّ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ اَبِي عِمْرَانَ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰنِي فِي الْمَنَامِ فَكَاَنَّمَا رَاٰنِي فِي الْيَقَظَةِ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يَتَمَثَّلَ بِي

◆ عون بن ابوجحیفہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص خواب میں مجھے دیکھے تو گویا اس نے بیداری میں مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میں یہ استطاعت نہیں ہے کہ وہ میری شکل اختیار کر سکے''۔

3905- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ اَبُوْعَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَمَّارٍ هُوَ الدُّهْنِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِي فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي

◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص خواب میں مجھے دیکھے اس نے مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا ہے''۔

3902: اخرجه مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5882

3903 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3904 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3905 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے گویا عالم بیداری میں میرا دیدار کیا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ اس شخص پر وہ احکام عائد ہوں جو واقعۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار و صحبت کی صورت میں ہوتے ہیں۔ یعنی نہ تو ایسے شخص کو صحابی کہا جائے گا اور نہ اس چیز پر عمل کرنا اس کے لئے ضروری ہوگا جس کو اس نے اپنے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے فرمائی میرے زمانہ میں جو شخص مجھ کو خواب میں دیکھے گا اس کو اللہ تعالیٰ ہجرت کی توفیق عطا فرمائے گا۔ تا کہ وہ مجھ سے آ کر ملے۔ یا یہ مراد ہے کہ آخرت میں میرا دیدار کرے گا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم بمعنی اخبار کے ہے، مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس کو خبر دیدو کہ اس کا خواب حقیقی اور سچا ہے اضغاث احلام میں سے نہیں ہے کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ یعنی اس کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ کسی کے خواب میں آئے اور اس کے خیال میں یہ بات ڈالے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور اس طرح وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ جھوٹ لگائے۔

بعض محققین نے لکھا ہے کہ شیطان حق تعالیٰ کی ذات کے بارے میں جھوٹ دکھا سکتا ہے، یعنی دیکھنے والے کو اس خیال و وسوسہ میں مبتلا کر سکتا ہے کہ یہ حق تعالیٰ کی صورت ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ہرگز نہیں بن سکتا۔ اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر جھوٹ لگا سکتا ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت و راستی کے مظہر ہیں۔ جب کہ شیطان لعین ضلالت و گمراہی کا مظہر ہے اور ہدایت و ضلالت کے درمیان پانی اور آگ کی نسبت ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، اس کے برخلاف حق تعالیٰ کی ذات الٰہی صفات ہدایت و اضلال اور صفات متضادہ کی جامع ہے علاوہ ازیں صفت الوہیت ایسی صفت ہے جس کا مخلوقات میں سے کسی کا دعویٰ کرنا صریح البطلان ہے اور محل اشتباہ نہیں ہے، جب کہ وصف نبوت اس درجہ کی صفت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص الوہیت کا دعویٰ کرے تو اس سے خرق عادات صادر ہو سکتا جب کہ اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو اس سے معجزہ کا ظاہر ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔

خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کا بیان

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ٭ جس نے اپنے خواب میں مجھ کو دیکھا اس نے حق دیکھا یعنی اس کا خواب سچا ہے کہ اس نے مجھ کو ہی دیکھا۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف۔ جلد چہارم۔ حدیث نمبر 543)

واضح رہے کہ اس مضمون کی احادیث، جو متعدد طرق و اسانید سے اور مختلف الفاظ میں منقول ہیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس نے حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھا اس بارے میں دروغ خیال اور شیطانی اثرات کا قطعاً دخل نہیں ہوتا۔

چنانچہ علماء نے اس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل میں شمار کیا ہے اور اس کو اعجاز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا۔

البتہ علماء کے ہاں اس بات میں اختلاف ہے کہ ان احادیث کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس صورت وحلیہ میں دیکھنے سے ہے چنانچہ بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ ان احادیث کا تعلق اس شخص سے ہے جو اپنے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مخصوص صورت وحلیہ میں دیکھے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم متصف تھے۔

پھر بعض حضرات نے اس بارے میں توسع کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صورت وشکل میں دیکھے جو پوری عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق رہی ہے۔ یعنی خواہ جوانی کی صورت وشکل میں دیکھے خواہ کہولت اور خواہ آخری عمر کی صورت میں دیکھے۔ اور بعض حضرات نے اس دائرے کو محدود کیا اور کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شکل وصورت میں دیکھنے کا اعتبار ہے جو بالوں کو بھی دیکھنے کا اعتبار کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور لحیہ مبارک میں تھے اور جو تعداد میں بیس تک بھی نہیں پہنچے تھے۔

منقول ہے کہ حضرت محمد بن سیرین جو تعبیر خواب کے فن میں امام تھے کے پاس جب کوئی شخص آ کر بیان کرتا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے تو وہ کہتے تھے۔ بتاؤ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس شکل وصورت اور کس حلیہ میں دیکھا ہے اگر وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان نہ کرتا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا تو ابن سیرین اس سے کہتے کہ بھاگ جاؤ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں نہیں دیکھا ہے۔ اس بارے میں حضرت امام نووی فرماتے ہیں کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس نے بہرصورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا خواہ اس نے مخصوص صورت وحلیہ میں دیکھا ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے یا کسی اور شکل وشباہت میں دیکھا ہو کیونکہ شکل وشباہت کا مختلف ہونا ذات کے مختلف کے ہونے کو ضروری قرار نہیں دیتا، علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ شکل وشباہت میں اختلاف وتفاوت کا تعلق خواب دیکھنے والے کے ایمان کے کمال ونقصان سے بھی ہو سکتا ہے یعنی جس شخص نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی صورت وشکل میں دیکھا یہ اس کے ایمان کامل اور عقیدے کے صالح ہونے کی علامت قرار پائے گا اور جس شخص نے اس کے برخلاف دیکھا، یہ اس کے ایمان کی کمزوری اور عقیدے کے فساد کی علامت قرار پائے گا۔

اسی طرح ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا دیکھا ایک شخص نے جوان دیکھا ایک شخص نے رضامند دیکھا ایک شخص نے خفگی کے عالم میں دیکھا ایک شخص نے روتے ہوئے دیکھا ایک شخص نے شاد وخوش دیکھا اور ایک شخص نے ناخوش دیکھا تو یہ ساری حالتیں خواب دیکھنے والے کے ایمانی احوال کے فرق وتفاوت پر مبنی ہوں گی کہ جو شخص جس درجہ کے ایمان کا حامل ہوگا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی درجہ کی مثالی صورت میں دیکھا گا اس اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا گویا اپنے احوال ایمانی کو پہچاننے کا ایک معیار ہے لہٰذا یہ ایک چیز سالکین طریقت کے لئے یہ ایک مفید ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ وہ اس کے ذریعہ اپنے باطن کی حالت کو پہچان کر اس کی اصلاح کریں اسی پر قیاس کرتے ہوئے بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ارشاد سنے تو اس کا حدیث وسنت سے تقابل کرے اگر وہ ارشاد حدیث وسنت کے موافق ہو تو وہ یقیناً حق ہے اگر موافق نہ ہو، جانے کہ یہ میرے ذہن اور سامع کا خلل ہے لہٰذا خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات

کریمہ کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو سننا حق ہے اگر صورت مبارک اور ارشادات مقدسہ میں کوئی تفاوت و مخالفت نظر آئے تو سمجھنا چاہئے کہ یہ خواب دیکھنے والے کے نقص و کوتاہی کے اعتبار سے ہے۔

حضرت شیخ متقی سے منقول ہے کہ ایک فقیر نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شراب کے لئے فرما رہے ہیں، اس خواب کی وجہ سے اس کے ذہن میں سخت خلجان پیدا ہوا اس نے اس خلجان کو دور کرنے کے لئے علماء سے رجوع کیا اور ان سے پوچھا کہ اس خواب کی حقیقت کیا ہے کہ ہر عالم نے اس کی مختلف تعبیر و تاویل بیان کی اسی دوران یہ مسئلہ حدیث کے ایک عالم حضرت شیخ ابن عراق کے سامنے آیا جو عالم باعمل اور نہایت متبع سنت تھے انہوں نے فرمایا کہ اصل بات یوں نہیں ہے جس طرح اس نے سنی ہے بلکہ اس کا ذہن و سامعہ، خلل اور انتشار کا شکار ہوا ہے۔ حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا کہ لاتشرب الخمر شراب ہرگز نہ پینا مگر اس نے اس جملہ کو یوں سنا اشرب الخمر (شراب پیئو)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا وہ جلد ہی مجھ کو بیداری کے عالم میں دیکھے گا اور شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 544)

اس حدیث کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے کہ جو شخص خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرما دیتا ہے کہ وہ عالم بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور اسلام قبول کرتا۔ یا اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ہے کہ مجھ کو خواب میں دیکھنے والا شخص آخرت میں عالم بیداری میں مجھ کو دیکھے گا۔

بَاب الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ

یہ باب ہے کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں

3906 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ فَبُشْرَى مِنَ اللَّهِ وَحَدِيثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنْ رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا تُعْجِبُهُ فَلْيَقُصَّ إِنْ شَاءَ وَإِنْ رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلَا يَقُصَّهُ عَلَى أَحَدٍ وَلْيَقُمْ يُصَلِّي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''خواب تین طرح کے ہوتے ہیں، ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہوتی ہے، ایک انسان کی اپنی سوچ ہوتی ہے اور ایک شیطان کی طرف سے خوفزدہ کرنا ہوتا ہے، تو جب کوئی شخص کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے اچھا لگے تو اگر وہ چاہے' تو اسے بیان کر دے اور اگر وہ کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ کسی کے سامنے بیان نہ کرے بلکہ اٹھ کر نماز ادا

3906 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کرے''۔

3907 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبِيدَةَ حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدِ اللَّهِ مُسْلِمُ بْنُ مِشْكَمٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ مِنْهَا أَهَاوِيلُ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ بِهَا ابْنَ آدَمَ وَمِنْهَا مَا يَهُمُّ بِهِ الرَّجُلُ فِي يَقَظَتِهِ فَيَرَاهُ فِي مَنَامِهِ وَمِنْهَا جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ قَالَ قُلْتُ لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بے شک خواب تین طرح کے ہوتے ہیں، ان میں سے کچھ شیطان کی طرف سے ڈرانے کے لیے ہوتے ہیں تا کہ وہ انسان کو غمگین کر دے، ان میں سے ایک وہ قسم ہوتی ہے' جس کے بارے میں آدمی نے بیداری کے دوران ارادہ کیا ہوتا ہے اور پھر وہ اسے خواب میں دیکھ لیتا ہے، ان میں سے ایک وہ قسم ہے' جو نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک ہے''۔

راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے، انہوں نے جواب دیا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے۔

خواب کی معروف و بنیادی تین اقسام کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس وقت کہ زمانہ قریب ہوگا تو مؤمن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے اور جو چیز نبوت کے اجزاء میں ہو وہ جھوٹی نہیں ہوا کرتی۔ "حضرت محمد بن سیرین جو (ایک جلیل القدر تابعی اور فن تعبیر خواب کے امام ہیں) فرماتے ہیں کہ اور میں (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول احادیث کی روشنی میں یہ کہتا ہوں کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں ایک تو نفس کا خیال، دوسرے شیطان کا ڈرانا اور تیسرے اللہ کی طرف سے بشارت پس جو شخص کوئی برا خواب (ڈراؤنا) دیکھے تو اس کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور (یہ کرے کہ خواب دیکھنے کے بعد) اٹھے اور (نفل) نماز پڑھ لے تا کہ نماز کی برکت و نورانیت کے سبب اس کے دل کو اطمینان نصیب ہو اور خواب کی برائی کا جو وہم و وسوسہ دل میں پیدا ہو گیا ہے وہ جاتا رہے گا)

نیز ابن سیرین فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں طوق کو دیکھنا اچھا نہیں سمجھتے تھے اور قید کو دیکھنا پسند فرماتے تھے چنانچہ کہا جاتا ہے (یعنی تعبیر خواب کے ماہر علماء کہتے ہیں) کہ قید کا مطلب دین پر ثابت قدم رہنا ہے یہ پوری روایت (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور ابن سیرین کے قول پر مشتمل ہے) بخاری و مسلم نے نقل کی ہے لیکن روایت کے آخری جزو کے بارے میں دونوں کو تردد ہے چنانچہ امام بخاری کہتے ہیں کہ اس حدیث کو یعنی پوری روایت کو یا صرف اسی جزو کو کہ جس میں قید کا

3907 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ذکر ہے قتادہ، یونس، ہشیم اور ابو ہلال نے محمد بن سیرین سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ابتدائی جزو بطریق مرفوع اور آخری جزو بطریق موقوف) نقل کیا ہے اور یونس نے کہا ہے کہ میرا گمان ہے کہ یہ حدیث کا وہ جزو جس میں ابن سیرین نے قید کا ذکر کیا ہے یعنی یہ الفاظ یعجبھم القید و القید ثبات فی الدین) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نہیں ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (گویا بخاری کے اس قول کا مطلب یہ ہوا کہ ابن سیرین نے نقل کرنے والے ایک راوی یونس کے مطابق روایت کا وہ جزو کہ جس میں طوق کا ذکر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ابن سیرین کا اپنا قول ہے، البتہ وہ جزو کہ جس میں قید کا ذکر ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ابن سیرین کا اپنا قول نہیں ہے بلکہ حدیث مرفوع یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محمد بن سیرین نے نقل کیا ہے') اور امام مسلم نے جو (ابن سیرین سے روایت نقل کر کے) یہ کہا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ (جزو کہ جس میں قید کے الفاظ ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ ہیں یا ابن سیرین کا اپنا قول ہے، مسلم کی ایک اور روایت میں اسی طرح کے الفاظ ہیں نیز مسلم نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا محمد بن سیرین نے حدیث میں ادراج کیا ہے۔ بایں طور کہ انہوں نے کہا میں طوق کو دیکھنا اچھا سمجھتا ہوں۔ الخ۔ (گویا مسلم کے قول کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کا پورا آخری جزو، جو طوق اور قید کے ذکر پر مشتمل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے، بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا محمد بن سیرین کا اپنا قول ہے نیز بخاری و مسلم کے ان اقوال کی روشنی میں قال وکان یکرہ کی ضمیروں کی حقیقت حال بھی منکشف ہو جاتی ہے کہ ان ضمیروں کو کس کی طرف راجع ہونا چاہئے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 547)

جس وقت کہ زمانہ قریب ہوگا کے تین معنی بیان کئے جاتے ہیں ایک تو یہ کہ زمانہ قریب ہونے سے مراد قرب قیامت کا آخری زمانہ ہے جیسا کہ ایک اور حدیث میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں قیامت کے قریب مؤمن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا دوسرے یہ کہ زمانہ قریب ہونے سے مراد موت کے زمانہ سے قریب ہونا ہے یعنی جس مؤمن کی موت کا زمانہ قریب ہوتا ہے اس کا خواب جھوٹا نہیں ہوتا یہ معنی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے بعض مشائخ سے نقل کئے ہیں۔

تیسرے یہ کہ اس سے مراد وہ ایام ہیں جن میں دن رات برابر ہوتے ہیں چنانچہ جس زمانہ میں دن رات برابر ہوتے ہیں ان میں انسانی مزاج اعتدال پر ہوتا ہے اور ذہن و فکر کی صلاحتیں صحت وسلامت روی کے ساتھ کام کرتی ہیں ایسے دنوں میں دیکھا جانے والا خواب ذہنی وجسمانی خلل وانتشار سے محفوظ اور زیادہ سچا ہوتا ہے چوتھے یہ کہ زمانہ قریب ہونے سے مراد وہ زمانہ ہے جب سال مہینہ کی طرح مہینہ ہفتہ کی طرح ہفتہ دن کی اور دن ساعت کی طرح گزرنے لگے علماء نے لکھا ہے کہ ایسا زمانہ حضرت امام مہدی کے دور میں آئے گا کیونکہ اس وقت حضرت امام مہدی کے عدل وانصاف اور رعایا پروری کی وجہ سے سب ہی لوگ آسودگی ومسرت اور بے فکری کے دن گزاریں گے اور ظاہر ہے کہ آسودگی و بے فکری کے دن بڑی سرعت کے ساتھ گزرتے معلوم ہوتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی طویل زمانہ کیوں نہ ہو اس کے برعکس عسرت وتنگی اور محنت مشقت کے دن اتنے بھاری معلوم ہوتے ہیں کہ خواہ وہ کتنا ہی مختصر

عرصہ کیوں نہ ہو ایک ایک دن پہاڑ کی طرح گزرتا ہے۔

لہٰذا حضرت مہدی کے زمانہ میں بھی خواب صحیح و درست ہوں گے کیوں کہ وہ راستی کا زمانہ ہوگا، ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ وہ شخص جتنا زیادہ راست باز ہوگا اس کا خواب اتنا ہی سچا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے چونکہ مطلق خواب سچا ہونا اور اس کی توصیف وفضیلت واضح ہوتی تھی تو اس لئے خواب کی قسمیں بیان کرنے کے لئے حضرت محمد بن سیرین کا ایک قول نقل کیا گیا جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ خواب کی ہر قسم نہ تو سچی ہوتی ہے اور نہ قابل تعبیر ولائق اعتبار، بلکہ خواب کی صرف وہی قسم تعبیر ولائق اعتبار ہوتی ہے جس کو حق تعالیٰ کی طرف سے بشارت اور آئندہ پیش آنے والے واقعات وحادثات کی خبر و علامت قرار دیا جاتا ہے۔

امام ابن سیرین نے خواب کی جو تین قسمیں بیان کی ہیں ان میں پہلی قسم نفس کا خیال ہے، یعنی انسان دن بھر جن امور میں مشغول رہتا ہے اور اس کے دل ودماغ پر جو باتیں چھائی رہتی ہیں وہی رات میں بصورت خواب متشکل ہو کر نظر آتی ہیں مثلاً ایک شخص اپنے پیشہ وروزگار میں مصروف رہتا ہے اور اس کا ذہن وخیال انہیں باتوں کی فکر اور ادھیڑ پن میں لگا رہتا ہے جو اس کے پیشہ و روزگار سے متعلق ہیں تو خواب میں اس کو وہی چیزیں نظر آتی ہیں، یا ایک شخص اپنے محبوب کے خیال میں مگن رہتا ہے اور اس کے ذہن پر ہر وقت اسی محبوب کا سایہ رہتا ہے تو اس کے خواب کی دنیا پر بھی وہی محبوب چھایا رہتا ہے غرضکہ عالم بیداری میں جس شخص کے ذہن وخیال پر جو چیز زیادہ چھائی رہتی ہے وہی اس کو خواب میں نظر آئے گی لہٰذا اس طرح کے خواب کا کوئی اعتبار نہیں۔

دوسری قسم ڈراؤنا خواب ہے، یہ خواب اصل میں شیطانی اثرات کا پرتو ہوتا ہے، شیطان چونکہ ازل سے بنی آدم کا دشمن ہے اور جس طرح وہ عالم بیداری میں انسان کو گمراہ کرنے اور پریشان کرنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح نیند کی حالت میں بھی وہ انسان کو چین نہیں لینے دیتا، چنانچہ وہ انسان کو خواب میں پریشان کرنے اور ڈرانے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرتا ہے کبھی تو وہ کسی ڈراونی شکل وصورت میں نظر آتا ہے جیسے وہ دیکھتا ہے کہ میرا سر قلم ہوگیا وغیرہ وغیرہ اسی طرح خواب میں احتلام کا ہونا کہ موجب غسل ہوتا ہے اور بسا اوقات اس کی وجہ سے نماز فوت یا قضا ہو جاتی ہے اسی شیطانی اثرات کا کرشمہ ہوتا ہے پہلی قسم کی طرح یہ قسم بھی بے اعتبار اور نا قابل تعبیر ہوتی ہے۔

خواب کی تیسری قسم وہ ہے کہ جس میں منجانب اللہ بشارت کہا گیا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کے خواب میں بشارت دیتا ہے اور اس کے قلب کے آئینہ میں بطور اشارات وعلامات ان چیزوں کو متشکل کر کے دکھاتا ہے جو آئندہ وقوع پذیر ہونے والی ہوتی ہے۔ یا جن کا تعلق مؤمن کی روحانی وقلبی بالیدگی وطمانیت سے ہوتا ہے وہ بندہ خوش ہو اور طلب حق میں تر وتازگی محسوس کرے، نیز حق تعالیٰ سے حسن اعتقاد اور امید آوری رکھے۔

خواب کی یہی وہ قسم ہے جو لائق اعتبار اور قابل تعبیر ہے اور جس کی فضیلت وتعریف احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ تو اس کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے " کا مطلب یہ ہے کہ جب اس طرح کا خواب بے اعتبار ہے اور اس کی کوئی تعبیر نہیں تو اس کو کسی کے سامنے بیان کرنا عبث ولا حاصل ہے علاوہ ازیں ایک بات یہ بھی ہے کہ جب اس قسم کے خواب کو کسی کے سامنے بیان کرے گا اور

سننے والا خواب کی ظاہری حالت کے پیش نظر اس کی خراب تعبیر دے گا۔ تو اس کی وجہ سے فاسد وہم میں مبتلا ہونا اور بدشگونی لینا لازم آئے گا نیز دل و دماغ مختلف قسم کے اندیشوں اور وسوسوں سے پریشان ہو جائیں گے، مزید برآں خواب کے وقوع پذیر ہونے میں خواب کو ایک خاص تاثیر حاصل ہے کہ خواب کو سننے والا جو تعبیر دیتا ہے اللہ تعالیٰ سے ویسا ہی وقوع پذیر ہو جاتا ہے۔ "قال وكان يكره الغل الخ" میں لفظ قال اور کان کی ضمیروں کے بارے میں شارحین حدیث نے کئی احتمال لکھے ہیں۔ ایک تو یہ کہ قال کی ضمیر محمد بن سیرین کی طرف سے راجع ہو جیسا کہ ماقبل کی عبارت قال محمد بن سیرین سے بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے اور اس بنا پر کان یکرہ کی ضمیریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہوں، اس صورت میں مذکورہ جملہ کے معنی وہی ہوں گے جو ترجمہ میں بیان کئے گئے یعنی حضرت محمد بن سیرین نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو اچھا نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے گلے میں طوق ڈالا گیا ہے کیونکہ گلے میں طوق کا ڈالا جانا دوزخیوں کی صفت ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے اذالاغلال فی اعناقهم دوسرا احتمال یہ ہے کہ "قال" کی ضمیر تو ابن سیرین کی طرف راجع ہو اور کان یکرہ کی ضمیریں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف راجع ہوں اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ابن سیرین نے کہا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کو اچھا نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے گلے میں طوق ڈالا گیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس بات کو اچھا نہ سمجھنا یا تو اس پر تھا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہوگا یا اپنے ان کے اجتہاد کی بنا پر تھا۔

اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ قال کی ضمیر تو اس راوی کی طرف راجع ہو جس نے اس حدیث کو حضرت ابن سیرین سے نقل کیا ہے اور کان یکرہ کی ضمیریں حضرت ابن سیرین کی طرف راجع ہوں اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ راوی نے کہا کہ حضرت ابن سیرین خواب میں طوق کو دیکھنا اچھا نہیں سمجھتے تھے،! بظاہر یہ تیسرا احتمال ایک طرح کی ترجیح رکھتا ہے کیوں کہ حضرت ابن سیرین تعبیر خواب کے فن کے امام سمجھے جاتے ہیں اور ان سے اس طرح کے بہت سے اقوال منقول ہیں۔ اور قید کو دیکھنا پسند فرماتے تھے یعنی کوئی شخص خواب میں دیکھتا کہ اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر اس کو قیدی بنالیا گیا ہے تو اس خواب کو اچھا سمجھتے تھے، بخاری نے اس جملہ میں جمع کا صیغہ یعنی لفظ یعجبہم نقل کیا ہے، لہٰذا ضمیروں کے سلسلے میں اوپر نقل کئے گئے احتمالات میں سے پہلے احتمال کی بنا پر یعجبہم کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی طرف راجع ہوگی۔

دوسرے احتمال کی بنا پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تابعین کی طرف اور تیسرے احتمال کی حضرت ابن سیرین اور ان کے زمانہ کے تعبیر دینے والے علماء کی طرف راجع ہوگی۔ خواب میں اپنے کو قیدی دیکھنا اس لئے اچھا ہے کہ در اصل برے امور، گناہوں اور کمزوری و گمراہی سے باز رہنے اور دینی احکامات و طاعت پر ثابت قدم رہنے کی علامت ہے جیسا کہ روایت میں فرمایا گیا ہے۔ ويقال القيد ثبات في الدين (کہا جاتا ہے کہ قید کا مطلب دین پر ثابت قدم رہنا ہے) لیکن واضح رہے کہ یہ تعبیر اہل دین و طاعت کی نسبت سے ہے یعنی جو شخص دینی زندگی کا حامل اور عبادات و طاعات پر عامل ہوگا اور وہ خواب میں اپنے کو قیدی دیکھے گا تو اس کے لئے تو مذکورہ تعبیر ہوگی۔

اسی لئے تعبیر خواب کے ماہرین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی بیمار یا قیدی، یا مسافر اور یا کوئی مصیبت زدہ شخص خواب میں دیکھے کہ

میرے پیروں میں قید کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں تو اس حق میں خواب کی یہ تعبیر ہوگی کہ وہ اپنے حال پر قائم رہے گا اسی طرح ایک ہی خواب کو دو مختلف حالت کے آدمی دیکھیں تو اس کی تعبیر ان کے حق میں ان کی حالت کے مطابق الگ الگ ہوگی، مثلاً اگر کوئی تاجر یہ خواب دیکھے کہ وہ اپنا سامان لے کر کشتی پر بیٹھا ہوا ہے اور ہوا کشتی کے موافق چل رہی ہے تو اس کے حق میں خواب نقصان وضرر سے سلامتی اور تجارت میں نفع کی علامت قرار پائے گا اور اگر یہی خواب کوئی سالک طریقت دیکھے تو اس کے حق میں یہ خواب شریعت کی اتباع اور مرتبہ حقیقت کو پہنچنے کی علامت قرار پائے گا۔

بَاب مَنْ رَاٰى رُؤْيَا يَكْرَهُهَا

یہ باب ہے کہ جب کوئی شخص کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے

3908 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلَاثًا وَّلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا وَّلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اسے پسند نہ آئے تو اسے اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دینا چاہئے اور شیطان سے تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لینی چاہئے پھر جس پہلو کے بل لیٹا ہوا تھا اسے تبدیل کرلے''۔

3909 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرُّؤْيَا مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلَاثًا وَّلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ثَلَاثًا وَّلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ

◆◆ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''نیک خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور ناپسندیدہ خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، تو جب کوئی شخص کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے اچھی نہ لگے تو وہ تین مرتبہ اپنے بائیں طرف تھوک دے اور مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی تین مرتبہ پناہ مانگے اور جس پہلو کے بل لیٹا ہوا تھا اسے تبدیل کرلے''۔

3908: اخرجه مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5864' اخرجه ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5022

3909: اخرجه البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5747' ورقم الحدیث: 6984' ورقم الحدیث: 6985' ورقم الحدیث: 7005' ورقم الحدیث: 7044' اخرجه مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5857' ورقم الحدیث: 5858' ورقم الحدیث: 5859' ورقم الحدیث: 5860' ورقم الحدیث: 5861' ورقم الحدیث: 5862' ورقم الحدیث: 5863' اخرجه ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5021' اخرجه الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2277

شرح

براخواب شیطان کی طرف سے ہے " کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اچھے اور برے دونوں طرح کے خواب کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے اور دیکھنے والا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے دیکھتا ہے، لیکن براخواب شیطانی اثرات کا عکاس ہوتا ہے اور چونکہ اس خواب سے انسان کو پریشانی ہوتی ہے اس لئے اس پر شیطان کو بہت خوشی ہوتی ہے، حاصل یہ کہ اچھا خواب تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو بشارت ہوتی ہے تا کہ وہ بندہ خوش ہو اور اس کا وہ خواب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے حسن سلوک اور امید آوری کا باعث اور شکر الٰہی کے اضافہ کا موجب بنے جب کہ غمگین اور پریشان کرنے والا جھوٹا خواب شیطانی اثرات کے تحت ہوتا ہے جس سے شیطان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمان کو غمگین و پریشان کر کے ایسی واہ پر ڈال دے جس سے وہ بدگمانی اور ناامیدی اور تقرب الٰہی و تلاش حق کی راہ میں سست روی کا شکار ہو جائے۔ وہ خواب اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا " کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے صدقہ و خیرات کو مال کی حفاظت و برکت اور دفع بلیات کا سبب بنایا ہے اسی طرح اس نے مذکورہ چیزوں یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے، تین دفع تھکارنے اور کسی کے سامنے بیان نہ کرنے کو برے خواب کے مضر اثرات سے سلامتی کا سبب قرار دیا ہے۔

3910 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْعُمَرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ رُؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَتَحَوَّلْ وَلْيَتْفُلْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَّلْيَسْاَلِ اللّٰهَ مِنْ خَيْرِهَا وَلْيَتَعَوَّذْ مِنْ شَرِّهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ پلٹ کر اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بھلائی کا سوال کرے اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے''۔

بَاب مَنْ لَّعِبَ بِهِ الشَّيْطَانُ فِيْ مَنَامِهِ فَلَا يُحَدِّثْ بِهِ النَّاسَ

یہ باب ہے کہ جس شخص کی نیند کے دوران شیطان کھیلے تو وہ اس بارے میں لوگوں کو نہ بتائے

3911 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ حَدَّثَنِيْ عَطَاءُ بْنُ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ رَاْسِيْ ضُرِبَ فَرَاَيْتُهُ يَتَدَهْدَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمِدُ الشَّيْطَانُ اِلٰى اَحَدِكُمْ فَيَتَهَوَّلُ لَهٗ ثُمَّ يَغْدُوْ يُخْبِرُ النَّاسَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: میں

3910: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3911: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا سر اڑا دیا گیا ہے، میں نے اسے لڑھک کر جاتے ہوئے دیکھا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''شیطان کسی شخص کے پاس جا کر اسے خوفزدہ کر دیتا ہے پھر وہ شخص اگلے دن لوگوں بتاتا پھرتا ہے''۔

3912 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَّهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُ الْبَارِحَةَ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ كَاَنَّ عُنُقِیْ ضُرِبَتْ وَسَقَطَ رَاْسِیْ فَاتَّبَعْتُهُ فَاَخَذْتُهُ فَاَعَدْتُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَعِبَ الشَّيْطَانُ بِاَحَدِكُمْ فِیْ مَنَامِهٖ فَلَا يُحَدِّثَنَّ بِهِ النَّاسَ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت نبی اکرم ﷺ خطبہ دے رہے تھے اس نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! گزشتہ رات میں نے خواب دیکھا ہے، جس طرح کوئی سونے والا شخص دیکھتا ہے، تو میں نے یہ دیکھا کہ میری گردن پر وار کیا گیا جس کے نتیجے میں میرا سر گر گیا تو میں اس کے پیچھے گیا اسے میں [illegible] پکڑا اور اپنے سر پر لگا لیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب شیطان کسی شخص کے ساتھ نیند کے دوران کھیلے تو وہ شخص اس [illegible] لوگوں کو ہرگز نہ بتائے۔

شرح

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی سے فرمایا کہ تمہارا یہ خواب اضغاث احلام میں سے ہے اور اس قسم سے ہے جس میں انسان کے ساتھ شیطان تماشہ کرتا ہے تاکہ اس کو پریشان و رنجور کرے ایسے خواب کو چھپانا چاہیے نہ کہ لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ خواب اضغاث احلام میں سے ہے اور شیطانی اثرات کا عکاس ہے ورنہ اہل تعبیر کے نزدیک اس خواب کی تعبیر زوال نعمت، قوم برادری سے مفارقت اور اس جیسی دوسری چیزوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

3913 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَلَمَ اَحَدُكُمْ فَلَا يُخْبِرِ النَّاسَ بِتَلَعُّبِ الشَّيْطَانِ بِهٖ فِی الْمَنَامِ

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''جب کسی شخص کو کوئی پریشان خواب آئے تو وہ لوگوں کو نہ بتائے کیونکہ شیطان اس کے ساتھ نیند کے دوران کھیلتا ہے''۔

3912 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5885' ورقم الحدیث: 5886

3913 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5884

بَاب الرُّؤْيَا اِذَا عُبِرَتْ وَقَعَتْ فَلَا يَقُصُّهَا اِلَّا عَلٰى وَادٍّ

یہ باب ہے کہ جب کسی خواب کی تعبیر بیان کردی جائے' تو وہ ویسے ہی واقع ہوتی ہے اس لیے آدمی اپنا خیال رکھنے والے شخص کے سامنے خواب بیان کرے

3914- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ وَكِيعِ بْنِ عُدُسٍ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ عَمِّهِ اَبِیْ رَزِيْنٍ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الرُّؤْيَا عَلٰى رِجْلِ طَائِرٍ مَّا لَمْ تُعْبَرْ فَاِذَا عُبِرَتْ وَقَعَتْ قَالَ وَالرُّؤْيَا جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ قَالَ وَاَحْسِبُهُ قَالَ لَا يَقُصُّهَا اِلَّا عَلٰى وَادٍّ اَوْ ذِیْ رَاْیٍ

◄► حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''خواب کی جب تک تعبیر بیان نہ کی جائے تب تک اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی جب اس کی تعبیر بیان کردی جائے' تو وہ واقع ہوجاتی ہے''۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''آدمی اپنا خواب صرف اس شخص کو سنائے جس کو اس سے محبت ہو یا جو سمجھدار ہو''۔

بَاب عَلَامَ تُعَبَّرُ بِهِ الرُّؤْيَا

یہ باب ہے کہ خواب کی تعبیر کس بنیاد پر بیان کی جائے؟

3915- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ يَزِيْدَ الرَّقَاشِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَبِرُوْهَا بِاَسْمَائِهَا وَكَنُّوْهَا بِكُنَاهَا وَالرُّؤْيَا لِاَوَّلِ عَابِرٍ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''(جو چیز تم خواب میں دیکھتے ہو) ان کے ناموں کے حساب سے ان کا اندازہ لگاؤ اور ان کے کنایہ کے حساب سے اسے بیان کرو، خواب پہلی تعبیر بیان کرنے والے کے بیان کے مطابق ہوتا ہے''۔

بَاب مَنْ تَحَلَّمَ حُلُمًا كَاذِبًا

یہ باب ہے کہ جو شخص کوئی جھوٹا خواب بیان کرے

3916- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ

3914: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5020' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2278' ورقم الحدیث: 2279

3915: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَحَلَّمَ حُلْمًا كَاذِبًا كُلِّفَ اَنْ يَّعْقِدَ بَيْنَ شَعِيْرَتَيْنِ وَيُعَذَّبُ عَلٰى ذٰلِكَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص جھوٹا خواب بیان کرتا ہے اسے قیامت کے دن اس بات کا پابند کر دیا جائے گا' وہ ''جو'' کے دو دانوں میں گرہ لگائے اور اسے یہی عذاب دیا جائے گا''۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ آنکھوں پر یہ جھوٹ باندھا جائے کہ انہوں نے دیکھا ہے حالانکہ حقیقت میں انہوں نے کچھ نہیں دیکھا، گویا مقصود جھوٹا خواب بنانے کی مذمت ظاہر کرنا ہے اور اس کو بڑا بہتان اس لئے فرمایا گیا ہے کہ خواب ایک طرح سے وحی کے قائم مقام ہے اور اس کا تعلق حق تعالیٰ سے ہے پس جھوٹا خواب بنانا گویا حق تعالیٰ بہتان باندھنا ہے۔ ایک حدیث میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ خواب دکھانے کے لئے فرشتے کو بھیجتا ہے۔

بَاب اَصْدَقُ النَّاسِ رُؤْيَا اَصْدَقُهُمْ حَدِيْثًا

یہ باب ہے کہ جو شخص سب سے زیادہ سچا ہوگا اس کے خواب زیادہ سچے ہوں گے

3917- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرُبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ وَاَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا اَصْدَقُهُمْ حَدِيْثًا وَّرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب زمانہ قریب آ جائے گا' تو مومن کے خواب جھوٹے نہیں ہوا کریں گے، ان میں سب سے زیادہ سچے خواب اس شخص کے ہوں گے' جو سب سے زیادہ سچا ہوگا اور مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزء ہے''۔

بَاب تَعْبِيْرِ الرُّؤْيَا

یہ باب ہے کہ خواب کی تعبیر بیان کرنا

3918- حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُنْصَرَفَهُ مِنْ اُحُدٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ

3916 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7042' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5046' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 1751' ورقم الحدیث 2283' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5374

3917. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

رَأَيْتُ فِى الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطُفُ سَمْنًا وَّعَسَلًا وَّرَأَيْتُ النَّاسَ يَتَكَفَّفُونَ مِنْهَا فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ وَرَأَيْتُ سَبَبًا وَّاصِلًا اِلَى السَّمَآءِ رَأَيْتُكَ اَخَذْتَ بِهٖ فَعَلَوْتَ بِهٖ ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ بَعْدَكَ فَعَلَا بِهٖ ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ بَعْدَهٗ فَعَلَا بِهٖ ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ بَعْدَهٗ فَانْقَطَعَ بِهٖ ثُمَّ وُصِلَ لَهٗ فَعَلَا بِهٖ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ دَعْنِىْ اَعْبُرُهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اعْبُرْهَا قَالَ اَمَّا الظُّلَّةُ فَالْاِسْلَامُ وَاَمَّا مَا يَنْطُفُ مِنْهَا مِنَ الْعَسَلِ وَالسَّمْنِ فَهُوَ الْقُرْاٰنُ حَلَاوَتُهٗ وَلِيْنُهٗ وَاَمَّا مَا يَتَكَفَّفُ مِنْهُ النَّاسُ فَالْاٰخِذُ مِنَ الْقُرْاٰنِ كَثِيْرًا وَّقَلِيْلًا وَّاَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ اِلَى السَّمَآءِ فَمَا اَنْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ اَخَذْتَ بِهٖ فَعَلَا بِكَ ثُمَّ يَاْخُذُهٗ رَجُلٌ مِّنْۢ بَعْدِكَ فَيَعْلُوْ بِهٖ ثُمَّ اٰخَرُ فَيَعْلُوْ بِهٖ ثُمَّ اٰخَرُ فَيَنْقَطِعُ بِهٖ ثُمَّ يُوَصَّلُ لَهٗ فَيَعْلُوْ بِهٖ قَالَ اَصَبْتَ بَعْضًا وَّاَخْطَاْتَ بَعْضًا قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَقْسَمْتُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُخْبِرَنِّىْ بِالَّذِىْ اَصَبْتُ مِنَ الَّذِىْ اَخْطَاْتُ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْسِمْ يَا اَبَا بَكْرٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "احد" سے واپس تشریف لا رہے تھے تو ایک صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے خواب میں ایک بادل دیکھا جس سے گھی اور شہد کی بارش ہو رہی تھی اور میں نے دیکھا کہ لوگ اپنی ہتھیلیوں میں اسے حاصل کر رہے تھے کچھ لوگوں نے زیادہ لیا اور کچھ لوگوں نے کم لیا۔

پھر میں نے ایک رسی دیکھی جو آسمان تک جا رہی تھی پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پکڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذریعے اوپر چلے گئے۔

اس کے بعد ایک اور صاحب نے اسے پکڑا تو وہ بھی اس کے ذریعے اوپر چلے گئے اس کے بعد ایک صاحب نے اسے پکڑا وہ بھی اوپر چلے گئے اس کے بعد ایک اور صاحب نے اسے پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی پھر اسے جوڑ دیا گیا تو وہ صاحب بھی اوپر چلے گئے۔

(راوی کہتے ہیں:) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی تعبیر بیان کروں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کی تعبیر بیان کرو' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بولے: جہاں تک بادل کا تعلق ہے' تو اس سے مراد اسلام ہے اور جو شہد اور گھی کی بارش ہو رہی ہے' تو اس سے مراد قرآن کی مٹھاس اور اس کی نرمی ہے۔ جو لوگ اسے تھوڑا یا کم حاصل کر رہے ہیں اس سے مراد قرآن کا تھوڑا یا زیادہ علم حاصل کرنا ہے اور جو رسی آسمان تک گئی ہے اس سے مراد دین حق ہے' جو قائم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پکڑا تو اس چیز نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلندی عطا کی اس کے بعد ایک اور صاحب نے اسے پکڑا تو یہ حق انہیں بھی بلندی کی طرف لے گیا۔

پھر ایک اور صاحب نے اسے پکڑا تو انہیں بھی اس کی وجہ سے بلندی نصیب ہوئی۔

پھر ایک اور صاحب نے اسے پکڑا تو رسی ٹوٹ گئی پھر اسے جوڑا گیا تو انہیں بھی اس کی وجہ سے بلندی نصیب ہو گئی۔

3918: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7000' ورقم الحدیث: 7046' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5887' ورقم الحدیث 5888' ورقم الحدیث 5889' ورقم الحدیث 5890' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3267' ورقم الحدیث: 3269' ورقم الحدیث 4633

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے کچھ تعبیر صحیح بیان کی ہے اور کچھ تعبیر میں غلطی کی ہے' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! میں آپ ﷺ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے یہ بتایئے کہ میں نے صحیح تعبیر کیا بیان کی ہے اور غلطی کہاں ہوئی ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! تم مجھے قسم نہ دو۔

3918 م - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَجُلًا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُ ظُلَّةً بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ تَنْطِفُ سَمْنًا وَّعَسَلًا فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ نَحْوَهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! میں نے آسمان اور زمین کے درمیان ایک بادل دیکھا جس میں سے گھی اور شہد برس رہا تھا (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے)

3919 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الصَّنْعَانِيُّ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا شَابًّا عَزَبًا فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ اَبِيْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَكَانَ مَنْ رَاٰى مِنَّا رُؤْيَا يَقُصُّهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ لِيْ عِنْدَكَ خَيْرٌ فَاَرِنِيْ رُؤْيَا يُعَبِّرُهَا لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنِمْتُ فَرَاَيْتُ مَلَكَيْنِ اَتَيَانِيْ فَانْطَلَقَا بِيْ فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ اٰخَرُ فَقَالَ لَمْ تُرَعْ فَانْطَلَقَا بِيْ اِلَى النَّارِ فَاِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَاِذَا فِيْهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُ بَعْضَهُمْ فَاَخَذُوْا بِيْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِحَفْصَةَ فَزَعَمَتْ حَفْصَةُ اَنَّهَا قَصَّتْهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ لَّوْ كَانَ يُكْثِرُ الصَّلٰوةَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُكْثِرُ الصَّلٰوةَ مِنَ اللَّيْلِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں' میں نوجوان کنوارہ شخص تھا' تو میں مسجد میں ہی رات بسر کیا کرتا تھا۔ ہم میں سے جو شخص بھی کوئی خواب دیکھتا تھا وہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے بیان کیا کرتا تھا میں نے کہا: اے اللہ! اگر تیری بارگاہ میں میرے لیے کوئی بھلائی ہے' تو مجھے بھی ایسا خواب دکھا کہ نبی اکرم ﷺ میرے لیے اس کی تعبیر بیان کریں' ایک دن میں سویا تو میں نے دو فرشتوں کو دیکھا وہ میرے پاس آئے وہ مجھے ساتھ لے کر گئے' پھر ان کی ملاقات ایک اور فرشتے سے ہوئی تو وہ بولا: تم گھبراؤ نہیں' پھر وہ دونوں فرشتے مجھے لے کر جہنم کے پاس گئے' تو وہ یوں تہہ در تہہ تھی جس طرح کنواں تہہ در تہہ ہوتا ہے اس میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن میں سے بعض کو میں نے شناخت کر لیا انہوں نے مجھے دائیں طرف سے پکڑ لیا۔

اگلے دن صبح میں نے اس خواب کا تذکرہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' انہوں نے یہ خواب

3918م اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3268' ورقم الحدیث: 4632' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2293

3919 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1121' ورقم الحدیث: 1122' ورقم الحدیث: 3838' ورقم الحدیث: 3739' ورقم الحدیث: 3740' ورقم الحدیث 3741' ورقم الحدیث 7028' ورقم الحدیث: 7030' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6320' ورقم الحدیث: 6321

نبی اکرم ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عبداللہ ایک نیک آدمی ہے وہ رات کے وقت بکثرت نوافل پڑھا کرے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رات کے وقت بکثرت نوافل پڑھا کرتے تھے۔

3920 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى الْاَشْيَبُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَجَلَسْتُ اِلٰى شِيَخَةٍ فِىْ مَسْجِدِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ شَيْخٌ يَتَوَكَّاُ عَلٰى عَصًا لَّهٗ فَقَالَ الْقَوْمُ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا فَقَامَ خَلْفَ سَارِيَةٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ لَهٗ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ كَذَا وَكَذَا قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْجَنَّةُ لِلّٰهِ يُدْخِلُهَا مَنْ يَّشَاءُ وَاِنِّىْ رَاَيْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُؤْيَا رَاَيْتُ كَاَنَّ رَجُلًا اَتَانِىْ فَقَالَ لِىَ انْطَلِقْ فَذَهَبْتُ مَعَهٗ فَسَلَكَ بِىْ فِىْ نَهْجٍ عَظِيْمٍ فَعُرِضَتْ عَلَىَّ طَرِيْقٌ عَلٰى يَسَارِىْ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَسْلُكَهَا فَقَالَ اِنَّكَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِهَا ثُمَّ عُرِضَتْ عَلَىَّ طَرِيْقٌ عَنْ يَّمِيْنِىْ فَسَلَكْتُهَا حَتّٰى اِذَا انْتَهَيْتُ اِلٰى جَبَلٍ زَلَقٍ فَاَخَذَ بِيَدِىْ فَزَجَلَ بِىْ فَاِذَا اَنَا عَلٰى ذُرْوَتِهٖ فَلَمْ اَتَقَارَّ وَلَمْ اَتَمَاسَكْ وَاِذَا عَمُوْدٌ مِّنْ حَدِيْدٍ فِىْ ذُرْوَتِهٖ حَلْقَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَاَخَذَ بِيَدِىْ فَزَجَلَ بِىْ حَتّٰى اَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقَالَ اسْتَمْسَكْتَ قُلْتُ نَعَمْ فَضَرَبَ الْعَمُوْدَ بِرِجْلِهٖ فَاسْتَمْسَكْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقَالَ قَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتَ خَيْرًا اَمَّا الْمَنْهَجُ الْعَظِيْمُ فَالْمَحْشَرُ وَاَمَّا الطَّرِيْقُ الَّتِىْ عُرِضَتْ عَنْ يَّسَارِكَ فَطَرِيْقُ اَهْلِ النَّارِ وَلَسْتَ مِنْ اَهْلِهَا وَاَمَّا الطَّرِيْقُ الَّتِىْ عُرِضَتْ عَنْ يَّمِيْنِكَ فَطَرِيْقُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَمَّا الْجَبَلُ الزَّلَقُ فَمَنْزِلُ الشُّهَدَاءِ وَاَمَّا الْعُرْوَةُ الَّتِى اسْتَمْسَكْتَ بِهَا فَعُرْوَةُ الْاِسْلَامِ فَاسْتَمْسِكْ بِهَا حَتّٰى تَمُوْتَ فَاَنَا اَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَاِذَا هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ

◆◆ خرشہ بن حر بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ آیا' تو مسجد نبوی میں کچھ عمر رسیدہ لوگوں کے پاس آ کر بیٹھا اسی دوران ایک عمر رسیدہ شخص آیا جو اپنے عصا پر ٹیک لگائے ہوئے آ رہا تھا' تو حاضرین نے کہا: جو شخص یہ بات پسند کرتا ہو کہ وہ کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے' تو وہ ان صاحب کو دیکھ لے' وہ صاحب آئے اور ستون کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی میں اٹھ کر ان کی طرف گیا میں نے ان سے کہا حاضرین میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے' تو وہ صاحب بولے: ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جنت اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہ جسے چاہے اس میں داخل کر دیتا ہے میں نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک خواب دیکھا میں نے دیکھا گویا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور بولا: تم میرے ساتھ چلو! تو میں اس کے ساتھ چل پڑا وہ مجھے لے کر ایک بڑے راستے پر آ گیا پھر میرے سامنے میرے بائیں طرف ایک راستہ رکھا گیا' میں نے اس پر چلنے کا ارادہ کیا' تو وہ بولا: تم اس کے اہل نہیں ہو۔

پھر میرے سامنے میرے دائیں طرف ایک اور راستہ پیش کیا گیا' میں اس پر چل پڑا یہاں تک کہ میں ایسے پہاڑ کے پاس آیا

3920 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6333

جس پر چڑھتے ہوئے پاؤں پھسلتے ہیں۔

تو اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے پھینکا تو میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ چکا تھا ابھی میں وہاں سیدھا کھڑا نہیں ہوا تھا اور اپنے قدم نہیں جمائے تھے کہ لوہے کا ایک ستون سامنے آیا جس کے اوپر کے سرے پر سونے کا بنا ہوا چھلا لگا ہوا تھا۔

اس نے پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے پھینکا تو میں نے اس کے کنارے کو پکڑ لیا۔ اس نے دریافت کیا: تم نے اسے پکڑ لیا ہے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ اس نے اس ستون کو ٹھوکر ماری' لیکن میں نے اس ستون کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔

وہ بزرگ بیان کرتے ہیں: میں نے یہ خواب نبی اکرم ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اچھی چیز دیکھی ہے جہاں تک بڑے راستے کا تعلق ہے' تو وہ میدان محشر تھا جہاں تک اس راستے کا تعلق ہے' جو تمہارے بائیں طرف سامنے آیا تھا' تو وہ اہل جہنم کا طریقہ تھا' لیکن تم اس کے اہل نہیں تھے جہاں تک اس راستے کا تعلق ہے' جو تمہارے دائیں طرف سامنے آیا تھا' تو وہ اہل جنت کا طریقہ تھا۔ جہاں تک پھسلن والے پہاڑ کا تعلق ہے' تو وہ شہداء کا مقام تھا۔ جہاں تک اس رسی کا تعلق ہے' جسے تم نے مضبوطی سے تھاما تھا' تو وہ اسلام ہے تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو! یہاں تک کہ تمہارا انتقال ہو جائے مجھے یہ امید ہے کہ تم جنتی ہو۔

(راوی کہتے ہیں:) وہ صاحب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے۔

3921 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدَةُ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ فِى الْمَنَامِ اَنِّىْ اُهَاجِرُ مِنْ مَّكَّةَ اِلٰى اَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِىْ اِلٰى اَنَّهَا يَمَامَةُ اَوْ هَجَرُ فَاِذَا هِىَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ وَرَاَيْتُ فِىْ رُؤْيَاىَ هٰذِهِ اَنِّىْ هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِيْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهُ فَعَادَ اَحْسَنَ مَا كَانَ فَاِذَا هُوَ مَا جَآءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَاَيْتُ فِيْهَا اَيْضًا بَقَرًا وَّاللّٰهُ خَيْرٌ فَاِذَا هُمُ النَّفَرُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّاِذَا الْخَيْرُ مَا جَآءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْخَيْرِ بَعْدُ وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِىْ اٰتَانَا اللّٰهُ بِهٖ يَوْمَ بَدْرٍ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ہجرت کر کے ایک ایسی سرزمین کی طرف گیا ہوں جہاں کھجوروں کے باغات ہیں' تو میرا دھیان اس طرف گیا کہ اس سے مراد یمامہ یا ہجر ہو سکتے ہیں' لیکن وہ مدینہ تھا جسے یثرب کہا جاتا تھا۔

اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار لہرائی تو اس کے آگے والا حصہ ٹوٹ گیا اس سے مراد وہ مصیبت تھی جو غزوۂ اُحد کے موقع پر اہل ایمان کو لاحق ہوئی۔

پھر میں نے اسے لہرایا تو وہ دوبارہ سے پہلے سے زیادہ بہتر شکل میں آ گئی تو اس سے مراد وہ فتح اور اہل ایمان کا اجتماع ہے' جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا۔

3921 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3622' ورقم الحدیث: 3987' ورقم الحدیث: 4081' ورقم الحدیث: 7035' ورقم الحدیث: 7041' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5893

میں نے خواب میں ایک گائے کو دیکھا' ویسے اللہ تعالیٰ کی ذات بھلائی کو عطا کرنے والی ہے' تو اس سے مراد اہل ایمان کا وہ گروہ ہے (جو غزوۂ اُحد کے موقع پر شہید ہوا) اور یہاں بھلائی سے مراد وہ بھلائی ہے' جو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد عطا کی اور سچائی کا وہ ثواب ہے' جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں غزوۂ بدر کے موقع پر عطا کیا تھا"۔

3922- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ فِىْ يَدِىْ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَنَفَخْتُهُمَا فَاَوَّلْتُهُمَا هٰذَيْنِ الْكَذَّابَيْنِ مُسَيْلِمَةَ وَالْعَنْسِىَّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"میں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے بنے ہوئے دو کنگن دیکھے، میں نے ان پر پھونک ماری (تو وہ ختم ہو گئے) میں نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ ان دو سے مراد نبوت کے دو جھوٹے دعویدار ہوں گے یعنی مسیلمہ اور عنسی"۔

3923- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ قَابُوْسَ قَالَ قَالَتْ اُمُّ الْفَضْلِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُ كَاَنَّ فِىْ بَيْتِىْ عُضْوًا مِنْ اَعْضَائِكَ قَالَ خَيْرًا رَاَيْتِ تَلِدُ فَاطِمَةُ غُلَامًا فَتُرْضِعِيهِ فَوَلَدَتْ حُسَيْنًا اَوْ حَسَنًا فَاَرْضَعَتْهُ بِلَبَنِ قُثَمٍ قَالَتْ فَجِئْتُ بِهِ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِىْ حَجْرِهِ فَبَالَ فَضَرَبْتُ كَتِفَهُ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْجَعْتِ ابْنِىْ رَحِمَكِ اللّٰهُ

◆◆ قابوس بیان کرتے ہیں' سیدہ اُم فضل رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عضو ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم نے اچھا خواب دیکھا ہے، فاطمہ کے ہاں بچے کی پیدائش ہوگی تم اسے دودھ پلاؤ گی"۔

پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے' تو سیدہ اُم فضل رضی اللہ عنہا نے حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ انہیں بھی دودھ پلایا، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں اس بچے کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، میں نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بٹھایا تو اس نے پیشاب کر دیا، میں نے اس کے کندھے پہ ہاتھ مارا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم نے میرے بیٹے کو تکلیف پہنچائی ہے، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے"۔

3924- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ اَخْبَرَنِىْ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِىْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ اَخْبَرَنِىْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رُؤْيَا النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ امْرَاَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّاْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى قَامَتْ بِالْمَهْيَعَةِ وَهِىَ الْجُحْفَةُ فَاَوَّلْتُهَا وَبَاءً بِالْمَدِيْنَةِ فَنُقِلَ اِلَى الْجُحْفَةِ

3922: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3924 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7038' ورقم الحدیث: 7039' ورقم الحدیث: 7040' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 2290

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) میں نے ایک سیاہ فام عورت کو خواب میں دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے وہ مدینہ منورہ سے نکلی اور مہیعہ' جو جحفہ میں ہے وہاں جا کر وہاں کھڑی ہوگئی' تو میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ یہ مدینہ کی وباء ہے' جو جحفہ منتقل کر دی گئی ہے۔

3925- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ بَلِيٍّ قَدِمَا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ إِسْلَامُهُمَا جَمِيعًا فَكَانَ أَحَدُهُمَا أَشَدَّ اجْتِهَادًا مِنَ الْآخَرِ فَغَزَا الْمُجْتَهِدُ مِنْهُمَا فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ مَكَثَ الْآخَرُ بَعْدَهُ سَنَةً ثُمَّ تُوُفِّيَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ بَيْنَا أَنَا عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ إِذَا أَنَا بِهِمَا فَخَرَجَ خَارِجٌ مِنَ الْجَنَّةِ فَأَذِنَ لِلَّذِي تُوُفِّيَ الْآخِرَ مِنْهُمَا ثُمَّ خَرَجَ فَأَذِنَ لِلَّذِي اسْتُشْهِدَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ فَقَالَ ارْجِعْ فَإِنَّكَ لَمْ يَأْنِ لَكَ بَعْدُ فَأَصْبَحَ طَلْحَةُ يُحَدِّثُ بِهِ النَّاسَ فَعَجِبُوا لِذٰلِكَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثُوهُ الْحَدِيثَ فَقَالَ مِنْ أَيِّ ذٰلِكَ تَعْجَبُونَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا كَانَ أَشَدَّ الرَّجُلَيْنِ اجْتِهَادًا ثُمَّ اسْتُشْهِدَ وَدَخَلَ هٰذَا الْآخِرُ الْجَنَّةَ قَبْلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ قَدْ مَكَثَ هٰذَا بَعْدَهُ سَنَةً قَالُوا بَلٰى قَالَ وَأَدْرَكَ رَمَضَانَ فَصَامَ وَصَلّٰى كَذَا وَكَذَا مِنْ سَجْدَةٍ فِي السَّنَةِ قَالُوا بَلٰى قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا بَيْنَهُمَا أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "بلی" کے مقام سے تعلق رکھنے والے دو افراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان دونوں نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا، ان میں سے ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ کوشش کرنے والا تھا تو ان میں سے جو زیادہ کوشش کرنے والا تھا وہ شہید ہوگیا، اس کے بعد دوسرا شخص ایک سال زندہ رہا، پھر اس کا بھی انتقال ہو گیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا میں جنت کے دروازے کے پاس ہوں' تو ان دونوں میں سے جو شخص بعد میں فوت ہوا تھا اسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملی (وہ اندر گیا) پھر وہ باہر آیا پھر اس شخص کو اجازت ملی جو شہید ہوا تھا پھر وہ میرے پاس واپس آیا اور بولا: تم واپس چلے جاؤ ابھی تمہارا وقت نہیں آیا۔

اگلے دن حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو یہ خواب سنایا تو لوگ اس پر بڑے حیران ہوئے، اس بات کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مل گئی، لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم لوگ کس بات پر حیران ہو رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں سے جو شخص زیادہ کوشش کرنے والا تھا اور جو شہید ہوا تھا دوسرا شخص اس سے پہلے جنت میں داخل ہوگیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا یہ دوسرا شخص اس کے بعد ایک سال تک زندہ نہیں رہا؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں،

3925: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو اس شخص نے رمضان کا مہینہ پایا اس میں روزے رکھے، نماز ادا کی تو سال بھر میں اس نے اتنی اتنی نماز ادا کی ہے؟

لوگوں نے عرض کی: جی ہاں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو ان دونوں کے درمیان اس سے زیادہ فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

3926 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْهُذَلِيُّ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْرَهُ الْغُلَّ وَأُحِبُّ الْقَيْدَ الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّينِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''(میں خواب میں) طوق دیکھنے کو ناپسند کرتا ہوں اور بیڑی دیکھنے کو پسند کرتا ہوں کیونکہ بیڑی سے مراد دین میں ثابت قدم رہنا ہے''۔

3926: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

كِتَابُ الْفِتَنِ
یہ کتاب فتنوں کے بیان میں ہے

فتنوں سے بچتے رہنے کے حکم کا بیان

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ. (الانفال، ۲۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور اس عذاب سے ڈرتے رہو جو صرف ان ہی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں اور یقین رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

ظالموں پر عذاب ہونے کے سبب دوسروں پر بھی عذاب ہونے کا بیان

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس بات سے ڈرایا تھا کہ ابن آدم اور ان کے دلوں کے درمیان اللہ حائل ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتنوں، آزمائشوں اور عذاب سے ڈرایا ہے کہ اگر ظالموں پر عذاب نازل ہوا تو وہ صرف ظالموں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ تم سب پر نازل ہوگا اور نیک لوگوں اور بدکاروں سب پر یہ عذاب نازل ہوگا۔

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے درمیان بدکاروں کو نہ رہنے دیں ورنہ اللہ تعالیٰ سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔ (جامع البیان ج 7، ص 288، رقم الحدیث: 12345، مطبوعہ دارالفکر بیروت، 1415ھ)

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زوجہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گھبرائے ہوئے باہر نکلے آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا۔ آپ فرما رہے تھے عرب والوں کے لیے اس شر سے ہلاکت ہو جو قریب آ پہنچا ہے، آج کا دن یاجوج ماجوج کے سوراخ کی وجہ سے فتح کرلیا گیا ہے، پھر آپ نے انگوٹھے اور انگشت شہادت کو ملا کر حلقہ بنایا اور فرمایا اس کی مثل۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک کردیے جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں! جب بدکاری بہت زیادہ ہو جائے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث، 3346۔ صحیح مسلم الفتن 2 (2880) 7104۔ سنن الترمذی رقم الحدیث 2187۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 3953، السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: 11311)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کی حدود قائم کرنے والے اور اللہ کی حدود کی خلاف ورزی کرنے والے (ترمذی کی روایت میں ہے اللہ کی حدود نافذ کرنے میں سستی اور نرمی کرنے والے) کی مثال اس طرح ہے کہ ایک قوم نے کشتی میں بیٹھنے کے لیے قرعہ اندازی کی، بعض لوگوں کے نام اوپر کی منزل کا قرعہ نکلا

اور بعض لوگوں کے نام نچلی منزل کا۔ نچلی منزل والے پانی لینے کے لیے اوپر کی منزل پر گئے پھر انہوں نے کہا کہ اگر ہم کشتی کے پیندے میں سوراخ کر کے سمندر سے پانی لے لیں تو اوپر کی منزل والوں کو زحمت نہیں ہوگی۔ اگر اوپر کی منزل والوں نے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لیے چھوڑ دیا تو سب ڈوب کر ہلاک ہو جائیں گے اور اگر انہوں نے ان کے ہاتھوں کو سوراخ کرنے سے روک دیا تو وہ بھی نجات پالیں گے اور نچلی منزل والے بھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:2493،2686۔ سنن الترمذی رقم الحدیث:2180۔ صحیح ابن حبان ج 1، رقم الحدیث:297۔ مسند احمد ج 6، رقم الحدیث:18389 طبع جدید۔ مسند احمد ج 4، ص 268۔270۔273 طبع قدیم۔ سنن کبری للبیہقی، ج 10، ص 91،288)

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم میں گناہوں کے کام کیے جا رہے ہوں اور وہ ان گناہوں کو مٹانے کی قدرت رکھتے ہوں اور پھر نہ مٹائیں تو اللہ ان کو مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند حسن ہے۔ (صحیح ابن حبان ج 1، رقم الحدیث:300۔ سنن ابو داؤد ج 3، رقم الحدیث:4339۔ سنن ابن ماجہ ج 2، رقم الحدیث:4009۔ مسند احمد ج 4، ص 364۔366 طبع قدیم۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج 2، رقم الحدیث:2382،2383، ایک روایت میں ہے کہ جس قوم میں گناہ کیے جائیں، وہ قوم زیادہ اور غالب ہو پھر بھی مداہنت کرے اور خاموش رہے اور برائی کو بدلنے کی کوشش نہ کرے تو پھر ان سب پر عذاب آئے گا۔ المعجم الکبیر ج 2، رقم الحدیث:2380۔2381۔2385۔ مسند احمد ج 4، ص 361۔363 طبع قدیم۔ سنن کبری للبیہقی، ج 10، ص 91)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے انصاف کی بات بیان کی جائے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن ترمذی، ج 4، رقم الحدیث:2181۔ سنن ابو داؤد ج 3، رقم الحدیث:4344۔ سنن ابن ماجہ ج 2، رقم الحدیث:4011۔ مسند البزار رقم الحدیث:3313۔ مجمع الزوائد ج 7، ص 272)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی 279 ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بنو اسرائیل میں سب سے پہلی خرابی یہ واقع ہوئی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے ملاقات کر کے یہ کہتا اے شخص! اللہ سے ڈر، اور جو کام تو کر رہا ہے اس کو چھوڑ دے، کیونکہ یہ کام تیرے لیے جائز نہیں ہے۔ پھر جب دوسرے دن اس سے ملاقات کرتا، تو اس کا وہ کام اس کو اس کے ساتھ کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے سے منع نہ کرتا۔ جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک جیسے کر دیے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بنو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا، ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو وہ کرتے تھے اور جو کچھ وہ کرتے تھے وہ بہت برا کام تھا۔ (المائدہ 78۔79)۔ پھر آپ نے فرمایا ہرگز نہیں! بہ خدا تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا اور تم ضرور ظلم کرنے والے کے ہاتھوں کو پکڑ لینا، اور تم اس کو ضرور حق پر عمل کے لیے مجبور کرنا، ورنہ اللہ تمہارے دل بھی ایک جیسے کر دے گا پھر تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر

لعنت کی تھی۔ (سنن ابوداود ج 3، رقم الحدیث: 4336، 4337۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے، سنن ترمذی، ج 5، رقم الحدیث: 3058، 3059۔ سنن ابن ماجہ ج 2، رقم الحدیث 4006۔ مسند احمد ج 1 ص 391 طبع قدیم، امام احمد کی سند میں انقطاع ہے اس لیے یہ سند ضعیف ہے، مسند احمد تحقیق احمد شاکر، ج 4، رقم الحدیث: 3713 طبع دار الحدیث قاہرہ۔ المعجم الاوسط ج 1، رقم الحدیث: 523، حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ امام طبرانی کی سند کے تمام راوی صحیح ہیں، مجمع الزوائد ج 7 ص 269)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، ان کے اسی قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ (الآیہ) (المائدہ: 64)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو جو لوگ بھی اس قوم میں ہوں، ان سب کو عذاب پہنچتا ہے پھر ان کو ان کے اعمال کے مطابق اٹھایا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 7109، صحیح مسلم صفۃ الجنۃ 84 (2879) 7101)

بدکاروں کے گناہوں کی وجہ سے نیکوکاروں کو عذاب کیوں ہوگا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے۔ ولا تزر وازرة وزر اخرى: اور کوئی بوجھ اٹھانے والے کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا "(الانعام: 164)

"كل نفس بما كسبت رهينة: ہر نفس اپنے عمل کے بدلے میں گروی ہے "(المدثر: 38)

"لها ما كسبت و عليها ما اكتسبت، اس نے جو نیک کام کیا اس کا فائدہ صرف اسی کو ہے، اور اس نے جو برا کام کیا اس کا ضرر صرف اسی کو ہے۔ (البقرہ: 286)

ان آیات کا تقاضا یہ ہے کہ کسی شخص سے دوسرے کے گناہوں پر گرفت نہیں کی جائے گی اور دوسرے کے گناہوں کا کسی شخص کو عذاب نہیں ہوگا، اور مذکور الصدر احادیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جب عذاب آئے گا تو وہ بدکاروں کے ساتھ نیک لوگوں کو بھی ہوگا اور زیر تفسیر آیت بھی یہی منشاء ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب لوگ کسی برائی کو دیکھیں تو ہر دیکھنے والے پر فرض ہے کہ وہ اس برائی کو مٹائے یا اس برائی پر ٹوکے اور ملامت کرے ورنہ کم از کم اس کو دل سے برا جانے اور وہ ان لوگوں سے ناراض ہو اور ان سے محبت کا تعلق نہ رکھے، اور جب نیک لوگ ایسا نہیں کریں گے تو وہ گنہ گار ہوں گے اور عذاب الہٰی کے مستحق ہوں گے۔

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ نے ایک فرشتہ کی طرف وحی کی کہ فلاں فلاں بستی والوں پر ان کی بستی کو الٹ دو، اس نے کہا اس بستی میں ایک بندہ ہے جس نے ایک پل بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ نے فرمایا اس بستی کو اس شخص پر اور اس بستی والوں پر الٹ دو کیونکہ میری وجہ سے اس شخص کا چہرہ ایک دن بھی غصہ سے متغیر نہیں ہوا۔ اس حدیث کے دو راویوں کی تضعیف کی گئی ہے، لیکن ابن المبارک اور ابو حاتم نے ان کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج 7 ص 270۔ المعجم الاوسط ج 8، رقم الحدیث: 7657، مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض، 1415ھ)

بَابُ الْكَفِّ عَمَّنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

یہ باب ہے کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ پڑھ لے اس (کو قتل کرنے سے) رک جانا

3927- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَآئَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک قتال کرتا رہوں جب تک وہ یہ اعتراف نہیں کر لیتے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے جب وہ یہ اعتراف کر لیں گے تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کر لیں گے البتہ ان کے حق کا حکم مختلف ہے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا''۔

3928- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَآئَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک لڑائی کرتا رہوں جب تک وہ یہ اعتراف نہیں کر لیتے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں جب وہ یہ اعتراف کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو وہ مجھ سے اپنی جانیں اور اموال محفوظ کر لیں گے البتہ ان کے حق کا حکم مختلف ہے اور ان لوگوں کا حساب اللہ کے ذمے ہو گا''۔

3929- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِىُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اَبِىْ صَغِيْرَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ اَنَّ عَمْرَو بْنَ اَوْسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ اَوْسًا اَخْبَرَهُ قَالَ اِنَّا لَقُعُوْدٌ عِنْدَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُصُّ عَلَيْنَا وَيُذَكِّرُنَا اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَسَارَّهُ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبُوْا بِهٖ فَاقْتُلُوْهُ فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ دَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ تَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبُوْا فَخَلُّوْا

3927: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2640' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2606' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3986' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 127

3928: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 127' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3987

3929: اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3991' ورقم الحدیث: 3992' ورقم الحدیث: 3993' ورقم الحدیث: 3994

سَبِيلَهُ فَإِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ حَرُمَ عَلَيَّ دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ

حضرت اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں واقعات سناتے ہوئے ہمیں وعظ ونصیحت کر رہے تھے اسی دوران ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے سرگوشی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے لے جا کر قتل کر دو! جب وہ شخص مڑکر واپس جانے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلوایا اور دریافت کیا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ جاؤ اور اسے چھوڑ دو' کیونکہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے' میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک قتال کروں جب تک وہ یہ اعتراف نہیں کر لیتے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے جب وہ ایسا کریں گے' تو ان کی جانیں اور ان کے اموال میرے لیے قابل احترام ہو جائیں گے۔

3930 - حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ السُّمَيْطِ بْنِ السُّمَيْرِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ قَالَ أَتَى نَافِعُ بْنُ الْأَزْرَقِ وَأَصْحَابُهُ فَقَالُوا هَلَكْتَ يَا عِمْرَانُ قَالَ مَا هَلَكْتُ قَالُوا بَلَى قَالَ مَا الَّذِي أَهْلَكَنِي قَالُوا قَالَ اللَّهُ (وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ) قَالَ قَدْ قَاتَلْنَاهُمْ حَتَّى نَفَيْنَاهُمْ فَكَانَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ إِنْ شِئْتُمْ حَدَّثْتُكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا وَأَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ بَعَثَ جَيْشًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ فَلَمَّا لَقُوهُمْ قَاتَلُوهُمْ قِتَالًا شَدِيدًا فَمَنَحُوهُمْ أَكْتَافَهُمْ فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنْ لُحْمَتِي عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بِالرُّمْحِ فَلَمَّا غَشِيَهُ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنِّي مُسْلِمٌ فَطَعَنَهُ فَقَتَلَهُ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتُ قَالَ وَمَا الَّذِي صَنَعْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي صَنَعَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ بَطْنِهِ فَعَلِمْتَ مَا فِي قَلْبِهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ شَقَقْتُ بَطْنَهُ لَكُنْتُ أَعْلَمُ مَا فِي قَلْبِهِ قَالَ فَلَا أَنْتَ قَبِلْتَ مَا تَكَلَّمَ بِهِ وَلَا أَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِي قَلْبِهِ قَالَ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى مَاتَ فَدَفَنَّاهُ فَأَصْبَحَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ فَقَالُوا لَعَلَّ عَدُوًّا نَبَشَهُ فَدَفَنَّاهُ ثُمَّ أَمَرْنَا غِلْمَانَنَا يَحْرُسُونَهُ فَأَصْبَحَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ فَقُلْنَا لَعَلَّ الْغِلْمَانَ نَعَسُوا فَدَفَنَّاهُ ثُمَّ حَرَسْنَاهُ بِأَنْفُسِنَا فَأَصْبَحَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ فَأَلْقَيْنَاهُ فِي بَعْضِ تِلْكَ الشِّعَابِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نافع بن ازرق اور ان کے ساتھی آئے اور بولے: اے عمران! آپ ہلاکت کا شکار ہو گئے ہیں، حضرت عمران رضی اللہ عنہ بولے: میں ہلاکت کا شکار نہیں ہوا، ان لوگوں نے کہا جی ہاں، حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کس چیز نے مجھے ہلاکت کا شکار کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔

''اور تم ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے''۔

3930: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ انہیں ملک بدر کر دیا اور دین اللہ تعالیٰ کے لیے مکمل طور پر مخصوص ہو گیا۔

اگر تم چاہو تو میں تم لوگوں کو حدیث سناتا ہوں جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہے، ان لوگوں نے دریافت کیا: کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دے کر یہ بات بیان کرتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کا ایک لشکر مشرکین کی طرف روانہ کیا، جب ان لوگوں کا ان مشرکین سے سامنا ہوا تو انہوں نے ان کے ساتھ شدید جنگ کی، یہاں تک کہ مشرکین کے قدم اکھاڑ دیے۔

میرے پاس موجود ایک شخص نے مشرکین سے تعلق رکھنے والے ایک فرد پر نیزے کے ذریعے حملہ کیا، جب وہ شخص اس مشرک پر غالب آ گیا تو اس مشرک نے کہا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، میں مسلمان ہوں لیکن اس شخص نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا۔

پھر وہ شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ہلاکت کا شکار ہو گیا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم نے کیا کیا ہے؟ یہ مکالمہ ایک یا شاید دو مرتبہ ہوا پھر اس شخص نے بتایا جو اس نے کیا ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، تم نے اس کا پیٹ کیوں نہیں چیر دیا تا کہ تمہیں پتہ چل جاتا کہ اس کے دل میں کیا ہے؟

اس شخص نے عرض کی: اگر میں اس کا دل چیر لیتا تو کیا میں یہ بات جان لیتا کہ اس کے دل میں کیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس نے جو کلام کیا ہے تم نے اسے قبول کیوں نہیں کیا، جب کہ تمہیں اس بارے میں پتہ ہی نہیں ہے کہ اس کے دل میں کیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے حوالے سے کچھ دیر خاموش رہے۔

کچھ ہی دن گزرنے کے بعد وہ شخص فوت ہو گیا، ہم نے اسے دفن کر دیا تو اگلے دن پھر وہ زمین کے اوپر موجود تھا، لوگوں نے کہا: شاید کسی دشمن نے اس کی قبر کو اکھاڑ دیا، دوبارہ دفن کیا، پھر ہم نے اپنے لڑکوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس کی حفاظت کرتے رہیں، اگلے دن وہ پھر زمین کے اوپر پڑا ہوا تھا۔

ہم نے سوچا شاید لڑکے سو گئے ہوں گے، ہم نے اسے پھر دفن کر دیا۔

پھر ہم خود اس کی حفاظت کرتے رہے، اگلے دن وہ پھر زمین پر پڑا ہوا تھا، تو ہم نے اسے ایک گھاٹی میں پھینک دیا۔

3930م- حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ حَفْصٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ السُّمَيْطِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَحَمَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ فَنَبَذَتْهُ الْأَرْضُ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِنَّ الْأَرْضَ لَتَقْبَلُ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِّنْهُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَحَبَّ أَنْ يُّرِيَكُمْ تَعْظِيمَ حُرْمَةِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا، مسلمانوں سے تعلق رکھنے

والے ایک فرد نے مشرکین سے تعلق رکھنے والے ایک شخص پر حملہ کیا (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

یہاں راوی نے یہ الفاظ مزید نقل کیے ہیں، زمین نے اسے باہر پھینک دیا، جب نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں بتایا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"زمین ایسے شخص کو بھی قبول کرلیتی ہے جو اس سے زیادہ برا ہو لیکن اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ وہ تمہیں "لا الٰہ الا اللہ" کی حرمت کی تعظیم دکھا دے"۔

بَاب حُرْمَةِ دَمِ الْمُؤْمِنِ وَمَالِهِ

یہ باب بندہ مومن کی جان اور مال کی حرمت میں ہے

3931 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَلَا إِنَّ أَحْرَمَ الْأَيَّامِ يَوْمُكُمْ هَذَا أَلَا وَإِنَّ أَحْرَمَ الشُّهُورِ شَهْرُكُمْ هَذَا أَلَا وَإِنَّ أَحْرَمَ الْبَلَدِ بَلَدُكُمْ هَذَا أَلَا وَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔

"خبردار! دنوں میں سب سے زیادہ قابل احترام دن تمہارا یہ دن ہے اور خبردار! مہینوں میں سب سے زیادہ قابل احترام تمہارا یہ مہینہ ہے اور خبردار! شہروں میں سب سے زیادہ قابل احترام تمہارا یہ شہر ہے، خبردار! تمہاری جانیں اور تمہارے مال تمہارے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح آج کا یہ دن اس مہینے میں، اس شہر میں قابل احترام ہے، یاد رکھنا، کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟"

لوگوں نے عرض کی: جی ہاں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔

3932 - حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ أَبِي ضَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَيْسٍ النَّصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ وَيَقُولُ مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حُرْمَةً مِنْكِ مَالِهِ وَدَمِهِ وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے دوران یہ

3931: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3932: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

فرماتے ہوئے سنا۔

''تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے، تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے، اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندہ مومن کی حرمت تیری حرمت سے زیادہ ہے، بندہ مومن کا مال اور اس کی جان (تجھ سے زیادہ) قابل احترام ہے اور ہم بندہ مومن کے بارے میں صرف بھلائی کا گمان رکھتے ہیں''۔

3933- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ وَيُونُسُ بْنُ يَحْيَى جَمِيعًا عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہر مسلمان کی جان، مال اور عزت دوسرے مسلمان کے لیے قابل احترام ہیں''۔

3934- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ أَبِي هَانِئٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ الْجَنْبِيِّ أَنَّ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوبَ

◄► حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مومن وہ ہے جس کے حوالے سے لوگ اپنی جان اور مال کے بارے محفوظ رہیں اور مہاجر وہ شخص ہے جو خطاؤں اور گناہوں سے لاتعلق ہو جائے''۔

بَاب النَّهْيِ عَنِ النُّهْبَةِ

یہ باب ڈاکہ زنی کی ممانعت میں ہے

3935- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً مَشْهُورَةً فَلَيْسَ مِنَّا

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کھلم کھلا ڈاکہ ڈالے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے''۔

3936- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ

3933: اخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 6487 ورقم الحديث: 6488 اخرجه ابن ماجه في "السنن" رقم الحديث: 4213

3934: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَنْتَهِبُ نُهْبَةً یَرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْهِ اَبْصَارَهُمْ حِیْنَ یَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''زنا کرنے والا زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا اور شراب پینے والا شراب پیتے وقت مومن نہیں ہوتا، چوری کرنے والا چوری کرتے وقت مومن نہیں ہوتا، ڈاکہ ڈالنے والا' جبکہ لوگ اسے دیکھ رہے ہوں' وہ ڈاکہ ڈالتے وقت مومن نہیں ہوتا''۔

3937 - حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً فَلَیْسَ مِنَّا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص ڈاکہ ڈالتا ہے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں''۔

3938 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ اَصَبْنَا غَنَمًا لِلْعَدُوِّ فَانْتَهَبْنَاهَا فَنَصَبْنَا قُدُوْرَنَا فَمَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُوْرِ فَاَمَرَ بِهَا فَاُكْفِئَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ النُّهْبَةَ لَا تَحِلُّ

حضرت ثعلبہ بن حکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے دشمن کی کچھ بکریاں پکڑلیں، ہم نے ان پر ڈاکہ ڈالا، ہم نے ان کی ہنڈیا بنانا شروع کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنڈیا کے پاس سے گزرے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں پتہ چلا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت ان کو الٹا دیا گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ڈاکہ زنی کے نتیجے میں حاصل ہونے والا مال حلال نہیں ہے''۔

قتل سے متعلق فقہی احکام کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔ فرمان ہے کہ حضرت آدم کے اس لڑکے کے قتل بیجا کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل سے صاف فرمادیا ان کی کتاب میں لکھ دیا اور ان کیلئے اس حکم کو حکم شرعی کردیا کہ "جو شخص کسی ایک کو بلاوجہ مار ڈالے نہ اس نے کسی کو قتل کیا تھا نہ

3936 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2475' ورقم الحدیث: 5578' ورقم الحدیث: 6772' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 200' ورقم الحدیث: 201' ورقم الحدیث: 202

3937 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2581' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1123' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 3592' ورقم الحدیث 3335

3938' اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اس نے زمین میں فساد پھیلایا تھا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا، اس لئے کہ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق یکساں ہے اور جو کسی بیقصور شخص کے قتل سے باز رہے اسے حرام جانے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندگی، اس لئے کہ یہ سب لوگ اس طرح سلامتی کے ساتھ رہیں گے"۔

امیر المومنین حضرت عثمان کو جب باغی گھیر لیتے ہیں، تو حضرت ابو ہریرہ ان کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں میں آپ کی طرف داری میں آپ کے مخالفین سے لڑنے کیلئے آیا ہوں، آپ ملاحظہ فرمائیے کہ اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے، یہ سن کر معصوم خلیفہ نے فرمایا، کیا تم اس بات پر آمادہ ہو کہ سب لوگوں کو قتل کر دو، جن میں ایک میں بھی ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا نہیں نہیں، فرمایا سنو ایک کو قتل کرنا ایسا برا ہے جیسے سب کو قتل کرنا۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ، میری یہی خواہش ہے اللہ تمہیں اجر دے اور گناہ نہ دے، یہ سن کر آپ واپس چلے گئے اور نہ لڑے۔ مطلب یہ ہے کہ قتل کا اجر دنیا کی بربادی کا باعث ہے اور اس کی روک لوگوں کی زندگی کا سبب ہے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں "ایک مسلمان کا خون حلال کرنے والا تمام لوگوں کا قاتل ہے اور ایک مسلم کے خون کو بچانے والا تمام لوگوں کے خون کو گویا بچار ہا ہے"۔ ایک مسلمان کا خون حلال کرنے والا تمام لوگوں کا قاتل ہے اور ایک مسلم کے خون کو بچانے والا تمام لوگوں کے خون کو گویا بچار ہا ہے"۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور عادل مسلم بادشاہ کو قتل کرنے والے پر ساری دنیا کے انسانوں کے قتل کا گناہ ہے اور نبی اور امام عادل کے بازو کو مضبوط کرنا دنیا کو زندگی دینے کے مترادف ہے" (ابن جریر)

ایک اور روایت میں ہے کہ "ایک کو بیوجہ مار ڈالتے ہی جہنمی ہو جاتا ہے گویا سب کو مار ڈالا"۔ مجاہد فرماتے ہیں "مومن کو بیوجہ شرعی مار ڈالنے والا جہنمی دشمن رب، ملعون اور مستحق سزا ہو جاتا ہے، پھر اگر وہ سب لوگوں کو بھی مار ڈالتا تو اس سے زیادہ عذاب اسے اور کیا ہوتا؟ جو قتل سے رک جائے گویا کہ اس کی طرف سے سب کی زندگی محفوظ ہے"۔

عبدالرحمٰن فرماتے ہیں "ایک قتل کے بدلے ہی اس کا خون حلال ہو گیا، یہ نہیں کہ کئی ایک کو قتل کرے، جب ہی وہ قصاص کے قابل ہو، اور جو اسے زندگی دے یعنی قاتل کے ولی سے درگزر کرے اور اس نے گویا لوگوں کو زندگی دی"۔ اور یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس نے انسان کی جان بچائی مثلاً ڈوبتے کو نکال لیا، جلتے کو بچالیا، کسی کو ہلاکت سے ہٹالیا۔ مقصد لوگوں کو خون ناحق سے روکنا اور لوگوں کی خیر خواہی اور امن وامان پر آمادہ کرنا ہے۔

حضرت حسن سے پوچھا گیا کہ "کیا بنی اسرائیل جس طرح اس حکم کے مکلف تھے، ہم بھی ہیں، فرمایا ہاں یقیناً اللہ کی قسم! بنو اسرائیل کے خون اللہ کے نزدیک ہمارے خون سے زیادہ بوقعت نہ تھے، پس ایک شخص کا بےسبب قتل سب کے قتل کا بوجھ ہے اور ایک کی جان کے بچاؤ کا ثواب سب کو بچالینے کے برابر ہے"۔

ایک مرتبہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسی بات بتائیں کہ میری زندگی با آرام گزرے۔ آپ نے فرمایا کیا کسی کو مار ڈالنا تمہیں پسند ہے یا کسی کو بچالینا تمہیں محبوب ہے؟

جواب دیا بچالینا، فرمایا "بس اب اپنی اصلاح میں لگے رہو"۔ پھر فرماتا ہے ان کے پاس ہمارے رسول واضح دلیلیں اور روشن احکام اور کھلے معجزات لے کر آئے لیکن اس کے بعد بھی اکثر لوگ اپنی سرکشی اور دراز دستی سے باز نہ رہے۔ بنو قینقاع کے یہود و بنو قریظہ اور بنو نضیر وغیرہ کو دیکھ لیجئے کہ اوس اور خزرج کے ساتھ مل کر آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے تھے اور لڑائی کے بعد پھر قیدیوں کے فدیئے دے کر چھڑاتے تھے اور مقتول کی دیت ادا کرتے تھے۔ جس پر انہیں قرآن میں سمجھایا گیا کہ تم سے عہد یہ لیا گیا تھا کہ نہ تو اپنے والوں کے خون بہاؤ، نہ انہیں دیس سے نکالو لیکن تم نے باوجود پختہ اقرار اور مضبوط عہد پیمان کے اس کے خلاف کو فدیئے ادا کئے لیکن نکالنا بھی تو حرام تھا، اس کے کیا معنی کہ کسی حکم کو مانو اور کسی سے انکار کر، ایسے لوگوں کو سزا یہی ہے کہ دنیا میں رسوا اور ذلیل ہوں اور آخرت میں سخت تر عذابوں کا شکار ہوں، اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں۔ (محاربہ) کے معنی حکم کے خلاف کرنا، برعکس کرنا، مخالفت پر تل جانا ہیں۔ مراد اس سے کفر، ڈاکہ زنی، زمین میں شورش و فساد اور طرح طرح کی بدامنی پیدا کرنا ہے، یہاں تک کہ سلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سکے کو توڑ دینا بھی زمین میں فساد مچانا ہے۔

قرآن کی ایک اور آیت میں ہے جب وہ کسی اقتدار کے مالک ہو جاتے ہیں تو فساد پھیلا دیتے ہیں اور کھیت اور نسل کو ہلاک کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس میں یہ بھی ہے کہ جب ایسا شخص ان کاموں کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہونے سے پہلے ہی توبہ تلا کر لے تو پھر اس پر کوئی مواخذہ نہیں، برخلاف اس کے اگر مسلمان ان کاموں کو کرے اور بھاگ کر کفار میں جا ملے تو حد شرعی سے آزاد نہیں ہوتا۔ ابن عباس فرماتے ہیں "یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتری ہے، پھر ان میں سے جوئی مسلمان کے ہاتھ آ جانے سے پہلے توبہ کر لے تو جو حکم اس پر اس کے فعل کے باعث ثابت ہو چکا ہے وہ ٹل نہیں سکتا"۔ (تفسیر ابن کثیر، مائدہ، ۳۳)

فساد اور قتل وغارت کے احکام کا بیان

حضرت انس سے مروی ہے کہ اہل کتاب کے ایک گروہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہو گیا تھا لیکن انہوں نے اسے توڑ دیا اور فساد مچا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا کہ اگر آپ چاہیں تو انہیں قتل کر دیں، چاہیں تو الٹے سیدھے ہاتھ پاؤں کٹوا دیں۔

حضرت سعد فرماتے ہیں "یہ حروریہ خوارج کے بارے میں نازل ہوئی ہے"۔ صحیح یہ ہے کہ جو بھی اس فعل کا مرتکب ہو اس کیلئے یہ حکم ہے۔ چنانچہ بخاری مسلم میں ہے کہ "قبیلہ عکل کے آٹھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے ان سے فرمایا اگر تم چاہو تو ہمارے چرواہوں کے ساتھ چلے جاؤ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب تمہیں ملے گا چنانچہ یہ گئے اور جب ان کی بیماری جاتی رہی تو انہوں نے ان چرواہوں کو مار ڈالا اور اونٹ لے کر چلتے بنے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کو ان کے پیچھے دوڑایا کہ انہیں پکڑ لائیں، چنانچہ یہ گرفتار کئے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے۔ پھر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور دھوپ میں پڑے ہوئے تڑپ تڑپ کر مر گئے"۔ مسلم میں ہے یا تو یہ لوگ عکل کے تھے یا عرینہ کے۔ یہ پانی مانگتے تھے مگر انہیں پانی نہ دیا گیا نہ ان کے زخم دھوئے گئے۔ انہوں نے چوری بھی کی تھی

قتل بھی کیا تھا، ایمان کے بعد کفر بھی کیا تھا اور اللہ رسول سے لڑتے بھی تھے۔ انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں بھی پھیری تھیں، مدینے کی آب وہوا اس وقت درست نہ تھی، سرسام کی بیماری تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے بیس انصاری گھوڑ سوار بھیجے تھے اور ایک کھوجی تھا، جو نشان قدم دیکھ کر رہبری کرتا جاتا تھا۔ موت کے وقت ان کی پیاس کے مارے یہ حالت تھی کہ زمین چاٹ رہے تھے، انہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔

ایک مرتبہ حجاج نے حضرت انس سے سوال کیا کہ سب سے بڑی اور سب سے سخت سزا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو دی ہو، تم بیان کرو تو آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ لوگ بحرین سے آئے تھے، بیماری کی وجہ سے ان کے رنگ زرد پڑ گئے تھے اور پیٹ بڑھ گئے تھے تو آپ نے انہیں فرمایا کہ جاؤ اونٹوں میں رہو اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔ حضرت انس فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ حجاج نے تو اس روایت کو اپنے مظالم کی دلیل بنالی تب تو مجھے سخت ندامت ہوئی کہ میں نے اس سے یہ حدیث کیوں بیان کی؟ اور روایت میں ہے کہ ان میں سے چار شخص تو عرینہ قبیلے کے تھے اور تین عکل کے تھے، یہ سب تندرست ہو گئے تو یہ مرتد بن گئے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ راستے بھی انہوں نے بند کر دیے تھے اور زنا کار بھی تھے، جب یہ آئے تو اب سب کے پاس بوجہ فقیری پہننے کے کپڑے تک نہ تھے، یہ قتل وغارت کر کے بھاگ کر اپنے شہر کو جا رہے تھے۔ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ یہ اپنی قوم کے پاس پہنچنے والے تھے جو ہم نے انہیں جالیا۔ وہ پانی مانگتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، اب تو پانی کے بدلے جہنم کی آگ ملے گی۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آنکھوں میں سلائیاں پھیرنا اللہ کو ناپسند آیا، یہ حدیث ضعیف اور غریب ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو لشکر ان مرتدوں کے گرفتار کرنے کیلئے بھیجا گیا تھا، ان کے سردار حضرت جریر تھے۔ ہاں اس روایت میں یہ فقرہ بالکل منکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیرنا مکروہ رکھا۔

اس لئے کہ صحیح مسلم میں یہ موجود ہے کہ انہوں نے چرواہوں کے ساتھ بھی یہی کیا تھا، پس یہ اس کا بدلہ اور ان کا قصاص تھا جو انہوں نے ان کے ساتھ کیا تھا وہی ان کے ساتھ کیا گیا واللہ اعلم۔

اور روایت میں ہے کہ یہ لوگ بنو فزارہ کے تھے، اس واقعہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سزا کسی کو نہیں دی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام تھا، جس کا نام یسار تھا چونکہ یہ بڑے اچھے نمازی تھے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا تھا اور اپنے اونٹوں میں انہیں بھیج دیا تھا کہ یہ ان کی نگرانی رکھیں، انہی کو ان مرتدوں نے قتل کیا اور ان کی آنکھوں میں کانٹے گاڑ کر اونٹ لے کر بھاگ گئے، جو لشکر انہیں گرفتار کر کے لایا تھا، ان میں ایک شاہ زور حضرت کرز بن جابر فہری تھے۔ حافظ ابو بکر بن مردویہ نے اس روایت کے تمام طریقوں کو جمع کر دیا اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

ابو حمزہ عبدالکریم سے اونٹوں کے پیشاب کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ ان محاربین کا قصہ بیان فرماتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ یہ لوگ منافقانہ طور پر ایمان لائے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینے کی آب وہوا کی ناموافقت کی شکایت کی تھی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی دغابازی اور قتل وغارت اور ارتداد کا علم ہوا، تو آپ نے منادی کرائی کہ اللہ کے لشکریو اٹھ کھڑے ہو یہ آواز سنتے ہی مجاہدین کھڑے ہو گئے، بغیر اس کے کہ کوئی کسی کا انتظار کرے ان مرتد ڈاکوؤں اور باغیوں کے پیچھے دوڑے، خود

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو روانہ کر کے ان کے پیچھے چلے، وہ لوگ اپنی جائے امن میں پہنچتے ہی کو تھے کہ صحابہ نے انہیں گھیر لیا اور ان میں سے جتنے گرفتار ہو گئے، انہیں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا اور یہ آیت اتری، ان کی جلا وطنی یہی تھی کہ انہیں حکومت اسلام کی حدود سے خارج کر دیا گیا۔ پھر ان کو عبرتناک سزائیں دی گئیں، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے بھی اعضاء بدن سے جدا نہیں کرائے بلکہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہے، جانوروں کو بھی اس طرح کرنا منع ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ قتل کے بعد انہیں جلا دیا گیا، بعض کہتے ہیں یہ بنو سلیم کے لوگ تھے۔

بعض بزرگوں کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سزا انہیں دی وہ اللہ کو پسند نہ آئیں اور اس آیت سے اسے منسوخ کر دیا۔ ان کے نزدیک گویا اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سزا سے روکا گیا ہے۔ جیسے آیت (عفا الله عنك) میں اور بعض کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کرنے سے یعنی ہاتھ پاؤں کان ناک کاٹنے سے جو ممانعت فرمائی ہے، اس حدیث سے یہ سزا منسوخ ہو گئی لیکن یہ ذرا غور طلب ہے پھر یہ بھی سوال طلب امر ہے کہ ناسخ کی تاخیر کی دلیل کیا ہے؟ بعض کہتے ہیں حدود اسلام مقرر ہوں اس سے پہلے کا یہ واقعہ ہے لیکن یہ بھی کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا، بلکہ حدود کے تقرر کے بعد کا واقعہ معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس حدیث کے ایک راوی حضرت جریر بن عبداللہ ہیں اور ان کا اسلام سورہ مائدہ کے نازل ہو چکنے کے بعد کا ہے۔ بعض کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنی چاہی تھیں لیکن یہ آیت اتری اور آپ اپنے ارادے سے باز رہے، لیکن یہ بھی درست نہیں۔ اس لئے کہ بخاری و مسلم میں یہ لفظ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں سلائیں پھروائیں۔

محمد بن عجلان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سخت سزا انہیں دی، اس کے انکار میں یہ آیتیں اتری ہیں اور ان میں صحیح سزا بیان کی گئی ہے جو قتل کرنے اور ہاتھ پاؤں الٹی طرف سے کاٹنے اور وطن سے نکال دینے کے حکم پر شامل ہے چنانچہ دیکھ لیجئے کہ اس کے بعد پھر کسی کی آنکھوں میں سلائیاں پھیرنی ثابت نہیں، لیکن "اوزاعی کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک نہیں کہ اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل پر آپ کو ڈانٹا گیا ہو، بات یہ ہے کہ انہوں نے جو کیا تھا اس کا وہی بدلہ مل گیا، اب آیت نازل ہوئی جس نے ایک خاص حکم ایسے لوگوں کا بیان فرمایا اور اس میں آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے کا حکم نہیں دیا"۔

شہر اور غیر شہر کی ڈکیتی کے ہونے میں مذاہب اربعہ

اس آیت سے جمہور علماء نے دلیل پکڑی ہے کہ راستوں کی بندش کر کے لڑنا اور شہروں میں لڑنا دونوں برابر ہے کیونکہ لفظ (ويسعون في الارض فسادا) کے ہیں۔ مالک، اوزاعی، لیث، شافعی، احمد رحمہم اللہ اجمعین کا یہی مذہب ہے کہ باغی لوگ خواہ شہر میں ایسا فتنہ مچائیں یا بیرون شہر، ان کی سزا یہی ہے کہ بلکہ امام مالک تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو اس کے گھر میں اس طرح دھوکہ دہی سے مار ڈالے تو اسے پکڑ لیا جائے اور اسے قتل کر دیا جائے اور خود امام وقت ان کاموں کو از خود کرے گا، نہ کہ مقتول کے اولیاء کے ہاتھ میں یہ کام ہوں بلکہ اگر وہ درگزر کرنا چاہیں تو بھی ان کے اختیار میں نہیں بلکہ یہ جرم، بیواسطہ حکومت اسلامیہ کا ہے۔

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ نہیں، وہ کہتے ہیں کہ "محاربہ اسی وقت مانا جائے گا جبکہ شہر کے باہر ایسے فساد کوئی کرے، کیونکہ شہر میں تو امداد کا پہنچنا ممکن ہے، راستوں میں یہ بات ناممکن سی ہے" جو سزا ان محاربین کی بیان ہوئی ہے اس کے بارے میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں "جو شخص مسلمانوں پر تلوار اٹھائے، راستوں کو پرخطر بنادے، امام المسلمین کو ان تینوں سزاؤں میں سے جو سزا دینا چاہے اس کا اختیار ہے"۔ یہی قول اور بھی بہت سے فقہاء کا ہے اور اس طرح کا اختیار ایسی ہی اور آیتوں کے احکام میں بھی موجود ہے جیسے محرم اگر شکار کھیلے تو اس کا بدلہ شکار کے برابر کی قربانی یا مساکین کا کھانا ہے یا اس کے برابر روزے رکھنا ہے، بیماری یا سر کی تکلیف کی وجہ سے حالت احرام میں سر منڈوانے اور خلاف احرام کام کرنے والے کے فدیے میں بھی روزے یا صدقہ یا قربانی کا حکم ہے۔

قسم کے کفارے میں درمیانی درجہ کا کھانا دیں مسکینوں کا یا ان کا کپڑا یا ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ تو جس طرح یہاں ان صورتوں میں سے کسی ایک کے پسند کر لینے کا اختیار ہے، اسی طرح ایسے محارب، مرتد لوگوں کی سزا بھی یا تو قتل ہے یا ہاتھ پاؤں الٹی طرح سے کاٹنا ہے یا جلا وطن کرنا۔ اور جمہور کا قول ہے کہ یہ آیت کئی احوال میں ہے، جب ڈاکو قتل و غارت دونوں کے مرتکب ہوتے ہوں تو قابل دار اور گردن زدنی ہیں اور جب صرف قتل سرزد ہوا ہو تو قتل کا بدلہ صرف قتل ہے اور اگر فقط مال لیا ہو تو ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کاٹ دیئے جائیں گے اور اگر راستے پرخطر کر دیئے ہوں، لوگوں کو خوف زدہ کر دیا ہو اور کسی گناہ کے مرتکب نہ ہوئے ہوں اور گرفتار کر لئے جائیں تو صرف جلا وطنی ہے۔

ڈاکوؤں کے قتل کرنے اور مال لوٹنے کا بیان

اور اس مسئلہ کی چوتھی صورت یہ ہے کہ جب ڈاکوؤں نے قتل کر دیا اور مال بھی لوٹ لیا تو اس امام کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو ان کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ دے اور ان کو قتل کر دے یا ان کو سولی پر چڑھادے اور اگر وہ چاہے تو صرف ان کو قتل کر دے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام ان کو قتل کر دے یا سولی پر چڑھائے اور قطع نہ کرے گا۔ کیونکہ یہ ایک ہی جنایت ہے۔ لہذا یہ حدوں کو واجب کرنے والی نہ ہوگی۔ کیونکہ باب حدود میں جو کچھ جان کے سوا ہوتا ہے وہ بھی جان میں شامل ہوتا ہے۔ جس طرح حد سرقہ اور رجم میں تداخل ہوتا ہے۔

جبکہ شیخین علیہما الرحمہ کی دلیل ہے کہ یہ یعنی قطع و قتل یہ ایک ہی سزا ہے۔ جو جنایت کے سخت ہونے کے سبب سخت ہوگئی ہے اور وہ سبب یہ ہے کہ ڈاکوؤں نے قتل کرتے ہوئے مال لوٹ کر غیر معمولی طور امن کو ختم کر دیا ہے۔ لہذا ڈکیتی کے ساتھ ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کو ایک ہی حد شمار کیا جائے گا اگرچہ سرقہ کے طور پر یہ دو سزائیں ہیں۔ اور تداخل بھی متعدد حدود میں ہوا کرتا ہے وہ کسی ایک حد میں نہیں ہوتا۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا: سولی پر چڑھانے یا نہ چڑھانے کے متعلق اختیار ذکر کیا گیا ہے اور ظاہر الروایت کے مطابق بھی یہی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ امام سولی پر چڑھانا ترک نہ کرے کیونکہ نص میں اسی طرح بیان ہوا ہے

اوراس کا مقصد مشہور کرنا ہے تا کہ دوسرے بھی اس سے عبرت حاصل کریں۔

ہم کہتے ہیں کہ شہرت کی اصل سے قتل سے حاصل ہوگی جبکہ سولی پر چڑھانا یہ شہرت میں زیادتی کرنا ہے۔پس اس میں امام کو اختیار ہوگا۔

اس کے بعد امام قدوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ڈاکو کو اس طرح سولی چڑھایا جائے کہ ایک نیزے سے اس کا پیٹ چاک کیا جائے۔حتیٰ کہ وہ فوت ہو جائے اور امام کرخی علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

حضرت امام طحاوی حنفی علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس کو قتل کرنے کے بعد سولی پر چڑھایا جائے گا۔تا کہ مثلہ کرنے سے اس کو بچایا جاسکے۔لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس طرح سزا دینے میں زیادہ مبالغہ ہے اور اس کا مقصد بھی یہی ہے۔

فرمایا: تین دنوں سے زیادہ اس کو سولی پر نہیں لٹکایا جائے گا۔کیونکہ تین دن کے بعد اس میں تبدیلی واقع ہو جائے گی۔جس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس کو سولی پر لکڑی پر ہی چھوڑ دیا جائے گا حتی کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر جائے۔اور دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ہماری بیان کردہ حالت سے عبرت حاصل ہو جاتی ہے جبکہ بالکل آخری درجے مقصود نہیں ہے۔(ہدایہ)

اکثر سلف اور ائمہ کا یہی مذہب ہے پھر بزرگوں نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے کہ آیا سولی پر لٹکا کر اسی طرح چھوڑ دیا جائے کہ بھوکا پیاسا مر جائے؟ یا نیزے وغیرہ سے قتل کر دیا جائے؟ یا پہلے قتل کر دیا جائے پھر سولی پر لٹکایا جائے تا کہ اور لوگوں کو عبرت حاصل ہو؟ اور کیا تین دن تک سولی پر رہنے دے کر پھر اتار لیا جائے؟ یا اسی طرح چھوڑ دیا جائے لیکن تفسیر کا یہ موضوع نہیں کہ ہم ایسے جزئی اختلافات میں پڑیں اور ہر ایک کی دلیلیں وغیرہ وارد کریں۔ہاں ایک حدیث میں کچھ تفصیل سزا ہے،اگر اس کی سند صحیح ہو تو وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان محاربین کے بارے میں حضرت جبرائیل سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا" جنہوں نے مال چرایا اور راستوں کو خطرناک بنا دیا ان کے ہاتھ تو چوری کے بدلے کاٹ دیجئے اور جس نے قتل اور دہشت گردی پھیلائی اور بدکاری کا ارتکاب کیا ہے،اسے سولی چڑھا دو۔فرمان ہے کہ زمین سے الگ کر دیئے جائیں یعنی انہیں تلاش کر کے ان پر حد قائم کی جائے یا وہ دارالاسلام سے بھاگ کر کہیں چلے جائیں یا یہ کہ ایک شہر سے دوسرے شہر اور دوسرے سے تیسرے شہر انہیں بھیج دیا جاتا رہے یا یہ کہ اسلامی سلطنت سے بالکل ہی خارج کر دیا جائے"۔

شعبی تو نکال ہی دیتے تھے اور عطا خراسانی کہتے ہیں "ایک لشکر میں سے دوسرے لشکر میں پہنچا دیا جائے اسی طرح کئی سال تک مارا مارا پھرایا جائے لیکن دارالاسلام سے باہر نہ کیا جائے"۔ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں "اسے جیل خانے میں ڈال دیا جائے"۔

ابن جریر کا مختار قول یہ ہے کہ "اسے اس کے شہر سے نکال کر کسی دوسرے شہر کے جیل خانے میں ڈال دیا جائے"۔ایسے لوگ

دنیا میں ذلیل ورذیل اور آخرت میں بڑے بھاری عذابوں میں گرفتار ہوں گے"۔آیت کا یہ ٹکڑا تو ان لوگوں کی تائید کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتری ہے اور مسلمانوں کے بارے وہ صحیح حدیث ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ویسے ہی عہد لئے جیسے عورتوں سے لئے تھے کہ "ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، چوری نہ کریں، زنا نہ کریں، اپنی اولادوں کو قتل نہ کریں، ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کریں جو اس وعدے کو نبھائے، اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جو ان میں سے کسی گناہ کے ساتھ آلودہ ہو جائے پھر اگر اسے سزا ہوگئی تو وہ سزا کفارہ بن جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی کر لی تو اس امر کا اللہ ہی مختار ہے اگر چاہے عذاب کرے، اگر چاہے چھوڑ دے"۔اور حدیث میں ہے "جس کسی نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے چشم پوشی کر لی تو اللہ کی ذات اور اس کا رحم وکرم اس سے بہت بلند وبالا ہے، معاف کئے ہوئے جرائم کو دوبارہ کرنے پہ اسے دنیوی سزا ملے گی، اگر بیتوبہ مرگئے تو آخرت کی وہ سزائیں باقی ہیں جن کا اس وقت صحیح تصور بھی محال ہے ہاں توبہ نصیب ہو جائے تو اور بات ہے"۔پھر توبہ کرنے والوں کی نسبت جو فرمایا ہے "اس کا اظہار اس صورت میں تو صاف ہے کہ اس آیت کو مشرکوں کے بارے میں نازل شدہ مانا جائے۔لیکن جو مسلمان مغرور ہوں اور وہ قبضے میں آنے سے پہلے توبہ کرلیں تو ان سے قتل اور سولی اور پاؤں کاٹنا تو ہٹ جاتا ہے لیکن ہاتھ کا کٹنا بھی ہٹ جاتا ہے یا نہیں۔اس میں علماء کے دو قول ہیں، آیت کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ ہٹ جائے، صحابہ کا عمل بھی اسی پر ہے۔

چنانچہ جاریہ بن بدر تیمی بصری نے زمین میں فساد کیا، مسلمانوں سے لڑا، اس بارے میں چند قریشیوں نے حضرت علی سے سفارش کی، جن میں حضرت حسن بن علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن جعفر بھی تھے لیکن آپ نے اسے امن دینے سے انکار کر دیا۔وہ سعید بن قیس ہمدانی کے پاس آیا، آپ نے اپنے گھر میں اسے ٹھہرایا اور حضرت علی کے پاس آئے اور کہا بتایئے تو جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑے اور زمین میں فساد کی سعی کرے پھر ان آیتوں کی (قبل ان تقدروا علیہم) تک تلاوت کی تو آپ نے فرمایا میں تو ایسے شخص کو امن لکھ دوں گا،

حضرت سعید نے فرمایا یہ جاریہ بن بدر ہے، چنانچہ جاریہ نے اس کے بعد ان کی مدح میں اشعار بھی کہے ہیں۔قبیلہ مراد کا ایک شخص حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس کوفہ کی مسجد میں جہاں کے یہ گورنر تھے، ایک فرض نماز کے بعد آیا اور کہنے لگا اے امیر کوفہ فلاں بن فلاں مرادی قبیلے کا ہوں، میں نے اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی لڑی، زمین میں فساد کی کوشش کی لیکن آپ لوگ مجھ پر قدرت پائیں، اس سے پہلے میں تائب ہوگیا اب میں آپ سے پناہ حاصل کرنے والے کی جگہ پر کھڑا ہوں۔اس پر حضرت ابو موسیٰ کھڑے ہوگئے اور فرمایا اے لوگو! تم میں سے کوئی اب اس توبہ کے بعد اس سے کسی طرح کی لڑائی نہ کرے، اگر یہ سچا ہے تو الحمد للہ اور یہ جھوٹا ہے تو اس کے گناہ ہی اسے ہلاک کر دیں گے۔یہ شخص ایک مدت تک تو ٹھیک ٹھیک رہا لیکن پھر بغاوت کر گیا، اللہ نے بھی اس کے گناہوں کے بدلے اسے غارت کر دیا اور یہ مارڈالا گیا۔علی نامی ایک اسدی شخص نے بھی گزرگاہوں میں دہشت پھیلا دی، لوگوں کو قتل کیا، مال لوٹا، بادشاہ لشکر اور رعایا نے ہر چند اسے گرفتار کرنا چاہا، لیکن یہ ہاتھ نہ لگا۔ایک مرتبہ یہ جنگل میں تھا، ایک شخص کو قرآن پڑھتے سنا اور وہ اس وقت یہ آیت تلاوت کر رہا تھا آتی (قل یا عبادی الذین اسرفوا) الخ، یہ اسے سن کر رک گیا اور اس

سے کہا اے اللہ کے بندے یہ آیت مجھے دوبارہ سنا، اس نے پھر پڑھی اللہ کی اس آواز کو سن کر وہ فرماتا ہے اے میرے گنہگار بندو تم میری رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، میں سب گناہوں کو بخشنے پر قادر ہوں میں غفور و رحیم ہوں۔ اس شخص نے جھٹ سے اپنی تلوار میان میں کر لی، اسی وقت سچے دل سے توبہ کی اور صبح کی نماز سے پہلے مدینے پہنچ گیا، غسل کیا اور مسجد نبوی میں نماز صبح جماعت کے ساتھ ادا کی اور حضرت ابو ہریرہ کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے، ان ہی میں ایک طرف یہ بھی بیٹھ گیا۔ جب دن کا اجالا ہوا تو لوگوں نے اسے دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ تو سلطنت کا باغی، بہت بڑا مجرم اور مفرور شخص علی اسدی ہے، سب نے چاہا کہ اسے گرفتار کرلیں۔ اس نے کہا سنو بھائیو! تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے، اس لئے کہ مجھ پر تمہارے قابو پانے سے پہلے ہی میں تو توبہ کر چکا ہوں بلکہ توبہ کے بعد خود تمہارے پاس آ گیا ہوں،

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا! یہ سچ کہتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مروان بن حکم کے پاس لے چلے، یہ اس وقت حضرت معاویہ کی طرف سے مدینے کے گورنر تھے، وہاں پہنچ کر فرمایا کہ یہ علی اسدی ہیں، یہ توبہ کر چکے ہیں، اس لئے اب تم انہیں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ کسی نے اس کے ساتھ کچھ نہ کیا، جب مجاہدین کی ایک جماعت رومیوں سے لڑنے کیلئے چلی تو ان مجاہدوں کے ساتھ یہ بھی ہو لئے، سمندر میں ان کی کشتی جا رہی تھی کہ سامنے سے چند کشتیاں رومیوں کی آ گئیں، یہ اپنی کشتی میں سے رومیوں کی گردنیں مارنے کیلئے ان کی کشتی میں کود گئے، ان کی آبدار خارا شگاف تلوار کی چمک کی تاب رومی نہ لا سکے اور نامردی سے ایک طرف کو بھاگے، یہ بھی ان کے پیچھے اسی طرف چلے چونکہ سارا بوجھ ایک طرف ہو گیا، اس لئے کشتی الٹ گئی جس سے وہ سارے رومی کفار ہلاک ہو گئے اور حضرت علی اسدی بھی ڈوب کر شہید ہو گئے۔ (اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے)

ڈاکو کے لوٹے ہوئے کی ضمانت کا بیان

اور اگر ڈاکو کو قتل کر دیا گیا ہے تو اس کے لوٹے ہوئے مال پر کوئی ضمان نہ ہوگا کیونکہ یہ حد صغریٰ پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور اس کو بھی ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر ڈاکوؤں میں سے کسی ایک نے قتل کا کام سرانجام دیا تو ان تمام پر حد جاری ہوگی۔ کیونکہ ڈکیتی کی سزا ہے۔ اور ڈکیتی اسی طرح ثابت ہوتی ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کے مددگار و مدافع ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان کو شکست ہونے لگے تو سب مدافعت کرنے والوں کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور یہاں اسی چیز کی شرط تھی کہ ان میں سے کوئی ایک قتل کرنے والے کا فعل پایا جائے اور وہ فعل پایا گیا ہے۔

فرمایا: جب وہ پتھر، لاٹھی یا تلوار کے ساتھ قتل ہوا ہے تو ان کا سب کا حکم برابر ہے۔ کیونکہ مسافروں کا راستہ روکنے سے بھی ڈکیتی ثابت ہو جاتی ہے۔ اور جب ڈاکو نے کسی کو قتل بھی نہ کیا اور اس کا مال بھی نہ لوٹا بلکہ صرف اس کو زخمی کیا تو اس صورت میں جن زخموں کا بدلہ لیا جاتا ہے ان کا بدلہ لیا جائے گا۔ اور جن میں تاوان لیا جاتا ہے ان میں تاوان لیا جائے گا۔ اور یہ کام اولیاء کے ذمہ پر ہے۔ کیونکہ اس فعل کی جنایت میں حد نہیں ہے لہذا یہ بندے کا حق ہے یعنی قصاص یا تاوان لینا ہے۔ لہذا اس کو ولی وصول کرنے والا ہوگا۔ اور جب ڈاکو نے مال لوٹنے کے بعد اس کو زخمی کیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ زخموں کا عوض باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ جب اللہ کا حق حد بن گئی تو بندے کا حق یعنی حفاظت نفس وہ ساقط ہو جائے گی۔ جس طرح مال کی عصمت ساقط ہو جایا کرتی ہے۔

اور جب ارادتاً قتل کرنے والے ڈاکو نے توبہ کر لی اور پھر اس کو پکڑ لیا گیا ہے تو مقتول کے اولیاء کو اختیار ہوگا اگر وہ چاہیں تو اس کو قتل کر دیں اور اگر وہ چاہیں تو اس کو معاف کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اس جنایت میں توبہ کر لینے کے بعد اس حد جاری نہ ہوگی اسی استثناء کے سبب جس کو نص میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ توبہ مال واپس کرنے پر موقوف ہوتی ہے اور اسی طرح مال کی واپسی کے بعد قطع نہیں ہوتا لہٰذا نفس دونوں بندے کا حق بن گئے ہیں پس ولی یا قصاص لے یا معاف کر دے۔ اور جب ڈاکو کے قبضے میں مال ہلاک ہو جائے یا وہ خود یہ خود ہلاک کر دے تو اس پر ضمان واجب ہو جائے گا۔ (ہدایہ)

امام ابوبکر جصاص حنفی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "احکام القرآن" میں لکھتے ہیں:

وقد علم من قرع سمعه هذا الخطاب من أهل العلم ان المخاطبين بذلك هم الائمة دون عامة الناس، فكان تقديره: فليقطع الائمة والحكام ايديهما وليجلدهما الائمة و الحكام. (۳/ ۲۸۳)

" اہل علم میں سے جو شخص بھی اِس خطاب کو سنتا ہے، فوراً سمجھ لیتا ہے کہ اِس کے مخاطب عام مسلمان نہیں، بلکہ اُن کے ائمہ و حکام ہیں۔ چنانچہ اِس میں، مثال کے طور پر، تقدیرِ کلام ہی یہ مانی جاتی ہے: پس چاہیے کہ امراء و حکام اُن کے ہاتھ کاٹ دیں اور چاہیے کہ امراء و حکام اُن کی پیٹھ پر تازیانے برسا دیں۔"

شریعت میں جن جرائم کی سزائیں مقرر کی گئی ہیں، وہ یہی ہیں۔ اِن کی ادنیٰ صورتوں اور اِن کے علاوہ باقی سب جرائم کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ارباب حل و عقد پر چھوڑ دیا ہے۔ باہمی مشورے سے وہ اِس معاملے میں جو قانون چاہیں، بنا سکتے ہیں۔ تاہم اتنی بات اُس میں بھی طے ہے کہ موت کی سزا قرآن کی رو سے قتل اور فساد فی الارض کے سوا کسی جرم میں نہیں دی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے پوری صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کو شریعت دی گئی تو اُسی وقت لکھ دیا گیا تھا کہ اِن دو جرائم کو چھوڑ کر، فرد ہو یا حکومت، یہ حق کسی کو بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کی جان کے درپے ہو اور اُسے قتل کر ڈالے۔ مائدہ میں ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ، فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا. (۵: ۳۲)

" جس نے کسی کو قتل کیا، اِس کے بغیر کہ اُس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں فساد برپا کیا ہو تو اُس نے گویا سب انسانوں کو قتل کیا۔" ذیل میں ہم اِنھی جرائم سے متعلق قرآن مجید کے نصوص کی وضاحت کریں گے۔

محاربہ اور فساد فی الارض

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ. ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ، اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ، فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (المائدہ ۵: ۳۳-۳۴)

" وہ لوگ جو اللہ اور رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد برپا کرنے کے لیے تگ و دو کرتے ہیں، اُن کی سزا بس یہ ہے کہ عبرت ناک طریقے سے قتل کیے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یا اُن کے ہاتھ پاؤں بے ترتیب کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں۔ یہ اُن کے لیے اِس دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لیے بڑی سزا ہے، مگر جو لوگ توبہ کر لیں، اِس سے پہلے

کہ تم اُن پر قابو پاؤ تو سمجھ لو کہ اللہ مغفرت فرمانے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے۔"

اللہ کا رسول دنیا میں موجود ہو اور لوگ اُس کی حکومت میں اُس کے کسی حکم یا فیصلے کے خلاف سرکشی اختیار کر لیں تو یہ اللہ ورسول سے لڑائی ہے۔ اِسی طرح زمین میں فساد پیدا کرنے کی تعبیر ہے۔ یہ اُس صورت حال کے لیے آتی ہے، جب کوئی شخص یا گروہ قانون سے بغاوت کر کے لوگوں کی جان و مال، آبرو اور عقل ورائے کے خلاف برسر جنگ ہو جائے۔ چنانچہ قتل، دہشت گردی، زنا، زنا بالجبر اور چوری ڈاکا بن جائے یا لوگ بدکاری کو پیشہ بنالیں یا کھلم کھلا اوباشی پر اتر آئیں یا اپنی آوارہ منشی، بدمعاشی اور جنسی بے راہ روی کی بنا پر شریفوں کی عزت و آبرو کے لیے خطرہ بن جائیں یا نظم ریاست کے خلاف بغاوت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں یا اغوا، تخریب، ترہیب اور اِس طرح کے دوسرے سنگین جرائم سے حکومت کے لیے امن وامان کا مسئلہ پیدا کر دیں تو وہ اِسی فساد فی الارض کے مجرم ہوں گے۔ اُن کی سرکوبی کے لیے یہ چار سزائیں اِن آیتوں میں بیان ہوئی ہیں: (۱) قتل، (۲) تصلیب، (۳) ہاتھ پاؤں بے ترتیب کاٹ دینا، (۴) نفی۔ اِن سزاؤں کی تفصیل یہ ہے۔

آیت میں اِس سزا کے لیے 'اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا' کے الفاظ آئے ہیں۔ اِن کے معنی یہ ہیں کہ اللہ ورسول سے محاربہ یا فساد فی الارض کے یہ مجرم صرف قتل ہی نہیں، بلکہ عبرت ناک طریقے سے قتل کر دیے جائیں۔ اِس کی دلیل یہ ہے کہ 'قتل' یہاں 'تقتیل' کی صورت میں آیا ہے۔ عربیت کے اداشناس جانتے ہیں کہ بنا میں یہ زیادت نفس فعل میں شدت اور مبالغہ کے لیے ہوئی ہے۔ اِس وجہ سے تقتیل یہاں 'تشر تقتیل' کے مفہوم میں ہے۔ چنانچہ حکم کا تقاضا یہ ہوگا کہ اِن مجرموں کو ایسے طریقے سے قتل کیا جائے جو دوسروں کے لیے عبرت انگیز اور سبق آموز ہو۔ رجم، یعنی سنگ ساری بھی، ہمارے نزدیک اسی کے تحت داخل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں اوباشی کے بعض مجرموں کو یہ سزا اِسی آیت کے حکم کی پیروی میں دی ہے۔

تصلیب

یہ سزا 'صلب' سے 'تفعیل' میں بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے: 'اَوْ يُصَلَّبُوْٓا' یعنی ایسے لوگوں کو صرف سولی ہی نہ دی جائے، بلکہ عبرت ناک طریقے سے سولی دی جائے۔ یہ سولی وہ چوبی آلہ ہے جس پر مجرم کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھونک کر اُسے لٹکا دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اُسی پر لٹکا ہوا جان دے دیتا ہے۔ سزا کی یہ صورت کچھ کم عبرت انگیز نہیں ہے، لیکن آیت میں لفظ 'تصلیب' کا تقاضا ہے کہ اِس کے لیے بھی وہ طریقے اختیار کیے جائیں جو زیادہ دردناک اور زیادہ عبرت انگیز ہوں۔

ہاتھ پاؤں بے ترتیب کاٹ دینا

'اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ' یہ اِس سزا کے لیے قرآن کے الفاظ ہیں۔ اِس میں بے ترتیب کاٹ دینے کا حکم بھی صاف واضح ہے کہ عبرت انگیزی ہی کے نقطۂ نظر سے ہے اور اِس کا مقصود یہی معلوم ہوتا ہے کہ اِس طرح کے کسی مجرم کی اگر جان بخشی بھی کی جائے تو اِس طرح کی جائے کہ اُسے عبرت کا ایک نمونہ بنا کر اُس کی شرانگیزی کے تمام اسلحہ بالکل بے کار کر دیے جائیں۔

نفی: اِس سزا کے لیے 'اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے، یعنی یہ کہ اُنھیں علاقہ بدر کر دیا جائے۔

فقہائے مالکیہ کے ہاں بھی 'حرابہ' کے مفہوم میں نسبتاً توسع دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر وہ کسی شخص کو دھوکے سے یا ویران جگہ پر لے جا کر قتل کرنے کو بھی حرابہ میں شمار کرتے ہیں۔

جلیل القدر مالکی فقیہ ابوبکر ابن العربی نے کسی خاتون کو اغوا کرنے کو بھی 'حرابہ' قرار دیا ہے، بلکہ یہ کہا ہے کہ اگر اس جرم پر قرآن کی بیان کردہ سزاؤں سے بھی شدید تر کوئی سزا دی جا سکتی تو وہ وہی تجویز کرتے۔ یہی نقطہ نظر فقہائے امامیہ نے اختیار کیا ہے اور ابوجعفر الطوسی نے مثال کے طور پر اس جرم کو بھی اس آیت کے تحت داخل قرار دیا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دے۔ (ابن العربی، احکام القرآن ۵۹۷/۲، الطوسی، تہذیب الاحکام ۲۲/۱۰)

بَاب سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَّقِتَالُهُ كُفْرٌ

یہ باب ہے کہ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور اس کے ساتھ جنگ کرنا کفر ہے

3939 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَّقِتَالُهُ كُفْرٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے''۔

3940 - حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوهِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَّقِتَالُهُ كُفْرٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے''۔

3941 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَّقِتَالُهُ كُفْرٌ

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے''۔

بَاب لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

یہ باب ہے کہ میرے بعد دوبارہ کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو

3940: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3941: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3942 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

◄► حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں کو خاموش کرواؤ!'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرے بعد دوبارہ کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگو''۔

3943 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْحَكُمْ اَوْ وَيْلَكُمْ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تمہارا ستیاناس ہو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) تمہارے لیے بربادی ہو تم میرے بعد دوبارہ کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگو''۔

3944 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ عَنِ الصُّنَابِحِ الْاَحْمَسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنِّيْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَاِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ فَلَا تَقْتَتِلُنَّ بَعْدِي

◄► حضرت صنابح احمسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''یاد رکھنا، میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا، میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا' تو تم (میرے بعد) ایک دوسرے کو قتل کرنا نہ شروع کر دینا''۔

3942: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 121' ورقم الحدیث: 4405' ورقم الحدیث: 6869' ورقم الحدیث 7080' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم حدیث

3942' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4142

3943: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 4402' ورقم الحدیث: 4403' ورقم الحدیث 6043' ورقم حدیث 6166' ورقم حدیث 6785' ورقم الحدیث: 6868' ورقم الحدیث: 7077' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 221' ورقم الحدیث 222' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 4686 اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث 4136

3944 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَاب الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

یہ باب ہے کہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہیں

3945- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوَهْبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَبِي عَوْنٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَابِسٍ الْيَمَانِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِي عَهْدِهِ فَمَنْ قَتَلَهُ طَلَبَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يَكُبَّهُ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهِ

◆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص صبح کی نماز ادا کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہوتا ہے' تو تم اللہ تعالیٰ کے عہد کی خلاف ورزی نہ کرو، جو شخص ایسے شخص کو قتل کر دے گا' تو اللہ تعالیٰ اسے طلب کرے گا اور اسے منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا''۔

3946- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص صبح کی نماز ادا کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمے میں ہوتا ہے''۔

3947- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُهَزِّمِ يَزِيدُ بْنُ سُفْيَانَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ أَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ بَعْضِ مَلَائِكَتِهِ

◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بندہ مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بعض فرشتوں سے زیادہ قابل احترام ہوتا ہے''۔

بَاب الْعَصَبِيَّةِ

یہ باب عصبیت کے بیان میں ہے

3948- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ

3945: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3946: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3947: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَاب الْمُسْلِمُونَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

یہ باب ہے کہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہیں

3945- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوَهْبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ اَبِي عَوْنٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ حَابِسٍ الْيَمَانِيِّ عَنْ اَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِي عَهْدِهِ فَمَنْ قَتَلَهُ طَلَبَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يَكُبَّهُ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهِ

◆◆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص صبح کی نماز ادا کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہوتا ہے' تو تم اللہ تعالیٰ کے عہد کی خلاف ورزی نہ کرو، جو شخص ایسے شخص کو قتل کر دے گا' تو اللہ تعالیٰ اسے طلب کرے گا اور اسے منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا''۔

3946- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

◆◆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص صبح کی نماز ادا کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمے میں ہوتا ہے''۔

3947- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُهَزِّمِ يَزِيدُ بْنُ سُفْيَانَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ بَعْضِ مَلَائِكَتِهِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بندہ مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بعض فرشتوں سے زیادہ قابل احترام ہوتا ہے''۔

بَاب الْعَصَبِيَّةِ

یہ باب عصبیت کے بیان میں ہے

3948- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ

3945: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3946: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3947: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَنْ زِيَادِ بْنِ رِيَاحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ يَدْعُو اِلٰى عَصَبِيَّةٍ اَوْ يَغْضَبُ لِعَصَبِيَّةٍ فَقِتْلَتُهُ جَاهِلِيَّةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص گمراہی کے جھنڈے کے نیچے جنگ میں حصہ لیتا ہے وہ عصبیت کی طرف دعوت دیتا ہے''۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) وہ عصبیت کی وجہ سے غضبناک ہوتا ہے تو اس کا قتل ہونا زمانہ جاہلیت کا قتل ہوگا۔

3949- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ الْيُحْمِدِىُّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ كَثِيرٍ الشَّامِيِّ عَنِ امْرَاَةٍ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهَا فُسَيْلَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ اَبِىْ يَقُوْلُ سَاَلْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يُّحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهُ قَالَ لَا وَلٰكِنْ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يُّعِيْنَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ

عباد بن کثیر اپنے علاقے کی ایک خاتون فسیلہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ کہتی ہیں، میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، میں نے عرض کیا، یہ بات عصبیت میں شامل ہوگی کہ آدمی اپنی قوم سے محبت رکھے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! عصبیت میں یہ بات شامل ہوگی کہ آدمی کسی ظلم کے بارے میں اپنی قوم کی مدد کرے۔

بَاب السَّوَادِ الْاَعْظَمِ

یہ باب سواد اعظم کے بیان میں ہے

3950- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِىُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا مُعَانُ بْنُ رِفَاعَةَ السَّلَامِىُّ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ خَلَفٍ الْاَعْمٰى قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اُمَّتِىْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ فَاِذَا رَاَيْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''بے شک میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوسکتی، جب تم اختلاف دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ ''سواد اعظم'' کے ساتھ رہو''۔

3948: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 4763' ورقم الحدیث: 4765' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4125

3949: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5119

3950: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَاب مَا يَكُوْنُ مِنَ الْفِتَنِ

یہ باب ہے کہ کس طرح کے فتنے ہوں گے؟

3951 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَّعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ رَجَاءٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا صَلَاةً فَاَطَالَ فِيْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا اَوْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَطَلْتَ الْيَوْمَ الصَّلٰوةَ قَالَ اِنِّيْ صَلَّيْتُ صَلَاةَ رَغْبَةٍ وَّرَهْبَةٍ سَاَلْتُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لِاُمَّتِيْ ثَلَاثًا فَاَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَرَدَّ عَلَيَّ وَاحِدَةً سَاَلْتُهُ اَنْ لَّا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ غَيْرِهِمْ فَاَعْطَانِيْهَا وَسَاَلْتُهُ اَنْ لَّا يُهْلِكَهُمْ غَرَقًا فَاَعْطَانِيْهَا وَسَاَلْتُهُ اَنْ لَّا يَجْعَلَ بَاْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَرَدَّهَا عَلَيَّ

◄► حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نماز طویل پڑھائی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی: یا شاید لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل نماز پڑھائی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں نے ایسی نماز پڑھائی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت بھی ہے اور اس سے خوفزدہ ہونا بھی ہے، میں نے اپنی امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے تین باتوں کا سوال کیا تھا، دو اس نے مجھے عطا کر دی ہیں اور ایک عطا نہیں کی ہے، میں نے اس سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ ان پر ان کے کسی باہر کے دشمن کو مسلط نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز عطا کر دی، میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو ڈبو کر ہلاکت کا شکار نہ کرے تو اس نے مجھے یہ چیز بھی عطا کر دی، میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ ان کے درمیان آپس میں اختلافات نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول نہیں کی''۔

3952- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ شَابُوْرَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهُ حَدَّثَهُمْ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ الْجَرْمِيِّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ زُوِيَتْ لِيَ الْاَرْضُ حَتّٰى رَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَصْفَرَ اَوِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْيَضَ يَعْنِي الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَقِيْلَ لِيْ اِنَّ مُلْكَكَ اِلٰى حَيْثُ زُوِيَ لَكَ وَاِنِّيْ سَاَلْتُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ثَلَاثًا اَنْ لَّا يُسَلِّطَ عَلٰى اُمَّتِيْ جُوْعًا فَيُهْلِكَهُمْ بِهٖ عَامَّةً وَّاَنْ لَّا يَلْبِسَهُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَهُمْ بَاْسَ بَعْضٍ وَّاِنَّهُ قِيْلَ لِيْ اِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَاِنِّيْ لَنْ اُسَلِّطَ عَلٰى اُمَّتِكَ جُوْعًا فَيُهْلِكَهُمْ فِيْهِ وَلَنْ اَجْمَعَ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنَ اَقْطَارِهَا حَتّٰى يُفْنِيَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَّيَقْتُلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَّاِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ اُمَّتِيْ

3951 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3952 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7187' ورقم الحدیث: 7188' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4252' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 2176

فَلَنْ يُرْفَعَ عَنْهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّ مِمَّا أَتَخَوَّفُ عَلَى أُمَّتِي أَئِمَّةً مُضِلِّينَ وَسَتَعْبُدُ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ وَسَتَلْحَقُ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ وَإِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ دَجَّالِينَ كَذَّابِينَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَلَنْ تَزَالَ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ لَمَّا فَرَغَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ مَا أَهْوَلَهُ

◄► حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا گیا' یہاں تک کہ میں نے زمین کے پورے مشرق اور پورے مغرب کو دیکھ لیا تو مجھے دو خزانے زرد (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) سرخ اور سفید عطا کیے گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد سونا اور چاندی تھی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) مجھ سے یہ کہا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہی وہاں تک ہوگی جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین کو لپیٹا گیا ہے' تو میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا ایک یہ کہ وہ میری امت پر بھوک کو مسلط نہیں کرے گا کہ وہ بھوک ان کے عام افراد کو ہلاکت کا شکار کردے ایک یہ کہ وہ انہیں اس طرح مختلف گروہوں میں تقسیم نہیں کرے گا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں' تو مجھ سے کہا گیا جب میں کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں' تو اب اس میں واپسی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی میں تمہاری امت پر ایسی بھوک مسلط نہیں کروں گا۔

جس میں مبتلا ہو کر وہ سب لوگ ہلاک ہو جائیں اور میں ان پر زمین کے دور دراز کناروں سے دشمن کو مسلط نہیں کروں گا کہ وہ ایک دوسرے کو فنا کردیں اور ایک دوسرے کو قتل کردیں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) جب میری امت میں تلوار اٹھالی جائے گی' تو وہ قیامت تک ان سے اٹھائی نہیں جائے گی اور مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ اندیشہ گمراہ کرنے والے پیشواؤں کا ہے عنقریب میری امت میں سے کچھ قبائل بتوں کی پوجا کرلیں گے اور میری امت سے تعلق رکھنے والے کچھ قبائل عنقریب مشرکین کے ساتھ جاکر مل جائیں گے اور قیامت سے پہلے تین جھوٹے دجال ایسے آئیں گے' جن میں سے ہر ایک اس بات کا دعویدار ہوگا' وہ نبی ہے اور میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت ایسی رہے گی' جو حق پر قائم ہوگی۔ اس کی مدد کی جائے گی اور جو لوگ ان کی مخالفت کریں گے' تو ان کی مخالفت انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی یہاں تک کہ اللہ کا حکم (یعنی قیامت) آجائے گی۔

شیخ ابوالحسن کہتے ہیں جب امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بیان کرکے فارغ ہوئے' تو بولے یہ کتنی ہولناک ہے۔

3953 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ حَبِيبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّهَا قَالَتِ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَوْمِهِ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَجْهُهُ وَهُوَ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَعَقَدَ بِيَدَيْهِ عَشَرَةً قَالَتْ زَيْنَبُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ

3953: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3346' ورقم الحدیث: 3598' ورقم الحدیث: 7059' ورقم الحدیث: 7135' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7164' ورقم الحدیث: 7165' ورقم الحدیث: 7166' ورقم الحدیث: 7167' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2187

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ تھا اور آپ ﷺ یہ پڑھ رہے تھے۔

”اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے عربوں کے لیے اس شر کی وجہ سے بربادی ہے جو قریب آ چکا ہے آج کے دن یاجوج اور ماجوج کی رکاوٹ کو کھولا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعے دس کا نشان بنا کر دکھایا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا ہم لوگ ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے؟ جبکہ ہمارے درمیان نیک لوگ بھی موجود ہوں گے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب برائیاں بڑھ جائیں گی (تو بھی لوگ ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے)“۔

شرح

حضرت نواس ابن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال (کے نکلنے) اس کی فریب کاریوں اور اس کے فتنہ میں لوگوں کے مبتلا ہونے) کا ذکر فرمایا اگر دجال نکلے اور (بالفرض) میں تمہارے درمیان موجود ہوں تو میں اس سے تمہارے سامنے جھگڑوں اور دلیل کے ذریعہ اس پر غالب آؤں) اور اگر دجال اس وقت نکلا جب میں نہ ہوں گا تو پھر تم میں سے ہر شخص اپنی ذات کی طرف سے اس سے جھگڑنے والا ہوگا اور میرا وکیل وخلیفہ ہر مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ ہے دجال جوان ہوگا اس کے بال گھونگریالے ہوں گے اور اس کی آنکھ پھولی ہوگی گویا میں اس کو قطن کے بیٹے عبدالعزی سے تشبیہ دے سکتا ہوں پس تم میں سے جو شخص اس کو پائے اس کو چاہیے کہ وہ اس کے سامنے سورت کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے "اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے یہ الفاظ ہیں کہ اس کو چاہئے کہ وہ۔۔۔ اس کے سامنے سورت کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے کیونکہ وہ آیتیں تمہیں دجال کے فتنہ سے مامون ومحفوظ رکھیں گی (جان لو) دجال اس راستہ سے نمودار ہوگا جو شام اور عراق کے درمیان ہے اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا (پس) اے اللہ کے بندو! (اس وقت جب کہ دجال نکلے) تم (اپنے دین پر) ثابت قدم رہنا "راوی کہتے ہیں کہ) ہم نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کتنے دنوں زمین پر رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس دن، (اور زمانہ کی طوالت کے اعتبار سے ان میں سے) ایک دن تو ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینے کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی دن تمہارے دنوں کے مطابق (یعنی ہمیشہ کے دنوں کی طرح) ہوں گے "ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان دنوں میں سے جو ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس روز ہماری ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ نماز پڑھنے کے لئے ایک دن کا حساب لگانا ہوگا۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زمین پر کتنا زیادہ تیز چلے گا (یعنی اس کی رفتاری کی کیا کیفیت ہوگی؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس مہینہ یعنی ابر کی مانند تیز رفتار ہوگا جس کے پیچھے ہوا ہو! وہ ایک ایک قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا (یعنی اپنی اتباع کی طرف بلائے گا اور برائی کے راستہ پر لگائے گا) لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے یعنی اس کے فریب میں آ کر اس کی اتباع کرنے لگیں) پھر وہ (اپنے تابعداروں کو نوازنے کے لئے) ابر کو بارش برسانے کا حکم دیگا تو ابر بارش برسائے گا اور زمین کو سبزہ

اگانے کا حکم دے گا تو زمین سبزہ اگائے گی۔ پھر جب شام کو اس قوم کے (وہ) مویشی آئیں گے جو چرنے کے لئے صبح کے وقت جنگل و بیابان گئے تھے تو ان کے کوہان بڑے بڑے ہو جائیں گے اور ان کی کوکھیں (خوب کھانے پینے کی وجہ سے) تن جائیں گی پھر اس کے بعد دجال ایک اور قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا (یعنی اپنی خدائی کی طرف بلائے گا اور کہے گا کہ مجھے اپنا پروردگار تسلیم کرو) لیکن اس قوم کے لوگ اس کی دعوت کو رد کر دیں گے (یعنی وہ اس کی بات کو قبول نہیں کریں گے اور اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیں گے اور وہ ان کے پاس سے چلا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اس قوم کی طرف سے پھیر دے گا) پھر اس قوم کے لوگ قحط و خشک سالی اور تباہ حالی کا شکار ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ مال و اسباب سے دبالکل خالی ہاتھ ہو جائیں گے، اس کے بعد دجال ایک ویرانہ پر سے گزرے گا اور اس کو حکم دے گا وہ اپنے خزانوں کو نکال دے چنانچہ وہ ویرانہ دجال کے حکم کے مطابق اپنے خزانوں کو اگل دے گا اور) وہ خزانے اس طرح اس کے پیچھے پیچھے ہو لیں گے جس طرح شہد کی مکھیوں کے سردار ہوتے ہیں، پھر دجال ایک شخص کو جو جوانی سے بھرپور یعنی نہایت قوی و توانا جوان ہوگا اپنی طرف بلائے گا اور (اس بات سے غصہ ہو کر کہ وہ اس کی الوہیت سے انکار کر دے گا، یا محض اپنی طاقت و قدرت ظاہر کرنے اور اپنے غیر معمولی کارناموں کی ابتداء کے لئے) اس پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارے گا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے جیسا کہ تیر نشانے پہ پھینکا جاتا ہے (یعنی اس کے جسم کے وہ دونوں ٹکڑے ایک دوسرے سے اس قدر فاصلہ پر جا کر گریں گے جتنا فاصلہ تیر چلانے والے اور اس کے نشانے کے درمیان ہوتا ہے اور بعض حضرات نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ اس کی تلوار کا ہاتھ اس کے جسم پر اس طرح پہنچے گا جس طرح تیر اپنے نشانے پر پہنچتا ہے) اس کے بعد دجال اس نوجوان (کے جسم کے ان ٹکڑوں) کو بلائے گا، چنانچہ وہ زندہ ہو کر دجال کی طرف متوجہ ہوگا اور اس وقت اس کا چہرہ نہایت بشاش، روشن اور کھلا ہوا ہوگا غرضیکہ دجال اسی طرح کی فریب کاریوں اور گمراہ کرنے والے کاموں میں مشغول ہوگا کہ اچانک اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو نازل فرمائے گا جو دمشق کے شرقی جانب کے سفید منارہ پر سے اتریں گے، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوں گے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے (آسمان سے نازل ہوں گے وہ جس وقت اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے تو ان کے سر سے چاندی کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے جو موتیوں کی طرح ہوں گے، یہ ناممکن ہوگا کہ کسی کافر تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی ہوا پہنچے اور وہ مر نہ جائیں (یعنی جو بھی کافر ان کے سانس کی ہوا پائے گا مر جائے گا) اور ان کے سانس کی ہوا ان کی حد نظر تک جائے گی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ وہ اس کو باب لد پر پائیں گے اور قتل کر ڈالیں گے، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے مکر و فریب اور فتنہ سے محفوظ رکھا ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے چہروں سے گرد و غبار صاف کریں گے اور ان کو ان درجات و مراتب کی بشارت دیں گے جو وہ جنت میں پائیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس یہ وحی آئے گی کہ میں نے اپنے بہت سے ایسے بندے پیدا کئے ہیں جن سے لڑنے کی قدرت و طاقت کوئی نہیں رکھتا۔ لہٰذا تم میرے بندوں کو جمع کر کے کوہ طور کی طرف لے جاؤ اور ان کی حفاظت کرو، پھر اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو ظاہر کرے گا جو ہر بلند زمین کو پھلانگتے ہوئے اتریں گے اور

دوڑیں گے، (ان کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ جب ان سب سے پہلی جماعت بحیرہ طبریہ کو خالی دیکھ کر) کہے گی کہ اس میں کبھی پانی تھا اس کے بعد یاجوج ماجوج آگے بڑھیں گے یہاں تک کہ جبل خمر تک پہنچ جائیں گے اور پھر کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو ختم کر دیا ہے، چلو آسمان والوں کا خاتمہ کر دیں، چنانچہ وہ آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلود کر کے موٹا دے گا (تاکہ وہ اس بھرم میں رہیں کہ ہمارے تیر واقعۃ آسمان والوں کا کام تمام کر کے واپس آئے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ڈھیل دے دی جائے گی اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ تیر فضا میں پرندوں کو لگیں گے اور ان کے خون سے آلودہ ہو کر واپس آئیں گے، پس اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ دجال کا فتنہ زمین ہی تک محدود نہیں رہیں گا بلکہ زمین کے اوپر بھی پھیل جائے گا) اس عرصہ میں اللہ کے نبی اور ان کے رفقاء یعنی حضرت عیسیٰ اور اس وقت کے مؤمن کوہ طور پر روکے رکھے جائیں گے اور (ان پر اسباب معیشت کی تنگی وقلت اس درجہ کو پہنچ جائے گی کہ) اس کے لئے بیل کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے بہتر ہوگا (جب یہ حالت ہو جائے گی تو) اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے لئے دعا وزاری کریں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں نغف یعنی کیڑے پڑ جانے کی بیماری بھیجے گا جس کی صورت میں ان پر اللہ کا قہر اس طرح نازل ہوگا کہ سب کے سب ایک ہی وقت موت کے گھاٹ اتر جائیں گے) اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی (اس بات سے آگاہ ہو کر) پہاڑ سے زمین پر آئیں گے اور انہیں زمین پر ایک بالشت کا ٹکڑا بھی ایسا نہیں ملے گا جو یاجوج ماجوج کی چربی اور بدبو سے خالی ہو (اس مصیبت کے دفعیہ کے لئے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تب اللہ تعالیٰ بختی اونٹ کی گردن جیسی لمبی لمبی گردنوں والے پرندوں کو بھیجے گا جو یاجوج ماجوج کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہوگی وہاں پھینک دیں گے "اور مسلمان یاجوج ماجوج کی کمانوں، تیروں اور ترکشوں کو سات سال تک جلاتے رہیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایک زوردار بارش بھیجے گا جس سے کوئی بھی مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا پتھر کا اور خواہ صوف کا ہو، نہیں بچے گا وہ بارش زمین کو دھو کر آئینہ کی مانند صاف کر دے گی پھر زمین کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے پھلوں "یعنی اپنی پیداوار کو نکال اور اپنی برکت کو واپس لا، چنانچہ (زمین کی پیداوار اس قدر بابرکت اور بافراط ہوگی کہ) دس سے لے کر چالیس آدمیوں تک کی پوری جماعت ایک انار کے پھل سے سیر ہو جائے گی اور اس انار کے چھلکے سے لوگ سایہ حاصل کریں گے، نیز دودھ میں برکت دی جائے گی، (یعنی اونٹ اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ بہت ہوگا) یہاں تک کہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگی، دودھ دینے والی ایک گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لئے کافی ہوگی اور دودھ دینے والی ایک بکری آدمیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے لئے کافی ہوگی۔ بہر حال لوگ اسی طرح کی خوش حالی اور امن وچین کی زندگی گزار رہے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا جو ان کی بغل کے نیچے کے حصہ کو پکڑے گی (یعنی اس ہوا کی وجہ سے ان کی بغلوں میں ایک درد پیدا ہوگا) اور پھر وہ ہوا ہر مؤمن اور ہر مسلمان کی روح قبض کر لے گی اور صرف بدکار شریر لوگ دنیا میں باقی رہ جائیں گے جو آپس میں گدھوں کی طرح مختلط ہو جائیں گے اور ان ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ اس پوری روایت کو مسلم نے نقل کیا ہے علاوہ دوسری روایت کو ان الفاظ تطرحم بالنهبل تا سبع سنین کے کہ اس کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 41)

تو میں اس سے تمہارے سامنے جھگڑوں۔" میں اس طرف اشارہ ہے کہ بالفرض اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں دجال کا ظہور ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دلیل وحجت کے ذریعہ اس پر غالب آنے کے لئے اپنی امت میں سے کسی معاون ومددگار کی مدد کا محتاج نہیں تھے! بہر حال مذکورہ بالا جملہ کی وضاحت کے سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھی کہ دجال کا ظہور زمانہ نبوی کے بعد ہوگا جیسا کہ دوسری احادیث اور دیگر دلائل وقرائن سے واضح ہے لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ جملہ ارشاد فرمانا دراصل دجال کے ظاہر ہونے کی حقیقت کو زیادہ یقین کے ساتھ بیان کرنے اور مؤکد کرنے، اس کے ظہور کے وقت مبہم ہونے کی طرف اشارہ کرنے اور جن لوگوں کا دجال سے سابقہ پڑنے والا ہے ان کو اس کے فتنہ سے چوکنا کرنے کے پیش نظر تھا۔ "تو پھر تم میں سے ہر شخص اپنی ذات کی طرف سے اس سے جھگڑنے والا" کا مطلب یہ ہے کہ دجال کے ظاہر ہونے کے وقت جو مسلمان اس دنیا میں ہوں گے ان میں سے ہر ایک کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کے شر سے بچنے کے لئے شرعی وقطعی اور عقلی دلائل کے ذریعہ اس سے بحث ومباحثہ کرے اور اس پر غالب آئے لیکن یہ بات فرض کر لینے کے بعد کہ دجال بحث ومباحثہ کو سننے اور دلائل کو تسلیم کرنے والا ہوگا ورنہ اس جملہ کے اصل معنی یہ ہوں گے کہ اس وقت ہر مؤمن کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ دجال کی تکذیب کرے، اس کی بات کو قبول کرنے اور اس کو تکلیف واذیت پہنچانے کی صورت اختیار کر کے اس کے شر سے اپنے کو بچائے۔ "میرا وکیل وخلیفہ ہر مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ ہے" میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ ہر مؤمن ومسلمان کا حافظ وناصر ہوگا اور دجال کے فتنہ سے بچنے میں مدد دے گا پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کامل یقین رکھنے والا مومن ہمیشہ مدد ونصرت پاتا ہے اگرچہ ان کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم وامام موجود نہ ہو، اس اعتبار سے حدیث فرقہ امامیہ کے خلاف مضبوط دلیل ہے۔ "دجال جوان ہوگا۔" سے یہ ثابت ہوا کہ ابن صیاد پر دجال کا اطلاق کرنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، ان الفاظ سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ سفید بالوں کی صورت میں کسی شخص کو جو وقار حاصل ہوتا ہے اس سے دجال محروم ہوگا۔ "عبدالعزی ابن قطن" ایک یہودی کا نا تھا اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی مشرک تھا کیونکہ "عزی" ایک بت کا نام ہے۔ اس کی طرف عبد یعنی بندہ کی نسبت رکھنے والا مشرک ہی ہو سکتا ہے، اس کی تائید بعض حضرات کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ اس عبدالعزی قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص تھا جو زمانہ جاہلیت میں مر چکا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو عبدالعزی کے ساتھ تشبیہ دی تو اس میں جزم کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ "گویا" کا لفظ اظہار شک کے لئے نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے یعنی عبدالعزی، اس کا تعارف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم کشف یا خواب میں حاصل ہوا تھا اس لئے اس کے ساتھ دجال کو تشبیہ دیتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کانے کا لفظ استعمال فرمایا جیسا کہ کسی خواب کو بیان کرنے کا یہی اسلوب معتبر ہے۔ سورت کہف کی ابتدائی آیتوں سے مراد شروع سے ان یقولون الا کذبا تک کی آیتیں ہیں آیتوں کو دجال کے سامنے پڑھنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ ان میں جو مضامین مذکورہ ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت، اس کی کتاب اور آیات بینات کے ثبوت اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور رسول کی اس اعجازی شان پر دلالت کرتے ہیں جس کی برکت سے دجال کے محیر العقول کارنامے ملیامیٹ ہو کر رہ جائیں گے اور اس کی اتباع کرنے والے

ہلاکت وتباہی کے علاوہ اور کچھ نہیں پائیں گے! طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ سورت کہف کی ابتدائی آیتیں یہ خاصیت رکھتی ہیں کہ ان کا پڑھنے والا دجال کے فتنہ سے امن وحفاظت میں رہے گا جیسا کہ اصحاب کہف نے اپنے زمانے کی سب سے بڑی طاقت سے شر وفتنہ سے امان ونجات پائی تھی واضح رہے کہ بعض احادیث میں ان آیتوں کو رات میں سوتے وقت بھی پڑھنا منقول ہے! مسلم کی دوسری روایت میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ فانہا جوارکم من فتنتہ (کیونکہ وہ آیتیں تمہیں دجال کے فتنہ سے محفوظ ومامون رکھیں گی) تو اکثر صحیح نسخوں میں "جوار" کا لفظ جیم کے زیر اور آخر میں ر کے ساتھ ہے، جس کے معنی اس پروانہ راہ داری کے ہیں جس کی بنیاد پر کوئی شخص سفر کرتا ہے اور راستہ میں اس کو کوئی روک ٹوک نہیں کرتا پھر بعض شروح میں "جوار" جیم کے زبر اور پیش کے ساتھ بیان کیا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ جیم کے زیر کے ساتھ ہی فصیح ہے اس موقع پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ حصن حصین میں سورت کہف کے تعلق سے متعدد روایتیں منقول ہیں مثلا ایک روایت میں یہ ہے کہ جس شخص نے سورت کہف پڑھ لی اس کو اس کے پاس سے لے کر مکہ مکرمہ تک کی نورانیت حاصل ہوتی ہے اور دس شخصوں نے اس سورت کی آخری دس آیتیں پڑھیں اور پھر اس کے زمانہ میں دجال نکل آئے تو دجال اس پر تسلط پانے میں ناکام رہے گا ایک اور روایت میں یہ ہے کہ جس شخص نے سورت کہف کی ابتدائی تین آیتیں پڑھ لیں وہ دجال سے محفوظ ہو گیا ان آخری دونوں روایتوں میں دس آیتوں اور تین آیتوں کی صورت میں جو ظاہری تضاد ہے اس کو ختم کرنے کے لئے یوں تو بہت سے اقوال ہیں لیکن زیادہ واضح قول یہ ہے کہ سورت کہف کا کم سے کم حصہ کہ جس کا پڑھنا دجال کے شر سے محفوظ رکھے گا تین آیتیں ہیں اور ان تین آیتوں کو حفظ کر لینا اولیٰ ہے لہٰذا یہ بات زیادہ حصہ مثلاً دس آیتوں کے پڑھنے یا اس کو حفظ کرنے کے منافی نہیں ہے۔ "اور وہ دائیں بائیں فساد پھیلائے گا" اس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ دجال جن شہروں اور علاقوں سے گزرے گا صرف انہی جگہوں پر فتنہ وفساد پھیلانے پر اکتفا نہیں کرے گا بلکہ اپنے دائیں بائیں اور ادھر ادھر، جہاں خود نہیں جا سکے گا اپنے لشکر اور اپنے تابعداروں کی جماعت بھیجے گا، اس طرح اس کے فتنہ وشر سے کوئی مومن امن میں نہیں ہوگا اور ایسی کوئی جگہ باقی نہیں بچے گی جہاں اس کا فتنہ نہ پہنچے۔ "اے اللہ کے بندو تم ثابت قدم رہنا" یہ خطاب ان مومنین سے ہے جو دجال کے زمانہ میں ہوں گے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اپنے صحابہ سے فرمائی کہ اگر بالفرض تم دجال کا زمانہ پاؤ تو اس وقت دین پر مضبوطی سے قائم رہنا۔ "چالیس دن" اس کے سلسلے میں [illegible] مسلم کی روایت میں تو دجال کی مدت قیام چالیس دن فرمائی گئی ہے جب کہ آگے آنے والی ایک حدیث میں یہ مدت [illegible] بیان کی گئی ہے پس بغوی نے شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ چالیس سال بیان کرنے والی حدیث صحت واسناد کے اعتبار [illegible] درجہ کی نہیں ہے کہ اس کو مسلم کی اس روایت کے معارض قرار دیا جا سکے اور بالفرض اس کو اس درجہ کی صحیح حدیث بھی تسلیم کر لیا [illegible] یہ کہا جائے گا کہ ان دونوں حدیثوں میں جو الگ الگ دو مدتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک مدت تو وہ ہے [illegible] پر اس کا ظہور ہی نہیں ہوگا بلکہ اس دنیا میں اس کی موجودگی غیر معلوم ہوگی اور دوسری [illegible] لوگوں پر ظاہر رہے گا اور نہیں تعین کے ساتھ اس کی موجودگی کا علم ہوگا [illegible]
مطلب یہ ہے کہ جب [illegible] کے بعد اتنا وقت گزر جائے [illegible]

ظہر کی نماز پڑھی جائے اور جب ظہر کے بعد اتنا وقت گزر جائے جو عام دنوں میں ظہر اور عصر کے درمیان ہوتا ہے تو اس وقت عصر کی نماز پڑھی جائے اور جب عصر کے بعد اتنا وقت گزر جائے، جو عام دنوں میں عصر، مغرب کے درمیان ہوتا ہے تو اس وقت مغرب کی نماز پڑھی جائے۔ اسی حساب سے عشاء و فجر کی نماز پڑھی جائے۔ غرضیکہ پانچوں نمازیں اسی اندازے اور حساب سے پڑھی جائیں گی یہاں تک کہ وہ دن، ایک برس کے برابر ہو کر گزر جائے نیز یہی اندازہ اور حساب ان دنوں میں اختیار کیا جائے گا جو ایک مہینہ اور ایک ہفتہ کے برابر ہوں گے واضح رہے کہ مذکورہ دنوں کی طوالت کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ حقیقت میں اتنے ہی طویل ہوں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ شب و روز کی گردش کو مختصر سے مختصر اور طویل سے طویل کر سکتا ہے اس بارے میں بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ وہ دن حقیقت میں اس قدر طویل نہیں ہوں گے بلکہ ہجوم افکار اور کثرت آلام کی بنا پر اس قدر طویل معلوم ہوں گے تو یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے اس کی سب سے بڑی دلیل صحابہ کرام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ سوال کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں یہ جواب دینا کہ نماز پڑھنے کے لئے ایک دن کا حساب لگانا ہوگا نیز بعض حضرات جو یہ اشکال ظاہر کرتے ہیں کہ نماز تو وقتوں یعنی سورج کے طلوع و غروب وغیرہ کے اعتبار سے مقرر ہوتی ہے اور جب اس طلوع و غروب وغیرہ کا وقت ہی نہیں ہوگا تو نمازیں کس طرح پڑھی جائیں گی؟ تو یہ اشکال بالکل لغو ہے، حقیقت یہ ہے کہ اصل چیز شارع کا حکم ہے جب شارع علیہ السلام نے اس مخصوص دن کے لئے مذکورہ حکم ارشاد فرما دیا ہے تو پھر کسی کو چون و چرا کی کیا گنجائش ہے علامہ تور پشتی وغیرہ نے اس موقع پر مذکورہ اشکال کے اور جواب بھی لکھے ہیں، اہل علم مرقات میں دیکھ سکتے ہیں۔ "ان کے کوہان بڑے بڑے ہو جائیں گے۔" میں کوہان "ذری" کا ترجمہ ہے جو "ذروہ" کی جمع ہے، جس کے اصل معنی بلندی، بلند جگہ کے ہیں، اسی اعتبار سے اونٹ کے کوہان پر بھی ذروۃ کا اطلاق ہوتا ہے اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ جو جانور چرنے کے لئے جنگل گئے ہوں گے وہ بہت فربہ ہو کر واپس آئیں گے۔ "پھر اس قوم کے لوگ قحط و خشک سالی اور تباہ حالی کا شکار ہو جائیں گے" کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مومن چونکہ دجال کی بات کو قبول کرنے اور اس کی پیروی سے انکار کر دیں گے اس لئے وہ دجال کی طرف سے طرح طرح کی سختیوں اور مصیبتوں میں مبتلا کئے جائیں لیکن وہ ان تمام سختیوں اور مصائب کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کریں گے اور اپنے دین و عقیدہ پر قائم رہیں گے اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان مومنوں کو اولیاء کاملین کی صفات و خصوصیات عطاء فرما دے گا۔ فتتبعہ کنوزھا کیعاسیب النحل (وہ خزانے اس طرح اس کے پیچھے پیچھے ہولیں گے جس طرح شہد کی مکھیوں کے سردار ہوتے ہیں "یعاسیب" اصل میں "یعسوب" کی جمع ہے جس کے معنی ہیں شہد کی مکھیوں کا سردار، حاصل یہ کہ جس طرح "یعسوب" آگے ہوتا ہے اور شہد کی مکھیاں اس کے ساتھ پیچھے پیچھے ہوتی ہیں اس طرح دجال کے ساتھ خزانے اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے اور سردار کے تعلق کی مناسبت سے قوم و جماعت کے سربراہ کو بھی "یعسوب" کہا جاتا ہے، جیسا کہ دیلمی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ علی یعسوب المؤمنین والمال یعسوب المنافقین یعنی علی مؤمنوں کے سردار ہیں کہ تمام مؤمن ان کی اتباع کرتے ہیں اور ان کی امان و پناہ میں رہتے ہیں) اور مال منافقوں کا سردار ہے (کہ منافق مال و زر کے پیچھے رہتا ہے اور اس کی امان و پناہ میں رہنا چاہتا ہے) نیز حضرت ابوبکر کی مدح میں بھی منقول ہے کہ حضرت علی نے ان

[illegible] مرثیہ میں فرمایا تھا کنت للدین یعسوب (یعنی اے ابوبکر آپ تو دین کے رئیس سردار تھے۔ "جو دمشق کے مشرقی جانب کے سفید منارہ پر اتریں گے۔ "اس روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں اتریں گے، لیکن ایک روایت [illegible] کیا گیا ہے کہ وہ بیت المقدس میں، ایک روایت میں اردن میں اترنا منقول ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں کی [illegible] میں اتریں گے واضح رہے کہ جس روایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیت المقدس میں اترنا منقول ہے وہ ابن ماجہ کی [illegible] ترجیح قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ حقیقت میں یہ دوسری روایتوں کے منافی نہیں ہے اس وجہ سے کہ بیت المقدس، دمشق [illegible] مشرق میں واقع ہے، بیت المقدس مسلمانوں کا اجتماع گاہ بھی ہے اور بیت المقدس اردن ہی کا علاقہ ہے، صرف ایک چیز [illegible] یہ کہ بیت المقدس میں سفید منارہ نہیں ہے، لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے [illegible] المقدس میں منارہ بھی بن سکتا ہے۔ بین مھرو دتین (اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے) [illegible] تین [illegible] سے بھی منقول ہے اور ذال سے بھی اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ آسمان سے اترنے کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] پر جو دو کپڑے ہوں گے وہ زعفران سے یا عصفر (زرد رنگ کی ایک گھاس) سے رنگے ہوئے ہوں گے۔ واذا رفعه تحدر منه [illegible] جمان اللؤلؤ۔ (اور جب سر اٹھائیں گے تو ان کے بالوں سے چاندی کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے جو موتیوں کی طرح [illegible] ہوں گے) کا مطلب یہ ہے کہ ان سے ٹپکنے والے پسینہ کے قطرے اس قدر صاف اور سفید ہوں گے جیسا کہ موتیوں کی طرح چاندی کے [illegible] ہوتے ہیں۔ نہایہ میں لکھا ہے کہ لفظ جمان عذاب کے وزن پر ہے اور اس کے معنی ہیں چاندی کے بنے ہوئے [illegible] موتی [illegible] جمانة ہے! طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پسینے کے قطروں کو پہلے تو [illegible] میں [illegible] تشبیہ دی اور پھر صفائی اور خوشنمائی کے اعتبار سے جمان کو موتی کے ساتھ تشبیہ دی! اور بعض حضرات یہ کہتے [illegible] تشدید کے ساتھ تو چھوٹے موتی کو کہتے ہیں اور جمان جیم کی تشدید کے بغیر، ان دانوں کو کہتے ہیں جو چاندی [illegible] ہوں اور یہاں یہی دوسرے معنی مراد ہیں اور حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنا سر جھکائیں [illegible] میں نورانی قطرے ظاہر ہونگے اور جب سر اٹھائیں گے تو وہ قطرے ٹپک پڑیں گے گویا حضرت عیسیٰ علیہ [illegible] اور ان [illegible] داطراوت سے کنایہ ہے۔ "یہ ناممکن ہوگا کہ کسی کافر تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے [illegible] سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حکم میں خود دجال شامل کیوں نہیں ہوگا؟ اس کا جواب [illegible] پیش نظر اس حکم سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہو اور وہ [illegible] دکھائیں تا کہ مؤمنین کے ذہن میں دجال کا عاجز و فریب کار ہونا ظاہر ہو اور اپنی آنکھوں سے [illegible] دیکھ لیں یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس کی ہوا سے کافروں کا مر جانا ان [illegible] کے آسمان سے اترنے کے وقت [illegible] کچھ عرصہ تک ظاہر رہے گی اور پھر جب وہ دجال کی [illegible] تو یہ کرامت اٹھالی جائے گی، چنانچہ کسی کرامت [illegible] یہ ضروری نہیں [illegible] ہر وقت ظاہر رہے اور [illegible] ہے کہ یہ کرامت ان کے معمول [illegible]

مراد ہے اصل میں "قحف" اس گول ہڈی (یعنی کھوپڑی) کو کہتے ہیں جو دماغ کے اوپر ہوتی ہے اور لکڑی کے پیالہ کو بھی "قحف" کہتے ہیں لہٰذا اس مشابہت کی وجہ سے حدیث میں انار کے چھلکے کو "قحف" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ "الفآام من الناس" (لوگوں کی ایک بڑی جماعت) میں لفظ "فآام" دجال کے وزن پر ہمزہ کے ساتھ ہے اور عام بول چال میں ہمزہ کو ی سے بدل دیتے ہیں، بہر حال یہ لفظ "آدمیوں کی جماعت۔" کے معنی میں ہے اور یہاں اس سے مراد لوگوں کی اتنی بڑی جماعت ہے جس پر "قبیلہ" سے زیادہ لوگوں کا اطلاق ہو، جیسا کہ "قبیلہ کا اطلاق، لوگوں کی اس جماعت پر ہوتا ہے جو "فخذ" سے زیادہ ہو اور "فخذ" یہاں ف کے زبر اور خ کے جزم کے ساتھ ہے، جس کے معنی صرف عزیز واقربا کی جماعت کے ہیں اور اس کا اطلاق لوگوں کی اس جماعت پر ہوتا ہے جو "بطن" سے کم ہو اور "بطن" کا اطلاق "قبیلہ" سے بھی کم جماعت پر ہوتا ہے! ویسے لفظ "خ" کے زیر کے ساتھ بلکہ خ کے جزم کے ساتھ بھی) کے معنی "ران" کے آتے ہیں۔ "اور پھر وہ ہوا ہر مومن ہر مسلمان کی روح قبض کر لے گی" میں ہوا کی طرف روح قبض کرنے کی نسبت مجازی ہے، حقیقت میں روح کو قبض کرنے کا کام ملک الموت (یعنی موت کے فرشتے) کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ارواح قبض کرتا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ بیان ہو چکی ہے کہ مؤمن اور مسلم دونوں ایک ہی ہیں، جو مؤمن ہے وہ مسلمان ہے اور جو مسلمان ہے وہ مؤمن ہے، البتہ ان دونوں کے درمیان جو لطیف فرق علماء نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ مؤمن تو تصدیق قلبی کے اعتبار سے کہتے ہیں جس کا تعلق باطن سے ہوتا ہے اور مسلمان ظاہری انقیاد واطاعت کے اعتبار سے کہتے ہیں، لہٰذا یہاں ان دونوں کو الگ الگ بیان کرنے سے مراد تاکید بھی ہے اور تعمیم بھی اس حکم کے دائرے سے کوئی بھی باہر نہ رہے۔ "جو آپس میں گدھوں کی طرح مختلط ہو جائیں گے" کے بارے میں بعض شارحین نے کہا ہے کہ یہاں اختلاط سے مراد جماع کرنا یعنی وہ لوگ بے حیاء اور بے لحاظ ہو کر علانیہ لوگوں کے سامنے جماع کریں گے جیسا کہ گدھے کرتے ہیں چنانچہ "ھرج" کا لفظ جماع کے معنی میں بھی آتا ہے۔ "اور انہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی" کا مطلب یہ ہے کہ جب قیامت آئے گی تو اس وقت اس دنیا میں صرف وہی بدکار واشرار لوگ (یعنی کفار وفجار ہوں گے، ان کے برعکس لوگ یعنی مؤمنین وصالحین نہ اس وقت اس دنیا میں موجود ہوں گے اور نہ ان پر قیامت قائم ہوگی چنانچہ آگے ایک حدیث آرہی ہے اس میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ روئے زمین پر اللہ اللہ کہنا بند نہ ہو جائے (یعنی قیامت اسی وقت آئے گی جب روئے زمین پر ایک بھی اللہ کا نام لیوا باقی نہیں رہے گا۔

3954 - حَدَّثَنَا رَاشِدُ بْنُ سَعِيدٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِي السَّائِبِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا اِلَّا مَنْ اَحْيَاهُ اللّٰهُ بِالْعِلْمِ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"عنقریب فتنے آئیں گے ایسے کہ دن کے وقت آدمی مومن ہوگا اور شام کے وقت کافر ہو چکا ہوگا ماسوائے اس شخص

کے جسے اللہ تعالیٰ علم کے ذریعے زندہ رکھے"۔

3955- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ وَاَبِىْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْفِتْنَةِ قَالَ حُذَيْفَةُ فَقُلْتُ اَنَا قَالَ اِنَّكَ لَجَرِىءٌ قَالَ كَيْفَ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِىْ اَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ عُمَرُ لَيْسَ هٰذَا اُرِيْدُ اِنَّمَا اُرِيْدُ الَّتِىْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ اَوْ يُفْتَحُ قَالَ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذَاكَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا يُغْلَقَ قُلْنَا لِحُذَيْفَةَ اَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ اَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ اِنِّىْ حَدَّثْتُهُ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ فَهِبْنَا اَنْ نَسْاَلَهُ مَنِ الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ فَسَاَلَهُ فَقَالَ عُمَرُ

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے دریافت کیا: آپ میں سے کون فتنے کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو یاد رکھتا ہے' تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا: میں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: آپ نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا تھا؟ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے آدمی کی آزمائش اس کی بیوی، اس کے بچوں اور اس کے پڑوسی میں ہوتی ہے اور نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، صدقہ کرنا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا اس کا کفارہ بن جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: میری یہ مراد نہیں تھی میں تو اس کے بارے میں پوچھنا چاہ رہا تھا جو سمندر کی موج کی طرح موجزن ہوگا۔ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: امیر المومنین آپ کا اس کے ساتھ کیا واسطہ؟ آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اس دروازے کو توڑ دیا جائے گا یا اسے کھولا جائے گا؟ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بولے: جی نہیں! بلکہ اسے توڑا جائے گا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: پھر تو یہ اس لائق ہوگا' وہ دوبارہ بند نہ ہو۔

راوی کہتے ہیں: ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانتے ہیں کہ دروازے سے مراد کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! جس طرح وہ یہ جانتے تھے کہ آنے والے کل سے پہلے آج کی رات آئے گی میں نے انہیں ایک ایسی حدیث سنائی تھی جس میں غلطی نہیں تھی (راوی کہتے ہیں:) تو ہم ہیبت کی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں پوچھ سکے کہ دروازے سے مراد کون ہے؟ تو ہم نے مسروق سے کہا کہ تم ان سے سوال کرو' انہوں نے ان سے سوال کیا: تو انہوں نے بتایا: اس سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

3956- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْمُحَارِبِىُّ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ

3955: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 525' ورقم الحدیث: 1435' ورقم الحدیث: 1895' ورقم الحدیث: 3586' ورقم الحدیث: 7096' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7197' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2258

3956: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4248' ورقم الحدیث: 4753' ورقم الحدیث: 4755' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4202

وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ انْتَهَيْتُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ جَالِسٌ فِىْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَالنَّاسُ مُجْتَمِعُوْنَ عَلَيْهِ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ بَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ اِذْ نَزَلَ مَنْزِلًا فَمِنَّا مَنْ يَضْرِبُ خِبَاءَهُ وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِىْ جَشَرِهٖ اِذْ نَادٰى مُنَادِيْهِ الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَاجْتَمَعْنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَنَا فَقَالَ اِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِىْ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ يَدُلَّ اُمَّتَهٗ عَلٰى مَا يَعْلَمُهٗ خَيْرًا لَّهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ مَا يَعْلَمُهٗ شَرًّا لَّهُمْ وَاِنَّ اُمَّتَكُمْ هٰذِهٖ جُعِلَتْ عَافِيَتُهَا فِىْ اَوَّلِهَا وَاِنَّ اٰخِرَهُمْ يُصِيْبُهُمْ بَلَاءٌ وَّاُمُوْرٌ يُنْكِرُوْنَهَا ثُمَّ تَجِيْءُ فِتَنٌ يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ هٰذِهٖ مُهْلِكَتِىْ ثُمَّ تَنْكَشِفُ ثُمَّ تَجِيْءُ فِتْنَةٌ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ هٰذِهٖ مُهْلِكَتِىْ ثُمَّ تَنْكَشِفُ فَمَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتُدْرِكْهُ مَوْتَتُهٗ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِىْ يُحِبُّ اَنْ يَّاْتُوْا اِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَمِيْنِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ فَلْيُطِعْهُ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنْ جَآءَ اٰخَرُ يُنَازِعُهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْاٰخَرِ قَالَ فَاَدْخَلْتُ رَاْسِىْ مِنْ بَيْنِ النَّاسِ فَقُلْتُ اَنْشُدُكَ اللّٰهَ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى اُذُنَيْهِ فَقَالَ سَمِعَتْهُ اُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِىْ

●● عبدالرحمٰن بن عبدرب کعبہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت خانۂ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ ان کے اردگرد اکٹھے تھے میں نے انہیں یہ بیان کرتے ہوئے سنا ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا ہم میں سے کچھ لوگ خیمے لگانے لگے کچھ تیر درست کرنے لگے اور ہم میں سے کچھ لوگ اپنے جانوروں کی دیکھ بھال کرنے لگے۔ اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان کرنے والے نے اعلان کیا:

''نماز جمع کرنے والی ہے'' (یعنی آپ لوگ اکٹھے ہو جائیں) تو ہم لوگ اکٹھے ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ سے پہلے آنے والے ہر نبی پر یہ بات لازم تھی کہ وہ اپنی امت کی راہنمائی ہر اس چیز کی طرف کرے جس کے بارے میں اس نبی کو یہ پتہ ہو کہ یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے اور ان لوگوں کو ہر اس چیز سے ڈرائے جس کے بارے میں اس نبی کو پتہ ہے کہ یہ ان کے لیے بری ہوگی جہاں تک تمہاری امت کا معاملہ ہے' تو اس کی سلامتی اس کے ابتدائی حصے میں ہے' اس کے آخری حصے میں اسے آزمائشوں اور ایسے امور کا سامنا کرنا پڑے گا' جو قابل انکار ہوں گے' پھر کچھ فتنے آئیں گے' جو ایک دوسرے کو نرم بنادیں گے (یعنی ہر بعد والا فتنہ پہلے سے زیادہ سخت محسوس ہوگا) تو مومن یہ کہے گا: یہ مجھے ہلاک کر دے گا' پھر وہ فتنہ ختم ہو جائے پھر دوسرا فتنہ آئے گا' تو مومن یہ کہے گا: یہ مجھے ہلاک کر دے گا' پھر وہ بھی ختم ہو جائے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:) جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اسے آگ سے بچا لیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے' تو جب اسے موت آئے' تو وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہی رویہ اختیار کرے جس کے بارے میں وہ یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے ساتھ یہ رویہ رکھیں اور جو شخص کسی حاکم کی بیعت کرنے کے بعد اس سے عہد کر لے اور پورے اخلاص

کے ساتھ یہ عہد کرے تو جہاں تک اس سے ہو سکے وہ اس حاکم کی فرمانبرداری کرے اگر کوئی دوسرا شخص آ کر اس حاکم کے ساتھ جھگڑا کرے تو تم لوگ اس دوسرے شخص کی گردن اڑا دو۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے لوگوں کے درمیان اپنا سر داخل کیا اور (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) سے دریافت کیا: میں آپ کو اللہ کے نام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کیا آپ نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی خود سنی ہے؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھ کے ذریعے اپنے دونوں کانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میرے دونوں کانوں نے اس بات کو سنا اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا۔

بَاب التَّثَبُّتِ فِي الْفِتْنَةِ

یہ باب ہے کہ فتنے کے زمانے میں ثابت قدمی اختیار کرنا

3957- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عُمَارَةَ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ بِكُمْ وَبِزَمَانٍ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ يُغَرْبَلُ النَّاسُ فِيهِ غَرْبَلَةً وَتَبْقَى حُثَالَةٌ مِنَ النَّاسِ قَدْ مَرِجَتْ عُهُودُهُمْ وَأَمَانَاتُهُمْ فَاخْتَلَفُوا وَكَانُوا هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ قَالُوا كَيْفَ بِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا كَانَ ذَلِكَ قَالَ تَأْخُذُونَ بِمَا تَعْرِفُونَ وَتَدَعُونَ مَا تُنْكِرُونَ وَتُقْبِلُونَ عَلَى خَاصَّتِكُمْ وَتَذَرُونَ أَمْرَ عَوَامِّكُمْ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اس زمانے میں تمہاری کیا حالت ہو گی جو عنقریب سامنے آئے گا، جس میں اچھے لوگ رخصت ہو جائیں اور ناکارہ لوگ باقی رہ جائیں گے، ان کے وعدے اور ان کی امانتیں سب فساد کا شکار ہو جائیں گے، وہ ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کریں گے اور وہ اس طرح ہو جائیں گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر کے ارشاد فرمایا۔

لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر ہمیں اس وقت کیا کرنا چاہئے؟ جب یہ صورتحال سامنے آئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس چیز کو تم نیکی سمجھو اسے اختیار کرو اور جسے تم گناہ سمجھو اسے ترک کر دو، اپنے مخصوص لوگوں کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور عام لوگوں کو چھوڑ دو"۔

3958- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنِ الْمُشَعَّثِ ابْنِ طَرِيفٍ

3957: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4342

3958: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4261

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتَ يَا اَبَا ذَرٍّ وَمَوْتًا يُصِيْبُ النَّاسَ حَتّٰى يُقَوَّمَ الْبَيْتُ بِالْوَصِيْفِ يَعْنِى الْقَبْرَ قُلْتُ مَا خَارَ اللّٰهُ لِىْ وَرَسُوْلُهُ اَوْ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ تَصَبَّرْ قَالَ كَيْفَ اَنْتَ وَجُوْعًا يُصِيْبُ النَّاسَ حَتّٰى تَاْتِىَ مَسْجِدَكَ فَلَا تَسْتَطِيْعَ اَنْ تَرْجِعَ اِلٰى فِرَاشِكَ وَلَا تَسْتَطِيْعَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ فِرَاشِكَ اِلٰى مَسْجِدِكَ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ اَوْ مَا خَارَ اللّٰهُ لِىْ وَرَسُوْلُهُ قَالَ عَلَيْكَ بِالْعِفَّةِ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ اَنْتَ وَقَتْلًا يُصِيْبُ النَّاسَ حَتّٰى تُغْرَقَ حِجَارَةُ الزَّيْتِ بِالدَّمِ قُلْتُ مَا خَارَ اللّٰهُ لِىْ وَرَسُوْلُهُ قَالَ الْحَقْ بِمَنْ اَنْتَ مِنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اٰخُذُ بِسَيْفِىْ فَاَضْرِبَ بِهٖ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ قَالَ شَارَكْتَ الْقَوْمَ اِذًا وَّلٰكِنِ ادْخُلْ بَيْتَكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنْ دُخِلَ بَيْتِىْ قَالَ اِنْ خَشِيْتَ اَنْ يَّبْهَرَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ فَاَلْقِ طَرَفَ رِدَائِكَ عَلٰى وَجْهِكَ فَيَبُوْءَ بِاِثْمِهٖ وَاِثْمِكَ فَيَكُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ

◆◆ عبداللہ بن صامت' حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اے ابوذر! اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی' جب موت اس طرح سے لوگوں کو لاحق ہو گی کہ قبر کی قیمت غلام کے ذریعے لگائی جائے گی (یعنی قبر اتنی مہنگی ہو جائے گی)''

راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد قبر ہی تھی۔

میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے جو پسند کریں گے (میں وہی کروں گا)

راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں، اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم صبر سے کام لینا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی' جب لوگوں کو اتنی زیادہ بھوک لاحق ہو گی کہ جب تم مسجد میں آؤ گے تو تم اپنے بستر تک واپس جانے کی استطاعت نہیں رکھو گے (یا گھر میں اتنے بھوکے ہو گے) کہ تم یہ استطاعت نہیں رکھو گے کہ اپنے بستر سے اٹھ کر اپنی مسجد کی طرف چلے جاؤ (یہاں مسجد سے مراد نماز کی مخصوص جگہ بھی ہو سکتی ہے)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے جو پسند کریں گے (میں وہی کروں گا)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر بچ کے رہنا لازم ہے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی' جب لوگوں کو اتنی زیادہ قتل و غارت گری لاحق ہو گی کہ ''حجارۃ زیت'' کی جگہ خون سے بھر جائے گی''۔

میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے جو پسند کریں گے (میں وہ ہی کروں گا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے گھر والوں کے ساتھ رہنا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں اپنی تلوار پکڑ کر ایسا کرنے والے شخص کی گردن نہ اڑا دوں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اس صورت میں تم ان لوگوں کے ساتھ شریک ہو جاؤ گے تم اس وقت اپنے گھر چلے جانا"۔

میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اگر وہ لوگ میرے گھر میں داخل ہو گئے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تلوار کی چمک تمہیں خوفزدہ کر دے گی تو تم اپنی چادر کے کنارے کو اپنے چہرے پر ڈال لینا (تو وہ قاتل اپنے اور تمہارے گناہ کا بوجھ اٹھائے گا) اور وہ جہنمی بن جائے گا"۔

3959 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا اُسَيْدُ بْنُ الْمُتَشَمِّسِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَهَرْجًا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَقْتُلُ الْاٰنَ فِى الْعَامِ الْوَاحِدِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِقَتْلِ الْمُشْرِكِيْنَ وَلٰكِنْ يَقْتُلُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا حَتّٰى يَقْتُلَ الرَّجُلُ جَارَهُ وَابْنَ عَمِّهِ وَذَا قَرَابَتِهِ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَعَنَا عُقُوْلُنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزَعُ عُقُوْلُ اَكْثَرِ ذٰلِكَ الزَّمَانِ وَيَخْلُفُ لَهُ هَبَاءٌ مِّنَ النَّاسِ لَا عُقُوْلَ لَهُمْ ثُمَّ قَالَ الْاَشْعَرِيُّ وَايْمُ اللّٰهِ اِنِّيْ لَاَظُنُّهَا مُدْرِكَتِيْ وَاِيَّاكُمْ وَايْمُ اللّٰهِ مَا لِيْ وَلَكُمْ مِنْهَا مَخْرَجٌ اِنْ اَدْرَكَتْنَا فِيْمَا عَهِدَ اِلَيْنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنْ نَخْرُجَ كَمَا دَخَلْنَا فِيْهَا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ہمیں بتایا:

"قیامت کے قریب حرج ہوگا"۔

میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! حرج کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "قتل و غارت گری" تو ایک مسلمان نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم نے اب ایک سال میں اتنے' اتنے مشرکین کو قتل کر دیا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"یہ مشرکین کا قتل نہیں ہوگا بلکہ تم لوگ ایک دوسرے کو قتل کرو گے یہاں تک کہ آدمی اپنے پڑوسی کو، اپنے چچازاد کو، اپنے قریبی رشتے دار کو قتل کر دے گا"۔

ایک صاحب نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا اس موقع پر ہمارے پاس عقلیں ہوں گی؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اس زمانے میں اکثر لوگوں کی عقول الگ نہیں کی جائیں گی لیکن ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے' جن میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی"۔

پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی، اللہ کی قسم! مجھے اپنے لیے اور تمہارے لیے اس سے نکلنے کا کوئی راستہ سمجھ نہیں آتا۔

3959: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اگر اس نے ہمیں ایسی صورتحال میں پایا کہ ہم اس چیز پر کاربند ہوئے جو نبی اکرم ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا تو ٹھیک ہے ورنہ ہم اس سے اسی طرح نکلیں گے' جس طرح اس میں داخل ہوئے تھے۔

3960- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدٍ مُؤَذِّنُ مَسْجِدِ حُرْدَانَ قَالَ حَدَّثَتْنِي عُدَيْسَةُ بِنْتُ اُهْبَانَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ هَاهُنَا الْبَصْرَةَ دَخَلَ عَلٰى اَبِي فَقَالَ يَا اَبَا مُسْلِمٍ اَلَا تُعِينُنِي عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ قَالَ بَلٰى قَالَ فَدَعَا جَارِيَةً لَهُ فَقَالَ يَا جَارِيَةُ اَخْرِجِي سَيْفِي قَالَ فَاَخْرَجَتْهُ فَسَلَّ مِنْهُ قَدْرَ شِبْرٍ فَاِذَا هُوَ خَشَبٌ فَقَالَ اِنَّ خَلِيلِي وَابْنَ عَمِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَيَّ اِذَا كَانَتِ الْفِتْنَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ فَاَتَّخِذُ سَيْفًا مِنْ خَشَبٍ فَاِنْ شِئْتَ خَرَجْتُ مَعَكَ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي فِيكَ وَلَا فِي سَيْفِكَ

◆◆ عدیسہ بنت اہبان بیان کرتی ہیں' جب حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ یہاں بصرہ میں آئے' تو میرے والد کے پاس بھی تشریف لائے انہوں نے فرمایا: اے ابومسلم! کیا تم ان لوگوں کے خلاف میری مدد نہیں کرو گے' تو (میرے والد نے) جواب دیا: جی ہاں پھر انہوں نے اپنی کنیز کو بلایا اور بولے: اے لڑکی! تم میری تلوار نکالو تو اس لڑکی نے وہ تلوار نکالی انہوں نے ایک ''بالشت'' کے برابر اس تلوار کو لہرایا تو وہ لکڑی کی تلوار تھی پھر انہوں نے بتایا: میرے خلیل اور آپ کے چچازاد (یعنی نبی اکرم ﷺ) نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ جب مسلمانوں کے درمیان فتنہ آ جائے' تو میں لکڑی کی بنی ہوئی تلوار استعمال کروں اب اگر آپ یہ چاہتے ہیں' تو میں آپ کے ساتھ نکلتا ہوں' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تمہاری یا تمہاری تلوار کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

3961- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسٰى اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَرْوَانَ عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ عَنْ اَبِي مُوسٰى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا وَيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا اَلْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي فَكَسِّرُوا قِسِيَّكُمْ وَقَطِّعُوا اَوْتَارَكُمْ وَاضْرِبُوا بِسُيُوفِكُمُ الْحِجَارَةَ فَاِنْ دُخِلَ عَلٰى اَحَدِكُمْ فَلْيَكُنْ كَخَيْرِ ابْنَيْ اٰدَمَ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''قیامت سے پہلے کچھ ایسے فتنے آئیں گے' جو تاریک رات کے ٹکڑے کی مانند ہوں گے ان میں صبح کے وقت آدمی مؤمن ہوگا اور شام کو کافر ہو چکا ہوگا یا کوئی شام کو مؤمن ہوگا' تو صبح کافر ہو چکا ہوگا اس میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا شخص چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا شخص دوڑنے والے سے بہتر ہوگا (تو ایسے وقت میں) تم لوگ اپنی کمانوں کو توڑ دینا' کمان کی تاروں کو کاٹ دینا اور اپنی تلواریں پتھروں پر مار کر (ناکارہ کر دینا) اگر کوئی شخص تم میں سے کسی ایک (کے گھر میں اسے قتل کرنے کے لیے) داخل ہو' تو اسے چاہیے کہ وہ آدم کے دو بیٹوں میں

396: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2203

396: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4259' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2204

سے بہتر والے کی مانند ہو جائے (یعنی قاتل کو قتل کرنے کا موقع دے)

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اعمال صالحہ میں جلدی کرو قبل اس کے کہ وہ فتنے ظاہر ہو جائیں جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے اور ان فتنوں کا اثر ہوگا کہ آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا، نیز اپنے دین و مذہب کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کے عوض بیچ ڈالے گا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1315)

اعمال صالحہ میں جلدی کرو " کی ہدایت کا حاصل یہ ہے کہ اس تغیر پذیر دنیا کو کسی ایک رخ پر قرار نہیں اور وقت حالت کا بہاؤ ایک ہی سمت نہیں رہتا، اگر اب ایسے حالات ہیں جو عقیدہ وعمل کا رخ صحیح سمت رکھنے میں معاون بنتے ہیں تو بعد میں ایسے حالات بھی پیدا ہو سکتے ہیں جو فکر ونظریات اور عقیدہ وعمل کا سفر ٹھیک رخ پر جاری رکھنے میں زبردست رکاوٹ پیدا کر دیں اور ایسے میں کم ہی انسان ایسے ہوتے ہیں جن کے ذہن وفکر اور دل ودماغ ان حالات کی تاثیر سے محفوظ رہ پائیں اور جن کے اعمال صالحہ میں رکاوٹ نہ پیدا ہوتی ہو، پس جس شخص کو جو بھی موقع ملے اس میں اچھے کام اور نیک عمل کرنے میں جلدی کرنی چاہئے اور جس قدر بھی اعمال کئے جا سکتے ہوں کر لئے جائیں کیونکہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ آنے والا وقت کیا فتنے لے کر آئے اور پھر اعمال صالحہ اختیار کرنے کا موقع بھی مل سکے یا نہیں۔ "فتنوں " کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ آنے والے فتنوں کے بارے میں کسی کو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ کب اور کیوں نمودار ہوں گے اور ان سے چھٹکارے کی راہ کیا ہوگی، لہٰذا ان آنے والے فتنوں سے پہلے ہی اعمال صالحہ کے ذریعے اپنی دینی زندگی کو مضبوط و مستحکم بنا لو، آنے والے وقت کا انتظار نہ کرو کیونکہ اس وقت دین وشریعت کے تعلق سے سخت ترین آفات ومصائب میں اس طرح گم ہو کر رہ جاؤ گے کہ نیک کام کرنے کا موقع ہی نہ پا سکو گے۔ وہ وقت لوگوں کے ذہن وفکر اور اعمال وکردار پر کتنا برا اثر ڈالے گا اور وہ فتنے کس قدر سریع الاثر ہوں گے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ مثلاً آدمی جب صبح کو اٹھے گا تو ایمان یعنی اصل ایمان یا کمال ایمان کے ساتھ متصف ہوگا لیکن شام ہوتے ہوتے کفر کے اندھیروں میں پہنچ جائے گا۔

رہی یہ بات کہ کفر سے کیا مراد ہے؟ تو ہو سکتا ہے کہ اصل کفر مراد ہو، یعنی وہ شخص واقعۃ کفر کے دائرہ میں داخل ہو جائے گا یا یہ مراد ہے کہ وہ کفران نعمت کرنے والا ہو جائے گا، یا وہ کافروں کی مشابہت اختیار کرلے گا اور یا یہ کہ وہ ایسے کام کرنے لگے گا جو صرف کافر ہی کرتے ہیں۔

اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ جملہ کے معنی یہ ہیں کہ مثلاً ایک شخص جب صبح کو اٹھے گا تو اس چیز کو حلال جانتا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور اس چیز کو حرام جانتا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، لیکن شام ہوتے ہوتے اس کے ذہن وفکر اور اس کے عقیدے میں اس طرح انقلاب آ جائے گا کہ وہ اس چیز کو حرام سمجھنے لگے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور اس چیز کو حلال سمجھنے لگے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس پر جملہ کے دوسرے جزو یعنی شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کفر کی

حالت میں اٹھے گا۔ کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔
اور حاصل یہ ہے کہ عام لوگ ان فتنوں کی وجہ سے دین و شریعت کے معاملات میں تذبذب و تردد کا شکار ہو جائیں اور نام نہاد دانشور و عالم اور دنیادار مقتداؤں کے پیچھے چلنے لگیں گے۔ مظہر نے کہا ہے کہ مذکورہ صورت حال کے کئی وجوہ و اسباب اور مختلف مظاہر ہوں گے ایک تو یہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے گا اور وہ مخالف گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ پس ان کے درمیان محض عصبیت اور بغض و عناد کی وجہ سے خونریزی ہوگی اور دونوں گروہوں کے لوگ اپنے مخالفین کے جان و مال کو نقصان پہنچانے اور ایک دوسرے کی آبروریزی کرنے کو حلال و جائز جانیں گے، دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے حاکم و امراء ظلم و جور کا شیوہ اپنا لیں گے، چنانچہ وہ مسلمانوں کا ناحق خون بہائیں گے، زور و زبردستی ان کا مال لیں گے زنا کاری کریں گے، شراب پئیں گے اور دوسرے حرام امور کا ارتکاب کریں گے، لیکن ان کی صریح زیادتیوں اور بدکاریوں کے باوجود بعض لوگ یہ عقیدہ رکھیں گے اور دوسرے حرام امور کا ارتکاب کریں گے، لیکن ان کی بدعقیدگی کے اس فتنہ میں مبتلا کرنے والے وہ نام نہاد علماء ہوں گے جن کو علماء سو کہا جاتا ہے۔ ان کی طرف سے بے محابا ان امراء و حکام کے ان کاموں کے جواز کا فتویٰ دیا جائے گا جو وہ مسلمانوں کی خونریزی اور حرام امور کے ارتکاب کی صورت میں کریں گے۔
اور تیسرے یہ کہ عام مسلمانوں میں جہالت اور دین کی ناواقفیت کی وجہ سے جو برائیاں پھیل جائیں گی اور ان سے جن غیر شرعی امور کا صدور ہوگا جیسے خرید و فروخت کے معاملات اور دوسرے سماجی امور و تعلقات میں دین و شریعت کے احکام کی خلاف ورزی، ان کو حلال و جائز مانیں گے۔
اور حضرت شیخ عبدالحق نے یہ لکھا ہے کہ مذکورہ صورت حال اس وجہ سے پیدا ہوگی کہ لوگ اپنے اغراض و منافع کی خاطر، دنیادار امراء و حکام اور اہل دولت و ثروت سے میل جول رکھیں گے ان سے حاجت روائی کی امید میں ان کے ہاں گھستے پھریں گے ان کی حاشیہ نشینی اور مصاحبت کو بڑا اعزاز سمجھیں گے، پس اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ان کے تابع محض اور جی حضوری بن جائیں گے اور ان کے خلاف شریعت امور و معاملات میں ان کی موافقت تائید کرنے پر مجبور ہوں گے۔
آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا الخ " کے ایک معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ آدمی صبح کو اٹھے گا تو اپنے مسلمان بھائی کے خون اور مال و عزت کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھنے کے سبب ایمان کی حالت میں ہوگا مگر شام ہوتے ہوئے اس کے عقیدے میں تبدیلی آ جائے گی اور وہ اپنے مسلمان بھائی کے خون اور مال کو حلال سمجھنے لگے گا اور اس کے سبب وہ کافر قرار دیا جائے گا یہ معنی اختیار کرنے کی صورت میں فتنوں سے مراد جنگ و قتال ہوگا۔ لیکن اس جملہ کے جو معنی پہلے بیان کئے گئے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی کے زیادہ مناسب ہیں۔

3962- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ اَوْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ شَكَّ اَبُوْبَكْرٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ وَفُرْقَةٌ وَاخْتِلَافٌ فَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَأْتِ بِسَيْفِكَ أُحُدًا فَاضْرِبْهُ حَتَّى يَنْقَطِعَ ثُمَّ اجْلِسْ فِي بَيْتِكَ حَتَّى تَأْتِيَكَ يَدٌ خَاطِئَةٌ أَوْ مَنِيَّةٌ قَاضِيَةٌ فَقَدْ وَقَعَتْ وَفَعَلْتُ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابو بردہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

"عنقریب فتنہ جدائی اور اختلاف رونما ہوگا، جب اس طرح کی صورتحال سامنے آجائے تو تم اپنی تلوار لے کر احد پہاڑ پر آنا اور اس پر مار کر اسے توڑ دینا اور پھر اپنے گھر میں بیٹھ جانا، یہاں تک کہ گناہ گار شخص کا ہاتھ تم تک پہنچ جائے یا تمہیں قدرتی موت آجائے"۔

راوی کہتے ہیں: اس طرح کی صورتحال درپیش ہوئی اور میں نے ویسا ہی کیا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

بَاب إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا

یہ باب ہے کہ جب دو مسلمان تلوار لے کر ایک دوسرے کے سامنے آجائیں

3963- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ سُحَيْمٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ الْتَقَيَا بِأَسْيَافِهِمَا إِلَّا كَانَ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے سامنے آجائیں تو قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا دونوں جہنمی ہوں گے"۔

3964- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے مدمقابل آتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جاتے ہیں"۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قاتل تو ٹھیک ہے مقتول کا کیا معاملہ ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔

3963: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3964: اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4129' ورقم الحدیث: 4130' ورقم الحدیث: 4135

3965- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ ابْنِ حِرَاشٍ عَنْ اَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ اَحَدُهُمَا عَلٰى اَخِيهِ السِّلَاحَ فَهُمَا عَلٰى جُرُفِ جَهَنَّمَ فَاِذَا قَتَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ دَخَلَاهَا جَمِيعًا

◄► حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب دو مسلمانوں میں سے ایک اپنے بھائی پر ہتھیار اٹھائے تو وہ دونوں جہنم کے کنارے پر ہوتے ہیں جب ان دونوں میں سے ایک اپنے ساتھی کو قتل کر دیتا ہے تو وہ دونوں ہی اس میں داخل ہو جاتے ہیں''۔

3966- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَكَمِ السَّدُوسِيِّ حَدَّثَنَا شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ اَذْهَبَ اٰخِرَتَهُ بِدُنْيَا غَيْرِهِ

◄► حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے برا شخص وہ ہوگا' جس نے کسی دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت خراب کر لی ہو''۔

بَاب كَفِّ اللِّسَانِ فِي الْفِتْنَةِ

یہ باب ہے کہ فتنے کے زمانے میں اپنی زبان پر قابو رکھنا

3967- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ زِيَادٍ سِيْمِيْنْ كُوشْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ اللِّسَانُ فِيهَا اَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ

◄► حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ایسا فتنہ آئے گا' جو عربوں کو اپنی گرفت میں لے گا اس میں قتل ہونے والے لوگ جہنم میں جائیں گے اس میں زبان کا اثر تلوار سے زیادہ تیز ہوگا''۔

3968- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ

3965- اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7083 'اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7184 'اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4127 'ورقم الحدیث: 4128

3966 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3967. اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4265 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2178

3968 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَالْفِتَنَ فَإِنَّ اللِّسَانَ فِيهَا مِثْلُ وَقْعِ السَّيْفِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم فتنوں سے بچنا کیونکہ اس موقع پر زبان بھی تلوار کی طرح کام کرے گی''۔

3969 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ اَبِيهِ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ مَرَّ بِهِ رَجُلٌ لَّهُ شَرَفٌ فَقَالَ لَهُ عَلْقَمَةُ إِنَّ لَكَ رَحِمًا وَإِنَّ لَكَ حَقًّا وَإِنِّي رَأَيْتُكَ تَدْخُلُ عَلَى هَؤُلَاءِ الْاُمَرَاءِ وَتَتَكَلَّمُ عِنْدَهُمْ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَتَكَلَّمَ بِهِ وَإِنِّي سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ مَا يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سُخْطِ اللّٰهِ مَا يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ بِهَا سُخْطَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ قَالَ عَلْقَمَةُ فَانْظُرْ وَيْحَكَ مَاذَا تَقُوْلُ وَمَاذَا تَكَلَّمُ بِهِ فَرُبَّ كَلَامٍ قَدْ مَنَعَنِي اَنْ اَتَكَلَّمَ بِهِ مَا سَمِعْتُ مِنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ

علقمہ بن وقاص بیان کرتے ہیں: ان کے پاس سے ایک شخص گزرا جو ذرا صاحب حیثیت تھا' تو علقمہ نے اس سے کہا تمہارے ساتھ میرا رشتہ بھی ہے اور تمہیں حق بھی حاصل ہے میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم ان حکمرانوں کے ہاں آتے جاتے رہتے ہو اور جو اللہ کو منظور ہوتا ہے اور تم ان لوگوں کے سامنے بات چیت کرتے ہو۔ میں نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں انہیں یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: تم میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے متعلق کوئی بات کہتا ہے اس کا یہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ بات کہاں تک جائے گی' تو اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے قیامت کے دن تک کے لیے اپنی رضامندی اس شخص کے لیے نوٹ کر لیتا ہے اور تم میں سے کوئی ایک شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے متعلق کوئی بات کہتا ہے اسے یہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ بات کہاں تک جا رہی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ اس بات کی وجہ سے اس دن تک کے لیے' جس دن وہ شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا' اس شخص کے لیے ناراضگی تحریر کر دیتا ہے۔

تو علقمہ بولے: تمہارا ستیاناس ہو' تم اس بات کا جائزہ لو کہ تم کیا بات کہتے ہو اور کیا کلام کرتے ہو؟ کیونکہ میں نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی زبانی جو بات سنی ہے یہ مجھے کئی باتیں کہنے سے روک دیتی ہے۔

3970 - حَدَّثَنَا اَبُوْيُوْسُفَ بْنُ الصَّيْدَلَانِيِّ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ

3969: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2319

3970: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سُخْطِ اللّٰهِ لَا يَرٰى بِهَا بَاْسًا فَيَهْوِىْ بِهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ سَبْعِيْنَ خَرِيفًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے متعلق کوئی کلمہ بولتا ہے وہ اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا لیکن اس کلمے کی وجہ سے وہ جہنم میں ستر برس تک گرتا رہے گا''۔

3971- حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِي حَصِينٍ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَسْكُتْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ بھلائی کی بات کہے ورنہ خاموش رہے''۔

3972- حَدَّثَنَا اَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَاعِزٍ الْعَامِرِيِّ اَنَّ سُفْيَانَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيَّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَدِّثْنِي بِاَمْرٍ اَعْتَصِمُ بِهِ قَالَ قُلْ رَبِّيَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا اَكْثَرُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ فَاَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کسی ایسی بات کے بارے میں بتایئے جسے میں مضبوطی سے تھام لوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ کہو کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر استقامت اختیار کرو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے بارے میں سب سے زیادہ کس چیز کا اندیشہ ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا۔

3973- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَاصِمِ ابْنِ اَبِي النُّجُوْدِ عَنْ اَبِي وَائِلٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَاَصْبَحْتُ يَوْمًا قَرِيبًا مِنْهُ وَنَحْنُ نَسِيرُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَ عَظِيمًا وَاِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ النَّارَ الْمَاءُ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَرَاَ (تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) حَتّٰى بَلَغَ (جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ)

3971: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6018' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 172

3972: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 158' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2410

3973: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2616

ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْاَمْرِ وَعَمُوْدِهٖ وَذُرْوَةِ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ بَلٰى فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ فَقَالَ تَكُفُّ عَلَيْكَ هٰذَا قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ قَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يُكِبُّ النَّاسَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ فِى النَّارِ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا۔ ایک دن میں آپ ﷺ کے قریب ہوا ہم اس وقت پیدل چل رہے تھے میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ مجھے کسی ایسے عمل کے بارے میں بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے اور مجھے جہنم سے دور کردے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے اور یہ اس شخص کے لیے آسان ہوتی ہے' جس کے لیے اللہ تعالیٰ اسے آسان کردے تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور تم کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور تم نماز ادا کرو، تم زکوٰۃ ادا کرو، تم رمضان کے روزے رکھو، تم بیت اللہ کا حج کرو، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں بھلائی کے دروازوں کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو یوں بجھا دیتا ہے' جس طرح آگ کو پانی بجھا دیتی ہے اور آدمی کا نصف رات کے وقت نماز ادا کرنا' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔

''ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے یہ آیت یہاں تک تلاوت کی۔

''یہ اس چیز کی جزا ہے' جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔''

پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس معاملے کی چوٹی' اس کے ستون اور اس کی کوہان کی بلندی (یعنی سب سے بلند اور اہم ترین چیز) کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ جہاد کرنا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ان سب کے جوہر کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں' تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور ارشاد فرمایا: تم اسے روک کے رکھنا! میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! ہم جو بات چیت کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! تمہاری ماں تمہیں روئے! لوگوں کو ان کی زبان کے کاٹے ہوئے (کھیت یا زرعی پیداوار) کی وجہ سے ہی منہ کے بل جہنم میں ڈالا جائے گا۔

3974 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ خُنَيْسٍ الْمَكِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ ابْنَ حَسَّانَ الْمَخْزُوْمِيَّ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ اُمُّ صَالِحٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَلَامُ ابْنِ اٰدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهٗ اِلَّا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

◆◆ سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: انسان کا کلام اس کے خلاف ہوتا ہے اس کے حق میں نہیں ہوتا' سوائے اس کے جو نیکی کا حکم دیتا ہو، برائی سے منع کرتا ہو' یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو (یہ آدمی کے حق میں ہوگا)

3974 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2412

3975- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا خَالِي يَعْلَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ قِيلَ لِابْنِ عُمَرَ إِنَّا نَدْخُلُ عَلَى أُمَرَائِنَا فَنَقُولُ الْقَوْلَ فَإِذَا خَرَجْنَا قُلْنَا غَيْرَهُ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّفَاقَ

ابوشعثاء بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا، ہم لوگ اپنے امیر لوگوں کے پاس جاتے ہیں اور انہیں ایک بات کہتے ہیں: جب ہم وہاں سے واپس آتے ہیں تو ہم دوسری بات کہتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم اسے منافقت سمجھتے تھے۔

اسلام کی خوبی کا بیان

3976- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ شَابُورَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ قُرَّةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَيْوَئِيلَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
آدمی کے اسلام کی خوبی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو ترک کردے۔

شرح

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی حضرت امام زین العابدین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو بے فائدہ ہے۔ (موطا امام مالک، احمد، مشکوۃ، حدیث نمبر 777)

نیز اس روایت کو ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ترمذی اور شعب الایمان میں بیہقی نے دونوں یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی ابن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 777)

مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے اسلام کے حسن وخوبی اور ایمان کے کامل ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ اس چیز سے اجتناب کرے جس کا اہتمام نہیں کیا جاتا جس کے ساتھ کوئی غرض متعلق نہیں ہوتی اور جس کی یہ شان نہیں ہوتی کہ کوئی شخص اس کا اہتمام کرے اور اس کے حصول میں مشغولیت اختیار کرے حاصل یہ کہ وہ چیز کوئی امر ضروری نہ ہو چنانچہ جس چیز کا امر لایعنی کہا جاتا ہے اس کی تعریف وتوضاحت یہی ہے اس کے برخلاف جو چیز امر ضروری کہلاتی ہے اور کوئی شخص جا اہتمام کرتا ہے وہ ایسی چیز ہوتی ہے جس کے ساتھ دنیا میں ضروریات زندگی اور آخرت میں سلامتی ونجات وابستہ ہوتی ہے مثلاً دنیا کی ضروریات زندگی میں سے ایک تو غذا ہے جو بھوک کو مٹاتی ہے دوسرے پانی ہے جو پیاس کو رفع کرتا ہے تیسرے کپڑا ہے جو ستر کو چھپاتا ہے چوتھے بیوی ہے جو عفت

3975: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3976: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2318

وپاکدامنی پر قائم رکھتی ہے اور اسی طرح کی وہ چیزیں جو زندگی کی دوسری ضروریات کو پورا کریں نہ کہ وہ چیزیں جن سے محض نفس کی لذت حرص وہوس کی بہرہ مندی اور دنیا کی محبت کا تعلق ہوتا ہے نیز ایسے افعال واقوال اور تمام حرکات وسکنات بھی نہیں جو فضول و بے فائدہ ہوں، اسی طرح وہ چیز کہ جس سے آخرت کی سلامتی ونجات متعلق ہوتی ہے ایمان واسلام اور احسان کی جس کی وضاحت ابتداء کتاب میں حدیث جبرائیل میں ذکر ہو چکی ہے۔

حاصل یہ کہ جو چیزیں دنیا وآخرت میں ضروری ہیں اور جن پر دینی ودنیوی زندگی کا انحصار ومدار ہوتا ہے اور جو مولیٰ کی رضا و خوشنودی کا سبب وذریعہ بنتی ہے وہ تو لایعنی نہیں ہیں ان کے علاوہ باقی تمام چیزیں لایعنی ہیں خواہ ان چیزوں کا تعلق عمل سے ہو یا قول سے۔ حضرت امام غزالی نے کہا کہ لایعنی (بے فائدہ بات) کا آخری درجہ یہ ہے کہ تم کوئی ایسی بات اپنی زبان سے نکالو کہ جس کو اپنی زبان سے نہ نکالتے تو گناہگار ہوتے اور اس کی وجہ سے تمہیں فوری طور پر کوئی نقصان پہنچتا اور نہ مال کے اعتبار سے اس کی مثال یہ ہے کہ فرض کرو، تم کچھ لوگ ساتھ بیٹھے ہوئے ہو، اب تم نے ان کے سامنے اپنے کسی سفر کے احوال بیان کئے اس بیان احوال کے دوران تم نے ہر اس چیز کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جو تم نے اپنے سفر کے دوران دیکھی مثلاً پہاڑ، عمارت وغیرہ یا جو کچھ واقعات وحادثات پیش آئے تھے ان کے بارے میں بتایا، پھر تم نے ان اچھے کھانوں، عمدہ لباس وپوشاک اور دوسری چیزوں کا بھی ذکر کیا جو تمہیں ملی تھیں یا جن کو تم نے دیکھا تھا۔

ظاہر ہے کہ تم نے یہ جو ساری تفصیل بیان کی اور جن امور کا ذکر کیا وہ یقیناً ایسی چیزیں ہیں کہ اگر تم ان کو بیان نہ کرتے تو گناہگار ہوتے اور نہ تمہیں کوئی نقصان وضرر برداشت کرنا پڑتا جب کہ اس لمبی چوڑی تفصیل بیان کرنے کی صورت میں بہت ممکن ہے کہ کسی موقع پر تمہاری زبان لغزش کھائی ہو اور اس سے کوئی ایسی بات نکل گئی ہو جس سے تم گناہگار بن گئے ہو۔

بَاب الْعُزْلَةِ

یہ باب گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرنے کے بیان میں ہے

3977- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِي حَازِمٍ اَخْبَرَنِي اَبِي عَنْ بَعْجَةَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَدْرٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ مَعَايِشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَيَطِيرُ عَلٰى مَتْنِهِ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ اِلَيْهَا يَبْتَغِي الْمَوْتَ اَوِ الْقَتْلَ مَظَانَّهُ وَرَجُلٌ فِي غُنَيْمَةٍ فِي رَاْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشِّعَافِ اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَوْدِيَةِ يُقِيمُ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهُ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِينُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِي خَيْرٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''لوگوں میں سے بہترین زندگی گزارنے والا وہ شخص ہے' جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام کو پکڑ لیتا ہے اور جب

3977: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 4866' ورقم الحدیث: 4867' ورقم الحدیث: 4868

بھی گھبرا دینے والی خوفزدہ کرنے والی آواز آتی ہے تو وہ تیزی سے اس کی پشت پر سوار ہوتا ہے اور تیزی سے اس آواز کی طرف جاتا ہے وہ مرنے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) قتل ہونے کا اپنے گمان کے مطابق خواہش مند ہوتا ہے (زندگی گزارنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے) آدمی کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بھیڑ بکریوں کے ساتھ یا کسی نشیبی علاقے میں ہو (جہاں آبادی نہ ہو) وہ وہاں نماز پڑھے، زکوٰۃ ادا کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتا رہے یہاں تک کہ اس کے پاس یقین (موت) آجائے لوگوں کے حوالے سے وہ شخص بھلائی میں ہی ہوگا"۔

3978- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ قَالَ رَجُلٌ مُجَاهِدٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ امْرُؤٌ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: کون سا شخص زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ذریعے جہاد کرتا ہے اس نے دریافت کیا: پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ شخص جو کسی گھاٹی میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

3979- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ هُمْ قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا يَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذٰلِكَ قَالَ فَالْزَمْ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ كَذٰلِكَ

◆◆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جہنم کے دروازے پر کچھ دعوت دینے والے لوگ موجود ہوتے ہیں جو شخص ان کی دعوت کو قبول کر لیتا ہے وہ اسے اس جہنم میں پھینک دیتے ہیں۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی صفت ہمارے سامنے بیان کیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ ہم ہی سے تعلق رکھتے ہوں گے ہماری ہی زبان بولتے ہوں گے۔ میں نے

3978: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 2786' ورقم الحدیث: 6494' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4863' ورقم الحدیث 4864' ورقم الحدیث 4865' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 2485' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1660' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث 3105

3979: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 3605' ورقم الحدیث: 7084' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4761

عرض کی: اگر ان کا زمانہ مجھے مل جاتا ہے تو آپ ﷺ مجھے کیا ہدایت کرتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑ لینا' اگر مسلمانوں کی جماعت یا امام نہ ہوا تو ان تمام فرقوں سے الگ ہو جانا خواہ تمہیں (بھوک کی شدت کی وجہ سے) درخت کے تنے کو کاٹ کر (کھانا پڑے) یہاں تک کہ تمہیں موت آئے' تو تم اسی حالت میں ہو (یعنی ان لوگوں سے الگ تھلگ ہو)

3980- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"عنقریب وہ وقت آئے گا' جب مسلمان کا بہترین مال چند بکریاں ہوں گی' جنہیں وہ ساتھ لے کر کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی جنگل میں چلا جائے گا' وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے بھاگے گا"۔

فتنوں کے وقت گوشہ عافیت اختیار کر لینے کا بیان

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عنقریب فتنوں کا ظہور ہوگا، یاد رکھو پھر فتنے پیدا ہوں گے اور یاد رکھو ان فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ (یعنی مسلمانوں کی باہمی محاذ آرائی اور خونریزی کا حادثہ پیش آئے گا، اس فتنہ میں بیٹھا ہوا شخص چلنے والے شخص سے بہتر ہوگا اور چلنے والا شخص اس فتنہ کی طرف دوڑنے والے شخص سے بہتر ہوگا۔ پس آگاہ رہو! جب وہ فتنہ پیش آئے تو جس شخص کے پاس جنگل میں اونٹ ہوں اوہ اپنے اونٹوں کے پاس جنگل میں چلا جائے جس شخص کے بکریاں ہوں وہ بکریوں کے پاس چلا جائے اور جس شخص کے پاس اس فتنہ کی جگہ کہیں دور کوئی زمین ومکان وغیرہ ہو وہ اپنی اس زمین پر یا اس مکان میں چلا جائے۔ (حاصل یہ کہ جس جگہ وہ فتنہ ظاہر ہو وہاں نہ ٹھہرے بلکہ اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں دور چلا جائے اور گوشہ عافیت پکڑ لے یا اس فتنہ سے غیر متوجہ ہو کر اپنے کاروبار میں مشغول ومنہمک ہو جائے ایک شخص نے یہ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے یہ بتایئے کہ اگر کسی شخص کے پاس نہ اونٹ ہوں نہ بکریاں اور نہ کسی دوسری جگہ کوئی زمین ومکان وغیرہ ہو جہاں وہ جا کر گوشہ عافیت اختیار کرے اور اس فتنہ کی جگہ سے دور رہ سکے تو اس کو کیا کرنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو چاہئے کہ وہ اپنی تلوار کی طرف متوجہ ہو اور اس کو پتھر پر مار کر توڑ ڈالے۔ (یعنی اس کے پاس جو بھی آلات حرب اور ہتھیار ہوں ان کو بے کار اور ناقابل استعمال بنا دے تاکہ اس کے دل میں جنگ وپیکار کا خیال ہی پیدا نہ ہو اور وہ مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدل کے اس فتنہ میں شریک ہی نہ ہو سکے۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ جس لڑائی میں دونوں طرف سے مسلمان برسر پیکار ہوں اور ایک دوسرے کی خونریزی کر رہے ہوں، اس میں شریک نہیں ہونا چاہئے۔ اور پھر اس شخص کو چاہئے کہ اگر

3980 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث:19' ورقم الحدیث:3300' ورقم الحدیث:3600' ورقم الحدیث:6495' ورقم الحدیث:7088' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث:4267' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث:5051

وہ فتنہ کی جگہ سے بھاگ سکے تو جلد نکل بھاگے۔ تاکہ وہ اس فتنہ کے اثرات سے محفوظ رہ سکے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میں نے تیرے احکام تیرے بندوں کو پہنچا دیئے۔ یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمائے ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھ یہ بتایئے کہ اگر مجھے مجبور کر کے یعنی زور وزبردستی سے لڑنے والے دونوں فریق میں سے کسی ایک فریق کی صف میں لے جایا جائے اور وہاں سے کسی شخص کی تلوار سے مارا جاؤں یا کسی کا تیر آ کر مجھ کو لگے جو مجھے موت کی آغوش میں پہنچا دے تو اس صورت میں قاتل اور مقتول کا کیا حکم ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا وہ قاتل اپنے اور تمہارے گناہ کے ساتھ لوٹے گا اور دوزخیوں میں شمار ہوگا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1317)

علماء اسلام کے ہاں یہ ایک طویل بحث ہے کہ اگر افتراق وانتشار کا کوئی فتنہ ابھر آئے اور کچھ مسلمان دو فریق میں تقسیم ہو کر آپس میں جنگ وجدال کرنے لگیں تو اس وقت باقی مسلمانوں کا طرز عمل کیا ہونا چاہیے؟ اہل علم کی ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ افتراق وانتشار اور مسلمانوں کی باہمی محاذ آرائی کی صورت میں کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قتل وقتال میں شریک ہو، بلکہ جب مسلمانوں کے دو فریق آپس میں جنگ وجدال کریں تو اس میں شامل ہونے سے احتراز کرنا اور دونوں فریق سے یکسوئی وغیرہ جانب داری اختیار کر کے گوشہ عافیت پکڑنا واجب ہے۔

ان حضرات کی دلیل مذکورہ بالا ارشاد گرامی اور اس طرح کی دوسری احادیث ہیں۔ مشہور صحابی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسلک بھی یہی تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے کہ خونریزی کی ابتدا خود نہیں کرنی چاہیے لیکن اگر کوئی خونریزی کرے تو اس کا دفعیہ کرنا لازم ہے۔

جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کا مسلک یہ ہے کہ اگر مسلمانوں میں باہمی پھوٹ پڑ جائے اور وہ ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہو کر قتل وقتال کرنے لگیں تو اس فریق کی حمایت کرنی چاہیے جو حق وانصاف پر ہو اور جو فریق ظلم وناانصافی کی راہ اختیار کئے ہوئے ہو یا مسلمانوں کے امام وسردار سے بغاوت کر کے ملی افتراق وانتشار کا سبب بن رہا ہو اس کے خلاف قتال کرنا چاہیے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو فتنہ وفساد کا بازار گرم ہو جائے گا اور بغاوت وسرکشی کرنے والوں کی ہمت افزائی ہوگی۔ اس مسلک کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ آیت (وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا، الحجرات:9) چنانچہ آیت کریمہ اس امر کو واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ جب مسلمانوں کے دو دو فریق باہمی قتل وقتال اور خونریزی میں مبتلا ہوں تو ان کے درمیان صلح وصفائی کرانی چاہیے اور دونوں فریق کو اس فتنہ وانتشار سے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

لیکن اگر ان دونوں میں سے کوئی فریق دوسرے فریق کے تئیں حد سے تجاوز کرے اور اس فتنہ کو جاری رکھنے اور بھڑکانے میں مصروف رہے تو پھر اس فریق کے خلاف کہ جو حد سے متجاوز اور فتنہ کو بھڑکانے کا باعث بن رہا ہو تلوار اٹھا لینی چاہیے اور اس کے ساتھ قتال کرنا چاہیے تاکہ وہ راہ حق پر آ جائے۔ "اپنے اور تمہارے گناہ کے ساتھ لوٹے گا" کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ اس شخص پر دو گناہ ہوں گے ایک گناہ تو اس کے اس عمل کا کہ اس نے حقیقت میں تمہیں مارا اور دوسرا تمہارا گناہ بایں اعتبار کہ اگر فرض تم اس کو مارتے اور اس کا گناہ تمہیں ہوتا تو گویا وہ گناہ بھی اس کے سر ڈال دیا جائے گا۔ پس از راہ زجر وتوبیخ اس امر کو واضح کیا

کیا ہے کہ اس فتنہ میں کسی ایسے مسلمان کو قتل کرنے کا گناہ کہ جو اس جنگ سے بیزار ہو مگر مجبوراً اس میں شریک ہو گیا ہو الضاعف یعنی دو گناہ ہو کر سر پڑے گا۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس شخص پر دو گناہ ہوں گے، ایک گناہ تو اس بغض و عداوت کا جو وہ مسلمانوں سے رکھتا تھا اور جس کے سبب تمہارا قتل ہوا اور دوسرا گناہ تمہارے قتل کا جو اس سے سرزد ہوا۔ "اور دوزخیوں میں شمار ہوگا" اس کے بعد دوسرا جملہ یہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ اور تم جنتیوں میں سے ہو گے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا جملہ ارشاد نہیں فرمایا کیونکہ مذکورہ پہلے جملہ سے یہ مفہوم خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

3981 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَامِرٍ الْخَزَّازُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ قُرْطٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ فِتَنٌ عَلٰى اَبْوَابِهَا دُعَاةٌ اِلَى النَّارِ فَاَنْ تَمُوْتَ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جِذْلِ شَجَرَةٍ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَتْبَعَ اَحَدًا مِّنْهُمْ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"عنقریب فتنے آئیں گے جن کے دروازوں پر جہنم کی طرف دعوت دینے والے لوگ ہوں گے تمہارا اس حالت میں فوت ہو جانا کہ (تم نے بھوک کی شدت کی وجہ سے) درخت کی جڑ کو دانتوں میں دبایا ہوا ہو، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے کہ تم ان میں سے کسی ایک کے پیچھے جاؤ"۔

3982 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَّرَّتَيْنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا"۔

3983 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْاَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَّرَّتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا"۔

3981: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3982: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6133 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7423 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4862

3983: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَابُ الْوُقُوفِ عِنْدَ الشُّبُهَاتِ

یہ باب ہے کہ مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنا

3984- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنِ الشَّعْبِىِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَاَهْوٰى بِاِصْبَعَيْهِ اِلٰى اُذُنَيْهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَّبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَّا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَّقَعَ فِى الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِى الْحَرَامِ كَالرَّاعِىْ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِى الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِىَ الْقَلْبُ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے منبر پر یہ بات بیان کی انہوں نے اپنی دو انگلیوں کے ذریعے اپنے دونوں کانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے ان کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جن سے بہت سے لوگ واقف نہیں ہیں تو جو شخص مشتبہ چیز سے بچ جاتا ہے وہ اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیتا ہے اور جو شخص مشتبہ چیز میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے جس طرح چراگاہ کے اردگرد چرانے والے شخص کے بارے میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ چراگاہ کے اندر ہی (جانور) چرانے لگے یاد رکھنا! ہر بادشاہ کی مخصوص چراگاہ ہوتی ہے اور یہ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کی مخصوص چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں یاد رکھنا! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہو تو پورا جسم ٹھیک ہوتا ہے اور اگر وہ خراب ہو تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے یاد رکھنا! وہ دل ہے۔

3985- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ قُرَّةَ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِبَادَةُ فِى الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ اِلَىَّ

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہرج (قتل و غارت گری) کے دنوں میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کر کے آنے کی مانند ہوگا''۔

فتنہ وفساد کے وقت دین وعبادت پر استقامت کا بیان

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ فتنے کے زمانہ میں اور مسلمانوں کے باہمی محاذ آرائی اور قتل وقتال کے وقت پوری استقامت اور مداومت کے ساتھ دین پر قائم رہنے اور عبادت ومگی

3984: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 52 'ورقم الحدیث: 2051' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 4070 'اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 3330 'ورقم الحدیث 3330' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1205' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4465 'ورقم الحدیث 5726

3985: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7326 'ورقم الحدیث: 7327' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2201

کرنے کا ثواب، میری طرف ہجرت کرنے کے ثواب کی مانند ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1323)

مطلب یہ ہے کہ زمانہ نبوی میں فتح مکہ سے پہلے دار الحرب سے ہجرت کر کے مدینہ آ جانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت وصحبت کا شرف رکھنے والے کو جو عظیم ثواب ملتا تھا اسی طرح کا عظیم ثواب اس شخص کو بھی ملے گا جو فتنہ وفساد کی جہالت وتاریکی سے اپنے کو محفوظ رکھ کر اور مسلمانوں کی باہمی محاذ آرائی سے اپنا دامن بچا کر سوتی کی عبادت میں مشغول اور اپنے دین پر قائم رہے۔

بَاب بَدَا الْإِسْلَامُ غَرِيبًا

یہ باب ہے کہ اسلام کا آغاز غریب الوطنی کی حالت میں ہوا تھا

3986 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَيَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَاَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا فَطُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اسلام کا آغاز غریب الوطنی کے عالم میں ہوا تھا اور یہ عنقریب پھر غریب الوطن ہو جائے گا اور غریب الوطن لوگوں کے لیے خوشخبری ہے''۔

3987 - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَنْبَاَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ [illegible] بْنِ اَبِي حَبِيبٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ [illegible] غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا فَطُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بے شک اسلام کا آغاز غریب الوطنی کے عالم میں ہوا تھا اور [illegible] لوگوں کے لیے خوشخبری ہے''۔

3988 - حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا [illegible] عَنْ [illegible] قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ [illegible] وَمَنِ الْغُرَبَاءُ قَالَ النُّزَّاعُ مِنَ الْقَبَائِلِ

3986 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث 370

3987: اس روایت کو نقل کرنے میں [illegible]

3988: اخرجہ الترمذی فی [illegible]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "بے شک اسلام کا آغاز غریب الوطنی کے عالم میں ہوا تھا اور یہ عنقریب پھر غریب الوطن ہو جائے گا' تو غریب الوطن لوگوں کے لیے خوشخبری ہے"۔

راوی کہتے ہیں: یہ دریافت کیا گیا: غریب لوگوں سے مراد کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے وہ لوگ۔ (جو اپنے خاندان اور آبائی وطن سے دور زندگی بسر کر رہے ہیں)

بَابُ مَنْ تُرْجَى لَهُ السَّلَامَةُ مِنَ الْفِتَنِ

یہ باب ہے کہ جس شخص کے بارے میں فتنے سے محفوظ رہنے کی امید کی جا سکتی ہے

3989- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِىْ ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عِيسَى ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهُ خَرَجَ يَوْمًا اِلٰى مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِىْ فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ قَالَ يُبْكِينِىْ شَىْءٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ يَسِيرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَّاِنَّ مَنْ عَادٰى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَاءَ الْاَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُفْتَقَدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُعْرَفُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ

زید بن اسلم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے تھے تو انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس بیٹھ کر روتے ہوئے پایا، انہوں نے دریافت کیا: تم کیوں رو رہے ہو؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مجھے اس بات نے رلا دیا ہے' جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہے، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"بے شک معمولی سی ریاکاری شرک ہے، بے شک جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی دوست کے ساتھ عداوت رکھتا ہے' تو وہ اللہ تعالیٰ کو جنگ کی دعوت دیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے' جو نیک ہوں، پرہیزگار ہوں اور پوشیدہ طور پر رہتے ہوں کہ جب وہ لوگ غیر موجود ہوں' تو ان کی غیر موجودگی کو محسوس نہ کیا جائے اور اگر وہ موجود ہوں' تو انہیں دعوت نہ دی جائے اور ان کی نمایاں شناخت نہ ہو، یہ لوگ ہدایت کے چراغ ہیں' جو ہر طرح کے تاریک غبار سے نکل جاتے ہیں (یعنی فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں)"

3990- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِىُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ كَاِبِلٍ مِائَةٍ لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً

3989 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3990 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''لوگ ان ایک سو اونٹوں کی طرح ہیں' جن میں تمہیں ایک بھی سواری کے لیے نہیں ملتا''۔

بَاب افْتِرَاقِ الْأُمَمِ

یہ باب مختلف گروہ بن جانے کے بیان میں ہے

3991 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَرَّقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''یہودی 71 گروہوں میں تقسیم ہوگئے تھے اور میری امت 73 گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی''۔

3992 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً فَإِحْدَى وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتَفْتَرِقَنَّ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ هُمْ قَالَ الْجَمَاعَةُ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''یہودی 71 گروہوں میں تقسیم ہوگئے تھے ان میں سے ایک جنتی تھا اور 70 جہنمی تھے عیسائی 72 گروہوں میں تقسیم ہوگئے ان میں سے 71 جہنمی تھے اور ایک جنتی تھا' اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جن میں سے ایک جنتی ہوگا اور 72 جہنمی ہوں گے
عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جماعت (یعنی اکثریت والے لوگ)

3993 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا [illegible]
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ [illegible]

3991: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3992: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3993: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ الْجَمَاعَةُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک بنی اسرائیل 72 گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت 72 گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی وہ سب جہنمی ہوں گے، صرف ایک جنتی ہوگا اور وہ جماعت ہے''۔

3994- حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بَاعًا بِبَاعٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ وَشِبْرًا بِشِبْرٍ حَتَّى لَوْ دَخَلُوا فِي جُحْرِ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمْ فِيهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى قَالَ فَمَنْ إِذًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کی پیروی ضرور کرو گے، ہاتھ کے ہاتھ، بالشت کے بالشت۔

یہاں تک کہ وہ لوگ اگر گوہ کے بل میں داخل ہوئے تھے تو تم لوگ بھی اس میں داخل ہو گے''۔

لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہودی اور عیسائی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اور کون؟

بَاب فِتْنَةِ الْمَالِ

یہ باب مال کے آزمائش ہونے کے بیان میں ہے

3995- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ لَا وَاللَّهِ مَا أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ إِلَّا مَا يُخْرِجُ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ قُلْتُ وَهَلْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْخَيْرَ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ أَوَ خَيْرٌ هُوَ إِنَّ كُلَّ مَا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتِ امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ اجْتَرَّتْ فَعَادَتْ فَأَكَلَتْ فَمَنْ يَأْخُذْ مَالًا بِحَقِّهِ يُبَارَكْ لَهُ وَمَنْ يَأْخُذْ مَالًا بِغَيْرِ حَقِّهِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہارے بارے میں اللہ کی قسم! مجھے تمہارے بارے میں کوئی اندیشہ نہیں ہے صرف یہ اندیشہ

3994 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

3995 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2418

ہے کہ دنیا اپنی آرائش وزیبائش کو تمہارے لیے ظاہر کردے گی ایک صاحب نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا بھلائی' برائی کو لے کر آئے گی؟ نبی اکرم ﷺ کچھ دیر خاموش رہے' پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے کیا کہا ہے؟ ان صاحب نے عرض کی: میں نے یہ گزارش کی ہے کیا بھلائی برائی کو لے کر آئے گی؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھلائی صرف بھلائی کو لے کر آتی ہے یا اس چیز کو لے کر آتی ہے' جو اس سے زیادہ بہتر ہو' لیکن موسم بہار میں' جو کچھ پیدا ہوتا ہے وہ کچھ جانوروں کو بدہضمی کا شکار کر کے انہیں قتل کر دیتا ہے یا موت کے قریب کر دیتا ہے' ماسوائے اس جانور کے جو سبزہ کھاتا ہو وہ اسے کھاتا ہے' تو اس کا پیٹ بھر جاتا ہے اس کے پہلو پھول جاتے ہیں وہ دھوپ میں آ کر بیٹھ جاتا ہے وہ وہاں پاخانہ کرتا ہے پیشاب کرتا ہے' پھر جگالی کرتا ہے' پھر واپس آ جاتا ہے اور آ کر سبزہ کھاتا ہے' تو جو شخص اپنے حق کے ساتھ مال کو حاصل کرتا ہے اس کے لیے اس میں برکت رکھی جاتی ہے اور جو شخص ناحق طور پر مال کو حاصل کرتا ہے' تو اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے' جو کھانے کے باوجود سیر نہیں ہوتا۔

3996- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَنْبَأَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ رَبَاحٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا فُتِحَتْ عَلَيْكُمْ خَزَائِنُ فَارِسَ وَالرُّومِ أَيُّ قَوْمٍ أَنْتُمْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ نَقُولُ كَمَا أَمَرَنَا اللَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ تَتَنَافَسُونَ ثُمَّ تَتَحَاسَدُونَ ثُمَّ تَتَدَابَرُونَ ثُمَّ تَتَبَاغَضُونَ أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ ثُمَّ تَنْطَلِقُونَ فِي مَسَاكِينِ الْمُهَاجِرِينَ فَتَجْعَلُونَ بَعْضَهُمْ عَلَى رِقَابِ بَعْضٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب تمہارے لیے فارس اور روم کے خزانے کھول دیے جائیں گے' تو تم کون سی قوم ہو گے؟ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہم وہی بات کہیں گے' جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہوگا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے مختلف بھی تو ہوسکتا ہے تم لوگ (دنیاوی مال واسباب میں) دلچسپی محسوس کرو گے' پھر تمہارے درمیان باہمی حسد پیدا ہوگا' پھر تم لوگ باہمی لاتعلقی اختیار کرو گے' پھر تم ایک دوسرے پر غصے ہو گے (راوی کو شک ہے یا شاید اسی کی مانند کوئی الفاظ ہیں) پھر تم غریب مہاجرین میں جاؤ گے اور ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دو گے۔

3997- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى

3996 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث:7353

3997 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث 3158' ورقم الحدیث 4015' ورقم الحدیث:6425' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 7351' ورقم الحدیث: 7352' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث:2462

الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَآهُمْ ثُمَّ قَالَ أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ قَالُوا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللَّهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ

⇚⇛ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں: جو بنو عامر بن لوی کے حلیف تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے وہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین بھیجا وہ وہاں سے جزیہ وصول کر کے لائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین کے ساتھ صلح کر لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا امیر علاء بن حضرمی کو مقرر کیا تھا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین کا مال لے کر آئے انصار نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے آنے کے بارے میں سنا تو فجر کی نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بہت سے لوگ اکٹھے ہوئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کر لی تو یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں ملاحظہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: میرا خیال ہے کہ تمہیں یہ پتہ چل گیا ہے ابوعبیدہ بحرین سے کچھ لے کر آیا ہے۔ ان لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خوشخبری حاصل کرو اور اس چیز کی امید رکھو جو چیز تمہیں خوش کرے گی۔ اللہ کی قسم! مجھے تمہارے بارے میں غریب رہ جانے کا اندیشہ نہیں ہے، لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ اندیشہ ہے کہ تم پر دنیا کو کشادہ کر دیا جائے گا، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر اسے کشادہ کیا گیا تھا، تو تم لوگ اس کی طرف راغب ہو جاؤ گے، جس طرح وہ لوگ اس کی طرف راغب ہو گئے تھے، تو یہ تم لوگوں کو ہلاکت کا شکار کر دے گی جس طرح اس نے ان لوگوں کو ہلاکت کا شکار کیا تھا۔

قارون کے خزانوں میں تکبر وغرور کا محل

مروی ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا لڑکا تھا۔ اس کا نسب یہ ہے قارون بن یصہر بن قاہیث اور موسیٰ علیہ السلام کا نسب یہ ہے موسیٰ بن عمران بن قاہیث۔

مشہور مؤرخ ابن اسحٰق کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا تھا۔ لیکن اکثر علماء چچا کا لڑکا بتاتے ہیں۔ یہ بہت خوش آواز تھا، تورات بڑی خوش الحانی سے پڑھتا تھا اس لئے اسے لوگ منور کہتے تھے۔ لیکن جس طرح سامری نے منافق پنا کیا تھا یہ اللہ کا دشمن بھی منافق ہو گیا تھا۔ چونکہ بہت مال دار تھا اس لئے بھول گیا تھا اور اللہ کو بھول بیٹھا تھا۔ قوم میں عام طور پر جس لباس کا دستور تھا اس نے اس سے بالشت بھر نیچا لباس بنوایا تھا جس سے اس کا غرور اور اس کی دولت ظاہر ہو۔ اس کے پاس اس قدر مال تھا کہ اس خزانے کی کنجیاں اٹھانے پر قوی مردوں کی ایک جماعت مقرر تھی۔ اس کے بہت خزانے تھے۔ ہر خزانے کی کنجی الگ تھی جو بالشت بھر کی تھی۔ جب یہ کنجیاں اس کی سواری کے ساتھ خچروں پر لادی جاتیں تو اس کے لئے ساٹھ پنج کلیاں خچر مقرر ہوتے، واللہ اعلم۔

نیک لوگوں کا قارون کو وعظ کرنے کا واقعہ

قوم کے بزرگ اور نیک لوگوں اور عالموں نے جب اس کے سرکشی اور تکبر کو حد سے بڑھتے ہوتے دیکھا تو اسے نصیحت کی کہ اتنا اکڑ نہیں اس قدر غرور نہ کر اللہ کا ناشکرا نہ ہو، ورنہ اللہ کی محبت سے دور ہو جاؤ گے۔ قوم کے واعظوں نے کہا کہ یہ جو اللہ کی نعمتیں تیرے پاس ہیں انہیں اللہ کی رضا مندی کے کاموں میں خرچ کرتا کہ آخرت میں بھی تیرا حصہ ہو جائے۔ یہ ہم نہیں کہتے کہ دنیا میں کچھ عیش وعشرت کر ہی نہیں۔ نہیں اچھا کھا، پی، پہن اوڑھ جائز نعمتوں سے فائدہ اٹھا نکاح سے راحت اٹھا حلال چیزیں برت لیکن جہاں اپنا خیال رکھ وہاں مسکینوں کا بھی خیال رکھ جہاں اپنے نفس کو نہ بھول وہاں اللہ کے حق بھی فراموش نہ کر۔ تیرے نفس کا بھی حق ہے تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے تیرے بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ مسکین غریب کا بھی تیرے مال میں ساجھا ہے۔ ہر حق دار کا حق ادا کر اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ سلوک کیا تو اوروں کے ساتھ سلوک واحسان کر اپنے اس مفسدانہ رویہ کو بدل ڈال اللہ کی مخلوق کی ایذ رسانی سے باز آ جا۔ اللہ فسادیوں سے محبت نہیں رکھتا۔

اپنی عقل ودانش پہ مغرور قارون کا واقعہ

قوم کے علماء کی نصیحتوں کو سن کر قارون نے جو جواب دیئے اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس نے کہا آپ اپنی نصیحتوں کو رہنے دیجئے میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو دے رکھا ہے اسی کا مستحق میں تھا، میں ایک عقلمند زیرک، دانا شخص ہوں میں اسی قابل ہوں اور اسے بھی اللہ جانتا ہے اسی لئے اس نے مجھے یہ دولت دی ہے۔ بعض انسانوں کا یہ خاصہ ہوتا ہے جیسے قرآن میں ہے کہ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تب بڑی عاجزی سے ہمیں پکارتا ہے اور جب انسان کو کوئی نعمت وراحت اسے ہم دے دیتے ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ آیت (قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْــَٔـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ 78) -28القصص:78) یعنی اللہ جانتا تھا کہ میں اسی کا مستحق ہوں اس لئے اس نے مجھے یہ دیا ہے۔ اور آیت میں ہے کہ اگر ہم اسے کوئی رحمت چکھا ئیں اس کے بعد جب اسے مصیبت پہنچی ہو تو کہہ اٹھتا ہے کہ ھذا لی اس کا حقدار تو میں تھا ہی۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قارون علم کیمیا جانتا تھا لیکن یہ قول بالکل ضعیف ہے۔ بلکہ کیمیا کا علم فی الواقع ہے ہی نہیں۔ کیونکہ کسی چیز کے عین کو بدل دینا یہ اللہ ہی کی قدرت کی بات ہے۔ جس پر کوئی اور قادر نہیں۔ فرمان الٰہی ہے کہ اگر تمام مخلوق بھی جمع ہو جائے تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو کوشش کرتا ہے کہ میری طرح پیدائش کرے۔ اگر وہ سچا ہے تو ایک ذرہ یا ایک جو ہی بنادے۔

یہ حدیث ان کے بارے میں ہے جو تصویریں اتارتے ہیں اور صرف ظاہر صورت کو نقل کرتے ہیں۔ ان کے لئے تو یہ فرمایا پھر جو دعویٰ کرے کہ وہ کیمیا جانتا ہے اور ایک چیز کی کایا پلٹ کرسکتا ہے ایک ذات سے دوسری ذات بنا دیتا ہے مثلاً لوہے کو سونا وغیرہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ محض جھوٹ ہے اور بالکل محال ہے اور جہالت وضلالت ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ رنگ وغیرہ بدل کر دھوکے

بازی کرے۔لیکن حقیقتاً یہ ناممکن ہے۔ یہ کیمیا گر جو محض جھوٹے جاہل فاسق اور مفتری ہیں یہ محض دعوے کر کے مخلوق کو دھوکے میں ڈالنے والے ہیں۔ ہاں یہ خیال رہے کہ بعض اولیاء کے ہاتھوں جو کرامتیں سرزد ہو جاتی ہیں اور کبھی کبھی چیزیں بدل جاتی ہے ان کا ہمیں انکار نہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے ان پر ایک خاص فضل ہوتا ہے اور وہ بھی ان کے بس کا نہیں ہوتا، نہ ان کے قبضے کا ہوتا ہے، نہ کوئی کاری گری، صنعت یا علم ہے۔ وہ محض اللہ کے فرمان کا نتیجہ ہے جو اللہ اپنے فرمانبردار نیک کار بندوں کے ہاتھوں اپنی مخلوق کو دکھا دیتا ہے۔

چنانچہ مروی ہے کہ حضرت حیوہ بن شریح مصری سے ایک مرتبہ کسی سائل نے سوال کیا اور آپ کے پاس کچھ نہ تھا اور اسکی حاجت مندی اور ضرورت کو دیکھ کر آپ دل میں بہت آزردہ ہو رہے تھے۔ آخر آپ نے ایک کنکر زمین سے اٹھایا اور کچھ دیر اپنے ہاتھوں میں الٹ پلٹ کر کے فقیر کی جھولی میں ڈال دیا تو وہ سونے کا بن گیا۔ معجزے اور کرامات احادیث اور آثار میں اور بھی بہت سے مروی ہیں۔ جنہیں یہاں بیان کرنا باعث طول ہوگا۔ بعض کا قول ہے کہ قارون اسم اعظم جانتا تھا جسے پڑھ کر اس نے اپنی مالداری کی دعا کی تو اس قدر دولت مند ہو گیا۔ قارون کے اس جواب کی رد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ غلط ہے کہ میں جس پر مہربان ہوتا ہوں اسے دولت مند کر دیتا ہوں نہیں اس سے پہلے اس سے زیادہ دولت اور آسودہ حال لوگوں کو میں نے تباہ کر دیا ہے تو یہ سمجھ لینا کہ مالداری میری محبت کی نشانی ہے، محض غلط ہے۔ جو میرا شکر ادا نہ کریں کفر پر جما رہے اس کا انجام بد ہوتا ہے۔ گنہ گاروں کے کثرت گناہ کی وجہ سے پھر ان سے ان کے گناہوں کا سوال بھی عبث ہوتا۔ اس کا خیال تھا کہ مجھ میں خیریت ہے اس لئے اللہ کا یہ فضل مجھ پر ہوا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں اس مالداری کا اہل ہوں اگر مجھ سے خوش نہ ہوتا اور مجھے اچھا آدمی نہ جانتا تو مجھے اپنی یہ نعمت بھی نہ دیتا۔

سامان تعیش کی فروانی

قارون ایک دن نہایت قیمتی پوشاک پہن کر زرق برق عمدہ سواری پر سوار ہو کر اپنے غلاموں کو آگے پیچھے بیش بہا پوشاکیں پہنائے ہوئے لے کر بڑے ٹھاٹھ سے اتراتا ہوا اکڑتا ہوا نکلا اسکا یہ ٹھاٹھ اور یہ زینت و تجمل دیکھ کر دنیا داروں کے منہ میں پانی بھر آیا اور کہنے لگے کاش کہ ہمارے پاس بھی اس جتنا مال ہوتا۔ یہ تو بڑا خوش نصیب ہے اور بڑی قسمت والا ہے۔ علماء کرام نے ان کی یہ بات سن کر انہیں اس خیال سے روکنا چاہا اور انہیں سمجھانے لگے کہ دیکھو اللہ نے جو کچھ اپنے مومن اور نیک بندوں کے لئے اپنے ہاں تیار کر رکھا ہے وہ اس سے کروڑہا درجہ بارونق دیرپا اور عمدہ ہے۔ تمہیں ان درجات کو حاصل کرنے کے لئے اس دوروزہ زندگی کو صبر و برداشت سے گزارنا چاہئے جنت صابروں کا حصہ ہے یہ مطلب بھی ہے کہ ایسے پاک کلمے صبر کرنے والوں کی زبان ہی سے نکلتے ہیں جو دنیا کی محبت سے دور اور دار آخرت کی محبت میں چور ہوتے ہیں اس صورت میں ممکن ہے کہ یہ کلام ان واعظوں کا نہ ہو بلکہ ان کے کام کی اور ان کی تعریف میں یہ جملہ اللہ کی طرف سے خبر ہو۔

خزانوں سمیت قارون کا زمین میں دھنس جانے کا واقعہ

اوپر قارون کی سرکشی بے ایمانی کا ذکر ہو چکا یہاں اس کے انجام کا بیان ہو رہا ہے۔ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص اپنا تہبند لٹکائے فخر سے جا رہا تھا کہ اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اسے نگل جا۔

کتاب العجائب میں نوفل بن ماحق کہتے ہیں کہ نجران کی مسجد میں میں نے ایک نوجوان کو دیکھا بڑا لمبا چوڑا بھرپور جوانی کے نشہ میں چور گٹھے ہوئے بدن والا بانکا ترچھا اچھے رنگ و روغن، والا خوبصورت، شکیل۔ میں نگاہیں جما کر اس کے جمال و کمال کو دیکھنے لگا تو اس نے کہا کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا آپ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور تعجب معلوم ہو رہا ہے۔اس نے جواب دیا کہ تو ہی کیا خود اللہ تعالیٰ کو بھی تعجب ہے۔

نوفل کہتے ہیں کہ اس کلمہ کے کہتے ہی وہ گھٹنے لگا اور اس کا رنگ روپ اڑنے لگا اور قد پست ہونے لگا یہاں تک کہ بقدر ایک بالشت کے رہ گیا۔آخر کار اس کا کوئی قریبی رشتہ دار اپنی آستین میں ڈال کر لے گیا۔

یہ بھی مذکور ہے کہ قارون کی ہلاکت حضرت موسیٰ کی بدعا سے ہوئی تھی اور اس کے سبب میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ایک سبب تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قارون ملعون نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ مال و متاع دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ عین اس وقت جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ بنی اسرائیل میں کھڑے خطبہ کہہ رہے ہوں وہ آئے اور آپ سے کہے کہ تو وہی ہے نا جس نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا۔اس عورت نے یہی کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور اسی وقت نماز کی نیت باندھ لی اور دو رکعت ادا کر کے اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے تجھے اس اللہ کی قسم جس نے سمندر میں سے راستہ دیا اور تیری قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی اور بھی بہت سے احسانات کئے تو جو سچا واقعہ ہے اسے بیان کر۔

یہ سن کر اس عورت کا رنگ بدل گیا اور اس نے صحیح واقعہ سب کے سامنے بیان کر دیا اور اللہ سے استغفار کیا اور سچے دل سے توبہ کر لی۔حضرت موسیٰ پھر سجدہ میں گر گئے اور قارون کی سزا چاہی۔اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ میں نے زمین کو تیرے تابع کر دیا ہے۔آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور زمین سے کہا کہ تو اسے اور اس کے محل کو نگل لے۔زمین نے یہی کیا۔

دوسرا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب قارون کی سواری اس طمطراق سے نکلی سفید قیمتی خچر پر بیش بہا پوشاک پہنے سوار تھا، اس کے غلام بھی سب کے سب ریشمی لباسوں میں تھے۔ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام خطبہ پڑھ رہے تھے بنو اسرائیل کا مجمع تھا۔یہ جب وہاں سے نکلا تو سب کی نگاہیں اس پر اور اس کی دھوم دھام پر لگ گئیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھ کر پوچھا آج اس طرح کیسے نکلے؟ اس نے کہا بات یہ ہے کہ ایک بات اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اور ایک فضیلت مجھے دے رکھی ہے اگر تمہارے پاس نبوت ہے تو میرے پاس یہ جاہ و حشم ہے اور اگر آپ کو میری فضیلت پر شک ہو تو میں تیار ہوں کہ آپ اور میں چلیں اور اللہ سے دعا کریں۔دیکھ لیجئے کہ اللہ کس کی دعا قبول فرماتا ہے آپ اس بات پر آمادہ ہو گئے اور اسکو لے کر چلے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے تو دعا کرتا ہے یا میں کروں؟ اس نے کہا نہیں میں کرونگا اب اس نے دعا مانگنی شروع کر دی اور ختم ہو گئی لیکن دعا قبول نہ ہوئی۔

حضرت موسیٰ نے کہا اب دعا میں کرتا ہوں اس نے کہا ہاں کیجئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ زمین کو حکم دے کہ جو میں کہوں مان لے اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور وحی آئی کہ میں نے زمین کو تیری اطاعت کا حکم دے دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر زمین سے فرمایا اے زمین! اسے اور اس کے لوگوں کو پکڑ لے وہیں یہ لوگ اپنے قدموں تک زمین میں دھنس گئے۔ آپ نے فرمایا اور پکڑ لے۔ یہ اپنے گھٹنوں تک دھنس گئے۔ آپ نے فرمایا اور پکڑ یہ مونڈھوں تک زمین میں دھنس گئے۔ پھر فرمایا ان کے خزانے اور مال بھی یہیں لے آ۔ اسی وقت ان کے کل خزانے اور مال وہاں آ گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے ان سب کو دیکھ لیا پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ان کو ان کے خزانوں سمیت اپنے اندر کر لے اسی وقت یہ سب غارت ہو گئے اور زمین جیسی تھی ویسی ہو گئی۔ مروی ہے کہ ساتوں زمین تک یہ لوگ بقدر انسان دھنستے جا رہے ہیں قیامت تک اسی عذاب میں رہیں گے۔

بَاب فِتْنَةِ النِّسَآءِ

یہ باب عورتوں کا آزمائش ہونے کے بیان میں ہے

3998- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَدَعُ بَعْدِي فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ

●● حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میں اپنے بعد کوئی ایسی آزمائش چھوڑ کر نہیں جا رہا جو مردوں کے لیے خواتین سے زیادہ نقصان دہ ہو''۔

3999- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ مُصْعَبٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَبَاحٍ اِلَّا وَمَلَكَانِ يُنَادِيَانِ وَيْلٌ لِلرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ وَوَيْلٌ لِلنِّسَآءِ مِنَ الرِّجَالِ

●● حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے اعلان کرتے ہیں کچھ مرد کچھ خواتین کی وجہ سے برباد ہو جاتے ہیں اور کچھ خواتین کچھ مردوں کی وجہ سے برباد ہو جاتی ہیں''۔

4000- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنْ اَبِي

3998 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5096 'اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6880 'ورقم الحدیث: 6881 'ورقم الحدیث: 6882 'اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 2780

3999 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

...سَعِيدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ خَطِيبًا فَكَانَ فِيمَا قَالَ اِنَّ الدُّنْيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُونَ اَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ... میں یہ ارشاد فرمایا:

"دنیا سرسبز اور میٹھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس میں نائب بنایا ہے تاکہ وہ اس بات کو ظاہر کردے کہ تم کیا عمل کرتے ہو خبردار دنیا سے بچنا اور خواتین (کے حقوق پامال کرنے سے بچنا)"۔

4001 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ اِذْ دَخَلَتِ امْرَاَةٌ مِنْ مُزَيْنَةَ تَرْفُلُ فِي زِينَةٍ لَهَا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ انْهَوْا نِسَاءَكُمْ عَنْ لُبْسِ الزِّينَةِ وَالتَّبَخْتُرِ فِي الْمَسْجِدِ فَاِنَّ بَنِي اِسْرَائِيلَ لَمْ يُلْعَنُوا حَتّٰى لَبِسَ نِسَاؤُهُمُ الزِّينَةَ وَتَبَخْتَرْنَ فِي الْمَسَاجِدِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اسی دوران مزینہ قبیلے سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون مسجد میں آئی جس نے اپنے زینت کے لباس کو مسجد میں گھسیٹا ہوا تھا یعنی (وہ تکبر کے طور پر چل رہی تھی) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! اپنی خواتین کو مسجد میں زینت کے لباس اور تکبر کے لباس پہن کر آنے سے روکو کیونکہ بنی اسرائیل پر اس وقت تک لعنت نہیں کی گئی یہاں تک کہ ان کی خواتین نے زینت کا لباس پہننا شروع کیا اور مساجد میں تکبر سے آنے لگیں"۔

4002 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مَوْلَى اَبِي رُهْمٍ وَاسْمُهُ عُبَيْدٌ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ لَقِيَ امْرَاَةً مُتَطَيِّبَةً تُرِيدُ الْمَسْجِدَ فَقَالَ يَا اَمَةَ الْجَبَّارِ اَيْنَ تُرِيدِينَ قَالَتِ الْمَسْجِدَ قَالَ وَلَهُ تَطَيَّبْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَيُّمَا امْرَاَةٍ تَطَيَّبَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ اِلَى الْمَسْجِدِ لَمْ تُقْبَلْ لَهَا صَلَاةٌ حَتّٰى تَغْتَسِلَ

عبید جو ابورہم کے غلام ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ایک خاتون سے ہوئی اس نے خوشبو لگائی ہوئی تھی اور وہ مسجد جا رہی تھی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بولے: اے اللہ کی کنیز! تم کہاں جا رہی ہو؟ اس نے کہا: مسجد،

4000 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2191

4001 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4002 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4174

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: مسجد کے لیے تم نے خوشبو لگائی ہے، اس نے جواب دیا جی ہاں، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو عورت خوشبو لگا کر پھر مسجد کے لیے نکلتی ہے تو اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک وہ اسے دھو نہیں لیتی''۔

شرح

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں ارغوانی یعنی سرخ رنگ از ین پوش پر سوار نہیں ہوتا نہ میں کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنتا ہوں اور نہ میں ایسا پیرہن (کرتا وغیرہ) پہنتا ہوں جس پر ریشمی سنجاف (یعنی ریشمی گوٹ وبیل وغیرہ) لگی ہو۔ اور پھر فرمایا یاد رکھو! مرد جو خوشبو لگائیں وہ ایسی ہونی چاہئے جس میں مہک تو ہو رنگ نہ ہو جیسے گلاب اور عطر وغیرہ تا کہ رنگ دار خوشبو لگانے سے کپڑے رنگین نہ ہو جائیں اور عورتیں جو خوشبو لگائیں وہ ایسی ہونی چاہئے جس میں رنگ تو ہو مہک نہ ہو جیسے زعفران ومہندی وغیرہ تا کہ ان کی مہک باہر نکل کر مردوں کے لئے فتنہ وابتلاء کا سبب نہ بن جائے۔

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 283)

ارجوان "(الف وجیم کے پیش اور راء کے سکون کے ساتھ) کے معنی ہیں سرخ رنگ کی ریشمی پوش مطلب یہ ہے کہ میں سواری کے کسی ایسے جانور پر نہیں بیٹھتا جس کی زین (پالان) کے اوپر سرخ ریشمی کپڑا پڑا ہوا اور نہایہ میں یہ لکھا ہے کہ ارجوان اصل میں ارغوان کا معرب ہے اور ارغوان اس درخت کو کہتے ہیں۔

قاموس میں یہ لکھا ہے کہ ارجوان سرخ رنگ کو کہتے ہیں بہر حال ملا علی قاری کے مطابق حدیث میں ارجوان سے مراد سرخ رنگ کا کپڑا ہے خواہ وہ ریشمی ہو یا غیر ریشمی اور گویا یہ ارشاد گرامی اپنے مفہوم کے اعتبار سے اس حکم کو زیادہ سے زیادہ تاکید کے ساتھ واضح کر رہا ہے کہ مردوں کو سرخ رنگ کا لباس پہننے سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ اگرچہ سوار ہونے پر پہننے کا اطلاق نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رنگ کے زین پوش پر سوار ہونے سے اجتناب کرتے تھے تو سرخ رنگ کا کپڑا پہننے سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق اولیٰ اجتناب کرتے ہوں گے اور نہ میں ایسا پیرہن پہنتا ہوں۔۔ کا مطلب یہ ہے کہ میں ایسا کرتا یا جبہ نہیں پہنتا جس میں ریشمی سنجاف چار انگشت سے زیادہ ہو یا یہ کہ یہ ارشاد گرامی تقویٰ اور احتیاط پر محمول ہے۔

جس میں رنگ تو ہو مہک نہ ہو۔ کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو اپنے گھر سے باہر نکلتے وقت ایسی کوئی چیز استعمال کرنی درست نہیں ہے جس میں مہک اور خوشبو ہو ہاں۔۔ گھر کے اندر رہتے ہوئے اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حدیث میں خوشبو کے سلسلے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا ظاہری اسلوب بیان "خبر" کا ہے لیکن معنی میں امر یعنی حکم کے ہے، جس کا مطلب یہ ہے جیسا کہ ترجمہ میں بھی واضح کیا گیا ہے کہ مرد جو خوشبو استعمال کریں اس میں رنگ کی آمیزش نہ ہونی چاہئے، اس کے برخلاف عورت جو خوشبو استعمال کرے اس میں مہک نہ ہونی چاہئے۔

اسی طرح شمائل ترمذی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ مردوں کی خوشبو ایسی چیز ہونی چاہئے جس سے مہک تو نکلتی ہو لیکن اس کا

رنگ ظاہر نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو ایسی چیز ہونی چاہئے جس کا رنگ تو ظاہر ہو لیکن اس سے مہک نہ نکلتی ہو۔ اس روایت کا مطلب بھی یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے کہ عورت گھر سے باہر نکلتے وقت کوئی ایسی چیز استعمال نہ کرے جس کی مہک پھیلتی ہو کیونکہ اگر یہ مطلب نہ لیا جائے تو عبارت کا مفہوم اس لئے غیر واضح ہو جائے گا کہ کوئی بھی "خوشبو" بغیر مہک کے نہیں ہو سکتی اس صورت میں اس کی طرف "مہک" کی نسبت غیر ضروری اور بے فائدہ ہو گی اور اگر یہ کہا جائے کہ کچھ خوشبوئیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں بالکل مہک نہیں ہوتی اور عورتوں کے لئے ایسی ہی خوشبوؤں کا استعمال جائز کیا گیا ہے تو یہ بات بالکل غیر حقیقی اور غیر صحیح ہو گی۔

4003- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَأَكْثِرْنَ مِنَ الِاسْتِغْفَارِ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ جَزْلَةٌ وَمَا لَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِذِي لُبٍّ مِنْكُنَّ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّينِ قَالَ أَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ فَهٰذَا مِنْ نُقْصَانِ الْعَقْلِ وَتَمْكُثُ اللَّيَالِيَ مَا تُصَلِّي وَتُفْطِرُ فِي رَمَضَانَ فَهٰذَا مِنْ نُقْصَانِ الدِّينِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اے خواتین کے گروہ! تم صدقہ کیا کرو اور بکثرت استغفار کیا کرو! کیونکہ میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ اہل جہنم میں اکثریت تمہاری ہے' تو ان میں سے ایک خاتون جو سمجھدار تھی اس نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا وجہ ہے کہ جہنم میں اکثریت ہماری ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ لعنت بکثرت کرتی ہو اور شوہر کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے تم سے بڑھ کر (کوئی مخلوق) نہیں دیکھی جو عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ہے' لیکن سمجھدار لوگوں پر غالب آجاتی ہے اس خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! عقل اور دین کے اعتبار سے کیا کمی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عقل کی کمی یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے' تو یہ عقل میں کمی کی وجہ سے ہے اور ایک عورت کچھ عرصے تک نماز نہیں پڑھتی اور رمضان میں روزہ نہیں رکھتی' تو یہ دینی اعتبار سے کمی ہے۔

بَاب: الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

یہ باب ہے کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا

4004- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو ابْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مُرُوا

4003: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 238' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4679

4004: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ اَنْ تَدْعُوْا فَلَا يُسْتَجَابَ لَكُمْ

◈◈ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو۔ اس سے پہلے کہ تم لوگ دعا مانگو اور پھر وہ قبول بھی نہ ہو"۔

4005 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ قَامَ اَبُوْبَكْرٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ) وَاِنَّا سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الْمُنْكَرَ لَا يُغَيِّرُوْنَهٗ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِهٖ قَالَ اَبُوْاُسَامَةَ مَرَّةً اُخْرٰى فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

◈◈ قیس بن ابوحازم بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمانے لگے: "اے لوگو! تم یہ آیت تلاوت کرتے ہو"

"اے ایمان والو! تم پر اپنی ذات کا خیال رکھنا لازم ہے جب تم ہدایت یافتہ ہو تو گمراہ شخص تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا"

(پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا) ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جب لوگ "منکر" کو دیکھ کر اسے روکنے کی کوشش نہیں کریں گے تو عنقریب ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سب پر اپنا عذاب نازل کرے گا۔

ابواسامہ نامی راوی نے ایک مرتبہ یہ الفاظ نقل کیے ہیں (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا)

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

4006 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ بَذِيْمَةَ عَنْ اَبِیْ عُبَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ لَمَّا وَقَعَ فِيْهِمُ النَّقْصُ كَانَ الرَّجُلُ يَرٰى اَخَاهُ عَلَى الذَّنْبِ فَيَنْهَاهُ عَنْهُ فَاِذَا كَانَ الْغَدُ لَمْ يَمْنَعْهُ مَا رَاٰى مِنْهُ اَنْ يَّكُوْنَ اَكِيْلَهٗ وَشَرِيْبَهٗ وَخَلِيْطَهٗ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَّنَزَلَ فِيْهِمُ الْقُرْاٰنُ فَقَالَ (لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ) حَتّٰى بَلَغَ (وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِیِّ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ) قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ وَقَالَ لَا حَتّٰى تَاْخُذُوْا عَلٰى يَدَیِ الظَّالِمِ فَتَاْطِرُوْهُ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا

◈◈ ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بنی اسرائیل میں جب خرابیاں آ گئیں تو ان کی یہ حالت

4005: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4338' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2168' ورقم الحدیث: 2168م' ورقم الحدیث 3049

4006: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4336' ورقم الحدیث: 4337' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3048' ورقم الحدیث: 3049' ورقم الحدیث: 3050

ہوئی کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی بھائی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اسے روکتا پھر اگر اگلے دن دوبارہ اسے دیکھتا تو پھر اسے نہیں روکتا تھا' اور یہ سمجھتا تھا کہ اس دوسرے شخص کے ساتھ اس کا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک جیسے کر دیے۔

اور ان لوگوں کے بارے میں قرآن (کی یہ آیت) نازل ہوئی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے کفار پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام کی زبانی لعنت کی گئی ہے۔''

یہ آیت یہاں تک ہے۔

''اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی پر اور جو اس پر نازل کیا گیا ہے' اس پر ایمان رکھتے' تو وہ انہیں دوست نہ بناتے' لیکن ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔''

راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اس وقت ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے' آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں (تم اس وقت تک ٹھیک نہیں ہو سکتے) جب تک تم ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے حق کا پیروکار نہیں بنا دیتے''۔

4006م-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَمْلَاهُ عَلَيَّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِى الْوَضَّاحِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ اَبِى عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4007-حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوْسٰى اَنْبَاَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جَدْعَانَ عَنْ اَبِى نَضْرَةَ عَنْ اَبِى سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ خَطِيْبًا فَكَانَ فِيْمَا قَالَ اَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ اَنْ يَّقُوْلَ بِحَقٍّ اِذَا عَلِمَهُ قَالَ فَبَكٰى اَبُوْ سَعِيْدٍ وَّقَالَ قَدْ وَاللّٰهِ رَاَيْنَا اَشْيَاءَ فَهِبْنَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے' آپ ﷺ نے اس خطبہ میں یہ بات فرمائی:

''یاد رکھنا لوگوں کی ہیبت' کسی شخص کو حق بات کو کہنے سے ہرگز نہ روکے' جبکہ آدمی کو حق بات کا علم ہو۔''

راوی کہتے ہیں: پھر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رونے لگے اور انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہم نے کچھ چیزیں دیکھی ہیں' لیکن ہم خوفزدہ ہو گئے (اور ہم نے ان سے زبانی طور پر نہیں روکا)

4008-حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِى الْبَخْتَرِيِّ عَنْ اَبِى سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْقِرْ اَحَدُكُمْ نَفْسَهُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَحْقِرُ اَحَدُنَا نَفْسَهُ قَالَ يَرٰى اَمْرًا لِلّٰهِ عَلَيْهِ فِيْهِ مَقَالٌ ثُمَّ لَا يَقُوْلُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَقُوْلَ فِىْ كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ خَشْيَةُ النَّاسِ فَيَقُوْلُ فَاِيَّايَ كُنْتَ اَحَقَّ اَنْ تَخْشٰى

4007 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2191

4008 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی شخص اپنے آپ کو حقیر نہ کرے لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کوئی شخص اپنے آپ کو کیسے حقیر کر سکتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص کوئی ایسا کام ہوتے ہوئے دیکھتا ہے' جس کے بارے میں اللہ کا اس شخص پر یہ حق ہے کہ وہ اس بارے میں بات کرے لیکن پھر وہ شخص اس کام کے بارے میں کچھ نہ کہے' تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص سے یہ فرمائے گا: فلاں فلاں موقعہ پر فلاں فلاں بات کیوں کی؟ تو وہ شخص جواب دے گا: لوگوں کے خوف سے' تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تم مجھ سے ڈرتے۔

4009- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي هُمْ أَعَزُّ مِنْهُمْ وَأَمْنَعُ لَا يُغَيِّرُوْنَ إِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ

عبیداللہ بن جریر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس قوم کی یہ صورتحال ہو' ان میں گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے' جو لوگ ان میں طاقتور ہوں اور رکاوٹ بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں' وہ گناہوں کو نہ روکیں' تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کرتا ہے۔

4010- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا رَجَعَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهَاجِرَةُ الْبَحْرِ قَالَ أَلَا تُحَدِّثُوْنِي بِأَعَاجِيبِ مَا رَأَيْتُمْ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ قَالَ فِتْيَةٌ مِّنْهُمْ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ مَّرَّتْ بِنَا عَجُوْزٌ مِّنْ عَجَائِزِ رَهَابِينِهِمْ تَحْمِلُ عَلٰى رَأْسِهَا قُلَّةً مِّنْ مَّاءٍ فَمَرَّتْ بِفَتًى مِنْهُمْ فَجَعَلَ إِحْدٰى يَدَيْهِ بَيْنَ كَتِفَيْهَا ثُمَّ دَفَعَهَا فَخَرَّتْ عَلٰى رُكْبَتَيْهَا فَانْكَسَرَتْ قُلَّتُهَا فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَقَالَتْ سَوْفَ تَعْلَمُ يَا غُدَرُ إِذَا وَضَعَ اللّٰهُ الْكُرْسِيَّ وَجَمَعَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَتَكَلَّمَتِ الْأَيْدِي وَالْأَرْجُلُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ فَسَوْفَ تَعْلَمُ كَيْفَ أَمْرِي وَأَمْرُكَ عِنْدَهُ غَدًا قَالَ يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَتْ صَدَقَتْ كَيْفَ يُقَدِّسُ اللّٰهُ أُمَّةً لَّا يُؤْخَذُ لِضَعِيفِهِمْ مِنْ شَدِيدِهِمْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سمندری راستے سے آنے والے مہاجرین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے حبشہ کی سرزمین پر جو حیرت انگیز چیز دیکھی' ان میں سے کوئی چیز تم مجھے نہیں بتاؤ گے؟ ان میں سے ایک نوجوان نے عرض کی: جی ہاں۔ یارسول اللہ! ایک مرتبہ ہم کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی دوران ہمارے پاس سے وہاں کی ایک بوڑھی عورت گزری' جس نے اپنے سر پر پانی کا مٹکا رکھا ہوا تھا۔ وہاں سے ان میں سے ایک نوجوان آیا اس نے اپنا ہاتھ اس عورت کے دونوں کندھوں کے درمیان مارا اور اسے دھکا دیا' تو وہ عورت دونوں گھٹنوں کے بل گر گئی اور اس کا مٹکا

4009: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4010: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ٹوٹ گیا جب وہ عورت اٹھی اور اس نے اس نوجوان کی طرف دیکھا تو بولی: اے دھوکے باز! عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا' جب اللہ تعالیٰ کرسی رکھے گا اور پہلے والے اور بعد والے سب لوگوں کو جمع کرے گا۔ اس دن ہاتھ اور پاؤں کلام کریں گے' اس چیز کے بارے میں' جو وہ عمل کرتے رہے ہیں۔

اس وقت تمہیں پتہ چل جائے گا' میرا اور تمہارا معاملہ اس کی بارگاہ میں کل کیسا ہوگا؟

راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس عورت نے ٹھیک کہا ہے' اس عورت نے ٹھیک کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اُمت کو کیسے پاک کرسکتا ہے؟ جس میں طاقتور سے کمزور کو بدلہ نہ دلوایا جائے۔

4011-حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُصْعَبٍ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيلُ اَنْبَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا ہے۔

4012-حَدَّثَنَا رَاشِدُ بْنُ سَعِيدٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِي غَالِبٍ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ عَرَضَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْاُولٰى فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَيُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمَّا رَاَى الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ سَاَلَهُ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمَّا رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ لِيَرْكَبَ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ قَالَ اَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ ذِي سُلْطَانٍ جَائِرٍ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص جمرہ اولیٰ کے پاس نبی اکرم ﷺ کے سامنے آیا اور عرض کی: یارسول اللہ! کون سا جہاد زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا' جب نبی اکرم ﷺ دوسرے جمرہ کے پاس تشریف لائے' تو اس نے پھر آپ ﷺ سے وہی سوال کیا' نبی اکرم ﷺ نے پھر کوئی جواب نہیں دیا۔ جب نبی اکرم ﷺ نے جمرہ عقبہ کی رمی کر لی اور آپ ﷺ نے اپنا پاؤں لگام میں رکھا' تاکہ آپ ﷺ سواری پر سوار ہو جائیں' تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: وہ سوال کرنے والا شخص کہاں ہے؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ میں ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (سب سے افضل جہاد) ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا ہے۔

4013-حَدَّثَنَا اَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ رَجَآءٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ اَخْرَجَ مَرْوَانُ الْمِنْبَرَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فَبَدَاَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا مَرْوَانُ خَالَفْتَ السُّنَّةَ اَخْرَجْتَ الْمِنْبَرَ فِي هٰذَا الْيَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ

4011 اخرجه ابوداؤد فی "السنن" رقم الحديث: 4334' اخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 2174

4012 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

تُخْرَجُ وَبَدَأْتَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَكُنْ يُبْدَأُ بِهَا فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ اَنْ يُّغَيِّرَهُ بِيَدِهٖ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ عید کے دن مروان نے منبر نکلوایا اور نماز سے پہلے خطبہ دینا شروع کر دیا تو ایک شخص بولا "اے مروان! تم نے سنت کی خلاف ورزی کی ہے تم نے آج کے دن منبر نکلوایا ہے حالانکہ اس دن میں اسے نہیں نکلوایا جاتا اور تم نے نماز سے پہلے ہی خطبہ دینا شروع کر دیا ہے حالانکہ خطبے سے آغاز نہیں کیا جاتا" تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بولے: جو اس پر لازم تھا وہ اس نے پورا کر دیا ہے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص کسی منکر چیز کو دیکھے اور وہ اس کی استطاعت رکھتا ہو کہ اپنے ہاتھ کے ذریعے اسے ختم کر دے تو اسے اپنے ہاتھ کے ذریعے ختم کر دینا چاہئے اگر وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو اپنی زبان کے ذریعے اسے ختم کرے اگر وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو اپنے دل میں (اسے برا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین مرتبہ ہے۔

باب قَوْلِهٖ تَعَالٰى (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ)

یہ باب ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے ایمان والو! تم پر اپنا خیال رکھنا لازم ہے"

4014- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنِيْ عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ حَكِيْمٍ حَدَّثَنِيْ عَنْ عَمِّهٖ عَمْرِو بْنِ جَارِيَةَ عَنْ اَبِيْ اُمَيَّةَ الشَّعْبَانِيِّ قَالَ اَتَيْتُ اَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ تَصْنَعُ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ قَالَ اَيَّةُ اٰيَةٍ قُلْتُ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ) قَالَ سَاَلْتَ عَنْهَا خَبِيْرًا سَاَلْتُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ وَرَاَيْتَ اَمْرًا لَا يَدَانِ لَكَ بِهٖ فَعَلَيْكَ خُوَيْصَةَ نَفْسِكَ فَاِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ اَيَّامَ الصَّبْرِ الصَّبْرُ فِيْهِنَّ عَلٰى مِثْلِ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيْهِنَّ مِثْلُ اَجْرِ خَمْسِيْنَ رَجُلًا يَعْمَلُوْنَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ

◆◆ ابوامیہ شعبانی بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دریافت کیا: اس آیت کے بارے میں آپ کا کیا طرز عمل ہے؟ انہوں نے دریافت کیا: کون سی آیت؟ میں نے جواب دیا: یہ آیت۔

"اے ایمان والو! تم پر اپنا خیال رکھنا لازم ہے اگر تم ہدایت یافتہ ہو تو گمراہ شخص تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

تو حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تم نے اس کے بارے میں باخبر شخص سے دریافت کیا ہے: میں نے اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: تم نیکی کا حکم کرتے رہنا اور برائی سے روکتے

4014- اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4341 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3058

رہنا یہاں تک کہ (جب ایسا وقت آئے) کہ جب
تم ایسا بخل دیکھو جس کی اطاعت کی جا رہی ہو ایسی خواہش نفس دیکھو جس کی پیروی کی جا رہی ہو ایسی دنیا دیکھو جسے ترجیح دی جا رہی ہو اور ہر صاحب رائے شخص اپنی رائے پر فخر کا اظہار کرتا ہو اور تم ایسا معاملہ دیکھو جس کے بارے میں تمہیں کوئی قدرت حاصل نہ ہو تو اس وقت تم صرف اپنا خیال رکھنا پھر تمہارے سامنے صبر کے دن رہ جائیں گے اور ان دنوں میں صبر کرنا انگارہ ہاتھ میں لینے کی مانند ہوگا اس وقت میں عمل کرنے والے شخص کو اس کے عمل جیسا عمل کرنے والے پچاس آدمیوں جتنا ثواب ہوگا۔

4015 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ الْخُزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَيْدٍ حَفْصُ بْنُ غَيْلَانَ الرُّعَيْنِيُّ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى نَتْرُكُ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ إِذَا ظَهَرَ فِيكُمْ مَا ظَهَرَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا ظَهَرَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَنَا قَالَ الْمُلْكُ فِي صِغَارِكُمْ وَالْفَاحِشَةُ فِي كِبَارِكُمْ وَالْعِلْمُ فِي رُذَالَتِكُمْ

قَالَ زَيْدٌ تَفْسِيرُ مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعِلْمُ فِي رُذَالَتِكُمْ إِذَا كَانَ الْعِلْمُ فِي الْفُسَّاقِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم لوگ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا کب ترک کریں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تمہارے درمیان وہ چیز ظاہر ہو جائے گی جو تم سے پہلے لوگوں کے لیے ظاہر ہوئی تھی"۔

ہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سے پہلے کی امتوں میں کیا چیز ظاہر ہوئی تھی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بادشاہی کم عمر لوگوں کے پاس آگئی تھی، عمر رسیدہ لوگوں میں زنا عام ہو گیا تھا اور علم کم تر لوگوں کے پاس آگیا تھا"۔

زید نامی راوی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "علم کم تر لوگوں کے پاس آگیا تھا" کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بات بیان کی ہے، جب فاسق لوگوں کے پاس علم آجائے۔

4016 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جُنْدُبٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يُذِلَّ نَفْسَهُ قَالُوا وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهُ قَالَ يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيقُهُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"مومن کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذلت کا شکار کرے لوگوں نے عرض کی: وہ اپنے آپ کو ذلت کا شکار کیسے کر سکتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ایسی آزمائش کا سامنا کرے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا"۔

4017 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ

4015، اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4017 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الرَّحْمٰنِ اَبُوْ طُوَالَةَ حَدَّثَنَا نَهَارٌ الْعَبْدِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ لَيَسْاَلُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَقُوْلَ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَ الْمُنْكَرَ اَنْ تُنْكِرَهُ فَاِذَا لَقَّنَ اللّٰهُ عَبْدًا حُجَّتَهُ قَالَ يَا رَبِّ رَجَوْتُكَ وَفَرِقْتُ مِنَ النَّاسِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے سے سوال کرے گا، یہاں تک کہ وہ فرمائے گا، کیا وجہ ہے کہ جب تم نے منکر دیکھا تو اس سے روکا کیوں نہیں تھا (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اس وقت اللہ تعالیٰ اس بندے کو جواب سکھائے گا' تو وہ عرض کرے گا، اے میرے پروردگار! میں نے تجھ سے (معاف کرنے کی) امید رکھی اور میں لوگوں سے ڈر گیا تھا''۔

بَاب الْعُقُوْبَاتِ

یہ باب مختلف طرح کی سزاؤں کے بیان میں ہے

4018- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَّعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُمْلِيْ لِلظَّالِمِ فَاِذَا اَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَاَ (وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے' لیکن جب وہ اس کی گرفت کر لیتا ہے' تو پھر اسے چھوڑتا نہیں''۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔

''اور اسی طرح تمہارے پروردگار کی گرفت ہے جب اس نے ان بستیوں پر گرفت کی جو ظالم تھیں''۔

4019- حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُوْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ خَمْسٌ اِذَا ابْتُلِيْتُمْ بِهِنَّ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ تُدْرِكُوْهُنَّ لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يُعْلِنُوْا بِهَا اِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْاَوْجَاعُ الَّتِيْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِيْ اَسْلَافِهِمُ الَّذِيْنَ مَضَوْا وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِلَّا اُخِذُوْا بِالسِّنِيْنَ وَشِدَّةِ الْمَؤُنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَمْنَعُوْا زَكَاةَ اَمْوَالِهِمْ اِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ

4018 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 4686' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6524' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3110' ورقم الحدیث: 3110م

4019: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللَّهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے مہاجرین کے گروہ! پانچ چیزیں ایسی ہیں جن میں تمہیں مبتلا کیا جاسکتا ہے اور میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تمہیں ان کا سامنا کرنا پڑے، کسی بھی قوم میں بے حیائی اس وقت تک عام نہیں ہوتی جب تک وہ اعلانیہ طور پر ایسے نہیں کرتے، اس وقت ان کے درمیان طاعون اور مختلف طرح کی بیماریاں عام ہو جائیں گی جو ان سے پہلے لوگوں میں نہیں تھیں، جو لوگ ماپ تول میں کمی کرتے ہیں انہیں خشک سالی، سخت مشقت اور حکمرانوں کی طرف سے ظلم اپنی گرفت میں لے لیتا ہے، جو لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ہیں آسمان سے ان پر بارش نازل نہیں ہوتی، اگر زمین میں جانور موجود نہ ہوتے تو ان پر سرے سے بارش ہی نہ ہوتی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر ان کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے اور وہ دشمن ان سے سب کچھ چھین لیتا ہے، اور جب ان کے حکمران اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ حکم کے بارے میں اختیار دینا شروع کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان باہمی جنگ و جدل شروع کر دے گا''۔

4020 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسٰى عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يُعْزَفُ عَلٰى رُءُوسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّيَاتِ يَخْسِفُ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ

◆◆ حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میری امت کے لوگ شراب ضرور پئیں گے، وہ اسے دوسرا نام دیدیں گے، ان کے سرہانے باجے بجائے جائیں گے اور گانے کا سلسلہ ہوگا، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے ہی بندر اور خنزیر بنائے گا''۔

شراب کی تحریم کی متعلق احادیث کا بیان

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں: محمد بن قیس بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ آئے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوا کھیلتے تھے۔ مسلمانوں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے کہ اس میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے

4020 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3688

(وقتی) فائدہ ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدوں سے زیادہ بڑا ہے۔(البقرہ:۲۱۹) تو لوگوں نے کہا اس میں ہمارے لیے رخصت ہے ہم شراب پئیں گے اور جوا کھیلیں گے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں گے حتیٰ کہ ایک شخص نے سورۃ کافرون کی پہلی اس طرح پڑھی قل یایھا الکفرون اعبد ماتعبدون۔ آپ کہئے کہ اے کافرو! میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو اور ان کو پتا نہیں چلا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! تم نماز کے قریب مت جاؤ درآنحالیکہ تم نشہ میں ہو۔(النساء:۴۳) پھر بھی شراب پیتے رہے اور جب نماز کا وقت آتا تو شراب پینا چھوڑ دیتے اور اس وقت نماز پڑھتے جب انہیں علم ہوتا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں وہ اسی معمول پر برقرار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں۔ کیا تم باز آنے والے ہو تو مسلمانوں نے کہا اے رب ہم باز آ گئے۔

(جامع البیان جز ۷ ص ۴۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری وجہ سے کئی آیات نازل ہوئی ہیں ایک (لقمان:۱۵) ہے۔ دوسری (انفال:۱) ہے۔(حضرت سعد نے ان کی تفصیل بیان کی ہے۔ سعیدی غفرلہ)(اور ایک یہ آیت ہے اس کی تفصیل یہ ہے) میں مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے پاس گیا انہوں نے کہا چلو ہم تمہیں کچھ کھلائیں اور شراب پلائیں اور یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے میں ان کے ساتھ باغ میں گیا۔ وہاں ان کے پاس ایک اونٹ کا بھنا ہوا سر تھا اور ایک مشک میں شراب تھی۔ میں نے اس میں سے کھایا اور شراب پی پھر ان کے درمیان مہاجرین اور انصار کا ذکر چھڑ گیا۔ میں نے کہا مہاجرین انصار سے زیادہ اچھے ہیں ایک شخص نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی میری ناک پر ماری جس سے میری ناک زخمی ہو گئی میں نے جا کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس واقعہ کی خبر دی تب اللہ تعالیٰ عزوجل نے میری وجہ سے شراب کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں۔(الایہ)

(صحیح مسلم فضائل الصحابہ ۴۳ (۳۸) (۱۷۴۸) ۶۱۲۱ مسند احمد ج ارقم الحدیث: ۱۵۶۷۔۱۶۱۴ سنن کبری للبیہقی ج ۸ ص ۲۸۵)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مجلس شراب میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے اس وقت شراب حلال تھی اچانک میں اٹھا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام پیش کیا اور اس وقت شراب کی تحریم کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں۔(المائدہ:۹۰)

اور اس کے آخر میں تھا کیا تم باز آنے والے ہو؟ میں اپنے اصحاب کے پاس گیا اور ان پر یہ دو آیتیں پڑھیں۔ بعض کے ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا جس سے انہوں نے شراب پی لی تھی اور بعض کی شراب برتن میں تھی انہوں نے گلاس سے شراب انڈیل دی اور برتن کی شراب بہادی اور کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم باز آ گئے۔ اے ہمارے رب ہم باز آ گئے۔

(جامع البیان جز ۷ ص ۴۷ المستدرک ج ۴ ص ۱۴۱ السنن الکبری ج ۸ ص ۲۸۶۔۲۸۵)

خمر کی حقیقت میں مذاہب فقہاء کا بیان

قرآن مجید احادیث متواترہ اور اجماع فقہاء سے خمر حرام ہے۔امام ابوحنیفہ کے نزدیک حقیقت میں خمر انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں جو پڑے پڑے سڑ کر جھاگ چھوڑ دے۔امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں لغت میں خمر کا یہی معنی ہے اور یہی حقیقت ہے۔البتہ مجازا ہر نشہ آور مشروب کو خمر کہا جاتا ہے۔احادیث اور آثار میں جہاں ہر نشہ آور مشروب کو خمر کہا گیا ہے وہ اطلاق مجازی ہے۔اس کے برعکس ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ خمر کا معنی ڈھانپنا ہے۔شراب کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے اور ہر نشہ آور مشروب حقیقتا خمر ہے۔اب ہم لغت کے حوالوں سے خمر کا معنی بیان کرتے ہیں۔

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں: خمر انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں جو نشہ آور ہو کیونکہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتا ہے۔ابوحنیفہ دینوری نے کہا کہ دانوں سے جو شراب بنائی جاتی ہے اس کو خمر کہتے ہیں۔ابن سیدہ نے کہا میرے گمان میں یہ علامہ دینوری کا تسامح ہے کیونکہ خمر کی حقیقت انگور ہیں نہ کہ دوسری اشیاء اور عرب انگوروں کو خمر کہتے ہیں۔ابن سیدہ نے کہا میرے گمان میں انگوروں کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ خمر انگوروں سے بنائی جاتی ہے۔ابوحنیفہ دینوری نے اس قول کی حکایت کی ہے اور کہا: کہ یہ یمن کی لغت ہے۔نیز انہوں نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے آنی ارانی اعصر خمرا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خمر نچوڑ رہا ہوں یہاں خمر سے مراد انگور ہیں۔ابن عرفہ نے کہا کہ خمر نچوڑنے کا معنی ہے انگور نچوڑ کو خمر حاصل کرنا اور جب انگور نچوڑ لیے جائیں تو اس سے خمر حاصل ہوتی ہے اس لیے اس نے کہا میں خمر نچوڑ رہا ہوں۔ابوحنیفہ نے بعض راویوں سے نقل کیا کہ انہوں نے یمن کے ایک شخص کو دیکھا جو انگور اٹھائے جا رہا تھا، انہوں نے اس سے پوچھا تم نے کیا اٹھایا ہوا ہے؟ اس نے کہا خمر سو اس نے انگوروں پر خمر کا اطلاق کیا۔

(لسان العرب ج ۴ ص ۲۵۵ مطبوعہ ایران تاج العروس ص ۱۸۷۔۱۸۶ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر اقرب الموارد ج ا ص ۳۰۱ مطبوعہ ایران)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی ۵۹۳ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک خمر کی تعریف یہ ہے انگور کا کچا پانی جب نشہ آور ہو جائے۔اہل لغت اور اہل علم کے نزدیک بھی خمر کا یہی معنی معروف ہے۔بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ہر نشہ آور چیز کو خمر کہتے ہیں کیونکہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔

(صحیح مسلم الاشربہ ۶۷ (۲۰۰۱) ۵۱۱۳ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۳ سنن ابوداود رقم الحدیث: ۳۶۸۲ سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۵۹۴)

اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث ہے خمر ان دو درختوں سے (بنائی جاتی) ہے یہ فرما کر آپ نے انگور کی بیل اور کھجور کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا۔

(صحیح مسلم الاشربہ ۱۳ (۱۹۸۵) ۵۰۵۰ ابوداود رقم الحدیث: ۳۶۷۸ سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۵۷۴۔۵۵۷۳۔۵۵۷۲)

نیز خمر کا لفظ مخامرۃ العقل سے بنا ہے اور یہ وجہ اشتقاق ہر نشہ آور چیز میں پائی جاتی ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ انگور کے نشہ آور شیرہ کو خمر کہتے ہیں۔اسی بناء پر خمر کا استعمال صرف اس معنی میں مشہور ہے۔نیز خمر کی حرمت قطعی ہے اور باقی نشہ آور مشروبات کی حرمت ظنی ہے۔اور ان کی حرمت کے دلائل بھی ظنی ہیں اور باقی نشہ آور مشروبات کو جو خمر کہا جاتا ہے وہ

نی مرۃ العقل کی وجہ سے نہیں کہا جاتا ہے بلکہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کا ذائقہ بھی خمر کی طرح کڑوا ہوتا ہے۔ (یعنی یہ اطلاق بطور مجاز و استعارہ ہے) نیز اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ خمر کا لفظ مخامرۃ العقل سے مشتق ہے تب بھی یہ وجہ اشتقاق اس بات کے منافی نہیں ہے کہ خمر انگور کے ساتھ مخصوص ہو کیونکہ نجم کا لفظ نجوم سے ماخوذ ہے جس کا معنی ظہور ہے اس کے باوجود نجم کا لفظ ثریا کے ساتھ مخصوص ہے اور ہر ظاہر چیز کو نجم نہیں کہا جاتا۔ ائمہ ثلاثہ نے جو پہلی حدیث پیش کی ہے (ہر نشہ آور چیز خمر ہے) اس کو یحییٰ بن معین نے مطعون قرار دیا ہے۔ (یحییٰ بن معین نے کہا یہ حدیث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ثابت نہیں ہے اور یحییٰ بن معین امام حافظ اور ثقہ ہیں حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل نے کہا جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ پہچانتے ہوں وہ حدیث نہیں ہے۔ عنایہ) اور دوسری حدیث (خمر ان دو درختوں سے بنائی جاتی ہے) اس سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا منشاء کھجور کی شراب کا حکم بیان کرنا تھا اور یہی بیان منصب رسالت کے لائق ہے۔ (یعنی جب کھجور کی شراب کی مقدار کثیر نشہ آور ہو تو وہ بھی خمر کی طرح ہے اور حرام ہے اور اس سے حد لازم آتی ہے۔ عنایہ) (ہدایہ اخیرین ص ۴۹۲ مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

خمر کا بعینہ حرام ہونا اور غیر خمر کا مقدار نشہ میں حرام ہونے کا بیان

... ے نزدیک ہر نشہ آور مشروب مطلقاً حرام ہے خواہ اس کی مقدار کثیر ہو یا قلیل اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر تو مطلقاً ... کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات جس مقدار میں نشہ آور ہوں اس مقدار میں حرام ہیں اور اس سے کم مقدار میں حرام ... دران کا پینا حلال ہے۔ امام ابوحنیفہ کا استدلال ان احادیث سے ہے:

...م ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں ...ر بعینہ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) کو حرام کیا گیا ہے۔ (سنن النسائی: ج ۸ رقم الحدیث: ۵۷۰ـ۵۷۰۱ـ۵۶۹۹ سنن کبری ج ۸ ص ۲۹۷ کتاب الآثار لابی یوسف ص ۲۲۸ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۸ سنن دار قطنی ج ۴ رقم الحدیث: ۴۶۱۱۹ المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۰ رقم الحدیث: ۱۰۸۴۰ـ۱۰۸۴۰ـ۱۰۸۳۷ـ۱۰۸۳۷ ج ۱۱ رقم الحدیث: ۱۲۶۳۳ـ۱۲۳۸۹ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۵۳)

جس مشروب کی تیزی سے نشہ کا خدشہ ہو اس میں پانی ملا کر پینے کا جواز

جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے جائز ہونے پر فقہاء احناف نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ جب نبیذ میں شدت اور حدت ہو اور وہ اس شدت کی بناء پر نشہ آور ہو اس نبیذ میں پانی ملا کر اس کی شدت کو کم کر کے اور اس کی حدت کو توڑ کر پینا جائز ہے اور یہ عمل خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور بہ کثرت صحابہ اور فقہاء تابعین سے ثابت ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک نشہ میں مدہوش اعرابی لایا گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے عذر طلب کیا۔ جب وہ اپنی مدہوشی کی وجہ سے کچھ نہ بتا سکا تو آپ نے فرمایا اس کو باندھ دو جب اس کو ہوش آ جائے تو اس کو کوڑے لگا دینا پھر حضرت عمر نے اس اعرابی کے مشکیزہ میں بچے ہوئے مشروب کو منگوایا پھر آپ نے اس کو چکھا تو وہ بہت تیز اور سخت تلخ نبیذ تھا آپ نے پانی منگوا کر اس کی شدت اور حدت کو توڑا پھر

آپ نے اس کو پیا اور اپنے ساتھیوں کو پلایا پھر آپ نے فرمایا جب اس کی تیزی اور نشہ تم پر غالب آ جائے تو اس کو پانی سے توڑ لیا کرو، امام محمد فرماتے ہیں ہمارا اس پر عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ (کتاب الآثار لامام محمد ص ۱۸۲۔۱۸۳ کتاب الآثار لامام ابی یوسف ص ۲۲۶ مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۲۴)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سبیل پر آئے اور فرمایا مجھے اس سے پانی پلاؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم آپ کو وہ چیز نہ پلائیں جس کو ہم اپنے گھر میں تیار کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو وہ چیز پلاؤ جس کو لوگ پیتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیذ کا ایک پیالہ لے کر آئے آپ نے اس کو چکھا پھر ماتھے پر شکن ڈال کر فرمایا پانی لاؤ پھر آپ نے اس میں پانی ملایا پھر دو یا تین بار فرمایا اور زیادہ ملاؤ اور فرمایا جب تم کو (نبیذ) تیز لگے تو اسی طرح کیا کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۱۴۰۔۱۳۹ مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۲۶ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۰۰۔۳۰۵۔۳۰۴)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کعبہ کے گرد طواف کر رہے تھے آپ کو پیاس لگی اور آپ نے پانی مانگا آپ کے پاس ایک برتن سے نبیذ لایا گیا آپ نے اس کو سونگھا اور پھر ماتھے پر شکن ڈال کر فرمایا: میرے پاس زمزم کا ڈول لاؤ پھر آپ نے اس میں پانی ملا کر اس کو پی لیا ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۱۴۰ سنن کبریٰ ج ۸ ص ۳۰۴ سنن نسائی ج ۸ رقم الحدیث: ۵۷۱۹)

جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

علامہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس نے فرمایا خمر کو بعینہ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مشروب کا وہ آخری گھونٹ حرام ہے جس سے نشہ پیدا ہو اور خمر بعینہ حرام ہے۔ خواہ قلیل ہو یا کثیر اور مثلث اور کشمش اور چھواروں کے پکے ہوئے پانی (یعنی نبیذ) میں قلیل اور کثیر کا فرق ہے۔ اس کی قلیل مقدار حلال ہے اور جس گھونٹ کے بعد نشہ پیدا ہو وہ حرام ہے اور وہ کثیر مقدار کا آخری گھونٹ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو پیالہ نشہ آور ہو صرف وہ حرام ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا اس کی مثال کپڑے میں خون کی طرح ہے۔ اگر کپڑے میں قلیل خون ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے اور اس کی مثال نفقہ کی طرح ہے اگر انسان اپنی کمائی سے اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے تو جائز ہے اور اگر خرچ میں اسراف کرے (یعنی ناجائز محل پر خرچ کرے) تو یہ ناجائز ہے۔ اسی طرح نبیذ ہے اگر اس کو کھانے کے بعد پیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس کو بقدر نشہ پیا تو ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ اسراف ہے اس لیے جب نبیذ پیتے ہوئے نشہ ہونے لگے تو اس کو چھوڑ دے۔ دیکھئے مثلاً دودھ حلال ہے لیکن کسی شخص کو زیادہ دودھ پینے سے نشہ ہونے لگے تو وہ زیادتی ناجائز ہوگی اور اس تمام تفصیل سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حرمت کا مدار نشہ لانے والے جز پر ہے۔ البتہ خمر مطلقاً حرام ہے نیز خمر کو تھوڑی مقدار میں پینا زیادہ پینے کا محرک ہوتا ہے اس لیے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے اس کے برخلاف مثلث (انگور کا شیرہ جب جوش دے کر پکایا جائے اس کا دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے اور ایک تہائی باقی رہ

جائے تو اگر وہ شیریں ہو تو سب کے نزدیک اس کا پینا حلال ہے اور جب وہ جوش دینے سے گاڑھا ہو جائے اور نشہ آور نہ ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا پینا حلال ہے اور امام محمد کے نزدیک اس کا پینا جائز نہیں اس کو مثلث کہتے ہیں۔

(ردالمحتارج ۵ص ۲۹۰)

اس کی قلیل مقدار کثیر کی محرک نہیں ہوتی بلکہ اس کی قلیل مقدار کھانے کو ہضم کرتی ہے اور عبادت کرنے کی قوت دیتی ہے اور اس کی کثیر مقدار سر میں درد پیدا کرتی ہے۔ کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ جو لوگ نشہ آور مشروبات کو پیتے ہیں وہ مثلث میں بالکل رغبت نہیں کرتے۔ (المبسوط ج ۲۴ ص ۹۔۸ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۸ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نشہ آور چیز کی قلیل مقدار حرام نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو حرام کرنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ خمر اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے اور بغض اور عداوت پیدا کرتی ہے اور نشہ آور مشروب کو قلیل مقدار میں پینے سے یہ اوصاف پیدا نہیں ہوتے اور اگر ہم ظاہر آیت کا لحاظ کریں تو قلیل مقدار میں بھی خمر حرام نہیں ہونی چاہیے لیکن ہم نے خمر کی قلیل مقدار میں اس قیاس کو چھوڑ دیا کیونکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ خمر مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ البتہ خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات میں ظاہر آیت کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ان کی قلیل مقدار اللہ کے ذکر سے روکتی ہے نہ نماز سے اور نہ بغض و عداوت پیدا کرتی ہے۔ (البنایہ ج ۱۱ ص ۴۴۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۱ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: خمر کے علاوہ دیگر مشروبات جو کثیر مقدار میں نشہ آور ہوں اور قلیل مقدار میں نشہ آور نہ ہوں تو اگر ان کی قلیل مقدار پینے سے کھانے کو ہضم کرنے کا ارادہ کیا جائے اور قیام لیل پر قوت حاصل کرنے کا ارادہ کیا جائے یا دن میں روزہ رکھنے پر قوت کے حصول کا ارادہ کیا جائے یا اعداء اسلام سے قتال کی قوت کے حصول کا ارادہ کیا جائے یا مرض کو دور کرنے اور دوا کے قصد سے ان کو پیا جائے تو یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال ہیں اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً حرام ہیں۔ خواہ ان کے مقدار قلیل ہو یا کثیر اور چونکہ اب فساد عام ہو گیا ہے اور لوگ عیش و طرب اور لہو و لعب کے لیے ہی ان مشروبات کو پیتے ہیں اس لیے متاخرین نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

(ردالمحتارج ۵ ص ۲۹۳۔۲۹۲ ملخصا وموضحا مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

انگریزی دواوں اور پرفیوم کا شرعی حکم

علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آج کل کی غیر خمر مروجہ شرابیں پیتا ہے تو یہ ائمہ ثلاثہ اور امام محمد کے قول کے مطابق حرام ہے خواہ قلیل مقدار میں پئے یا کثیر مقدار میں اور احادیث صحیحہ کا بھی یہی تقاضا ہے لیکن اگر اسپرٹ یا الکوحل کی نہایت قلیل مقدار مائع دواوں میں شامل ہو یا پرفیوم میں شامل ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے فتویٰ کے مطابق ان کو جواز پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ ان دواوں کے استعمال سے یہ قول صادق نہیں آئے گا کہ وہ شخص نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کو پی رہا ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ شخص ایک چمچہ دوا پی رہا ہے جس میں ایک دو قطرے الکوحل کے شامل ہیں اور جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ خمر بعینہ حرام ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے اور جس طرح

احادیث سے ثابت ہے کہ تیز اور تلخ مشروب میں پانی ملا دیا جائے تو وہ حلال ہے سو اگر الکوحل بالفرض تیز اور تلخ بھی ہو تو دوسری دوائیں اور کیمیکلز ملنے کے بعد اس کی تیزی اور تلخی جاتی رہتی ہے اور جس طرح علامہ عینی نے کہا ہے کہ خمر کے حرام ہونے کی علت اس کا نماز اور اللہ کے ذکر سے روکنا ہے اور مسلمانوں میں بغض اور عداوت کا پیدا کرنا ہے اور دوا کی ایک خوراک جو ایک یا دو چمچے ہوتی ہے اور اس میں جو نہایت قلیل مقدار میں الکوحل ہوتی ہے وہ الکوحل نہ تو خمر ہے نہ نماز اور نہ اللہ کے ذکر سے روکتی ہے اور نہ بغض اور عداوت پیدا کرتی ہے۔ سو ان دلائل کے اعتبار سے دواوں میں جو نہایت قلیل میں الکوحل ہوتی ہے وہ حرام نہیں ہے اور یہ مائع دوائیں حلال ہیں اور کسی بیماری کے علاج کے لیے یا طاقت حاصل کرنے کے لیے ان دواوں کو پینا جائز اور حلال ہے۔ اسی طرح پرفیوم میں جو سپرٹ اور الکوحل شامل ہوتی ہے وہ بھی ان دلائل کے اعتبار سے جائز اور پاک ہے۔

مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی متوفی ۱۳۸۶ھ انگریزی دواوں کے متعلق لکھتے ہیں:

(۱) اگر اسپرٹ خمر سے تیار ہوتی ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو یہ مطلقا حرام ہے اس سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں مگر بوقت اضطرار کہ وہ بنص الا ما اضطررتم الیہ اس حکم سے مستثنی ہے۔ پس اس کی بیع وشراء بھی جائز نہیں اور اس کا بذریعہ بھپکے کے مقطر کرنا اس کی حرمت کو زائل نہیں کرتا۔ ہدایہ شریف میں ہے: والتاسع ان الطبخ لا یوثر فیھا لانہ للمنع من ثبوت الحرمۃ لا لرفعھا بعد ثبوتھا۔ انتھی لیکن ہم نے جہاں تک ڈاکٹروں کی زبانی سنا یہی معلوم ہوا کہ یہ اس شراب سے نہیں بنائی جاتی جس کو شرعا خمر کہا جاتا ہے بلکہ یہ ایسی شراب کا جوہر ہے جو گنے وغیرہ سے بنائی گئی ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہے تو اس کا استعمال بغرض صحیح (اس مقدار میں جو مسکر نہیں ہے) حرام نہیں اور اس کی بیع وشراء بھی جائز ہے یہی حکم اس تقدیر پر ہے جب کہ باذق یا مصنف یا نقیع زبیب وتمر سے بنائی گئی ہو اس لیے کہ اس میں جوش دے دیا گیا ہے۔ لہذا عامہ علماء کے نزدیک اس کا قلیل مطلقا حرام نہیں۔ کما صرحت من قبل اور اگر اس میں شک ہے کہ یہ شراب سے بنائی گئی ہے یا نہیں یا یہ تو معلوم ہے کہ یہ شراب سے بنی ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ کون سی شراب سے بنی ہے تب بھی یہی حکم ہے۔

کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو اور وہ اپنی دبر میں حرکت محسوس کرے اور اس کو یہ اشکال ہو کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے یا نہیں ٹوٹا تو وہ اس وقت تک نماز نہ توڑے جب تک کہ آواز نہ سنے یا بدبو نہ محسوس کرے۔ اس حدیث کو امام ابو داود نے روایت کیا ہے اور فقہاء نے کہا ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور اصل اشیاء میں حلت اور طہارت ہے۔

(۲) جن صورتوں میں اس کی بیع جائز ہے ان ہی صورتوں میں اس کی خرید بھی جائز ہے۔ فقط۔

(۳) اگر اسپرٹ علاوہ خمر کے کسی دوسری شراب سے بنائی گئی جیسا کہ بعض ڈاکٹروں کا بیان ہے تو اس کی خرید وفروخت جائز لیکن مکروہ ہے۔ علامہ شامی نے کہا ہے کہ غیر خمر کی بیع ہر چند کہ صحیح ہے لیکن مکروہ ہے جیسا کہ غایہ میں مذکور ہے۔ پس اس کا ترک اولی ہے۔ فقط۔

(۴) جب ادویہ میں اسپرٹ شامل ہے تو جو حکم اسپرٹ کا ہے وہی ان ادویات کا بھی ہے، پس اگر اسپرٹ یقینا خمر سے تیار

ہوئی ہے تو دیکھا جائے کہ اس سے شفا کا صرف احتمال ہی ہے یا ظن غالب اگر صرف احتمال ہے تو جائز نہیں اور اگر ظن غالب ہے تو اگر دوسری جائز دوا اس مرض کے لیے پائی جاتی ہے تب بھی نا جائز ہے ورنہ اختلاف ہے۔ در مختار میں ہے:

حرام دوا کے ساتھ علاج میں اختلاف ہے اور ظاہر مذہب میں یہ ممنوع ہے جیسا کہ البحر الرائق کی کتاب الرضاع میں مذکور ہے۔ لیکن مصنف نے وہاں اور یہاں الحاوی سے نقل کیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ جب حرام دوا سے شفاء کا یقین ہو اور کسی دوسری دوا کا علم نہ ہو تو اس کے ساتھ علاج کی رخصت دی جائے گی جیسا کہ پیاسے کو خمر (شراب) پینے کی رخصت دی جاتی ہے۔

پس اس صورت میں اگر اس کو بطور دوا استعمال کیا جائے تو گنجائش ہے لیکن اولی یہی ہے کہ اس سے بچا جائے اور اگر اس کی ساخت بطریق تقطیر سوائے شراب کے دوسری اشربہ سے ہے تب بھی بہتر تو یہی ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ جس چیز میں شک ہو اس کو چھوڑ کر اس کو اختیار کر و جس میں شک نہ ہو لیکن اگر زیادہ ضرورت دیکھی جائے تو اس کے استعمال میں بھی گنجائش ہے۔ للاختلاف ولعموم البلوی چنانچہ علامہ شامی نے احکام افیون کے بارے میں فرمایا:

خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز نشہ آور ہو اس کی کثیر مقدار کو استعمال کرنا تو مطلقاً حرام ہے اور قلیل مقدار اگر بطور لہو ولعب ہو تب بھی حرام ہے اور اگر علاج کے لیے ہو تو پھر حرام نہیں ہے۔ لیکن یہ حکم جب ہے کہ قلیل استعمال کیا جائے ورنہ قدر مسکر بجز اضطرار کے بطور دوا بھی جائز نہیں۔ (فتاوی مظہری ص (۲۹۰۔۲۸۹ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

شراب نوشی پر وعید کی احادیث کا بیان

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس وقت زانی زنا کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت شراب پینے والا خمر (شراب پیتا ہے) مومن نہیں ہوتا اور جس وقت چور چوری کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت لٹیرا لوگوں کے سامنے لوٹ مار [illegible] نہیں ہوتا۔

(سنن النسائی ج ۸ رقم الحدیث: ۵۶۷۵ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۷۵ صحیح مسلم الایمان رقم الحدیث: ۱۰۳۔۱۰۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۳۶)

[illegible] ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب کوئی شخص نشہ کرے تو [illegible] رو پھر اگر نشہ کرے تو پھر کوڑے مارو پھر اگر نشہ کرے تو پھر کوڑے مارو اور چوتھی بار فرمایا اس کی گردن اڑا دو۔

(سنن النسائی: ج ۸ رقم الحدیث: ۵۶۷۸ سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۴۸۴ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۷۲)

[illegible] بن رویم بیان کرتے ہیں کہ ابن الدیلمی سوار ہو کر حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں گئے [illegible] ان کے پاس پہنچے تو کہا: اے عبد اللہ بن عمرو! کیا آپ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خمر (انگور کی شراب) کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص میری امت میں سے خمر پئے گا اللہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں فرمائے گا۔

(سنن النسائی: ج ۸ رقم الحدیث: ۵۶۸۰ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۷۷)

حضرت عثمان نے فرمایا خمر سے اجتناب کرو یہ تمام گناہوں کی اصل ہے تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص عبادت گزار تھا اس پر ایک بدکار عورت فریفتہ ہوگئی اس نے اپنی باندی بھیج کر اس کو گواہی کے بہانے سے بلایا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو دروازہ بند کردیا اس نے دیکھا وہاں ایک حسین عورت ہے ایک غلام ہے اور ایک شراب کا برتن ہے۔ اس عورت نے کہا خدا کی قسم! میں نے تم کو گواہی کے لیے نہیں بلایا لیکن میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے کہ تم میری خواہش نفس پوری کرو۔ یا اس شراب سے ایک پیالہ پیو یا اس غلام کو قتل کردو۔ اس عابد نے کہا مجھے اس شراب سے ایک پیالہ پلا دو اس نے اس کو ایک پیالہ شراب پلائی اس نے کہا اور پلاؤ پھر اس نے اس عورت سے بدکاری کی اور اس غلام کو قتل بھی کردیا۔ سو تم خمر سے اجتناب کرو کیونکہ خدا کی قسم! دائما شراب نوشی کے ساتھ ایمان باقی نہیں رہتا۔ (سنن النسائی ج ۸ رقم الحدیث: ۵۶۸۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے خمر کو پیا چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی پھر اگر وہ توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے پھر اگر دوبارہ شراب پئے تو اللہ چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہیں کرتا پھر اگر توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے پھر اگر دوبارہ شراب پئے تو اللہ چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہیں کرتا پھر اگر توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے پھر اگر وہ شراب پئے تو اللہ پر حق ہے کہ وہ اس کو دوزخیوں کی پیپ پلائے۔ (سنن النسائی: ج ۸ رقم الحدیث: ۵۶۸۶ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے دنیا میں شراب پی پھر اس سے توبہ نہیں کی تو وہ آخرت میں شراب (طہور) سے محروم رہے گا۔

(سنن النسائی ج ۸ رقم الحدیث: ۵۶۸۷ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۷۵ صحیح مسلم الاشربہ رقم الحدیث: ۷۷-۷۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول نبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا نہ ماں باپ کا نافرمان اور نہ دائمی شراب نوش۔ (سنن النسائی ج ۸ رقم الحدیث: ۵۶۸۸)

خمر کی حد کا بیان

خمر پینے والے پر حد لگائی جائے گی خواہ وہ ایک قطرہ خمر پئے اور خواہ اس کو نشہ نہ ہو کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے جو شخص خمر پئے اس کو کوڑے مارو اگر دوبارہ پئے تو پھر کوڑے مارو اگر سہ بارہ پئے تو پھر کوڑے مارو اور اگر چوتھی بار خمر پئے تو اس کو قتل کردو۔ (ترمذی وابوداود) البتہ قتل کرنے کا حکم منسوخ ہوگیا ہے اور کوڑے مارنے کا حکم باقی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مسلمان کا خون صرف تین وجہ سے جائز ہے۔ قتل کے بدلہ میں قتل کیا جائے یا شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے یا جو شخص مرتد ہو کر دین بدل لے اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوجائے۔ (مسلم) اور جو شخص خمر کے علاوہ اور کوئی نشہ آور مشروب پئے تو اس پر اس وقت حد واجب ہے جب اس کو نشہ ہوجائے اور خمر کی حد اجماع صحابہ سے اسی کوڑے مقرر کی گئی ہے۔ نیز شراب کے نشہ میں انسان پاک دامن مسلمان کو تہمت لگا دیتا ہے اور تہمت لگانے کی سزا قرآن مجید نے اسی کوڑے مقرر کی ہے۔

4021 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ لَيْثٍ عَنِ الْمِنْهَالِ عَنْ زَاذَانَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ قَالَ دَوَابُّ الْأَرْضِ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے اور لعنت کرنے والوں نے لعنت کی ہے (یہاں لعنت کرنے والوں سے مراد) زمین پر رہنے والے مختلف قسم کے جانور ہیں"۔

4022 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزِيدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ

◆◆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"صرف نیکی عمر میں اضافہ کرتی ہے صرف دعا تقدیر کو تبدیل کر دیتی ہے اور آدمی کے گناہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اسے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے"۔

بَاب الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ

یہ باب آزمائش پر صبر کرنے میں ہے

4023 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ وَيَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ يُبْتَلَى الْعَبْدُ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيئَةٍ

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! سب سے زیادہ آزمائش میں کون لوگ مبتلا ہوتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انبیاء کرام، پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ نیک لوگ' آدمی کو اس کے دین کے حساب سے آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے' اگر آدمی کے دین میں سختی ہو' تو اس کی آزمائش شدید ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں نرمی ہو' تو اسے اس کے دین کے حساب سے آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے' تو آزمائش مسلسل بندے کے ساتھ رہتی ہے یہاں تک کہ اسے ایسی حالت میں کر دیتی ہے کہ آدمی زمین پر چل رہا ہوتا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا (یعنی اس کے سب گناہ آزمائش پر صبر کرنے کی وجہ سے معاف ہو جاتے ہیں)

4021 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4023 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2398

4024- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ فُدَيْكٍ حَدَّثَنِىْ هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ فَوَضَعْتُ يَدِىْ عَلَيْهِ فَوَجَدْتُ حَرَّهٗ بَيْنَ يَدَىَّ فَوْقَ اللِّحَافِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَشَدَّهَا عَلَيْكَ قَالَ اِنَّا كَذٰلِكَ يُضَعَّفُ لَنَا الْبَلَاءُ وَيُضَعَّفُ لَنَا الْاَجْرُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْاَنْبِيَاءُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ الصَّالِحُوْنَ اِنْ كَانَ اَحَدُهُمْ لَيُبْتَلٰى بِالْفَقْرِ حَتّٰى مَا يَجِدُ اَحَدُهُمْ اِلَّا الْعَبَاءَةَ يُحَوِّيْهَا وَاِنْ كَانَ اَحَدُهُمْ لَيَفْرَحُ بِالْبَلَاءِ كَمَا يَفْرَحُ اَحَدُكُمْ بِالرَّخَاءِ

●● حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ﷺ کو بخار تھا، میں نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ پر رکھا تو لحاف کے اوپر سے آپ ﷺ کے جسم کی گرمی مجھے محسوس ہوئی، میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ کتنا تیز بخار ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ایسا ہی ہے ہمیں (یعنی انبیاء کو) دوگنی آزمائش دی جاتی ہے اور دوگنا اجر دیا جاتا ہے"۔

میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کن لوگوں کو سب سے شدید آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انبیاء کو۔

میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! پھر کس کو؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"پھر نیک لوگوں کو اگر کسی نیک شخص کو غربت کی آزمائش میں مبتلا کیا جائے یہاں تک کہ کسی شخص کو صرف ایک چادر ملتی ہے جسے وہ اونٹ پر رکھ کر (پھر اس پر بیٹھ سکتا ہے) اور وہ نیک لوگ آزمائش پر اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تم لوگ خوشحالی پر خوش ہوتے ہو"۔

4025- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِىْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ وَيَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِىْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

●● حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: گویا میں اس وقت بھی نبی اکرم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں جب آپ ﷺ ایک نبی کا واقعہ بیان کررہے تھے جن کی قوم نے انہیں مارا تھا (یعنی آپ ﷺ اپنا واقعہ بیان کررہے تھے) اور وہ نبی اپنے چہرے سے خون کو صاف کرتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے: اے میرے پروردگار! تو میری قوم کی مغفرت کردے کیونکہ یہ لوگ یہ بات نہیں جانتے ہیں (کہ میرا مرتبہ ومقام ہے)

4026- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَيُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِىْ يُوْنُسُ بْنُ

4024: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4025: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3477' ورقم الحدیث: 6929' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4622' ورقم الحدیث: 4623

يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلٰى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُولَ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہم شک کرنے کے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ حقدار ہیں جب انہوں نے یہ گزارش کی تھی کہ اے میرے پروردگار! تو مجھے یہ دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا' تو پروردگار نے فرمایا: کیا تم ایمان نہیں رکھتے؟ تو انہوں نے عرض کی: جی ہاں۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہو جائے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے۔ انہوں نے ایک مضبوط پناہ گاہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اور جتنی دیر حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں رہے تھے' اگر میں اتنی دیر رہا ہوتا' تو میں (بادشاہ کی طرف سے) بلانے کے لیے آنے والے کے ساتھ چلا جاتا۔

4027- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ كُسِرَتْ رَبَاعِيَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشُجَّ فَجَعَلَ الدَّمُ يَسِيلُ عَلٰى وَجْهِهِ وَجَعَلَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُولُ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ خَضَبُوا وَجْهَ نَبِيِّهِمْ بِالدَّمِ وَهُوَ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللّٰهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ احد کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دانت زخمی ہوئے اور ان میں سے خون نکلنے لگا' خون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر بہنے لگا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے یہ فرما رہے تھے۔

''وہ قوم کیسے کامیاب ہوسکتی ہے' جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو خون آلود کر دیتی ہے حالانکہ وہ نبی ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے''۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''تمہارا اس معاملے میں کچھ نہیں ہے''۔

4028- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ

4026: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 4537' ورقم الحدیث: 4694' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 380' ورقم الحدیث: 6094

4027: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4028: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام ذَاتَ يَوْمٍ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ حَزِينٌ قَدْ خُضِّبَ بِالدِّمَاءِ قَدْ ضَرَبَهُ بَعْضُ أَهْلِ مَكَّةَ فَقَالَ مَا لَكَ قَالَ فَعَلَ بِي هَؤُلَاءِ وَفَعَلُوا قَالَ أَتُحِبُّ أَنْ أُرِيَكَ آيَةً قَالَ نَعَمْ أَرِنِي فَنَظَرَ إِلَى شَجَرَةٍ مِنْ وَرَاءِ الْوَادِي قَالَ ادْعُ تِلْكَ الشَّجَرَةَ فَدَعَاهَا فَجَاءَتْ تَمْشِي حَتَّى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ قُلْ لَهَا فَلْتَرْجِعْ فَقَالَ لَهَا فَرَجَعَتْ حَتَّى عَادَتْ إِلَى مَكَانِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبِي

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غمگین بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کیا گیا تھا، اہل مکہ میں سے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کیا تھا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دریافت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہوا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ساتھ ان لوگوں نے یہ سلوک کیا ہے' تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نشانی دکھاؤں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے دکھاؤ! تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وادی کے دوسری جانب موجود ایک درخت کی طرف دیکھا اور بولے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس درخت کو بلایئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا تو وہ چلتا ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرمایئے کہ تم واپس چلے جاؤ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا اور اپنی جگہ پر آ گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میرے لیے اتنا ہی کافی ہے''۔

4029- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْصُوا إِلَيَّ كُلَّ مَنْ تَلَفَّظَ بِالْإِسْلَامِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَخَافُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ مَا بَيْنَ السِّتِّ مِائَةٍ إِلَى السَّبْعِ مِائَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ لَعَلَّكُمْ أَنْ تُبْتَلَوْا قَالَ فَابْتُلِينَا حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا مَا يُصَلِّي إِلَّا سِرًّا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں مجھے ان کی تعداد بتاؤ''۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے سے کوئی اندیشہ ہے جبکہ ہماری تعداد چھ سو تک ہو چکی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ یہ بات نہیں جانتے ہو سکتا ہے کہ تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا جائے۔ راوی کہتے ہیں: تو ہمیں آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا' یہاں تک کہ ہم میں سے ہر شخص صرف پوشیدہ طور پر ہی نماز ادا کر سکتا تھا۔

4030- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ وَجَدَ رِيحًا طَيِّبَةً فَقَالَ يَا

4029: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3060' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 375

4030: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جِبْرِيلُ مَا هٰذِهِ الرِّيحُ الطَّيِّبَةُ قَالَ هٰذِهِ رِيحُ قَبْرِ الْمَاشِطَةِ وَابْنَيْهَا وَزَوْجِهَا قَالَ وَكَانَ بَدْءُ ذٰلِكَ أَنَّ الْخَضِرَ كَانَ مِنْ أَشْرَافِ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَانَ مَمَرُّهُ بِرَاهِبٍ فِي صَوْمَعَتِهِ فَيَطَّلِعُ عَلَيْهِ الرَّاهِبُ فَيُعَلِّمُهُ الْإِسْلَامَ فَلَمَّا بَلَغَ الْخَضِرُ زَوَّجَهُ أَبُوهُ امْرَأَةً فَعَلَّمَهَا الْخَضِرُ وَأَخَذَ عَلَيْهَا أَنْ لَا تُعْلِمَهُ أَحَدًا وَكَانَ لَا يَقْرَبُ النِّسَاءَ فَطَلَّقَهَا ثُمَّ زَوَّجَهُ أَبُوهُ أُخْرَى فَعَلَّمَهَا وَأَخَذَ عَلَيْهَا أَنْ لَا تُعْلِمَهُ أَحَدًا فَكَتَمَتْ إِحْدَاهُمَا وَأَفْشَتْ عَلَيْهِ الْأُخْرَى فَانْطَلَقَ هَارِبًا حَتّٰى أَتٰى جَزِيرَةً فِي الْبَحْرِ فَأَقْبَلَ رَجُلَانِ يَحْتَطِبَانِ فَرَأَيَاهُ فَكَتَمَ أَحَدُهُمَا وَأَفْشَى الْآخَرُ وَقَالَ قَدْ رَأَيْتُ الْخَضِرَ فَقِيلَ وَمَنْ رَآهُ مَعَكَ قَالَ فُلَانٌ فَسُئِلَ فَكَتَمَ وَكَانَ فِي دِينِهِمْ أَنَّ مَنْ كَذَبَ قُتِلَ قَالَ فَتَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ الْكَاتِمَةَ فَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشُطُ ابْنَةَ فِرْعَوْنَ إِذْ سَقَطَ الْمُشْطُ فَقَالَتْ تَعِسَ فِرْعَوْنُ فَأَخْبَرَتْ أَبَاهَا وَكَانَ لِلْمَرْأَةِ ابْنَانِ وَزَوْجٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ فَرَاوَدَ الْمَرْأَةَ وَزَوْجَهَا أَنْ يَرْجِعَا عَنْ دِينِهِمَا فَأَبَيَا فَقَالَ إِنِّي قَاتِلُكُمَا فَقَالَا إِحْسَانًا مِنْكَ إِلَيْنَا إِنْ قَتَلْتَنَا أَنْ تَجْعَلَنَا فِي بَيْتٍ فَفَعَلَ فَلَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ رِيحًا طَيِّبَةً فَسَأَلَ جِبْرِيلَ فَأَخْبَرَهُ

◄►◄► حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پاکیزہ خوشبو محسوس کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام! یہ پاکیزہ خوشبو کس چیز کی ہے؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا: یہ کنگھی کرنے والی عورت اور اس کے دو بیٹوں اور اس کے شوہر کی قبر ہے، اس کا آغاز یوں ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کا تعلق بنی اسرائیل کے معزز لوگوں میں ہوتا تھا وہ ایک راہب کے پاس سے گزرتے تھے جو عبادت گاہ میں ہوتا تھا، راہب ان کی طرف متوجہ ہو کر انہیں اسلام کی تعلیم دیا کرتا تھا، جب حضرت خضر علیہ السلام بالغ ہوئے تو ان کے والد نے ایک خاتون کے ساتھ ان کی شادی کر دی حضرت خضر علیہ السلام نے بھی اسے یہ تعلیم دی اور اس سے یہ وعدہ لیا (کہ وہ اس بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتائے گی) حضرت خضر علیہ السلام خواتین کے قریب نہیں جاتے تھے (یعنی ان سے ازدواجی تعلق قائم نہیں کرتے تھے)

علیہ السلام نے اس عورت کو طلاق دیدی پھر ان کے والد نے دوسری عورت کے ساتھ ان کی شادی کر دی، انہوں نے
یم دی اور اس سے یہ عہد لیا کہ وہ کسی دوسرے کو اس بارے میں نہیں بتائے گی تو ان دونوں میں سے ایک نے اس
اور دوسری نے ظاہر کر دیا تو حضرت خضر علیہ السلام وہاں سے بچنے کے لیے بھاگے یہاں تک کہ سمندر میں موجود ایک
س آئے وہاں دو آدمی لکڑیاں اکٹھی کرنے کے لیے آئے تو ان دونوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھ لیا۔
دونوں میں سے ایک نے اس بات کو چھپا دیا اور دوسرے نے ظاہر کر دیا، اس نے بتایا: میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو
وہ فلاں جزیرے میں چھپے ہوئے ہیں)

ن سے دریافت کیا گیا: تمہارے ساتھ انہیں کس نے دیکھا ہے، اس نے جواب دیا: فلاں نے، جب اس دوسرے شخص سے
یافت کیا گیا تو اس نے اس بات کو چھپا لیا۔

ان لوگوں کے ہاں یہ رواج تھا کہ جو شخص جھوٹ بولتا تھا اسے قتل کر دیا جاتا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اس شخص نے اس

عورت کے ساتھ شادی کی تھی جس نے حضرت خضر علیہ السلام کے راز کو چھپایا تھا وہی عورت ایک مرتبہ فرعون کے بیٹے کی بیوی کی کنگھی کر رہی تھی کہ اسی دوران کنگھی گر گئی تو وہ بولی فرعون برباد ہو جائے۔
(فرعون کی بہونے) اپنے باپ کو اس بارے میں بتایا، اس عورت کے دو بیٹے اور ایک شوہر تھا، اس نے انہیں بلوایا اور عورت اور اس کے شوہر کو یہ پیشکش کی کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ دیں ان دونوں نے اس سے انکار کیا' تو فرعون بولا: میں تم دونوں کو قتل کروا دوں گا۔
تو ان دونوں نے کہا: یہ تمہاری طرف سے ہمارے لیے احسان ہوگا کہ اگر تم ہمیں قتل کرتے ہو' تو ہمیں ایک ہی گھر میں رکھنا (یعنی ایک ہی قبر میں دفن کرنا) تو فرعون نے ایسا ہی کیا۔
(راوی کہتے ہیں) جس رات نبی اکرم ﷺ کو معراج ہوئی آپ ﷺ نے اس دن پاکیزہ خوشبو محسوس کر کے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا۔

4031 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ عِظَمُ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ وَاِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''عظیم جزا' عظیم آزمائش کے نتیجے میں ملتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو پسند کرتا ہے' تو انہیں آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے' تو جو شخص اس سے راضی ہو اس کے لیے رضامندی ہوتی ہے اور جو شخص اس پر ناراض ہو جائے اسے ناراضگی ملتی ہے''۔

4032 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ اَعْظَمُ اَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو مومن لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے لاحق ہونے والی تکلیف پر صبر کرتا ہے۔ اس کا اجر اس مومن سے زیادہ ہے' جو لوگوں کے ساتھ گھل مل کر نہیں رہتا اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیت پر صبر نہیں کرتا''۔

4033 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ

4031: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2396

4032: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2507

4033: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 21' ورقم الحدیث: 6041' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 164' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5003

قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ وَقَالَ بُنْدَارٌ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ كَانَ اَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَّرْجِعَ فِى الْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ.

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تین خوبیاں ایسی ہیں کہ یہ جس شخص میں پائی جائیں گی وہ ایمان کا ذائقہ چکھ لیتا ہے (بندار نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) وہ ایمان کی حلاوت کو چکھ لیتا ہے وہ شخص جو کسی شخص سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے اور وہ شخص کہ جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں اور وہ شخص جس کو آگ میں ڈالا جانا اس سے زیادہ پسند ہو کہ وہ کفر کی طرف واپس چلا جائے اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچالیا ہو۔

4034 - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ ح و حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَاشِدٌ اَبُوْ مُحَمَّدٍ الْحِمَّانِيُّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ اَوْصَانِىْ خَلِيْلِىْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّاِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُكْ صَلَاةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ

◄► حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: میرے خلیل (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے یہ تلقین کی ہے کہ

''تم کسی [illegible] کا شریک نہ ٹھہرانا، اگرچہ تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے، تمہیں جلا دیا جائے، اور تم جان بوجھ کر [illegible] جو شخص جان بوجھ کر اسے چھوڑے گا تو اس کا ذمہ ختم ہو جائے گا اور تم شراب نہ پینا کیونکہ یہ تمام [illegible] ہے''۔

بَاب شِدَّةِ الزَّمَانِ

یہ باب زمانے کی سختی میں ہے

40[illegible] - حَدَّثَنَا غِيَاثُ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّحَبِيُّ اَنْبَاَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ سَمِعْتُ ابْنَ جَابِرٍ يَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا [illegible] يَقُوْلُ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا بَلَاءٌ وَّفِتْنَةٌ

◄► حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

---

4 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

"دنیا میں صرف آزمائش اور فتنہ ہی باقی رہ گئے ہیں"۔

4036- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ قُدَامَةَ الْجُمَحِيُّ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ اَبِى الْفُرَاتِ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَاْتِىْ عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتٌ يُصَدَّقُ فِيْهَا الْكَاذِبُ وَيُكَذَّبُ فِيْهَا الصَّادِقُ وَيُؤْتَمَنُ فِيْهَا الْخَائِنُ وَيُخَوَّنُ فِيْهَا الْاَمِيْنُ وَيَنْطِقُ فِيْهَا الرُّوَيْبِضَةُ قِيْلَ وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ قَالَ الرَّجُلُ التَّافِهُ فِىْ اَمْرِ الْعَامَّةِ

●● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"عنقریب لوگوں پر کئی برس ایسے آئیں گے جن میں دھوکہ دینے والے لوگ زیادہ ہو جائیں گے، اس زمانے میں جھوٹ بولنے والے کو سچا کہا جائے گا اور سچے شخص کو جھوٹا کہا جائے گا، اس میں خیانت کرنے والے کو امین قرار دیا جائے گا اور امین کو خیانت کرنے والا قرار دیا جائے گا، اس میں رذیبضہ گفتگو کیا کرے گا، دریافت کیا گیا: رودیبزہ سے مراد کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا: ایسا شخص جو کسی بھی کام کا نہ ہو"۔

4037- حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِىْ اِسْمٰعِيْلَ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُ يَا لَيْتَنِىْ كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ اِلَّا الْبَلَاءُ

●● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کوئی شخص کسی قبر کے پاس سے گزر کر اس کی مٹی میں لوٹ پوٹ ہوگا اور یہ کہے گا: کاش! میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا' اس شخص کا دین صرف آزمائش ہوگا"۔

4038- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِىْ حُمَيْدٍ يَعْنِىْ مَوْلٰى مُسَافِعٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُنْتَقَوُنَّ كَمَا يُنْتَقَى التَّمْرُ مِنْ اَغْفَالِهٖ فَلْيَذْهَبَنَّ خِيَارُكُمْ وَلَيَبْقَيَنَّ شِرَارُكُمْ فَمُوْتُوْا اِنِ اسْتَطَعْتُمْ

●● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"تمہاری بھی ضرور چھانٹی کی جائے گی' جس طرح ناکارہ کھجوروں کی اچھی کھجوروں میں سے چھانٹی کی جاتی ہے، تم میں سے بہترین لوگ ختم ہو جائیں گے اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے تو اگر تم سے ہو سکے' تو اسی وقت فوت ہو جانا"۔

4036. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4037 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7231

4038: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4039- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الْجَنَدِيُّ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْدَادُ الْأَمْرُ إِلَّا شِدَّةً وَلَا الدُّنْيَا إِلَّا إِدْبَارًا وَلَا النَّاسُ إِلَّا شُحًّا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

⇔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''معاملے کی شدت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور دنیا رخصت ہوتی چلی جائے گی، لوگوں میں کنجوسی بڑھتی چلی جائے گی اور قیامت برے ترین لوگوں پر قائم ہوگی، اس وقت ہدایت کا مرکز صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے''۔

بَاب أَشْرَاطِ السَّاعَةِ

یہ باب قیامت کی نشانیاں کے بیان میں ہے

قیامت کی علامتوں کا بیان

شرط (را کے جزم کے ساتھ) کے معنی ہیں۔ کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ وابستہ کرنا یا کسی چیز کا لازم کرنا جیسا کہ یوں کہا جائے اگر ایسا ہو تو ایسا ہوگا! اس کی جمع شروط آتی ہے "شرط" (را کے زبر کے ساتھ) کے معنی ہیں علامت یعنی وہ چیز جو کسی وقوع پذیر ہونے والی چیز کو ظ... اس کی جمع "اشراط" ہے پس یہاں سے "اشراط" سے مراد وہ نشانیاں اور علامتیں ہیں جو قیامت کے وقوع پذ... ظاہر کریں گی۔ ویسے لغت میں "شرط" کے معنی کسی چیز کا اول، مال کا زوال اور چھوٹا و کمتر مال" کہتے ہیں۔ ... کے اجزاء میں سے کسی بھی ایک جزء کو کہتے ہیں یہ لفظ "موجودہ وقت" کے معنی میں بھی استعمال ... ت کے آنے کو ساعت اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ جب اس کا وقت غیر معلوم ہے تو وہ کسی بھی وقت آ ... ے والا لمحہ یہ احتمال رکھتا ہے کہ اسی وقت قیامت نہ آ جائے۔ علماء نے وضاحت کی ہے کہ اشراط ساعت یعنی ... سے مراد وہ نسبتاً چھوٹی چیزیں ہیں جو قیامت آنے سے پہلے وقوع پذیر ہوں گی اور جن کو لوگ قیامت کی علامتیں ... کے مثلاً لونڈی کا اپنے مالک کو جننا، فلک بوس عمارتیں بنانا اور ان پر فخر کرنا، جہل و نادانی، زنا کاری اور شراب خوری کی ... س کی کمی اور عورتوں کی زیادتی، امانتوں میں خیانت و بد دیانتی، لڑائیوں اور فتنہ فساد کی زیادتی اور اس طرح کی دوسری ... ر اس باب میں آئے گا۔ "اشراط" کی وضاحت اس معنی کے ساتھ اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ بڑی علامتیں کہ جو ... کے بالکل قریب ظاہر ہوں گی اور جن کا ذکر اگلے باب میں ہوگا، ان چھوٹی علامتوں کے علاوہ ہیں! رہی یہ بات کہ لوگ ... بالا چیزوں کو قیامت کی علامتیں تسلیم کرنے سے کیوں انکار کریں گے! تو اس کی وجہ اصل میں یہ ہوگی کہ اس طرح کی چیزیں ... ں دنیا میں ہمیشہ سے چلی آ رہی ہیں، پس لوگ یہ سمجھتے رہیں گے کہ یہ چیزیں تو دنیا میں ہوتی رہتی ہیں، اب ان میں کیا خصوصیت

4039 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

پیدا ہوگئی ہے کہ ان کو قیامت کی علامتیں کہا جائے۔ واضح رہے کہ مذکورہ چیزوں کا محض وجود قیامت کی علامت نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کا کثرت کے ساتھ وقوع پذیر ہونا اور ان برائیوں کا غیر معمولی طور پھیل جانا ہے، قیامت کی علامت ہے! ایک بات اور بتا دینی ضروری ہے کہ اس باب میں حضرت امام مہدی کے ظاہر ہونے کا بھی ذکر ہے، جب کہ ان کا ظاہر ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور دجال کے پیدا ہونے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

قیامت کے قریب ہونے کا بیان

4040- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَأَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ ابْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"مجھے اور قیامت کو ان دو کی طرح بھیجا گیا ہے" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیاں ملا کر یہ بات ارشاد فرمائی۔

4041- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ قَالَ اطَّلَعَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غُرْفَةٍ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ السَّاعَةَ فَقَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ الدَّجَّالُ وَالدُّخَانُ وَطُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالا خانے سے ہماری طرف جھانکا ہم اس وقت قیامت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دس نشانیاں نہیں آجائیں گی، دجال، دھواں، سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا (ان نشانیوں میں شامل ہے)

4042- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ حَدَّثَنِي عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهُوَ فِي خِبَاءٍ مِنْ أَدَمٍ فَجَلَسْتُ بِفِنَاءِ الْخِبَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْخُلْ يَا عَوْفُ فَقُلْتُ بِكُلِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُلِّكَ ثُمَّ قَالَ يَا عَوْفُ احْفَظْ خِلَالًا سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ إِحْدَاهُنَّ مَوْتِي قَالَ فَوَجَمْتُ عِنْدَهَا وَجْمَةً شَدِيدَةً فَقَالَ قُلْ إِحْدَى ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ دَاءٌ يَظْهَرُ

4040: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6505

4041 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7314' ورقم الحدیث: 7215' ورقم الحدیث: 7216' ورقم الحدیث 7217' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4311' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2183' اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث: 4055

4042 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3176' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 5000' ورقم الحدیث: 5001' اخرجہ ابن ماجہ فی "السنن" رقم الحدیث 4090

فِيكُمْ يَسْتَشْهِدُ اللَّهُ بِهِ ذَرَارِيَّكُمْ وَأَنْفُسَكُمْ وَيُزَكِّي بِهِ أَعْمَالَكُمْ ثُمَّ تَكُونُ الْأَمْوَالُ فِيكُمْ حَتَّى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِينَارٍ فَيَظَلَّ سَاخِطًا وَفِتْنَةٌ تَكُونُ بَيْنَكُمْ لَا يَبْقَى بَيْتُ مُسْلِمٍ إِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ هُدْنَةٌ فَيَغْدِرُونَ بِكُمْ فَيَسِيرُونَ إِلَيْكُمْ فِي ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا

◆◆ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کا سفر کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت چمڑے کے بنے ہوئے خیمے میں موجود تھے میں خیمے کی دہلیز کے پاس بیٹھ گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عوف! اندر آ جاؤ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مکمل؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکمل، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عوف! چھ چیزوں کے بارے میں یہ بات یاد رکھنا کہ یہ قیامت سے پہلے ہوں گی ان میں سے ایک میری موت ہے۔ راوی کہتے ہیں: اس بات پر میں شدید دکھی ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کہو ایک (یعنی تم شمار کرتے جاؤ) پھر بیت المقدس فتح ہونا، پھر تمہارے درمیان ایک بیماری ظاہر ہو گی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں شہیدوں کا مرتبہ و مقام عطا کرے گا یہ تمہاری اولاد کو اور تمہیں اپنی لپیٹ میں لے گی اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تمہارے اعمال کا تزکیہ کر دے گا' پھر تمہارے درمیان اموال آ جائیں گے' یہاں تک کہ کسی شخص کو 100 دینار دیے جائیں گے' تو وہ اس سے بھی راضی نہیں ہو گا' پھر تمہارے درمیان ایک آزمائش آئے گی۔ اس وقت کوئی بھی مسلمان گھرانہ ایسا نہیں ہو گا' جس میں وہ آزمائش داخل نہ ہو پھر تمہارے اور بنو اصفر کے درمیان صلح ہو گی' تو وہ تمہارے ساتھ غداری کریں گے اور وہ جھنڈے لے کر تمہارے ساتھ لڑنے کے لیے تمہاری طرف چل پڑیں گے' جن میں سے ہر ایک جھنڈے کے نیچے 12 ہزار کا لشکر ہو گا۔

4043 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرٌو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتُلُوا إِمَامَكُمْ وَتَجْتَلِدُوا بِأَسْيَافِكُمْ وَيَرِثُ دُنْيَاكُمْ شِرَارُكُمْ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی' جب تک تم اپنے حکمرانوں کو قتل نہیں کرو گے اور اپنی تلواروں کے ساتھ جنگ کرو گے اور تمہاری دنیا کے وارث (یعنی حکمران) تمہارے بدترین لوگ بن جائیں گے"۔

4044 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى السَّاعَةُ فَقَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلٰكِنْ سَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَتِ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُءُوسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْغَنَمِ فِي الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ فَتَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ

404 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2170

وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ) الْآيَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس موجود تھے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قیامت کب آئے گی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا میں تمہیں اس کی نشانیوں کے بارے میں بتاتا ہوں' جب کنیز اپنے آقا کو جنم دے گی' تو اس کی نشانیوں میں سے ایک ہوگی' جب برہنہ پاؤں برہنہ جسم والے لوگ' لوگوں کے حکمران بن جائیں گے' تو اس کی نشانیوں میں سے ایک بات ہوگی' جب بکریوں کے چرواہے ایک دوسرے کے مقابلے میں بلند عمارات تعمیر کریں گے' تو یہ اس کی نشانیوں میں سے ایک بات ہوگی پانچ چیزیں ایسی ہیں' جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہو سکتا ہے' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"بے شک قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ رحموں میں جو کچھ ہے"۔

4045- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُحَدِّثُكُمْ بِهِ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُهُ مِنْهُ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَفْشُوَ الزِّنَا وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَذْهَبَ الرِّجَالُ وَيَبْقَى النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قَيِّمٌ وَاحِدٌ

قتادہ بیان کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو وہ حدیث نہ سناؤں؟ جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہے' میرے بعد تمہیں یہ حدیث کوئی نہیں سنا سکے گا' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے: قیامت کی نشانیوں میں یہ بات شامل ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا جہالت عام ہو جائے گی، زنا عام ہو جائے گا، شراب پی جائے گی، مرد رخصت ہو جائیں گے اور خواتین باقی رہ جائیں گی یہاں تک کہ 50 خواتین کا نگران ایک شخص ہوگا۔

4046- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَحْسُرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ فَيَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ عَشَرَةٍ تِسْعَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک دریائے فرات سونے کے پہاڑ کو ظاہر نہیں کرے گا اور اس کی وجہ سے لوگوں کے درمیان قتل و غارت گری ہوگی، اس میں سے ہر دس میں سے نو افراد مارے جائیں گے"۔

4045 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 81' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6727' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2205

4046: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4047- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَفِيضَ الْمَالُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ الْقَتْلُ ثَلَاثًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مال عام نہیں ہو جائے گا، فتنے ظاہر نہیں ہوں گے اور ہرج بکثرت نہیں ہوگا''۔

لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہرج سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قتل، غارت گری، قتل، غارت گری''۔

یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

قتل وغارت کی پیش گوئی کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ وقت بھی آنے والا ہے جب زمانے ایک دوسرے کے قریب ہوں گے علم اٹھالیا جائے گا، فتنے پھوٹ پڑیں گے بخل ڈالا جائے گا اور ہرج زیادہ ہوگا۔ صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ ہرج کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قتل۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف جلد چہارم حدیث نمبر 1321)

زمانے ایک دوسرے کے قریب ہوں گے " کا مطلب یا تو یہ ہے کہ اس وقت دنیا کا زمانہ اور آخرت کا زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گے، اس صورت میں قیامت کا قریب ہونا مراد ہوگا یا اس جملہ سے مراد زمانہ والوں میں سے بعض کا بعض کے ساتھ برائی اور بدی کے تعلق سے قریب ہونا ہے۔ یعنی اس زمانہ میں جو برے اور بدکار لوگ ہوں گے وہ ایک دوسرے کے قریب ونزدیک آجائیں گے، یا یہ مطلب ہے کہ خود زمانہ کے اجزاء بدی وبرائی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب اور مشابہ ہوں گے یعنی ایک زمانہ برائی اور بدی کا ماحول لئے ہوئے آئے گا۔

اور اس کے بعد پھر دوسرا زمانہ بھی اسی طرح آئے گا، یا یہ مطلب ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں حکومتیں دیرپا نہیں ہوں گی اور مختلف انقلابات اور عوامل بہت مختصر مختصر عرصہ میں حکومتوں کو بدلتے رہیں گے۔ اور بعض حضرات نے یہ مطلب بیان کیا کہ آخر میں جو زمانہ آئے گا اس میں لوگوں کی عمریں بہت چھوٹی ہوں گی اور یہ احتمال بھی ہے کہ یہ جملہ دراصل گناہوں کے سبب زمانہ سے برکت کے ختم ہو جانے سے کنایہ ہو، یعنی آخر زمانہ میں جب کہ گناہوں کی کثرت ہو جائے اور لوگ دین شریعت کے تقاضوں اور اللہ وآخرت کے خوف سے بے پرواہ ہو کر عیش وعشرت اور راحت وغفلت میں پڑ جائیں گے تو زمانہ سے برکت نکل جائے گی اور اس کے شب وروز کی گردش اتنی تیز اور دن رات کی مدت اتنی مختصر محسوس ہونے لگے گی کہ سالوں پہلے گزرا ہوا کوئی واقعہ کل کی بات معلوم ہوگا اور ہر وقت کی کمی کا شکوہ رنج نظر آئے گا۔

4047 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں وقت اس طرح جلدی گزرے گا کہ ایک سال ایک مہینے کے برابر اور ایک مہینہ ایک ہفتہ کے برابر اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر معلوم ہوگا۔ "علم اٹھالیا جائے گا" کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں مخلص، باعمل اور حقیقی علم کے حامل اٹھالئے جائیں گے اور اس طرح حقیقی علم مفقود ہو جائے گا نیز مختلف بھی فتنوں کا اندھیرا اس طرح پھیل جائے گا کہ علماء سو کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہوگا اور ہر طرف ایسا محسوس ہوگا جیسے علم کا چراغ گل ہو گیا ہے اور جہالت و نادانی کی تاریکی طاری ہوگئی ہے۔

"بخل ڈالا جائے گا" مطلب یہ ہے کہ آخر زمانہ میں لوگوں میں بخل کی خصلت نہایت پختہ ہو جائے گی اور یہ چیز یعنی بخل کی برائی ایک عام وبا کی طرح پھیل جائے گی، نیز لوگ اس بخل کے یہاں تک تابع ہو جائیں گے کہ صنعت وحرفت والے اپنی صنعتی اشیاء کو بنانے اور پیدا کرنے میں بخل و تنگی کرنے لگیں گے اور مال کی تجارت و لین دین کرنے والے لوگ اپنے مال کو چھپا کر بیٹھ جائیں گے یہاں تک کہ ضروری اشیاء کو بھی فراہم کرنے اور دینے سے انکار کرنے لگیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بخل ڈالا جائے گا سے لوگوں میں اصل بخل کا پایا جانا مراد نہیں ہے کیونکہ اصل بخل تو انسان کی جبلت میں پڑا ہوا ہے اور اس اعتبار سے یہ بات پہلے زمانہ کے لوگوں کے بارے میں بھی نہیں کی جاسکتی کہ ان میں سرے سے بخل کا وجود نہیں تھا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ نہیں کیا جا سکتا چونکہ اصل بخل انسان کی جبلت میں پڑا ہوا ہے اس لئے کوئی بھی شخص نہ پہلے زمانوں میں اس خصلت سے کلیۃ محفوظ رہ سکتا ہے اور جیسا کہ اس آیت (وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔التغابن:16) سے واضح ہوتا ہے ایسے پاک نفس انسان سے پہلے بھی گزرے ہیں اب بھی موجود ہیں اور آئندہ بھی موجود رہیں گے یہ اور بات ہے کہ زمانہ کے اثرات کی وجہ سے ایسے پاک نفسوں کی تعداد ہر آنے والے زمانہ میں پہلے سے کم ہوتی جائے۔

"ہرج" کے معنی ہیں فتنہ اور خرابی میں پڑنا اور جیسا کہ قاموس میں لکھا ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہرج الناس تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں لوگ فتنے میں پڑ گئے اور قتل واختلاط یعنی خونریزی اور کاموں کے خلط ملط ہو جانے کی وجہ سے اچھے برے کی تمیز نہ کر سکنے کی آفت میں مبتلا ہو گئے پس اس ارشاد گرامی "ہرج" سے مراد خاص طور پر وہ قتل و خونریزی ہے جو مسلمانوں کے باہمی افتراق وانتشار کے فتنہ کی صورت میں اور اچھے برے کاموں کی تمیز مفقود ہونے کی وجہ سے پھیل جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے پوری دنیا اس وقت تک فنا نہیں ہوگی جب تک لوگوں پر ایسا دن یعنی بدامنی وانتشار فتنہ وفساد کی شدت انتہا سے بھرا ہوا دور نہ آجائے جس میں نہ قاتل کو یہ معلوم ہوگا کہ اس نے مقتول کو کیوں قتل کیا اور نہ مقتول یا اس کے ورثاء متعلقین کو یہ معلوم ہوگا کہ اس کو کیوں قتل کیا گیا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیونکر ہوگا یعنی اس کی وجہ کیا ہوگی کہ قتل کا سبب نہ قاتل کو معلوم ہوگا نہ مقتول کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "ہرج کے سبب، نیز قاتل ومقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1322)

مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں لوگوں کے دل ودماغ سے فتنہ وفساد اور قتل وغارت گری کی برائی کا احساس اس طرح ختم ہو

جائے گا کہ نہ تو قاتل یہ جانتا ہے کہ اس نے مقتول کا خون کس مقصد سے بہایا ہے اور نہ مقتول اور اس کے ورثاء [illegible]
ہوگا کہ اس کی جان کس دنیاوی غرض و مقصد کے تحت یا کس شرعی وجہ کی بنا پر ماری گئی ہے ایسا اندھیر اچھل جائے گا [illegible]
وشبہات [illegible] انسان کا قیمتی خون بے دریغ بہایا جانے لگے گا اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوگی [illegible]
بے دردی [illegible] شخص و تمیز جو جس کو چاہے گا موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ موجودہ زمانے کے حالات دیکھے جائیں [illegible]
سکتا ہے کہ مذکورہ صورت حال کا ظہور [illegible] ہو گیا ہے۔

[illegible] کا مطلب یہ ہے کہ اس اندھے قتل و غارت گری کا باعث جہالت و نادانی کی وجہ [illegible]
[illegible] کو فتنہ و فساد اور بدامنی سے بھر دے گی، شرارت پسندوں اور بلوائیوں کا عروج ہوگا، اخلاقی سرکاری قوانین کی گرفت [illegible]
جائے گی۔ اچھے برے کاموں کی تمیز مٹ جائے گی، حق و باطل باہم خلط ملط ہو جائیں گے اور دل و دماغ سے انسانی خون کی حرمت کا
احساس مٹ جائے گا۔ [illegible] دونوں دوزخ میں جائیں گے [illegible] سے یہ واضح ہوا کہ نیت کا فتور اس قدر عام ہو جائے گا کہ [illegible]
مظلوم نظر آنے والا شخص بھی اپنے اندر ظلم و طغیان کا فتنہ چھپائے رہا ہوگا۔

اس کا مقتول و مظلوم ہونا اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ وہ واقعۃً کسی ظالمانہ قتل کا شکار ہوا ہے بلکہ اس اعتبار سے ہوگا کہ وہ موقع
چوک گیا اور خود وار کرنے سے پہلے دوسرے کے وار کرنے کا شکار ہو گیا۔ چنانچہ مذکورہ جملے کا مطلب یہ ہے کہ قاتل تو دوزخ میں اس
لئے جائے گا کہ وہ واقعۃً قتل عمد کا گنہگار ہوا ہے اور مقتول اس وجہ سے دوزخ میں جائے گا کہ وہ خود بھی اس قاتل کو قتل کرنا چاہتا تھا
اور اس کو ہلاک کرنے کی خواہش و ارادہ رکھتا تھا اور چونکہ آدمی کسی گناہ کا عزم رکھنے کی وجہ سے بھی ماخوذ ہوتا ہے اس لئے اس کو
بھی دوزخ کا مستوجب قرار دیا جائے گا لیکن واضح رہے کہ یہ حکم جہالت کے طاری ہونے اور حق و باطل کے درمیان تمیز مفقود
ہونے کی صورت کا ہے۔ ہاں اگر اس مقتول کی مذکورہ نیت و ارادہ کا تعلق جہالت و نادانی اور عدم تمیز سے نہ ہو بلکہ اس بات سے ہو کہ
وہ بسبب شبہ و خطاء اجتہادی میں پڑ گیا ہو تو اس پر مذکورہ حکم کا اطلاق نہیں ہوگا۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ وہ مقتول اپنے قاتل کے تئیں جو عداوت و نفرت رکھے ہوئے تھا اور اس کو قتل کے ساتھ مقتول بھی
مستوجب عذاب ہوگا لیکن اگر وہ مقتول اس جہالت و نادانی کی بنا پر نہیں بلکہ وہ از روئے دین و دیانت اس شخص یعنی قاتل کو قتل
کرنے کا عزم رکھتا تھا نیز اس عزم تک وہ دین و شریعت کے اپنے علم کی روشنی میں غور و فکر کرنے کے بعد اور نیت کے اخلاص کے
ساتھ پہنچا تھا اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے اس عزم تک اس کا پہنچنا غیر صحیح کیوں نہ ہو۔ اس کو محض اس عزم کی وجہ سے مستوجب
عذاب قرار نہیں دیا جائے گا کیونکہ اجتہاد اور صحیح نتیجے تک پہنچنے کی کوشش میں خطا کر جانے والا شخص عنداللہ ماخوذ قرار نہیں دیا جاتا۔
واضح رہے کہ مذکورہ ارشاد گرامی اس مشہور اور صحیح مسلک کی دلیل ہے کہ جو شخص کسی گناہ کی نیت کرے اور اس نیت پر قائم رہے تو وہ
گنہگاری کے حکم میں ہوگا، اگرچہ وہ اپنے اعضاء اور زبان سے عملی طور پر اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔

بَابُ ذَهَابِ الْقُرْآنِ وَالْعِلْمِ

یہ باب ہے کہ قرآن اور علم کا رخصت ہو جانا

4048- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيدٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَالَ ذَاكَ عِنْدَ اَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَنُقْرِئُهُ اَبْنَاءَنَا وَيُقْرِئُهُ اَبْنَاؤُنَا اَبْنَاءَهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ زِيَادُ اِنْ كُنْتُ لَاَرَاكَ مِنْ اَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِيْنَةِ اَوَلَيْسَ هٰذِهِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى يَقْرَءُوْنَ التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ لَا يَعْمَلُوْنَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيْهِمَا

حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کا تذکرہ کیا' تو ارشاد فرمایا: یہ صورتحال اس وقت ہوگی جب علم رخصت ہو جائے گا' تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) علم کیسے رخصت ہوگا' جبکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اسے ہم اپنے بچوں کو پڑھائیں گے اور قیامت کے دن تک ہمارے بچے اپنے بچوں کو پڑھاتے رہیں گے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں تم پر روئے اے زیاد! میں' تو تمہیں مدینہ منورہ کا سب سے سمجھدار آدمی سمجھتا ہوں' کیا یہ یہودی اور عیسائی تورات اور انجیل نہیں پڑھتے' لیکن ان دونوں میں جو کچھ ہے یہ اس میں سے کسی پر بھی عمل نہیں کرتے''۔

4049- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنْ اَبِي مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْرُسُ الْاِسْلَامُ كَمَا يَدْرُسُ وَشْيُ الثَّوْبِ حَتّٰى لَا يُدْرٰى مَا صِيَامٌ وَّلَا صَلَاةٌ وَّلَا نُسُكٌ وَّلَا صَدَقَةٌ وَّلَيُسْرٰى عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ لَيْلَةٍ فَلَا يَبْقٰى فِي الْاَرْضِ مِنْهُ اٰيَةٌ وَّتَبْقٰى طَوَائِفُ مِنَ النَّاسِ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْعَجُوْزُ يَقُوْلُوْنَ اَدْرَكْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰى هٰذِهِ الْكَلِمَةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَنَحْنُ نَقُوْلُهَا فَقَالَ لَهُ صِلَةُ مَا تُغْنِيْ عَنْهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَهُمْ لَا يَدْرُوْنَ مَا صَلَاةٌ وَّلَا صِيَامٌ وَّلَا نُسُكٌ وَّلَا صَدَقَةٌ فَاَعْرَضَ عَنْهُ حُذَيْفَةُ ثُمَّ رَدَّهَا عَلَيْهِ ثَلَاثًا كُلَّ ذٰلِكَ يُعْرِضُ عَنْهُ حُذَيْفَةُ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِ فِي الثَّالِثَةِ فَقَالَ يَا صِلَةُ تُنْجِيْهِمْ مِنَ النَّارِ ثَلَاثًا

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اسلام کے آثار یوں ختم ہو جائیں گے جیسے کپڑے کے نقش ختم ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ یہ پتہ ہی نہیں ہوگا کہ روزہ کیا ہوتا ہے، نماز کیا ہوتی ہے، حج کیا ہوتا ہے، صدقہ کیا ہوتا ہے، ایک رات میں اللہ تعالیٰ کی پوری کتاب اٹھالی جائے گی، روئے زمین پر اس میں سے کوئی ایک آیت بھی باقی نہیں رہے گی، کچھ لوگ باقی ہوں گے جو عمر رسیدہ مرد اور عمر

4048: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4049: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بوسیدہ خواتین ہوں گی، وہ یہ کہیں گے کہ ہم نے اپنے آباؤاجداد کو یہ کلمہ پڑھتے ہوئے پایا تھا "لا الٰہ الا اللہ" تو ہم بھی یہ پڑھ لیا کرتے تھے"۔

راوی کہتے ہیں: میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا "لا الٰہ الا اللہ" پڑھنے سے انہیں کیا فائدہ حاصل ہوگا حالانکہ انہیں یہ بھی پتہ نہیں ہوگا کہ نماز کیا ہے، روزہ کیا ہے، حج کیا ہے اور صدقہ کیا ہے؟

تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے منہ پھیر لیا، اس نے تین مرتبہ اپنا سوال حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے دہرایا، ہر مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے منہ پھیر لیا، پھر تیسری مرتبہ انہوں نے راوی کو جواب دیا: اے صلہ! یہ کلمہ انہیں جہنم سے نجات دلائے گا، یہ بات انہوں نے تین مرتبہ کہی۔

4050 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ وَوَكِيعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ اَيَّامٌ يُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"قیامت سے پہلے کچھ ایسے دن آئیں گے، جن میں علم اٹھالیا جائے گا اور ان میں جہالت نازل ہوگی اور ان میں ہرج زیادہ ہوگا، ہرج سے مراد قتل و غارت گری ہے"۔

4051 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ اَيَّامًا يَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"تمہارے بعد کچھ ایسے دن آئیں گے، جن میں جہالت نازل ہوگی اور علم اٹھالیا جائے گا اور اس میں ہرج بکثرت ہوگا لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہرج سے کیا مراد ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قتل و غارت گری۔

4052 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِىِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ يَرْفَعُهُ قَالَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا) یہ فرمان نقل کرتے ہیں: زمانہ سمٹ جائے گا علم

4050: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7062' ورقم الحدیث: 7063' ورقم الحدیث: 7064' ورقم الحدیث: 7065' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 6729' ورقم الحدیث: 6730' ورقم الحدیث: 6731' ورقم الحدیث: 6732' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 2200

4052: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7061' ورقم الحدیث: 6736

کم ہو جائے گا، بخل ڈال دیا جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے اور ہرج بکثرت ہوگا، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! ہرج سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قتل و غارت گری۔

بَاب ذَهَابِ الْاَمَانَةِ

یہ باب امانت کے رخصت ہو جانے میں ہے

4053- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَيْنِ قَدْ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ قَالَ الطَّنَافِسِيُّ يَعْنِيْ وَسْطَ قُلُوْبِ الرِّجَالِ وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ فَعَلِمْنَا مِنَ الْقُرْاٰنِ وَعَلِمْنَا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا فَقَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُرْفَعُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا كَاَثَرِ الْوَكْتِ وَيَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُنْزَعُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا كَاَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ اَخَذَ حُذَيْفَةُ كَفًّا مِنْ حَصًى فَدَحْرَجَهُ عَلٰى سَاقِهِ قَالَ فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ وَلَا يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّي الْاَمَانَةَ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا وَحَتّٰى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا اَعْقَلَهُ وَاَجْلَدَهُ وَاَظْرَفَهُ وَمَا فِيْ قَلْبِهِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ وَلَقَدْ اَتٰى عَلَيَّ زَمَانٌ وَلَسْتُ اُبَالِيْ اَيُّكُمْ بَايَعْتُ لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ اِسْلَامُهُ وَلَئِنْ كَانَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ سَاعِيْهِ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ لِاُبَايِعَ اِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ہمیں دو حدیثیں بیان کی تھیں۔ ان میں سے ایک بات میں نے دیکھ لی ہے اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا: امانت لوگوں کے دلوں کے درمیان میں نازل ہوئی تھی' طنافسی نامی راوی کہتے ہیں: اس سے مراد وسط ہے۔ پھر قرآن نازل ہوا تو ہم نے قرآن کا علم حاصل کیا۔ ہم نے سنت کا علم حاصل کیا پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اٹھا لیے جائیں گے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص سوئے گا اور اس کے دل سے امانت کو اٹھا لیا جائے گا' یہاں تک کہ اس امانت کا صرف اتنا نشان باقی رہ جائے گا' جس طرح نقطے کا نشان رہ جاتا ہے' پھر آدمی سوئے گا' تو اس کے دل سے امانت کو اس طرح اٹھا لیا جائے گا' جس طرح آبلے کا نشان ہوتا ہے' جیسے تم اپنے پاؤں پر کوئی انگارہ ڈالو تو وہاں آبلہ ابھر آئے' تو تمہیں یوں محسوس ہوتا ہے' جیسے ایک ابھری ہوئی چیز ہے' حالانکہ اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔

(راوی کہتے ہیں:) پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مٹھی میں کنکریاں لیں اور انہیں اپنی پنڈلی پر ڈالا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: (نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا) لوگ خرید و فروخت کیا کریں گے' لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی امانت کو ادا نہیں کرے گا' یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا' بنو فلاں میں ایک شخص امین ہے یہاں تک کہ کسی شخص کے بارے میں یہ کہا جائے گا' یہ کتنا سمجھدار کتنا تیز کتنا

4053، اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6497' ورقم الحدیث: 7086' ورقم الحدیث: 7276' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 365' ورقم الحدیث: 36' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2179

چالاک آدمی ہے' حالانکہ اس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) مجھ پر ایسا زمانہ بھی آیا تھا کہ میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ میں کس کے ساتھ لین دین کر رہا ہوں' کیونکہ اگر وہ شخص مسلمان ہوتا' تو اس کا اسلام اسے میری طرف لوٹا دیتا (یعنی وہ اسلام کی وجہ سے میرے ساتھ دھوکہ نہیں کرتا) اور اگر وہ شخص یہودی یا عیسائی ہوتا' تو اس کا نگران (یعنی حاکم) اسے میری طرف لوٹا دیتا (یعنی وہ حاکم وقت کے خوف سے میرے ساتھ دھوکہ نہیں کرتا)' لیکن اب تو میں فلاں اور فلاں شخص کے ساتھ ہی خرید وفروخت کرتا ہوں (باقی سب دھوکہ دینا شروع کر چکے ہیں)

شرح

امانت ' سے مراد یا تو اس کے مشہور معنی ہیں یعنی کسی کے حق میں یا کسی کی ملکیت میں خیانت نہ کرنا یا وہ تمام شرعی ذمہ داریاں مراد ہیں جو ہر شخص پر عائد کی گئی ہیں یعنی تمام اسلامی احکام وتعلیمات کو ماننا اور ان پر عمل کرنا اور امانت کے یہ وہ معنی ہیں جو قرآن کریم کی اس آیت (اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ، الاحزاب:72) میں مذکور ہیں تاہم ان دونوں معنی کی اصل اور بنیاد ایمان ہے اس لئے زیادہ وضاحت کے لئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہاں امانت سے مراد ایمان ہے جیسا کہ خود حدیث کے آخری الفاظ ومافی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔

اسی طرح حدیث کے اس جملہ ولا یکاد احد یودی الامانۃ میں امانت کا جو لفظ ہے وہ بھی مذکورہ وضاحت پر مبنی ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دو حدیثیں بیان فرمائیں ان میں سے پہلی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت وفلاح کے لئے ایمان وامانت کو نازل فرمایا اور اس کا مورد ومحل قلب انسانی کو قرار دیا کہ پہلے ایمان کا نور اترا اور جو ہر انسان کے دل میں اترا اور راسخ ومستحکم ہوا جس نے کتاب ہدایت قرآن مجید اور سنت نبوی پر عمل آوری کے راستہ کو منور کیا، چنانچہ انسان نے اسی طور ایمان کے سبب ان لافانی تعلیمات اور احکام ومسائل کو جانا اور سمجھا جو کتاب اللہ سے اخذ کئے گئے ہیں اور وہ احکام ومسائل خواہ فرض وواجب اور مسنون ومباح ہوں یا حرام ومکروہ اور پھر اسی نور نے سنت نبی کی حقیقت وصداقت کو واشگاف کیا کہ زبان رسالت اور معمولات نبوی نے کتاب اللہ کی تعلیمات منشا حق کی جو وضاحت وتفسیر بیان فرمائی اس کو بلا چون وچرا قبول کر کے عمل کی راہ کو استوار کیا گیا۔ یہاں یہ بات واضح ہوئی کہ حق تعالیٰ کی طرف سے نور ہدایت کا پیدا کیا جانا اور اس کے ذریعہ انسانیت عامہ کو نوازنے اور فلاح پہنچانے کا ارادہ فرمانا کتاب اللہ کو نازل کرنے اور رسولوں کو مبعوث کرنے سے پہلے تھا، یعنی پہلے تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کو پیدا کیا اور یہ ارادہ فرمایا کہ اپنے بندوں کو اس نور ہدایت کے ذریعہ سعادت وبھلائی کے بلند مقام پر پہنچانا ہے۔

اس کے بعد اس نے اپنی کتاب کو دنیا میں نازل فرمایا اور اپنے پیغمبر اور رسول مبعوث فرمائے پس نسل انسانی سے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عنایت وہدایت کا مورد ومحل بننا نصیب ہوا اور جن میں اس نور ہدایت کو قبول کرنے کی توفیق واستعداد ودیعت ہوئی وہی خوش بخت کتاب وسنت سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ اس موقع پر ایک نکتہ اور بھی بیان کیا جاتا ہے، وہ یہ کہ جو یہ فرمایا گیا ہے کہ۔ پھر انہوں نے قرآن کو جانا اور پھر انہوں نے سنت کو جانا۔ اس کے ذریعہ ایمان وامانت کے مرتبہ کی شان وحیثیت اور اس کی عظمت کو بیان کرنا بھی مقصود ہے کہ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے نور ہدایت یعنی ایمان کو نازل فرمایا اور قلوب انسانی میں اس کو ودیعت وراسخ فرما دیا

... کے نازل کرنے اور اپنے پیغمبر و رسول کے مبعوث کرنے کے ذریعہ بھی اس کو مؤکد و مؤید کیا۔ بہر حال یہ دو ہیکل ... نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمائی۔
... حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا ہے بایں طور کہ حضور صلی اللہ ... علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اور رفاقت حضوری میں صحابہ کرام اس ارشاد گرامی کے عین مصداق تھے اور دوسری حدیث کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امانت کے کم ہو جانے اور اٹھ جانے کا ذکر فرمایا وہ حضور کے مبارک زمانہ کے بعد کے لوگوں پر صادق آئی۔ آدمی حسب معمول سوئے گا الخ " سے مراد یا تو حقیقۃً سونا ہے یا یہ جملہ اس کی غفلت وکوتاہی میں پڑ جانے سے کنایہ ہے یعنی یاد الٰہی سے غافل آیت الٰہی سے بے خبر، قرآن مجید میں تدبر و تفکر سے بے پرواہ اور اتباع سنت میں کوتاہ ہو جانا۔ یہ دوسری مراد زیادہ واضح ہے کیونکہ ما قبل جملہ ثم السنۃ (اور پھر انہوں نے سنت کو جانا) کا مخالف مفہوم اسی مراد کا متقاضی ہے۔ "فیظل اثرہ مثل اثر الوکت "امانت کا اثر یعنی نشان وکت کے نشان کی طرح ہو جائے گا۔ پہلے یہ جاننا چاہئے کہ کسی چیز کا اثر وہ نشان کہلاتا ہے جو اس چیز کی علامت کے طور پر نمودار ہے اور اس چیز کا کچھ نہ کچھ حصہ اس کی صورت میں باقی رہے اور "وکت " کسی چیز کے اس دھبہ کو کہتے ہیں جو اس چیز کے مخالف رنگ کی صورت میں نمودار ہو جائے جیسے کسی سفید چیز میں سیاہ نقطہ کا نمودار ہونا اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ وکت اصل میں اس سفید نقطہ نما نشان کو کہتے ہیں جو آنکھ کی سیاہی میں پیدا ہو جائے۔
حدیث کے اس جملہ کا حاصل یہ ہے کہ دین وشریعت کی طرف سے غافل ہو جانے اور گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے دل میں ایمان کا نور کم ہو جائے گا اور وہ غافل ہونے والا جب اس صورت حال سے آگاہ ہو گا اور اپنے دل کی حالت وکیفیت میں غور و فکر کرے گا تو یہ محسوس کرے گا کہ اس میں ایک نقطہ کی مقدار کے علاوہ نور امانت میں سے اور کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ "جب وہ دوبارہ سو جائے گا " کے ذریعہ اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب دین وشریعت سے غفلت کی نیند اور زیادہ طاری ہو جائے گی اور گناہوں کا ارتکاب زیادہ بڑھ جائے گا دل میں سے نور ایمان کا بقیہ حصہ بھی نکل جائے گا اور وہاں صرف مجل کے نشان کی طرح کی صورت رہ جائے گا واضح رہے کہ مجل کے معنی ہیں آبلہ پڑ جانا اور کام کرتے کرتے ہاتھ کی جو کھال سخت ہو جاتی ہے اور جس کو گھٹا بھی کہتے ہیں اس پر بھی مجل کا اطلاق ہوتا ہے۔
لہٰذا جس طرح انسان کے جسم کے کسی حصہ پر جو آبلہ پڑ جاتا ہے وہ اگرچہ اوپر سے ابھرا نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں اس کے اندر خراب اور گندے پانی کے سوا کچھ نہیں ہوتا، اسی طرح جس شخص کے دل میں امانت کا وہ باقی اثر و نشان بھی نکال لیا جائے گا تو اگرچہ وہ بظاہر بالکل صالح وکار آمد نظر آئے گا لیکن حقیقت میں اس کے اندر سعادت وبھلائی اور اخروی زندگی کو فائدہ پہنچانے والی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ مذکورہ وضاحت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وکت اور مجل نور امانت کے اس حصہ کی تمثیل ہے جو دل میں باقی رہ جاتا ہے گویا ان دونوں چیزوں کی مثال کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس دور میں اسلام کے نام لیواؤں میں ایمان ودین کی اس کمزوری کے باوجود ان کے دل میں ایمان وامانت کا نور کسی نہ کسی حد تک ضرور باقی رہے گا خواہ وہ وکت اور مجل کے نشان ہی کی طرح کیوں نہ ہو لیکن اس وضاحت پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ مجل کا نشان وکت کے نشان سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ لہٰذا

کلام کے اسلوب کا تقاضا تو یہ تھا کہ پہلے مجل کے نشان کا ذکر کیا جاتا اور اس کے بعد وکت کے نشان کا ذکر ہوتا کیونکہ بعد کے درجہ کا نشان پہلے درجہ کے نشان سے کمتر اور ہلکا ہونا چاہئے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اگرچہ بہت قلیل نشان ہوتا ہے مگر وہ مجل سے کمتر حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ مجل ایک خالی اور بالکل بیکار ہونے کی وجہ سے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا۔ لیکن یہ جواب زیادہ مضبوط نہیں ہے۔ ایک شارح نے اس بحث پر ایک دوسرے انداز سے روشنی ڈالی ہے ان کے منقولات کے مطابق اس دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن اہل ایمان کے قوائے فکر و عمل پر غفلت و بے حسی طاری ہو جائے گی اور گناہوں کے ارتکاب کی صورت میں دین شریعت کے ساتھ ان کا تعلق نہایت کمزور پڑ جائے گا ان کے دلوں سے "امانت" جاتی رہے گی چنانچہ جب اس کا ایک حصہ زائل ہو جائے گا تو ان کے دلوں میں سے اس کا نور بھی زائل ہو جائے گا اور اس کی جگہ وکت کی طرح ظلمت وتاریکی پیدا ہو جائے گی اور اس کی مثال ایسی جیسے کسی چیز میں اس کا مخالف رنگ نمودار ہو جائے مثلاً سفید چیز میں سیاہ رنگ کا نمودار ہو جانا اور جب دین وشریعت کے تئیں غفلت وکوتاہی اور بڑھ جائے گی اور گناہوں کا ارتکاب پہلے سے بھی زیادہ ہو جائے تو نور امانت کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اس میں سے کچھ اور زائل ہو جائے گا اور اس کی مثال؛ ایسی ہے جیسے جسم کے کسی حصہ پر مجل (یعنی آبلہ یا گٹھے کا نشان) اتنا گہرا اور اس قدر سخت ہوتا ہے کہ جلد زائل نہیں ہوتا، پس دوسری مرتبہ دل میں جو تاریکی پیدا ہوگی وہ پہلی مرتبہ پیدا ہونے والی تاریکی سے زیادہ پھیلی ہوئی اور گہری ہوگی۔

مذکورہ صورت حال کو اس مثال کے ذریعہ بیان فرمانے کے بعد پھر یہ فرمایا کہ قلب انسانی میں ایمان وامانت کے نور کا پیدا ہونا اور پھر نکل جانا یا دلوں میں اس نور کا جگہ پکڑنا اور پھر اس کے زائل ہو جانے کے بعد تاریکی کا آ جانا ایسی تشبیہ رکھتا ہے جیسے کہ کوئی آگ کا انگارہ لے کر اس کو اپنے پیر پر ڈال لے اور انگارہ پیر کو جلا کر زائل ہو جائے اور پھر جلی ہوئی جگہ پر آبلہ پڑ جائے۔ ایک اور شارح نے یہ لکھا ہے کہ اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں امانت کا نور پیدا کیا تا کہ وہ اس کی روشنی میں فلاح کے راستہ پر چلیں اور دین وشریعت کے پیروکار بنیں لیکن جب وہ لوگ اس نعمت سے بے پرواہ ہو جائیں گے، دین وشریعت کے تئیں غفلت وکوتاہی میں پڑ جائیں گے اور گناہوں کا ارتکاب کرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر ان لوگوں سے یہ نعمت واپس لے لے گا۔ باپں طور کہ ان کے دل سے امانت نکل جائے گی، یہاں تک کہ جب وہ خواب غفلت سے بیدار ہوں گے تو محسوس کریں گے کہ ان کے قلب کی وہ حالت نہیں ہے جو امانت کی موجودگی میں پہلے تھی۔ البتہ ان کے دلوں میں اس امانت کا نشان باقی رہے جو کبھی وکت کی طرح ہوگا اور کبھی مجل کی طرح ہوگا۔ پس مجل اگرچہ مصدر ہے لیکن یہاں اس سے مراد نفس آبلہ ہے اور یہ یعنی مجل پہلے مرتبہ یعنی وکت سے کمتر درجہ ہے۔ کیونکہ وکت کے ذریعہ اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ اگرچہ امانت دل سے نکل جائے گی مگر نشان کی صورت میں اس کا کچھ نہ کچھ حصہ باقی رہے گا۔ حدیث کے آخری الفاظ "حالانکہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہیں ہوگا" دونوں احتمال رکھتے ہیں یا تو اصل ایمان کی نفی مراد ہے، یعنی اس شخص کے سرے سے ایمان کا وجود ہی نہیں ہوگا، یا کمال ایمان کی نفی مراد ہے کہ ارشاد گرامی کے اس جزو کا حاصل یہ ہے کہ لوگ اس شخص کی عقل ودانائی کی زیادتی اور چالاکی اور مہارت وغیرہ کی تعریف کریں گے اور اس کے تئیں تعجب تحسین کا اظہار کریں گے لیکن کسی ایسے شخص کی تعریف وتوصیف نہیں کریں

ہے جس میں بہت زیادہ علم وفضل ہوگا اور جو عمل صالح کی دولت سے مالا مال ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصل چیز ایمان اور پاکیزگی فکر وعمل ہے۔ اگر کسی شخص میں ایمان و پاکیزگی کی دولت نہ ہو تو خواہ وہ دنیا بھر کی تمام نعمتوں، کامرانیوں اور خوبیوں کا حامل ہو اس کی کوئی حقیقت نہ ہوگی اگرچہ دنیا والے اس کی کتنی ہی تعریف وتحسین کریں اور اس کی ان خوبیوں و کامرانیوں کی وجہ سے اس کو کتنا ہی بہتر و برتر جانیں لہٰذا تعریف وتحسین اس شخص کے حق میں معتبر ہوگی جو ایمان وتقویٰ کا حامل ہو۔

4054- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَبِى الزَّاهِرِيَّةِ عَنْ اَبِى شَجَرَةَ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ عَبْدًا نَزَعَ مِنْهُ الْحَيَاءَ فَاِذَا نَزَعَ مِنْهُ الْحَيَاءَ لَمْ تَلْقَهُ اِلَّا مَقِيتًا مُمَقَّتًا فَاِذَا لَمْ تَلْقَهُ اِلَّا مَقِيتًا مُمَقَّتًا نُزِعَتْ مِنْهُ الْاَمَانَةُ فَاِذَا نُزِعَتْ مِنْهُ الْاَمَانَةُ لَمْ تَلْقَهُ اِلَّا خَائِنًا مُخَوَّنًا فَاِذَا لَمْ تَلْقَهُ اِلَّا خَائِنًا مُخَوَّنًا نُزِعَتْ مِنْهُ الرَّحْمَةُ فَاِذَا نُزِعَتْ مِنْهُ الرَّحْمَةُ لَمْ تَلْقَهُ اِلَّا رَجِيمًا مُلَعَّنًا فَاِذَا لَمْ تَلْقَهُ اِلَّا رَجِيمًا مُلَعَّنًا نُزِعَتْ مِنْهُ رِبْقَةُ الْاِسْلَامِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے' تو اس سے حیاء الگ کر دیتا ہے، جب وہ اس سے حیاء الگ کر دیتا ہے' جب تم ایسے شخص سے ملو گے تو وہ انتہائی ناپسندیدہ شخصیت کا مالک ہوگا اور جب تم ایسے شخص سے ملو جو انتہائی ناپسندیدہ شخصیت کا مالک ہو' تو اس سے امانت الگ کر دی جاتی ہے، تو تم جب اسے ملو گے تو وہ خیانت کرنے والا ہوگا، جسے خائن قرار دیا گیا ہوگا اور جب تم اسے ایسی حالت میں ملو کہ وہ خیانت کرنے والا ہو اسے خائن قرار دیا جا چکا ہو' تو رحمت اس سے الگ ہو جاتی ہے، جب رحمت اس سے الگ ہو جاتی ہے' تو جب تم اس سے ملو گے تو وہ مردود اور لعنت یافتہ ہوگا، تو جب تم اس سے اس حالت میں ملو گے کہ وہ مردود اور لعنت یافتہ ہو' تو اسلام کا پٹہ اس سے الگ کر دیا جاتا ہے''۔

بَابُ الْاٰيَاتِ

یہ باب مختلف طرح کی نشانیوں کے بیان میں ہے

4055- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ اَبِى الطُّفَيْلِ الْكِنَانِىِّ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيدٍ اَبِى سَرِيحَةَ قَالَ اطَّلَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غُرْفَةٍ وَّنَحْنُ نَتَذَاكَرُ السَّاعَةَ فَقَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَكُونَ عَشْرُ اٰيَاتٍ طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَالدُّخَانُ وَالدَّابَّةُ وَيَاْجُوجُ وَمَاْجُوجُ وَخُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَثَلَاثُ خُسُوفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدَنِ اَبْيَنَ تَسُوقُ النَّاسَ اِلَى الْمَحْشَرِ تَبِيتُ مَعَهُمْ اِذَا

4054: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَاتُوْا وَتَقِيْلُ مَعَهُمْ اِذَا قَالُوْا

◆◆ حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے بالا خانے سے ہمیں جھانک کر دیکھا ہم اس وقت قیامت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک دس نشانیاں ظاہر نہیں ہوں گی، سورج کا مغرب کی طرف سے نکل آنا، دجال، دھواں، دابۃ الارض، یاجوج ماجوج، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی آمد اور تین طرح کا دھنسنا ہوگا، ایک دھنسنا مشرق میں ہوگا، ایک دھنسنا مغرب میں ہوگا، ایک دھنسنا جزیرہ عرب میں ہوگا اور عدن کے کنویں سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر میدان حشر کی طرف لے جائے گی جب وہ لوگ رات کریں گے تو وہ ان کے ساتھ رات بسر کرے گی جب وہ لوگ دوپہر کریں گے تو وہ ان کے ساتھ دوپہر کرے گی (یعنی وہ ہر وقت ان کے ساتھ رہے گی)

4056- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيبٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا بِالْاَعْمَالِ سِتًّا طُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدُّخَانَ وَدَابَّةَ الْاَرْضِ وَالدَّجَّالَ وَخُوَيْصَّةَ اَحَدِكُمْ وَاَمْرَ الْعَامَّةِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''چھ (نشانیاں ظاہر ہونے سے پہلے) اعمال میں جلدی کرو، سورج کا مغرب سے نکل آنا، دھواں، دابۃ الارض، دجال، تم میں سے کسی ایک کی مخصوص آفت (یعنی موت) اور عام معاملہ (یعنی کوئی وبائی بیماری جس میں اکثر اموات واقع ہوں)''۔

4057- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى ابْنِ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَيْنِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''نشانیاں دو صدیاں گزر جانے کے بعد ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گی''۔

4058- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَعْقِلٍ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمَّتِيْ عَلٰى خَمْسِ طَبَقَاتٍ فَاَرْبَعُوْنَ سَنَةً اَهْلُ بِرٍّ وَتَقْوٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةِ سَنَةٍ اَهْلُ تَرَاحُمٍ وَتَوَاصُلٍ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ اِلٰى سِتِّيْنَ وَمِائَةِ

4056: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4057: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4058: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

سَنَةً أَهْلُ تَدَابُرٍ وَتَقَاطُعٍ ثُمَّ الْهَرْجُ الْهَرْجُ النَّجَا النَّجَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''میری امت کے پانچ طبقے ہوں گے، چالیس سال تک نیک اور پرہیزگار لوگ ہوں گے، اس کے بعد ایک سو بیس سال تک ایسے لوگ ہوں گے جو ایک دوسرے پر رحم کریں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ صلہ رحمی کرنے والے ہوں گے، اس کے بعد ایک سو ساٹھ سال تک وہ لوگ ہوں گے جو قطع تعلق کرنے والے ہوں گے، اس کے بعد ہرج ہوگا، ہرج ہوگا، تو بچ کے رہنا، بچ کے رہنا''۔

4058م- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا خَازِمٌ أَبُو مُحَمَّدٍ الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا الْمِسْوَرُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي مَعْنٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتِي عَلَى خَمْسِ طَبَقَاتٍ كُلُّ طَبَقَةٍ أَرْبَعُونَ عَامًا فَأَمَّا طَبَقَتِي وَطَبَقَةُ أَصْحَابِي فَأَهْلُ عِلْمٍ وَإِيمَانٍ وَأَمَّا الطَّبَقَةُ الثَّانِيَةُ مَا بَيْنَ الْأَرْبَعِينَ إِلَى الثَّمَانِينَ فَأَهْلُ بِرٍّ وَتَقْوَى ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میری امت کے پانچ طبقے ہوں گے، ہر طبقہ چالیس برس پر مشتمل ہوگا، جہاں تک میرے اور میرے اصحاب کے طبقے کا تعلق ہے تو وہ اہل علم اور اہل ایمان ہیں، جہاں تک دوسرے طبقے کا تعلق ہے جو 40 سے 80 ہجری تک ہوگا تو وہ نیکی اور پرہیزگاری والے لوگ ہوں گے''۔

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے۔

بَابُ الْخُسُوفِ

یہ باب زمین میں دھنس جانے کے بیان میں ہے

4059- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ سَلْمَانَ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ طَارِقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَسْخٌ وَخَسْفٌ وَقَذْفٌ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''قیامت سے پہلے شکل مسخ کر دینے، زمین میں دھنس جانے اور پتھروں کے ذریعے مارے جانے کا (عذاب ہو گا)''۔

4060- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ

4059: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4060 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

سَعْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ اُمَّتِیْ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ وَّقَذْفٌ

◆◆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے "میری امت کے آخری دور میں زمین میں دھنس جانے شکلیں مسخ ہو جانے اور پتھروں کے ذریعے مارے جانے (کا عذاب ہوگا)"

4061- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ حَدَّثَنَا حَیْوَةُ بْنُ شُرَیْحٍ حَدَّثَنَا اَبُوْصَخْرٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَی ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا یَقْرَاُ عَلَیْكَ السَّلَامَ قَالَ اِنَّهُ بَلَغَنِیْ اَنَّهُ قَدْ اَحْدَثَ فَاِنْ کَانَ قَدْ اَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّی السَّلَامَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ اَوْ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مَسْخٌ وَّخَسْفٌ وَّقَذْفٌ وَّذٰلِكَ فِیْ اَهْلِ الْقَدَرِ

◆◆ نافع بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور بولا: فلاں صاحب نے آپ کو سلام بھیجا ہے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ وہ بدمذہب ہو گیا ہے اگر وہ بدمذہب ہو گیا ہے تو تم میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اس امت میں مسخ کر دیے جانے، زمین میں دھنسا دیے جانے اور پتھروں کے ذریعے مارے جانے کا عذاب ہوگا اور یہ تقدیر کے منکرین کو ہوگا۔

4062- حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِیَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ وَّقَذْفٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "میری امت میں زمین میں دھنس جانے، شکلیں مسخ ہو جانے اور پتھروں کے ذریعے مارے جانے (کا عذاب ہو گا)"

بَاب جَیْشِ الْبَیْدَاءِ

یہ باب ہے کہ بیداء کے مقام پر (زمین میں دھنس جانے والے) لشکر کا تذکرہ

4063- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ اُمَیَّةَ بْنِ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ صَفْوَانَ سَمِعَ جَدَّهُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ صَفْوَانَ یَقُوْلُ اَخْبَرَتْنِیْ حَفْصَةُ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

4061 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4613' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2152

4062 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4063 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2880

لَيُؤْمِّنَّ هٰذَا الْبَيْتَ جَيْشٌ يَغْزُوْنَهُ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ خُسِفَ بِاَوْسَطِهِمْ وَيَتَنَادٰى اَوَّلُهُمْ اٰخِرَهُمْ فَيُخْسَفُ بِهِمْ فَلَا يَبْقٰى مِنْهُمْ اِلَّا الشَّرِيْدُ الَّذِيْ يُخْبِرُ عَنْهُمْ فَلَمَّا جَاءَ جَيْشُ الْحَجَّاجِ ظَنَنَّا اَنَّهُمْ هُمْ فَقَالَ رَجُلٌ اَشْهَدُ عَلَيْكَ اَنَّكَ لَمْ تَكْذِبْ عَلٰى حَفْصَةَ وَاَنَّ حَفْصَةَ لَمْ تَكْذِبْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ایک لشکر بیت اللہ پر حملے کا قصد کرے گا' یہاں تک کہ جب وہ بیداء کے مقام پر پہنچیں گے' تو ان کے درمیانی حصے کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ان کے پہلے والے حصے کے لوگ پیچھے والوں کو بلند آواز سے آوازیں دیں گے' تو ان لوگوں کو بھی زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ان میں سے کوئی بھی شخص باقی نہیں بچے گا صرف وہ شخص باقی بچے گا' جو اس لشکر سے ذرا ہٹ کر چل رہا تھا وہ باقی لوگوں کو اس لشکر کے بارے میں بتائے گا۔

روایت کے راوی کہتے ہیں: جب حجاج کا لشکر آیا' تو ہم نے یہ گمان کیا کہ شاید یہ وہی لوگ ہیں' تو ایک صاحب نے کہا: میں تمہارے بارے میں گواہی دے کر یہ بات کہتا ہوں کہ تم نے سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے جھوٹی بات بیان نہیں کی ہے اور سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے غلط بات بیان نہیں کی ہے۔

حجاج بن یوسف کے مظالم کا بیان

حضرت زبیر بن عدی تابعی کہتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حجاج بن یوسف کے مظالم اور ایذاء رسانیوں کی شکایت کی انہوں نے فرمایا کہ صبر کرو اور ضبط وتحمل سے کام لو، کیونکہ آئندہ جو بھی زمانہ آئے گا وہ گزشتہ زمانے سے بدتر ہوگا پس تمہیں کیا معلوم کہ آنے والے زمانے میں کیسے کیسے حکمران واعمال ہوں گے جو شاید حجاج سے بھی زیادہ ظالم وجابر ثابت ہوں۔ اس لئے تم حجاج کے مظالم اور ایذاء رسانیوں پر صبر کرو، یہاں تک تم روز آخرت اپنے پروردگار سے ملاقات کرو اور پھر تم دیکھنا کہ تمہارا پروردگار تمہارے ظالموں کو کس طرح عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ یہ بات میں نے تمہارے پیغمبر سے سنی ہے۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1324)

اس حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ہر آنے والا زمانہ گزشتہ زمانہ سے بدتر ہوگا، تو اس پر اس صورت میں اشکال واقع ہوگا جب کہ آنے والا زمانہ سے مراد بلا استثناء ہر آنے والا زمانہ ہو اور اشکال یہ واقع ہوگا کہ حجاج بن یوسف کے زمانہ کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ آیا، یا بعد میں حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی علیہما السلام کا زمانہ آئے گا تو کیا ان زمانوں پر بھی مذکورہ بات کا اطلاق ہوگا اور بلا استثناء یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ہر آنے والا زمانہ حجاج کے زمانہ سے بھی بدتر ہوگا، ہاں اگر یہ بات استثناء کے ساتھ فرمائی گئی ہے تو پھر اشکال پیدا ہوگا۔

چنانچہ شارحین حدیث نے وضاحت کی ہے کہ آنے والے زمانوں کے بدتر ہونے کی خبر دینا اکثر واغلب کے اعتبار سے ہے یعنی آنے والے زمانوں میں اکثر وغالب زمانے ایسے ہی ہوں گے جو پچھلے زمانہ سے بدتر ماحول سے بھرے ہوئے ہوں گے، نیز آنے والے زمانہ سے مراد حجاج کے زمانہ سے زمانہ دجال تک کے زمانے ہیں، جن میں سے حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی کے

زمانے مستثنیٰ ہیں، علاوہ ازیں اس حدیث کا اصل مقصود امت کے لوگوں کو تسلی دینا، ظلم وجور پر صبر کرنے کی تلقین کرنا، آنے والے زمانوں کے بارے میں باخبر کرنا اور اس بات کی طرف راغب کرنا ہے کہ اپنے زمانہ کو غنیمت جان کر زیادہ سے زیادہ اخروی فائدے حاصل کرنے میں مشغول رہو، کیا خبر کہ آنے والے زمانوں میں کسی کو اتنا بھی موقع مل سکے یا نہیں۔

بعض حضرات نے اس وضاحت کو زیادہ مناسب کہا ہے کہ آنے والے زمانوں کے بارے میں جہاں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تو مستثنیٰ ہے باقی تمام زمانے، کسی نہ کسی اعتبار سے، کسی نہ کسی جگہ کے حالات کے مطابق اور کسی نہ کسی معاملہ میں از روئے علم وعمل اور استقامت واخلاص دین پہلے زمانے سے بتر ہی حالت کے حامل رہے ہیں یا حامل رہیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک سے بعد ودوری کا تقاضا بھی ہے کہ زمانہ جوں جوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک سے دور ہوتا جاتا ہے اسی اعتبار سے بدی اور خرابی بڑھتی جاتی ہے اور اس کا سلسلہ ذات رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے فورا بعد شروع ہو گیا تھا۔

چنانچہ صحابہ تک نے اپنی صفائی باطن اور پاکیزگی نفس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے بعد اپنے قلوب کی حالت وکیفیت میں تبدیلی محسوس کی تھی، پہلے کے بعض بزرگوں کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ پہلے کسی وقت دل میں گناہ کا خیال پیدا ہو گیا اور پھر وہ خیال جاتا رہا تو کہیں کافی مدت کے بعد جب وہی خیال پھر دوبارہ آیا تو اب آسانی کے ساتھ دفعہ ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ بہت غور کرنے بعد اس فرق کی وجہ اس کے علاوہ کچھ سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ ظلمت، زمانہ نبوت کے نور سے اور زیادہ بعد زمانہ ہو جانے کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے کیونکہ زمانہ نبوت کو گزرے جتنا زیادہ عرصہ ہوتا جاتا ہے برائی کی ظلمت اسی اعتبار سے زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

4064 - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ اَبِیْ اِدْرِيْسَ الْمُرْهِبِيِّ عَنْ مُّسْلِمِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ صَفِيَّةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْتَهِي النَّاسُ عَنْ غَزْوِ هٰذَا الْبَيْتِ حَتّٰى يَغْزُوَ جَيْشٌ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْبَيْدَاءِ اَوْ بَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ خُسِفَ بِاَوَّلِهِمْ وَاٰخِرِهِمْ وَلَمْ يَنْجُ اَوْسَطُهُمْ قُلْتُ فَاِنْ كَانَ فِيْهِمْ مَّنْ يُّكْرَهُ قَالَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ عَلٰى مَا فِيْ اَنْفُسِهِمْ

◆◆ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ اس گھر پر (یعنی بیت اللہ شریف پر) حملے کے ارادے سے باز نہیں آئیں گے' یہاں تک کہ ایک لشکر اس پر حملہ کرنے کے لیے آئے گا' جب وہ بیداء کے مقام پر پہنچیں گے (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) ان لوگوں کے ابتدائی اور پیچھے والے حصے کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور ان کے درمیان حصے کو بھی نجات نہیں ملے گی (یعنی وہ بھی زمین میں دھنسا دیے جائیں گے)

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے عرض کی: اگر ان میں وہ شخص موجود ہو' جسے زبردستی لایا گیا ہو' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کے دلوں میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اس حساب سے (قیامت کے دن انہیں) زندہ کرے گا۔

4064: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2184

4065- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَمَّالُ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يُخْبِرُ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَيْشَ الَّذِيْ يُخْسَفُ بِهِمْ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَعَلَّ فِيْهِمُ الْمُكْرَهَ قَالَ اِنَّهُمْ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے اس لشکر کا تذکرہ کیا جنہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا' تو سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! ان میں وہ لوگ بھی تو ہو سکتے ہیں جو زبردستی لائے گئے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کی نیت کے مطابق (قیامت کے دن) زندہ کیا جائے گا۔

بَاب دَابَّةِ الْاَرْضِ

یہ باب دابۃ ارض کے بیان میں ہے

4066- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَوْسِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَخْرُجُ الدَّابَّةُ وَمَعَهَا خَاتَمُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ وَعَصَا مُوْسَى بْنِ عِمْرَانَ عَلَيْهِمَا السَّلَام فَتَجْلُوْ وَجْهَ الْمُؤْمِنِ بِالْعَصَا وَتَخْطِمُ اَنْفَ الْكَافِرِ بِالْخَاتَمِ حَتّٰى اَنَّ اَهْلَ الْحِوَاءِ لَيَجْتَمِعُوْنَ فَيَقُوْلُ هٰذَا يَا مُؤْمِنُ وَيَقُوْلُ هٰذَا يَا كَافِرُ

قَالَ اَبُو الْحَسَنِ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَاهُ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَقَالَ فِيْهِ مَرَّةً فَيَقُوْلُ هٰذَا يَا مُؤْمِنُ وَهٰذَا يَا كَافِرُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"دابۃ الارض نکلے' اس کے ساتھ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا عصا ہوگا' وہ عصا کے ذریعے مؤمن کے چہرے کو روشن کرے گا اور انگوٹھی کے ذریعے کافر کی ناک پر مہر لگائے گا' یہاں تک کہ کسی تالاب یا چشمے کے قریب رہنے والے لوگ اکٹھے ہوں گے' تو وہ ایک کو (یا ایک شخص دوسرے کو محض نشانی دیکھ کر) کہے گا: اے مؤمن! اور ایک کو کہے گا: اے کافر!

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں ایک مرتبہ یہ الفاظ نقل کیے ہیں وہ اسے کہے گا: اے مؤمن اور اسے کہے گا: اے کافر!

4067- حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو زُنَيْجٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ تُمَيْلَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

4065 اخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 2171

4066 اخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحديث: 3187

4067 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ ذَهَبَ بِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مَوْضِعٍ بِالْبَادِيَةِ قَرِيبٍ مِّنْ مَّكَّةَ فَاِذَا اَرْضٌ يَابِسَةٌ حَوْلَهَا رَمْلٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخْرُجُ الدَّابَّةُ مِنْ هٰذَا الْمَوْضِعِ فَاِذَا فِتْرٌ فِي شِبْرٍ قَالَ ابْنُ بُرَيْدَةَ فَحَجَجْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِسِنِيْنَ فَاَرَانَا عَصًا لَهُ فَاِذَا هُوَ بِعَصَايَ هٰذِهٖ هٰكَذَا وَهٰكَذَا

◆◆ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مجھے ساتھ لے کر جنگل کی طرف گئے جو مکہ کے قریب تھا، وہاں ایک خشک جگہ تھی جس کے اردگرد ریت موجود تھی، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس مقام سے دابۃ الارض نکلے گا، وہ جگہ اتنی تھی جتنی ایک بالشت ہوتی ہے''۔

ابن بریدہ کہتے ہیں: اس کے کئی برس بعد میں حج کرنے کے لیے گیا تو (میرے والد نے) اپنے عصا کے ساتھ ہمیں وہ بات بتائی تو وہ میرے اس عصا جتنی تھی، یعنی اتنی اور اتنی۔

شرح

حضرت حذیفہ ابن اسید غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ آپس میں قیامت کا ذکر کر رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف آ نکلے اور پوچھا کہ تم لوگ کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یقیناً قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیوں کو نہ دیکھ لو گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دس نشانیوں کو اس ترتیب سے ذکر فرمایا ا دھواں ۲ دجال ۳ دابہ الارض ۴ سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا ۵ حضرت عیسیٰ ابن مریم کا نازل ہونا ۶ یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا اور (چھٹی، ساتویں اور آٹھویں نشانی کے طور پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین خسوف کا (یعنی تین مقامات پر زمین کے دھنس جانے کا) ذکر فرمایا ایک تو مشرق کے علاقہ میں، دوسرے مغرب کے علاقہ میں اور تیسرے جزیرہ عرب کے علاقہ اور دسویں نشانی، جو سب کے بعد ظاہر ہوگی، وہ آگ ہے جو یمن کی طرف سے نمودار ہوگی اور لوگوں کو گھیر ہانک کر زمین حشر کی طرف لے جائے گی اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ وہ ایک ایسی آگ ہوگی جو (یمن کے مشہور شہر عدن کے آخری کنارے سے نمودار ہوگی اور لوگوں کو ہانک کر زمین حشر کی طرف لے جائے گی نیز ایک روایت میں دسویں نشانی کے طور پر یمن کی طرف سے یا عدن کے آخری کنارے سے آگ کے نمودار ہونے کے بجائے) ایک ایسی ہوا کا ذکر کیا گیا ہے جو لوگوں کو سمندر میں پھینک دے گی۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 30)

حدیث میں قیامت کی جن دس بڑی نشانیوں اور علامتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں پہلی نشانی کے طور پر دھویں کا ذکر ہے، چنانچہ وہ ایک بڑا دھواں ہوگا جو ظاہر ہو کر مشرق سے مغرب تک تمام زمین پر چھا جائیگا اور مسلسل چالیس روز تک چھایا رہے گا اس کی وجہ سے تمام لوگ سخت پریشان ہو جائیں گے، مسلمان تو صرف دماغ وحواس کی کدورت اور زکام میں مبتلا ہوں گے مگر منافقین وکفار بیہوش ہو جائیں گے اور ان کے ہوش وحواس اس طرح مختل ہو جائیں گے کہ بعضوں کو کئی دن تک ہوش نہیں آئے گا واضح رہے کہ قرآن کریم میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ آیت (فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۔ الدخان:10) تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تابعین کے قول کے مطابق اس آیت میں اسی دھویں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن حضرت ابن مسعود اور

ان کے تابعین کے نزدیک اس آیت میں دھویں سے مراد غلہ کا وہ قحط ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قریش مکہ پر نازل ہوا تھا اور جس کا حقیقی سبب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بدعا تھی کہ اے اللہ! تو ان لوگوں پر (جو سرکشی اور اسلام دشمنی میں حد سے بڑھ گئے ہیں سات سال کا قحط نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصریوں پر نازل فرمایا تھا، چنانچہ اس بددعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو سخت ترین غذائی قحط میں مبتلا کیا یہاں تک کہ وہ چمڑے، و مردے اور دوسری الا بلا چیزیں کھانے لگے تھے اس عرصہ میں انہیں فضا میں دھویں کی مانند ایک چیز نظر آتی تھی جس کو وہ اپنے اوپر منڈلاتے ہوئے دیکھا کرتے تھے جیسا کہ کوئی بھوکا ضعف و کمزوری کی شدت کے سبب اپنی آنکھوں کے آگے تاریکی محسوس کرتا ہے اور فضا میں بھری ہوئی ہوا اس کو دھویں کی شکل میں دکھائی دیتی ہے، ویسے بھی جب کسی علاقہ میں قحط سالی پھیل جاتی ہے تو بارش نہ ہونے کی وجہ سے پورے ماحول میں خشکی اور گرد و غبار کی جو کثرت ہو جاتی ہے وہ فضا کو اس طرح مکدر کر دیتی ہے کہ چاروں طرف دھویں کی صورت میں اندھیرا معلوم ہونے لگتا ہے۔ "دابۃ الارض" سے مراد ایک عجیب الخلقت اور نادر شکل کا جانور ہے جو مسجد حرام میں کوہ صفا و مردہ کے درمیان سے برآمد ہوگا اور جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ان الفاظ واخرجنالہم دابۃ من الارض کے ذریعہ کیا گیا ہے! علماء نے لکھا ہے کہ وہ جانور چوپایہ کی صورت میں ہوگا جس کی درازی ساٹھ گز کی ہوگی۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس عجیب الخلقت جانور کی شکل یہ ہوگی کہ چہرہ انسانوں کی طرح پاؤں اونٹ کی طرح گردن گھوڑے کی طرح سرین ہرن کی طرح سینگ بارہ سنگے کی طرح اور ہاتھ بندر کی طرح ہوں گے! نیز اس کے نمودار ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ کوہ صفا جو کعبہ کی مشرقی جانب واقع ہے، یکا یک زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس میں سے یہ جانور نکلے گا، اس کے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان کی انگشتری ہوگی تمام شہروں اور علاقوں میں اتنی تیزی کے ساتھ دورہ کرے گا کہ کوئی فرد بشر اس کا پیچھا نہ کر سکے گا اور دوڑ میں اس کا مقابلہ کر کے اس سے چھٹکارا نہ پا سکے گا جہاں جہاں جائے گا ہر شخص پر نشان لگاتا جائے گا جو صاحب ایمان ہوگا اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء سے چھوئے گا اور اس کی پیشانی پر "مومن" لکھ دے گا اور جو کافر ہوگا اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری سے سیاہ مہر لگا دے گا اور اس کے منہ پر کافر لکھ دے گا۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ دابۃ الارض تین مرتبہ نکلے گا ایک دفعہ تو حضرت امام مہدی کے زمانہ میں پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اور پھر آخری دفعہ آفتاب کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے بعد۔ آفتاب کے مغرب کی طرف سے نکلنے کے سلسلے میں وضاحت آگے آنے والی ایک حدیث کی تشریح میں بیان ہوگی! آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول حضرت امام مہدی کے ظہور کے بعد ہوگا، چنانچہ آپ ایک دن شام کے وقت آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی سفید منارہ پر اتریں گے اور پھر دجال کو تلاش کر کے اس کو دروازہ لد پر قتل کریں گے "لد" شام میں ایک موضع کا نام ہے اور بعض حضرات نے اس کو فلسطین کے ایک موضع کا نام بتایا ہے واضح رہے کہ یہاں حدیث میں جن دس نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی ترتیب کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ان میں سے سب سے پہلے جس نشانی کا ظہور ہوگا وہ دھواں ہے، اس کے بعد دجال نکلے گا پھر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، پھر یاجوج ماجوج نکلیں گے، پھر دابۃ الارض نکلے گا اور پھر آفتاب مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا یہ بات اس لئے کہی جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تمام روئے زمین پر اہل ایمان کے علاوہ کوئی نہیں ہوگا کیونکہ سارے کفار مسلمان ہونگے ان کا ایمان مقبول ہوگا، اس کے برخلاف اگر یہ کہا جائے کہ مغرب کی جانب سے آفتاب کا طلوع ہونا، دجال کے نکلنے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے سے پہلے ہوگا تو ظاہر ہے کہ جو کفار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں مسلمان ہوں گے ان کا ایمان مقبول قرار نہ پائے کیونکہ آفتاب مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اس وقت کسی کافر کا ایمان قبول کرنا معتبر نہیں ہوگا جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایمان قبول کرنے والے تمام لوگوں کا ایمان معتبر ہوگا اور وہ مسلمان مانے جائیں گے! پس حدیث میں مذکورہ نشانیوں کو جس ترتیب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے وہ ان نشانیوں کے وقوع پذیر ہونے کی اصل ترتیب نہیں ہے اور نہ یہاں اصل ترتیب کا ذکر کرنا مراد ہے بلکہ اصل مقصد ان نشانیوں کو ایک جگہ ذکر کرنا ہے سو بلا لحاظ ترتیب ان کو ایک جگہ ذکر کر دیا گیا لہٰذا یہ اشکال وارد نہیں ہو سکتا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آفتاب کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے واقعہ سے پہلے ہوگا تو یہاں نزول آفتاب کے بعد کیوں ذکر کیا گیا۔ یاجوج ماجوج "دراصل دو قبیلوں کے نام ہیں جو یافث ابن نوح کی اولاد میں سے ہیں، یہ دونوں قبیلے بہت وحشی مگر طاقتور تھے ان کا خاص مشغلہ لوٹ مار اور زمین پر فساد پھیلانا تھا، یہ قبیلے جس گھاٹی میں رہا کرتے تھے اس کو ذوالقرنین نے ایک ایسی دیوار سے جس کی بلندی اس گھاٹی کے دونوں طرف کے پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچتی ہے اور موٹائی ۶۰ گز کی ہے، بند کرا دیا تھا تاکہ لوگ ان قبیلوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

جب قیامت آنے کو ہوگی اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت آئے گا تو دیوار ٹوٹ جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین خسوف کا ذکر فرمایا "کے بارے میں ابن مالک نے کہا ہے کہ عذاب الٰہی کے طور پر زمین کا دھنس جانا مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں میں واقع ہو چکا ہے لیکن احتمال ہے کہ یہاں حدیث میں جن تین خسوف کا ذکر فرمایا ہے وہ پہلے واقع ہو چکنے والے خسوف کے علاوہ ہوں گے اور ان سے بھی زیادہ سخت ہوں گے۔ "اور لوگوں کو ہانک کر زمین حشر کی طرف لے جائے گی" میں زمین حشر سے مراد ملک شام کا وہ علاقہ ہے جہاں وہ آگ لوگوں کو لے جا کر چھوڑے گی بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس آگ کی ابتداء ملک شام سے ہوگی، یا یہ کہ ملک شام کو اس قدر وسیع و فراخ کر دیا جائے گا کہ پورے عالم کے لوگ اس میں جمع ہو جائیں گے بہر حال حدیث کے اس جملہ کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ اس آگ کا لوگوں کو ہانکنا، حشر کے بعد ہوگا۔ اگر زمین حشر سے مراد میدان حشر لیا جاتا تو یقیناً یہ مفہوم پیدا ہوتا اور اس پر اعتراض بھی واقع ہوتا، لیکن جب یہاں "میدان حشر" مراد ہی نہیں ہے تو پھر کوئی اعتراض بھی پیدا نہیں ہو سکتا! نیز ایک روایت میں یہ منقول ہے کہ وہ آگ حجاز کی سر زمین سے نمودار ہوگی، جب کہ یہاں حدیث میں اس کا یمن کی جانب سے نمودار ہونا بیان کیا گیا ہے) لہٰذا قاضی عیاض نے یہ کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ قیامت کی نشانی کے طور پر جس آگ کا ذکر کیا گیا ہے وہ ایک نہیں دو ہوں گی اور وہ دونوں، لوگوں کو گھیر کر ہانک کر زمین حشر (یعنی ملک شام) کی طرف

لے جائیں گی۔ یا یہ کہ وہ آگ تو ایک ہی ہوگی جو ابتداء میں یمن کی جانب سے نکلے گی لیکن اس کا ظہور حجاز کی سرزمین سے ہوگا۔ اس موقع پر اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں بخاری کی جو روایت ہے اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے سب سے پہلی علامت وہ آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے گھیر ہانک کر مغرب کی طرف لے جائے گی جب کہ حقیقت میں وہ آگ سب سے آخری علامت ہوگی جیسا کہ یہاں حدیث میں مذکور ترتیب سے بھی واضح ہوتا ہے، پس اس تضاد کو اس تاویل کے ذریعہ دور کیا جائے گا کہ آگ کی سب سے آخری نشانی مذکورہ آگ ہوگی اور بخاری کی روایت میں آگ کو جو سب سے پہلی نشانی قرار دیا گیا ہے تو وہ اس اعتبار سے کہ آگ، قیامت کی ان نشانیوں میں سے سب سے پہلی نشانی ہوگی جن کے بعد دنیا کی چیزوں میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی بلکہ ان نشانیوں کے وقوع پذیر ہونے کے ساتھ ہی صور پھونکا جائیگا، ان کے برخلاف یہاں حدیث میں جن نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے ہر ایک نشانی کے بعد بھی دنیا کی چیزیں باقی رہیں گی۔ ایک ایسی ہوا کا ذکر کیا گیا ہے جو لوگوں کو سمندر میں پھینک دے گی۔

یہ روایت بظاہر اس روایت کے خلاف ہے جس میں آگ کا ذکر ہے پس ان دونوں روایتوں کے درمیان مطابقت و یکسانیت پیدا کرنے کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ اس دوسری روایت میں لفظ ناس (لوگوں) سے مراد کفار ہیں اور ان کو ہانکنے والی آگ ہوا کے سخت جھکڑ کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی تا کہ ان کفار کو سمندر میں دھکیلنے کا عمل زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ پورا ہو، نیز مذکورہ آگ جس کا پانی آگ کی صورت میں تبدیل ہو جائے گا، چنانچہ قرآن کریم ان الفاظ واذا البحار سجرت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ تبدیل ہو جائے گا چنانچہ قرآن کریم کے ان الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے برخلاف مومنین کے لئے جو آگ ہوگی وہ محض ان کو ڈرانے کے لئے ہوگی اور کوڑے کی طرح اس کا کام یہ ہوگا کہ انہیں ہانک کر زمین حشر اور موقف اعظم کی طرف لے جائے۔

بَاب طُلُوْعِ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا

یہ باب ہے کہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

4068- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَاِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ اٰمَنَ مَنْ عَلَيْهَا فَذٰلِكَ حِيْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک سورج مغرب سے نہیں نکل آئے گا' جب وہ نکل آئے گا اور لوگ اسے دیکھیں گے' تو زمین پر موجود ہر شخص ایمان لے آئے گا' لیکن یہ وہ وقت ہوگا' جب کسی شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا یعنی وہ شخص جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا''۔

4068، اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 4635' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 395' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث 4312

4069- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ الْآيَاتِ خُرُوجًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَأَيَّتُهُمَا مَا خَرَجَتْ قَبْلَ الْأُخْرَى فَالْأُخْرَى مِنْهَا قَرِيبٌ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَلَا أَظُنُّهَا إِلَّا طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا

◄► حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

سب سے پہلے جونشانیاں ظاہر ہوں گی ان میں سورج کا مغرب سے نکلنا ہے اور چاشت کے وقت دابۃ الارض کا لوگوں کے سامنے آنا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان دونوں میں سے جونشانی بھی پہلے ظاہر ہوگی' دوسری نشانی بھی اس کے قریب ہی ظاہر ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرا یہ خیال ہے کہ سورج مغرب سے پہلے نکلے گا۔

4070- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ قِبَلِ مَغْرِبِ الشَّمْسِ بَابًا مَفْتُوحًا عَرْضُهُ سَبْعُونَ سَنَةً فَلَا يَزَالُ ذَلِكَ الْبَابُ مَفْتُوحًا لِلتَّوْبَةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ نَحْوِهِ فَإِذَا طَلَعَتْ مِنْ نَحْوِهِ لَمْ يَنْفَعْ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا

◄► حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''سورج کے غروب ہونے کی سمت میں ایک کھلا ہوا دروازہ ہے' جس کی چوڑائی ستر برس کی مسافت کے برابر ہے یہ دروازہ توبہ کے لیے کھلا رہے گا' یہاں تک کہ سورج اس طرف سے طلوع ہو جائے' تو جب سورج اس طرف سے طلوع ہو گا' تو اس وقت کسی ایسے شخص کو ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا' جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) جس نے اپنے ایمان میں بھلائی نہیں پائی تھی۔

بَاب فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَخُرُوجِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَخُرُوجِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ

یہ باب ہے کہ دجال کا فتنہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا آنا اور یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا

دجال کی بعض علامات کا بیان

4071- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ

4069: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7309' ورقم الحدیث: 7310' ورقم الحدیث: 7311' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4310

4071: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7293

شَقِيقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالُ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعَرِ مَعَهُ جَنَّةٌ وَّنَارٌ فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَّجَنَّتُهُ نَارٌ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کے بال زیادہ ہوں گے۔ اس کے ساتھ اس کی خودساختہ جنت اور جہنم ہوں گی۔ اس کی جہنم جنت ہوگی اور اس کی جنت جہنم ہوگی''۔

دجال کے حلیہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے آج کی رات اپنے آپ کو (خواب میں یا کشف کی حالت میں) کعبہ کے پاس دیکھا، وہاں مجھ کو ایک ایسا گندم گوں شخص نظر آیا جو کسی ایسے آدمی کی طرح تھا جس کو تم گندمی رنگ کا سب سے بہتر اور خوبصورت دیکھتے ہو، اس کے (سر پر) بہت بال تھے جو کاندھوں تک لٹکے ہوئے تھے اور بالوں کے اعتبار سے بھی وہ کسی ایسے شخص کے مشابہ تھا جس کو تم اس قسم کے بال رکھنے والوں میں سے سب سے خوبصورت دیکھتے ہو، اس کے بالوں میں کنگھی کی گئی تھے اور بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے وہ شخص دو آدمیوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا! میں نے (اس شخص کو دیکھ کر طواف کرنے والوں سے) پوچھا کہ یہ کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں! اسی کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اچانک میری نظر سے ایک شخص گزرا جس کے بال گھونگریالے اور بہت کھڑے تھے، وہ داہنی آنکھ سے کانا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اس کی آنکھ انگور کا پھولا ہوا دانہ یا بے نور ہے، جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے ان میں سے وہ ابن قطن کے بہت مشابہ تھا، وہ شخص بھی دو آدمیوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، میں نے اس کے بارے میں بھی پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 50)

بالوں سے پانی ٹپک رہے تھے۔ "میں پانی سے مراد یا تو وہ پانی ہے جو نہانے کے بعد بالوں میں لگا رہتا ہے اور کنگھی کرنے کے بعد بالوں سے ٹپکنے لگتا ہے اور وہ پانی بھی مراد ہو سکتا ہے جس میں کنگھی کو بھگو کر بال سنوراتے ہیں، یا پانی کے قطرے ٹپکنے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انتہائی پاکیزگی ولطافت اور تروتازگی کو کنایۃً بیان کرنا ہے۔ "جیسے اس کی آنکھ انگور کا پھولا ہوا دانا ہے۔ "کے بارے میں قاضی عیاض نے یہ لکھا ہے کہ دجال کی داہنی آنکھ تو بالکل سلیٹ یعنی ہموار ہوگی (کہ اس جگہ آنکھ کا نام ونشان بھی نہیں ہوگا) اور بائیں آنکھ موجود تو ہوگی لیکن اس میں بھی پھولا ہوا ٹینٹ ہوگا۔ "ابن قطن "سے مراد عبدالعزی ابن قطن یہودی ہے جس کے بارے میں پیچھے بیان ہو چکا ہے! لفظ کا شبہ "میں کاف زائد ہے جو اظہار مبالغہ کے لئے استعمال ہوا ہے! دجال کو ابن قطن کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ شاید ابن قطن کا جسمانی حلیہ کچھ اس طرح کا رہا ہوگا جیسا کہ دجال کا ہوگا یا اس اعتبار سے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس کی آنکھ بھی ٹینٹ یعنی پھلی تھی۔

دجال جن دو آدمیوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے طواف کرتا نظر آیا تھا بظاہر ان سے مراد وہ دو شخص ہیں جو اس (دجال) کے

رفیق ومددگار ہوں گے جیسا کہ ان دو شخصوں سے مراد کہ جن کے کاندھے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ رکھے ہوئے طواف کرتے ہوئے نظر آئے تھے، وہ دو شخص ہیں جو حق کے راستہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معین ومددگار ہوں گے اور شاید وہ دونوں حضرات خضر علیہ السلام اور حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں! اس موقع پر اشکال واقع ہوتا ہے کہ دجال کافر ہے، اس کو طواف کی حالت میں دکھایا جانا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس کا جواب علماء کرام نے یہ دیا ہے کہ مذکورہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاشفات میں سے ہے، جس کا تعلق خواب سے ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خواب میں گویا یہ دیکھایا گیا کہ ایک وہ دن آئے گا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دین اور مرکز دین کے اردگرد رہیں گے تا کہ دین کو قائم کریں اور فتنہ وفساد سے اس کی حفاظت کریں اور دجال بھی دین اور مرکز دین پر منڈلاتا پھرے گا تا کہ گھات لگا کر دین کو نقصان پہنچائے اور فتنہ وفساد پھیلانے میں کامیاب ہو جائے۔

بعض حضرات نے ایک جواب یہ دیا ہے کہ مکہ مکرمہ پر اسلام کا غلبہ ہونے اور مشرکوں کو مسجد حرام کے قریب جانے کی مخالفت نافذ ہونے سے پہلے بہر حال کافر ومشرک بھی خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے، پس اگر دجال بھی طواف کرتا ہو تو اس میں اشکال کی بات کیا ہے ایک یہ بات بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مکاشفہ یا خواب سے، موجودات کی دنیا میں کسی کافر کا طواف کرنا ہرگز لازم نہیں آتا، جب کہ کفار اور مشرکین کے لئے خانہ کعبہ کے طواف کی ممانعت کا تعلق موجودات کی اس دنیا سے ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں نے تم لوگوں سے دجال کا حال اس اندیشہ سے (بار بار) بیان کیا ہے کہ کہیں تمہاری سمجھ میں نہ آئے، (تو اچھی طرح سمجھ لو کہ) دجال پستہ قد ہے، پھڈا ہے، اس کے بال مڑے ہوئے ہیں (ایک آنکھ سے) کانا ہے اور (دوسری) آنکھ سلپٹ یعنی بالکل مٹی ہوئی ہے، اس کی آنکھ نہ ابھری ہوئی ہے اور نہ اندر کو دھنسی ہوئی۔ اس کے بعد بھی اگر تم شبہ میں پڑ جاؤ (یعنی میں نے دجال کا جو حلیہ بیان کیا ہے وہ بھول جانے کے سبب اور اس کے مافوق الفطرت کے کارناموں کی وجہ سے اس کا دعویٰ الوہیت اگر تمہیں کسی درجہ میں شبہ میں مبتلا بھی کر دیں تو) اتنی بات یاد رکھنا کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 52)

کہ کہیں تمہاری سمجھ میں نہ آئے۔ " کا مطلب یہ ہے کہ میں جو بار بار اور مختلف انداز میں دجال کا حال تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دجال کی حیثیت وحقیقت تمہارے ذہن میں میں نے بتائی ہیں یا تمہارا دل ودماغ اس کی حقیقت سے ناآشنا رہے۔

اور طیبی نے کہا ہے کہ انی حدثتکم عن الدجال حتی خشیت الخ میں لفظ "حتی" دراصل "حدثتکم" کی غایت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے دجال کے سلسلہ میں اتنی زیادہ اور اس قدر متفرق طور پر احادیث بیان کی ہیں کہ مجھے یہ خدشہ ہو گیا ہے کہ کہیں تم التباس کا شکار نہ ہو جاؤ اور تمہارا ذہن اس طرح نہ الجھ جائے کہ دجال کی حیثیت وحقیقت اور اس کے احوال کی تفصیل تمہارے فہم وادراک کی گرفت سے باہر ہو جائے، پس تم پر لازم ہے کہ دجال کے احوال کو خوب اچھی طرح سمجھ لو اور اپنے آپ کو اس بارے میں شکوک وشبہات اور التباس سے بچاؤ۔ دجال پستہ قد ہے، یہ بات بظاہر اس روایت کے مخالف ہے جس میں دجال کو سب سے

بڑے ڈیل ڈول والا بتایا گیا ہے لیکن اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو ان دونوں باتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ پستہ قد ہونا بڑے ڈیل ڈول والا ہونے کے منافی نہیں ہے، چنانچہ ہو سکتا ہے کہ دجال ٹھگنے قد کا بھی ہو اور پٹیل بھاری جسم والا بھی اور یہ بات اس کے اتنا بڑا فتنہ پرواز ہونے کے اعتبار سے اس کی فطرت اور اس کی حقیقت کے مطابق بھی ہے! اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے خروج کے وقت اس کو متغیر کر دے یعنی اس وقت تو وہ بہت بڑے ڈیل ڈول والا ہے لیکن جب اس کے ظاہر ہونے کا وقت آئے گا او ٹھگنا ہو جائے گا۔ "پھڈا" "افج" کا ترجمہ ہے، یعنی ایسا شخص یا جانور جس کے چلنے کا یہ غیر معمولی انداز ہو کہ پاؤں کے سرے یعنی پنجے تو زمین پر قریب قریب پڑیں مگر دونوں ایڑیاں، پھیلی ہوئی پنڈلیوں کے ساتھ ایک دوسرے سے دور پڑیں اور نہایہ میں یہ لکھا ہے کہ "افج" کے معنی ہیں دونوں رانوں کے درمیان معمول سے زیادہ فاصلہ ہونا۔

اس کی آنکھ نہ ابھری ہوئی ہے اور نہ اندر کو دھنسی ہوئی۔ "یہ جملہ منفیہ موکدہ ہے جس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اس کی ایک آنکھ بالکل مٹی ہوئی ہوگی، پس یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ اس کی دوسری آنکھ انگور کے دانہ کی طرح پھولی ہوئی ہوگی اس کی وضاحت پیچھے کی جا چکی ہے۔ "اتنی بات یاد رکھنا کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔ "یعنی ایک مسلمان ومؤمن کی حیثیت سے تمہارے اوپر صفات ربوبیت میں سے جس چیز کا سب سے پہلے پہچاننا واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ (تمہارا رب) حدوث وعیوب اور خصوصا ظاہری نقائص سے بالکل پاک ہے پس اگر یہ بنیادی عقیدہ تمہارے دل ودماغ میں مستحضر رہے گا تو تم دجال کو کانا دیکھ کر فوراً سمجھ جاؤ گے کہ یہ عیب دار ذات ہرگز اللہ نہیں ہو سکتی خواہ وہ اپنی خدائی کے اظہار کے لئے تمہیں شک وشبہ میں ڈالنے والے کتنے ہی مافوق الفطرت کارنامے کیوں نہ دکھائے۔

4072 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالُوا حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي عَرُوبَةَ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ سُبَيْعٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ اَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ مِنْ اَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ يَتْبَعُهُ اَقْوَامٌ كَاَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بات بتائی ہے کہ دجال مشرق کی سرزمین سے نکلے گا' جس کا نام خراسان ہے کچھ لوگ اس کے پیچھے جائیں گے' جن کے چہرے ایسی ڈھالوں کی مانند ہوں گے' جن پر چمڑا لگایا گیا ہو۔

4073 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِي حَازِمٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَاَلَ اَحَدٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ

4072 اخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 2237

4073 اخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 7122' اخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 5589' ورقم الحديث: 5590' ورقم الحديث: 7304' ورقم الحديث: 7305' ورقم الحديث: 7306

اَكْثَرَ مِمَّا سَاَلْتُهُ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ اَشَدَّ سُؤَالًا مِنِّيْ فَقَالَ لِيْ مَا تَسْاَلُ عَنْهُ قُلْتُ اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ مَعَهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ قَالَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کے بارے میں جتنے سوالات میں نے کیے ہیں اور کسی نے نہیں کیے۔

ابن نمیر نامی راوی نے الفاظ کچھ مختلف نقل کیے ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم اس کے بارے میں کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی: لوگ یہ کہتے ہیں اس کے ساتھ کھانا اور مشروبات ہوں گے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سب کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

4074 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَّصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَكَانَ لَا يَصْعَدُ عَلَيْهِ قَبْلَ ذٰلِكَ اِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ فَمِنْ بَيْنِ قَائِمٍ وَّجَالِسٍ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ بِيَدِهٖ اَنِ اقْعُدُوْا فَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا قُمْتُ مَقَامِيْ هٰذَا لِاَمْرٍ يَّنْفَعُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَّلَا لِرَهْبَةٍ وَّلٰكِنَّ تَمِيْمًا الدَّارِيَّ اَتَانِيْ فَاَخْبَرَنِيْ خَبَرًا مَّنَعَنِي الْقَيْلُوْلَةَ مِنَ الْفَرَحِ وَقُرَّةِ الْعَيْنِ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَنْشُرَ عَلَيْكُمْ فَرَحَ نَبِيِّكُمْ اَلَا اِنَّ ابْنَ عَمٍّ لِتَمِيْمٍ الدَّارِيِّ اَخْبَرَنِيْ اَنَّ الرِّيْحَ اَلْجَاَتْهُمْ اِلٰى جَزِيْرَةٍ لَّا يَعْرِفُوْنَهَا فَقَعَدُوْا فِيْ قَوَارِبِ السَّفِيْنَةِ فَخَرَجُوْا فِيْهَا فَاِذَا هُمْ بِشَيْءٍ اَهْدَبَ اَسْوَدَ قَالُوْا لَهُ مَا اَنْتَ قَالَ اَنَا الْجَسَّاسَةُ قَالُوْا اَخْبِرِيْنَا قَالَتْ مَا اَنَا بِمُخْبِرَتِكُمْ شَيْئًا وَّلَا سَائِلَتِكُمْ وَلٰكِنْ هٰذَا الدَّيْرُ قَدْ رَمَقْتُمُوْهُ فَاْتُوْهُ فَاِنَّ فِيْهِ رَجُلًا بِالْاَشْوَاقِ اِلٰى اَنْ تُخْبِرُوْهُ وَيُخْبِرَكُمْ فَاَتَوْهُ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَاِذَا هُمْ بِشَيْخٍ مُّوْثَقٍ شَدِيْدِ الْوَثَاقِ يُظْهِرُ الْحُزْنَ شَدِيْدِ التَّشَكِّيْ فَقَالَ لَهُمْ مِنْ اَيْنَ قَالُوْا مِنَ الشَّامِ قَالَ مَا فَعَلَتِ الْعَرَبُ قَالُوْا نَحْنُ قَوْمٌ مِّنَ الْعَرَبِ عَمَّ تَسْاَلُ قَالَ مَا فَعَلَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ خَرَجَ فِيْكُمْ قَالُوْا خَيْرًا نَاوٰى قَوْمًا فَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَاَمْرُهُمُ الْيَوْمَ جَمِيْعٌ اِلٰهُهُمْ وَاحِدٌ وَّدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ قَالَ مَا فَعَلَتْ عَيْنُ زُغَرَ قَالُوْا خَيْرًا يَسْقُوْنَ مِنْهَا زُرُوْعَهُمْ وَيَسْتَقُوْنَ مِنْهَا لِسَقْيِهِمْ قَالَ فَمَا فَعَلَ نَخْلٌ بَيْنَ عَمَّانَ وَبَيْسَانَ قَالُوْا يُطْعِمُ ثَمَرَهُ كُلَّ عَامٍ قَالَ فَمَا فَعَلَتْ بُحَيْرَةُ الطَّبَرِيَّةِ قَالُوْا تَدَفَّقُ جَنَبَاتُهَا مِنْ كَثْرَةِ الْمَاءِ قَالَ فَزَفَرَ ثَلَاثَ زَفَرَاتٍ ثُمَّ قَالَ لَوِ انْفَلَتُّ مِنْ وَّثَاقِيْ هٰذَا لَمْ اَدَعْ اَرْضًا اِلَّا وَطِئْتُهَا بِرِجْلَيَّ هَاتَيْنِ اِلَّا طَيْبَةَ لَيْسَ لِيْ عَلَيْهَا سَبِيْلٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى هٰذَا يَنْتَهِيْ فَرَحِيْ هٰذِهٖ طَيْبَةُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا فِيْهَا طَرِيْقٌ ضَيِّقٌ وَّلَا وَاسِعٌ وَّلَا سَهْلٌ وَّلَا جَبَلٌ اِلَّا وَعَلَيْهِ مَلَكٌ شَاهِرٌ سَيْفَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اس

4074- اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7312' ورقم الحدیث: 7313' ورقم الحدیث: 7314' ورقم الحدیث: 7315' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 4326' ورقم الحدیث: 4327' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2253

پہلے آپ ﷺ صرف جمعہ کے دن ہی منبر پر چڑھا کرتے تھے لوگ اس بات سے بڑے پریشان ہو گئے کچھ لوگ کھڑے ہو گئے کچھ بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں ہاتھ کے ذریعے اشارہ کیا کہ تم بیٹھ جاؤ (آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:) اللہ کی قسم! میں کسی ایسے معاملے کو بیان کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوا ہوں' جو تمہیں فائدہ دے خواہ وہ ترغیب دے رہو یا خوفزدہ کرکے ہو (میرے کھڑے ہونے کی وجہ یہ ہے) تمیم داری میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے ایک ایسی بات بتائی جس نے نیند کے ذریعے خوشی حاصل کرنے اور آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کرنے سے مجھے روک دیا ہے' تو میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے نبی ﷺ کی خوشی کو تم پر پھیلا دوں۔ تمیم داری کے چچازاد بھائی نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ ایک مرتبہ سمندری طوفان کے نتیجے میں وہ ایک ایسے جزیرے کی طرف چلے گئے جس سے وہ واقف نہیں تھے وہ چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر اس میں سفر کرنے لگے' تو وہاں کوئی چیز موجود تھی جس کی بھنوؤں کے بال لمبے اور سیاہ تھے۔ ان لوگوں نے اس سے دریافت کیا: تم کیا چیز ہو؟ اس نے جواب دیا: میں جساسہ ہوں ان لوگوں نے دریافت کیا: تم ہمیں کچھ بتاؤ اس نے کہا: میں تمہیں کوئی چیز نہیں بتاؤں گی اور نہ ہی تم سے کچھ پوچھوں گی' لیکن یہ جو عمارت تم دیکھ رہے ہو' تم اس میں جاؤ اس میں ایک ایسا شخص موجود ہے' جو اس بات کا اشتیاق رکھتا ہے کہ تم اسے کچھ بتاؤ اور وہ تمہیں کچھ بتائے' تو وہ لوگ وہاں اندر داخل ہوئے' تو وہاں ان کے سامنے ایک بوڑھا آدمی موجود تھا جو زنجیروں کے ساتھ سختی سے جکڑا ہوا تھا وہ غم اور انتہائی سخت تکلیف کا اظہار کر رہا تھا۔ اس نے دریافت کیا: تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟ تو ان لوگوں نے بتایا: شام سے، اس نے دریافت کیا: عربوں کا کیا حال ہے؟ تو ان لوگوں نے بتایا: ہم عرب ہی ہیں' جن کے بارے میں تم دریافت کر رہے ہو؟ اس نے دریافت کیا: ان صاحب کا کیا حال ہے؟ جن کا تمہارے درمیان ظہور ہوا ہے' تو ان لوگوں نے بتایا: پہلے ان کی قوم نے ان کی کچھ مخالفت کی تھی' لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قوم پر غلبہ عطا کر دیا اب وہ لوگ متحد ہیں ان سب کا معبود ایک ہے۔ ان کا دین ایک ہے اس نے دریافت کیا: ''زغر'' کے چشمے کا کیا حال ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا: ٹھیک ہے لوگ اس کے ذریعے اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں اور اپنی پیاس بھی بجھاتے ہیں۔ اس نے دریافت کیا: عمان اور بیسان کے درمیان موجود کھجوروں کے باغات کا کیا حال ہے؟ تو ان لوگوں نے بتایا: وہ ہر سال پھل دیتے ہیں۔ اس نے دریافت کیا: بحیرۂ طبریہ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا: پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کے کنارے اچھلتے رہتے ہیں' تو اس شخص نے تین مرتبہ گہری سانس لی' پھر بولا: اگر مجھے ان زنجیروں سے نجات مل گئی' تو میں تمام روئے زمین کو اپنے پاؤں کے ذریعے روند دوں گا' صرف طیبہ کے ساتھ ایسا نہیں کر سکوں گا' کیونکہ وہاں جانے کا مجھے اختیار نہیں ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس بات پر میری خوشی انتہا کو پہنچ گئی یہ (مدینہ منورہ) طیبہ ہے' اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' طیبہ کے ہر تنگ اور وسیع راستے پر' نرم زمین اور ہر پہاڑ پر' ایک فرشتہ تلوار سونتے ہوئے قیامت کے دن تک کھڑا رہے گا۔

4075- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ

4075: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7299' ورقم الحدیث: 7300' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4321' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2240

الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِيَّ يَقُولُ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ الْغَدَاةَ فَخَفَّضَ فِيهِ وَرَفَّعَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَلَمَّا رُحْنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفَ ذٰلِكَ فِينَا فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ الْغَدَاةَ فَخَفَّضْتَ فِيهِ ثُمَّ رَفَّعْتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ قَالَ غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ قَائِمَةٌ كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ رَآهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ خَلَّةٍ بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللّٰهِ اثْبُتُوا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا لُبْثُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَسَنَةٍ تَكْفِينَا فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ قَالَ فَاقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ قَالَ قُلْنَا فَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ قَالَ فَيَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ أَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرَ وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ أَنْ تُنْبِتَ فَتُنْبِتَ وَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَأَسْبَغَهُ ضُرُوعًا وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِينَ مَا بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ ثُمَّ يَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا أَخْرِجِي كُنُوزَكِ فَيَنْطَلِقُ فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ ضَرْبَةً فَيَقْطَعُهُ جِزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ يَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وَإِذَا رَفَعَهُ يَنْحَدِرُ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ وَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرَفُهُ فَيَنْطَلِقُ حَتّٰى يُدْرِكَهُ عِنْدَ بَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يَأْتِي نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى قَوْمًا قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ فَيَمْسَحُ وُجُوهَهُمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ يَا عِيسٰى إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ وَأَحْرِزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ (مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ) فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا ثُمَّ يَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ لَقَدْ كَانَ فِي هٰذَا مَاءٌ مَرَّةً وَيَحْضُرُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَأَصْحَابُهُ حَتّٰى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللّٰهِ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُونَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَيَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ فَلَا يَجِدُونَ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا قَدْ مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ وَدِمَاؤُهُمْ فَيَرْغَبُونَ إِلَى اللّٰهِ فَيُرْسِلُ عَلَيْهِمْ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَطَرًا لَا يُكِنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُهُ حَتّٰى يَتْرُكَهُ كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ فَتُشْبِعُهُمْ وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارِكُ اللّٰهُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى إِنَّ

لَلَقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ تَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ تَكْفِي الْقَبِيلَةَ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ تَكْفِي الْفَخِذَ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ رِيحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُسْلِمٍ وَيَبْقَى سَائِرُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ كَمَا تَتَهَارَجُ الْحُمُرُ فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر اہتمام کے ساتھ بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں آواز کو پست اور بلند کرتے رہے' یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ شاید وہ کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے۔ جب شام کے وقت ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بے حد پریشانی کو محسوس کرلیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہیں کیا ہوا؟ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا آج صبح ذکر کیا تھا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ اس انداز سے کیا کہ ہم یہ گمان کررہے تھے کہ شاید وہ کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دجال کے علاوہ اور بھی ایسی چیزیں ہیں' جن کے بارے میں مجھے تمہاری طرف سے اندیشہ ہے' اگر اس کا خروج ہو گیا اور میں اس وقت تمہارے درمیان موجود ہوا تو تمہاری طرف سے میں اس کے ساتھ مقابلہ کروں گا اور اگر اس کا ظہور اس وقت ہوا جب میں تمہارے درمیان موجود نہ ہوا تو ہر شخص اپنی طرف سے خود مقابلہ کرے گا اور ہر مسلمان کے لیے میری جگہ اللہ تعالیٰ نگران ہوگا' وہ دجال نوجوان ہوگا' جس کے بال انتہائی گھنگھریالے ہوں گے۔ اس کی آنکھ ابھری ہوئی ہوگی۔ میں اسے عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ تشبیہ دے سکتا ہوں۔ تم میں سے جو شخص اسے دیکھے' تو اس کے سامنے سورۃ کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرے وہ شام اور عراق کے درمیان ایک راستے سے نمودار ہوگا' تو دائیں طرف اور بائیں طرف کے علاقوں میں تباہی پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو! (اس وقت) تم لوگ ثابت قدم رہنا ہم نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ زمین پر کتنا عرصہ رہے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس دن تک' جس میں سے ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، ایک دن ایک مہینے کے برابر ہوگا، ایک دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا اور باقی ایام تمہارے عام دنوں کی مانند ہوں گے۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ ایک دن جو ایک سال کے برابر ہوگا اس میں ہمارے لیے ایک ہی دن کی نمازیں کافی ہوں گی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کی مقدار کا حساب لگالینا۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے عرض کی: وہ زمین میں کتنی تیزی سے سفر کرے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اس بادل کی مانند سفر کرے گا' جسے ہوائیں اڑا کرلے جاتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کسی قوم کے پاس آئے گا۔ ان لوگوں کو دعوت دے گا' وہ لوگ اس کی دعوت کو قبول کرکے اس پر ایمان لے آئیں گے' تو وہ آسمان کو حکم دے گا' ان پر بارش نازل کرے تو بارش نازل ہونا شروع ہوگی' پھر وہ زمین کو حکم دے گا' وہ نباتات کو اگائے' تو وہ نباتات اگائے گی' جب ان لوگوں کے چرنے والے جانور شام کے وقت ان کے پاس آئیں گے' تو ان کی کوہانیں اونچی ہوں گی ان کا دودھ زیادہ ہوگا۔ ان کے پیٹ بھرے ہوئے ہوں گے' پھر وہ دجال ایک اور قوم کے پاس آئے گا' تو انہیں دعوت دے گا' تو وہ لوگ اس کی بات کو مسترد کردیں گے جب وہ ان کے پاس سے واپس جائے گا' تو وہ لوگ قحط سالی کا شکار ہوجائیں گے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا' پھر دجال ایک کھنڈر کے پاس سے گزرے گا' تو اس سے یہ کہے گا: تم اپنے خزانوں کو ظاہر کردو پھر وہ دجال چلے گا' تو وہ خزانے اس کے ساتھ یوں چلیں گے' جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی ملکہ کے ساتھ چلتی ہیں'

پھر وہ ایک بھرپور نوجوان کو بلائے گا' اس پر تلوار کا وار کر کے اس کو دو ٹکڑوں میں کاٹ دے گا اور ان دونوں حصوں کو ایک دوسرے سے اتنا دور پھینک دے گا جتنا دور کوئی تیر جا کر گرتا ہے' پھر وہ نوجوان کو اپنی طرف بلائے گا' تو وہ نوجوان اٹھ کر آ جائے گا اور اس کا چہرہ چمک رہا ہو گا اور وہ ہنس رہا ہو گا۔ لوگ ابھی اسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو مبعوث کر دے گا' وہ دمشق کے مشرقی سفید منارے پر نزول فرمائیں گے۔ انہوں نے زعفرانی رنگ کی دو چادریں اوڑھی ہوئی ہوں گی اور دونوں ہتھیلیاں دو فرشتوں کے پروں پر رکھی ہوئی ہوں گی' جب وہ اپنے سر کو جھکائیں گے' تو اس میں سے پانی کے قطرے گریں گے اور جب وہ اسے اوپر اٹھائیں گے' تو موتیوں جیسے پانی کے قطرے ٹپکیں گے اس وقت جو بھی کافر ان کی سانس کی مہک کو پائے گا' وہ مر جائے گا اور ان کی سانس کا اثر وہاں تک ہو گا' جہاں تک نظر جا رہی ہو گی' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام چل پڑیں گے' یہاں تک کہ ''باب لد'' کے پاس دجال تک پہنچ جائیں گے اور اسے قتل کر دیں گے' پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قوم کے پاس آئیں گے' جنہیں اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا تھا' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور انہیں جنت میں ان کے درجات کے بارے میں بتائیں گے۔

ابھی وہ لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا' میں نے اپنی ایسی مخلوق کو نکالا ہے' جن کے ساتھ جنگ کرنے کی صلاحیت کسی میں نہیں ہے' تو تم میرے بندوں کو محفوظ کرنے کے لیے ''طور'' کی طرف لے جاؤ' تو اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو مبعوث کرے گا۔ ان کی یہ حالت ہو گی' جو اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے۔

''کہ وہ ہر بلندی سے تیزی سے نیچے کی طرف آئیں گے۔''

ان کا آگے والا گروہ ''بحیرہ طبریہ'' سے گزرے گا' تو وہ اس میں موجود سارا پانی پی جائیں گے جب ان کا آخری گروہ وہاں سے گزرے گا' تو وہ کہیں گے کیا یہاں کبھی پانی ہوا کرتا تھا؟ اس وقت اللہ کے نبی اور ان کے اصحاب موجود ہوں گے' یہاں تک کہ بیل کا ایک سر ان میں سے کسی ایک شخص کے لیے' اس سے زیادہ بہتر ہو گا' جتنا آج تم میں سے کسی ایک کے لیے ایک سو دینار ہوتے ہیں۔

پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کریں گے' تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی گردن میں ایک پھوڑا پیدا کرے گا' تو وہ سب اس طرح مر جائیں گے' جس طرح کوئی ایک شخص (ایک ہی وقت میں مرتا ہے)

پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی (کوہ طور) سے نیچے اتریں گے' تو انہیں ایک بالشت کے برابر بھی جگہ خالی نہیں ملے گی (پوری روئے زمین) ان کی لاشوں، ان کی بدبو اور ان کے خون سے بھری ہو گی۔

تو مسلمان پھر اللہ کی بارگاہ میں التجا کریں گے' تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسے پرندے بھیجے گا' جو بختی اونٹ کی گردنوں کی طرح ہوں گے وہ انہیں اٹھائیں گے اور جہاں اللہ کو منظور ہو گا' وہاں جا کر پھینک دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر بارش نازل کرے گا۔ جو ہر مٹی سے بنے ہوئے گھر اور خیمے پر ہو گی' تو بارش تمام روئے زمین کو دھو دے گی۔

یہاں تک کہ زمین کی یہ حالت ہو گی جس طرح آئینہ ہوتا ہے اس وقت زمین کو یہ حکم دیا جائے گا' تم اپنے پھل اگاؤ اور

اپنی برکتیں واپس لے آؤ۔ اس وقت میں ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی تو وہ ایک انار کھا کے ہی سیر ہو جائیں گے۔

وہ انار کے چھلکے کے ذریعے سایہ حاصل کریں گے اللہ تعالیٰ ان کے دودھ میں برکت ڈال دے گا یہاں تک کہ ایک اونٹنی کا دودھ کئی گروہوں کے لیے کافی ہوگا اور ایک گائے کا دودھ پورے قبیلے کے لیے کافی ہوگا۔

اور ایک بکری کا دودھ ایک خاندان کے لیے کافی ہوگا۔ وہ لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایسی پاکیزہ ہوا کو بھیجے گا' جو ان کی بغلوں کے نیچے سے انہیں اپنی گرفت میں لے گی اور ہر مسلمان کی روح کو قبض کر لے گی' تو صرف وہی لوگ باقی رہ جائیں گے' جو گدھوں کی طرح سرعام صحبت کیا کریں گے' ان لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔

4076- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ سَمِعَ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيُوقِدُ الْمُسْلِمُونَ مِنْ قِسِيِّ يَاْجُوجَ وَمَاْجُوجَ وَنُشَّابِهِمْ وَاَتْرِسَتِهِمْ سَبْعَ سِنِينَ

حضرت نواس بن سمعان روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''عنقریب مسلمان یاجوج ماجوج کی کمانوں، تیروں اور ڈھالوں کی لکڑی کو سات سال تک جلاتے رہیں گے (یعنی ان کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی)''

4077- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ رَافِعٍ اَبِي رَافِعٍ عَنْ اَبِي زُرْعَةَ السَّيْبَانِيِّ يَحْيَى بْنِ اَبِي عَمْرٍو عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اَكْثَرُ خُطْبَتِهِ حَدِيثًا حَدَّثَنَاهُ عَنِ الدَّجَّالِ وَحَذَّرَنَاهُ فَكَانَ مِنْ قَوْلِهِ اَنْ قَالَ اِنَّهُ لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ مُنْذُ ذَرَاَ اللّٰهُ ذُرِّيَّةَ اٰدَمَ اَعْظَمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا اِلَّا حَذَّرَ اُمَّتَهُ الدَّجَّالَ وَاَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ وَهُوَ خَارِجٌ فِيكُمْ لَا مَحَالَةَ وَاِنْ يَخْرُجْ وَاَنَا بَيْنَ ظَهْرَانَيْكُمْ فَاَنَا حَجِيجٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ وَاِنْ يَخْرُجْ مِنْ بَعْدِي فَكُلُّ امْرِئٍ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَاِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ خَلَّةٍ بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَيَعِيثُ يَمِينًا وَيَعِيثُ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوا فَاِنِّي سَاَصِفُهُ لَكُمْ صِفَةً لَمْ يَصِفْهَا اِيَّاهُ نَبِيٌّ قَبْلِي اِنَّهُ يَبْدَاُ فَيَقُولُ اَنَا نَبِيٌّ وَلَا نَبِيَّ بَعْدِي ثُمَّ يُثَنِّي فَيَقُولُ اَنَا رَبُّكُمْ وَلَا تَرَوْنَ رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوتُوا وَاِنَّهُ اَعْوَرُ وَاِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٍ اَوْ غَيْرِ كَاتِبٍ وَاِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ اَنَّ مَعَهُ جَنَّةً وَنَارًا فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ فَمَنِ ابْتُلِيَ بِنَارِهِ فَلْيَسْتَغِثْ بِاللّٰهِ وَلْيَقْرَاْ فَوَاتِحَ الْكَهْفِ فَتَكُونَ عَلَيْهِ بَرْدًا وَسَلَامًا كَمَا كَانَتِ النَّارُ عَلٰى اِبْرَاهِيمَ وَاِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ اَنْ يَقُولَ لِاَعْرَابِيٍّ اَرَاَيْتَ اِنْ بَعَثْتُ لَكَ اَبَاكَ وَاُمَّكَ اَتَشْهَدُ اَنِّي رَبُّكَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَتَمَثَّلُ لَهُ شَيْطَانَانِ فِي صُورَةِ اَبِيهِ وَاُمِّهِ فَيَقُولَانِ يَا بُنَيَّ اتَّبِعْهُ فَاِنَّهُ رَبُّكَ وَاِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ اَنْ

4077 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4322

يُسَلَّطَ عَلٰى نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَيَقْتُلُهَا وَيَنْشُرُهَا بِالْمِنْشَارِ حَتّٰى يُلْقٰى شِقَّتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلَ انْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِیْ هٰذَا فَاِنِّیْ اَبْعَثُهُ الْاٰنَ ثُمَّ يَزْعُمُ اَنَّ لَهٗ رَبًّا غَيْرِیْ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ وَيَقُوْلُ لَهُ الْخَبِيْثُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّیَ اللّٰهُ وَاَنْتَ عَدُوُّ اللّٰهِ اَنْتَ الدَّجَّالُ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ بَعْدُ اَشَدَّ بَصِيْرَةً بِكَ مِنِّی الْيَوْمَ قَالَ اَبُو الْحَسَنِ الطَّنَافِسِیُّ فَحَدَّثَنَا الْمُحَارِبِیُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ الْوَصَّافِیُّ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ اَرْفَعُ اُمَّتِیْ دَرَجَةً فِی الْجَنَّةِ قَالَ قَالَ اَبُوْسَعِيْدٍ وَّاللّٰهِ مَا كُنَّا نُرٰی ذٰلِكَ الرَّجُلَ اِلَّا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَتّٰی مَضٰی لِسَبِيْلِهٖ قَالَ الْمُحَارِبِیُّ ثُمَّ رَجَعْنَا اِلٰی حَدِيْثِ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ وَاِنَّ مِنْ فِتْنَتِهٖ اَنْ يَّاْمُرَ السَّمَآءَ اَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرَ وَيَاْمُرَ الْاَرْضَ اَنْ تُنْبِتَ فَتُنْبِتَ وَاِنَّ مِنْ فِتْنَتِهٖ اَنْ يَّمُرَّ بِالْحَيِّ فَيُكَذِّبُوْنَهٗ فَلَا تَبْقٰی لَهُمْ سَائِمَةٌ اِلَّا هَلَكَتْ وَاِنَّ مِنْ فِتْنَتِهٖ اَنْ يَّمُرَّ بِالْحَيِّ فَيُصَدِّقُوْنَهٗ فَيَاْمُرَ السَّمَآءَ اَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرَ وَيَاْمُرَ الْاَرْضَ اَنْ تُنْبِتَ فَتُنْبِتَ حَتّٰی تَرُوْحَ مَوَاشِيْهِمْ مِنْ يَّوْمِهِمْ ذٰلِكَ اَسْمَنَ مَا كَانَتْ وَاَعْظَمَهٗ وَاَمَدَّهٗ خَوَاصِرَ وَاَدَرَّهٗ ضُرُوْعًا وَّاِنَّهٗ لَا يَبْقٰی شَیْءٌ مِّنَ الْاَرْضِ اِلَّا وَطِئَهٗ وَظَهَرَ عَلَيْهِ اِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ لَا يَاْتِيْهِمَا مِنْ نَّقْبٍ مِّنْ نِقَابِهِمَا اِلَّا لَقِيَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ بِالسُّيُوْفِ صَلْتَةً حَتّٰی يَنْزِلَ عِنْدَ الظُّرَيْبِ الْاَحْمَرِ عِنْدَ مُنْقَطَعِ السَّبَخَةِ فَتَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِاَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَلَا يَبْقٰی مُنَافِقٌ وَّلَا مُنَافِقَةٌ اِلَّا خَرَجَ اِلَيْهِ فَتَنْفِی الْخَبَثَ مِنْهَا كَمَا يَنْفِی الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَيُدْعٰی ذٰلِكَ الْيَوْمُ يَوْمَ الْخَلَاصِ فَقَالَتْ اُمُّ شَرِيْكٍ بِنْتُ اَبِی الْعَكَرِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ يَوْمَئِذٍ قَلِيْلٌ وَّجُلُّهُمْ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ وَاِمَامُهُمْ رَجُلٌ صَالِحٌ فَبَيْنَمَا اِمَامُهُمْ قَدْ تَقَدَّمَ يُصَلِّیْ بِهِمُ الصُّبْحَ اِذْ نَزَلَ عَلَيْهِمْ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ الصُّبْحَ فَرَجَعَ ذٰلِكَ الْاِمَامُ يَنْكُصُ يَمْشِی الْقَهْقَرٰی لِيَتَقَدَّمَ عِيْسٰی يُصَلِّیْ بِالنَّاسِ فَيَضَعُ عِيْسٰی يَدَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ تَقَدَّمْ فَصَلِّ فَاِنَّهَا لَكَ اُقِيْمَتْ فَيُصَلِّیْ بِهِمْ اِمَامُهُمْ فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ عِيْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ افْتَحُوا الْبَابَ فَيُفْتَحُ وَوَرَآءَهُ الدَّجَّالُ مَعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ يَهُوْدِیٍّ كُلُّهُمْ ذُوْ سَيْفٍ مُّحَلًّی وَسَاجٍ فَاِذَا نَظَرَ اِلَيْهِ الدَّجَّالُ ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَآءِ وَيَنْطَلِقُ هَارِبًا وَّيَقُوْلُ عِيْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ لِیْ فِيْكَ ضَرْبَةً لَّنْ تَسْبِقَنِیْ بِهَا فَيُدْرِكُهٗ عِنْدَ بَابِ اللُّدِّ الشَّرْقِیِّ فَيَقْتُلُهٗ فَيَهْزِمُ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ فَلَا يَبْقٰی شَیْءٌ مِّمَّا خَلَقَ اللّٰهُ يَتَوَارٰی بِهٖ يَهُوْدِیٌّ اِلَّا اَنْطَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الشَّیْءَ لَا حَجَرَ وَّلَا شَجَرَ وَّلَا حَائِطَ وَّلَا دَابَّةَ اِلَّا الْغَرْقَدَةَ فَاِنَّهَا مِنْ شَجَرِهِمْ لَا تَنْطِقُ اِلَّا قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ الْمُسْلِمَ هٰذَا يَهُوْدِیٌّ فَتَعَالَ اقْتُلْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ اَيَّامَهٗ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً السَّنَةُ كَنِصْفِ السَّنَةِ وَالسَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَاٰخِرُ اَيَّامِهٖ كَالشَّرَرَةِ يُصْبِحُ اَحَدُكُمْ عَلٰی بَابِ الْمَدِيْنَةِ فَلَا يَبْلُغُ بَابَهَا الْاٰخَرَ حَتّٰی يُمْسِیَ فَقِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّیْ فِیْ تِلْكَ الْاَيَّامِ الْقِصَارِ قَالَ تَقْدُرُوْنَ فِيْهَا الصَّلٰوةَ كَمَا تَقْدُرُوْنَهَا فِیْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الطِّوَالِ ثُمَّ صَلُّوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَكُوْنُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ اُمَّتِیْ حَكَمًا عَدْلًا وَّاِمَامًا مُّقْسِطًا يَدُقُّ الصَّلِيْبَ وَيَذْبَحُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَتْرُكُ الصَّدَقَةَ فَلَا يُسْعٰی عَلٰی شَاةٍ وَّلَا بَعِيْرٍ وَّتُرْفَعُ الشَّحْنَآءُ وَالتَّبَاغُضُ وَتُنْزَعُ حُمَةُ كُلِّ ذَاتِ حُمَةٍ حَتّٰی

يُدْخِلَ الْوَلِيدُ يَدَهُ فِي فِي الْحَيَّةِ فَلَا تَضُرَّهُ وَتُفِرَّ الْوَلِيدَةُ الْأَسَدَ فَلَا يَضُرُّهَا وَيَكُونَ الذِّئْبُ فِي الْغَنَمِ كَأَنَّهُ كَلْبُهَا وَتُمْلَأُ الْأَرْضُ مِنَ السِّلْمِ كَمَا يُمْلَأُ الْإِنَاءُ مِنَ الْمَاءِ وَتَكُونُ الْكَلِمَةُ وَاحِدَةً فَلَا يُعْبَدُ إِلَّا اللَّهُ وَتَضَعُ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا وَتُسْلَبُ قُرَيْشٌ مُلْكَهَا وَتَكُونُ الْأَرْضُ كَفَاثُورِ الْفِضَّةِ تُنْبِتُ نَبَاتَهَا بِعَهْدِ آدَمَ حَتَّى يَجْتَمِعَ النَّفَرُ عَلَى الْقِطْفِ مِنَ الْعِنَبِ فَيُشْبِعَهُمْ وَيَجْتَمِعَ النَّفَرُ عَلَى الرُّمَّانَةِ فَتُشْبِعَهُمْ وَيَكُونَ الثَّوْرُ بِكَذَا وَكَذَا مِنَ الْمَالِ وَتَكُونَ الْفَرَسُ بِالدُّرَيْهِمَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا يُرْخِصُ الْفَرَسَ قَالَ لَا تُرْكَبُ لِحَرْبٍ أَبَدًا قِيلَ لَهُ فَمَا يُغْلِي الثَّوْرَ قَالَ تُحْرَثُ الْأَرْضُ كُلُّهَا وَإِنَّ قَبْلَ خُرُوجِ الدَّجَّالِ ثَلَاثَ سَنَوَاتٍ شِدَادٍ يُصِيبُ النَّاسَ فِيهَا جُوعٌ شَدِيدٌ يَأْمُرُ اللَّهُ السَّمَاءَ فِي السَّنَةِ الْأُولَى أَنْ تَحْبِسَ ثُلُثَ مَطَرِهَا وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ فَتَحْبِسُ ثُلُثَ نَبَاتِهَا ثُمَّ يَأْمُرُ السَّمَاءَ فِي الثَّانِيَةِ فَتَحْبِسُ ثُلُثَيْ مَطَرِهَا وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ فَتَحْبِسُ ثُلُثَيْ نَبَاتِهَا ثُمَّ يَأْمُرُ اللَّهُ السَّمَاءَ فِي السَّنَةِ الثَّالِثَةِ فَتَحْبِسُ مَطَرَهَا كُلَّهُ فَلَا تُقْطِرُ قَطْرَةً وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ فَتَحْبِسُ نَبَاتَهَا كُلَّهُ فَلَا تُنْبِتُ خَضْرَاءَ فَلَا تَبْقَى ذَاتُ ظِلْفٍ إِلَّا هَلَكَتْ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ قِيلَ فَمَا يُعِيشُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ قَالَ التَّهْلِيلُ وَالتَّكْبِيرُ وَالتَّسْبِيحُ وَالتَّحْمِيدُ وَيُجْرَى ذَلِكَ عَلَيْهِمْ مُجْرَى الطَّعَامِ قَالَ أَبُو عَبْد اللَّهِ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ الطَّنَافِسِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ الْمُحَارِبِيَّ يَقُولُ يَنْبَغِي أَنْ يُدْفَعَ هَذَا الْحَدِيثُ إِلَى الْمُؤَدِّبِ حَتَّى يُعَلِّمَهُ الصِّبْيَانَ فِي الْكُتَّابِ

●● حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے کا زیادہ تر حصہ دجال کے بارے میں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خبردار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یہ ارشاد فرمایا۔

"جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو پیدا کیا ہے اس کے بعد کوئی بھی فتنہ دجال کے فتنے سے بڑا نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ نے جس بھی نبی علیہ السلام کو مبعوث کیا، اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے، میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور تم لوگ آخری امت ہو تو وہ تمہارے درمیان ضرور ظاہر ہوگا، اگر وہ تمہارے درمیان اس وقت ظاہر ہوا جب میں بھی تمہارے درمیان موجود ہوا تو میں ہر مسلمان کا دفاع کروں گا، اور اگر وہ میرے بعد نکلا تو پھر ہر شخص کو اپنا دفاع خود کرنا ہوگا، اور میری طرف سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان نگہبان ہوگا، وہ شام اور عراق کے درمیان "خلہ" کے مقام سے ظاہر ہوگا، وہ دائیں طرف کے علاقے میں اور بائیں طرف کے علاقے میں فساد پھیلائے گا تو اے اللہ کے بندو! تم ثابت قدم رہنا، میں تمہارے سامنے اس کی ایک ایسی صفت بیان کرنے لگا ہوں کہ وہ صفت مجھ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کی، وہ یہ کہ وہ اپنے دعوے کے آغاز میں کہے گا: میں نبی ہوں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) حالانکہ میرے بعد کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے، اس کے بعد وہ دجال یہ دعویٰ کرے گا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں حالانکہ تم لوگ مرنے سے پہلے اپنے پروردگار کا دیدار نہیں کرسکتے، وہ دجال کانا ہوگا حالانکہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا، جسے ہر مومن پڑھ لے گا خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا پڑھا لکھا نہ ہو، اس کی آزمائش میں یہ بات بھی شامل ہوگی کہ اس کے ساتھ (نام نہاد) جنت اور جہنم ہوگی، اس کی جہنم درحقیقت جنت ہوگی اور اس کی جنت

درحقیقت جہنم ہوگی، تو جس شخص کو اس کی جہنم کی آزمائش میں مبتلا کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات تلاوت کرلے تو وہ آگ اس کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجائے گی، جس طرح آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ایسی ہوگئی تھی، اس کی آزمائش میں یہ بات بھی شامل ہوگی کہ وہ کسی دیہاتی کو یہ کہے گا، اگر میں تمہارے لیے تمہارے ماں، باپ کو زندہ کردوں تو کیا تم یہ اعتراف کرلوگے کہ میں تمہارا پروردگار ہوں، وہ دیہاتی جواب دے گا "جی ہاں" تو دو شیطان اس کے ماں، باپ کی شکل اختیار کرکے اس دیہاتی کے سامنے آجائیں گے اور وہ دونوں اس سے یہ کہیں گے، اے میرے بیٹے! تم اس کی بات مان لو کیونکہ یہ تمہارا پروردگار ہے"۔

"(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اس کی آزمائش میں یہ بات بھی ہوگی کہ اسے ایک شخص پر قابو دیا جائے گا جسے وہ قتل کردے گا اور اسے آری کے ذریعے چیر دے گا یہاں تک کہ اسے دو ٹکڑوں میں کردے گا پھر وہ دجال یہ کہے گا، میرے اس بندے کو دیکھو، میں ابھی اسے دوبارہ زندہ کرتا ہوں لیکن یہ پھر بھی یہی کہے گا کہ اس کا پروردگار میرے علاوہ کوئی اور ہے (یعنی وہ اللہ تعالیٰ کو پروردگار مانے گا) اللہ تعالیٰ اس شخص کو زندہ کرے گا تو وہ خبیث (دجال) اس سے دریافت کرے گا تمہارا پروردگار کون ہے، وہ شخص جواب دے گا میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور تو اللہ کا دشمن ہے، تو دجال ہے، اللہ کی قسم! آج مجھے تمہارے بارے میں جتنی بصیرت حاصل ہے اتنی بصیرت کبھی بھی حاصل نہیں تھی"۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

"جنت میں وہ شخص میری امت کے بلندترین درجے پر فائز ہوگا"۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ وہ شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوں گے لیکن جب ان کا وصال ہوگیا (تو پھر ہم نے اپنی رائے تبدیل کی)

محاربی کہتے ہیں: اب ہم واپس حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ حدیث کی طرف جاتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اس کی آزمائش میں یہ بات بھی شامل ہوگی کہ وہ آسمان کو حکم دے گا کہ وہ بارش نازل کرے تو وہ بارش نازل کرنا شروع کردے گا اور زمین کو حکم دے گا کہ وہ پھل اور سبزیاں اگائے تو وہ پھل اور سبزیاں اگانے لگے گی، اس کی آزمائش میں یہ بات بھی شامل ہوگی کہ وہ کسی قبیلے کے پاس سے گزرے گا وہ لوگ اسے جھٹلائیں گے تو ان کا ہر جانور مرجائے گا، اس کی آزمائش میں یہ بات بھی شامل ہوگی کہ وہ کسی قبیلے کے پاس سے گزرے گا اور وہ لوگ اس کی تصدیق کریں گے تو وہ آسمان کو حکم دے گا کہ وہ بارش نازل کرے تو آسمان بارش نازل کرے گا، وہ زمین کو حکم دے گا کہ وہ پھل پھول اور سبزیاں اگائے تو وہ سبزیاں اگائے گی، یہاں تک کہ ان لوگوں کے مویشی پہلے سے زیادہ موٹے، تازے اور صحت مند ہوجائیں گے، ان کے تھنوں میں زیادہ دودھ آجائے گا، دجال زمین پر موجود ہر علاقے سے گزرے گا اور وہاں غالب آجائے گا، صرف مکہ اور مدینہ میں ایسا نہیں ہوسکے گا، وہ ان کے جس بھی راستے پر آئے

گا وہاں فرشتے تلواریں سونت کر اس کے سامنے آجائیں گے، یہاں تک کہ وہ سرخ ٹیلے کے پاس پڑاؤ کرے گا' جو اس جگہ کے پاس ہے جہاں ''سبخہ'' ختم ہوتی ہے''۔

''تو مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا یہاں رہنے والا ہر منافق مرد اور منافق عورت نکل کر دجال کی طرف چلے جائیں گے تو مدینہ منورہ اپنے اندر موجود خبیث لوگوں کو اس طرح باہر نکال دے گا' جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے، اس دن کو ''خلاصی'' کا دن قرار دیا جائے گا''۔

سیدہ اُم شریک رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس وقت عرب کہاں ہوں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ اس وقت بہت تھوڑے سے ہوں گے، ان کی زیادہ تر تعداد بیت المقدس میں ہوگی، ان کا امام ایک نیک شخص ہو گا، ایک دن ان کا امام آگے بڑھ کر انہیں صبح کی نماز پڑھانے لگے گا اس دوران حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ان کے پاس نزول کریں گے تو امام الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگے گا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائیں' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے دست مبارک اس امام کے دونوں کندھوں پر رکھیں گے اور اسے فرمائیں گے، تم آگے ہو کر نماز پڑھاؤ کیونکہ تمہارے لیے اقامت کہی گئی ہے، تو مسلمانوں کا امام ان لوگوں کو نماز پڑھائے گا، جب وہ نماز مکمل کر لے گا' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے، دروازہ کھولو، وہ لوگ دروازہ کھولیں گے اس کے پرے دجال ہوگا، اس کے ساتھ 70 ہزار یہودی ہوں گے' جن میں سے ہر ایک کے پاس آراستہ تلوار اور ساج ہوگا''۔

''جب دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا' تو یوں پگھل جائے گا جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے، وہ خوفزدہ ہو کر بھاگے گا' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے ''میری ایک ضرب تمہیں ضرور لگنی ہے تم اس سے نہیں بچ سکتے'' تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ''لد'' کے مشرقی دروازے کے پاس اسے پکڑ لیں گے اور اسے قتل کر دیں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ یہودیوں کو شکست دے گا، تو اللہ تعالیٰ نے جو بھی چیز پیدا کی ہے اس میں سے جس بھی چیز کے پیچھے کوئی یہودی چھپے گا' تو اللہ تعالیٰ اس چیز کو گویائی عطا کرے گا، ہر پتھر، ہر درخت، ہر دیوار، ہر جانور بولے گا، صرف غرقد ایسا نہیں کرے گا، کیونکہ یہ ان کا مخصوص درخت ہے''۔

وہ کلام نہیں کرے گا (دیگر درخت اور پتھر) یہ کہیں گے۔

''اے اللہ کے بندے مسلمان! یہ یہودی (میرے پیچھے چھپا ہوا ہے) آؤ اور اسے قتل کر دو''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

''دجال چالیس سال تک دنیا میں رہے گا، جن میں سے ایک سال نصف سال کے برابر ہوگا اور ایک سال ایک مہینے کے برابر ہوگا اور ایک مہینہ ایک جمعے کے برابر ہوگا اور اس کے آخری ایام آگ کی چنگاری کی مانند ہوں گے (یعنی جلدی رخصت ہو جائیں گے) اس وقت یہ حالت ہوگی کہ کوئی شخص صبح کے وقت مدینے کے ایک دروازے پر ہوگا اور مدینہ کے دوسرے دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی شام ہو چکی ہوگی''۔

نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! اتنے چھوٹے دنوں میں ہم نماز کیسے پڑھیں گے؟
نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''تم اس وقت بھی نماز اسی طرح ادا کرنے پر قادر ہو گے' جس طرح آج کے طویل دنوں میں اسے ادا کرنے پر قادر ہو، تو تم لوگ نماز پڑھ لیا کرنا''۔
نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میری امت میں عادل حکمران اور انصاف کرنے والے امام کے طور پر ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو ختم کر دیں گے، جزیہ کو ختم کر دیں گے، زکوٰۃ لینا ترک کر دیں گے، بکریوں اور اونٹوں کی زکوٰۃ نہیں لی جائے گی (لوگوں کے دلوں میں سے) کینہ اور بغض اٹھا لیا جائے گا، ہر زہریلے جانور کا زہر ختم ہو جائے گا، یہاں تک کہ اگر کوئی بچہ اپنا ہاتھ سانپ کے منہ میں ڈالے گا' تو اسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، ایک بچی شیر کو بھگا دیا کرے گی، وہ شیر اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچائے گا، ریوڑ کے قریب بھیڑیے کی یہ حیثیت ہوگی جیسے وہ ریوڑ کا کتا ہوتا ہے، زمین سلامتی سے یوں بھر جائے گی' جس طرح برتن پانی سے بھر جاتا ہے، پوری دنیا میں ایک ہی دین ہوگا، صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے گی، جنگ ختم ہو جائے گی، قریش کی حکومت ختم ہو جائے گی، زمین کی مثال چاندی کے طشت کی طرح ہو جائے گی، وہ یوں فصلیں اگائے گی' جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں اگایا کرتی تھی، یہاں تک کہ انگور کے ایک گچھے کو اگر ایک جماعت مل کر کھانے بیٹھے گی' تو وہ سب لوگ اس ایک گچھے سے سیر ہو جائیں گے، ایک جماعت مل کر ایک انار کھانے لگے گی' تو وہ ایک انار ان سب کے پیٹ کو بھر دے گا، ایک بیل اتنی، اتنی قیمت میں مل جائے گا اور ایک گھوڑا چند ایک درہم میں مل جائے گا''۔
لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اس وقت گھوڑے کی قیمت کم کیوں ہوگی؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
''کیونکہ جنگ کے لیے کبھی اس پر سواری نہیں کی جائے گی''۔
نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: بیل کی قیمت زیادہ کیوں ہوگی؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''کیونکہ اس کے ذریعے کھیتی باڑی کا کام لیا جائے گا''۔
(نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا)
''دجال کے نکلنے سے پہلے کے تین سال انتہائی سخت ہوں گے' جس میں لوگوں کو شدید بھوک کا سامنا کرنا پڑے گا، پہلے سال اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دے گا' تو وہ ایک تہائی بارش روک لے گا اور زمین کو حکم دے گا' تو وہ اپنی ایک تہائی پیداوار روک لے گی، پھر اگلے سال اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دے گا' تو وہ دو تہائی بارش روکے گا اور زمین کو حکم دے گا' تو وہ دو تہائی پیداوار روک لے گی پھر تیسرے سال اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دے گا' تو وہ اپنی تمام بارش روک لے گا اور بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں برسے گا، اور اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دے گا' تو وہ اپنی تمام پیداوار روک لے گی اور ا۔ میں کوئی بھی چیز

پیدا نہیں ہوگی، ہر ایک جانور ہلاک ہو جائے گا سوائے اس کے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ وہ زندہ رہے"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: اس وقت لوگ کیسے زندہ رہیں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"یہ کلمات پڑھنا ان کے لیے کھانے کے قائم مقام ہوگا" "اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں"۔

شیخ ابوالحسن طنافسی کہتے ہیں: میں نے شیخ عبدالرحمٰن محاربی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:
"مناسب یہ ہے کہ یہ حدیث ہر استاد کو آنی چاہیے تا کہ وہ مدرسے میں ابتدائی طالبعلموں کو اس کی تعلیم دے"۔

شرح

حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ (ایک دن) میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن کی یہ آواز الصلوۃ جامعۃ نماز جمع کرنے والی ہے) سن کر مسجد پہنچی اور پھر میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے اس وقت (حسب عادت آپ کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ کی قسم میں نے تمہیں نہ تو کسی مرغوب چیز کے لئے جمع کیا ہے اور نہ کسی دہشت ناک کے لئے یعنی تمہیں یہاں روکنے کا مقصد نہ تو تمہیں کوئی چیز دینا ہے اور نہ کسی دشمن وغیرہ سے ڈرانا ہے بلکہ میں نے تمہیں اس لئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری، جو ایک نصرانی (عیسائی) شخص تھا، آیا اور مسلمان ہوا اور اس نے مجھ کو ایک ایسا واقعہ سنایا جو مسیح دجال کے بارے میں ان باتوں کے مطابق ہے جو میں تمہیں بتایا کرتا ہوں "چنانچہ میں نے مناسب جانا کہ تمیم داری کا وہ واقعہ تمہیں بھی سنا دوں تا کہ دجال کے بارے میں تمہارا یقین اور زیادہ پختہ ہو جائے اور میری بتائی ہوئی باتیں مشاہدہ کے قرین ہو جائیں تو سنو مجھ سے تمیم داری نے بیان کیا کہ وہ ایک (دن) قبیلہ جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ ایک بحری کشتی میں سوار ہو کر روانہ ہوا تو پانی کی موج ایک مہینہ تک کشتی کے سواروں سے کھیلتی رہی (یعنی کشتی سمندر کی ایک ایسی موج میں گھر گئی جو مسلسل ایک مہینہ تک اس کو ادھر ادھر لئے پھری اور اس نے سواروں کو منزل مقصود تک نہ پہنچنے دیا) یہاں تک کہ اس موج نے کشتی کو (ایک دن) غروب آفتاب کے وقت ایک جزیرہ کے قریب پہنچا دیا اور سارے سوار ان چھوٹی کشتیوں میں کہ جو بڑی کشتی کے ساتھ تھیں بیٹھ کر اس جزیرہ میں پہنچ گئے، وہاں انہیں ایک ایسا چوپایہ ملا جو بالوں والا تھا اور ان کی کثرت کی وجہ سے لوگوں کو اس کا پیچھا معلوم نہیں ہوتا تھا یعنی اس چوپایہ کے جسم پر اتنے زیادہ بال تھے کہ پورا جسم چھپ کر رہ گیا تھا اور ان کی کثرت کی وجہ سے لوگوں کو اس کا اگلا حصہ کونسا ہے اور پچھلا کونسا) لوگوں نے (اس کو دیکھ کر بڑی حیرت سے) کہا کہ تجھ پر افسوس، تو کون ہے اور کیا ہے؟ یعنی آخر تیری اصل وماہیت کیا ہے تو کوئی جن ہے یا انسان ہے؟) اس چوپایہ نے جواب دیا کہ میں جاسوس اور خبر رساں ہوں تم لوگ میرے ساتھ اس شخص کے پاس چلو جو دیر میں ہے کیونکہ اسے تمہاری خبریں سننے کا بہت شوق ہے تمیم داری نے بیان کیا کہ جب اس چوپایہ نے ہم سے ایک شخص کا ذکر کیا (اور ہمیں اس کے پاس چلنے کو کہا) تو ہمیں بڑا ڈر لگا کہ وہ شخص کہیں انسان کی شکل وصورت میں شیطان نہ ہو، بہر حال ہم تیزی کے ساتھ چل پڑے اور جب دیر

میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک سب سے بڑی ڈیل ڈول والا اور نہایت خوفناک آدمی موجود ہے، اسی جیسی شکل وصورت کا آدمی ہم نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا، وہ نہایت مضبوطی سے اس طرح بندھا ہوا تھا کہ اس کے ہاتھ گردن تک اور گھٹنوں کے درمیان سے ٹخنوں تک لوہے کی زنجیر سے جکڑے ہوئے تھے ہم نے (اس کو دیکھ کر بڑی حیرت کے ساتھ) کہا کہ تجھ پر افسوس ہے، تو کون ہے اور کیا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ جب تم نے مجھ کو پالیا اور معلوم کر ہی لیا ہے (اور یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہو تو اب میں تم سے اپنے بارے میں کچھ نہیں چھپاؤں گا اور سب کچھ بتادوں گا لیکن پہلے) مجھے اپنے بارے میں بتاؤ (اور جو کچھ تم سے پوچھوں اس کا جواب دو) کہ تم کون ہو (اور کہاں سے آئے ہو؟) ہمارے لوگوں نے اسے بتایا کہ ہم عرب کے لوگ ہیں بحری کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ (اور اپنی منزل مقصود کی طرف جا رہے تھے) کہ سمندری طوفان نے ہمیں ایک مہینہ تک گھیرے رکھا (اور ہماری کشتی کو یہاں لا چھوڑا) ہم اس جزیرہ پر اتر گئے، یہاں ہمیں ایک بالوں والا چوپایہ ملا اور اس نے کہا کہ میں جاسوس ہوں تم لوگ اس شخص کے پاس جاؤ جو دیر یعنی بڑے محل میں موجود ہے چنانچہ ہم بڑی تیزی کے ساتھ تیرے پاس چلے آئے اس نے کہا کہ اچھا مجھے یہ بتاؤ کہ بیسان میں کھجوروں کے جو درخت ہیں ان پر پھل آتے ہیں یا نہیں؟ ہم نے کہا کہ ہاں پھل آتے ہیں! اس نے کہا کہ جان لو جلد ہی وہ زمانہ آنے والا ہے جب بیسان کے کھجور کے درختوں پر پھل نہیں آئیں گے (گویا اس نے اس طرف اشارہ کیا کہ قیامت جلد ہی آنے والی ہے) اس نے کہا کہ اب مجھے بحیرہ طبریہ کے بارے میں بتاؤ کہ آیا اس میں پانی ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا کہ اس میں تو بہت پانی ہے اس نے کہا کہ اس میں تو بہت پانی ہے اس نے کہا یقیناً عنقریب اس کا پانی ختم ہو جائے گا پھر اس نے پوچھا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ زغر کے چشمہ میں پانی ہے یا نہیں اور وہاں کے لوگ اس چشمہ کے پانی کے ذریعہ کھیتی باڑی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ ہاں اس چشمہ میں بہت پانی ہے اور وہاں کے لوگ اسی پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں اس کے بعد اس نے کہا کہ اب مجھے امیوں یعنی اہل عرب کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں بتاؤ اس نے کیا کیا؟ ہم نے کہا کہ انہوں نے مکہ کو چھوڑ دیا ہے اور اب یثرب (یعنی مدینہ) کو ہجرت کر گئے ہیں اس نے پوچھا کہ کیا عرب کے لوگ ان سے لڑے ہیں؟ ہم نے کہا کہ ہاں! پھر اس نے پوچھا کہ انہوں نے اہل عرب سے کیا معاملہ کیا؟ ہم نے اس کو بتایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عربوں پر غالب آ گئے ہیں جو ان کے قریب ہیں اور انہوں نے ان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اس نے کہا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہے کہ ان لوگوں کا ان کی اطاعت کرنا ہی ان کے لئے بہتر ہے اور اب میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں، میں درحقیقت مسیح یعنی دجال ہوں، وہ زمانہ جلد ہی آنے والا ہے جب مجھ کو نکلنے کی اجازت مل جائے گی، اس وقت میں نکلوں گا اور چالیس دنوں تک زمین پر پھروں گا یہاں تک کوئی آبادی ایسی نہیں چھوڑوں گا جس میں داخل نہیں ہوں گا، سوائے مکہ اور طیبہ یعنی مدینہ اور مکہ کے یہ دونوں شہر مجھ پر حرام قرار دیئے گئے ہیں یعنی ان دونوں میں داخل ہونا چاہوں گا تو میرے سامنے ایک فرشتہ آ جائے گا جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہوگی وہ فرشتہ مجھ کو اس شہر میں داخل ہونے سے روک دے گا، حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک شہر کے تمام راستوں پر فرشتے مامور ہیں جو اس شہر کی نگہبانی کرتے ہیں' راوی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تمیم داری کا یہ پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد صحابہ پر اپنی یہ خوشی ظاہر کرنے کے لئے کہ دیکھو دجال کے بارے میں تمہیں جو کچھ بتایا کرتا تھا اس کی پوری پوری تصدیق و تائید اس واقعہ سے ہو جاتی

ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام شہروں پر مدینہ کی فضیلت و بڑائی کو ظاہر کرنے کے لئے جوش میں) اپنا عصاء مبارک منبر پر مار کر (تین مرتبہ) یہ فرمایا کہ یہ ہے طیبہ، یہ ہے طیبہ یعنی مدینہ (پھر فرمایا) یاد رکھو، کیا میں تمہیں یہی بات نہیں بتایا کرتا تھا (جو دجال کے بارے میں اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے؟) صحابہ نے کہا کہ ہاں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اسی طرح کی بات بتایا کرتے تھے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دجال شام کے سمندر میں ہے یا یمن کے سمندر میں نہیں بلکہ مشرق کی جانب سے نکلے گا، یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے مشرق کی جانب اشارہ کیا۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 49)

الصلوۃ جامعۃ 'کا جملہ لوگوں کو متوجہ کرنے اور نماز کے لئے بلانے کے واسطے ہے تاکہ لوگ یہ سن کر ایک جگہ پہنچ جائیں اور جمع ہو جائیں جیسا کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسوف اور خسوف کی نماز کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کے لئے اس جملہ کے ذریعہ پکارا جاتا تھا! سفینۃ " کو بحریۃ کی اضافت کے ساتھ ذکر کرنے کا مقصد اس بات سے احتراز کرنا ہے کہ ذہن خشکی کی کشتی یعنی اونٹ کی طرف منتقل نہ ہو کیونکہ اونٹ کو سفینۃ البر "(خشکی کی کشتی) کہا جاتا ہے، ویسے بعض حضرات نے کہا ہے "سفینۃ بریۃ" سے مراد بڑی سمندری کشتی ہے جس کو "پانی کا جہاز بھی کہا جا سکتا ہے۔ لفظ "اقرب "اصل میں قارب کی جمع ہے اور قارب اس ڈونگی یعنی چھوٹی کشتی کو کہتے ہیں جو بڑی سمندری کشتی (پانی کے جہاز) میں رکھی رہتی ہے اور ساحل پر آنے جانے اور ان کاموں میں استعمال ہوتی ہے جو بڑی کشتی یا جہاز کے ذریعہ انجام نہیں پا سکتے۔ اس عجیب الخلقت جانور نے اپنا نام جساسۃ یعنی جاسوسی کرنے والا اس اعتبار سے بتایا کہ وہ دجال کو خبریں اور معلومات پہنچایا کرتا تھا، واضح رہے کہ قرآن شریف میں جس "دابۃ الارض "کا ذکر آیا ہے وہ یہی جانور ہے۔ "دیر "اصل میں عیسائیوں کی عبادت گاہ یعنی " گرجا " کو کہتے ہیں ویسے لغت کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ "دیر "راہبوں کے رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔

بہر حال یہاں حدیث میں "دیر " سے مراد وہ بڑی عمارت ہے جس میں دجال تھا۔ "بیسان "ملک شام میں ایک بستی کا نام ہے یا یمامہ میں ایک جگہ کا نام ہے، لیکن مشرق الانور میں لکھا ہے کہ حدیث جسار میں (جو یہاں نقل ہوئی ہے) مذکور بیسان "حجاز کے ایک شہر کا نام ہے اور دوسرا "بیسان "شام کے علاقہ میں واقع ہے۔ جیسا کہ پیچھے بھی ایک موقع پر بیان کیا جا چکا ہے "بحیرہ اصل میں 'بحر " کی تصغیر ہے یعنی چھوٹا سمندر، جس کو جھیل سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے اور "طبریہ "اردن کے ایک قصبہ کا نام ہے، فن حدیث کے مشہور امام طبرانی اس قصبہ کے رہنے والے تھے۔ "زغر "ایک شہر کا نام ہے جو ملک شام میں واقع ہے، اس علاقہ میں روئیدگی بہت کم ہوتی ہے۔ "مجھے امیوں یعنی اہل عرب کے نبی کے بارے میں بتاؤ "میں دجال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صرف اہل عرب کی طرف از راہ طنز کہ وہ خاص طور پر اہل عرب کے نبی ہیں یا یہ کہ جملہ تعریضی پیرایہ بیان ہے یعنی اس جملہ کے ذریعہ اس ملعون دجال کی اس باطل خیال کی ترجمانی مقصود تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نادانوں اور جاہلوں کے نبی ہیں۔ ان لوگوں کا ان کی اطاعت کرنا ہی ان کے لئے "دجال کی زبان سے اس بات کا نکلنا گویا اس کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و فضیلت کا اقرار تھا۔ گویہ اقرار اضطراری بھی تھا اور اس کے سبب سے بھی تھا کہ اس وقت کفر کے اظہار اور دین سے انکار کی کوئی غرض بھی اس کے سامنے نہیں تھی۔

لہٰذا اس نے اپنے کفر وعناد کو پوشیدہ رکھنا ہی مناسب سمجھا، یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس جملہ میں "بہتری" سے اس کی مراد دنیاوی بھلائی و بہتر اور امن وسلامتی ہو۔ لا بل من قبل المشرق ما ہو (نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب سے نکلے گا) میں حرف مانفی کے لئے نہیں ہے بلکہ زائد ہے! اس جملہ کی وضاحت یہ ہے کہ قیامت آنے کا وقت چونکہ اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے اور تعین کے ساتھ نہیں بتایا کہ قیامت کب آئے گی بلکہ قیامت کی علامتوں اور نشانیوں کے ظاہر ہونے کے زمانوں اور اوقات کو بھی متعین نہیں فرمایا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعین طور پر وہ جگہ نہیں بتائی جہاں دجال مقید ہے، صرف تردو ابہام کے طور پر مذکورہ تین مقامات کی طرف اشارہ فرمایا البتہ آخری مقام کو ظن غالب کے ذریعہ ظاہر فرمایا لیکن اس کو بھی متعین نہیں کیا سوائے اس کے کہ کسی خاص جگہ وعلاقہ کے تعین کے بغیر اس سمت کی طرف اشارہ فرما کر چھوڑ دیا۔

پس مذکورہ جملہ سے پہلے دو احتمال کی نفی اور تیسرے احتمال کا جو اثبات ہوتا ہے اس کے یہی معنی ہیں! ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دو جگہوں کا ذکر فرما کر پھر ان کی جو نفی فرمائی تو اس کا سبب یہ تھا کہ دجال کا قید خانہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہتا ہوگا! اور تورپشتی نے "بلکہ وہ مشرق کی جانب سے نکلے گا" کی وضاحت میں کہا ہے کہ احتمال ہے کہ یہ جملہ خبر دینے کے طور پر ہو، یعنی دجال مشرق کی جانب سے نکلے گا نیز اشرف نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دجال کے قید خانے کی جگہ کی تعین میں شک رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گمان میں تھا کہ وہ ان جگہوں میں سے کسی نہ کسی جگہ مقید ہے، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس شک کی بنا پر جب شام کے سمندر اور یمن کے سمندر کا ذکر کیا تو اسی وقت وحی کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین کے ساتھ معلوم ہو گیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظن غالب ہوا کہ اس کا قید خانہ مشرق میں کسی جگہ واقع ہے، اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دونوں جگہوں کی نفی فرمادی اور ان سے اعراض کر کے تیسری جگہ یعنی مشرق کا اثبات فرمایا۔

4078- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُّقْسِطًا وَّاِمَامًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ

◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک انصاف کرنے والے قاضی اور ایک عادل حکمران کے طور پر نزول نہیں کریں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے۔ جزیے کو ختم کر دیں گے اور (ان کے زمانہ حکومت میں) مال عام ہو جائے گا' یہاں تک کہ اسے لینے والا کوئی نہیں ہوگا۔

4079- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِیْ عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ

4078 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2476' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 388

4079 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيدٍ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُفْتَحُ يَاْجُوجُ وَمَاْجُوجُ فَيَخْرُجُونَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ) فَيَعُمُّوْنَ الْاَرْضَ وَيَنْحَازُ مِنْهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰى تَصِيْرَ بَقِيَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ مَدَائِنِهِمْ وَحُصُوْنِهِمْ وَيَضُمُّوْنَ اِلَيْهِمْ مَوَاشِيَهُمْ حَتّٰى اَنَّهُمْ لَيَمُرُّوْنَ بِالنَّهْرِ فَيَشْرَبُوْنَهُ حَتّٰى مَا يَذَرُوْنَ فِيْهِ شَيْئًا فَيَمُرُّ اٰخِرُهُمْ عَلٰى اَثَرِهِمْ فَيَقُوْلُ قَائِلُهُمْ لَقَدْ كَانَ بِهٰذَا الْمَكَانِ مَرَّةً مَاءٌ وَيَظْهَرُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ فَيَقُوْلُ قَائِلُهُمْ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ الْاَرْضِ قَدْ فَرَغْنَا مِنْهُمْ وَلَنُنَازِلَنَّ اَهْلَ السَّمَاءِ حَتّٰى اِنَّ اَحَدَهُمْ لَيَهُزُّ حَرْبَتَهُ اِلَى السَّمَاءِ فَتَرْجِعُ مُخَضَّبَةً بِالدَّمِ فَيَقُوْلُوْنَ قَدْ قَتَلْنَا اَهْلَ السَّمَاءِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ دَوَابَّ كَنَغَفِ الْجَرَادِ فَتَاْخُذُ بِاَعْنَاقِهِمْ فَيَمُوْتُوْنَ مَوْتَ الْجَرَادِ يَرْكَبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَيُصْبِحُ الْمُسْلِمُوْنَ لَا يَسْمَعُوْنَ لَهُمْ حِسًّا فَيَقُوْلُوْنَ مَنْ رَجُلٌ يَشْرِيْ نَفْسَهُ وَيَنْظُرُ مَا فَعَلُوْا فَيَنْزِلُ مِنْهُمْ رَجُلٌ قَدْ وَطَّنَ نَفْسَهُ عَلٰى اَنْ يَقْتُلُوْهُ فَيَجِدُهُمْ مَوْتٰى فَيُنَادِيْهِمْ اَلَا اَبْشِرُوْا فَقَدْ هَلَكَ عَدُوُّكُمْ فَيَخْرُجُ النَّاسُ وَيَخْلُوْنَ سَبِيْلَ مَوَاشِيْهِمْ فَمَا يَكُوْنُ لَهُمْ رَعْيٌ اِلَّا لُحُوْمُهُمْ فَتَشْكَرُ عَلَيْهَا كَاَحْسَنِ مَا شَكِرَتْ مِنْ نَبَاتٍ اَصَابَتْهُ قَطُّ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا' تو وہ اس طرح باہر آئیں گے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

''اور وہ بلندی سے تیزی سے دوڑتے ہوئے نیچے آئیں گے''۔

تو وہ لوگ پوری زمین پر پھیل جائیں گے، مسلمان ان سے بچنے کے لیے اکٹھے ہوں گے، یہاں تک کہ باقی رہ جانے والے مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں چلے جائیں گے اور اپنے مویشی بھی ساتھ لے جائیں گے، یاجوج ماجوج کسی نہر کے پاس سے گزریں گے تو اس کا سارا پانی پی لیں گے اور اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا یہاں تک کہ ان کے آخر میں وہاں سے گزرنے والا شخص یہ سوچے گا کہ کیا یہاں اس جگہ پر پہلے کبھی پانی ہوا کرتا تھا، وہ لوگ زمین پر غالب آ جائیں گے پھر ان میں سے ایک شخص یہ کہے گا، ہم نے زمین والوں کو تو ختم کر دیا ہے اب ہم آسمان والوں پر حملہ کریں گے پھر ان میں سے ایک شخص اپنا تیر آسمان کی طرف پھینکے گا' تو وہ خون آلود واپس آئے گا، تو وہ یہ کہیں گے ہم نے آسمان والوں کو بھی قتل کر دیا ہے، ابھی یہی صورتحال چل رہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ایک جانور کو بھیجے گا' جو مکڑی جیسا ہوتا ہے، وہ ان کی گردنوں کو پکڑے گا اور وہ یوں مر جائیں گے' جس طرح ٹڈی دل مرتا ہے، وہ ایک دوسرے پر پڑے ہوئے ہوں گے، اگلے دن مسلمانوں کو ان کی کوئی آواز اور آہٹ محسوس نہیں ہوگی' تو وہ یہ کہیں گے، کون شخص ایسا ہے' جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اس بات کا جائزہ لے کر آئے کہ یاجوج ماجوج کا کیا حال ہے، تو ان مسلمانوں میں سے ایک شخص نیچے اترے گا' جس نے اپنے دل میں یہ طے کیا ہوا ہوگا کہ اسے قتل کر دیا جائے گا، لیکن وہ آ کر یاجوج ماجوج کو مردہ پائے گا' تو وہ بلند آواز میں لوگوں کو مخاطب کر کے کہے گا، خبردار! تمہارے لیے خوشخبری ہے تمہارا دشمن ہلاک ہو چکا ہے پھر وہ لوگ قلعوں سے باہر آئیں گے اور اپنے مویشیوں کو چرنے کے لیے چھوڑ دیں گے تو ان یاجوج ماجوج کے گوشت کے علاوہ اور کوئی گھاس وہاں نہیں ہوگی' تو ان کے گوشت کو کھا کر وہ جانور یوں موٹے تازے ہو جائیں گے' جس طرح گھاس کھا کر موٹے تازے ہوتے ہیں۔

4080 - حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَافِعٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ يَحْفِرُوْنَ كُلَّ يَوْمٍ حَتّٰى اِذَا كَادُوْا يَرَوْنَ شُعَاعَ الشَّمْسِ قَالَ الَّذِىْ عَلَيْهِمْ ارْجِعُوْا فَسَنَحْفِرُهُ غَدًا فَيُعِيْدُهُ اللّٰهُ اَشَدَّ مَا كَانَ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتْ مُدَّتُهُمْ وَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَبْعَثَهُمْ عَلَى النَّاسِ حَفَرُوْا حَتّٰى اِذَا كَادُوْا يَرَوْنَ شُعَاعَ الشَّمْسِ قَالَ الَّذِىْ عَلَيْهِمْ ارْجِعُوْا فَسَتَحْفِرُوْنَهُ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاسْتَثْنَوْا فَيَعُوْدُوْنَ اِلَيْهِ وَهُوَ كَهَيْئَتِهٖ حِيْنَ تَرَكُوْهُ فَيَحْفِرُوْنَهٗ وَيَخْرُجُوْنَ عَلَى النَّاسِ فَيُنْشِفُوْنَ الْمَاءَ وَيَتَحَصَّنُ النَّاسُ مِنْهُمْ فِىْ حُصُوْنِهِمْ فَيَرْمُوْنَ بِسِهَامِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ فَتَرْجِعُ عَلَيْهَا الدَّمُ الَّذِىْ اجْفَظَّ فَيَقُوْلُوْنَ قَهَرْنَا اَهْلَ الْاَرْضِ وَعَلَوْنَا اَهْلَ السَّمَاءِ فَيَبْعَثُ اللّٰهُ نَغَفًا فِىْ اَقْفَائِهِمْ فَيَقْتُلُهُمْ بِهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّ دَوَابَّ الْاَرْضِ لَتَسْمَنُ وَتَشْكَرُ شَكَرًا مِّنْ لُحُوْمِهِمْ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''یاجوج اور ماجوج روزانہ دیوار کھودتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ سورج غروب ہونے والا ہے' تو ان کا سردار کہتا ہے تم لوگ واپس چلو ہم لوگ کل اسے کھودلیں گے' تو اللہ تعالیٰ اس دیوار کو پہلے سے زیادہ مضبوط بنا دیتا ہے یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں پر بھیجنے کا ارادہ کرے گا' تو وہ لوگ دیوار کھودیں گے' یہاں تک کہ جب سورج غروب ہونے کے قریب ہوگا' تو ان کا سردار کہے گا تم لوگ واپس چلو' اگر اللہ نے چاہا تو کل ہم اس پوری کو کھودلیں گے' تو ان لوگوں نے استثناء کیا تھا (یعنی انشاء اللہ کہا تھا) تو وہ جب دوبارہ اس دیوار کی طرف آئیں گے' تو وہ اسی حالت میں ہوگی جس میں وہ اسے چھوڑ کر گئے تھے تو وہ اسے کھود دیں گے اور وہاں سے نکل کر لوگوں پر آجائیں گے وہ دنیا کا تمام پانی پی جائیں گے لوگ ان سے بچنے کے لیے قلعے میں بند ہوجائیں گے وہ یاجوج ماجوج اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے' تو جب وہ تیر ان کی طرف واپس آئیں گے' تو ان پر خون لگا ہوگا' جو بھرا ہوا ہوگا۔ تو وہ لوگ یہ کہیں گے: ہم نے زمین والوں پر بھی غلبہ حاصل کرلیا اور ہم نے آسمان والوں پر بھی بلندی حاصل کرلی۔

اس وقت اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں کیڑا پیدا کرے گا اور اس کے ذریعے ان سب لوگوں کو مار دے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' ان کے گوشت کی وجہ سے زمین کے تمام جانور موٹے تازے اور زیادہ دودھ والے ہوجائیں گے۔

4081 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ حَدَّثَنِىْ جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ عَنْ مُؤْثِرِ بْنِ عَفَازَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا كَانَ لَيْلَةَ اُسْرِىَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِىَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى فَتَذَاكَرُوا السَّاعَةَ فَبَدَءُوْا بِاِبْرَاهِيْمَ فَسَاَلُوْهُ عَنْهَا فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ مِنْهَا عِلْمٌ ثُمَّ سَاَلُوْا

4080 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3153

4081 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

فِيمَا دُونَ وَجْبَتِهَا فَأَمَّا وَجْبَتُهَا فَلَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ فَذَكَرَ خُرُوجَ الدَّجَّالِ قَالَ فَأَنْزِلُ فَأَقْتُلُهُ فَيَرْجِعُ النَّاسُ إِلَى بِلَادِهِمْ فَيَسْتَقْبِلُهُمْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ فَلَا يَمُرُّونَ بِمَاءٍ إِلَّا شَرِبُوهُ وَلَا بِشَيْءٍ إِلَّا أَفْسَدُوهُ فَيَجْأَرُونَ إِلَى اللَّهِ فَأَدْعُو اللَّهَ أَنْ يُمِيتَهُمْ فَتَنْتُنُ الْأَرْضُ مِنْ رِيحِهِمْ فَيَجْأَرُونَ إِلَى اللَّهِ فَأَدْعُو اللَّهَ فَيُرْسِلُ السَّمَاءَ بِالْمَاءِ فَيَحْمِلُهُمْ فَيُلْقِيهِمْ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ تُنْسَفُ الْجِبَالُ وَتُمَدُّ الْأَرْضُ مَدَّ الْأَدِيمِ فَعُهِدَ إِلَيَّ مَتَى كَانَ ذَلِكَ كَانَتِ السَّاعَةُ مِنَ النَّاسِ كَالْحَامِلِ الَّتِي لَا يَدْرِي أَهْلُهَا مَتَى تَفْجَؤُهُمْ بِوِلَادِهَا

قَالَ الْعَوَّامُ وَوُجِدَ تَصْدِيقُ ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى (حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ)

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: معراج کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی، ان حضرات نے قیامت کے بارے میں گفتگو شروع کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کا آغاز کیا گیا اور ان حضرات نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا: تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس (اس حوالے سے) کوئی علم نہیں تھا، پھر ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا' تو ان کے پاس بھی اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا، پھر موضوع سخن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہوا، تو انہوں نے فرمایا:

''میرے ساتھ یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ قیامت سے پہلے مجھے زمین پر دوبارہ نازل کیا جائے گا تاہم جہاں تک قیامت کے قائم ہونے کا تعلق ہے' تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا''۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دجال کے خروج کا ذکر کیا، انہوں نے بتایا۔

''میں نازل ہو کر اسے قتل کر دوں گا پھر لوگ اپنے علاقوں کی طرف واپس چلے جائیں گے، پھر یاجوج ماجوج ان کے پاس آئیں گے، وہ ہر بلندی سے تیزی سے نیچے کی طرف آئیں گے، وہ جس بھی پانی کے پاس سے گزریں گے اسے پی لیں گے، جس بھی چیز کے پاس سے گزریں گے اسے خراب کر دیں گے، تو لوگ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں گے، اس وقت میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کروں گا کہ انہیں موت دیدے، تو ان کی بدبو سے تمام زمین بدبودار ہو جائے گی، لوگ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کریں گے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا' تو اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل کرے گا' جو انہیں اٹھا کر لے جائے گا اور سمندر میں پھینک دیا جائے گا، پھر پہاڑوں کو اڑا دیا جائے گا اور زمین کو پھیلا دیا جائے گا، جس طرح چمڑے کو کھینچ کر لمبا کیا جاتا ہے، میرے ساتھ یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ جب اس طرح کی صورتحال ہوگی' تو اس وقت لوگوں پر قیامت قائم ہو جائے گی، اس طرح جیسے کوئی عورت حاملہ ہو' تو اس کے گھر والے یہ بات نہیں جانتے کہ وہ کب بچے کو جنم دیدے گی''۔

عوام نامی راوی بیان کرتے ہیں: اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے۔

"جب یاجوج و ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے نیچے کی طرف آئیں گے"۔

بَاب خُرُوْجِ الْمَهْدِيِّ

یہ باب حضرت مہدی کے ظہور کے بیان میں ہے

4082- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ زِيَادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ فِتْيَةٌ مِّنْ بَنِیْ هَاشِمٍ فَلَمَّا رَاٰهُمُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ وَتَغَيَّرَ لَوْنُهُ قَالَ فَقُلْتُ مَا نَزَالُ نَرٰى فِیْ وَجْهِكَ شَيْئًا نَكْرَهُهُ فَقَالَ اِنَّا اَهْلُ بَيْتٍ اخْتَارَ اللّٰهُ لَنَا الْاٰخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا وَاِنَّ اَهْلَ بَيْتِیْ سَيَلْقَوْنَ بَعْدِیْ بَلَاءً وَّتَشْرِيْدًا وَّتَطْرِيْدًا حَتّٰى يَاْتِیَ قَوْمٌ مِّنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَعَهُمْ رَايَاتٌ سُوْدٌ فَيَسْاَلُوْنَ الْخَيْرَ فَلَا يُعْطَوْنَهُ فَيُقَاتِلُوْنَ فَيُنْصَرُوْنَ فَيُعْطَوْنَ مَا سَاَلُوْا فَلَا يَقْبَلُوْنَهُ حَتّٰى يَدْفَعُوْهَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِیْ فَيَمْلَؤُهَا قِسْطًا كَمَا مَلَؤُوْهَا جَوْرًا فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَاْتِهِمْ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، بنو ہاشم سے تعلق رکھنے والے کچھ نوجوان وہاں آئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ تبدیل ہو گیا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ایسی صورتحال دیکھ رہے ہیں جو ہمیں اچھی نہیں لگ رہی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ہم ایسے گھرانے کے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دنیا کی بجائے آخرت کو پسند کیا ہے، میرے بعد میرے خاندان کے لوگ آزمائش، الگ تھلگ ہونے، دور بھگا دیے جانے کا سامنا کریں گے، یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے ایک قوم آئے گی، جس کے پاس سیاہ جھنڈے ہوں گے، وہ بھلائی طلب کریں گے جو انہیں نہیں دی جائے گی، وہ لوگ جنگ کریں گے تو ان کی مدد کی جائے گی اور جو انہوں نے مانگنا ہے وہ انہیں دیدیا جائے گا' تو اسے وہ قبول نہیں کریں گے، پھر وہ حکومت میرے خاندان کے ایک فرد کے سپرد کر دیں گے تو وہ اسے انصاف سے بھر دے گا بالکل اسی طرح جیسے پہلے ان لوگوں نے اسے ظلم سے بھر دیا تھا، تم میں سے جو شخص اس فرد کو پائے' تو وہ اس کے پاس جائے اگرچہ اسے برف پر گھٹنوں کے بل جانا پڑے"۔

4083- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ الْعُقَيْلِیُّ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ اَبِیْ حَفْصَةَ

4082: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4083 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2232

عَنْ زَيْدِ الْعَمِّيِّ عَنْ اَبِيْ صِدِّيْقٍ النَّاجِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِي الْمَهْدِيُّ اِنْ قُصِرَ فَسَبْعٌ وَّاِلَّا فَتِسْعٌ فَتَنْعَمُ فِيْهِ اُمَّتِيْ نِعْمَةً لَّمْ يَنْعَمُوْا مِثْلَهَا قَطُّ تُؤْتَى اُكُلَهَا وَلَا تَدَّخِرُ مِنْهُمْ شَيْئًا وَّالْمَالُ يَوْمَئِذٍ كُدُوْسٌ فَيَقُوْمُ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ يَا مَهْدِيُّ اَعْطِنِيْ فَيَقُوْلُ خُذْ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''میری امت میں مہدی ہوگا' اگر اس کا دور مختصر ہوا تو وہ سات سال ہوگا ورنہ نو سال ہوگا۔ اس کے دور میں میری امت پر ایسی نعمت نازل ہوگی۔ اس کی مانند نعمت لوگوں کو کبھی حاصل نہیں ہوئی ہوگی۔

ان لوگوں کو کھانے پینے کی چیزیں عطا کی جائیں گی اور ان میں سے کوئی بھی چیز ذخیرہ نہیں کی جائے گی۔ اس دور میں مال بہت زیادہ ہو جائے گا (اور صورتحال یہ ہوگی) ایک شخص کھڑا ہو کر یہ کہے گا: اے حضرت مہدی! آپ مجھے عطا کیجئے' تو وہ فرمائیں گے یہ لے لو۔

4084- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَاَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِيْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتَتِلُ عِنْدَ كَنْزِكُمْ ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ابْنُ خَلِيْفَةٍ ثُمَّ لَا يَصِيْرُ اِلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَطْلُعُ الرَّايَاتُ السُّوْدُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ فَيَقْتُلُوْنَكُمْ قَتْلًا لَّمْ يُقْتَلْهُ قَوْمٌ ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا لَّا اَحْفَظُهُ فَقَالَ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَبَايِعُوْهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَاِنَّهُ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ

◆◆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمہارے خزانے کے قریب تین لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کریں گے' جن میں سے ہر ایک خلیفہ کا بیٹا ہوگا' پھر وہ ان میں سے کسی کو بھی نہیں ملے گا' پھر مشرق کی سمت سے سیاہ جھنڈے نمودار ہوں گے' وہ تمہارا ایسا قتل عام کریں گے کہ اس طرح کا قتل عام کسی قوم کا نہیں ہوا ہوگا''۔

راوی کہتے ہیں: پھر میرے استاد نے ایسی چیز کا ذکر کیا جو مجھے یاد نہیں ہے (اس کے بعد روایت میں یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب تم اس (مہدی) کو دیکھو تو اس کی بیعت کرنا اگرچہ تمہیں برف پر گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور ہدایت کا مرکز ہوگا''۔

4085- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ حَدَّثَنَا يَاسِيْنُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِيُّ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ يُصْلِحُهُ اللّٰهُ فِيْ

4084- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4085- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

لَيْلَةٍ

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہدی ہم میں سے ہے یعنی ہمارے خاندان میں سے ہے، اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں اسے اس قابل کر دے گا۔

4086- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا اَبُو الْمَلِيحِ الرَّقِّيُّ عَنْ زِيَادِ بْنِ بَيَانٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ نُفَيْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اُمِّ سَلَمَةَ فَتَذَاكَرْنَا الْمَهْدِیَّ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَهْدِیُّ مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے مہدی کا تذکرہ کیا' تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''مہدی'' فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔

4087- حَدَّثَنَا هَدِيَّةُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زِيَادٍ الْيَمَامِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ وَلَدُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سَادَةُ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَنَا وَحَمْزَةُ وَعَلِیٌّ وَجَعْفَرٌ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَالْمَهْدِیُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''ہم لوگ عبدالمطلب کی اولاد اہل جنت کے سردار ہیں' میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور مہدی''۔

4088- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى الْمِصْرِیُّ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ الْحَرَّانِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ الْحَضْرَمِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ فَيُوَطِّئُوْنَ لِلْمَهْدِیِّ يَعْنِیْ سُلْطَانَهُ

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''مشرق کی طرف سے کچھ لوگ نکلیں گے جو مہدی کی حکومت کا راستہ ہموار کریں گے''۔
راوی کہتے ہیں: اس سے مراد ان کی حکومت ہے۔

4086: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4284

4087 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4088: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَابُ الْمَلَاحِمِ

یہ باب مختلف طرح کی جنگوں کے بیان میں ہے

4089- حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ مَالَ مَكْحُولٌ وَابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا إِلَى خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ وَمِلْتُ مَعَهُمَا فَحَدَّثَنَا عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ قَالَ لِي جُبَيْرٌ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى ذِي مِخْمَرٍ وَكَانَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُمَا فَسَأَلَهُ عَنِ الْهُدْنَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَتُصَالِحُكُمُ الرُّومُ صُلْحًا آمِنًا ثُمَّ تَغْزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا فَتُنْصَرُونَ وَتَغْنَمُونَ وَتَسْلَمُونَ ثُمَّ تَنْصَرِفُونَ حَتَّى تَنْزِلُوا بِمَرْجٍ ذِي تُلُولٍ فَيَرْفَعُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الصَّلِيبِ الصَّلِيبَ فَيَقُولُ غَلَبَ الصَّلِيبُ فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَقُومُ إِلَيْهِ فَيَدُقُّهُ فَعِنْدَ ذَلِكَ تَغْدِرُ الرُّومُ وَيَجْتَمِعُونَ لِلْمَلْحَمَةِ

◄► حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مکحول اور ابن ابی زکریا' خالد بن معدان کی طرف گئے، ان دونوں افراد کے ساتھ میں بھی وہاں چلا گیا تو انہوں نے جبیر بن نفیر کے بارے میں ہمیں یہ بات بتائی، ایک مرتبہ جبیر نے مجھ سے کہا: تم میرے ساتھ حضرت ذی مخمر رضی اللہ عنہ کی طرف چلو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں، تو میں ان دونوں صاحبان کے ساتھ چلا گیا، انہوں نے ان سے ہدنہ کے بارے میں دریافت کیا' تو حضرت ذی مخمر رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''عنقریب تم لوگ اہل روم کے ساتھ صلح کر لو گے، جو امن کے بارے میں ہوگی، اس کے بعد تم لوگ اور وہ لوگ دشمن کے خلاف جنگ کرو گے تو تمہاری مدد کی جائے گی، تمہیں مال غنیمت حاصل ہوگا، تم لوگ سلامت رہو گے اور پھر تم واپس آؤ گے اور اس دوران ٹیلوں والی ایک چراگاہ کے قریب پڑاؤ کرو گے تو اہل صلیب میں سے ایک شخص صلیب کو بلند کر کے یہ کہے گا، صلیب غالب آ گئی ہے، تو مسلمانوں میں سے ایک شخص غصے میں آئے گا وہ اٹھ کر اس شخص کے پاس جائے گا اور اس کی صلیب کو توڑ دے گا، اس وقت اہل روم وعدے کی خلاف ورزی کریں گے اور جنگ کرنے کے لیے اکٹھے ہو جائیں گے''۔

4089م- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيهِ فَيَجْتَمِعُونَ لِلْمَلْحَمَةِ فَيَأْتُونَ حِينَئِذٍ تَحْتَ ثَمَانِينَ غَايَةٍ تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا

◄► یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''وہ لوگ جنگ کرنے کے لیے اکٹھے ہو جائیں گے اور وہ لوگ 80 جھنڈوں کے نیچے آئیں گے' جن میں سے ہر ایک

4089 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2767' ورقم الحدیث: 4293

جھنڈے کے پاس بارہ ہزار کا لشکر ہوگا''۔

4090- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي الْعَاتِكَةِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ حَبِيبٍ الْمُحَارِبِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَتِ الْمَلَاحِمُ بَعَثَ اللّٰهُ بَعْثًا مِنَ الْمَوَالِي هُمْ اَكْرَمُ الْعَرَبِ فَرَسًا وَّاَجْوَدُهُ سِلَاحًا يُؤَيِّدُ اللّٰهُ بِهِمُ الدِّيْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب جنگیں شروع ہوں گی' تو اللہ تعالیٰ عجمیوں میں سے ایک لشکر بھیجے گا جن کے گھوڑے عربوں کے گھوڑوں سے زیادہ اچھے ہوں گے اور جن کا اسلحہ زیادہ عمدہ ہوگا، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ذریعے دین کی تائید کرے گا''۔

4091- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتُقَاتِلُوْنَ جَزِيرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تُقَاتِلُوْنَ الرُّومَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تُقَاتِلُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ قَالَ جَابِرٌ فَمَا يَخْرُجُ الدَّجَّالُ حَتّٰى تُفْتَحَ الرُّوْمُ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: عنقریب تم جزیرہ عرب کے رہنے والوں کے ساتھ جنگ کرو گے' تو اللہ تعالیٰ اسے تمہارے لیے فتح کر دے گا۔ پھر تم اہل روم کے ساتھ جنگ کرو گے' تو اللہ تعالیٰ وہ بھی فتح کر دے گا' پھر تم لوگ دجال کے ساتھ جنگ کرو گے' تو اللہ تعالیٰ اسے بھی مفتوح کر دے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دجال کا اس وقت تک خروج نہیں ہوگا' جب تک روم فتح نہیں ہو جاتا۔

4092- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَّاِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ سُفْيَانَ بْنِ اَبِي مَرْيَمَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ قُطَيْبٍ السَّكُوْنِيِّ وَقَالَ الْوَلِيدُ يَزِيدُ بْنُ قُطْبَةَ عَنْ اَبِي بَحْرِيَّةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلْحَمَةُ الْكُبْرٰى وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ فِي سَبْعَةِ اَشْهُرٍ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بڑی جنگ' ''قسطنطنیہ'' کا فتح ہونا اور دجال کا خروج سات مہینوں کے اندر (یہ تینوں واقعات) ہو جائیں گے''۔

4093- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ اَبِي بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

4090: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4091 اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7213

4092 اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4295' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث 2238

بْنِ بُسْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَلْحَمَةِ وَفَتْحِ الْمَدِيْنَةِ سِتُّ سِنِيْنَ وَيَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي السَّابِعَةِ

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بڑی جنگ (قیصر کے) شہر کا فتح ہونا چھ سالوں میں ہوگا اور دجال ساتویں سال میں نکل آئے گا''۔

4094- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْيَعْقُوْبَ الْحُنَيْنِيُّ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَكُوْنَ اَدْنٰى مَسَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ بِبُوْلَاءَ ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ قَالَ بِاَبِيْ وَاُمِّيْ قَالَ اِنَّكُمْ سَتُقَاتِلُوْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ وَيُقَاتِلُهُمُ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ رُوْقَةُ الْاِسْلَامِ اَهْلُ الْحِجَازِ الَّذِيْنَ لَا يَخَافُوْنَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ فَيَفْتَتِحُوْنَ الْقُسْطَنْطِيْنِيَّةَ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ فَيُصِيْبُوْنَ غَنَائِمَ لَمْ يُصِيْبُوْا مِثْلَهَا حَتّٰى يَقْتَسِمُوْا بِالْاَتْرِسَةِ وَيَاْتِيْ اٰتٍ فَيَقُوْلُ اِنَّ الْمَسِيْحَ قَدْ خَرَجَ فِيْ بِلَادِكُمْ اَلَا وَهِيَ كِذْبَةٌ فَالْاٰخِذُ نَادِمٌ وَّالتَّارِكُ نَادِمٌ

کثیر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمانوں کی سب سے قریبی سرحد ''بولا'' کے مقام پر نہیں ہوگی''۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے علی، اے علی، اے علی!''

انہوں نے عرض کی: میرے ماں، باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں (حکم دیجئے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم بنو اصفر کے ساتھ جنگ کرو گے اور تمہارے بعد آنے والے لوگ بھی ان کے ساتھ جنگ کریں گے، یہاں تک کہ اسلام کے بہترین لوگ یعنی اہل حجاز' جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے' وہ لوگ بھی نکل کر ان کی طرف جائیں گے، وہ سبحان اللہ اور تکبیر کہتے ہوئے قسطنطنیہ فتح کر لیں گے، انہیں ایسا مال غنیمت حاصل ہوگا کہ انہیں اس سے پہلے ایسا مال کبھی حاصل نہیں ہوا ہوگا، یہاں تک کہ وہ ڈھالوں کے ذریعے اس مال کو تقسیم کریں گے، پھر ایک شخص آئے گا اور یہ کہے گا: دجال تمہارے علاقوں میں نکل آیا ہے، یاد رکھنا! وہ بات جھوٹی ہوگی، اس خبر کو لینے والا بھی ندامت کا شکار ہوگا اور ترک کرنے والا بھی ندامت کا شکار ہوگا''۔

4095- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنِيْ بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيُّ حَدَّثَنِيْ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيُّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

4093- اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4296

4094- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ هُدْنَةٌ فَيَغْدِرُونَ بِكُمْ فَيَسِيرُونَ اِلَيْكُمْ فِي ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمہارے اور بنو اصفر کے درمیان صلح ہوگی وہ لوگ تمہارے ساتھ غداری کریں گے اور 80 جھنڈے لے کر تمہاری طرف لڑائی کے لیے چل پڑیں گے۔ ان میں سے ہر ایک جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار لوگ ہوں گے''۔

بَاب التُّرْكِ

یہ باب ہے کہ ترک (کے بارے میں روایات)

4096- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا صِغَارَ الْاَعْيُنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا پتہ چلا ہے:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک تم ایک ایسی قوم کے ساتھ جنگ نہیں کرو گے' جو بالوں سے بنی ہوئی جوتیاں پہنتے ہوں گے۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک تم ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہیں کرو گے' جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی''۔

4097- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا صِغَارَ الْاَعْيُنِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک تم ایسی قوم کے ساتھ جنگ نہیں کرو گے' جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی ناک چپٹے ہوں گے اور ان کے چہرے یوں ہوں گے جیسے وہ چمڑہ لگی ہوئی ڈھالیں ہوتی ہیں۔

قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک تم ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہیں کرو گے' جو بالوں سے بنی ہوئی جوتیاں پہنتے ہیں۔

4096: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2929' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7239' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4304' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2215

4097: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2928' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7241

4098- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا عِرَاضَ الْوُجُوْهِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَاِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعَرَ

◆◆ حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''قیامت کی نشانیوں میں یہ بات شامل ہے کہ تم ایسی قوم کے ساتھ جنگ کرو گے' جن کے چہرے چوڑے ہوں گے۔ ان کے چہرے یوں ہوں گے جیسے وہ ڈھالیں ہوتی ہیں' جن پر چمڑہ لگایا گیا ہوتا ہے اور قیامت کی نشانیوں میں ایک یہ بات بھی شامل ہے کہ تم ایک ایسی قوم کے ساتھ جنگ کرو گے' جو بالوں سے بنے ہوئے جوتے پہنتے ہیں''۔

4099- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا صِغَارَ الْاَعْيُنِ عِرَاضَ الْوُجُوْهِ كَاَنَّ اَعْيُنَهُمْ حَدَقُ الْجَرَادِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعَرَ وَيَتَّخِذُوْنَ الدَّرَقَ يَرْبُطُوْنَ خَيْلَهُمْ بِالنَّخْلِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک تم ایسی قوم کے ساتھ جنگ نہیں کرو گے' جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی اور چہرے چوڑے ہوں گے' ان کی آنکھیں یوں ہوں گی جیسے مکڑی کی آنکھیں ہوتی ہیں اور ان کے چہرے یوں ہوں گے جیسے وہ چمڑے والی ڈھال ہوتی ہے' وہ لوگ بالوں کے ذریعے جوتے بناتے ہوں گے' ڈھالیں استعمال کرتے ہوں گے اور اپنے گھوڑے کھجور کے درخت کے ساتھ باندھتے ہوں گے''۔

4098: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 2927' ورقم الحدیث: 3592

4099: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کِتَابُ الزُّهْدِ

یہ کتاب زہد کے بیان میں ہے

بَاب الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا

یہ باب دنیا میں زُہد کے بیان میں ہے

4100-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا بِتَحْرِيمِ الْحَلَالِ وَلَا فِي إِضَاعَةِ الْمَالِ وَلَكِنِ الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا أَنْ لَا تَكُونَ بِمَا فِي يَدَيْكَ أَوْثَقَ مِنْكَ بِمَا فِي يَدِ اللَّهِ وَأَنْ تَكُونَ فِي ثَوَابِ الْمُصِيبَةِ إِذَا أُصِبْتَ بِهَا أَرْغَبَ مِنْكَ فِيهَا لَوْ أَنَّهَا أُبْقِيَتْ لَكَ

قَالَ هِشَامٌ كَانَ أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ يَقُولُ مِثْلُ هَذَا الْحَدِيثِ فِي الْأَحَادِيثِ كَمِثْلِ الْإِبْرِيزِ فِي الذَّهَبِ

◄◄ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: دنیا میں زہد اختیار کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حلال کو حرام قرار دیدیا جائے اور مال ضائع کر دیا جائے (یعنی خرچ کر دیا جائے) بلکہ دنیا میں زُہد یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تمہارے نزدیک اس سے زیادہ قابل اعتماد نہیں ہونا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اور مصیبت کے ثواب میں جبکہ وہ مصیبت تمہیں لاحق ہو تمہیں زیادہ راغب ہونا چاہئے۔ اگر چہ وہ تمہارے لیے باقی رہے۔

ابوادریس خولانی کہتے ہیں۔ یہ حدیث دیگر روایات میں اسی طرح ہے جیسے سونے میں کندن ہوتا ہے۔

شرح

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "جس بندہ نے دنیا میں (زائد از ضرورت وحاجت، دنیاوی مال وجاہ سے) زہد یعنی بے رغبتی اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں حکمت یعنی معرفت ویقین کی دولت پیدا کی، اس کی زبان کو اس (حکمت) کے ساتھ گویا کیا اور اس کو دنیا کے عیوب (جیسے کثرت غم ورنج، قلت غناء خست شرکاء، سرعت فنا اور ذکر الٰہی سے دل کی غفلت وغیرہ کو یقین کی آنکھوں سے) دیکھنے والا کیا، نیز اس دنیا کی بیماری (یعنی دنیاوی محبت کی علت وسبب) اور (علم وعمل، صبر وقناعت اور دنیا سے اجتناب وبے رغبتی اختیار کرنے اور تقدیر الٰہی پر راضی رہنے کی توفیق بخش کر) اس بیماری کا علاج بھی اس کو دکھایا اور (اس کے دنیا سے اعراض کرنے اور عقبیٰ کی طرف متوجہ رہنے کے سبب) حق تعالیٰ نے اس کو

4100 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2340

اور پاکیزہ طیبات اسے سلامتی کے ساتھ دارالسلام میں پہنچا دیا۔ (بیہقی، مشکوۃ شریف جلد چہارم حدیث نمبر 1125)

"دارالسلام" سے مراد "جنت" ہے اور اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ بکمال تمام حقیقی سلامتی بس دار آخرت اور جنت ہی میں حاصل ہوگی۔ منقول ہے کہ ایک عارف درویش سے لوگوں نے پوچھا کہ کہئے، آپ کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ نے چاہا تو سلامتی ہے بشرطیکہ جنت میں پہنچ جاؤں۔

حقیقی زہد کیا ہے اور زاہد کسے کہتے ہیں؟ اس بات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے چنانچہ ارشاد گرامی کے مطابق دنیا سے زہد اختیار کرنا اس چیز کا نام ہرگز نہیں ہے کہ محض دنیا کی نعمتوں اور لذتوں اور طبعی خواہشوں کو ترک کر دیا جائے جب کہ ایسا کرنا گویا ان چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لینا ہے جن کو اللہ نے حلال کیا ہے اور یہ بات نہ صرف یہ کہ حقیقی زہد وتقویٰ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی بلکہ بذات خود ممنوع ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ آیت (لاتحرموا طیبات ما احل اللہ لکم) ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ثابت ہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرغوب ولذیذ چیزوں اور اللہ کی اتاری ہوئی دنیاوی نعمتوں سے اجتناب نہیں کیا بلکہ جو چیز حاصل ہوئی اس سے فائدہ اٹھایا اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ زہد وتقویٰ کس سے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جو نام نہاد صوفی اور جاہل محض ترک لذات کو زہد وتقویٰ کا کمال سمجھتے ہوئے عمدہ ولذیذ کھانوں اور پھل ومیوہ جات وغیرہ سے اجتناب کرتے ہیں اچھے اور نئے لباس اور اسی طرح کی دوسری نعمتوں کو ترک کرتے ہیں اور اس چیز کو زہد وتقویٰ کا نام دیتے ہیں۔

وہ حقیقت میں یہ جانتے تک نہیں کہ زہد کس کو کہتے ہیں اور زاہد ہونے کا مطلب کیا ہے، اسی طرح زہد وتقویٰ یہ بھی نہیں ہے کہ اللہ نے جو مال ودولت اور روپیہ پیسہ عطا کیا ہو اس کو یوں ہی ضائع کر دیا جائے یا اس کو غیر مصرف میں خرچ کر دیا جائے مثلاً یہ سوچ کر کہ میرے پاس جو مال ودولت رہے زہد وتقویٰ کی راہ میں رکاوٹ ہے اس کو لے جا کر دریا میں پھینک دے یا فقیر وغنی مستحق وغیر مستحق کی تمیز کے بغیر لوگوں میں بانٹ دے۔ حاصل یہ کہ نہ تو اس طرح کے ظاہری زہد کا اعتبار ہے اور نہ یہ بات گوارا کرنے کے قابل ہے کہ دنیا کے ظاہری مال واسباب سے اپنے ہاتھ کو بالکل خالی رکھے اور کوئی چیز کمانے اور اپنے پاس رکھنے کو تو زہد وتقویٰ کے خلاف جانے مگر معاشی ضرورت واحتیاج کے وقت دل غیر اللہ کی طرف متوجہ رکھے بلکہ اصل مدار واعتبار قلب کے زہد پر ہے کہ دل ہر صورت میں صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے اور اس میں دنیا اور دنیا کی کسی چیز کی کوئی محبت نہ ہو۔

"جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے" سے مراد یہ ہے کہ دنیاوی مال واسباب، تدبیر وہنر، کسب وعمل اور مادی اسباب ووسائل ہیں۔ اسی طرح "جو اللہ کے ہاتھوں میں ہے" سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز اس کے ظاہری وباطنی خزانوں میں ہے۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا اصل اعتماد وبھروسہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر ہونا چاہئے۔ جو اس نے تمہیں رزق دینے اور تم تک اپنی نعمتیں پہنچانے کے بارے میں کیا ہے کہ وہ تمہیں اس طرح رزق دیتا ہے اور ایسی جگہ سے تم تک اپنی نعمتیں پہنچاتا ہے کہ تم اس کا گمان بھی نہیں کر سکتے۔ جو چیز تم اپنی سعی وتدبیر سے حاصل کرتے ہو اور جو مال وغیرہ تم اپنے کسب وعمل کے ذریعہ پیدا کرتے ہو اس کو یہ نہ سمجھو کہ واقعتاً اس چیز کے حاصل ہونے اور اس مال کے ملنے کے صرف تمہاری تدبیر وسعی اور تمہارے کسب وعمل کا دخل ہے بلکہ یہ یقین رکھو کہ تم تک جو

کچھ بھی آیا ہے وہ سب دراصل اللہ ہی کی طرف سے اس کے وعدہ رزق کے مطابق آیا ہے اگر اللہ تمہیں کچھ بھی نہ دینا چاہتا تو تم لاکھ تدبیر وسعی کرتے اور کتنی ہی محنت ومشقت سے کماتے تمہارے ہاتھ میں ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ آسکتی تھی پھر اس بات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے تھا کہ تم نے ظاہری اسباب ووسائل کے ذریعہ جو کچھ کمایا اور حاصل کیا ہے اور تمہارے کسب وعمل کے نتیجہ میں جو بھی چیز تمہارے پاس آئی ہے کہ خواہ وہ جاہ ومنصب ہو یا مال وزر، خواہ وہ صنعتی وتجارتی کاروبار ہو یا زمین وجائیداد ہو، بالفرض محال علم کیا ہی کیوں نہ ہو، یہ سب چیزیں ان نعمتوں اور فائدوں سے زیادہ دیرپا ہرگز نہیں ہوسکتیں جو اللہ کے خزانہ قدرت میں موجود ہیں اور جو تمہیں ابھی نہیں ملی ہیں، کیونکہ تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب تلف وفنا ہوجانے والا ہے اس کے برخلاف جو چیزیں اور نعمتیں اللہ کے خزانوں میں ہیں وہ سب ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ آیت (ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق)۔ تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے سب فانی ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

حدیث کے آخری جزو، وان تکون فی ثواب المصیبۃ الخ کا مطلب یہ ہے کہ زہد یہ بھی ہے کہ تم دنیا کی راحت چین اور آرام وآسائش کی طرف مائل ومتوجہ نہ ہو اور دنیاوی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کی خواہش وآرزو نہ رکھو بلکہ یہ جانو کہ دنیا کی نعمتیں اور لذتیں دراصل ان آفات اور بلاؤں میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہیں جو دینی اور اخروی، زندگی کو نقصان پہنچاتی ہی۔ یہ اس لئے ضروری ہے تاکہ تمہارا دل دنیا کی طرف مائل نہ ہو اور تمہارا نفس دنیاوی چیزوں سے کوئی انس وتعلق نہ رکھے لہٰذا جب تم کسی دنیاوی مصیبت وآفت میں مبتلا ہو تو اس وقت مضطرب وپریشان حال اور شاکی ہونے کے بجائے اس مصیبت وآفت کو خوش آمدید کہو اور اس کے ذریعہ اجر وثواب کے طلبگار رہو یہاں تک کہ اس وقت تمہارے دل میں اس مصیبت کی طرف اتنی زیادہ رغبت واشتیاق ہو کہ جیسے وہ ابھی آئی نہیں ہے اور تم اس کے منتظر ہو۔ واضح رہے کہ ان الفاظ لوانہا ابقیت میں لفظ ابقیت دراصل لم یصب کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور جملہ کا واضح مفہوم، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اجر وثواب کی وجہ سے اس مصیبت کی طرف تمہاری رغبت، عدم مصیبت کی رغبت سے زیادہ ہونی چاہئے۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زہد کی مذکورہ دو صورتیں بیان کرکے یہ واضح فرمایا کہ کسی شخص میں ان دونوں صفات کا ہونا اس کے حق میں یہ کھلی ہوئی دلیل ہوگی کہ وہ زہد کے مقام پر فائز ہے دنیا اور دنیا کی چیزیں اس کی نظر میں کالعدم اور صرف آخرت اس کا مطلوب ومقصود ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ یوں تو بظاہر زہد کا مفہوم یہی ہے کہ دنیا سے بے رغبتی ہو، دنیاوی متاع وخواہشات جیسے مال ودولت اور جاہ ومنصب وغیرہ کو ترک کیا جائے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ زہد کا مرتبہ محض اس چیز سے کامل نہیں ہوتا تاوقتیکہ صبر وتوکل کا مقام حاصل نہ ہو اور آخرت کی طرف رغبت واشتیاق اس حد کو نہ پہنچ جائے کہ اس دنیا میں جو مصیبتیں اور بلائیں پہنچیں وہ آخرت کے اجر وثواب کی تمنا میں محبوب وپسندیدہ بن جائیں اور ان کا پہنچنا، ان کے نہ پہنچنے سے زیادہ مرغوب ہو۔ اگر یہ مقام حاصل ہوجائے تو سمجھنا چاہئے کہ زہد کی صفت پوری طرح پیدا ہوگئی، ورنہ بصورت دیگر محض مال ودولت کو ترک کرنا اور دنیاوی لذتوں اور نعمتوں سے اجتناب کرنا گویا اپنے مال کو ضائع کرنا اور حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرلینا ہے۔

زہداور حکمت کا بیان

4101- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ عَنْ أَبِي خَلَّادٍ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ أُعْطِيَ زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوا مِنْهُ فَإِنَّهُ يُلَقِّي الْحِكْمَةَ

حضرت ابوخلاد رضی اللہ عنہ جنہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم کسی شخص کو دیکھو جسے دنیا میں زُہد دیا گیا ہو اور کم گویائی عطا کی گئی تو تم اس کے قریب رہو کیونکہ اسے حکمت دی گئی ہے۔

شرح

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ زیادہ دانا مومن کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مومن جو موت کو بہت یاد کرتا ہو اور موت کے بعد کی زندگی (یعنی آخرت) کے لئے بہت تیاری کرتا ہو۔ مذکورہ بالا حدیث میں لفظ "حکمت" نقل کیا گیا ہے اس سے مراد نیک کرداری اور راست گفتاری ہے۔ اور جس بندے کو اللہ تعالیٰ حکمت عطا فرماتا ہے اس کی بڑی فضیلت منقول ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے آیت (ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا) یعنی جس شخص کو حکمت عطا کی گئی، گویا اس کو بہت زیادہ خیر و بھلائی دی گئی۔ بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص دنیا سے بے اعتنائی اور بے رغبتی اختیار کیے ہوئے ہو اور کم گوئی کی صفت سے متصف ہو وہ ایک ایسا مخلص و کامل عالم ہے جس کو اللہ نے نیک کرداری اور راست گفتاری کی دولت سے نواز دیا ہے اور وہ یقیناً مرشد و مقتدا بننے کا اہل ہے کہ وہ بندگان اللہ کی تربیت و اصلاح اور رشد و ہدایت کی ذمہ داری کو پوری طرح انجام دے سکتا ہو، لہٰذا ہر ایک شخص پر واجب ہے کہ اس کی اطاعت و خدمت کرے، اسی کی صحبت و ہمنشینی اختیار کرے اور اس کے ساتھ ہمکلامی رکھے، بعض عارفین نے بہت خوب کہا ہے کہ اللہ کی صحبت اختیار کرو۔ اگر تم اس پر قادر نہ ہو سکو تو اس شخص کی صحبت و ہم نشینی اختیار کرو جو اللہ کے ساتھ صحبت رکھتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ شخص وہی ہو سکتا ہے کہ جس میں کردار و احوال اور اقوال و افعال کے صحیح اور قابل اعتماد ہونے کی وہ علامت پائی جائے جو انشراح صدر کی علامت کے طور پر پچھلی حدیث میں بیان کی جا چکی ہے اور اس کی وہ حیثیت و شخصیت اس طرح ظاہر و ثابت ہو جائے کہ اس کی صحبت تمام دینی و دنیاوی معاملات پر بھلائی و بہتری کی صورت میں اثر انداز ہوتی ہو، وہ اپنے رفقاء اور معتقدین کو دنیاوی لذات سے کنارہ کش، تحصیل مال و جاہ سے بے رغبت اور مقدار حاجت و ضرورت سے زیادہ کی طلب و خواہش سے بے پرواہ بنا کر زاد عقبیٰ کی طرف پہنچاتا ہو۔ ایسا شخص نہ صرف عالم و عارف کہلاتا ہے بلکہ انبیاء کا حقیقی وارث و خلیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے عارف باللہ کی زیارت و خدمت اور اس کی صحبت و ہم نشینی کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمائے۔

4102- حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ أَبِي السَّفَرِ حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَمْرٍو الْقُرَشِيُّ عَنْ

4101: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4102: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

سُفْيَانَ الثَّوْرِيّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا اَنَا عَمِلْتُهُ اَحَبَّنِيَ اللّٰهُ وَاَحَبَّنِيَ النَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْمَا فِيْ اَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّوْكَ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اس نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کسی ایسے عمل کی طرف میری رہنمائی کیجئے کہ جسے میں انجام دوں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرنے لگے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کرنے لگیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں زہد اختیار کرو اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنالے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے لاتعلق ہو جاؤ وہ بھی تم سے محبت کریں گے۔

شرح

کسی چیز کی طرف خواہش ومیلان نہ رکھنے کو "زہد" کہتے ہیں اور کامل وصادق زہد یہ ہے کہ دنیا کی لذات میسر ہونے کے باوجود ان سے بے رغبتی اختیار کی جائے، چنانچہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس شخص کے بارے میں "زہد" تصور ہی نہیں ہو سکتا جو نہ مال ودولت رکھتا ہو اور نہ جاہ وحشم کا مالک ہو، بلکہ حقیقت کے اعتبار سے "زاہد" وہی شخص ہے جو مال ودولت اور جاہ وحشم کا مالک ہونے کے باوجود ان کی لذات سے دور رہے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو "یازاہد" کہہ کر مخاطب کیا تو انہوں نے فرمایا کہ زاہد تو بس حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کے دامن میں دنیا کھنچی آتی تھی مگر اس کے باوجود وہ دنیاوی لذات سے ترک تعلق رکھتے تھے اور ہمارے پاس کیا رکھا ہے کہ ہم زہد اختیار کریں گے، حاصل یہ کہ اصل میں "زہد" یہ ہے کہ لوازمات دنیا میں کھانے پینے اور پہننے کی فراوانی کے باوجود بقدر ضرورت پر قناعت کی جائے اور فضولیات کو ترک کیا جائے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ دنیا میں زہد اس کا نام نہیں ہے کہ موٹے چھوٹے اور سخت کپڑے پہن لئے جائیں اور روکھا سوکھا اور بدمزہ کھانا کھایا جائے بلکہ دنیا سے زہد اختیار کرنا حقیقت میں آرزوؤں اور امیدوں کی کمی کا نام ہے۔ (شرح السنۃ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1207)

غلیظ "سے وہ کپڑا مراد ہوتا ہے جس کے سوت نہایت موٹے اور بھدے ہوں اور خشن سے مراد وہ کپڑا ہوتا ہے جو نہایت سخت اور کھدری بناوٹ کا ہو جشب اس کھانے کو کہتے ہیں جو نہایت بدمزہ ہو اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ بغیر سالن کی روٹی کو " جشب " کہتے ہیں آرزوؤں اور امیدوں کی کمی کا مطلب ہے دنیاوی چیزوں کے حصول کی خواہشات اور درازی عمر کی تمنا کو ختم کر کے بلاتاخیر توبہ وانابت اور علم وعمل کی راہ اختیار کر لینا اور ہمہ وقت موت کے لئے تیار رہنا۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا عارفانہ قول کا مطلب یہ ہے کہ زہد، دنیا سے بے رغبتی بے اعتنائی کی اس کیفیت کا نام ہے جو انسانی قلب پر اس طرح طاری ہو کہ وہ قلب دنیا سے بیزار اور آخرت کی طرف راغب ومتوجہ رہے، گویا زہد کا مدار اس بات پر نہیں ہے کہ انسان کا قالب یعنی جسم وبدن دنیا کی جائز ومباح چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے یا نہیں کیونکہ حقیقت کے اعتبار سے

اس زہد کے معاملہ میں یہ دونوں برابر ہوں یعنی ایک شخص جسمانی طور پر خوش پوشاک وخوش خوراک ہونے کے باوجود قلبی طور پر ہمہ وقت آخرت کی طرف متوجہ وراغب رہ سکتا ہے اور ایک شخص جسمانی طور پر خوش پوشاکی وخوش خوراکی سے بیزار رہتے ہوئے بھی قلبی طور پر آخرت کی طرف زیادہ متوجہ وراغب نہیں رہ سکتا۔ اگرچہ لباس کی بے حیثیتی وسادگی اور کھانے کی بدمزگی، سلوک وطریقت کی راہ میں بندے کی استقامت واستواری پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔

حاصل یہ کہ جو سالک جسمانی طور پر تو دنیا سے اجتناب کرے لیکن اس کے دل میں دنیا کی محبت جاگزیں ہو تو یہ چیز اس کے لئے نہایت مہلک اور تباہ کن ہے۔ اس کے برخلاف اگر وہ جسمانی طور پر تو دنیا کی جائز ومباح نعمتوں اور لذتوں سے فائدہ اٹھائے، مگر اس کا دل دنیا کی محبت سے خالی اور آخرت کی طرف متوجہ ہو تو یہ اس کے حق میں بہت بہتر ہے۔ جاننا چاہئے کہ دل کی مثال کشتی کی سی ہے کہ اگر پانی کشتی کے اندر آ جائے تو وہ نہ صرف کشتی بلکہ اس میں بیٹھے لوگوں کو بھی ڈبو دیتا ہے، لیکن وہی پانی جب اسی کشتی کے باہر اور اس کے گرد رہتا ہے تو اس کشتی کو رواں کرتا ہے اور منزل تک پہنچاتا ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے نعم المال الصالح للرجل الصالح اور اسی وجہ سے صوفیاء کی ایک جماعت کے بارے میں منقول ہے کہ وہ حضرات اسی طرح کا لباس پہنا کرتے تھے جیسا کہ عام طور پر رائج تھا بلکہ بعض نے تو امیروں اور رئیسوں جیسا لباس بھی پہنا ہے تاکہ ان کے باطنی احوال کا انکشاف نہ ہو۔

4103- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ اَنْبَاَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ سَهْمٍ رَجُلٍ مِّنْ قَوْمِهٖ قَالَ نَزَلْتُ عَلٰی اَبِیْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ طَعِيْنٌ فَاَتَاهُ مُعَاوِيَةُ يَعُوْدُهٗ فَبَكٰی اَبُوْ هَاشِمٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ مَا يُبْكِيْكَ اَیْ خَالِ اَوَجَعٌ يُشْئِزُكَ اَمْ عَلَی الدُّنْيَا فَقَدْ ذَهَبَ صَفْوُهَا قَالَ عَلٰی كُلٍّ لَا وَلٰكِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَیَّ عَهْدًا وَّدِدْتُ اَنِّیْ كُنْتُ تَبِعْتُهٗ قَالَ اِنَّكَ لَعَلَّكَ تُدْرِكُ اَمْوَالًا تُقْسَمُ بَيْنَ اَقْوَامٍ وَّاِنَّمَا يَكْفِيْكَ مِنْ ذٰلِكَ خَادِمٌ وَّمَرْكَبٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَدْرَكْتُ فَجَمَعْتُ

◄► سمرہ بن سہم بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے ہاں آیا وہ زخمی ہوئے تھے (کچھ دیر بعد) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ان کی عیادت کرنے کے لئے آئے ابو ہاشم رونے لگے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے ماموں جان! آپ کیوں رو رہے ہیں کیا تکلیف آپ کو پریشان کر رہی ہے یا دنیا (سے رخصت ہونے کا خوف ہے) جس کا بہترین حصہ گزر چکا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ان میں سے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ وعدہ لیا تھا میری یہ خواہش ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہوتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: ہو سکتا ہے تمہیں بہت زیادہ مال مل جائے۔ تم اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دینا اس مال میں سے تمہارے لیے ایک خادم اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانے کے لئے ایک سواری کافی ہوگی۔

(حضرت ابو ہاشم فرماتے ہیں:) مجھے وہ مال ملا تو میں نے اسے جمع کر لیا۔

4103. اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2327 'اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5387

زہد اور امت کی نیکی کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس امت کی پہلی نیکی، یقین کرنا اور زہد اختیار کرنا ہے اور اس امت کا پہلا فساد، بخل اور دنیا میں باقی رہنے کی آرزو کو دراز کرنا ہے۔

(تحقیق مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1206)

یقین "سے مراد ہے اس بات پر کامل اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ رازق ہے اور رزق پہنچانے کا متکفل وضامن ہے، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آیت (وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا) یعنی روئے زمین پر ایسا کوئی چلنے والا جاندار نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ "زہد اختیار کرنے "کا مطلب دنیا کی محبت میں گرفتار ہونے سے بچنا اور دنیا کی نعمتوں ولذتوں سے بے اعتنائی ولا پرواہی برتنا ہے۔ حاصل یہ کہ دین وآخرت کی بھلائی وکامیابی کا مدار تقویٰ پر ہے جو زہد ویقین سے حاصل ہوتا ہے اور دین وآخرت کی خرابی کی جڑ، طمع ولالچ ہے جو بخل اور درازی عمر کی آرزو سے پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ جب حق تعالیٰ کی رزاقیت پر کامل اعتقاد ویقین ہوتا ہے تو بخل کا مادہ فساد نہیں پھیلاتا کیونکہ بخل کا سبب وہ بے یقینی ہوتی ہے جو رزق پہنچنے کے تئیں انسان اپنے اوپر طاری کر لیتا ہے یعنی اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ میرے پاس جو مال وزر ہے اگر میں نے اس کو انفاق وایثار کی صورت میں خرچ کر دیا تو پھر کل کہاں سے کھاؤں گا۔ اسی طرح جب زہد کی راہ اختیار کی جاتی ہے تو دنیا میں باقی رہنے کی تمنا اور آرزوؤں کی درازی ختم ہو جاتی ہے اس لئے یہ فرمایا گیا ہے کہ اس امت کا پہلا فساد بخل اور آرزو ہے۔ کیونکہ یہ دونوں خصلتیں رزاقیت حق پر یقین اور زہد کی ضد ہیں۔ "یقین" کی تعریف: اس موقع پر یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ "یقین" کا اصل مفہوم کیا ہے؟

حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "حبل المتین فی تحصیل الیقین" میں لکھا ہے کہ "اعتقاد کا جزم کی حد تک پہنچ جانا اور دلیل وبرہان کے ذریعہ اتنا مضبوط ومستند ہو جانا کہ حق کو ثابت کر دے "حکماء ومتکلمین کی اصطلاح میں "یقین" کہلاتا ہے، لیکن صوفیہ کی اصطلاح میں اس مفہوم پر "یقین" کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ تصدیق دل پر اس حد تک غالب نہ ہو جائے کہ دل پر اس کے تصرف وحکمرانی کا سکہ چلنے لگے۔ یا اس دل کو صرف انہی چیزوں کی طرف مائل کرنے لگے جو شریعت کے مطابق ہوں اور ان چیزوں سے باز رہے جو شرعی احکام کے خلاف ہوں۔ مثلاً موت کا اعتقاد ہر شخص رکھتا ہے اور وہ اعتقاد نہ صرف جزم کی حد تک ہوتا ہے بلکہ دلیل وبرہان کے ذریعہ اتنا مضبوط ومستند ہوتا ہے کہ وہ موت کو ایک اٹل حقیقت بھی ثابت کرتا ہے تو حکماء متکلمین کے نزدیک اس اعتقاد پر یقین کا اطلاق کیا جا سکتا ہے لیکن صوفیاء کے نزدیک وہ اعتقاد حقیقی معنی میں " یقین " نہیں کہلا سکتا اور اس اعتقاد کا حامل "صاحب یقین "شمار نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس کے دل پر موت کی یاد غالب نہ ہو اور موت کا احساس اس حد تک اس پر متصرف وحکمران نہ ہو کہ وہ طاعات کی مشغولیت اور گناہ کے ترک کے ذریعہ ہر وقت موت کے لئے تیار رہے۔ واضح رہے کہ چار امور ایسے ہیں جو یقین کا محل ہیں۔ یوں تو وہ تمام چیزیں یقین کی متقاضی ہیں جن کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے لیکن ان تمام چیزوں کی اصل اور بنیاد ہونے کی حیثیت سے وہ چار امور اس درجہ کے ہیں کہ ان پر ہر سالک کو یقین رکھنا بنیادی طور پر ضروری ہے۔ ایک تو توحید، یعنی یہ پختہ اعتقاد رکھنا کہ جو کچھ بھی واقع ہوتا ہے حق تعالیٰ ہی کی قدرت سے

واقع ہوتا ہے دوسرے توکل، یعنی اس بات پر کامل یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ رزق پہنچانے کے متکفل وضامن ہے، تیسرے جزاء سزا کا اعتقاد، یعنی یہ یقین رکھنا کہ ہر عمل کی جزاوسزا مقرر ہے تمام اعمال پر ثواب عذاب کا مرتب ہونا لازمی امر ہے اور چوتھے یہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام احوال کیفیات اور تمام حرکات وسکنات سے پوری طرح باخبر اور مطلع ہے پس توحید کے تئیں یقین کا فائدہ یہ ہوگا کہ مخلوقات کی طرف رغبت والتفات نہیں رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق پہنچنے کے تئیں یقین رکھنے کا فائدہ ہوگا کہ یا تو حصول رزق کی طلب وکوشش میں میانہ روی اختیار کرے گا، یا اگر افلاس وناداری کی صورت میں غذائی ضروریات پوری نہ ہوں گی تو کسی تاسف اور بددلی میں مبتلا نہیں ہوگا، اعمال کے جزاوسزا کے تئیں یقین رکھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ طاعات وعبادات کی مشغولیت اور اللہ کی رضا وخوشنودی کے حصول میں زیادہ سے زیادہ سعی وکوشش کرے گا اور گناہ ومعصیت کی زندگی سے اجتناب کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے علیم وخبیر ہونے کے تئیں یقین رکھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ اپنے ظاہر وباطن کی اصلاح کی طرح زیادہ سے زیادہ متوجہ رہے گا۔

اب آخر میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رزاقیت، رزق پہنچنے اور اللہ تعالیٰ نے رزق دینے کا جو وعدہ کیا ہے اس پر کامل توکل اعتماد رکھنا، تمام روحانی وباطنی اعلیٰ مراتب میں سے ایک بہت بڑا مرتبہ ہے نیز سالک راہ حق کو یہ مرتبہ اختیار کئے بغیر کوئی چارہ نہیں اور تمام عبادات وطاعات میں قلبی فروغ واطمینان کا انحصار اس مرتبہ پر ہے۔

امام زمانہ، قطب وقت، حضرت الشیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ نے بڑی عارفانہ بات کہی ہے کہ دو ہی چیزیں ایسی ہیں جو عام طور پر بندہ اور اللہ کے درمیان پردہ کی طرح حائل ہو جاتی ہیں یعنی ان دونوں چیزوں کی وجہ سے بندہ معرفت حق حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے ایک تو رزق کا فکر اور دوسرے مخلوق کا خوف اور ان دونوں میں سے بھی زیادہ سخت پردہ رزق کا فکر ہے۔

امام اصمعی رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دیہاتی کے سامنے سورت والذاریات کی تلاوت شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچا آیت (وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ، الذاریات:22) تو اس دیہاتی نے (جو بڑے غور کے ساتھ میری تلاوت سن رہا تھا) ایک دم کہا کہ بس کیجئے۔ اور پھر وہ اپنی اونٹنی کی طرف متوجہ ہوا، اس نے اس اونٹنی کو نحر کیا اور اس کا گوشت کاٹ بنا کر ان تمام لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا جو اس کے آس پاس موجود تھے۔

اس کے بعد اس نے اپنی تلوار اور کمان اٹھائی اور ان کو بھی توڑ کر پھینک دیا اور پھر بغیر کچھ کہے سنے وہاں سے اٹھ کر چلا گیا، کافی عرصہ کے بعد میں ایک دن بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک اس دیہاتی سے ملاقات ہوگئی جو خود بھی طواف کر رہا تھا میں اس کو دیکھ کر حیران رہ گیا، اس کا بدن بالکل سوکھ گیا تھا اور رنگ زرد ہو گیا تھا، اس نے مجھ کو دیکھ کر سلام کیا اور کہنے لگا کہ وہی سورت پھر پڑھیے جو آپ نے اس دن پڑھی تھی چنانچہ میں نے وہ سورت پڑھنی شروع کی اور جب اسی آیت یعنی (وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ، الذاریات:22) پر پہنچا تو اس نے ایک چیخ ماری اور کہا آیت (قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا ، الاعراف: 44)، اس کے بعد اس نے کہا کہ کچھ اور؟ (یعنی اب آگے کی آیت پڑھیے) میں نے آگے کی آیت پڑھی (فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ ، الذاریات:23) اس نے آیت سن کر پھر ایک چیخ ماری اور کہنے لگا، یا اللہ پاک ہے تیری ذات، وہ کون بد

بخت ہے جس نے اللہ کو اتنا غصہ دلایا کہ اس کو قسم کھانی پڑی؟ اس شخص کی بدبختی کا کیا ٹھکانا ہے کہ پروردگار نے جو کچھ فرمایا اور جو وعدہ کیا اس پر اس نے یقین نہیں کیا یہاں تک کہ پروردگار کو قسم کھا کر اس بات کا یقین دلانا پڑا؟ اس دیہاتی نے تین مرتبہ یہی جملہ ادا کیے اور اس کے ساتھ ہی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

4104- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَبِی الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اشْتَكٰى سَلْمَانُ فَعَادَهُ سَعْدٌ فَرَآهُ يَبْكِي فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ مَا يُبْكِيكَ يَا اَخِي اَلَيْسَ قَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَيْسَ اَلَيْسَ قَالَ سَلْمَانُ مَا اَبْكِي وَاحِدَةً مِّنَ الثِّنْتَيْنِ مَا اَبْكِي ضِنًّا لِلدُّنْيَا وَلَا كَرَاهِيَةً لِلْاٰخِرَةِ وَلٰكِنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَيَّ عَهْدًا فَمَا اُرَانِي اِلَّا قَدْ تَعَدَّيْتُ قَالَ وَمَا عَهِدَ اِلَيْكَ قَالَ عَهِدَ اِلَيَّ اَنَّهُ يَكْفِي اَحَدَكُمْ مِثْلُ زَادِ الرَّاكِبِ وَلَا اُرَانِي اِلَّا قَدْ تَعَدَّيْتُ وَاَمَّا اَنْتَ يَا سَعْدُ فَاتَّقِ اللّٰهَ عِنْدَ حُكْمِكَ اِذَا حَكَمْتَ وَعِنْدَ قَسْمِكَ اِذَا قَسَمْتَ وَعِنْدَ هَمِّكَ اِذَا هَمَمْتَ قَالَ ثَابِتٌ فَبَلَغَنِي اَنَّهُ مَا تَرَكَ اِلَّا بِضْعَةً وَّعِشْرِينَ دِرْهَمًا مِّنْ نَفَقَةٍ كَانَتْ عِنْدَهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے' حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کرنے کے لیے آئے تو انہیں روتے ہوئے پایا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا: اے میرے بھائی! آپ کیوں رو رہے ہیں۔ کیا آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے' کیا وہ شرف حاصل نہیں' کیا وہ نہیں ہے' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دو میں سے کسی ایک بات پر نہیں رو رہا' نہ میں اس بات پر رو رہا ہوں کہ دنیا چھوٹ رہی ہے اور نہ ہی آخرت کو ناپسند کرتے ہوئے رو رہا ہوں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا اور میرا خیال ہے کہ میں نے اس کی خلاف ورزی کی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا عہد لیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ تم میں سے کسی بھی ایک شخص کے لئے اتنا ساز و سامان کافی ہے جتنا ایک سوار کے پاس ہوتا ہے اور میرا یہ خیال ہے کہ میں نے اس کی خلاف ورزی کی ہے۔ اے سعد! تم فیصلہ کرتے ہوئے اللہ سے ڈرنا اور تقسیم کرتے ہوئے بھی جب تم تقسیم کرو اور ارادہ کرتے ہوئے بھی جب تم کسی کام کا ارادہ کرو۔

ثابت نامی راوی بیان کرتے ہیں' ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے وراثت میں 20 کے قریب درہم چھوڑے تھے جو خرچ کے لئے ان کے پاس موجود تھے۔

شرح

حضرت زید بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو حضرت امام ملک رحمہ اللہ کے رفقاء اور مصاحبین میں سے تھے) کہتے ہیں میں نے حضرت امام مالک رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا جب کہ ان سے پوچھا گیا کہ دنیا سے زہد اختیار کرنا کس چیز کا نام ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ حلال کمائی اور آرزوؤں کی کمی کا نام' زہد ہے۔ (بیہقی' مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1208)

کسب "یہاں " مکسوب " کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔یعنی کھانے پینے کی وہ چیزیں جو حلال و پاکیزہ ہوں! حاصل یہ کہ "زہد "اس چیز کا نام نہیں ہے کہ انسان ان چیزوں کو بھی کھانے پینے اوران سے بقدرضرورت فائدہ اٹھانے سے پرہیز کرے جو اس کے حق میں حلال و پاکیزہ ہیں، کیونکہ اگر ان چیزوں سے فائدہ اٹھانا "زہد "کے منافی اور غیر مستحسن ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے یہ نہ فرماتا کہ آیت (کلوا من الطیبات واعملوا صالحا) اور نہ اہل ایمان کو یہ حکم دیا جاتا کہ آیت (یا ایھا الذین امنوا کلوا من الطیبات ما رزقناکم واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون)۔ بلکہ زہد یہ ہے انسان کو جائز وسائل وذرائع سے جو حلال پاکیزہ چیزیں حاصل ہوں ان سے بقدرضرورت فائدہ اٹھائے اور غیر حلال وغیرہ پاکیزہ چیزوں سے کلیۃ اجتناب کرے،اسی طرح ایک اور چیز، جس کا تعلق زہد سے ہے، یہ ہے کہ انسان آرزوؤں اور امیدوں کا اسیر بن کر کاہل وست اور آخرت سے غافل نہ بن جائے بلکہ ہمہ وقت آخرت کی طرف متوجہ رہے اور زیادہ سے زیادہ اچھے عمل کرنے میں مشغول رہے تاکہ جس وقت بھی پیغام اجل آجائے ، وہ اپنی جان، جاں آفریں کے سپرد کرنے پر اپنے کو بالکل تیار پائے۔یہی وہ "زہد "ہے جو شریعت کی نظر میں مطلوب ہے اور جو انسان کو عاقبت اندیش بناتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ رکھتا ہے۔اگر اس موقع پر ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ "زہد " محض اس چیز کا نام ہے کہ دنیا سے بالکل بے تعلقی اور کنارہ کشی اختیار کرلی جائے ،موٹا جھوٹا کپڑا پہنا جائے اور روکھی سوکھی روٹی کھانے پر عمل پیرا رہا جائے۔

چنانچہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے اس بات کو بجاطور پر واضح فرمایا حقیقی زہد وہ نہیں ہے جس کو تم نے اپنے گمان میں جگہ دے رکھی ہے بلکہ زہد کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تمہیں جائز ذریعوں سے جو کچھ حلال و پاکیزہ چیزیں عطا کرے ان کو کھاؤ پیو،ان سے فائدہ اٹھاؤ اور قدر ضرورت پر قناعت کرو نیز ضرورت سے زیادہ چیزوں کی امید و آرزو اور درازی عمر کی تمنا نہ رکھو جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔دنیا سے زہد اختیار کرنا اس چیز کا نام نہیں ہے کہ حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام قرار دے لو اور اپنے مال و اسباب کو ضائع کرڈالو، بلکہ زہد دراصل اس چیز کا نام ہے کہ جو چیز تمہارے ہاتھ میں اس پر اس چیز سے زیادہ اعتماد نہ کرو جو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اہل زہد کے بعض اوصاف کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اصحاب صفہ میں سے ایک شخص نے وفات پائی اور ایک دینار کی صورت میں اپنا ترکہ چھوڑا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (جب اس دینار کو دیکھا تو) فرمایا کہ یہ دینار (اس شخص کی پیشانی، پشت اور پہلو پر) ایک داغ ہے۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پھر (کچھ دنوں بعد) صفہ والوں میں سے ایک اور شخص نے وفات پائی اور اس نے اپنے ترکہ میں دو دینار چھوڑے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان دیناروں کو دیکھ کر فرمایا۔یہ دو دینار دو داغ ہیں۔(احمد بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1128)

صفہ والے "ان غریب اور گھر بار نہ رکھنے والے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت کو کہتے ہیں جو مستقل طور پر صفہ مسجد میں رہا کرتی تھی اور صفہ مسجد دراصل مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصل ایک مسقف (چھت دار) جگہ تھی اور بالکل شروع میں، جب

کہ مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا یہی جگہ "مسجد" کے طور پر استعمال ہوتی تھی، لیکن جب کچھ عرصہ بعد کعبۃ اللہ کو قبلہ قرار دیا گیا تو اس جگہ کو اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا اور اس کے برابر میں "مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" بنائی گئی! صحابہ رضی اللہ عنہم کی جو مقدس جماعت صفہ میں رہتی تھی وہ ستر اسی نفر پر مشتمل تھی۔

یہ تعداد مختلف اوقات میں کم وزیادہ بھی ہوتی رہتی تھی، ان صحابہ رضی اللہ عنہم کا چونکہ نہ کوئی مکان تھا نہ ان کے پاس کچھ مال واسباب تھا اور نہ کوئی کاروبار زندگی اور اہل وعیال رکھتے تھے اس لئے وہ کامل زہد اختیار کئے ہوئے تھے اور اللہ کی ذات پر توکل واعتماد کے سہارے اس جگہ پڑے رہتے تھے اور ہمہ وقت ذکر وشغل، ریاضت ومجاہدہ اور تلاوت قرآن مجید میں مشغول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پاک کو یاد ومحفوظ کرنے میں منہمک رہ کر ہمہ وقت انوار وبرکات حاصل کرتے رہتے تھے، ان حضرت کو اضیاف اللہ (اللہ کے مہمان) کہا جاتا ہے! جو صحابہ رضی اللہ عنہم استطاعت رکھتے تھے وہ ان کی خدمت کیا کرتے تھے، ان کی ضروریات زندگی کی فراہمی میں حتی الامکان سعی کرتے تھے، کچھ کو ان کی جگہ پر نہایت عزت واحترام کے ساتھ کھانے پینے کا سامان پہنچاتے، کچھ کو بطور مہمان اپنے گھر لے جاتے اور وہاں ان کی میزبانی کے فرائض انجام دیتے اور ان میں سے کتنے ہی حضرات ایسے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی عنایات وتوجہ سے بہرہ مندہ ہوتے تھے اور سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ پاک سے کھانا کھاتے تھے اور اسی وجہ سے کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے معجزات کے صادر ہونے کا باعث بھی بنتے تھے جس سے تھوڑا سا سامان خوراک حیرت انگیز طور پر سب کے لئے کافی ہوجاتا تھا، مثال کے طور پر، کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ دودھ کا صرف ایک پیالہ، جو ایک شخص کی بھی غذائی ضرورت کے لئے کافی ہوجانے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اعجاز نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ان سب حضرات کو شکم سیر کر دیتا تھا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم الٰہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان حضرات کے درمیان تشریف رکھا کریں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان حضرات کو وقتاً فوقتاً اپنے حضور شرف یابی سے نوازتے رہتے تھے اور کسی وقت بھی انہیں اپنی بیچارگی اور لاچاری کا احساس نہیں ہونے دیتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرمایا کرتے تھے کہ (تم لوگ اپنے کو تنہا اور بے کس مت سمجھو) میں تم میں ہی سے ہوں۔ نیز ان کو یہ بشارت دیتے کہ آخرت میں تم میرے ساتھ رہو گے اور میرے ہمراہ جنت میں جاؤ گے! مشہور صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہی (صفہ والے) صحابہ میں سے تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ واضح رہے کہ صوفیاء کی جماعت کو (زہد وتوکل اور دنیا سے ترک تعلق) اہل صفہ کے ساتھ مشابہت ومناسبت حاصل ہے اور اگرچہ لفظ "صوفیہ" کو "صفہ" سے مشتق قرار دینا اور یہ کہنا کہ مسلک زہد وتوکل اختیار کرنے والے کو "صوفی" کہنا لفظ "صفہ" کی بنیاد پر ہے، ایک غیر حقیقی بات ہے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ معنوی طور پر صوفیاء کی نسبت اہل صفہ کی طرف کی جاسکتی ہے۔

اب اصل حدیث کی طرف آیئے! اہل صفہ میں سے وفات پانے والے حضرات کا اپنے پیچھے دینار چھوڑ جانا اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعید بیان فرمانا اس بنیاد پر تھا کہ اگرچہ حاجت وضرورت کے تحت ایک دینار یا دو دینار جیسا معمولی سا دنیاوی مال بچا کر رکھنا اور جمع کرنا شرعی طور پر گناہ کا موجب نہیں ہے اور نہ یہ کوئی ایسی بات ہے جس کو غیر مناسب قرار دیا جاسکے

بلکہ اگر کوئی شخص ادائے حقوق (مثلاً زکوۃ وغیرہ کی ادائیگی) کے بعد پورا خزانہ بھی جمع کرلے اور دنیا بھر کا مال واسباب اپنے پاس رکھے تو اس کو خلاف شرع نہیں کہیں گے الا یہ کہ کوئی شخص اس طرح مال وزر کا انبار لگائے اور جمع کرے کہ نہ تو اس کی زکوۃ ادا کرے اور نہ دوسرے مالی حقوق کی ادائیگی کا لحاظ رکھے تو بے شک یہ ممنوع ہوگا، لیکن اس حقیقت کے باوجود اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اہل زہد اور تارکان دنیا جو سب کچھ چھوڑ کر، سب سے آنکھیں بند کر کے اور اہل فقر کی محبت کر کے باب توکل وفقر پر بیٹھتے ہیں ان کی شان جداگانہ ہے، ان کے پاس ضرورت سے زائد دنیاوی مال واسباب کی حقیر سے حقیر مقدار کا بھی ہونا غیر موزوں ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذکورہ ارشاد گویا فقر وتجرد کے اس دعوے کے خلاف سخت تنبیہ وسرزنش کے طور پر ہے جو حقیقت حال سے مطابقت نہ رکھے۔ اور غالباً اسی وجہ سے راوی نے ان دونوں حضرات کے ذکر میں یہ نہیں کہا کہ "اصحاب میں سے ایک شخص نے وفات پائی"۔ بلکہ یہ کہا کہ "اصحاب صفہ میں سے ایک شخص نے وفات پائی" گویا انہوں نے ان دونوں صحابیوں کی طرف "صفہ" کی نسبت خاص طور پر کی تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اگر کوئی دوسرا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ترکہ میں ایک یا دو دینار چھوڑ کر وفات پاتا تو یہ کوئی اہم بات نہیں تھی لیکن یہ ان اصحاب صفہ میں سے دو شخصوں کا ذکر ہے جن کی شخصیات کا امتیاز ہی زہد وفقر تھا، لہٰذا ان اصحاب صفہ کی صحبت ومعیت میں رہنا اور خود کو ان کی امتیازی خصوصیت (یعنی زہد وفقر اور توکل) کا حامل قرار دینا، مطلق درہم ودینار جمع کرنے کے منافی ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی وضاحت میں ایک دوسرے رخ سے بحث کی ہے، ان کے منقولات کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو یہ وعید بیان فرمائی وہ اس امر کے پیش نظر تھی کہ وہ دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم دراصل ان خستہ حال ومسکین لوگوں (یعنی اصحاب صفہ) میں سے تھے جن کے فقر وفاقہ کی وجہ سے ان پر دوسرے لوگ اپنا مال خیرات کرتے تھے اور اللہ واسطے ان کو کھلاتے پلاتے تھے، اس طرح وہ دونوں حضرات یا تو ازروئے مال حقیقۃً ازروئے حال بمنزلہ سائلین کے تھے اور جیسا کہ معلوم ہے، کسی بھی شخص کے لئے یہ قطعاً حلال نہیں ہے کہ اگر اس کے پاس ایک دن کا بھی بقدر کفاف کھانے پینے کا سامان ہو تو وہ دست سوال دراز کرے، لہٰذا وہ دونوں حضرات اپنے پاس دینار ہونے کے باوجود ان چیزوں میں سے جو کچھ کھاتے پیتے تھے جو دوسرے لوگ صدقہ وخیرات کے طور پر ان کے پاس لاتے تھے، وہ گویا ان کے حق میں حرام تھا۔

اسی طرح یہ مسئلہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ جو شخص اپنے آپ کو فقراء ومساکین کی صورت میں ظاہر کرے، مثلاً پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور خستہ حالی کے ساتھ رہے یا صوفیاء یا مشائخ کی وضع قطع اختیار کرے اور اس کے پاس ازقسم نقد یا مثل نقود (یعنی سونا، چاندی، درہم ودینار یا نوٹ اور روپیہ پیسہ وغیرہ) کچھ ہو اور اس کے باوجود لوگوں کے ہاتھ میں سے وہ چیز لے لے اور قبول کرلے جو کسی کو صدقہ وخیرات کے طور پر دینے کے لئے ہو اور پھر وہ اس چیز کو کھائے پئے یا اپنے مصرف میں لائے تو وہ چیز اس کے حق میں حرام ہوگی۔ اسی طرح وہ شخص اپنے آپ کو عالم یا صالح یا شریف ظاہر کرے اور حقیقت کے اعتبار سے وہ ایسا نہ ہو اور لوگ اس کو اس کے علم یا شرافت کی وجہ سے کچھ دیں تو ان کی دی ہوئی وہ چیز اس کے حق میں حرام ہوگی۔

منقول ہے کہ مشہور بزرگ حضرت شیخ ابو اسحاق گازرونی نے ایک فقراء کو ایک ایسے کھانے پر بلایا جو مستحقین کے لئے تیار کیا تھا، تو انہوں نے ان فقراء سے فرمایا: تم لوگ حرام کھا رہے ہو؟! ان سب فقراء نے یہ سن کر کھانے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، اس کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: دیکھو یہ کھانا صرف ایسے لوگوں کے لئے ہے جن کے پاس اس قسم دنیاوی مال نہ ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو، جو شخص ایسا ہو وہ تو اس کھانے کو کھائے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہ کھائے، چنانچہ اس کھانے کو تھوڑے لوگوں نے کھایا اور بہت سے لوگ وہاں سے ہٹ گئے۔ (یہ دیکھ کر) حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: سبحان اللہ کھانا تو ایک ہی ہے لیکن تھوڑے لوگوں کے لئے حلال ہے اور بہت سے لوگوں کے لئے حرام۔ اس سے واضح ہوا کہ وہ اوقاف کہ جو مخصوص فقراء کے لئے ہیں ان کی آمدنی اور ان کے وسائل کو کسی بھی ایسے شخص کا اپنے مصرف میں لانا مطلقاً حلال نہیں ہے جو شرعی طور پر غنی ہو۔ چنانچہ ان مکانات اور کمروں میں جو فقراء و مساکین کے لئے وقف ہیں ایسے لوگوں کا مفت رہائش اختیار کرنا حرام ہے جو فقیر و مسکین نہ ہو جیسا کہ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے کسی غنی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ خانقاہوں کے وقف حجروں میں مفت رہائش اختیار کرے۔

لہٰذا اس قول کو قابل اعتبار نہیں سمجھنا چاہئے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرمین شریفین کے اوقاف فقیر و غنی ہر ایک کے لئے ہیں کیونکہ اگر اس بات کو صحیح بھی مان لیا جائے کہ واقعۃً وقف کرنے والوں نے ان اوقاف کو عام رکھا تھا تو بھی ان اوقاف سے غنی کو فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہوگا۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک غنی کے حق میں کسی چیز کو وقف کرنا صحیح نہیں ہے جب کہ وہ غیر محصور ہو۔

بَاب الْهَمِّ بِالدُّنْيَا

یہ باب دنیا کی فکر کے بیان میں ہے

4105- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُمَرَ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ خَرَجَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مِنْ عِنْدِ مَرْوَانَ بِنِصْفِ النَّهَارِ قُلْتُ مَا بَعَثَ اِلَيْهِ هٰذِهِ السَّاعَةَ اِلَّا لِشَيْءٍ سَاَلَ عَنْهُ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ سَاَلَنَا عَنْ اَشْيَاءَ سَمِعْنَاهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ فَرَّقَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَمْرَهُ وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَاْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ وَمَنْ كَانَتِ الْاٰخِرَةُ نِيَّتَهُ جَمَعَ اللّٰهُ لَهُ اَمْرَهُ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَاَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ

◄◄ عبدالرحمان بن ابان اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دوپہر کے وقت مروان کے ہاں سے باہر نکلے (میں نے دیکھ لیا) میں نے سوچا پھر اس وقت یہ کسی ضروری کام سے ہی آئے ہوں گے۔ جو مروان نے دریافت کرنا ہوگا میں نے حضرت زید سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: انہوں نے ہم سے کچھ ایسی چیزوں کے بارے میں

4105: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

روایت کیا ہم نے جو نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کی آرزوؤں کا مرکز دنیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملے کو جدا جدا کر دے گا اور اس کی غربت کو اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور دنیا اس کی طرف اتنی ہی آئے گی جتنی اس کے نصیب میں لکھی ہے اور جس شخص کی نیت آخرت ہو اللہ تعالیٰ اس کے معاملے کو اکٹھا کر دے گا اور بے نیازی کو اس کے دل میں ڈال دے گا اور دنیا اس کی طرف فرمانبردار ہو کر آئے گی۔

شرح

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوریے پر سوئے اور سو کر اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر بوریے کے نشان پڑے ہوئے تھے (یہ دیکھ کر) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ ہمیں اجازت دیں۔

تو ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے نرم بستر بچھا دیں اور اچھے کپڑوں کا انتظام کر دیں (تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سخت بوریے پر لیٹنے سے بے آرامی محسوس نہ کریں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "(عزیز) مجھ کو اس دنیا (کے عیش وآرام) سے اور اس دنیا کو مجھ سے کیا سروکار؟ میری اور دنیا کی مثال تو بس ایسی ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے سایہ کی تلاش میں آئے اور وہاں کچھ دیر تک سایہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے) اپنی سواری ہی پر کھڑا رہے اور پھر اس درخت کو وہیں چھوڑ کر اپنی منزل کی طرف چل دے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1114)

مالی وللدنیا میں حرف ما نفی کے لئے ہے اور اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو مجھے اس دنیا کے ساتھ کچھ الفت ہے اور نہ اس دنیا کو میرے ساتھ کوئی محبت والفت ہے کہ میں اس دنیا کے تئیں کوئی رغبت وچاہت رکھوں، اس کا عیش وآرام چاہوں اور اس کی بے آرامی سے بچنے کے لئے اس کی آرام دہ چیزوں جیسے نرم گدیلے بستر اور نفیس واعلیٰ کپڑوں وغیرہ کا مالک بنوں۔ ویسے اس حرف ما کو استفہامیہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے (جیسا کہ ترجمہ میں اسی کو ملحوظ رکھا گیا ہے) اور اس صورت میں جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ مجھ کو اس دنیا سے کون سی الفت، محبت ہے یا اس دنیا کی طرف میری رغبت ومیلان سے یا میری طرف اس دنیا کی رغبت والفت سے مجھے کون سی نفع بخش چیز حاصل ہوگی؟ کیونکہ میں تو آخرت کا طلبگار ہوں اور دنیا اس آخرت کی سوکن اور ضد ہے۔ درخت کے سایہ سے فائدہ اٹھانے کے ضمن میں خاص طور پر سواری کا ذکر کرنا اس درخت کے نیچے اس کے ٹھہرنے کی مدت کے قلیل ہونے اور جلد ہی وہاں سے رخصت ہو جانے کی بناء پر ہے، یعنی یہ بات سب جانتے ہیں کہ کسی درخت کے سایہ سے فائدہ اٹھانے والا اگر کوئی سوار مسافر ہو اور وہ اپنی سواری سے اترے بغیر اس درخت کے نیچے کھڑا ہے تو وہ وہاں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتا۔ بلکہ بہت قلیل عرصہ کے لئے اس سایہ میں گزارہ کر آگے چل دیتا ہے۔

نیز سوار کی مثال بیان کرنے سے اس طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس طرح کسی مسافر کی منزل مقصود جب دور ہوتی ہے تو وہ دوران سفر کسی راحت وآرام کی زیادہ پرواہ کئے بغیر زیادہ سے زیادہ راستہ طے کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہاں وہاں زیادہ ٹھہر کر اپنا وقت برباد نہیں کرتا اسی طرح ہم بھی اس دنیا میں ایک مسافر کی طرح ہیں کہ ہماری منزل مقصود یعنی آخرت بہت دور ہے اور

اس کا راستہ سختیوں سے بھرا ہوا ہے لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی راہ آخرت کو زیادہ سے زیادہ طے کرنے کی سعی و اہتمام کریں اور کسی بھی ایسی چیز کی طرف ملتفت اور مائل نہ ہوں جو منزل مقصود کی طرف ہمارے سفر میں رکاوٹ بن سکے۔

4106- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَالْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ النَّصْرِيِّ عَنْ نَهْشَلٍ عَنِ الضَّحَّاكِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ الْمَعَادِ كَفَاهُ اللَّهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُومُ فِي أَحْوَالِ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللَّهُ فِي أَيِّ أَوْدِيَتِهِ هَلَكَ

اسود بن یزید حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اپنی تمام فکروں کو ایک فکر بنالے یعنی اپنی آخرت کی فکر تو اللہ تعالیٰ تمام دنیاوی فکروں کے حوالے سے اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور جو شخص کئی فکروں کے اندر مبتلا ہو جو دنیاوی معاملات سے متعلق ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کون سی وادی میں ہلاکت کا شکار ہوتا ہے۔

شرح

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بھی آفتاب طلوع ہوتا ہے اس کے دونوں طرف دو فرشتے ہوتے ہیں جو منادی کرتے ہیں اور جن وانس کے علاوہ اور ساری مخلوق کو سناتے ہیں (یعنی ان کی منادی کو جنات اور انس نہیں سنتے، باقی ساری مخلوق سنتی ہے اور وہ منادی یہ ہوتی ہے) کہ لوگو! اپنے پروردگار کی طرف آؤ (یعنی اپنے پروردگار کے احکام کی اتباع کرو یا یہ معنی ہیں کہ ہر طرف سے بے تعلقی اختیار کر کے اپنے رب کی طرف رجوع کرو، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے آیت (وتبتل الیہ تبتیلا) اور اس بات کو جان لو کہ جو مال قلیل ہو اور (دینی معاملات کے تکمیل یا زاد عقبیٰ کے طور پر) کفایت کرے وہ اس مال سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو زیادہ ہو اور عبادت الٰہی سے باز اور اطمینان سکون کی زندگی سے محروم رکھے "۔ اس کو ابونعیم نے کتاب حلیہ میں نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1143)

فرشتوں کی مذکورہ بالا منادی کا جنات وانسان کو نہ سنایا جانا شاید اس امر کی بناء پر ہے کہ وہ فریضہ کو غیب کی باتوں پر ایمان لانے اور عمل کرنے کے لئے جن وانس پر عائد کیا گیا ہے اس طرح سے بے اثر نہ ہو جائے، ہاں اس موقع پر یہ اشکال ضرور پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ منادی اور اس کا مضمون اصل میں تو انسان ہی کو متنبہ کرنے کے لئے ہے اور جب انسان اس کو سن ہی نہیں سکتا تو وہ متنبہ کیسے ہوگا؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اس آگاہی کا انحصار محض اپنے کان سے سننے ہی پر نہیں ہے بلکہ اس پر ہے کہ وہ آگاہی سے باخبر اور مطلع ہو جائے سو یہ بات مخبر صادق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خبر دے دینے اور اس آگاہی کے مضمون کو بیان کر دینے سے حاصل ہو جاتی ہے، لہذا مذکورہ بالا مضمون جب اس حدیث کے ذریعہ انسان تک پہنچ گیا تو وہ اس سے حقیقتاً باخبر اور مطلع ہو گیا! رہی یہ بات کہ اس تنبیہ میں صرف انسان ہی کو مخاطب کیوں بنایا گیا، جنات کو بھی خطاب کیوں نہیں کیا گیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں جو نوع، زیادہ مال و دولت کی نہایت حریص اور عقبیٰ سے نہایت غافل ہے وہ نوع انسان ہی ہے، یہ صرف انسان ہے جو

دنیا کے پیچھے اپنے خالق تک کو بھول جاتا ہے اور دنیا کا مال و متاع اس کو ذکر رب اور عبادت الٰہی کی طرف متوجہ ہونے سے باز رکھتا ہے لہذا انسان کو خاص طور پر مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ عقبی کے انجام کی طرف تمہاری یہ غفلت ولاپرواہی اور ذکر اللہ سے تمہارے اس اعراض کا سلسلہ کہاں تک جاری رہے گا؟ اپنی اخروی تباہی کے اس راستہ کو چھوڑ دو اور آؤ، عبادت رب اور ذکر الٰہی کے ذریعہ اس راہ راست کو اپنا لو جو تمہیں آخرت کے حسن انجام تک لے جائے گی۔

4107- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ خَالِدٍ الْوَالِبِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ وَلَا اَعْلَمُهُ اِلَّا قَدْ رَفَعَهُ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ يَا ابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَاَسُدَّ فَقْرَكَ وَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ مَلَأْتُ صَدْرَكَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میرا خیال ہے کہ انہوں نے اس کو موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے! میری عبادت کے لئے الگ تھلگ ہو جاؤ' میں تمہارے سینے کو بے نیازی سے بھر دوں گا اور تمہاری غربت کو ختم کر دوں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو میں تمہارے سینے کو تفکرات سے بھر دوں گا اور تمہاری غربت کو ختم نہیں کروں گا۔

قناعت وصبر اختیار کرنے کا بیان

جاننا چاہئے کہ جو چیزیں انسان کے لئے عبادت الٰہی کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں ان میں سب سے سخت رکاوٹ معاشی زندگی کے تفکرات یعنی کھانے پینے اور دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی کا فکر وخیال ہے، ظاہر ہے کہ انسان کا نفس اپنے وجود و بقاء کے لئے جن چیزوں کا محتاج ہے ان کی طرف اس کا رجحان اور مطالبہ ایک فطری تقاضا ہے چنانچہ وہ بجا طور پر کہہ سکتا ہے کہ میں ہر چیز سے باز آیا۔ زہد وتقویٰ بھی اختیار کیا، دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے بھی کوئی سروکار نہیں رکھتا، لیکن ان چیزوں کا کیا علاج کروں جو میرے وجود و بقا کے لئے ضروری ہیں۔ جیسے کھانا پینا اور لباس وغیرہ۔ اور یہ بھی بالکل ظاہر بات ہے کہ یہ چیزیں یوں ہی حاصل نہیں ہوتیں، بلکہ ان کے حصول کے لئے کسب وعمل، جہد وسعی اور لوگوں کے ساتھ ربط وضبط اور میل جول اختیار کرنا ضروری ہے پس شریعت نفس کے اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے وہ سب سے یقینی راہ دکھاتی ہے جس کو توکل کہا جاتا ہے، کیونکہ توکل بذات خود وہ واحد قوی ذریعہ ہے جس پر اگر انسان صدق واخلاص کے ساتھ عامل ہو جائے تو اللہ کی طرف سے ضروریات زندگی کی تکمیل خود بخود ہونے لگتی ہے اور اس راہ کو اختیار کرنے کی وجہ سے نہ صرف نفس کی تشویش رفع ہو جاتی ہے بلکہ کمال ایمان کا درجہ بھی نصیب ہو جاتا ہے، اس کے برخلاف توکل کو ترک کر دینے والا نہایت سخت تفکرات واوہام میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ اس کو سکون واطمینان کے ساتھ طاعت وعبادات کا موقع نصیب ہوتا ہے اور نہ اس اطاعت وعبادت میں لذت وحلاوت نصیب ہوتی ہے اور روزی کا فکر وغم اس کو اس طرح پراگندہ خاطر اور پریشان حال بنا دیتا ہے کہ وہ کوئی بھی نیک عمل یقینی قوت وحالت کے ساتھ انجام نہیں دے سکتا، لہٰذا توکل کی راہ اختیار کرنا ہر شخص کے لئے لازمی امر ہے کہ اس کے بغیر وہ اعلیٰ مراتب تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھ

4107 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2466

سکتا، جیسا کہ ایک طویل حدیث میں جو آگے آئے گی فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ قوی ہو تو اس کو چاہئے کہ توکل کی راہ اختیار کرے۔

اور توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے تمام امور کا وکیل اور اپنی بھلائی و بہتری کا ضامن جان کر بس اسی پر اعتماد و بھروسہ کرے اور جانے کہ اللہ تعالیٰ نے قسمت میں جو کچھ لکھ دیا ہے وہ ہرگز معدوم نہیں ہوگا اور حکم الٰہی کسی بھی حالت میں ادل بدل نہیں سکتا، خواہ بندہ مانگے یا نہ مانگے، نیز اس بات پر یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی روزی کا ضامن ہے، جب کہ اس نے پیدا کیا ہے تو رزق بھی ضرور دے گا، چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آیت (وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا) اور اس بات پر بھی قسم کھائی کہ آیت (فورب السماء والارض انہ لحق) پس غور کرنے کو مقام ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے وعدہ کی صداقت کے جزو ایمان ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے اگر وہ اس کے ضامن ہونے پر اعتماد نہ رکھے اور اس کے وعدہ پر باور نہ کرے تو اس کا ایمان کہاں رہے گا اور وہ کس طرح اللہ کا بندہ کہلانے کا مستحق قرار پائے گا۔

ہر مومن کو چاہئے کہ وہ دنیا، دنیا کے مال و اسباب اور کسب و عمل کو محض حصول رزق کا ایک ظاہری وسیلہ و بہانہ اور سبب سمجھے، اس سے زیادہ اور کچھ نہ جانے اور یہ یقین رکھے کہ حقیقی رازق صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ اتنی بڑی قدرت کا مالک ہے کہ اس کے نزدیک ظاہری وسائل و اسباب کی چنداں اہمیت نہیں ہے وہ توکل و اعتماد کرنے والوں کو بے سبب و وسیلہ اور بلا کسب و عمل بھی روزی پہنچاتا ہے، جیسا کہ فرمایا آیت (ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ)۔ اسی طرح حصول معاش کے لئے وسائل و ذرائع کو اختیار کرنے اور کسب و عمل میں مشغول ہونے کو بھی اللہ کی طرف سے مقرر کردہ نظام کائنات کا ایک سلسلہ اور رزق پہنچنے کا ایک ظاہری سبب جانے اس پر دل سے اعتماد و بھروسہ نہ کرے، اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اطمینان رکھے اور جانے کہ اگر کوئی کسب و عمل نہ کروں گا تو بھی اللہ تعالیٰ روزی پہنچائے گا، یہ توکل کا کم سے کم درجہ ہے جو ایمان کے لئے ضروری ہے اور عام مسلمانوں کا مرتبہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت (وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین) اس سے اعلیٰ درجہ تسلیم ہے، یعنی بندہ کا اپنے تمام معاملات اللہ کے سپرد کر دینا، اللہ کے علم کفایت کرنا اور اپنے دل میں کسی بھی طرح کا کوئی رد و بدل نہ رکھنا یہ اولیاء اللہ کا مرتبہ ہے اور آیت (وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون) سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے۔ ان باتوں سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہئے کہ حصول معاش کے لئے اسباب و ذرائع اختیار کرنا اور کسب و عمل میں مشغول ہونا توکل کے منافی ہے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسباب و ذرائع اور کسب و عمل بھی نظام قدرت کا ایک حصہ ہے اور اللہ کی طرف سے ایک حد تک انسان کو ان چیزوں کا مکلف بھی قرار دیا گیا ہے، البتہ جو چیز توکل کے منافی ہے، وہ بس یہ ہے کہ حصول معاش کے ظاہری، اسباب و ذرائع اور کسب و عمل پر دل سے اعتماد نہ کیا جائے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ رزق پہنچنے کا حقیقی سبب یہی چیزیں ہیں اگر انسان کوئی کسب و عمل نہ کرے اور محض اللہ پر توکل کر کے بیٹھ جائے تو اس کو رزق پہنچ ہی نہیں سکتا، یہ عقیدہ و خیال ایمان کے منافی ہے اور اس کو شرک خفی کہا گیا ہے۔ لہٰذا جو شخص اسباب و ذرائع کو اختیار کرے اور کسب و عمل میں مشغول ہو لیکن اس کے دل کا اعتماد صرف اللہ پر ہو تو وہ شخص بھی یقیناً مومنین میں سے ہوگا، اگرچہ توکل کا اعلیٰ درجہ یہی ہے کہ بندہ اپنے ہاتھ پاؤں کو تمام اسباب و ذرائع سے دور رکھے اپنے تمام

معاملات میں اللہ ہی پر اعتماد کرے اور اپنے تمام امور اسی کے سپرد کرے بشرطیکہ ہر حالت میں خواہ تنگی ہو یا فراخی، قوت ایمان کے سبب اللہ پر اس کا کامل اعتماد یکساں رہے، غیر اللہ سے امید منقطع رکھے اور اس راہ میں جو بھی رنج و مصیبت پیش آئے اس کو صبر و رضا کے ساتھ برداشت کرکے ریاضت و مجاہدہ اور عبادت میں مشغول رہے۔

اور جو شخص ان امور پر پوری طرح قادر نہ ہو سکے تو ان کے حق میں افضل یہی ہوگا کہ وہ دل سے اللہ پر اعتماد رکھتے ہوئے ظاہری اسباب و ذرائع کو اختیار کرے اور کسب و عمل میں مشغول ہو۔ اسی طرح محض کسل و سستی اور عار کی وجہ سے یا بطور ریا ہاتھ پاؤں کو معطل کر دینا اور کسب و عمل سے باز رہنا قطعاً روا نہیں ہے کیونکہ اکثر انبیاء اور اولیاء کا یہی معمول رہا ہے کہ انہوں نے حصول معاش کے لئے ظاہری اسباب و ذرائع کو اختیار کیا اور کسب و عمل سے باز نہیں رہے کہ جو شخص کسب و عمل کی وجہ سے اپنی دینی زندگی میں کوئی نقصان اور اپنے باطنی احوال میں رخنہ پڑتا ہوا دیکھے تو اس کے لئے بہر صورت یہی ضروری ہوگا کہ وہ سب چیزوں سے تعلق منقطع کرکے بس ذکر و فکر اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے تا کہ واصل بحق ہو۔

متوکل کو ایسے کام و ذریعہ سے باز رہنا کہ جس کے بغیر کار برآری قطعاً ممکن نہ ہو اور سنت اللہ اسی کے مطابق جاری ہو، ہرگز روا نہیں ہے بلکہ حرام ہے، مثلاً کھانا ہاتھ کے ذریعہ کھایا جاتا ہے اور سنت اللہ اس کے مطابق جاری ہے کہ جو شخص کوئی چیز کھانا چاہے اس کو ہاتھ سے اٹھا کر منہ میں ڈالے، اب اگر کوئی شخص متوکل یہ گمان کرے کہ اس چیز کو کھانے کے لئے ہاتھ کا ذریعہ اختیار کرنا توکل کے منافی ہے اور اس امید میں بیٹھا رہے کہ یہ چیز خود بخود (اٹھ کر منہ میں جائے گی کھاؤں گا، یہ توکل نہیں ہے بلکہ اس کو محض جنون و حماقت سے تعبیر کیا جائے گا، ایسے امور میں توکل کی کارفرمائی کی بس حد یہ ہے کہ یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ نے کھانا اسی لئے پیدا کیا ہے کہ اس کو کھایا جائے، سب کا خالق و رازق بھی وہی ہے اور یہ ہاتھ اس عمل یعنی کھانے کا سبب و ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا ہے، بس ہاتھ کو کھانے کا ظاہر ذریعہ جان کر کھانے کے لئے استعمال کرے لیکن دل سے اس پر اعتماد نہ کرے اور یہ جانے کہ جن لوگوں کے ہاتھ نہیں ہوتے ان کے کام بھی بحال سرانجام پاتے ہیں جہاں تک کسی ایسے کام کا تعلق ہے کہ جس کی انجام دہی کا ذریعہ اگرچہ ہاتھ ہی ہے لیکن وہ ایسا قطعی ذریعہ نہیں ہے کہ اس کے بغیر کام انجام ہی نہ پا سکتا ہو جیسے سفر کے دوران خرچ اور زادراہ تھامنا وغیرہ، تو ایسی صورت میں ہاتھوں کو بطور ذریعہ استعمال کرنے سے باز رہنا روا ہو سکتا ہے کیونکہ ایسا ممکن اور کثیر الوقوع ہے کہ جو لوگ خرچ اور زادراہ لے کر نہیں چلتے ان کا سفر بھی پورا ہو ہی جاتا ہے، تاہم واضح رہے کہ زادراہ اور سفر خرچ پر، بلکہ بقدر ضرورت سفر خرچ اور زادراہ لے کر چلنا سنت ہے اور سلف کے معمولات سے بھی ثابت ہے۔

لیکن حق تعالیٰ کی ذات پر کامل اعتماد بھروسہ کے سبب سفر خرچ اور زادراہ وغیرہ نہ لینا تو متوکلین کے اعلیٰ درجات میں سے ہے۔ جو شخص عیالدار ہو اور اس کے اہل و عیال حالات کی تنگی پر صبر نہ کر سکتے ہوں اور وہ اس بات کی اجازت نہ دیتے ہوں کہ وہ شخص توکل کے سبب کوئی کسب و عمل نہ کرے اور ذرائع سے اجتناب کرے۔ اپنے اہل و عیال کے لئے ایک سال تک کا اور اپنی ذات کے لئے چالیس روز تک کا بقدر ضرورت غذائی ضروریات کا سامان اکٹھا بھروا کر رکھ لینا توکل کے منافی نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص از راہ توکل غذائی ضروریات کی چیزیں پہلے سے بھروا کر نہ رکھے اور سب کچھ ترک کر دے بشرطیکہ اللہ پر اس کا پورا اعتماد و اطمینان ہو تو یقین

کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے وہ اعلیٰ درجہ کا حامل ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ حاصل کرنے کے لئے بڑی زبردست قوت اور ہمت کی ضرورت ہے۔ لہذا جس شخص کو اتنی قوت وہمت میسر نہ ہو اور اگر وہ غذائی ضروریات کا سمان اکٹھا بھروا کر نہ رکھنے کی صورت میں طاعت وعبادت میں اطمینان وسکون اور دل جمعی حاصل نہ کرسکتا ہو تو اس کے لئے یہی افضل ہوگا کہ وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی غذائی ضروریات کے لئے غلہ وغیرہ اکٹھا بھروا کر رکھ لے۔

رنج وپریشانی اور بیماری کا گلہ شکوہ نہ کرنا اور جو شخص طبیب ومعالج نہ ہو اس کے سامنے بلاضرورت اپنے مرض کو ظاہر نہ کرنا توکل کے لئے شرط ہے۔ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ توکل اسی شخص کو راست آتا ہے جو توحید آشنا اور زہد صفت ہو۔ اس موقع پر توحید سے مراد یہ ہے کہ بندہ یہ جانے کہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ ہیں اور جانے کہ سب کا حقیقی محرک وعامل بس حق تعالیٰ ہے اس کے علاوہ کوئی ذات ایسی نہیں ہے جس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی جنبش نہ کرسکے اور جہاں بھی جو کچھ بھی آتا جاتا ہے سب کا منبع ومصدر اسی ذات واحد کی مرضی ومشیت ہے، جس شخص کے دل پر یہ بات غالب آجائے گی اس کو بے اختیار توکل حاصل ہوجائے گا۔ یہ تو توکل کے بارے میں کچھ باتیں ہوئی۔

اب "صبر" کے بارے میں جاننا چاہئے کہ صبر ایک ایسی راہ ہے جس کو اختیار کئے بغیر کسی مومن کے لئے کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ ایمان کی سلامتی اور عبادت میں اطمینان وسکون کے ساتھ مشغولیت کا انحصار "صبر" ہی پر ہے۔ اس بات سے کون انکار کرسکتا ہے کہ دنیا، اہل ایمان کے لئے آفات ومصائب اور رنج وآلام کے ایک گھروندہ کے سوا اور کچھ نہیں، مومن کی زندگی کا وہ کون سا لمحہ ہوتا ہے جس میں اس کو کسی نہ کسی طرح کی جسمانی اور روحانی اذیت وپریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑتا ہو؟

لہذا اس صورت میں ہر مومن پر واجب ہے کہ وہ صبر کی راہ اختیار کرے تاکہ اس کا ایمان بھی سلامت رہے اور طاعت وعبادت میں بھی اطمینان وسکون کے ساتھ مشغول رہ سکے، کیونکہ دل گرفتگی رنج خوری جزع وفزع اور تاسف وحسرت کے عالم میں عبادت پورے کیف ونشاط کے ساتھ ادا نہیں ہوسکتی، علاوہ ازیں صبر کرنے والے کو دنیا آخرت کی بے شمار بھلائیاں اور سعادتیں عطا کرنے کا بھی وعدہ کیا گیا ہے مثلاً دشمنوں اور مخالفوں کے مقابلہ پر اور دیگر مہمات میں فتح وکامرانی نصیب ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آیت (فاصبر ان العاقبۃ للمتقین)۔ دوسرے صبر کی وجہ سے بندہ اپنی مراد کو پہنچتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آیت (وتمت کلمۃ ربك الحسنی علی بنی اسرائیل بما صبروا)۔ تیسرے صبر واستقامت کی راہ پر چل کر لوگوں کو قیادت وامامت کا درجہ حاصل کیا جاسکتا ہے جیسا کہ فرمایا۔ (وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا)۔

چوتھے صبر کرنے والا بندہ حق تعالیٰ کی طرف سے تعریف وتوصیف سے نوازا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا۔ آیت (انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب)۔ پانچویں صابر بندوں کو بشارت دینے کا حکم فرمایا گیا ہے جیسا کہ فرمایا وبشر الصابرین۔ چھٹے صبر کرنے والے بندوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے جیسا کہ فرمایا آیت (ان اللہ یحب الصابرین)۔ ساتویں جو بندے صبر کرتے ہیں وہ جنت میں بلند تر درجات پائیں گے جیسا کہ فرمایا آیت (اولئک یجزون الغرفۃ بما صبروا)۔ آٹھویں صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کا اعزاز وشرف عطا ہوا ہے جیسا کہ فرمایا آیت (سلام علیکم بما صبرتم)۔ اور نویں یہ کہ بندے صبر کرتے ہیں اور وہ بے حساب اور

بے انتہا اجر وثواب سے نوازے جائیں گے جیسا کہ فرمایا آیت (انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب) پس صبر اتنی بڑی فضیلت اور اتنا عظیم وصف ہے کہ اس پر کاربند رہنے کی ہر مومن کو کوشش کرنا چاہئے۔ اور اس کے حاصل کرنے کو نہایت اہم اور غنیمت جاننا چاہئے اور صبر اصل میں یہ ہے کہ اپنے نفس کو جزع سے روکا جائے اور جزع اس کو کہتے ہیں کہ جب کوئی سخت حالت اور آفت و پریشانی پیش آئے تو اس پر اضطراب وگھبراہٹ کا اظہار کیا جائے اپنے بجز کا رونا رویا جائے۔ اور سختی و پریشانی سے بطریق قطع وحکم گلوخلاصی کا ارادہ کیا جائے۔ لہٰذا ان چیزوں کو ترک کرنا صبر کہلاتا ہے۔

صبر کا وصف حاصل کرنے کا نہایت مفید اور نفسیاتی طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی ایسی صورت حال پیش آئے کہ جس کی وجہ سے نفس اضطرب و بے قرار میں مبتلا ہونے لگے۔ اور طبعی طور پر رنج واذیت محسوس ہو تو یہ سوچنا چاہئے کہ جو کچھ قسمت میں لکھا ہوا ہے وہ ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا، اس کی وجہ سے جزع وفزع کرنا اور رونا، دھونا، شکوہ وشکایت کرنا ایک قطعی لا حاصل چیز ہے کہ ان باتوں سے اس ضورت حال میں کوئی تغیر تبدیل، کمی بیشی اور تقدیم وتاخیر نہیں ہو سکتی، علاوہ ازیں صبر کا جو ثواب تلف ہوتا ہے وہ مزید نقصان ہے۔ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ اپنی حیثیت وحالت کے اعتبار سے صبر کی چار قسمیں ہیں ایک تو صبر وہ ہے جو نفس کو طاعت وعبادت کی استقامت و پابندی کی محنت ومشقت برداشت کرنے کی صورت میں حاصل ہوتا ہے، دوسرا وہ صبر ہے جو گناہوں سے اجتناب کرنے کی صورت میں اختیار کیا جائے، تیسرا وہ صبر ہے جو دنیا کی زائد از ضرورت چیزوں سے قطع تعلق کر لینے کی صورت میں اختیار کیا جائے اور چوتھا صبر وہ ہے جو کسی دینی ودنیاوی آفت ومصیبت اور سختی و پریشانی کو برداشت کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص صبر کی ان چاروں قسموں کو اختیار کر لے وہ طاعت عبادت کی راہ پر سکون واستقامت کے ساتھ گامزن رہے گا، گناہوں سے محفوظ ومامون رہے گا، دنیا کی آفات وبلیات سے سلامتی اور آخرت کے عذاب سے نجات پائے گا، علاوہ ازیں بہت زیادہ اجر وثواب سے نوازا جائے گا اور جو شخص مذکورہ بالا صورتوں میں صبر کو اختیار نہیں کرے گا اور جزع وفزع کی راہ پکڑے گا وہ تمام نعمتوں سے محروم رہے گا اور اول تو وہ دل جمع اور اطمینان وسکون کے ساتھ عبادت نہیں کر سکے گا اور کچھ اگر کرے گا بھی تو بے صبر کے گناہ اس کو کالعدم کر دیں گے۔

حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا اور اس خطبہ میں فرمایا۔ "لوگو! خبردار رہو! دنیا ایک ناپائیدار متاع ہے، اس میں سے نیک بھی کھاتا ہے اور بد بھی (یعنی اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہر شخص کو رزق دیتا ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر اور خواہ مطیع ہو یا فاسق جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ آیت (وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا) خبردار رہو! آخرت واقعی مدت ہے جو سچی یعنی متحقق وثابت ہے اور اس آخرت میں، ہر قسم کی قدرت رکھنے والا بادشاہ (یعنی اللہ تعالیٰ) فیصلہ صادر فرمائے گا یعنی وہ ثواب وعذاب کے ذریعہ نیک وبد اور مومن وکفر کے درمیان فرق ظاہر کر دے گا خبردار رہو! تمام بھلائیاں اور خوبیاں اپنے انواع واقسام کے ساتھ جنت میں ہیں، خبردار رہو! تمام برائیاں اور خرابیاں اپنے انواع واقسام کے ساتھ دوزخ میں ہیں، خبردار رہو! پس تم نیک عمل کرو درآنحالیکہ تم پر اللہ کے حساب وعذاب کا خوف طاری ہو (یا یہ کہ نیک عمل کرو اور سارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، کہ تمہارے وہ نیک عمل قبول ہوتے ہیں یا نہیں اور اس بات

... اپنے اعمال کے ساتھ اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے پس جو شخص ذرہ برابر بھی نیک کام کرتا ہے وہ آخرت میں یا دنیا میں ... جزاء پائے گا اور جو شخص ذرہ برابر بھی برا کام کرتا ہے وہ اس کی سزا پائے گا۔ (شافعی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1141)

انکم معرضون علی اعمالکم کا ترجمہ اگر یہ کیا جائے کہ تم اپنے اعمال کے سامنے کئے جاؤ گے۔ تو اس عبارت کے الٹے معنی مراد ہوں گے کہ قیامت کے دن تمہارے اعمال تمہارے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم بارگاہ رب العزت میں اپنے اعمال کے مطابق پیش کئے جاؤ گے۔ لیکن زیادہ صحیح اور زیادہ واضح معنی کہ جو اوپر ترجمہ میں نقل کئے گئے ہیں یہی ہیں کہ تم اپنے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے۔

اور اپنے ان اعمال کے مطابق جزاء یا سزا پاؤ گے جیسا کہ جب کوئی لشکر میدان جنگ سے واپس آتا ہے تو وہ اپنے فرائض کی انجام دہی کی کاروائی کے ساتھ اپنے امیر کے سامنے پیش ہوتا ہے اور وہ امیر اس لشکر کے ہر فرد کے امور مفوضہ کی انجام دہی کو دیکھتا ہے اور اس کے مطابق ہر سپاہی کو انعام و سزا دیتا ہے۔

حضرت عبیداللہ ابن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنی جان کی طرف سے بے خوف ہو (ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی اس کا بدن درست و باعافیت ہو اور اس کے پاس (حلال ذریعہ سے حاصل کیا ہوا) ایک دن کی بقدر ضرورت خوراک کا سامان ہو تو گویا اس کے لئے تو کم دنیا (کی نعمتیں) جمع کر دی گئی ہیں۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(مشکوۃ شریف جلد چہارم حدیث نمبر 1117)

وہ اپنی جان کی طرف سے بے خوف ہو " کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنے کسی دشمن کی طرف سے کسی نقصان و ضرر کا خدشہ نہ ہو یا یہ کہ برے کاموں سے بچنے اور اپنی لغزشوں پر اللہ سے توبہ کر لینے کی وجہ سے ان آفات سے بے خوف ہو، جو عذاب الٰہی کے طور پر نازل ہوتی ہیں۔ واضح رہے کہ لفظ "سرب "سین کے زیر اور راء کے جزم کے ساتھ (یعنی سرب) زیادہ مشہور ہے۔ جو نفس، راستہ، حال اور دل، ان سب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اگر یہاں حدیث میں اس لفظ سے ان سب چیزوں کو مراد لیا جائے تو یہ بھی منشاء حدیث کے مناسب ہوگا۔

اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص اس حال میں صبح کو اٹھے کہ اس کو مذکورہ چیزوں کے بارے میں کسی نقصان و ضرر کا کوئی خوف و خدشہ نہ الخ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ لفظ سین اور راء دونوں کے زبر کے ساتھ ہے جس کے معنی خانہ زیر زمین کے ہیں یعنی وہ بل و سوراخ جو وحشی جانوروں، جیسے چوہے وغیرہ کا مسکن ہوتے ہیں، اگر اس قول کو صحیح مان لیا جائے، یہ معنی بھی منشاء حدیث کے منافی نہیں ہوتے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ جو شخص اس حال میں صبح کو اٹھے کہ اس کے گھر کے بلوں اور سوراخوں میں رہنے والے چوہوں اور لومڑیوں وغیرہ کی طرف سے کہ جو آفات زمانہ میں سے ہیں اس کو کسی نقصان و ضرر کا کوئی خوف و خدشہ نہ ہو۔

دنیادار کا قیامت کے دن پیش ہونے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ابن آدم کو اس طرح حقارت وذلت کے ساتھ) پیش کیا جائے گا گویا کہ وہ بکری کا بچہ ہے، پھر اس کو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ (فرشتہ کی وساطت سے یا خود براہ راست زبان قال یا زبان حال سے) اس سے فرمائے گا کہ میں نے (دنیا میں) تجھ کو زندگانی، عمل ودانش، صحت وتندرستی اور امن وعافیت جیسی نعمت عطاء کی تھی (مال ودولت، حشم وخدم اور جاہ وعزت جیسی چیزوں کا مالک) بنایا تھا اور (اس سے بڑی) نعمت (یہ) عطا کی تھی (کہ اپنی کتاب نازل کی، اپنا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجا اور ہدایت وراستی کا نور پھیلایا) پس تو نے کیا کام کیا؟ یعنی کیا تو نے ان چیزوں کے حقوق ادا کئے اور ان سب نعمتوں کا شکر گزار رہا؟۔ ابن آدم عرض کرے گا، میرے پروردگار! میں نے تو بس یہ کیا کہ تجارت اور کاروبار کے ذریعہ مال ودولت جمع کرنے اور اس کو بڑھانے میں لگا رہا اور مرتے وقت اس کو دنیا میں اس سے زیادہ چھوڑ کر آیا جتنا کہ میری زندگی کے دنوں میں پہلے میرے پاس تھا اور اب آپ مجھے دنیا میں دوبارہ بھیج دیجئے تا کہ میں اس تمام مال ودولت کو آپ کی راہ میں خرچ کروں اور اس کا ثواب لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ یہ تو ممکن نہیں کہ تمہیں دنیا میں دوبارہ بھیجا جائے اور تم جو مال ودولت دنیا میں چھوڑ کر چلے آئے تھے وہ بھی اب تمہارے لئے کارگر نہیں ہے، ہاں اگر تم نے (اس مال ودولت میں سے کچھ حصہ بھی صدقہ وخیرات کیا ہو اور ثواب کی صورت میں) اس کو آگے یہاں آخرت میں بھیجا ہو تو مجھے اس کو دکھلاؤ۔ لیکن اس نے چونکہ اس مال ودولت سے کچھ بھی حصہ آخرت کے کاموں میں خرچ نہیں کیا ہوگا۔

اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر نہایت شرمندہ وخجل ہوگا اور جیسا کہ مجرموں کی عادت ہے کہ جب اپنے جرم میں پکڑے جاتے ہیں اور اپنی صفائی میں کوئی معقول عذر بیان نہیں کر سکتے تو بار بار ایک ہی بات کو جو پہلے کہہ چکے ہوتے ہیں، دہراتے رہتے ہیں، وہ ابن آدم بھی ایک تو اس وجہ سے اور دوسرے اپنی اس بات کا جواب نہ پانے کی وجہ سے دوبارہ وہ عرض کرے گا کہ میں تو بس مال ودولت کو جمع کرنے اور اس کو بڑھانے میں لگا رہا اور اس کو دنیا میں اس سے زیادہ چھوڑ کر آیا جتنا کہ پہلے تھا اور اب آپ مجھے دنیا میں دوبارہ بھیج دیجئے تا کہ میں اس تمام مال ودولت کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اس طرح یہ ظاہر ہو جائے گا کہ اس کو دنیا میں جو مذکورہ چیزیں دی گئی تھیں ان میں سے اس نے کوئی بھی بھلائی آگے (آخرت میں) نہیں بھیجی ہے لہذا اس کو دوزخ میں پہنچائے جانے کا حکم دیا جائے گا۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے (اگرچہ معنی کے لحاظ سے یہ بالکل صحیح ہے) (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1121)

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ابن آدم کی جس حالت کو ذکر کیا گیا ہے کہ جس بندہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مذکورہ چیزیں اور نعمتیں حاصل ہوں اور وہ ان کے ذریعہ آخرت کی بھلائی حاصل کرنے سے غافل رہے تو اس کی مثال اس غلام کی سی ہے جس کو اس کا آقا بہت سا مال واسباب اس مقصد کے لئے دے کہ وہ اس کے ذریعہ تجارت کر کے زیادہ سے زیادہ نفع کمائے مگر وہ غلام اپنے آقا کی مرضی اور اس کے حکم سے سرتابی کر کے اس سارے مال واسباب کو لٹا کر تلف وضائع کر دے یا ایسے کہ . . . .

تجارت میں پھنسا دے جس کا حکم اس کو نہیں دیا گیا تھا تو ظاہر ہے کہ وہ غلام نہ صرف نااہل سمجھا جائے گا بلکہ مستوجب سرزنش بھی قرار پائے گا ٹھیک اسی طرح وہ بندہ بھی نہایت ٹوٹے میں رہے گا اور مستوجب عذاب قرار دیا جائے گا۔

ابوحامد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ اگرچہ ہر بھلائی، ہر لذت اور ہر سعادت یہاں تک کہ ہر مطلوب، کو "نعمت" کہا جاتا ہے لیکن حقیقی نعمت بس "اخروی سعادت" ہے اس کے علاوہ، کسی بھی چیز کو "سعادت" کہنا غلط ہے، بلکہ کسی دنیاوی چیز پر مجازاً بھی "سعادت" کا اطلاق کرنا یعنی اس کو "دنیوی سعادت" کہنا بھی صحیح نہیں ہے، ہاں جو دنیاوی چیزیں "اخروی سعادت" کے حصول کا سبب و ذریعہ ہوں اور اس کی راہ میں کسی ایک واسطہ کئی واسطوں کے ساتھ معاون و مددگار ہوں تو ان چیزوں کو "نعمت" کہنا صحیح ہو سکتا ہے اور یہ بھی اس وجہ سے کہ وہ چیز "حقیقی نعمت" تک پہنچا سکتی ہیں۔

بَاب مَثَلُ الدُّنْيَا

یہ باب دنیا کی مثال کے بیان میں ہے

4108- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ ابْنُ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُسْتَوْرِدَ اَخَا بَنِىْ فِهْرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مَثَلُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَثَلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ فِى الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ

◆◆ حضرت مستورد رضی اللہ عنہ جو بنی فہر سے تعلق رکھتے ہیں' بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈال کر دیکھے کہ وہ کتنا پانی لے کر واپس آئی ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی انگلی کو سمندر میں ڈبو کر باہر نکالے تو وہ دیکھے گا کہ اس کی انگلی سمندر میں سے محض تری یا صرف ایک آدھ قطرہ پانی کا لے کر واپس آئی ہے، پس سمجھنا چاہئے کہ آخرت کے زمانہ اور وہاں کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا کا زمانہ اور دنیا کی تمام نعمتیں اسی قدر قلیل و کمتر ہیں جس قدر کہ سمندر کے مقابلہ میں اس کی انگلی کو لگا ہوا پانی، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تمثیل بھی محض لوگوں کو سمجھانے کے لئے ہے ورنہ متناہی کو غیر متناہی کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی، پانی کا وہ ایک قطرہ جو دریا سے باہر آیا ہے اپنی کمتری و بے وقعتی کے باوجود سمندر سے کچھ نہ کچھ نسبت ضرور رکھتا ہے مگر دنیا، آخرت سے اس قدر بھی نسبت نہیں رکھتی۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ نہ تو نہایت جلد فنا ہو جانے والی دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں پر مغرور ہو اور نہ اس کی سختیوں اور پریشانیوں پر روئے پیٹے اور نہ شکوہ و شکایت کرے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ

4108۔اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث:7126'اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث:2323

وسلم کی تعلیم کے مطابق یہی کہے کہ: اللهم لا عیش الا عیش الاخرۃ، "اے اللہ! اصل زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے "نیز اس حقیقت کو ہر لحہ مدنظر رکھے کہ یہ دنیا، مزرعۃ الاخرۃ (آخرت کی کھیتی ہے) اور یہاں کی زندگانی بس ایک ساعت کی ہے لہٰذا اس ایک ساعت کو گنوانے کی بجائے طلب الٰہی میں مصروف رکھنا ہی سب سے بڑی دانشوری ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کے لئے (آخرت میں) مال نہیں ہے، نیز مال و دولت وہی جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں ہوتی "۔

(احمد بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1137)

مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا چونکہ فانی ہے اس لئے اس میں ٹھہرنا اور شادمانی کی زندگی اختیار کرنا ممکن نہیں ہے، لہٰذا جس شخص نے دنیا کو اپنا گھر سمجھا اور اس کے آرام و آسائش کو اصل شادمانی حیات جانا وہ ایسا شخص ہے کہ گویا اس کے لئے کوئی اور گھر نہیں ہے! اسی طرح "اور مال اس شخص کا ہے " کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو دنیا کا مال و اسباب حاصل ہو اور وہ اس کے مقصود اصلی یعنی بھلائیوں کے کام اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے امور میں خرچ نہ کرے، بلکہ دنیاوی لذات کے حصول اور نفسانی خواہشات کی تکمیل میں خرچ کرے۔اس کا وہ مال گویا مالیت کے حکم سے خارج ہے کیونکہ اس نے اپنے مال کے اصل مقصد سے انحراف کر کے اور اس کو غیر مقصد مصارف میں خرچ کر کے ضائع کر دیا۔لہٰذا وہ اس شخص کی طرح ہوا جس کے پاس مال نہ ہو۔

اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ہے کہ دنیا کے گھر اور دنیا کے مال چونکہ بہت جلد فنا کے گھاٹ اتر جانے والی چیز ہے اور ان کی کوئی حیثیت و وقعت نہیں ہے اس لئے ان کو " گھر " اور " مال " کہنا ہی نہیں چاہئے، یہ مراد بھی حقیقت کے اعتبار سے پہلی وضاحت ہی سے ماخوذ ہے۔حدیث کی ایک مراد یہ بھی بیان کی جا سکتی ہے کہ جس شخص نے دنیا کے گھر کو اپنا اصلی گھر قرار دیا اور اس پر مطمئن ہو گیا، یا جس نے اس گمان کے ساتھ دنیوی مال و دولت کو جمع کیا کہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ سب باقی رہنے والا اور ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔آیت (ان الذین لا یرجون لقائنا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بھا)۔اور ایک جگہ یوں فرمایا ہے۔آیت (یحسب ان مالہ اخلدہ)۔تو وہ شخص آخرت میں گھر پانے اور وہاں کے غنا (یعنی نعمتوں) سے نوازے جانے کا مستحق نہیں ہوگا۔ "مال و دولت وہی شخص جمع کرتا ہے الخ " کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص محض اس لئے مال و دولت جمع کرتا ہے کہ اس کو دنیا عزیز ہوتی ہے یا وہ اس مال و دولت کو ہمیشہ باقی رکھنے کی نیت رکھتا ہے اور یا محض دنیاوی لذات اور دنیاوی فائدوں کا حصول اس کے پیش نظر ہوتا ہے تو اس شخص کو عقل و دانش کا حامل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حدیث کا اجمالی مفہوم یہ ہے کہ "یہ دنیا اس قابل نہیں ہے کہ اس کو " گھر " سمجھا جائے ہاں جو شخص آخرت میں ملنے والے اپنے گھر سے محروم رہنا چاہتا ہے وہی اس دنیا کو اس قابل سمجھ سکتا ہے اسی طرح اس دنیا کی دولت کو وہی شخص "دولت " سمجھ سکتا ہے جو آخرت کی دولت سے محروم رہنا چاہتا ہے اور حاصل یہ کہ اس ارشاد گرامی کا مقصد گویا یہ احساس دلانا ہے کہ جن لوگوں کے لئے آخرت میں دار القرار (قرار گاہ) اور وہاں کی بے بہا دولت مقدر ہے ان کی نظر میں یہ دنیا اتنی حقیر اور اس قدر بے وقعت ہے کہ اس کے " گھر " اور اس کے "مال و دولت " کو " گھر "اور "دولت " کہا ہی نہیں جا سکتا۔

و پاکیزہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا ہر کام کسی فاسد غرض و لالچ کی آمیزش رکھتا ہے خواہ وہ کوئی دینی اور مذہبی کام ہی کیوں نہ کرے، اس کے برخلاف جو شخص دنیا سے بے اعتنائی اختیار کیے ہوئے ہوتا ہے اس کے ہر عمل میں اخلاص و پاکیزگی اور آخرت ہی کا مفاد ہوتا ہے، خواہ وہ کسی دنیاوی کام ہی میں کیوں نہ مشغول ہو، اسی لئے کسی عارف نے کہا ہے کہ جس نے دنیا کو اپنی پسندیدہ اور محبوب چیز بنالیا ہے اس کو تمام مشائخ اور مرشدین مل کر بھی راہ راست پر نہیں لگا سکتے اور جس نے دنیا سے بے اعتنائی کو اپنا شیوہ بنالیا اس کو دنیا بھر کے مفسد و بدکار لوگ بھی گمراہ نہیں کر سکتے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس دنیا کی کچھ بھی وقعت ہوتی تو اس دنیا کی کوئی ادنیٰ ترین چیز بھی کافر کو نصیب نہ ہوتی، کیونکہ کافر، دشمن اللہ ہے اور ظاہر ہے کہ جو چیز کچھ بھی قدر و وقعت رکھتی ہے دینے والا وہ چیز اپنے کسی دشمن کو ہرگز نہیں دیتا، لہٰذا دنیا کے بے وقعت اور نہایت حقیر ہونے ہی کا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دنیا کافروں کو دیتا ہے لیکن اپنے پیارے بندوں کو نہیں دیتا، جیسا کہ ایک حدیث میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے "ماروبت الدنیا عن احد الا کانت خیرۃ لہ، دنیا (کے مال و جاہ) کا مستحق وہی شخص ہوتا ہے، جس کے لئے دنیا ہی بہتر ہوتی ہے "۔ نیز کفار و فجار جو دنیا میں زیادہ خوشحال و متمول نظر آتے ہیں تو اس کا سبب بھی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ دنیا بڑی ذلیل چیز ہے جس کو وہ اپنے دوستوں (نیک بندوں) کے لئے اچھا نہیں سمجھتا، بلکہ اس کو کوڑے کرکٹ کی طرح ان لوگوں (کفار و فجار) کے سامنے ڈال دیتا ہے جس سے اس کو نفرت ہے، چنانچہ اس آیت کریمہ میں اسی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ "**لولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتھم سقفا من فضۃ،** اگر یہ بات (متوقع) نہ ہوتی کہ (قریب قریب) تمام لوگ ایک ہی طریقہ کے (یعنی کافر) ہو جائیں گے تو جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے "۔ نیز قرآن کریم کی ان آیات (وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ، آل عمران: 198) اور (وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى، الشوریٰ: 36) سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔

4111- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِي حَازِمٍ الْهَمْدَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُسْتَوْرِدُ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ اِنِّي لَفِي الرَّكْبِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَى عَلَى سَخْلَةٍ مَنْبُوذَةٍ قَالَ فَقَالَ اَتُرَوْنَ هٰذِهٖ هَانَتْ عَلَى اَهْلِهَا قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِنْ هَوَانِهَا اَلْقَوْهَا اَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهٖ عَلَى اَهْلِهَا

◆◆ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں کچھ سواروں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ کا گزر ایک بکری کے بچے کے پاس سے ہوا (جو مردہ تھا) اور اسے پھینکا گیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ اپنے مالک کے نزدیک بے حیثیت ہے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس کے بے حیثیت ہونے کی وجہ سے اسے پھینکا گیا ہے یا جیسا بھی کہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بے حیثیت ہے جتنا یہ اپنے مالک کے نزدیک بے حیثیت ہے۔

4111: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2321

4112- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو خُلَيْدٍ عُتْبَةُ بْنُ حَمَّادٍ الدِّمَشْقِيُّ عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ قُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ضَمْرَةَ السَّلُولِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرَ اللَّهِ وَمَا وَالَاهُ أَوْ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے دنیا اس میں موجود ہر چیز ملعون ہے۔ سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے جو عالم ہو یا علم حاصل کرنے والا ہو (یعنی طالب علم ہو)

شرح

اس ارشادگرامی کا مقصد، دنیا سے بے رغبت کرنا اور یہ تعلیم دینا ہے کہ دنیا کی جن چیزوں کو اللہ نے ناپسند کیا ہے جیسے تمام حرام وناجائز امور، ان سے اجتناب کرو کہ مبادا ان چیزوں کو اختیار کرنے کی وجہ سے تم بھی راندہ درگاہ رب العزت قرار پاجاؤ گے اور جو چیزیں اللہ کے یہاں مقبول وپسندیدہ ہیں جیسے ذکر اللہ نیک کام اور تعلیم وتعلم وغیرہ ان کو اختیار کرو تاکہ تم بھی مقبول بارگاہ رب العزت قرار پاؤ اللہ کی پسندیدہ چیزوں سے " ۔مبادات وطاعات اور تمام وہ چیزیں مراد ہیں جو اللہ کی خوشنودی کا باعث اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں! یا ماوالاہ (جس کا ترجمہ "اللہ کی پسندیدہ چیزیں " کیا گیا ہے) کے معنی یہ ہیں کہ وہ چیز جو ذکر اللہ کے قریب اور اس کے مشابہ ہو، جیسے انبیاء واولیاء اور صلحاء کے حالات وفضائل کا ذکر اور اعمال صالحہ "یا یہ معنی ہیں کہ وہ چیز جو ذکر اللہ کے تابع اور اس کے لوازم ومقتضیات میں سے ہے جیسے احکام الہٰی (اوامر ونواہی) کی اتباع وفرمانبرداری۔ لہٰذا ماوالاہ کے پہلے معنی (جو ترجمہ میں نقل کئے گئے ہیں) مراد لینے کی صورت میں لفظ والاہ کا مادہ اشتقاق ولی ہوگا جس کے معنی محبت اور دوستی کے ہیں، دوسرے معنی مراد لینے کی صورت میں یہ لفظ گویا ولی سے مشتق ہوگا۔

جس کے معنی متابعت کے ہیں۔ لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ اس ساری وضاحت کا تعلق اس امر کو تسلیم کرنے سے ہے کہ ذکر اللہ " سے مراد اللہ تعالیٰ کے نام کا ورد ہے جیسا کہ عام طور پر ذکر اللہ کا یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے اور اگر "ذکر اللہ " سے مراد ہر وہ عمل خیر ہو جو اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی، اس کا تقرب حاصل کرنے اور اس کی عبادت کی نیت سے کیا جائے تو اس معنی کے اعتبار سے تمام ہی عبادتیں اور طاعتیں "ذکر اللہ " کے مفہوم میں داخل ہوں گے اور پھر لفظ ماوالاہ سے وہ چیز مراد ہوں گی جو ذکر اللہ کے اسباب وذرائع ہونے کی وجہ سے اس کا باعث اور معین ومددگار ہوتی ہے یہاں تک کہ بقدر کفاف کھانا پینا اور ضروریات زندگی کی دیگر چیزوں کا شمار بھی انہی اسباب میں ہوگا۔ اس صورت میں کہا جائے گا کہ بعد میں عالم اور متعلم کا ذکر تخصیص کے طور پر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن، مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود صحابہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا کوئی شخص پانی پر اس طرح چل سکتا ہے کہ اس کے پاؤں تر نہ ہوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا تو ممکن نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہی حال دنیا دار کا ہے کہ وہ گناہوں سے محفوظ وسلامت نہیں رہتا۔ (بیہقی شعب الایمان، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1131)

4112۔اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث:2322

جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہو، وہ تو کسی حالت میں بھی دنیاداری کے ساتھ گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور جس شخص پر
کہ دنیا کی محبت غالب نہ ہو لیکن اس کا بھی مال ودولت اور دنیاوی امور میں مبتلا ہونا اس کے دامن کو عام طور پر گناہوں سے آلودہ
ہونے سے محفوظ نہیں رہتا۔ اس ارشادِ گرامی کا حاصل دولتمندوں اور مالداروں کو سخت خوف دلانا اور زہد دنیا کی طرف راغب کرنا ہے
یہ امر بھی واضح کرنا مقصود ہے کہ ہر حالت میں آخرت کے نفع ونقصان کو دنیا کے نفع ونقصان پر ترجیح دینا چاہئے دنیاوی مال
ودولت کے حامل وطلب گار کے لئے یہی احساس کافی ہونا چاہئے کہ آخرت کا نقصان وخسران فقر کی بہ نسبت مالداری میں زیادہ
پوشیدہ ہے اور فقر کی یہی فضیلت کیا کم ہے کہ فقراء (جنہوں نے اپنے فقر وافلاس پر صبر وقناعت اختیار کیا ہوگا) جنت میں مالداروں
سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔

دنیا کا مؤمن کیلئے قید خانہ ہونے کا بیان

4113-حَدَّثَنَا اَبُوْمَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔

شرح

قید خانہ " کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی شخص قید خانہ میں بند ہو تو وہاں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے اور طرح طرح کی مشقتیں جھیلتا ہے۔ اسی طرح مومن کے لئے یہ دنیا بھی گویا ایک قید خانہ ہے جہاں اس کو محنت ومشقت اور مصائب وشدائد کا سامنا کرنا پڑتا ہے، منکرات اور منہیات (ممنوع اور خلاف شرع امور) سے اپنے آپ کو بچانا پڑتا ہے۔ نفس کی آزادی اور بے راہ روی کو ختم کرنا پڑتا ہے اور طاعات وعبادات کی مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ یا یہ کہ مومن اس دنیا کو ایک ایسی جگہ محسوس کرتا ہے جہاں تنگی وگھٹن ہوتی ہے اور جہاں بود وباش اختیار کرنے کو وہ پسند نہیں کرتا، چنانچہ وہ ہر وقت یہی خواہش رکھتا ہے کہ وہ اس تنگ وتاریک جہاں سے نکل جائے اور عالم ملکوت کی وسعتوں کو اپنی جولانگاہ بنائے۔

اور "دنیا کافر کے لئے جنت ہے" کا مطلب یہ ہے کہ کافر چونکہ اپنا مقصد زندگی دنیا کا حصول سمجھتا ہے اس لئے وہ اپنی تمام تر سعی وکوشش اور اپنی تمام تر جد وجہد دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں کو حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے اور پھر وہ دنیا کی لذات شہوات میں اس طرح مشغول ومنہمک ہو جاتا ہے کہ اس کے لئے یہ دنیا ایک عشرت کدہ بن جاتی ہے جہاں سے نکلنا اس کو گوارہ نہیں ہوتا۔
بعض حضرات کہتے ہیں کہ حدیث کی مراد یہ ہے کہ مومن کو آخرت میں جو اجر وثواب ملے گا اور اس کو وہاں کی جن نعمتوں اور راحتوں سے نوازا جائے گا ان کی بہ نسبت یہ دنیا اس کے حق میں گویا قید خانہ ہے اور کافر کو جس دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا اس کے مقابلہ میں یہ دنیا اس کے حق میں گویا جنت ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ مومن اس دنیا میں خواہ کتنے ہی ناز ونعم کے ساتھ رہے اور

4113 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

[illegible]

[illegible]

ہوں گی ... کافر ... خواہ کتنی ہی مصیبتیں اور آفتیں جھیلے اور کتنے ہی شدائد کا سامنا کرے کیونکہ آخرت میں اس کا ... بدتر ہوگا۔

منقول ہے کہ ایک یہودی نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر ان سے کہا کہ آپ کے نانا جان (رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو یہ فرمایا ہے کہ الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر تو ان کو یہ قول میرے اور آپ کے حال پر کس طرح صادق آتا ہے، کیونکہ تم تو گھوڑے پر سواری کرتے ہو اور بڑی راحت و آسائش کے ساتھ زندگی گزارتے ہو، جب کہ میں بیماری میں مبتلا ہوں اور طرح طرح کی تکالیف اور فقر وفاقہ میں گرفتار رہتا ہوں؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ مومن کی نیکی کا اجر ضائع نہیں کرتا، کہ اس کی اس نیکی کے سبب اس کو دنیا میں بھلائیاں دی جاتی ہیں اور آخرت میں بھی اس کا اجر وثواب دیا جائے گا۔ اور کافر اللہ کی خوشنودی کے لئے جو اچھے کام کرتا ہے اس کو اس کے بدلہ میں اس دنیا میں کھلا پلا دیا جاتا ہے (یعنی وہ ان اچھے کاموں کی وجہ سے جس بھلائی کا مستحق ہوتا ہے وہ اس کو نعمتوں اور راحتوں کی صورت میں اس دنیا میں دے دی جاتی ہے) یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے نامہ اعمال میں ایسی کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ جس کی وجہ سے اس کو وہاں اجر وثواب دیا جائے۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم حدیث نمبر 1085)

اس ارشاد گرامی کے ذریعہ اس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ آخرت کی بھلائی اور وہاں کے اجر وثواب کا دار ومدار دنیا میں محض اچھے کام کرنے پر نہیں ہے بلکہ ایمان وعقیدہ پر ہے چنانچہ وہ نیک کام جو اللہ کی خوشنودی کے لئے کئے جاتے ہیں اور جن سے اللہ یقیناً خوش ہوتا ہے، جب کوئی مومن کرتا ہے تو اس کو ان نیک کاموں کی وجہ سے دنیا میں بھی اچھا بدلہ ملتا ہے۔ بایں طور پر کہ اس کے کاروبار معیشت اور رزق میں وسعت وفراخی عطا کی جاتی ہے، اس کی زندگی کو چین وسکون اور خوش حالی وقلبی اطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے اور پھر اس کو ہر طرح کی آفات وبلیات اور ناپسندیدہ عناصر سے محفوظ ومامون رکھا جاتا ہے اور پھر جب وہ اس دنیا کی زندگی کو پورا کر کے آخرت میں پہنچے گا تو اس کو وہاں بھی ان نیک کاموں کا پورا پورا اجر وثواب ملے گا۔

اس کے برخلاف جب کافر اچھے اعمال کرتا ہے جس سے اللہ خوش ہوتا ہو جیسے فقیر ومحتاج کو کھانا کھلانا اور اس کی مدد کرنا، یتیم اور بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنا اور اس طرح کے دوسرے فلاح ورفاہی کے کام تو اس کے ان اچھے کاموں کا پورا بدلہ اس کو دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، جب کہ آخرت میں وہ ان اچھے کاموں کا کوئی اجر وثواب پانے کا مستحق نہیں ہوگا۔ رہی یہ بات کہ جس طرح مومن کو دنیا میں اپنے اچھے کاموں کا بدلہ اچھا ملتا ہے اسی طرح کیا اس کو دنیا میں برے کاموں کی سزا بھی ملتی ہے؟ تو اس کا جواب اثبات میں ہوگا کہ حق تعالیٰ اپنے جس بندہ کو آخرت کے عذاب وشدائد سے بچانا چاہتا ہے اس کو اس کی برائیوں کی سزا اس دنیا میں دے دیتا ہے۔

چنانچہ ایک دوسری حدیث میں منقول ہے کہ مومن کو اس کے برے کاموں کا بدلہ دنیا میں مختلف قسم کے مصائب وآلام اور تکالیف و پریشانیوں کی صورت میں دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ جب آخرت میں پہنچے گا تو اس کے نامہ اعمال میں ایسی کوئی برائی نہیں ہوگی جس پر وہ عذاب کا مستوجب قرار پائے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو احمد اور ابن حبان نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ **من یعمل سوء یجز به** نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر ایسا ہے کہ بندہ سے جو بھی برائی صادر ہوگی اس کی وجہ سے اس کو آخرت میں ضرور سزا دی جائے گی اور ظاہر ہے کہ دنیا میں ہر بندے سے چھوٹی یا بڑی کوئی نہ کوئی برائی ضرور صادر ہوتی ہے) تو پھر نجات پانے والا کون شخص ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ تمہیں بخشے، کیا تم غمگین نہیں ہوتے، کیا تم رنج والم نہیں اٹھاتے، کیا تم بیمار نہیں ہوتے اور کیا تمہیں کوئی آفت یا بلا نہیں پہنچتی؟ "انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (تو یاد رکھو) یہ چیز (یعنی تمہارا کسی تکلیف ومصیبت اور رنج والم میں مبتلا ہونا) دراصل تمہارے حق میں اس برائی کی سزا اور بدلہ ہے جو تم سے صادر ہو جاتی ہے۔

دنیا میں رہنے کی مثال کا بیان

4114- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِي فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ كَاَنَّكَ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَّعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کے حصے کا ایک ٹکڑا پکڑا اور فرمایا: اے عبداللہ! دنیا میں یوں رہو جیسے تم اجنبی یا جیسے مسافر ہو اور اپنے آپ کو قبرستان والوں میں شمار کرو۔

شرح

تم دنیا میں اس طرح رہو گویا تم مسافر ہو، بلکہ راہ گیر ہو۔ اس طرح بات میں زیادہ زور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس ارشاد گرامی کا مقصد جس مفہوم کو بیان کرنا ہے وہ زیادہ پر تاثیر انداز میں واضح ہوتا ہے کیونکہ مسافر تو پھر بھی کچھ دنوں کے لئے یا کچھ عرصہ کے لئے کہیں کہیں ٹھہر کر وہاں کی چیزوں میں کسی نہ کسی حد تک مشغول ہوتا ہے اور ان سے کچھ نہ کچھ تعلق اس کو ضرور رکھنا پڑتا ہے، لیکن جو شخص سر راہ گزر رہا ہوتا ہے وہ بس آگے کی طرف چلتا ہی رہتا ہے اس کو نہ تو اس راستے کی کسی چیز سے سروکار ہوتا ہے اور نہ ادھر ادھر کی مشغولیت میں اپنا وقت ضائع کر کے اپنے سفر میں رخنہ اندازی کو گوارا کرتا ہے۔ حدیث کے آخری جزء کی تشریح تھوڑی سی تفصیل کا تقاضہ کرتی ہے، لہٰذا اس سلسلہ میں پہلے تو یہ جان لینا چاہئے کہ موت کی حقیقت کیا ہے؟ بدن سے روح کے تصرف کا منقطع ہو جانا، روح وبدن کے باہمی رشتہ کا ٹوٹ جانا اور بدن کا روح کے آلہ کار کی حیثیت سے باہر ہو جانا، موت کا مفہوم ہے! بدن کی موت سے روح معدوم ونابود نہیں ہو جاتی صرف اس کی وہ حیثیت وحالت بدل جاتی ہے جو بدن کے ساتھ تعلق رکھنے کی صورت میں اس کو

4114: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6416' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2333' ورقم الحدیث: 2334

حاصل ہوتی ہے مثلاً یہ بدن کی موت کے ساتھ اس کی بصارت اس کی سماعت اس کی گویائی اور اسی طرح ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضائے جسم کی وہ طاقتیں اس سے سلب کر لی جاتی ہیں جن کے ذریعہ وہ (روح) بدن پر اپنا تصرف ظاہر کرتی ہے، ایسے ہی اس کے تمام اہل وعیال، اقربا و آشنا اور دوست وعزیز اس سے جدا کر دیئے جاتے ہیں، نیز دنیا کی وہ تمام چیزیں اس سے الگ کر دی جاتی ہیں، جن سے وہ اپنے بدن کے ساتھ تعلق رکھتی تھی جیسے گھر بار، اسباب وسامان، زمین وجائداد، فوج وحشم، لونڈی وغلام اور گھوڑے ودیگر چوپائے اور دیگر ضروری وغیر ضروری چیزیں، پس مردوں میں اپنا شمار کرنا اور ان کی مشابہت اختیار کرنا گویا اس مفہوم کا حامل ہے کہ انسان جسمانی علائق سے حتی الامکان قطع تعلق اختیار کر لے، جس کی صورت یہ ہے کہ اعضائے جسم پر سے روح کا وہ تصرف ختم کر دے، جس کے پنجہ میں حرام ومکروہ امور کا ارتکاب ہوتا ہے اور اس میں یقین رکھے کہ دنیا کی جو بھی چیزیں میرے تصرف واختیار میں ہیں، ان سب کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے ان کی ملکیت سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور اس بات کو اس کی علامت سمجھے کہ اگر ان چیزوں میں سے کوئی چیز اس کے پاس سے جاتی رہے تو کوئی غم نہ ہو اور کوئی چیز اپنے پاس آئے تو خوش نہ ہو، اسی طرح اپنے اہل واولاد، عزیز واقارب اور دوستوں وغیرہ سے تعلق محبت کے وہ جذبات منقطع کر لے جن کی وجہ سے حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب ہوتا ہے پس جس شخص نے اپنے آپ کو اس وصف سے متصف کر لیا وہ دنیا سے بے تعلقی میں گویا مردوں کے مشابہ ہو گیا اور اس کا شمار آسودگان خاک کے حکم میں ہوگا۔ اس کے بعد اس شخص کی شان کے مناسب یہ بات ہوگی کہ وہ ان آداب وشرائط کو ملحوظ رکھے جن کے سبب اس کا مردوں کے مشابہ ہونا صحیح قرار پا سکے، مثلاً ایک تو یہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے ہر مطلوب سے دست کنارہ کش ہو جائے جیسا کہ موت کی صورت میں، تیسرے یہ کہ توکل کی راہ پر گامزن رہے یعنی دنیاوی اسباب ووسائل کی ناروا قید سے آزاد ہو جائے جیسا کہ موت کی صورت میں، چوتھے یہ کہ قناعت پر عامل رہے یعنی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرے جیسا کہ موت کی صورت میں، پانچویں یہ کہ صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے اور ماسوی اللہ کی طرف نظر نہ اٹھائے تا کہ اللہ عز وجل کے سوا کوئی مطلوب، کوئی محبوب اور کوئی مقصود نہ ہو جیسا کہ موت کی صورت میں، چھٹے یہ کہ صبر کی راہ اختیار کرے یعنی ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ نفس امارہ سے قطع تعلق کر لے جیسا کہ موت میں، ساتویں یہ کہ رضا کے راستہ پر چلے یعنی اپنے نفس کی خوشنودی کے جال سے نکل کر حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے دائرے میں آ جائے، احکام ازلیہ کو بلا چوں وچرا تسلیم کرے اور اپنے تمام امور کو بغیر کسی اعتراض ومنازعت کے حق تعالیٰ تدبیر واختیار کے سپرد کر دے جیسا کہ موت کی صورت میں، آٹھویں یہ کہ ذکر سے غافل نہ رہے یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر میں اپنے دل اور اپنی زبان کو مشغول رکھے اور ماسوی اللہ کی یاد اور اس کے ذکر وخیال کی الجھن سے آزاد رہے جیسا کہ موت کی صورت میں اور نویں یہ کہ مراقبہ کو اختیار کرے یعنی ہر طرح کی قوت وسطوت اور ہر مقتدر طاقت سے بے نیاز ہو کر اور اس کو چھوڑ کر بس احکم الحاکمین کی طاقت وقدرت کا دھیان رکھے اور اس کی طاقت اور قدرت کو اپنے تمام امور کا مالک ومتصرف جانے جیسا کہ موت کی صورت میں، پس یہ صفات وکیفیات پیدا ہو جائیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ مردوں کی مشابہت حاصل ہوگئی اور اہل قبور میں شمار کرانے کا حکم پورا ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد وعد نفسک من اہل القبور کا یہی مفہوم ہے اور یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس میں فرمایا گیا ہے موتوا قبل ان تموتوا موت آنے سے پہلے موت کو اختیار کر لو، چنانچہ ایک موت تو وہ

ہے جو اچانک روح وبدن کے باہمی رشتہ کو یکسر منقطع کر دیتی ہے اور ایک موت وہ ہے جس کو انسان مذکورہ بالا صفات کی صورت میں اختیار کر کے اپنے نفس امارہ کو کچل ڈالتا ہے اور یہی موت "اختیاری موت" کہلاتی ہے۔

بَاب مَنْ لَا يُؤْبَهُ لَهُ

یہ باب ہے کہ جن لوگوں کی پرواہ نہیں کی جاتی

4115- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكَ عَنْ مُلُوكِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى قَالَ رَجُلٌ ضَعِيفٌ مُسْتَضْعَفٌ ذُو طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کیا میں تمہیں جنت کے بادشاہوں کے بارے میں بتاؤں۔ میں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کمزور اور ناتواں شخص جو پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے اور اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی لیکن اگر وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اسے پوری کردے۔

ولی کی کرامت کے برحق ہونے کا بیان

حافظ عماد الدین عمر بن اسماعیل بن کثیر شافعی دمشقی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں: مفسرین نے کہا ہے کہ آصف بن برخیاء نے حضرت سلیمان سے کہا آپ یمن کی طرف دیکھئے جہاں آپ کا مطلوب عرش ہے پھر اللہ سے دعا کی تو وہ عرش زمین میں گھس کر غائب ہو گیا اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے سامنے نکل آیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: جس طرح ہماری شریعت میں اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی آنکھ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اور پیر ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہو کر تصرف کرتا ہے، اس طرح آصف بن برخیا نے بھی اس تخت پر تصرف کیا۔ (نظم الدرر ج ۵ ص 426-427 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے کاتب نے کہا اپنی نظر اٹھایئے، انہوں نے نظر اٹھائی پھر نظر لوٹائی تو تخت سامنے موجود تھا۔ (الدر المنثور ج ۶ ص 319 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت: ۱۴۲۱ھ)

علامہ السید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: شیخ اکبر قدس سرہ نے کہا ہے کہ آصف نے عین عرش میں تصرف کیا تھا اس نے اس جگہ اس عرش کو معدوم کر دیا اور حضرت سلیمان کے سامنے موجود کر دیا کیونکہ مرد کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے لفظ کن کی طرح ہوتا ہے۔ (روح المعانی جز 19 ص 306 مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ''کن'' کے مظاہر

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کن کا مظہر بنایا۔ آپ نے کئی چیزوں کے متعلق فرمایا ہو سو وہ

4115: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ہو گئیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ ایک سفید ہیبت والا شخص ریگستان سے آرہا تھا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کن ابا خیثمہ تو ابوخیثمہ ہو جا تو وہ ابوخیثمہ ہو گیا۔

(صحیح مسلم الحدیث: 2769 المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۵۴۱۹ مجمع الزوائد ج ۶ ص 193 دلائل النبوۃ ج ۵ ص 223-226)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: حق کے مشابہ یہ ہے کہ کن یہاں پر تحقیق اور وجود کے لئے ہے یعنی تو تحقیقی طور پر ابوخیثمہ ہو جا۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص 278 مطبوعہ دار الوفاء، 1419ھ)

علامہ نووی نے لکھا ہے تو جو کوئی بھی ہے حقیقتاً ابوخیثمہ ہو جا۔ (صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۱۱ ص 6910 مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

اسی طرح امام حاکم نیشاپوری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ غزوہ تبوک میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک شخص کے متعلق فرمایا کن اباذر تو ابوذر ہو جا سو وہ شخص ابوذر ہو گیا۔

(المستدرک ج ۳ ص 50-51 المستدرک رقم الحدیث: ۴۳۷۳، جدید کنز العمال ۱۱ ص ۲۲۸ دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجلس میں آ کر بیٹھتا تھا اور جب آپ بات کرتے تو وہ آپ کو چڑانے کے لئے اپنا منہ بگاڑ لیتا تھا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کن کذلک تم ہی طرح ہو جاؤ پھر ہمیشہ اس کا منہ بگڑا رہا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص 329 المستدرک ج ۲ ص 261، قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۴۲۴۱ جدید الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص 72-71 البدایہ والنہایہ ج ۴ ص 568 طبع جدید)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے، آپ باہر نکلے تو ہم آپ کے ساتھ چلنے لگے آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے کوئی شخص بازار میں تلقین نہ کرے اور مہاجر دیہاتی سے بیع نہ کرے اور جو شخص ایسی گائے یا اونٹنی خریدے جس کے تھن باندھ کر اس کا دودھ روکا ہوا تھا اس کو اختیار ہے وہ چاہے تو اس کو واپس کر دے اور جتنا دودھ پیا ہے اس کا دگنا گندم بھی ساتھ دے۔ ایک شخص نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ کی نقل اتار رہا تھا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کذلک فلکن تو اسی طرح ہو جا وہ شخص بے ہوش ہو کر گر گیا اس شخص کو اس کے گھر اٹھا کر لے جایا گیا۔ وہ دو ماہ بے ہوش رہا اس کو جب بھی ہوش آتا تو اس کا منہ اسی طرح بگڑا ہوا ہوتا جس طرح نقل کے وقت تھا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص 240-239)

ولی اور اس کی کرامت کی تعریفیں اور کرامت کے وقوع پر دلائل

اس آیت کے سیاق میں یہ بات آ گئی ہے کہ آصف بن برخیا اللہ تعالیٰ کے ولی تھے اور انہوں نے تخت بلقیس کو مسافت بعیدہ سے پلک جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے سامنے لا کر حاضر کر دیا۔ اس آیت سے ہمارے علماء نے کرامت کو ثابت

کہ ہے اور یہ بتایا کہ اولیاء اللہ سے کرامت ثابت ہوتی ہے۔
علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں: اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں، ولی اس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا حسب امکان عارف ہو، اور اللہ تعالیٰ کی دائما عبادت کرتا ہو اور ہر قسم کے گناہوں سے اجتناب کرتا ہو اور لذات اور شہوات میں انہماک اور استغراق سے اعراض کرتا ہو اور کرامت کی یہ تعریف ہے کہ ولی سے کوئی ایسا کام صادر ہو جو خرق عادت (خلاف معمول) ہو اور اس کے ساتھ دعوئ نبوت مقارن اور متصل نہ ہو، پس جو خرق عادت اس شخص سے صادر ہو جو مومن اور صالح نہ ہو اس کو استدراج کہتے ہیں اور جو خرق عادت مومن اور صالح سے صادر ہو اور اس کے ساتھ دعوئ نبوت بھی مقارن اور متصل ہو اس کو معجزہ کہتے ہیں، اور کرامت کے حق ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اس قسم کے خرق عادت افعال صحابہ کرام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں خصوصا ان میں خرق عادت کی قدر مشترک تواتر سے ثابت ہے اگرچہ الگ الگ وہ افعال خبر واحد سے ثابت ہیں، نیز قرآن مجید میں ذکر ہے کہ حضرت مریم کے پاس بے موسمی پھل آتے تھے، اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے صاحب نے تخت بلقیس کو لاکر حاضر کیا۔

نیز لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے صاحب آصف بن برخیاء نے مسافت بعیدہ سے پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس لاکر حاضر کر دیا اور حضرت مریم کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

(آل عمران: ۳۷) جب بھی زکریا ان کے حجرے میں جاتے تو ان کے پاس (بے موسمی) رزق پاتے، وہ پوچھتے اے مریم! تمہارے پاس یہ (بے موسمی) رزق کہاں سے آیا تو وہ کہتیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے۔

اسی طرح بہ کثرت اولیاء سے پانی پر چلنا منقول ہے اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور لقمان سرخسی سے ہوا میں اڑنا منقول ہے اور حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پتھر کی تسبیح کو سنا، اور اصحاب کہف کے کتے نے اصحاب کہف سے کلام کیا، اور روایت ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ایک شخص گائے کو لے جا رہا تھا پھر وہ اس پر سوار ہو گیا تو گائے نے اس کی طرف مڑ کر دیکھ کر کہا میں اس کے لیے نہیں پیدا کی گئی میں تو کھیت میں ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں لوگوں نے کہا سبحان اللہ گائے نے کلام کیا! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس پر ایمان لایا اسی طرح روایت ہے کہ حضرت عمر نے مدینہ میں منبر پر کہا اور ان کا لشکر اس وقت نہاوند (ایران میں ہمدان اور کرمان کے درمیان ایک مشہور شہر) میں تھا۔ انہوں نے لشکر کے امیر سے کہا اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جا پہاڑ کی اوٹ میں ہو جا کیونکہ جس جگہ وہ تھے وہاں دشمن کا خطرہ تھا اور اتنی دور سے حضرت ساریہ کا یہ کلام سننا ان کی کرامت ہے اسی طرح حضرت خالد بن ولید نے زہر پی لیا اور ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور حضرت عمر کے خط ڈالنے سے دریائے نیل جاری ہو گیا۔ (شرح عقائد نسفی ص ۱۰۶-۱۰۵ مطبوعہ کراچی)

دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میرے رب نے میرے سامنے اس امر کو ظاہر کیا کہ وہ میرے لئے مکہ کے سنگریزوں کو سونا بنا دے، لیکن میں نے عرض کیا کہ میرے پروردگار، مجھ کو اس چیز کی قطعا

خواہش نہیں ہے میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک روز بھوکا رہوں کہ جب میں بھوکا رہوں تو تیرے حضور گڑگڑاؤں، اپنی عاجزی بیان کروں اور تجھے یاد کروں اور جب میں شکم سیر ہوں تو تیری حمد و تعریف کروں اور تیرا شکر ادا کروں "۔

(احمد، ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1116)

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی مذکورہ پیش کش یا تو حسی وظاہری طور پر تھی یا معنوی یعنی باطنی طور پر اور یہ دوسری مراد زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مجھ سے مشورہ فرمایا اور مجھے اختیار دیا کہ چاہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں وسعت وفراخی اور یہاں کے مال وزر کی فراوانی کو پسند کریں اور چاہے دنیا سے بے رغبتی اختیار کر کے توشہ آخرت کی فکر میں لگے رہیے اور وہاں کے حساب وعذاب سے نجات کی راہ اختیار کر لیجئے۔ لہٰذا میں نے دنیا کو ٹھکرا دیا اور آخرت کو پسند کر لیا۔ "بطحاء" اور "ابطح" اس کشادہ نالہ کو کہتے ہیں جس سے پانی گزرتا ہے اور جس میں ریب اور سنگریزے جمع ہو جاتے ہیں۔

مکہ کے سنگریزوں کو سونا بنانے سے مراد یہ تھی کہ مکہ کے اطراف میں جو نالے اور پانی کے نکاس کے راستے ہیں ان سب کو سونے سے بھر دیا جائے یا یہ کہ ان نالوں میں جو سنگریزے ہیں ان کو سونے میں تبدیل کر دیا جائے اور یہ دوسری مراد زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ ایک دوسری حدیث میں یوں فرمایا گیا ہے کہ (اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں تو اللہ تعالیٰ) مکہ کے پہاڑوں کو سونے میں تبدیل کر دے۔ حدیث کے آخری جملوں کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے دنیاوی وسعت وفراخی اور خوشحالی کی پیش کش کے باوجود میں نے دنیا کے مال وزر کو ٹھکرا دیا اور فقر کو اختیار کر لیا کہ اگر ایک روز شکم سیر رہوں تو دوسرے روز بھوکا رہوں اور اس طرح صبر اور شکر دونوں کی فضیلت پاؤں۔

اس ارشاد گرامی کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گویا امت کو تعلیم وتلقین فرمائی کہ اگرچہ دولتمندی بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے لیکن اس کی آفات بھی بہت ہیں اور انسان دولتمندی کی حالت میں زیادہ گمراہ ہوتا ہے لہٰذا فقر وقناعت کو اختیار کرنا زیادہ موزوں ہے اس لئے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ غنا یعنی دولتمندی کے مقابلہ میں فقر افضل ہے۔

مغرور وسخت مزاج کی مذمت کا بیان

4116- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ

◆◆ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کیا میں تمہیں اہل جنت کے بارے میں بتاؤں۔ ہر کمزور اور لاچار آدمی (جنتی ہے) کیا میں تمہیں اہل جہنم کے بارے میں بتاؤں۔ ہر سخت مزاج' بد دماغ اور

4116: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4918' ورقم الحدیث: 6071' ورقم الحدیث: 6657' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 7116' ورقم الحدیث 7117' ورقم الحدیث 7118' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2605

مغرور شخص (جہنمی) ہے۔

4117-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ صَدَقَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَغْبَطَ النَّاسِ عِنْدِي مُؤْمِنٌ خَفِيفُ الْحَاذِ ذُو حَظٍّ مِنْ صَلَاةٍ غَامِضٌ فِي النَّاسِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ كَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا وَصَبَرَ عَلَيْهِ عَجِلَتْ مَنِيَّتُهُ وَقَلَّ تُرَاثُهُ وَقَلَّتْ بَوَاكِيهِ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' میرے نزدیک سب سے قابل رشک وہ مومن ہے' جس کی دنیاوی پریشانیوں کم ہوں وہ نماز بہت زیادہ پڑھتا ہو اور لوگوں سے پوشیدہ رہتا ہو۔ اس کی پرواہ نہ کی جاتی ہو۔ ضرورت کے مطابق اس کو رزق مل جاتا ہو وہ اس پر صبر سے کام لیتا ہو۔ اسے موت جلدی آ جائے۔ اس کا وراثت کا مال کم ہو اس پر رونے والے کم ہوں۔

شرح

"حاذ" کے معنی سواری کی پشت کے ہیں اور قاموس کے مطابق خفیف الحاذ کا مطلب قلیل المال والعیال خفیف الحاذ کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو زیادہ اہل وعیال کو بوجھ اور مال ودولت کی گرانباری نہ رکھتا ہو۔ صراح میں یہ لکھا ہے کہ "خفیف الحاذ" کے معنی ہلکی پیٹھ کے ہیں یعنی وہ شخص جو زیادہ اہل وعیال اور مال ودولت کے جھمیلوں سے فارغ ہو بہر حال دونوں ہی صورتوں میں ایسا شخص چونکہ دنیاوی تفکرات مشغولیات سے عاری ہوتا ہے اور فراغ قلب ووقت رکھتا ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت اور دین وملت کی خدمت میں اچھی طرح مشغول رہتا ہے اور از قسم علائق کوئی چیز اس کی راہ عبادت وخدمت میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ "نماز سے بہت زیادہ بہرہ مند ہوتا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضور قلب اور مناجات مع اللہ کے ساتھ نماز بہت زیادہ پڑھتا ہے اور اپنا زیادہ تر وقت عبادت الٰہی میں صرف کرتا ہے کیونکہ اہل وعیال اور دنیاوی جھمیلوں سے بہت کم تعلق رکھنے اور قلت مشغولیت کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ نماز وعبادت ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے، بلکہ نماز وعبادت میں اس کو حضور قلب بھی بہت زیادہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ حقیقی درویش اور اللہ رسیدہ لوگ دنیاوی علائق وتعلقات سے کنارہ کشی اس لئے اختیار کرتے ہیں تاکہ نماز وعبادت الٰہی میں زیادہ سے زیادہ حضور قلب حاصل کر سکیں۔

لوگوں میں گمنام ہے "میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ عبادت وریاضت کے لئے لوگوں کے درمیان بود وباش ترک نہیں کرتا بلکہ ان کے درمیان رہ کر ہی عبادت وریاضت اور دین وعلم کی خدمت میں خاموشی کے ساتھ مشغول رہتا ہے اور اپنے آپ کو عام شہرت سے بچائے رکھتا ہے گویا اس جملہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنے کو عام شہرت سے بچانے کے لئے لوگوں کے درمیان سے چلا جاتا ہے اور سب سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے کیونکہ عام لوگوں کے درمیان بود وباش ترک کر دینا اور کنارہ کشی اختیار کر لینا بجائے خود موجب شہرت ہے، نیز اس جملہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ "لوگوں" سے مراد عوام الناس ہیں، چنانچہ خواص یعنی

4117-اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اولیاء وصلحاء کے درمیان اس کا متعارف ہونا کہ جن کا وہ ہمنشین رہتا ہے، اس کے مذکورہ مرتبہ کے منافی نہیں ہے۔ یہ بات بعض جملہ ولا یشاء الیہ الخ سے بھی مفہوم ہوتی ہے۔ لقد بیہ، کے اصل معنی تو یہ ہیں کہ آپ نے اپنے انگوٹھے کے پورے کو اپنی بیچ کی انگلی کے پورے پر مارہ جس سے نکلی ہوئی آواز کو سنا گیا۔

اور حاصل یہ کہ جس طرح عام طور پر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ کسی بات پر اظہار حیرت وتعجب کے لئے یا کسی کام کی مدت کو کم سے کم بیان کرنے کے لئے چٹکی بجا کر کہتے ہیں کہ فلاں کا بس یوں چٹکی بجاتے ہو گیا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مذکورہ مومن کا حال بیان فرمایا کہ وہ دنیا میں اپنی مذکورہ حالت وکیفیت کے ساتھ زندہ رہتا ہے کہ موت اس کے تشنہ جسم وجان کو چندون کے بعد ختم کر دیتی ہے اور وہ فتنہ وآشوب سے بھرے ہوئے اس عالم سے بہت جلد انتقال کر جاتا ہے اور یہاں کی آفات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات پا جاتا ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ ایسا مومن چونکہ اس دنیا سے بہت کم تعلق رکھتا ہے اور شوق آخرت اس پر غالب ہوتا ہے اس لئے وقت موعود آنے پر وہ نہایت آسانی اور سکون کے ساتھ بہت جلد اپنی جان، آفرین کے سپرد کر دیتا ہے۔

تواضع ایمان کا حصہ ہے

4118- حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُوَيْدٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُمَامَةَ الْحَارِثِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَذَاذَةُ مِنَ الْإِيمَانِ قَالَ الْبَذَاذَةُ الْقَشَافَةُ يَعْنِي التَّقَشُّفَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن ابوامامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد (حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تواضع ایمان کا حصہ ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں' تواضع سے مراد عاجزی ہے یعنی عاجزی اختیار کرنا۔

عاجزی اختیار کرنے کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تواضع اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے لوگوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے چنانچہ وہ اپنی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کو ذلت وحقارت کی نظر میں دیکھتا ہے اور جو شخص لوگوں کے ساتھ تکبر وغرور کرتا ہے اللہ اس کے مرتبہ کو گرا دیتا ہے چنانچہ وہ لوگوں کی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے لیکن اپنی نظر میں خود کو بلند مرتبہ سمجھتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے یا سور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم حدیث نمبر 1042)

مطلب یہ ہے کہ متکبر ومغرور اگرچہ خود کو بڑا اور عزت دار سمجھتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنی مصنوعی بڑائی اور عزت دکھاتا ہے لیکن

4118: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4161

وہ اللہ کے نزدیک بھی ذلیل وحقیر ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بھی نہایت کمتر و بے وقعت رہتا ہے اس کے برخلاف جو شخص تواضع فروتنی اختیار کرتا ہے وہ اگرچہ اپنی نظر میں خود کو حقیر سمجھتا ہے اور لوگوں کے سامنے بھی اپنے آپ کو کمتر و بے وقعت ظاہر کرتا ہے مگر اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے اور لوگوں کے نظروں میں بھی اس کی بڑی عزت وقعت ہوتی ہے۔

4119- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ خِيَارُكُمُ الَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

◆◆ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: کیا میں تمہیں تمہارے بہترین لوگوں کے بارے میں بتاؤں۔ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ نے فرمایا: تمہارے بہترین لوگ وہ ہیں جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آ جائے۔

ولی کی تعریف کا بیان

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ولی سے مراد وہ شخص ہے جو عالم باللہ ہو اور اخلاص کے ساتھ ہمیشگی کے ساتھ عبادت کرنے والا ہو۔ (فتح الباری۔ ج ۱۱۔ ۳۴۲۔ عمدۃ القاری، ج ۳۔ ص ۸۹۔ مطبوعہ مصر)

ولی کی اصل ولاء سے ہے جو قرب ونصرت کے معنی ہیں۔ ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قرب الٰہی حاصل کرے اور اطاعت الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نور جلال الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو جب دیکھے دلائل قدرت الٰہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثناء ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے تو اطاعت الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے اسی امر کو کوشش کرے جو ذریعہ قرب الٰہی ہو اللہ کے ذکر سے تھکے نہ اور چشم دل سے خدا کے سوا کسی غیر کو نہ دیکھے یہ صفت اولیاء کی ہے بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔

بعض عارفین نے فرمایا کہ ولایت نام ہے قرب الٰہی اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اسے کوئی خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے یہی طبری کی حدیث میں بھی ہے۔ ابن زید نے کہا کہ ولی وہی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس آیت میں مذکور ہے۔ الذین امنوا و کانوا یتقون یعنی ایمان وتقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ولی وہ ہیں جو خالص اللہ کے لیے محبت کریں اولیاء کی یہ صفت احادیث کثیرہ میں آئی ہے۔

ولی کی پہچان

اللہ رب العزت نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے انسان کو طرح طرح کی نعمتیں عطا کی ہیں جن کا انسان شمار بھی نہیں

4119: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کرسکتا انسانوں اور جنوں کو محض اللہ پاک کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تاریخ اسلام پر اگر نگاہ دوڑائی جائے تو یہ حقیقت سامنے آ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا ان انبیائے کرام نے اپنے اپنے ادوار میں مخلوق کی ہدایت کا فریضہ بخوبی انجام دیتے رہے حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ ہیں آپ ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اس لئے آقا ﷺ کے بعد امت کی ہدایت اور رہبری کے لیے اولیاء کرام بھیجے گئے جن کا سلسلہ قیامت تک جاری وساری رہیگا۔ اللہ پاک کے وہ مقبول بندے جو اس کی ذات وصفات کے عارف ہوں اس کی اطاعت وعبادت کے پابند ہیں گناہوں سے بچیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے انہیں اپنا قرب خاص عطا فرمائے ان کو اولیاء اللہ کہتے ہیں ایسے خوش نصیب انسانوں کو نہ کسی قسم کا خوف اور نہ کسی قسم کا غم ہوتا ہے۔ اللہ پاک کے مقبول بندوں سے عجیب وغریب کراتیں ظاہر ہوتی ہیں مثلاً پانی پر چلنا، بلائیں دفع کرنا، دور دراز کے حالات ان پر منکشف ہونا، جمادات وحیوانات سے کلام کرنا وغیرہ، اللہ پاک کے مقبول بندوں کی کراتیں درحقیقت ان انبیاء کے معجزات ہیں جن کے وہ امتی ہیں۔ اللہ پاک کے ایسے مقبول بندوں کو نہ دنیا اور نہ آخرت میں کسی قسم کا خوف اور غم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے" (پارہ سورۃ یونس آیت 62 تا 64)

ولی، اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو کہتے ہیں۔ جن کو نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں کسی قسم کا خوف اور غم ہے۔ مالک الملک کی محبت اطاعت اور خشیت نے انہیں ہر قسم کے خوف اور غم سے آزاد کر دیا ہوتا ہے اور وہ مرتبہ ولایت پر فائز ہو گئے یعنی اولیاء اللہ بن گئے۔ اولیاء کرام کی محبت درحقیقت دارین کی سعادت اور رضائے الٰہی کا سبب ہے۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ مخلوق کی حاجتیں پوری کرتا ہے ان کی دعاؤں سے خلق فائدہ اٹھاتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقائے دوجہاں سرور کون مکان ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ شام میں ابدال ہوں گے جن کی تعداد چالیس ہوگی جب ان میں سے ایک فوت ہو جائیگا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا مقرر فرما دے گا ان کے وسیلہ سے بارش ہوگی اور انہی کے طفیل دشمنوں پر فتح حاصل ہوگی اور انہی کی برکت سے اہل شام سے عذاب دور کیا جائیگا۔ (مشکوۃ شریف)

اہل لغت نے ولی کے چند معانی بیان فرمائے ہیں۔ ولی کے معنی وارث، قریبی اور مددگار کے ہیں ولیوں کی جماعت وہ مقدس جماعت ہے جنہیں اللہ رب العزت نے دنیا وآخرت کی نعمتوں کا وارث بنا دیا ہے ولیوں کو یہ مرتبہ اور مقام صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی غلامی، محبت اور اطاعت کرنے کی وجہ سے ملا ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے "بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔(سورۃ الانبیاء پارہ 17) اس زمین کی ملکیت اللہ پاک نے اپنے نیک بندوں کو دے دی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے "یہی وہ جنت ہے جس کا وارث اپنے نیک بندوں میں اسے کریں گے جو متقی ہے" (سورۃ مریم پارہ 16) مزید ارشاد ہوتا ہے "ہم تمہارے دوست ہیں دنیا و آخرت میں اور تمہارے لئے اس (جنت) میں ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو تم مانگو۔

ولی کا دوسرا معنی مددگار کے ہیں یعنی مخلوق خدا کی امداد کرنیوالے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"اور ایک دوسرے کی نیکی اور تقویٰ پر امداد کرو" جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ" جس کا میں مولا (مددگار) ہوں اس کے علی مولا (مددگار) ہیں۔

ولی کا ایک اور معنی قریبی کے ہیں۔یعنی اولیاء اللہ کی جماعت وہ مقدس جماعت ہے جن کو اللہ رب العزت کا قرب اور نزدیکی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ نفلی عبادات کے ذریعے برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر مجھ سے وہ سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں۔اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں میں نے جو کام کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی اس طرح متردد نہیں ہوتا جیسے بندہ مومن کی جان لینے میں ہوتا ہوں۔اسے موت پسند نہیں اور مجھے اس کی تکلیف پسند نہیں۔
(صحیح بخاری و مسلم)

ولی کا ایک اور معنی مددگار کے ہیں۔ایک دن مشکل کشا سیدنا حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لا رہے تھے کہ اونٹوں کی ٹاپ کی آواز نے ایک نابینا سائل کو سرِ راہ کھڑا کر دیا۔جس نے لوگوں سے پوچھا کون آ رہا ہے اسے بتایا گیا کہ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لا رہے ہیں جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سائل کے قریب پہنچے تو اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں سوال کیا کہ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا چاہیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوالی کا سوال سنا تو اپنے غلام کو بلا کر فرمایا کہ سائل کو روٹی دی جائے تو غلام نے عرض کیا حضور روٹی تو توشہ دان میں ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے میرے غلام دیر مت کر سائل کو توشہ دان دے دیا جائے۔غلام نے عرض کیا حضور! توشہ دان تو کجاوے میں پڑا ہے فرمایا پھر ایسا کرو اس سائل کو کجاوا ہی دے دو۔غلام نے عرض کیا حضور! وہ کجاوا تو اونٹ پر ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سائل کو اونٹ کی نکیل (مہار) ہی پکڑا دو۔غلام نے عرض کیا حضور! اونٹ تو قطار کے درمیان میں ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس سائل کو اونٹوں کی قطار ہی تھما دو۔

یہ شان ہے خدمتگاروں کی　　سردار کا عالم کیا ہوگا

"خبردار! سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم" سوال پیدا ہوتا ہے اللہ کے پیاروں کو کس طرح خوف اور غم نہیں۔ ایک مشہور صحابی جن کا نام تقریباً ہر شخص جانتا ہے ان کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچہ بیمار تھا۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی کام کے لئے گھر سے جانا پڑا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی گھر واپس نہیں آئے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ننھا سا بچہ فوت ہو گیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت رمیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بچے پر کپڑا ڈال دیا رات کو جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر پہنچے تو بچے کی خیریت دریافت کی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صابرہ اور شاکرہ بیوی نے بڑے سکون سے عرض کیا کہ آج ہمارے بچے کی حالت پہلے کی حالت سے بہت اچھی ہے اب آرام وسکون میں ہے بیوی نے اپنے سر کے تاج سیدنا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھانا پیش کیا صحابی رسول ﷺ نے کھانا کھایا کھانا کھلانے کے بعد حضرت رمیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے خاوند سے عرض کیا اور کہا اے میرے سر تاج ہمارے پڑوس والی عورت نے مجھ سے ایک چیز بطور عاریت لی تھی آج میں نے اس سے اپنی چیز کا مطالبہ کیا تو اس نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ وہ بڑی احمق عورت ہے اسے ادھار لی ہوئی چیز کی واپسی تو بڑی خوشدلی سے کرنی چاہیے جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات کی تو بیوی نے عرض کیا۔ اے میرے سر تاج تیرا چھوٹا بیٹا جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں بطور امانت دیا تھا وہ آج اس نے واپس لے لیا ہے۔ سیدنا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" جب صبح ہوئی تو یہ سارا واقعہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں عرض کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا گزشتہ رات تمہیں مبارک ہو کہ میں نے تمہاری بیوی کو جنت میں دیکھا ہے۔

میرے مسلمان بھائیو! ہم نے دنیا میں جو دوست بنا رکھے ہیں قیامت کے دن سب کے سب دشمن بن جائیں گے سوائے متقی (لوگوں) کے، جن کی دوستی قیامت کے دن بھی ہم کو فائدہ دے گی۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے" گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہونگے مگر پرہیزگار ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہے۔ وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری بیبیاں اور تمہاری خدمت گزار ہوتیں۔ ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں اور جاموں کا اور اس میں جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت پہنچے اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کئے گئے اپنے اعمال سے تمہارے لئے اس میں بہت میوے ہیں کہ ان میں سے کھاؤ بیشک مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (ترجمہ کنزالایمان پارہ 25 سورۃ الزخرف آیت 67 تا 74)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کی دوستی قیامت کے دن دشمنی میں کس طرح بدل جائے گی۔ یہ تو ہر کسی کو معلوم ہے کہ قیامت کا دن نفسہ نفسی کا عالم ہوگا ہر کسی کو اپنی جان کی پڑی ہوگی انسان کی نیکیاں کم ہو جائیں گی تو وہ نیکیاں مانگنے کے لئے اپنے والدین کے پاس جائے گا کہ مجھے کچھ نیکیوں کی ضرورت ہیں اگر آپ دے دیں تو میری جان چھوٹ جائے گی۔ دنیا میں والدین کو اپنی اولاد سے کتنی محبت ہوتی ہے۔ اولاد دنیا میں جو بھی خواہش کرتی ہے والدین ان کی خواہشیں پوری کرتے ہیں۔ پر قیامت کے دن والدین بھی

نیکیاں دینے سے انکار کر دیں گے اسی مایوسی کے عالم میں انسان واپس ہو کر اپنے بھائی، بہن اور دوستوں کے پاس جائیگا تو ان تمام کی طرف سے بھی یہی جواب ملے گا۔ کہ دنیا کی دوستی، دنیا کی محبت بجا آج ہم آپ کو کسی قسم کی نیکی نہیں دے سکتے۔ جن لوگوں سے ہم دنیا میں محبت کرتے تھے وہ نیکی دینے سے انکاری ہو جائیں گے جب انکاری ہوں گے تو دنیا والی دوستی دشمنی میں بدل جائے گی پر قیامت کے دن بھی اللہ کے ولی، متقی، دوست، ہمارا ساتھ نبھائیں گے۔ تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم ان سے محبت کریں جن پر اللہ پاک اور اس کے حبیب ﷺ راضی ہو جن کی محبت قیامت کے دن بھی ہمیں کام آئے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے برگزیدہ بندے ہیں جو نہ انبیائے کرام علیہم السلام ہیں نہ شہداء، قیامت کے دن انبیائے کرام علیہم السلام اور شہداء انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ مقام کو دیکھ کر ان پر رشک کریں گے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں ان کے بارے میں بتائیں کہ وہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں جن کی ایک دوسرے سے محبت صرف اللہ پاک کی خاطر ہوتی ہے نہ کہ رشتہ داری اور مال، دین کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور (کے منبروں) پر ہوں گے، انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا جب لوگ خوف زدہ ہوں گے۔ انہیں کوئی غم نہیں ہوگا جب لوگ غم زدہ ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ خبردار بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یقیناً بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کنجیاں ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے۔ (طبرانی، بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے لہذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس سیدنا حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں پھر سیدنا جبرائیل علیہ السلام آسمانی مخلوق میں ندا دیتے ہیں کہ اللہ پاک فلاں بندے سے محبت کرتا ہے لہذا تم بھی اس سے محبت کرو پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین والوں (کے دلوں) میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (بخاری شریف)

علامہ شیخ محمد عبدالباقی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب زرقانی شرح مواہب لدینہ میں حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق میں تین سو اولیاء ہیں ان کے دل سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں اور چالیس کے دل سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل پر اور سات کے دل سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر اور پانچ کے دل حضرت جبرائیل امین علیہ السلام پر اور تین کے دل حضرت میکائیل علیہ السلام کے دل پر اور ایک کا حضرت اسرافیل علیہ السلام پر ہے جب ان سے ایک فوت ہو جاتا ہے تو تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور جب ان میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو پانچ میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور جب ان میں سے کوئی انتقال کر جاتا ہے تو سات میں سے اس کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے اور جب سات میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو چالیس میں سے کوئی

اس کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے اور جب چالیس میں سے کوئی مرتا ہے تو تین سو میں سے اسکے قائم مقام کر دیا جاتا ہے اور جب تین سو سے کوئی فوت ہو جائے تو عوام سے لیا جاتا ہے انہیں سے حیات وموت، بارش کا برسنا، نباتات کا اُگنا بلاؤں کا دفع ہونا اس امت کا ہوا کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ تین سو چھپن اولیاء اللہ ہیں جو اس نظام کو چلاتے ہیں۔

حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پاسکتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی (کسی سے) ناراض اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی (کسی سے) راضی نہ ہو (یعنی اس کی رضا کا مرکز ومحور فقط ذات الٰہی ہو جائے) اور جب اس نے یہ کام کر لیا تو اس نے ایمان کی حقیقت کو پالیا اور بے شک میرے احباب واولیاء وہ لوگ ہیں کہ میرے ذکر سے ان کی یاد آ جاتی ہے اور ان کے ذکر سے میری یاد آ جاتی ہے (یعنی میرا ذکر ان کا ذکر ہے اور ان کا ذکر میرا ذکر ہے) (طبرانی)

مشارق الانوار میں ہے ابن جوزی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ شریعت محمدیہ ﷺ کا علم سیکھنے کے لئے حضرت خضر علیہ السلام ہر روز صبح کے وقت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی مجلس میں آیا کرتے تھے جب آپ کا وصال ہو گیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ امام ابو حنیفہ کی روح کو ان کے جسم میں لوٹا دے تاکہ میں علم فقہ ان سے مکمل کر سکوں چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام اپنی عادت کے مطابق ہر روز صبح کے وقت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی قبر پر آ کر ان سے فقہ اور شریعت کے مسائل سنا کرتے تھے۔ یہ تو ایک ولی کا مقام ومرتبہ ہے۔ ہم شہید کے مقام ومرتبہ کو نہیں جان سکتے کیونکہ ہم کو ان کی زندگی کا شعور نہیں۔ انبیائے کرام علیہم الرضوان کا مقام مرتبہ کیا ہوگا۔ یہ تو اللہ پاک ہی جانتا ہے۔ اللہ پاک ہم کو اپنی اور اپنے محبوب ﷺ کی محبت نصیب فرمائے تاکہ ہم کامیاب ہو جائیں۔ کسی نے کیا خوب ہی کہا

یہ شان ہے خدمتگاروں کی سردار کا عالم کیا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو انبیاء نہیں لیکن انبیائے کرام اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں (ہمیں ان کی صفات بتائیں)؟ تاکہ ہم بھی ان سے محبت کریں آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایسے بندے ہیں۔

جو آپس میں بغیر کسی قرابت داری اور واسطہ کے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتے ہیں ان کے چہرے پرنور ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا جب لوگ خوفزدہ ہوں گے اور انہیں کوئی غم نہیں ہوگا جب لوگ غمزدہ ہوں گے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ وغمگین ہوں گے۔ (ابن حبان، بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے لہذا تم بھی اس سے محبت کرو پس حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمانی مخلوق میں ندا دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں

بندے سے محبت کرتا ہے لہذا تم بھی اس سے محبت کرو پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین والوں (کے دلوں) میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے (متفق علیہ)۔ ولی اللہ کا پرہیزگار بندہ ہوتا ہے ولی کی پہچان بھی یہی ہے کہ جب انسان اس کو دیکھے تو اللہ پاک یاد آ جائے۔ حضرت اسماء بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کیا میں تمہیں تم میں سب سے بہتر لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ لوگ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آ جائے۔

(ابن ماجہ، احمد بن حنبل)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے اولیاء اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ (اولیاء اللہ ہیں) جنہیں دیکھنے سے اللہ یاد آ جائے۔ (سنن نسائی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک معمولی دکھاوا بھی شرک ہے اور جس نے اولیاء اللہ سے دشمنی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کیا، بے شک اللہ تعالیٰ ان نیک متقی لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو چھپے رہتے ہیں، اگر وہ غائب ہو جائیں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا اور اگر وہ موجود ہوں تو انہیں (کسی بھی مجلس میں یا کام کے لئے) بلایا نہیں جاتا اور نہ ہی انہیں پہچانا جاتا ہے، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں ایسے لوگ ہر طرح کی آزمائش اور تاریک فتنے سے (بخیر و عافیت) نکل جاتے ہیں۔

(ابن ماجہ، الحاکم فی المستدرک)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ ہمارے بہترین ہم نشین کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا ہم نشین جس کا دیکھنا تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے اور جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

بَاب فَضْلِ الْفُقَرَآءِ

یہ باب فقراء کی فضیلت میں ہے

فقراور فقیر کے معنی ومفہوم کا بیان

فقراء فقیر کی جمع ہے جس کے معنی ہی مفلس، محتاج، غریب اور "فضیلت" سے مراد اجر و ثواب کی کثرت ہے۔ لہذا فقراء کی فضیت کے بیان کا مطلب ان احادیث کو نقل کرنا ہے جن سے یہ واضح ہوگا کہ جو لوگ اپنی غربت و افلاس اور محتاجگی کی وجہ سے اپنی اور اپنے متعلقین کی معاشی زندگی کی سختیوں کو صبر و سکون کے ساتھ جھیلتے ہیں اور تمام مشکلات کا مقابلہ نہایت عزم و استقلال کے ساتھ کرتے ہوئے توکل وقناعت اختیار کرتے ہیں اور تقدیر الٰہی پر راضی و شاکر رہتے ہیں ان کو کتنا زیادہ اجر و ثواب ملتا ہے اور وہ آخرت میں کتنا بڑا درجہ پائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی زندگی " سے مراد آپ کے کھانے پینے، رہن سہن اور بسر اوقات کا وہ معیار اور طور طریقہ ہے جو غرباء اور فقراء کا ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ جس کو کفات (بقدر ضرورت) کہا جا سکتا ہے، عنوان بالا میں "فقراء کی فضیلت " اور " حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی زندگی " کو ایک ساتھ ذکر کرنے اور دونوں سے متعلق احادیث و مضمون کو ایک باب میں نقل کرنے میں جو خاص حکمت ہے وہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اکثر انبیاء اولیاء کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معیار زندگی اور بسر اوقات بھی غرباء وفقراء کی طرح تھا، یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشحال زندگی اختیار کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود اپنی زندگی اس طرح بسر کرتے تھے جس طرح کوئی غریب ومفلس شخص بسر کرتا ہے اور اپنے متعلقین کی کفالت اسی تنگی اور سخت کوشی و جانکاہی کے ساتھ کرتے تھے جو غریب ونادار لوگوں کا معمول ہے، چنانچہ غریب ونادار مومن کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے یہی بات بہت کافی ہے۔

واضح رہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ صبر ورضا اختیار کرنے والا غریب ومفلس سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے یا شکرگزار غنی وخوشحال شخص؟ چنانچہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ شکرگزار غنی زیادہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ اس کے ہاتھ سے اکثر وہ چیزیں عمل میں آتی ہیں جو صدقہ وخیرات اور مالی انفاق وایثار یعنی زکوۃ قربانی اور نیک کاموں میں خرچ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ قرب ونزدیکی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں نیز حدیث میں بھی اغنیاء کی تعریف میں یوں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آیت (ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء) یعنی یہ مال ودولت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اکثر حضرات یہ فرماتے ہیں کہ صبر کرنے والا غریب ومفلس زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ جس کی ایک سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معیار زندگی اغنیاء کے مطابق نہیں تھا بلکہ غرباء اور مفلسوں کی طرح تھا نیز اس باب میں جو احادیث منقول ہوں گی وہ سب بھی ان حضرات کے قول کی دلیل ہیں۔ تاہم یہ بات ملحوظ رہے کہ اس اختلافی اقوال کا تعلق دراصل مطلق فقر اور غنا کی حقیقت وماہیت سے ہے اور اس کا اعتبار بھی وجوہ کے مختلف ہونے پر ہے۔

چنانچہ ایک شخص کے حق میں کبھی تو غنا یعنی دولتمندی، خیر وبھلائی کا باعث بن سکتی ہے اور کبھی اس کا فقیر ومفلس ہونا ہی اس کے حق میں بہتر ہوسکتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر مہربان ہوتا ہے تو اس کو وہی چیز دیتا ہے جو اس کے حق میں صلاح وفلاح کا ذریعہ ہوتی ہے۔ خواہ فقر ہو یا غنا اور خواہ صحت ہو یا تندرستی! یہی حکم کہ اختلاف وجوہ کی بنا پر ایک ہی چیز کبھی افضل ہوسکتی ہے اور کبھی مفضول ان تمام صفات کا ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ صبر کرنے والا مفلس بہت رہے یا شکرگزار دولتمند؟ تو انہوں نے فرمایا کہ شکرگزار فقیر دونوں سے بہتر ہے۔ انہوں نے اس جواب کے ذریعہ گویا فقر وافلاس کی فضیلت کی طرف اشارہ فرمایا کہ فقر افلاس درحقیقت ایک نعمت ہے کہ اس پر شکرگزار ہونا چاہئے نہ کہ وہ کوئی مصیبت وبلا ہے جس پر صبر کیا جائے، شیخ عالم عارف ربانی اور ولی اللہ حضرت عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ اپنے شیخ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے جب تک ہم سے فقر وافلاس کی فضیلت کا اقرار واعتراف نہیں کرا لیا اس وقت تک ہمیں بیعت نہیں کیا،

چنانچہ فرمایا کہ اس طرح کہو الفقر افضل من الغناء فقر وافلاس، غنا سے بہتر ہے جب ہم نے اس بات کو دہرایا تب انہوں نے ہمارا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ہمیں مرید کیا۔ اس موقع پر اس بات کو بھی جان لینا چاہئے کہ اصلاح شریعت میں "فقیر" کا وہ مفہوم مراد نہیں ہوتا جو عام طور پر معروف ہے یعنی گداگر بھکاری اور منگتا، بلکہ اس لفظ سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس کو عرف عام میں "غریب ومفلس" کہا جاتا ہے اور جو مال واسباب سے تہی دست ہوتا ہے اسلام کی مذہبی کتابوں اور احکام ومسائل میں ایسے شخص کے لئے عام طور پر دو لفظ استعمال ہوتے ہیں ایک تو "فقیر" دوسرے "مسکین"، چنانچہ بعض حضرات نے ان دونوں میں فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ "فقیر" کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو نصاب یعنی اس قدر مال واسباب کا مالک نہ ہو جس کی وجہ سے اس پر زکوۃ وفطرہ واجب ہوتا ہو، یا اس شخص کو فقیر کہا جاتا ہے۔

جو بس ایک دن کی غذائی ضروریات کے بقدر مال واسباب رکھتا ہو اور اس سے زائد اس کے پاس اور کچھ نہ ہو جب کہ مسکین اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ نصاب کا مالک نہ ہو بلکہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو یہاں تک کہ وہ ایک دن کی غذائی ضروریات کے بقدر بھی مال واسباب نہ رکھتا ہو اور بعض حضرات نے اس کے برعکس کہا ہے۔ بہرحال عنوان میں جو لفظ "فقراء" استعمال کیا گیا ہے اس سے فقیر اور مسکین دونوں مراد ہیں۔

4120- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ مَرَّ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقُولُونَ فِي هٰذَا الرَّجُلِ قَالُوا رَاْيَكَ فِي هٰذَا نَقُولُ هٰذَا مِنْ اَشْرَفِ النَّاسِ هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّخْطَبَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ يُّسْمَعَ لِقَوْلِهِ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَرَّ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقُولُونَ فِي هٰذَا قَالُوا نَقُولُ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا مِنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِينَ هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ لَمْ يُنْكَحْ وَاِنْ شَفَعَ لَا يُشَفَّعْ وَاِنْ قَالَ لَا يُسْمَعْ لِقَوْلِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِّلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا

◆◆ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اس شخص کے بارے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے۔ لوگوں نے عرض کی: اس کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ یہ معزز لوگوں میں سے ایک ہے یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ نکاح کا پیغام بھیجے تو اسے قبول کیا جائے اور اگر یہ سفارش کرے تو اسے قبول کیا جائے۔ اگر یہ کوئی بات کہے تو اس کی بات کو سنا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر ایک اور شخص گزرا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ لوگوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ ایک غریب مسلمان ہے یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ پیغام نکاح بھیجے تو اس کے ساتھ شادی نہ کی جائے۔ اگر یہ سفارش کرے تو اسے قبول نہ کیا جائے۔ اگر یہ کوئی بات کہے تو اس کی بات کو سنا نہ جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (غریب آدمی) اس (امیر آدمی) جیسے روئے زمین کے برابر

4120 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5091، ورقم الحدیث: 6447

لوگوں سے زیادہ بہتر ہے۔

4121- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ الْجُبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ اَخْبَرَنِى الْقَاسِمُ بْنُ مِهْرَانَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اس مومن بندے کو پسند کرتا ہے جو غریب ہو' عیال دار ہو اور مانگنے سے بچتا ہو۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بظاہر تو پراگندہ بال اور غبار آلود (یعنی نہایت خستہ حال اور پریشان صورت) نظر آتے ہیں جن کو (ہاتھ یا زبان کے ذریعہ) دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے لیکن وہ (خدا کے نزدیک اتنا اونچا درجہ رکھتے ہیں کہ) اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو یقیناً پورا کرے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف جلد چہارم: حدیث نمبر 1156)

جن کو دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے "اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ لوگ واقعتاً دنیا داروں کے دروازوں پر جاتے ہیں ان کو وہاں سے دھکیلا جاتا ہے کیونکہ جو لوگ اللہ کے لئے دنیا کی ظاہری زینت وعزت کی چیزوں سے دور رہتے ہیں، ان کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ کوئی ایسا کام کریں گے جس سے ذلت اٹھانا پڑے، بلکہ اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی روحانی عظمتوں کا راز ان کی شکستہ حالی میں پوشیدہ ہوتا ہے اور ان کا ظاہر، ان کے باطن کا اس حد تک سرپوش ہوتا ہے کہ اگر بالفرض وہ کسی کے گھر جانا چاہیں تو لوگوں کی نظر میں ان کی کوئی قدر ومنزلت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو دروازہ ہی پر روک دیا جائے مکان میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ جب وہ دروازوں سے دھکیلے جاسکتے ہیں تو ان کو مجلسوں اور محفلوں میں آنے سے بطریق اولی روکا جاسکتا ہے اور اس میں حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ ان کی حقیقت لوگوں پر ظاہر ہو اور وہ ایسی حالت میں رہیں جس سے لوگ ان کی طرف مائل وملتفت ہوں، تا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے کوئی انس ورغبت نہ ہو۔

پس حقیقت میں اللہ تعالیٰ ان پاک نفس بندوں کو دنیا داروں اور ظالموں کے دروازوں پر کھڑے رہنے اور ان کے حرام مال کے کھانے پینے سے محفوظ رکھتا ہے، جیسا کہ کوئی شخص اپنے مریض کو آب وہوا اور نقصان دہ غذاؤں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے مولیٰ کے در کے علاوہ اور کسی دروازے پر حاضری نہیں دیتے اور اپنے کمال استغناء اور بے نیازی کی وجہ سے اپنے پروردگار کے علاوہ کسی دوسرے کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ "اور اگر وہ اللہ پر قسم کھائیں الخ" کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اللہ پر اعتماد کر کے اور اس کی قسم کھا کر یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا یا فلاں کام نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچا کرتا ہے بایں طور کہ ان کے کہنے کے مطابق اس کلام کو کرتا ہے یا نہیں کرتا۔

4121: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حاصل یہ کہ وہ لوگ اگرچہ اپنی ظاہری حالت کی وجہ سے دنیاداروں کی نظر میں کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتے مگر حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ اتنا بلند اور اس کی بارگاہ میں ان کی عزت و مقبولیت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کو سچا کرتا ہے اور ان کی قسم پوری کرتا ہے یعنی وہ بات پوری ہو کر رہتی ہے۔

غریبوں کے سبب حصول رزق کا بیان

حضرت مصعب بن سعد تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ (میرے والد) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بارہ میں یہ گمان کیا کہ وہ اس شخص سے افضل ہیں جو ان سے کمتر ہے (یعنی ضعیف و ناتواں شخص یا فقیر و مفلس) چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان کا یہ گمان ختم کرنے اور دوسروں کو آگاہ کرنے کے لئے) فرمایا۔ "تمہیں (دشمنان دین کے مقابلہ پر) مدد و سہارا اور رزق کن لوگوں کی برکت سے ملتا ہے انہی کی برکت سے جو ضعیف و ناتواں اور غریب و نادار ہیں۔

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1157)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سے اوصاف اور خوبیوں کے مالک تھے، مثلاً شجاعت (دلاوری) جود و کرم اور سخاوت، فیاضی جیسے اعلیٰ اوصاف ان میں بدرجہ اتم تھے، چنانچہ ان کے ذہن میں یہ بات پیدا ہوئی کہ جو لوگ مجھ جیسی خصوصیات اور خوبیاں نہیں رکھتے ان کی بہ نسبت میں مسلمانوں کی زیادہ مدد و اعانت کرتا ہوں اور اس اعتبار سے اسلام کے لئے میرا وجود زیادہ فائدہ مند ہے ذہن کی یہ بات زبان بھی آ گئی ہوگی، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس گمان سے ان کو باز رکھا اور واضح فرمایا کہ تمہارا اس انداز سے سوچنا غیر مناسب بات ہے تمہیں چاہئے کہ جو لوگ طاقت و قوت اور مال و دولت کے اعتبار سے تم سے کمتر ہیں ان کی عزت کرو، انہیں کمتر و حقیر نہ سمجھو اور ان کے تئیں تکبر و نخوت کا رویہ اختیار نہ کرو کیونکہ وہ لوگ بڑے شکستہ دل اور مسکین ہوتے ہیں، ان میں خلوص و سچائی کا جوہر ہوتا ہے، ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہوتی ہے اور تم انہی کی دعاؤں کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتے ہو، اللہ انہی کے طفیل تمہیں دشمنوں پر غالب کرتا ہے اور تمہارے رزق میں برکت عطا فرماتا ہے۔

غریب شخص کے احوال کا بیان

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے ایک شخص گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اس کو دیکھ کر) اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ جو شخص گزرا ہے اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے، یعنی یہ کوئی اچھا شخص ہے یا برا؟ اس شخص نے جواب دیا کہ یہ شخص نہایت معزز اور شریف ترین لوگوں میں ہے، بخدا، اس شخص کی حیثیت یہ ہے کہ اگر کسی عورت سے نکاح کا پیغام بھیجے تو اس عورت سے اس کا نکاح ہو جائے اور اگر (کسی حاکم و سردار سے کسی شخص کے بارے میں کوئی سفارش کرے تو اس کی سفارش مان لی جائے، راوی حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یہ جواب سن کر) خاموش رہے، اتنے میں ایک دوسرا شخص سامنے سے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھ کر اپنے پاس بیٹھے ہوئے اسی شخص سے پوچھا کہ اچھا اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے

جواب دیا کہ یا رسول اللہ! یہ شخص نادار، قلاش مسلمانوں میں سے ہے، اس کی حیثیت تو یہ ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس سے کوئی نکاح نہ کرے، اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ ہو اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی وہ بات سننے پر کوئی تیار نہ ہو (یعنی یہ شخص اپنے فقر و افلاس کی وجہ سے اتنی قدر و منزلت بھی نہیں رکھتا کہ کوئی شخص اس کی بات سننے پر آمادہ ہو جائے اور اس کی طرف التفات و توجہ کرے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا۔ "(نادان) یہ شخص (کہ جس کو تم نے حقارت کی نظر سے دیکھا ہے اور ایک بے حیثیت انسان سمجھا ہے) اس شخص جیسے لوگوں سے بھری زمین سے بھی کہیں بہتر ہے (جس کی تم نے تعریف کی ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1161)

اس شخص جیسے لوگوں سے بھری زمین الخ " کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمام روئے زمین اس شخص جیسے لوگوں سے بھر جائے جو پہلے یہاں سے گزرا تھا اور جس کی تعریف و توصیف میں تم رطب اللسان ہوئے تھے تو وہ ایک شخص کہ جو اپنے فقر و افلاس کی وجہ سے تمہاری نظر میں کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتا ہے مرتبہ و فضیلت کے اعتبار سے اس تمام روئے زمین سے کہیں بہتر قرار پائے گا "۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں اشخاص کے بارے میں سوال کیا تھا وہ خود کوئی غنی اور مال دار شخص ہوں گے، لہٰذا ان کے ساتھ مذکورہ سوال و جواب گویا ان کے حق میں یہ تنبیہ تھی کہ غریب و نادار مسلمانوں کو بنظر حقارت نہیں دیکھنا چاہئے کیونکہ اللہ کے نزدیک ان کو جو فضیلت حاصل ہے وہ بڑے بڑے مالداروں کو بھی حاصل نہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالدار مسلمانوں کے مقابلہ پر غریب و نادار مسلمان کی اس درجہ فضیلت کیوں بیان فرمائی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر غریب و نادار مسلمان کا دل بہت صاف ہوتا ہے اور اس کے سبب وہ حق کو بہت جلد قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی بہت زیادہ کرتا ہے، اس کے برخلاف غنی و مالدار لوگ عام طور پر بے حسی اور شقاوت میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے اندر سرکشی و بے نیازی اور تکبر کا وہ مادہ پیدا ہو جاتا ہے جو انہیں قبول حق اور احکام الٰہی کی پیروی سے باز رکھتا ہے۔ اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آیت (سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ الاعراف:146) اور اس حقیقت کا اندازہ علماء کے شاگردوں اور صلحاء و مشائخ کے مریدوں کو دیکھ کر کیا جا سکتا ہے کہ ان میں سے جو لوگ غریب و نادار ہوتے ہیں وہ حق بات کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں اور جو لوگ صاحب ثروت و مالدار ہوتے ہیں وہ ہر بات میں حیل و حجت کرتے ہیں۔

حدیث کے ظاہری مفہوم سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ پہلے گزرنے والا شخص بھی مالدار مسلمانوں میں سے تھا نہ کہ کوئی کافر تھا کیونکہ مفاضلہ (یعنی آپس میں ایک دوسرے کی اخروی فضیلت کو ظاہر کرنے) کا تعلق کفار و مسلمین کے مابین ہو ہی نہیں سکتا (یعنی کسی مسلمان اور کسی کافر کو ایک دوسرے کے مقابلہ پر رکھ کر یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ اخروی اجر و ثواب کے اعتبار سے ان میں سے کون شخص زیادہ افضل ہے) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار میں سے کسی بھی شخص کی طرف سرے سے خیر (یعنی اخروی سعادت و بھلائی کی نسبت کی ہی نہیں جا سکتی (اور ظاہر ہے کہ جس شخص میں "خیر" سرے سے کوئی وجود ہی نہ ہو سکتا ہو اس کی طرف اخروی فضیلت کی

نسبت بھی کسی طرح نہیں کی جاسکتی۔

چنانچہ بعض علماء نے تو یہاں تک کہا ہے کہ جس مسلمان نے اپنی اپنی زبان سے یوں کہا کہ النصرانی خیر من الیہودی (یعنی عیسائی یہودی سے افضل ہے) تو اس کے بارے میں خوف ہے کہ وہ دائرہ کفر میں داخل نہ ہوگیا ہو کیونکہ اس نے اس جملہ کے ذریعہ گویا ان لوگوں میں "خیر" کا وجود ثابت کیا جن میں سرے سے "خیر" کا وجود ہی نہیں ہوسکتا، تاہم اس پر کفر کا اطلاق، جزم کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ بعض موقعوں پر لفظ کے ذریعہ (اخروی سعادت و بھلائی کے بجائے) حق کے زیادہ قریب کا مفہوم بھی مراد لے لیا جاتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مذکورہ جملہ ادا کرنے والے نے لفظ خیر کو اسی مفہوم میں استعمال کیا ہو۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم لوگ مجھے اپنے کمزور لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ تمہیں رزق کا دیا جانا یا یہ فرمایا کہ تمہیں اپنے دشمن کے مقابلہ پر مدد کا ملنا انہی لوگوں کی برکت سے ہے جو تم میں کمزور ہیں۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1170)

کمزور لوگوں سے مراد فقراء و مساکین اور نادار لوگ ہیں اور ان میں تلاش کرنے کا مطلب، ان لوگوں کی مدد و اعانت اور خبر گیری کے ذریعہ ان کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرنا ہے۔ یا کمزور لوگوں سے مراد مظلوم ہیں کہ اگرچہ وہ دولتمند ہی کیوں نہ ہوں اور مطلب ظلم کے پنجہ سے نکلنے میں ان کی ہر طرح کی مدد کرنا ہے۔ حاصل یہ کہ اس ارشاد گرامی ذریعہ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ واضح فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ میری رضامندی و خوشنودی کے طلب گار ہو تو اپنی مدد و اعانت اور حسن سلوک کے ذریعہ ان لوگوں کی خوشنودی حاصل کرو جو تم میں کمزور نادار ہیں۔ او تنصرون میں لفظ او تنویع کے لئے ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں او کے بجائے حرف واؤ ہے، تاہم یہ احتمال بھی ہے کہ یہاں حرف او کے ذریعہ راوی کے شک کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا تو لفظ ترزقون فرمایا تھا یا لفظ تنصرون چنانچہ اوپر ترجمہ میں اس احتمال کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ "انہی لوگوں کی برکت سے ہے جو تم میں کمزور ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ جو کمزور و نادار نظر آتے ہیں اور ہر طرح کی دنیاوی طاقت و حیثیت سے خالی معلوم ہوتے ہیں، ان کا وجود پوری کائنات کے لئے خیر و برکت کا باعث اور ان کے ساتھ احسان و حسن سلوک تمام لوگوں کی بھلائی و بہتری کا ضامن ہوتا ہے کیونکہ ان لوگوں میں وہ بڑے بڑے اقطاب و اوتاد بھی ہوتے ہیں جو اگرچہ دنیاداروں کی نظر میں اپنی اصل حیثیت کے ساتھ متعارف نہیں ہوتے مگر حقیقت میں سارے عالم کا نظم کائنات انہی کی وجہ سے استوار ہوتا ہے بلکہ بعض حالات میں مختلف علاقوں اور آبادیوں کا نظم و انصرام روحانی طور پر اللہ کی طرف سے ان کے سپرد ہوتا ہے ان لوگوں کا درو بست ان کے ہاتھ میں رہتا ہے۔

ابن ملک رحمہ اللہ نے اس حدیث کی وضاحت میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ (اگر مجھ کو پانا چاہتے ہو تو) مجھے اپنے کمزور نادار لوگوں میں تلاش کرو بایں طور کہ تمہارے اوپر ان کے حقوق عائد ہوتے ہیں، ان کی محافظت کرو اور ان کی دل جوئی میں مشغول رہو کیونکہ میں ان کے ساتھ بعض اوقات تو جسمانی طور پر ہوتا ہوں دل و جان سے تمام اوقات میں ہوتا ہوں لہذا جس شخص نے ان کا احترام کیا اس نے گویا میرا اکرام و احترام کیا اور جس شخص نے ان کو (خواہ جسمانی

خواہ روحانی طور پر) تکلیف وایذاء پہنچائی اس نے گویا مجھ کو تکلیف وایذاء پہنچائی، اس کی تائید اس حدیث قدسی سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، حدیث (من عادلی ولیا فقد بارزنی بالحرب) یعنی جس شخص نے میرے ولی کے ساتھ عداوت دشمنی اختیار کی وہ گویا مجھ سے لڑنے کے لئے میدان میں آ گیا۔

حضرت امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خالد بن عبداللہ بن اسید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اللہ تعالیٰ سے کفار کے مقابلہ) فتح حاصل ہونے کے لئے درخواست کرتے تو فقراء مہاجرین کی برکت کے ذریعہ دعا مانگتے۔ (شرح السنہ، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1171)

صعالیک "صعلوک کی جمع ہے، جیسا کہ عصفور کی جمع عصافیر ہے اور صعلوک کے معنی ہیں فقیر ومسکین اور کمزور و نادار۔ ملا علی قاری نے اس حدیث کا مطلب یہ لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار سے مقابلہ آرائی کے وقت اللہ تعالیٰ سے فتح حاصل ہونے کی جو درخواست کرتے اس میں فقراء ومہاجرین کا واسطہ اور ان کی دعاؤں کی برکت کا ذریعہ اختیار فرماتے۔ اس کے بعد انہوں نے ابن ملک رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے فقراء مہاجرین کا واسطہ اختیار کر کے فتح کی درخواست فرماتے بایں طور کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللّٰھم انصرنا علی الاعداء بعبادك الفقراء المهاجرین۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ نے بھی یہ مطلب بیان کیا ہے اور پھر لکھا ہے کہ "یہ حدیث فقراء و نادار مسلمانوں کی اس عظمت وفضیلت کو ظاہر کرتی ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے ثابت فرمائی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شرف صرف فقراء ومساکین کو عطا فرمایا کہ ان کی برکت کو واسطہ اور وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے فتح ونصرت کی درخواست کرتے تھے ع شاہان چہ عجب گر بہ نوازند گدارا۔

مال کی کمی کے سبب انعام کا بیان

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "دو چیزیں ایسی ہیں جن کو ابن آدم (انسان) ناپسند کرتا ہے (اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے وہ دونوں چیزیں بہت اچھی ہیں چنانچہ) انسان ایک تو موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مومن کے لئے موت فتنہ سے بہتر ہے، دوسرے مال ودولت کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی کا موجب ہے۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1175)

فتنہ "سے مراد ہے کفر وشرک اور گناہوں میں گرفتار ہونا، ظالم وجابر لوگوں کا ایسے کام کرنے پر مجبور کرنا جو اسلامی عقائد و تعلیمات کے خلاف ہوں اور ایسے حالات سے دوچار ہونا جن سے دین وآخرت کی زندگی مجروح ہوتی ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ زندگی اور زندہ رہنے کی تمنا تو اسی صورت میں خوب ہے جب کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے طاعات وعبادات کی توفیق عمل حاصل رہے، راہ مستقیم پر ثابت قدم نصیب ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس دنیا سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ رخصت ہو۔ اگر یہ چیزیں حاصل نہ ہوں اور ایمان کی سلامتی نصیب نہ ہو تو پھر یہ زندگی کس کام؟ ظالم وجابر لوگوں کی طرف سے جبر واکراہ کی

صورت میں اگر چہ دل، ایمان، عقیدہ پر قائم رہے مگر زبان سے ایسی بات کا ادا ہونا کہ جو ایمان عقیدہ کے مناسب ولائق نہیں ہے، یہ بھی ایک "فتنہ" ہی ہے ہاں اگر فتنہ کا تعلق کسی اور طرح کے دنیاوی ابتلاء و مصائب، زندگی کی سختیوں اور نفس کی مشقت شدائد سے ہو تو اسی صورت میں زندگی سے نفرت اور موت کی تمنا درست نہیں ہوگی کیونکہ ایسا فتنہ گناہوں کے کفارہ اور اخروی درجات کی بلندی و رفعت کا سبب ہوتا ہے۔ وقلة المال اقل للحساب، کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی مال و دولت کی کمی، عذاب سے بعید تر اور ہر مسلمان کے لئے بہتر ہے۔ لہٰذا جو مسلمان تنگدست و غریب ہو اس کو خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مال و دولت کی فراوانی کے وبال کی وجہ سے آخرت میں پیش آئیں گی۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ نے اس موقع پر بڑی حکمت آمیز بات کہی ہے، انہوں نے ہر طالب حق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ عزیز من! یہ سب ایمان کی شاخیں ہیں، جو شخص شارع علیہ السلام کے ارشادات کے مطابق ایمان کو صحیح درست رکھتا ہے وہ یقینا جانتا ہے کہ شارع نے جو کچھ فرمایا ہے وہ برحق اور عین صداق ہے اور اگر وہ شخص عقل سلیم اور صحیح تجربہ رکھتا ہو تو وہ اسی دنیا میں بھی جان لیتا ہے کہ مال و دولت کی فراوانی اور اس مال و دولت کو حاصل کرنے اور جمع کرنے، نیز اس کے ساتھ تعلق و محبت رکھنے کے سلسلے میں جن مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس قدر رذلت و خواری کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اور جتنی زیادہ محنت و مشقت اور ہر طرح کی ذلت و خواری سے بچنے ہی کا نہیں بلکہ) نفس کی پاکیزگی و صفائی اور اخروی حساب و عذاب سے بچنے نیز درجات کی بلندی و رفعت کا انحصار اس بات پر ہے کہ مال و دولت کی کثرت سے اپنا دامن بچایا جائے اس سے قطع کر کے اور قدر کفایت پر قناعت کر کے عزت نفس اور اخلاق و کردار کی بلندی و استقامت کو اختیار کیا جائے۔

بَاب مَنْزِلَةِ الْفُقَرَآءِ

یہ باب فقراء کی قدر و منزلت کے بیان میں ہے

فقراء مسلمانوں کا پانچ سو سال پہلے جنت میں جانے کا بیان

4122- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِنِصْفِ يَوْمٍ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: غریب مسلمان جنت میں خوشحال مسلمانوں سے آدھا دن پہلے (جو) پانچ سو سال (پر مشتمل ہوگا) داخل ہوں گے۔

4123- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ

4122: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4123: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ عَطِیَّةَ الْعَوْفِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِیْنَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِیَآئِهِمْ بِمِقْدَارِ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ .

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' غریب مہاجرین جنت میں خوشحال مہاجرین سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔

4124-حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَنْبَاَنَا اَبُوْغَسَّانَ بَهْلُوْلٌ حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ عُبَیْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اشْتَکٰی فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ عَلَیْهِمْ اَغْنِیَآئَهُمْ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ الْفُقَرَآءِ اَلَا اُبَشِّرُکُمْ اَنَّ فُقَرَآءَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِیَآئِهِمْ بِنِصْفِ یَوْمٍ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ ثُمَّ تَلَا مُوْسٰی هٰذِهِ الْاٰیَةَ (وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' غریب مہاجرین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ شکایت کی جو اللہ تعالیٰ نے خوشحال لوگوں کو ان پر فضیلت عطا کی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے غریبوں کے گروہ! کیا میں تمہیں یہ خوشخبری دوں کہ غریب مسلمان جنت میں خوشحال مسلمانوں سے نصف دن' جو پانچ سو برس پر مشتمل ہوگا' پہلے داخل ہوں گے۔

پھر موسیٰ نامی راوی نے یہ تلاوت آیت کی "بے شک ایک دن تمہارے پروردگار کے نزدیک اس ایک ہزار سال کے برابر ہے جو تم گنتی کرتے ہو"۔

شرح

آدھے دن "سے مراد قیامت کا آدھا دن ہے مطلب یہ ہے کہ وہ پانچ سو سال قیامت کے آدھے دن کے برابر ہوں گے۔ اور قیامت کے دن کی مدت طوالت، دنیاوی شب وروز کے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔آیت (وان یوما عند ربك کالف سنة مماتعدون) رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک اور جگہ یہ فرمایا ہے کہ آیت (فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ، المعارج:4) اور جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، تو جاننا چاہئے کہ پہلی آیت کہ جس سے قیامت کے دن کا ایک ہزار سال کے برابر ہونا ثابت ہوتا ہے) عمومیت کی حامل ہے۔ جب کہ یہ دوسری آیت (کہ جس سے قیامت کے دن کا پچاس ہزار سال کے برابر ہونا ثابت ہوتا ہے) ایک خاص نوعیت کی طرف اشارہ کرتی ہے! یعنی اصل بات تو یہی ہے کہ دنیاوی حساب کے اعتبار سے قیامت کا دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اور اسی کو پہلی آیت کے ذریعہ واضح فرمایا گیا ہے۔

لیکن وہ قیامت کے دن چونکہ سختیوں اور شدت کا دن ہوگا اور جو شخص دنیا میں دین وہدایت سے جتنا دور ہوگا اس کو اس دن کی سختیاں اسی قدر زیادہ محسوس ہوں گی اس لئے کفار کے حق میں اس دن کی سختیاں اس قدر زیادہ ہوں گی کہ اپنی درازی وسختی کے اعتبار سے وہ دن ان کو پچاس ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا! یہ دوسری آیت یہی مفہوم بیان کرتی ہے کہ قیامت کا دن (اگرچہ ایک ہزار سال

4124: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کے برابر ہوگا مگر سختیوں اور شدائد کی بنا پر) کفار کو وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا جیسا کہ مومنین اور نیک کاروں کے حق میں وہ دن گویا پلیٹ دیا جائے گا کہ ایک ہزار سال کے برابر اس دن کی طوالت ان کو ایک ساعت کے بقدر معلوم ہوگی۔ اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ آیت (فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ،المدثر: 8) اس حدیث کے ضمن میں ایک اشکال یہ بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے معارض ہے جو جنت میں فقراء کے پہلے داخل ہونے کی مدت کو چالیس سال ظاہر کرتی ہے؟

لہٰذا شارحین نے ان دونوں حدیثوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے یہ بیان کیا ہے کہ یہ عین ممکن ہے کہ پچھلی حدیث میں" اغنیاء سے "مراد "اغنیاء مہاجرین "ہوں (جیسا کہ اس حدیث کی تشریح میں بھی اس طرف اشارہ کیا جا چکا ہے) اس صورت میں اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ فقراء ان اغنیاء سے کہ ان کا تعلق مہاجر صحابہ سے ہے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، جب یہاں اس حدیث میں اغنیاء سے مراد وہ اغنیاء ہیں جو مہاجرین میں سے ہوں گے۔ اس وضاحت سے دونوں حدیثوں کے درمیان کوئی تعارض وتضاد باقی نہیں رہتا۔ لیکن جیسا کہ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے درمیان مذکورہ تعارض کو ختم کرنے کے لئے یہ وضاحت زیادہ مناسب وموزوں ہے کہ دونوں عدد، یعنی چالیس اور پانچ سو سے مراد تحدید نہیں ہے۔ بلکہ مطلقا اس زمانی فرق کو بیان کرنا مقصود ہے جو جنت میں داخل ہونے کے سلسلہ میں فقراء اور اغنیاء کے درمیان ہوگا۔ چنانچہ اس فرق کو ظاہر کرنے کے لئے کہ فقراء جنت میں اغنیاء سے پہلے جائیں گے از راہ تفنن کسی موقع پر تو چالیس سال فرمایا گیا ہے۔ اور کسی موقع پر پانچ سو سال کے الفاظ ذکر فرمائے گئے ہیں جب کہ مقصود دونوں کا ایک ہی ہے یا یہ کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی یہی معلوم ہوا ہوگا کہ جنت میں فقراء کے اغنیاء سے پہلے جانے کی مدت چالیس سال ہوگی۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وحی کے مطابق چالیس سال کا ذکر فرمایا: لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے فقراء کے حال پر خصوصی فضل فرماتے ہوئے اور ان کی مزید تسلی کے لئے یہ خبر دی کہ فقراء کو جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل کیا جائے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دوسری مرتبہ اس بات کا ذکر کیا تو اس میں پانچ سو سال کا ذکر فرمایا۔ یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے مفہوم میں جو اختلاف نظر آتا ہے اس کا تعلق دراصل خود فقراء کی ذات وشخصیت کی غیر یکسانیت سے ہے یعنی ظاہر ہے کہ ہر غریب ونادار اور ہر فقیر مسلمان ایک ہی حالت نہیں رکھتا، بعض فقراء تو ایسے ہوتے ہیں جو صبر ورضا اور شکر کے درجہ کمال پر ہوتے ہیں۔

اور بعض فقراء وہ ہیں جن میں صبر ورضا اور شکر کا مادہ کم ہوتا ہے لہٰذا "پانچ سو سال "والی حدیث کا تعلق اول الذکر فقراء سے اور چالیس سال والی حدیث کا تعلق موخر الذکر فقراء سے۔ یہ تاویل زیادہ مناسب اور موزوں بھی ہے اور اس کی تائید جامع الاصول کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جس میں ان دونوں حدیثوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ جس حدیث میں چالیس سال کا ذکر ہے اس کی مراد یہ ہے کہ دنیاوی لذتوں اور نعمتوں کی خواہش رکھنے والا فقیر، حریص غنی سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوگا اور جس حدیث میں پانچ سو سال کا ذکر ہے اس کی مراد یہ ہے کہ دنیاوی لذتوں ونعمتوں سے بالکل بے نیاز اور

زاہد فقیر دنیادار غنی سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوگا۔

بَاب مُجَالَسَةِ الْفُقَرَآءِ

یہ باب غریبوں کی ہم نشینی کے بیان میں ہے

4125-حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ أَبُو يَحْيَى حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَبُو إِسْحَقَ الْمَخْزُومِيُّ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ جَعْفَرُ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ يُحِبُّ الْمَسَاكِينَ وَيَجْلِسُ إِلَيْهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُونَهُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَنِّيهِ أَبَا الْمَسَاكِينِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ غریبوں سے محبت کیا کرتے تھے' وہ ان کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ان کے ساتھ بات چیت کرتے تھے اور غریب لوگ ان کے ساتھ بات چیت کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ''ابوالمساکین'' تجویز کی تھی۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد (نبوی) میں بیٹھے ہوئے تھے اور فقراء مہاجرین کا حلقہ جما ہوا تھا کہ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور فقراء کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے میں بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں) فقراء کے قریب پہنچ کر ان کی طرف متوجہ ہوگیا (تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے جو کچھ فرمائیں، ان ملفوظات کو میں بھی سن سکوں) چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "فقراء مہاجرین کو وہ بشارت پہنچا دینی ضروری ہے جو ان کو مسرور وشاداں بنادے، پس وہ بشارت یہ ہے کہ فقراء مہاجرین جنت میں دولتمندوں سے چالیس سال پہلے داخل ہوں گے۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ واللہ میں نے دیکھا کہ یہ بشارت سن کر فقراء کے چہروں کا رنگ روشن وتاباں ہوگیا۔ پھر حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ یہ بشارت سن کر اور فقراء کے چہروں کی تابانی وشگفتگی دیکھ کر میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی ان ہی جیسا ہوتا یعنی اس دنیا میں مجھ پر بھی فقر وافلاس طاری ہوتا اور میں اس جماعت فقراء میں شمار ہوتا) یا یہ کہ ان میں سے ہوتا (یعنی آخرت میں اس جماعت کے ساتھ اٹھتا اور انہی کے ساتھ میرا حشر ہوتا۔

(دارمی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1182)

بما یسر وجوھھم میں لفظ وجوہ سے مراد یا تو ذات ہے یا جیسا کہ ترجمہ میں اسی کو ملحوظ رکھا گیا ہے یا یہ لفظ اپنے اصل معنی" چہرے "کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ فقراء مہاجرین کو بشارت پہنچا دینی ضروری ہے جو ان کے دلوں کو خوش کردے اور اس خوشی کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ونمایاں ہو۔ اکون معہم او منہم میں حرف او تنویع کے لئے ہے اور اسی کے مطابق کا مطلب بھی بین القوسین بیان کردیا گیا ہے یا یہ کہ یہ صرف راوی کے شک کو ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عبداللہ نے یا تو ان اکون

4125: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

مبہم فرمایا یا یہ کہ ان اکون منھم یعنی میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی فقراء مہاجرین میں سے ایک ہوتا۔
حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے خلیل (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ کو سات باتوں کا حکم دیا ہے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حکم تو یہ دیا کہ میں فقراء ومساکین سے محبت کروں اور ان سے قربت رکھوں۔ دوسرا حکم یہ کہ میں اس شخص کی طرف دیکھوں جو دنیاوی اعتبار سے مجھ سے کمتر درجہ کا ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھوں جو جاہ و مال اور منصب میں مجھ سے بالاتر ہے، تیسرا حکم یہ دیا کہ میں کسی قرابتدار سے ناطے داری کو قائم رکھوں اگرچہ کوئی (قرابت دار) ناطے داری کو منقطع کرے، چوتھا حکم یہ دیا کہ میں کسی شخص سے کوئی چیز نہ مانگوں، پانچواں حکم یہ دیا کہ میں (ہر حالت میں) حق بات کہوں اگرچہ وہ سننے والے کو تلخ اور غیر خوش آئندہ معلوم ہو، چھٹا حکم یہ دیا کہ میں اللہ کے دین کے معاملہ میں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں ملامت کرنے والے کی کسی ملامت سے نہ ڈروں اور ساتواں حکم یہ دیا کہ میں کثرت کے ساتھ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا ورد رکھوں (پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ) پس یہ ساتوں باتیں اور عادتیں اس خزانہ کی ہیں جو عرش الٰہی کے نیچے ہے (اور جس سے فیوض وبرکات نازل ہوتے ہیں۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1183)

فانہن کی ضمیر حضرت شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے تو مذکورہ ساتوں باتوں کی طرف راجع کی ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہوا لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس ضمیر کا مرجع صرف آخری بات یعنی لاحول ولاقوۃ الا باللہ کو قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ الفاظ (یعنی لاحول الخ) دراصل اس گنج معنوی کا ایک حصہ ہیں جو عرش الٰہی کے نیچے محفوظ رکھا گیا ہے اور گنج معنوی تک اس شخص کے علاوہ اور کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی جس کو اللہ کی طرف سے حول وقوۃ یعنی قدرت وطاقت حاصل ہو۔ یا یہ معنی ہیں کہ یہ الفاظ جنت کے خزانوں میں ایک خزانہ ہیں۔ اس صورت میں "عرش الٰہی کے نیچے" کا مفہوم بھی بالکل واضح ہوگا کیونکہ عرش الٰہی، بالائے جنت ہے، نیز ملا علی قاری نے فرمایا ہے کہ جن شارحین نے انہن کی ضمیر مذکورہ ساتوں باتوں کی طرف راجع کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ یہ ساتوں باتیں اور عادتیں اس خزانہ کی ہیں جو عرش الٰہی کے نیچے ہے، ایک ایسا قول ہے جو حقیقت سے بعید ہے کیونکہ اس قول کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے جب کہ انہن کی ضمیر کو صرف آخری بات یعنی لاحول الخ کی طرف راجع کرنے کی سب بڑی دلیل یہ ہے کہ صحاح ستہ اور دیگر مسند کتابوں میں کثیر طرق سے یہ روایت کیا گیا ہے کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ جنت کے خزانوں میں ایک خزانہ ہے۔ رہی یہ بات کہ ان الفاظ کو جنت کا خزانہ کس اعتبار سے فرمایا گیا ہے تو اس سلسلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، چنانچہ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ان الفاظ کو خزانہ اس لئے کہا گیا ہے کہ جس طرح خزانہ، عالم لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح یہ الفاظ اپنی حقیقت ورفعت اور نفاست پاکیزگی کے اعتبار سے لوگوں کی نظروں سے محفوظ ہیں۔ یا ان الفاظ کو اس لئے خزانہ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہ جنت کے ذخائر میں سے ایک ذخیرہ ہیں۔ اور یا یہ کہ جو شخص ان الفاظ کا ورد رکھتا ہے اس کے لئے نہایت اعلیٰ مرتبہ کا اجر وثواب جنت میں محفوظ کر دیا جاتا ہے، اس اعتبار سے یہ الفاظ گویا جنت کا ایک خزانہ ہیں حضرت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روایت میں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ کلمہ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ** پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم ان الفاظ کا حقیقی مفہوم بھی جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جان

سکتے ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ) اللہ کی نافرمانی اور گناہوں سے پھرنا اور بچنا صرف اللہ تعالیٰ کی مدد پر منحصر ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر منحصر ہے اور اللہ کی اطاعت عبادات پر قادر ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جانے والی قدرت وطاقت پر منحصر ہے۔

مشائخ شاذلیہ قدس اللہ اسرارہم نے طالبان حق اور رہروان طریقت معرفت کو ان الفاظ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے ورد کی بہت وصیت کی ہے اور فرمایا ہے کہ توفیق عمل کی راہ میں اس سے زیادہ معین ومددگار اور کوئی چیز نہیں ہے۔

غرباء کے ساتھ حشر کی آرزو کرنے کا بیان

4126- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْخَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَبِى الْمُبَارَكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ اَحِبُّوا الْمَسَاكِيْنَ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِىْ دُعَائِهِ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِىْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِىْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِىْ فِىْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں غریبوں سے محبت رکھو کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ہے: "اے اللہ! مجھے غریب ہونے کی حالت میں زندہ رکھنا۔ غریب ہونے کی حالت میں موت دینا اور میرا حشر غریبوں کے ساتھ کرنا"۔

شرح

مسکین "لفظ مسکنت سے نکلا ہے جس کے معنی تواضع کمزوری اور مفلسی کے ہیں۔ ویسے یہ لفظوں سکون اور سکینہ سے بھی مشتق قرار دیا جا سکتا ہے، جس کے معنی وقار، اطمینان اور تقدیر الٰہی کے اقرار وقبول کے ہیں اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ شرعی اصطلاح میں مسکین اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو یا جس کے پاس اتنا نہ ہو جو اس کے اہل وعیال کی ضروریات زندگی کو پورا کر سکے۔ مذکورہ بالا ارشاد گرامی میں امت کے لئے یہ تعلیم وتلقین ہے کہ فقراء ومساکین کی فضیلت کو پہچانا جائے، ان کے ساتھ محبت وہمدردی کا برتاؤ کیا جائے اور ان کے ساتھ ہم نشینی وقربت اختیار کی جائے تا کہ ان کی برکت مسلمانوں کو پہنچے۔ نیز اس حدیث میں فقراء ومساکین کے لئے یہ بڑی تسلی پوشیدہ ہے کہ وہ اپنے حالات کی تنگی وسختی سے بددل ومایوس نہ ہوں بلکہ اپنے ان بلند درجات سے آگاہ ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اس فانی دنیا کی زوال پذیر نعمتوں اور لذتوں سے محرومی کے عوض ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والے جہاں یعنی آخرت کی زندگی کے لئے عطا فرما دیئے ہیں۔

رہی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے حق میں "مسکین" بننے کی دعا کرنا کیا مفہوم رکھتا تھا، تو اس بارے میں یہ کہنا مناسب ہے کہ اس دعا سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بس اتنی روزی دے جو گزارہ کے بقدر ہو اور جس سے زندگی کا وجود باقی رہے، نیز آپ کو دنیاوی مال ودولت اور اس کی نعمتوں ولذتوں میں مشغول نہ کرے، کیونکہ مال ودولت کی کثرت مقربین کے حق میں سخت وبال کا درجہ رکھتی ہے۔

4126: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

منقول ہے کہ ایک مسلمان بادشاہ کہیں جا رہا تھا کہ راستہ میں اس کا گزر فقراء وصالحین کی ایک جماعت پر ہوا، ان لوگوں نے بادشاہ کے تئیں کسی التفات کا اظہار نہیں کیا اور نہ اس کی طرف متوجہ ہوئے، بادشاہ کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی، اس نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب میں جو بات کہی اس کو یہاں نقل کرنا مقصود ہے، انہوں نے کہا "ہم وہ لوگ ہیں کہ جن کے ساتھ محبت، ترک دنیا کا سبب ہے اور جن کے ساتھ عداوت ترک عقبیٰ کا سبب ہے۔

بادشاہ نے یہ جواب سنا تو ان سے دار و گیر کئے بغیر آگے بڑھ گیا اور کہنے لگا کہ ہم نہ تمہاری محبت حاصل کر سکتے ہیں اور نہ تمہارے ساتھ عداوت رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے حق میں مذکورہ دعا فرمانا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پوچھنے پر اس دعا کی یہ توجیہ فرمانا کہ میرا مقصد وہ فضل و شرف حاصل کرنا ہے جو قیامت کے دن فقراء کو حاصل ہوگا وہ دولتمندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ فقراء بلا استثناء تمام دولتمندوں سے پہلے جنت میں جائیں گے خواہ وہ دولتمند انبیاء ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن اس سلسلہ میں زیادہ قوی بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ دعا اور اس کی توجیہہ میں مذکورہ ارشاد کا اصل مقصد ایک تو محض فقراء و مساکین کے فضل و شرف کو ظاہر کرنا ہے اور دوسرے اپنی اس طلب و خواہش کو ظاہر کرنا ہے کہ مجھے تمام انبیاء سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہو خواہ وہ انبیاء دولتمند ہوں یا فقراء پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے بارے میں فقر و فاقہ کی زندگی کی دعا کرنا فقراء غیر انبیاء سے پیچھے رہ جانے کے خوف سے نہیں بلکہ ان انبیاء سے پیچھے رہ جانے کے خوف کی بناء پر تھا جن کی زندگی فقر و فاقہ سے معمور تھی! اس وضاحت سے مذکورہ بالا وہم محل نظر ہو جاتا ہے۔ یا عائشہ الا تردی المسکین الخ (عائشہ کسی مسکین کو اپنے دروازہ سے نا امید نہ جانے دینا) کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ نصیحت فرمائی کہ جو مسکین و فقیر تمہارے پاس اپنی حاجت لے کر آئے اس کو کمتر و حقیر نہ جانو اور اس کو بے مراد واپس نہ کرو، بلکہ اس کے ساتھ محبت و نرمی سے پیش آؤ، ان کی حالت پر رحم کھاؤ اور جو کچھ میسر ہو اس کے دامن مراد میں ڈال دو، خواہ وہ کتنی ہی کمتر چیز کیوں نہ ہو اور اگر تمہارے پاس ایسی کوئی بھی چیز نہ ہو جس کے ذریعہ تم اس کا سوال پورا کر سکو تو اس صورت میں نہایت نرمی و بھلائی کے ساتھ معذرت کر دو اور اس کو اچھے انداز میں واپس کرو۔

ابوالشیخ اور بیہقی نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے نقل کیا ہے انہوں نے مشہور صحابی حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو! تمہاری تنگدستی و ناداری تمہیں اس بات پر نہ اکسانے پائے کہ تم اپنی روزی ناجائز وسائل و ذرائع سے حاصل کرنے کی طلب رکھنے لگو، (یعنی اگر اللہ نے تمہیں تنگدستی و ناداری میں مبتلا کیا تو تم اپنی اس حالت پر صابر و شاکر رہ کر عزم و حوصلہ اور کردار کی پختگی کے ساتھ معاشی شدائد کا مقابلہ کرو، ایسا نہ ہو کہ روزی حاصل کرنے کے لئے ایسے ذرائع اختیار کرو جو شرع احکام کے خلاف اور انسانی اخلاق و کردار کی عظمت کے منافی ہیں) کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بارے میں یہ دعا فرماتے سنا ہے کہ "اے اللہ! تو مجھے فقر و ناداری کی حالت میں موت دے، دولتمندی کی حالت میں موت نہ دے اور میرا حشر مسکینوں کے زمرہ میں فرما "پس یقیناً سب سے بڑا بدبخت وہ شخص ہے جو دنیا کے فقر و افلاس کا بھی شکار ہو اور آخرت کے عذاب

کا بھی مستوجب قرار پائے (یعنی جو شخص فقر وافلاس کی سختیوں سے گھبرا کر نا جائز طور پر اپنی روزی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اس سے بڑا بدنصیب اور کون ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے فقر وافلاس کی وجہ سے دنیا کی نعمتوں سے بھی محروم رہا اور حصول معاش کی راہ میں حرام نا جائز امور کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے آخرت کے عذاب کا بھی مستوجب قرار پایا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر اس ارشاد گرامی کے علاوہ کوئی اور دلیل نہ بھی ہوتی تو یہی حدیث اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی تھی کہ صبر کرنے والا فقیر و مسکین، شکر گزار دولت مند سے افضل ہے۔ نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس موقع پر ان دو حدیثوں کا بھی ذکر کیا ہے جو فقر و ناداری کے سلسلہ میں عوام میں بہت مشہور ہیں، ان میں سے ایک حدیث (الفقر فخری وبہ افتخر) ہے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حفاظ جیسے علامہ عسقلانی وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ یہ حدیث بالکل بے اصل ہے اور اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

دوسری حدیث کاد الفقران یکون کفرا ہے اس کے بارے میں محدثین نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث اول تو یقینی طور پر ضعیف ہے دوسرے اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کا محمول قلبی فقر وافلاس ہے جو جزع و فزع، شکوہ شکایت، تقضاو قدر پر بے اطمینانی اور اللہ کی بنائی ہوئی قسمت پر اعتراض کرنے کے باعث ہوتا ہے، ورنہ جہاں تک معاشی فقر وافلاس کا تعلق ہے تو وہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ کی طرف سے انہی بندوں کو نصیب ہوتی ہے جن کو وہ آخرت میں بلند درجات پر پہنچانا چاہتا ہے اس لئے ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ الفقر شین عندالناس وزین عند اللہ یوم القیامہ (دیلمی) یعنی فقر وافلاس لوگوں کی نظر میں تو ایک عیب و برائی ہے لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک زینت دینے والی چیز ہے۔

حضرت زید بن اسلم تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک دن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینے کے لئے پانی مانگا تو ان کی خدمت میں جو پانی پیش کیا گیا اس میں شہد ملا ہوا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پانی کو دیکھ کر اور یہ جان کر کہ اس میں شہد ملا ہوا ہے) فرمایا "یقیناً یہ پانی پاک وحلال اور نہایت خوشگوار ہے لیکن میں اس کو نہیں پیوں گا، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں (قرآن سے سنتا اور جانتا ہوں کہ اس نے ایک قوم کو خواہشات نفس کی اتباع کا ملزم گردانا اور بطور سرزنش وتنبیہ فرمایا۔ کہ تم نے اس دنیاوی زندگی میں اپنی لذتوں اور نعمتوں کو پالیا اور ان سے پورا پورا فائدہ حاصل کر لیا (اب آخرت میں تمہارے لئے کیا رہ گیا ہے۔ لہٰذا میں ڈرتا ہے کہ کہیں ہماری نیکیاں بھی ایسی نہ ہوں جن کا اجر وثواب (دنیاوی نعمتوں اور لذتوں کی صورت میں) جلد ہی اتنی دنیا میں ہمیں دے دیا جائے اور پھر آخرت میں محرومی کا منہ دیکھنا پڑے) چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہد ملا ہوا وہ پانی نہیں پیا۔ (رزین، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1190)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ شہد ملا ہوا یہ پانی نہایت لذت آمیز اور بہت بڑی دنیاوی نعمت ہے جو نفس کو بھی نہایت مطلوب ہے، اگر میں اس پانی کو پیتا ہوں تو گویا بہت بڑی نعمت سے فائدہ اٹھاتا ہوں اور لذت کام ودہن سے نفس کو خوش کرتا ہوں تو اس صورت میں مجھے خوف ہے کہیں یہ لذت ونعمت ہمارے اعمال صالحہ کا وہ اجر وثواب نہ قرار پائے جو ہمیں بس دنیا ہی میں چکا دیا جائے اور آخرت کے لئے کچھ نہ رہ جائے جیسا کہ کافروں کے بارے میں ہے کہ ان کے نیک عمل کا بدلہ، دنیاوی

نعمتوں اور لذتوں کی صورت میں ان کو اس دنیا میں مل جاتا ہے اور آخرت میں ان کو کچھ نصیب نہیں ہوگا۔ واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد نقل فرمایا ہے یعنی آیت (اذهبتم طيباتكم في حياتكم الدنيا واستمتعتم بها)۔ یہ ایک آیت کا ٹکڑا ہے اس طرح ایک آیت یہ بھی ہے (مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاءُ، الاسراء:18) یعنی جو شخص دنیا کے نفع کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے جلدی اسی دنیا میں دے دیں گے۔ یہ دونوں آیتیں اگرچہ کفار کے حق میں ہیں لیکن اصل اعتبار تو الفاظ کی عمومیت کا ہے جس سے ہر شخص سبق حاصل کرسکتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا اعتبار ہونا چاہیے۔

فقراء اہل ایمان کی فضیلت کا بیان

4127- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْقَزِيُّ حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ اَبِيْ سَعْدٍ الْاَزْدِيِّ وَكَانَ قَارِئَ الْاَزْدِ عَنْ اَبِي الْكَنُوْدِ عَنْ خَبَّابٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ) اِلٰى قَوْلِهٖ (فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ) قَالَ جَاءَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيْمِيُّ وَعُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فَوَجَدَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ صُهَيْبٍ وَبِلَالٍ وَعَمَّارٍ وَخَبَّابٍ قَاعِدًا فِيْ نَاسٍ مِّنَ الضُّعَفَاءِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمَّا رَاَوْهُمْ حَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقَرُوْهُمْ فَاَتَوْهُ فَخَلَوْا بِهٖ وَقَالُوْا اِنَّا نُرِيْدُ اَنْ تَجْعَلَ لَنَا مِنْكَ مَجْلِسًا تَعْرِفُ لَنَا بِهِ الْعَرَبُ فَضْلَنَا فَاِنَّ وُفُوْدَ الْعَرَبِ تَاْتِيْكَ فَنَسْتَحْيِيْ اَنْ تَرَانَا الْعَرَبُ مَعَ هٰذِهِ الْاَعْبُدِ فَاِذَا نَحْنُ جِئْنَاكَ فَاَقِمْهُمْ عَنْكَ فَاِذَا نَحْنُ فَرَغْنَا فَاقْعُدْ مَعَهُمْ اِنْ شِئْتَ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا فَاكْتُبْ لَنَا عَلَيْكَ كِتَابًا قَالَ فَدَعَا بِصَحِيْفَةٍ وَدَعَا عَلِيًّا لِيَكْتُبَ وَنَحْنُ قُعُوْدٌ فِيْ نَاحِيَةٍ فَنَزَلَ جِبْرَائِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ) ثُمَّ ذَكَرَ الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ وَّعُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ فَقَالَ (وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْا اَهٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ) ثُمَّ قَالَ (وَاِذَا جَاءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ) قَالَ فَدَنَوْنَا مِنْهُ حَتّٰى وَضَعْنَا رُكَبَنَا عَلٰى رُكْبَتِهٖ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّقُوْمَ قَامَ وَتَرَكَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ) وَلَا تُجَالِسِ الْاَشْرَافَ (تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا) يَعْنِيْ عُيَيْنَةَ وَالْاَقْرَعَ (وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا) قَالَ هَلَاكًا قَالَ اَمْرُ عُيَيْنَةَ وَالْاَقْرَعِ ثُمَّ ضَرَبَ لَهُمْ مَثَلَ الرَّجُلَيْنِ وَمَثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا قَالَ خَبَّابٌ فَكُنَّا نَقْعُدُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا بَلَغْنَا السَّاعَةَ الَّتِيْ يَقُوْمُ فِيْهَا قُمْنَا وَتَرَكْنَاهُ حَتّٰى يَقُوْمَ

4127۔ اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ابوسعید الازدی' ابوالکنود کے حوالے سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے۔

''اور تم ان لوگوں کو پیچھے نہ کرو جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں''۔

یہ آیت یہاں تک ہے۔

''تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے''

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن الفزاری آئے۔ انہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ' حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے ساتھ' چند غریب مسلمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے پایا۔ جب انہوں نے ان حضرات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے دیکھا تو انہیں حقیر سمجھا۔ بعد میں جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت یہ حضرات اٹھ کر جا چکے تھے۔ انہوں نے یہ کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے الگ سے محفل رکھا کریں تاکہ ان کی وجہ سے عربوں کو ہماری فضیلت کا پتہ چل جائے۔ چونکہ عربوں کے وفود آپ کے پاس آتے رہتے ہیں تو ہمیں اس بات سے شرم آتی ہے کہ عرب ہمیں ان غریبوں کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھیں۔ اس لیے جب ہم آپ کے پاس آیا کریں تو آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیا کریں۔ پھر جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جائیں تو اگر آپ چاہیں تو ان کے ساتھ بیٹھے رہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ انہوں نے عرض کی: آپ اس بارے میں ہمیں فرمان لکھ کر دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھال منگوائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا تاکہ وہ لکھیں (حضرت خباب بیان کرتے ہیں) ہم اس وقت ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی دوران حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے یہ پڑھا (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:)

''اور تم ان لوگوں کو ترک نہ کرو جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں ان کے حساب میں سے کوئی چیز تم پر لازم نہیں ہوگی اور تمہارے حساب میں سے کوئی چیز ان پر لازم نہیں ہوگی۔ اگر تم انہیں چھوڑ دو گے تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے''۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اقرع بن حابس اور عیینہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اور اسی طرح ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کیا تاکہ یہ لوگ یہ کہیں کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ ہمارے درمیان ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کے بارے میں زیادہ بہتر نہیں جانتا''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اور جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو فرما دو تم پر سلام ہو تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے''۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' پھر ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب ہو گئے کہ بعض اوقات ہم میں سے کوئی ایک اپنے زانوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوں پر رکھ دیتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ بیٹھے رہتے تھے پھر جب آپ نے اٹھنا ہوتا تھا تو

اٹھ کر چلے جاتے تھے اور ہمیں چھوڑ جاتے تھے۔
تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔
''اور تم اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھو جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تم اپنی آنکھوں کو ان سے نہ پھیرو اور تم اس شخص کی پیروی نہ کرو جس کے دل کو ہم نے غافل کیا ہے اور اس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی کی اور اس کا معاملہ افراط تفریق کا شکار ہو گیا''۔
حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اس میں خوشحال لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور جس شخص کے دل کے غافل ہونے کا تذکرہ ہے اس سے مراد عیینہ اور اقرع ہیں اور جس شخص کا معاملہ افراط و تفریط کا شکار ہیں اس سے مراد بھی عیینہ اور اقرع کا معاملہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے دو آدمیوں کی مثال دی اور دنیاوی زندگی کی مثال بیان کی ہے۔
حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اس کے بعد ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے رہتے تھے جب وہ وقت آجاتا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا ہونا ہوتا تو ہم پہلے کھڑے ہو کر آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔

4128- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا سِتَّةٍ فِيَّ وَفِي ابْنِ مَسْعُودٍ وَصُهَيْبٍ وَعَمَّارٍ وَالْمِقْدَادِ وَبِلَالٍ قَالَ قَالَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَا نَرْضَى أَنْ نَكُونَ أَتْبَاعًا لَهُمْ فَاطْرُدْهُمْ عَنْكَ قَالَ فَدَخَلَ قَلْبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْخُلَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ) الْآيَةَ

◄► حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' یہ آیت ہم چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ میرے بارے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ صہیب رضی اللہ عنہ' عمار رضی اللہ عنہ' مقداد رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' قریش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہم اس بات سے راضی نہیں ہیں کہ ہم ان لوگوں کے پیروکار سمجھے جائیں آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے الگ رکھا کریں۔
راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک میں جو بھی خیال آنا تھا وہ آیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔
''اور تم لوگوں کو نہ چھوڑو جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں وہ صرف اس کی رضا چاہتے ہیں''

بَابٌ فِي الْمُكْثِرِينَ

یہ باب صاحب حیثیت لوگوں کے بیان میں ہے

4128: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6190' ورقم الحدیث: 6191

4129-حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَکْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عِیْسَی بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ عَطِیَّةَ الْعَوْفِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ وَیْلٌ لِلْمُکْثِرِیْنَ اِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰکَذَا وَهٰکَذَا وَهٰکَذَا وَهٰکَذَا اَرْبَعٌ عَنْ یَمِیْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ قُدَّامِهِ وَمِنْ وَرَائِهِ

◈◈ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' صاحب حیثیت لوگوں کے لئے بربادی ہے سوائے اس شخص کے جو اپنے مال کے بارے میں یہ کہے یہ اس طرح' یہ اس طرح' یہ اس طرح' یہ اسطرح' آپ نے چار مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی یعنی دائیں بائیں طرف آگے اور پیچھے (خرچ کرنے کی تلقین کرے)۔

شرح

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس جگہ مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہاں اپنا مال خرچ کرو اور یہ شمار نہ کرو کہ کتنا خرچ کروں اور کیا خرچ کروں نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں شمار کرے گا (یعنی اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت ختم کر کے تمہارا رزق کم کر دے گا بایں طور کہ اسے ایک معدودع ومحدود چیز کی مانند کر دے گا یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال وزر کے بارے میں تم سے محاسبہ کرے گا اور جو مال تمہاری حاجت وضرورت سے زائد ہو اسے حاجت مندوں سے روک کر نہ رکھو نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں اپنی زائد عطاء وبخشش روک لے گا، نیز یہ کہ تم سے جو کچھ بھی ہو سکے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہو۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف۔ جلد دوم: حدیث نمبر 359)

لفظ لا تحصی (اور یہ شمار نہ کرو الخ) کے ایک معنی تو وہی ہیں جو اوپر ترجمے میں مذکور ہوئے ہیں اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ مال کو جمع کرنے کے لئے نہ شمار کرو اور اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ترک نہ کرو۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے تم اپنی حیثیت وقدرت کے مطابق جو کچھ بھی خرچ کر سکو اسے اللہ کی راہ میں جرور خرچ کرو خواہ وہ مقدار تعداد کتنا ہی کم کیوں نہ ہو بلکہ اسے حقیق بھی نہ سمجھو کیونکہ خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جانے والا ایک ذرہ بھی اللہ کے نزدیک بہت وقیع اور میزان عمل میں بہت وزنی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس وقت پہنچا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے سایہ میں تشریف فرماتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مبارک مجھ پر پڑی تو فرمایا رب کعبہ کی قسم وہ لوگ بہت ٹوٹے میں ہیں میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کون ہیں وہ لوگ؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو زیادہ مال جمع کرتے ہیں ہاں! وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو اپنے ادھر ادھر اور اس طرف یعنی اپنے آگے اپنے پیچھے اپنے دائیں اپنے بائیں غرض یہ کہ ہر طرح اور ہر جگہ اللہ کی خوشنودی کی خاطر اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں۔ مگر ایسے لوگ کم ہی ہیں (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف۔ جلد دوم۔ حدیث نمبر 366)

4129 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چونکہ فقر افلاس کو اپنی زندگی کا امتیاز بنا لیا تھا اور اس طرح انہوں نے دنیا کی آسائشوں سے منہ موڑ کر غنا و تونگر پر فقر افلاس کو ترجیح دے رکھی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تسلی اور ان کے اطمینان قلب کی خاطر یہ بات ارشاد فرمائی۔ گویا اس ارشاد گرامی میں دنیا سے بے رغبتی اور فقر کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔

خرچ کرنے کی فضیلت میں احادیث کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو مجھے یہ گوارا نہ ہوتا کہ تین راتیں گزر جاتیں اور وہ تمام سونا یا اس کا کچھ حصہ علاوہ بقدر ادائے قرض کے میرے پاس موجود رہتا۔ (بخاری، مشکوۃ شریف، جلد دوم، حدیث نمبر 357)

مطلب یہ ہے کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو میرے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ بات یہ ہوتی کہ میں وہ سونا تین رات کے اندر اندر ہی لوگوں میں تقسیم کر دیتا، اس میں سے اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتا ہاں اتنا سونا ضرور بچا لیتا جس سے میں اپنا قرض ادا کر سکتا کیونکہ قرض ادا کرنا صدقہ سے مقدم ہے۔ اس ارشاد گرامی سے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی سخاوت فیاضی کا وصف سامنے آتا ہے وہیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ اپنے مال و زر کی خیرات نکالتے ہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اور اپنی آسائش و راحت کے ذرائع مہیا کرتے ہیں۔ مثلا عالیشان بلند بلڈنگیں بناتے ہیں کوٹھیاں تعمیر کرتے ہیں یا اسی قسم کی دوسرا آسائش زندگی کے لئے بے تحاشا مال خرچ کرتے ہیں مگر ان کے اوپر دوسرے لوگوں کے حقوق ہوتے ہیں وہ ان کے حقوق کی ادائیگی تو کیا کرتے ان کی طرف ان کا دھیان بھی کبھی نہیں جاتا تو یہ کوئی اچھی اور پسندیدہ بات نہیں ہے بلکہ شرعی طور پر انتہائی غلط ہے۔

شریعت و اخلاق ہی نہیں بلکہ محض عقل و دانش اور انسانی ہمدردی کے نقطہ نظر سے بھی کیا یہ بات گوارا کی جا سکتی ہے کہ ایک شخص تو دولت و حرص و ہوس کا پتلا بن کر اپنی تجوریاں بھرے بیٹھا ہوا بے مصرف مال و زر کے انبار لگائے ہوئے ہو اور سونے چاندی کے خزانے جمع کئے مگر ایک دوسرا شخص اس کے آنکھوں کے سامنے نان جویں کے لئے بھی محتاج ہو اور اس کی تجوری کا منہ نہ کھلے، ایک غریب بھوک و افلاس کے مارے دم توڑ رہا ہو مگر اس کے اندر اتنی بھی ہمدردی نہ ہو کہ اس غریب کو کھانا کھلا کر اس کی زندگی کے چراغ کو بجھنے سے بچائے؟ جی ہاں! آج کے اس دور میں بھی جب کہ سوشلزم، مساوات اور انسانی بھائی چارگی و ہمدردی کے نعرے ہمہ وقت فضا میں گونجتے رہتے ہیں کون نہیں دیکھتا کہ مال و زر کے بندے اپنی ادنیٰ سی خواہش کے لئے تجوریوں کے منہ کھول دیتے ہیں اپنی دنیاوی آسائش و راحت کی خاطر مال و زر کے تختے بچھا دیتے ہیں مگر جب بھوک و پیاس سے بلکتا کوئی انہیں جیسا ان کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے تو ان کی جبین پر بل پڑ جاتے ہیں اور ان کے منہ سے نفرت و حقارت کے الفاظ ابلنے لگتے ہیں وہ شقی القلب یہ نہیں سوچتے کہ اگر معاملہ برعکس ہوتا تو ان کے جذبات و احساسات کیا ہوتے؟ لہٰذا جنگ زرگری کے موجودہ دور میں مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری انسانی برادری کے لئے یہ ارشاد گرامی ایک دعوت عمل اور مینارہ نور ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے اولاد آدم! جو مال تمہاری

حاجت وضرورت سے زائد ہو اسے اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنا تمہارے لئے دنیا وآخرت میں بہتر ہے اور اسے روکے رکھنا
یعنی خرچ نہ کرنا اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کے نزدیک بھی تمہارے لئے برا ہے! بقدر کفایت مال پر کوئی ملامت نہیں ہے اور جو
مال تمہاری حاجت سے زائد ہو اسے خرچ کرنے کے سلسلے میں اپنے اہل وعیال سے ابتداء کرو۔

(مسلم، مشکوۃ شریف۔ جلد دوم۔ حدیث نمبر 361)

ولا تلام علی کفاف (بقدر کفایت مال پر کوئی ملامت نہیں ہے) کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اتنا مال اپنے پاس بچائے رکھو جو تمہاری
زندگی کی بقاء کے لئے ضروری ہو بایں طور کہ اس کی وجہ سے تمہاری غذائی ضرورت پوری ہو اور تم کسی کے سامنے دست سوال دراز
کرنے سے بچے رہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ بقاء زندگی کے بقدر مال کا تعین اشخاص واحوال اور زمانہ کے
مطابق ہوتا ہے یعنی بعض اشخاص کے بقاء زندگی کے بقدر مال کی مقدار کم ہوتی ہے اور بعضوں کے لئے زیادہ کچھ لوگ ایسے ہوتے
ہیں جن کی واقعی ضروریات زندگی کے لئے کم مال درکار ہوتا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے زیادہ مقدار ضروری ہوتی
ہے اسی طرح بعض دنوں میں بقاء زندگی کے لئے کم مال درکار ہوتا ہے۔

اور بعض دنوں میں زیادہ مقدار میں ضروری ہوتا ہے نیز بعض حالات میں تھوڑا مال کفایت کر جاتا ہے اور بعض حالات میں
زیادہ مال کی ضرورت ہوتی ہے حاصل یہ کہ اگر کوئی شخص اپنی حیثیت کے مطابق کسی واقعی ضرورت وحاجت کے بقدر مال وزر بچائے
رکھتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ وابدا بمن تعول کا مفہوم یہ ہے کہ سخاوت خرچ کے معاملے میں اپنے اہل وعیال اور ان لوگوں کو مقدم
رکھنا چاہئے جن کا نفقہ اپنے اوپر واجب ہو یعنی ان لوگوں کو دو، جب ان سے بچ رہے تو دوسرے لوگوں کو دینا چاہئے اور اس انداز
سے خرچ کرنا کوئی مستحسن بات نہیں ہے کہ اپنے اہل وعیال تو ضرورت مند ومحتاج رہیں اور دوسروں کو دیا جائے۔ حدیث کے ظاہری
الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارشاد بھی حدیث قدسی (اللہ تعالیٰ کا ارشاد) ہے اگرچہ حدیث میں صراحتاً ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن
یہ احتمال بھی ہے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہی ارشاد کے لئے یہ اسلوب اختیار فرمایا ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ثواب کے اعتبار سے
کونسا بڑا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا افضل صدقہ وہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اس وقت اپنا مال خرچ کرو
جب کہ تم توانا وتندرست ہو اور مال جمع کرنے کی حرص رکھتے ہو،

فقر وافلاس سے ڈرتے رہو اور حصول دولت کے امیدوار ہو یاد رکھو صدقہ خیرات کے معاملے میں ڈھیل نہ دو، یہاں تک کہ
جب تمہاری جان حلق میں آجائے تو کہنے لگو کہ اتنا مال فلاں کے لئے ہے اور اتنا مال فلاں کے لئے ہے۔ درآنحالیکہ اس مال کا
مالک فلاں وارث ہو جائے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف۔ جلد دوم۔ حدیث نمبر 365)

مطلب یہ ہے کہ افضل اور بہت زیادہ ثواب کا باعث وہ صدقہ ہوتا ہے جو زندگی کے اس دور میں ادا ہو جب کہ صحت تندرستی
رفیق جان ہو، کیونکہ زندگی کے اس حصہ میں درازی عمر کی امید مال جمع کرنے کی حرص کا باعث ہوتی ہے صحت مند وتندرست انسان

یہ صرف یہ کہ جنگ زرگری کے میدان میں آگے رہنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ اس کی جبلت طبعی، بخل کی طرف مائل ہوتی ہے اندر کا چھپا ہوا شیطان اسے فقر ومحتاجگی سے ڈراتا رہتا ہے اور اس کے دل میں یہ وسوسہ وخیال پیدا کرتا ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کی وجہ سے کہیں مفلس وقلاش نہ بن جاؤں نیز زیادہ سے زیادہ دوسلت حاصل کرنے آرزو بسا اوقات حرص وہوس کا روپ اختیار کرلیتی ہے لہٰذا زندگی کے اس حصے میں اللہ کی خوشنودی کے لئے مال خرچ کرنا درحقیقت نیک بختی وسعادت کی معراج ہے۔

حدیث کے آخری جملے ولا تمہل الخ کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ دینے اور خیرات کرنے میں اتنی تاخیر، سستی اور غفلت نہ کرو کہ جب زندگی کا پیمانہ لبریز ہونے لگے جان نکل کر حلق میں آجائے تو کہنے لگو کہ اتنا مال فلاں شخص کے لئے ہے اور اتنا مال فلاں نیک کام کے لئے حالانکہ اس وقت وہ مال وارثوں کا ہو جاتا ہے بایں طور کہ وارثوں کا حق متعلق ہو جاتا ہے۔ بہرحال اس ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ صحت وتندرستی کی حالت میں اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بڑی فضیلت اور ثواب کی بات ہے مگر جب مرنے کا وقت آئے تو اس وقت اپنے مال کو نیک کاموں میں خرچ کرنے کی وصیت کرنا یا اسے اس وقت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا زیادہ ثواب کا باعث نہیں ہے۔

4130- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي أَبُو زُمَيْلٍ هُوَ سِمَاكٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَكْثَرُونَ هُمُ الْأَسْفَلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَكَسَبَهُ مِنْ طَيِّبٍ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اصاحب حیثیت لوگ قیامت کے دن سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ سوائے اس شخص کے جو مال کے بارے میں یہ کہے یہ اس طرح یہ اس طرح (خرچ کرنے کی تلقین کرے) اور اس نے اسے پاکیزہ طریقے سے کمایا ہو۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کھجور برابر (خواہ صورت میں خواہ قیمت میں) حلال کمائی میں خرچ کرے (اور یہ جان لو کہ) اللہ تعالیٰ صرف مال حلال قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے اور پھر اس صدقہ کو صدقہ دینے والے کے لئے اسی طرح پالتا ہے۔ جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنا بچھڑا پالتا ہے یہاں تک کہ وہ (صدقہ یا اس کا ثواب) پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 387)

کسب کے معنی ہیں جمع کرنا یہاں "کسب طیب" سے مراد وہ مال ہے جسے حلال ذریعوں سے جمع کیا جائے یعنی شرعی اصولوں کے تحت ہونے والی تجارت وصنعت زراعت وملازمت اور وراثت یا حصہ میں حاصل ہونے والا مال۔ "ولا یقبل اللہ الا الطیب" (اللہ تعالیٰ صرف حلال مال قبول کرتا ہے) میں اسی طرف اشارہ ہے کہ بارگاہ الوہیت میں صرف وہی صدقہ قبول ہوتا ہے جو حلال مال کا ہو، غیر حلال مال قبول نہیں ہوتا نیز اس سے یہ نکتہ بھی پیدا ہوا کہ حلال مال اچھی اور نیک جگہ ہی خرچ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

4130 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جانے والا حلال مال بارگاہ الوہیت میں شرف قبول کو پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ حلال مال خرچ کرنے والے سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اسی مفہوم کو یہاں "داہنے سے لینے" سے اس لئے محاورۃً اور عرفاً تعبیر کیا گیا ہے کہ پسندیدہ اور محبوب چیز داہنے ہاتھ ہی سے لی جاتی ہے۔ "پالتا" ہے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صدقے کے ثواب کو بڑھاتا جاتا ہے تاکہ وہ قیامت کے روز میزان عمل میں گراں ثابت ہو۔

4131- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَكْثَرُونَ هُمُ الْأَسْفَلُونَ إِلَّا مَنْ قَالَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا ثَلَاثًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: صاحب حیثیت لوگ کم تر حیثیت کے مالک ہوں گے۔ سوائے اس شخص کے جو کہے اس طرح (اتنا خرچ کردو) یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

4132- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أُحِبُّ أَنَّ أُحُدًا عِنْدِي ذَهَبًا فَتَأْتِي عَلَيَّ ثَالِثَةٌ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أَرْصُدُهُ فِي قَضَاءِ دَيْنٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرے پاس احد "پہاڑ" جتنا سونا موجود ہو پھر تین دن گزر جائیں اور اس میں سے کوئی بھی چیز میرے پاس باقی رہی ہو سوائے اسے جسے میں نے قرض کی ادائیگی کے لئے سنبھال کر رکھا ہو۔

شرح

شیخ علی متقی عارف باللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک متقی وصالح شخص کسب معاش کرتے تھے اور ان کا معمول تھا کہ جو کچھ کماتے پہلے تو اس میں ایک تہائی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے پھر ایک تہائی اپنی ضروریات پر صرف کرتے اور ایک تہائی اپنی کسب معاش کے ذریعے میں لگا دیتے ایک دن ان کے پاس ایک دنیادار شخص آیا اور کہنے لگا کہ شیخ! میں چاہتا ہوں کہ کچھ مال اللہ کی راہ میں خرچ کروں، لہٰذا آپ مجھے کسی مستحق کا پتہ دیجیے انہوں نے کہا پہلے تو حلال مال حاصل کرو اور پھر اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو، وہ مستحق شخص ہی کے پاس پہنچے گا۔ دنیادار شخص نے اسے مبالغہ پر محمول کیا، شیخ نے کہا اچھا تم جاؤ تمہیں جو شخص بھی ایسا ملے جس کے تمہارے دل میں جذبہ ترحم پیدا ہو اسے صدقہ کا مال دے دینا، چنانچہ وہ شخص جب شیخ کے پاس سے اٹھ کر آیا تو اس نے ایک بوڑھے اندھے کو دیکھا جس کے لئے اس کے دل میں جذبہ ترحم پیدا ہوا اور یہ سمجھ کر کہ صدقہ کے مال کا اس بے چارے سے زیدہ کون مستحق ہوسکتا ہے؟ اپنے کمائے ہوئے مال میں سے اسے کچھ حصہ خیرات کر دیا۔ جب دوسرے دن وہ ضعیف و نابینا شخص کے

4131 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4132 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

پاس سے گزرا تو اس نے سنا کہ وہ اپنے پاس کھڑے ہوئے ایک دوسرے شخص سے کل کا واقعہ بیان کر رہا تھا کہ کل میرے پاس سے ایک مالدار شخص گزرا اس نے مجھ پر ترس کھا کر اتنا مال مجھے دیا جسے میں نے فلاں بدکار شخص کے ساتھ شراب نوشی میں لٹا دیا۔ وہ دنیا دار یہ سنتے ہی شیخ کے پاس آیا اور ان سے پورا ماجرا بیان کیا، شیخ نے یہ واقعہ سن کر اپنی کمائی میں سے ایک درہم اسے دیا اور کہا کہ اسے رکھو اور یہاں سے نکلتے ہی سب سے پہلے تمہاری نظر جس پر پڑے اسے یہ درہم بطور خیرات دے دینا چنانچہ وہ شیخ کا دیا ہوا درہم لے کر گھر سے باہر نکلا تو اس کی نظر سب سے پہلے ایک اچھے شخص پر پڑی جو بظاہر کھاتا پیتا معلوم ہو رہا تھا پہلے تو وہ دیتے ہوئے جھجکا مگر چونکہ شیخ کا حکم تھا اس لئے مجبوراً وہ درہم اس شخص کو دے دیا۔

اس شخص نے وہ درہم لے لیا اور اپنے پیچھے مڑ کر چل دیا، اس کے ساتھ ساتھ وہ مالدار بھی چلا اس نے دیکھا وہ شخص ایک کھنڈر میں داخل ہوا اور وہاں سے دوسری طرف نکل کر شہر راہ پکڑی، مالدار بھی اس کے پیچھے کھنڈر میں داخل ہوا وہاں اسے کوئی چیز نظر نہ آئی البتہ اس نے ایک مرا ہوا کبوتر دیکھا وہ پھر اس شخص کے پیچھے پیچھے ہولیا، پھر اسے قسم دے کر پوچھا کہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور کس حال میں ہو؟ اس نے کہا کہ میں ایک غریب انسان ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں وہ بہت بھوکے تھے جب مجھ سے ان کی بھوک کی شدت نہ دیکھی گئی اور انتہائی اضطراب و پریشانی کے عالم میں میں ان کے لئے کچھ انتظام کرنے کی خاطر گھر سے نکل کھڑا ہوا تو میں سرگرداں پھر رہا تھا کہ مجھے یہ مرا ہوا کبوتر نظر آیا مرتا کیا نہ کرتا؟ میں نے یہ کبوتر اٹھا لیا اور اسے لے کر اپنے گھر کی طرف چلا تا کہ اس کے ذریعے بھوک سے بلکتے بچوں کو کچھ تسکین دلاؤں مگر جب اللہ نے تمہارے ذریعے یہ درہم مجھے عنایت فرما دیا تو یہ کبوتر جہاں سے اٹھایا تھا وہیں پھینک دیا۔ اب اس مالدار کی آنکھ کھلی اور اسے معلوم ہوا کہ شیخ کا وہ قول مبالغہ پر محمول نہیں تھا بلکہ حقیقت یہی ہے کہ حلال مال اچھی جگہ اور حرام مال بری جگہ خرچ ہوتا ہے۔

4133- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي عُبَيْدِ اللَّهِ مُسْلِمِ بْنِ مِشْكَمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ غَيْلَانَ الثَّقَفِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ مَنْ آمَنَ بِي وَصَدَّقَنِي وَعَلِمَ أَنَّ مَا جِئْتُ بِهِ هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَقْلِلْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَحَبِّبْ إِلَيْهِ لِقَاءَكَ وَعَجِّلْ لَهُ الْقَضَاءَ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِي وَلَمْ يُصَدِّقْنِي وَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ مَا جِئْتُ بِهِ هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَأَطِلْ عُمُرَهُ

◆◆ حضرت عمرو بن غیلان ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

"اے اللہ! جو شخص مجھ پر ایمان رکھے اور میری تصدیق کرے اور یہ بات جان لے کہ میں جسے لے کر آیا ہوں وہ حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے مال اور اولاد کو کم کر دے اور اپنی ملاقات کو اس کے لئے محبوب کر دے اور اس کو موت جلدی دیدے اور جو شخص نے مجھ پر ایمان نہ رکھے اور اس چیز کی تصدیق نہ کرے اور یہ علم نہ رکھے کہ میں جسے لے کر آیا ہوں وہ حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر دے اور عمر کو طویل کر دے"۔

4134- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا غَسَّانُ بْنُ بُرْزِينَ ح و حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ

4133: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا غَسَّانُ بْنُ بُرْزِينَ حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ عَنِ الْبَرَاءِ السَّلِيطِيِّ عَنْ نُقَادَةَ الْأَسَدِيِّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَجُلٍ يَسْتَمْنِحُهُ نَاقَةً فَرَدَّهُ ثُمَّ بَعَثَنِي إِلَى رَجُلٍ آخَرَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ بِنَاقَةٍ فَلَمَّا أَبْصَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ فِيهَا وَفِيمَنْ بَعَثَ بِهَا قَالَ نُقَادَةُ فَقُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيمَنْ جَاءَ بِهَا قَالَ وَفِيمَنْ جَاءَ بِهَا ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَحُلِبَتْ فَدَرَّتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ أَكْثِرْ مَالَ فُلَانٍ لِلْمَانِعِ الْأَوَّلِ وَاجْعَلْ رِزْقَ فُلَانٍ يَوْمًا بِيَوْمٍ لِلَّذِي بَعَثَ بِالنَّاقَةِ

حضرت نقادہ الاسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک شخص کے پاس بھیجا کہ اس سے ایک اونٹنی عارضی طور پر مانگو تو اس شخص نے نہیں دی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک اور شخص کے پاس بھیجا تو اس نے اونٹنی بھجوادی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو آپ نے دعا کی۔

''اے اللہ! اس اونٹنی میں برکت دے اور جس نے اسے بھیجا ہے اسے بھی برکت دے''۔

حضرت نقادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی' جو اسے لے کر آیا ہے اس کے لئے بھی دعا کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اسے بھی برکت دے جو اسے لے کر آیا ہے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اس کا دودھ دوہ لیا گیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

''اے اللہ! فلاں شخص کے مال میں کثرت کردے''

یہ آپ نے انکار کرنے والے پہلے شخص کے بارے میں فرمایا (اور یہ دعا کی)

''اور فلاں کے مال میں دن بدن رزق عطا فرما''۔

یہ آپ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا: جس نے اونٹنی بھجوائی تھی۔

خرچ کرنے والے کے واقعہ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے اپنے دل میں یا کسی اپنے دوست سے کہا کہ میں آج رات میں اللہ کی راہ میں کچھ مال خرچ کروں گا چنانچہ اس نے اپنے قصد وارادہ کے مطابق خیرات کے لئے کچھ مال نکالا، تاکہ اسے کسی مستحق کو دے دے اور وہ مال اس نے ایک چور کے ہاتھ میں دے دیا۔

اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ چور ہے کہ جس وجہ سے خیرات کے مال کا مستحق نہیں ہے جب صبح ہوئی اور لوگوں کو الہام الہٰی کے سبب یا خود اس چور کی زبانی معلوم ہوا تو بطریق تعجب لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ آج کی رات ایک چور کو صدقہ کا مال دیا گیا ہے۔ جب صدقہ دینے والے کو بھی صورتحال معلوم ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ اے اللہ! تیرے ہی لئے تعریف ہے باوجودیکہ صدقہ کا مال ایک چور کے ہاتھ لگا اور پھر کہنے لگا کہ آج کی رات پھر صدقہ دوں گا تاکہ وہ مستحق کو مل جائے چنانچہ اس نے صدقہ کی نیت سے پھر

4134: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بھی غلط فہمی میں وہ مال ایک زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا۔
جب صبح ہوئی تو پھر لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ آج تو ایک زانیہ صدقہ کا مال لے اڑی وہ شخص کہنے لگا کہ اے اللہ!
تعریف تیرے ہی لئے ہے اگر چہ اس مرتبہ صدقہ کا مال ایک زانیہ کے ہاتھ لگ گیا اور پھر کہنے لگا کہ آج کی رات پھر صدقہ دوں گا
چنانچہ اس نے پھر کچھ مال صدقہ کی نیت سے نکالا اور اس مرتبہ پھر غلط فہمی میں وہ مال ایک غنی کے ہاتھ میں دے دیا، جب صبح ہوئی تو
پھر لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ آج کی رات تو ایک دولت مند کو مل گیا۔
جب وہ شخص سویا تو خواب میں اس سے کہا گیا کہ تو نے جتنے صدقے دیئے ہیں سب قبول ہو گئے۔ کیونکہ صدقہ کا جو مال تو نے
چور کو دیا ہے۔ وہ بے فائدہ اور خالی از ثواب نہیں ہے ممکن ہے وہ اس کی وجہ سے چوری سے باز رہے اور صدقہ کا جو مال تو نے زانیہ کو
دیا ہے ممکن ہے وہ اس کی وجہ سے زنا سے باز رہے اور صدقے کا جو مال تو نے دولت مند کو دیا ہے ممکن ہے وہ اس کی وجہ سے عبرت
حاصل کرلے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 374)
صدقہ دینے والے نے اللہ کی تعریف یا بطریق شکر کی کہ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے صدقہ تو دیا اگر چہ وہ غیر مستحق ہی کے ہاتھ لگا
یا پھر بطریق تعجب یا اپنے دل کے اطمینان کے لئے اس نے اللہ کی تعریف کی۔ بہر کیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی
اسرائیل کے اس شخص کا یہ واقعہ اس لئے بیان فرمایا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی خوشنودی کی خاطر صدقہ وخیرات بہر نوع بہتر اور
باعث ثواب ہے، جس کسی کو بھی صدقہ دیا جائے گا ثواب ضرور پائے گا۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے سبب برکت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا ایک شخص زمین کے ایک حصے جنگل میں کھڑا تھا کہ اس نے ابر میں سے ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ فلاں شخص
کے باغ کو سیراب کر پھر وہ ابر ایک طرف چلا اور ایک جگہ پتھریلی زمین پر پانی برسانے لگا۔ اور وہ تمام پانی ان نالیوں میں سے کہ جو
اس زمین میں تھیں ایک نالی میں جمع ہونے لگا پھر وہ پانی اس نالی کے ذریعے ایک طرف بہنے لگا تو وہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے پیچھے
چلنے لگا۔ تا کہ یہ دیکھے کہ جس شخص کے باغ میں یہ پانی جا رہا ہے وہ کون ہے؟ ناگہاں اس شخص نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے کھیت
میں کھڑا بیلچہ کے ذریعے اس پانی کو باغ کے درختوں میں پھیلا رہا تھا اس شخص نے باغ والے سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے تمہارا
کیا نام ہے؟؟ اس نے کہا کہ میرا فلاں نام ہے اور اس نے وہی نام بتایا جو اس ابر میں سے سنا تھا۔ پھر باغ والے نے اس شخص سے
پوچھا کہ بندہ اللہ تم میرا نام کیوں پوچھ رہے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ میں اس لئے پوچھ رہا ہوں جس ابر کا یہ پانی ہے اس ابر میں میں
نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا اس ابر سے یہ کہہ رہا تھا کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر اور وہ نام تمہارا ہی تھا اور اب مجھے یہ بتاؤ
کہ تم اس باغ میں کیا بھلائی کرتے ہو جس کی وجہ سے تم اس فضیلت اور بزرگی سے نوازے گئے ہو باغ والے نے کہا کہ چونکہ اس
وقت تم پوچھ رہے ہو اس لئے میں بھی تم سے بتائے دیتا ہوں کہ اس باغ کی جو کچھ پیداوار ہوتی ہے پہلے میں اسے دیکھتا ہوں پھر اس
میں سے ایک تہائی تو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہوں۔ ایک تہائی میں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں اور ایک تہائی اسی باغ میں لگا

دیتا ہوں۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 375)

اگرچہ ابر کی آواز نے باغ والے کا نام صراحۃ لیا تھا جیسا کہ بعد میں ذکر بھی کیا گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قصہ سناتے ہوئے ابتدا میں اس کا صراحۃ نام نہیں لیا بلکہ لفظ فلاں سے اس کے نام کو کنایۃ ذکر کیا۔ اسی طرح ابر کی آواز سننے والے شخص نے بھی ابر میں باغ والے کا نام صراحۃ سنا تھا مگر پھر اس نے باغ والے سے اس کا نام اس لئے پوچھا تا کہ اسے یقین ہو جائے کہ واقعی یہ وہی شخص ہے جس کا نام ابر کی آواز نے لیا تھا۔ نیز جب باغ والے نے اس سے اپنا نام دریافت کرنے کا سبب پوچھا تو اس ابر کی آواز کی نقل کرتے ہوئے بھی اس کا نام نہیں لیا بلکہ لفظ فلاں کہا گویا اس نے ظاہر کیا کہ اگرچہ ابر کی آواز نے تمہارا نام صراحۃ لیا تھا مگر میں اس وقت تمہارے متعین نام کی بجائے لفظ فلاں ذکر کر رہا ہوں حاصل یہ کہ ہاتف غیبی نے باغ والے کا نام صراحۃ ذکر کیا تھا مگر سامع نے اس کے نام کو لفظ فلاں سے کنایۃ تعبیر کیا اور اسے بتا دیا کہ تمہارا نام میں نے سنا تھا۔ مگر اس کو لفظ فلاں سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پکے ہوئے گوشت کا ٹکڑا تحفہ کے طور پر آیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوشت بہت مرغوب تھا۔ اس لئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی لونڈی سے فرمایا۔ کہ اس گوشت کو گھر میں حفاظت سے رکھ دو شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے تناول فرمائیں چنانچہ لونڈی نے وہ گوشت گھر کے ایک طاق میں رکھ دیا اتفاق اسی وقت ایک سائل نے دروازے پر کھڑے ہو کر صدا بلند کی کہ اے گھر والو اللہ کی راہ میں کچھ عنایت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے گھر والوں نے کہا اللہ تمہیں برکت دے یعنی سائل کو جواب دیا جیسا کہ ہمارے یہاں جب کسی سائل کو کچھ دینا نہیں ہوتا تو کہہ دیتے ہیں کہ بابا معاف کرو سائل واپس چلا گیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لے گائے تو فرمایا کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہارے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز بھی ہے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ ہاں! پھر انہوں نے لونڈی سے کہا جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے وہ گوشت لے آؤ لونڈی گوشت لانے چلی گئی مگر طاق کے پاس پہنچ کر اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ وہاں گوشت کا کہیں نام نہیں تھا۔ بلکہ گوشت کی جگہ سفید پتھر کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم نے سائل کو کچھ نہ دیا اور اسے خالی ہاتھ واپس کر دیا اس لئے یہ گوشت سفید پتھر کی شکل اختیار کر گیا۔ بیہقی نے اس روایت کو دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 378)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاضری کی اجازت چاہی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اجازت دی جب وہ حاضر ہوئے تو اس وقت ان کے ہاتھ میں عصا تھا اسی موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو اس وقت وہاں موجود تھے فرمایا کہ کعب! کیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے اپنے پیچھے بہت زیادہ مال چھوڑا ہے آپ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آیا ان کے مال کی بے انتہا کثرت و زیادتی ان کے کمال ایمان کے لئے مضرت تھی یا نہیں؟

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اگر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مال میں سے اللہ تعالیٰ کا حق یعنی زکوۃ صدقات وغیرہ ادا کرتے تھے تو ان کے بارے میں کسی خوف کی گنجائش نہیں یہ سنتے ہی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا عصا حضرت کعب کو مارا اور کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میرے پاس سونے کا یہ احد پہاڑ ہو اور میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کروں تو باوجود یکہ وہ مقبول بھی ہو جائے میں اسے پسند نہیں کروں گا کہ میں اس چھ اوقیہ یعنی دو سو چالیس درہم بھی اپنے پیچھے چھوڑ جاؤں۔ پھر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے یہ ارشاد گرامی نہیں سنا ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تین مرتبہ فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں نے بھی یہ ارشاد گرامی سنا ہے۔(مسند احمد، مشکوۃ شریف، جلد دوم: حدیث نمبر 380)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کی ایک جماعت میں سے تھے جس کا فقر و زہد امتیازی شان رکھتا تھا بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی فقر و زہد اور استغنا کے بارے میں پوری امت میں ایک مثالی حیثیت رکھتی تھی یہی وجہ ہے کہ ان کا یہ رجحان و نظریہ تھا کہ اپنے پاس مال و زر کا ادنیٰ ترین حصہ بھی جمع نہ کیا جائے بلکہ جو کچھ بھی اپنے قبضے و قدرت میں آئے سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے چنانچہ اس موقع پر بھی ان کا یہ جذبہ ان پر غالب آ گیا اور جب انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے مزاج اور رجحان کے خلاف بات سنی تو انہیں مار بیٹھے۔ اس بارے میں جہاں تک مسئلے کا تعلق ہے وہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جمہور علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر مال کی زکوۃ ادا ہوتی ہے تو اس کو جمع کرنے میں مضائقہ نہیں ہے خواہ وہ مال کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی میں جملہ و یتقبل منی بطور مبالغہ استعمال فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اتنا زیادہ مال و زر اللہ کی راہ میں خرچ کروں اس کے باوجود بھی کاش کہ قبول ہو جائے۔ لفظ "اذر" حذف ان کے ساتھ احب کا مفعول ہے گویا اس پورے جملے کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اگر اللہ اتنا زیادہ مال عطا فرما دے اور میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں اور پھر وہ بارگاہ الوہیت میں قبول بھی ہو جائے تو جب بھی میں یہ گوارا نہیں کروں گا کہ اس مال میں سے کم از کم چھ اوقیہ ہی اپنے پیچھے چھوڑ جاؤں۔

دراہم و دنانیر کے بندے کی مذمت کا بیان

4135 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا اَبُوبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِي حَصِينٍ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْقَطِيفَةِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَفِ.

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: دینار' درہم چادر اور شال کا بندہ برباد ہو جائے اگر اسے کچھ دیدیا جائے تو وہ راضی رہتا ہے اور اگر نہ دیا جائے تو (عہد کو پورا نہیں کرتا)

4135 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2886' ورقم الحدیث: 6435

4136-حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: دینار و درہم' چادر کا بندہ برباد ہو جائے' برباد ہو جائے اور اوندھے منہ گرے۔ اگر اسے کانٹا چبھ جائے تو وہ بھی نہ نکلے۔

بخل اور بدخلقی کا بیان

حضرت ابوسعید راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مومن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں ایک تو بخل دوسری بدخلقی۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 370)

اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ مناسب اور لائق نہیں ہے کہ مومن کامل میں یہ دونوں بری خصلتیں جمع ہوں یا یہ مراد ہے کہ کسی مومن کامل میں یہ دونوں بری خصلتیں اس درجے کی نہیں ہوتیں کہ وہ کبھی اس سے جدا ہی نہ ہوں اور وہ ان کی موجودگی سے مطمئن اور راضی ہو ہاں اگر کبھی بمقتضائے طبیعت بشری کوئی مومن کامل بدخلقی کرے یا اس میں بخل پیدا ہو جائے پھر بعد میں اسے ندامت و شرمندگی ہو اور ان کی وجہ سے وہ پشیمان ہو نیز اپنے نفس کو ملامت کرے تو یہ کمال ایمان کے منافی نہیں ہوگا۔ "خلق" ان امور پر عمل کرنے کا نام ہے جن کی شریعت نے تعلیم دی ہے۔ خلق یا اخلاق دوسرے سے جھک کر خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنے یا تمام معاملات میں نرمی برتنے ہی کا نام نہیں ہے جیسا کہ عام لوگوں میں مشہور ہے اس لئے کہ بعض امور میں شدت اور سختی اختیار کرنا ہی تقاضائے ایمان ہے لہٰذا یہاں حدیث میں مذکور بدخلقی سے مراد یہ ہے کہ ان امور کی خلاف ورزی کرنا جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔

بخل کی مذمت کا بیان

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں نہ تو مکار داخل ہوگا نہ بخیل نہ اللہ کی راہ میں کسی کو مال دے کر احسان جتانے والا۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 371)

مطلب یہ ہے کہ یہ تینوں جنت میں ابتداء بغیر عذاب کے داخل نہیں ہوں گے بلکہ یہ اپنے اپنے جرم کی سزا پالیں گے تو عذاب کے بعد جنت میں داخل ہوں گے۔ "بخیل سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے مال میں سے حق واجب ادا نہ کرے۔ "منان" کے ایک معنی تو وہی ہیں جو ترجے میں مذکور ہیں اس کے دوسرے معنی کاٹنے والا ہیں یعنی وہ شخص جو اپنے اعزا اور رشتہ داروں سے ترک تعلقات کرے اور مسلمانوں سے محبت و مروت کا معاملہ نہ کرے۔

4136: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2887

بَاب الْقَنَاعَةِ

یہ باب قناعت کے بیان میں ہے

4137- حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: خوشحالی زیادہ مال کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ اصل خوشحالی نفس کی بے نیازی ہے۔

شرح

دل کا غنی ہونا یہ ہے کہ جو کچھ حاصل ہو اس پر قناعت کرے، مال و دولت اور مالداروں سے بے نیازی و بے پروائی برتے اور بلند حوصلگی اور عالی ہمتی کا مالک ہو کہ نہ تو حرص وطمع میں مبتلا ہو اور نہ کسی کے آگے دست سوال دراز کرے، چنانچہ جو شخص ایسا ہو کہ اس کا دل مال و دولت حاصل کرنے اور جوڑنے توڑنے لگا رہے اور کثرت مال کی طلب وحرص میں مبتلا ہو تو وہ حقیقت میں فقیر ومحتاج ہے، خواہ ظاہر میں کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو اور جو شخص قوت کفاف پر قانع وراضی ہو اور زیادہ طلبی وحرص سے دور رہے۔ وہ اصل میں تو نگر وغنی ہے اگرچہ ظاہر میں اس کے پاس کچھ بھی ہو۔

اسی حقیقت کو شیخ سعدی رحمہ اللہ نے یوں بیان کیا ہے تو نگری بدل است نہ بمال بزرگی بعقل است نہ بسال بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ غنی النفس (یعنی نفس کے غنی ہونے) سے مراد یہ ہے کہ وہ علمی کمالات حاصل ہوں جن کے بغیر انسان کی روحانی اخلاقی زندگی نہ تو محفوظ رہتی ہے اور اس کو آسودگی وعظمت حاصل ہوتی ہے، گویا اصل خوش بختی و دولت اور تو نگری کا مدار روحانی وعملی کمالات پر ہے نہ کہ مال ومتاع کی کثرت پر، جیسا کہ کسی نے کہا ہے تو نگر نہ بمال است نزد اہل کمال کہ مال تالب گور است بعد ازاں اعمال اور بعض ارباب نے یوں کہا ہے رضينا قسمة الجبار فينا لنا علم وللجهال مال حق تعالیٰ نے ہماری قسمت میں جو کچھ لکھ دیا ہے ہم اس پر راضی ومطمئن ہیں ہمارے لئے علم کی دولت ہے اور دشمنوں کے لئے دنیاوی مال ہے فان المال يفنى عن قريب وان العلم يبقى لا يزال بس اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیاوی مال بہت جلد فنا ہونے والا ہے۔ جب کہ علم کی دولت یقیناً ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

یہ بات معلوم ہی ہے کہ دنیاوی مال ومتاع ان لوگوں کی میراث ہے جو اللہ کے نزدیک سخت مبغوض اور مردود ہیں، جیسے فرعون، قارون اور تمام کفار وفجار وغیرہ، جب کہ انبیاء، علماء اور اولیاء کی میراث علم واخلاق کی دولت ہے، لہذا دنیا دار شخص ظاہری مال ومتاع حاصل کر کے راضی ومطمئن ہوتا ہے اور دیندار شخص علم کی دولت پا کر خوش اور مطمئن ہوتا ہے۔

4137 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2417

قناعت اختیار کرنے والے کی کامیابی کا بیان

4138- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ جَعْفَرٍ وَّحُمَيْدِ بْنِ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيِّ اَنَّهُمَا سَمِعَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيَّ يُخْبِرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ هُدِىَ اِلَى الْاِسْلَامِ وَرُزِقَ الْكَفَافَ وَقَنَعَ بِهٖ

◈ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' وہ شخص کامیاب ہوگیا جس کی اسلام کی طرف رہنمائی کردی گئی اور اسے ضرورت کے مطابق روزی دی گئی اور اس نے اس پر قناعت اختیار کی۔

شرح

حضرت ابوہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔' دنیا کے تمام مال میں سے جو کچھ تمہارے لئے کافی ہے وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ تمہارے پاس ایک خادم ہو اور ایک سواری ہو جو اللہ کی راہ میں کام (یعنی اگر تم دنیاوی چیزوں میں سے کچھ اپنے پاس رکھنا چاہتے ہو تو بس یہ دو چیزیں رکھ کہ سواری کے جانور کے ذریعہ جہاد، حج اور حصول علم کے لئے سفر کرسکو اور خادم اس سفر میں تمہاری خدمت کرے، دنیا کے اموال میں سے ان دو چیزوں سے زائد کچھ نہ رکھو بلکہ صرف کر ڈالو، حاصل یہ کہ اس ارشاد کا مقصود اس امر کی تلقین کرنا ہے کہ بقدر ضرورت مال واسباب پر اکتفا وقناعت کی جائے اور ان میں سے بھی ان چیزوں کو اختیار کیا جائے جو راہ آخرت کا توشہ ہیں۔

(احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1111)

4139- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَّعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا

◈ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
اے اللہ! آل محمد کے رزق کو ان کی ضروری خوراک جتنا کردے۔

4140- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ وَيَعْلٰى عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ نُفَيْعٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ غَنِيٍّ وَّلَا فَقِيرٍ اِلَّا وَدَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَّهٗ اُتِىَ مِنَ الدُّنْيَا قُوْتًا

◈ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر خوشحال اور غریب آدمی قیامت کے دن یہ

4138 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2423' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2348

4139: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6460' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2424' ورقم الحدیث: 3766' ورقم الحدیث 3767' ورقم الحدیث 3768' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2361

4140: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

آرزو کرے گا کہ اسے دنیا میں صرف ضروری خوراک جتنا رزق دیا جاتا۔

شرح

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابن آدم ان چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز پر اپنا حق نہیں رکھتا، ایک تو گھر کہ جس میں وہ رہائش اختیار کرے (یعنی ایسا گھر جو رہائشی ضروریات کے بقدر ہو کہ جو سردی گرمی سے محفوظ رکھ سکے) دوسرے کپڑا، کہ جس سے وہ اپنا ستر ڈھانکے، تیسرے بغیر سال کے خشک روٹی (کہ جس سے وہ اپنی بھوک دفع کر سکے) اور چوتھے پانی کہ جس سے وہ اپنی پیاس بجھا سکے۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1112)

حق " سے مراد وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لئے واجب کی گئی ہے اور جس پر آخرت میں کوئی سوال و مواخذہ نہیں ہوگا، یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا کی جن چیزوں کو ضروریات زندگی کے طور پر بنایا ہے ان کو انسان اسی قدر حاصل کرنے اور اس سے بہرہ مند ہونے کا حقدار و مجاز ہے جس قدر کہ اس کی ضروریات کے لئے کافی ہو چنانچہ جو شخص ان چیزوں کو حلال وسائل ذرائع سے حاصل کرے گا اور بقدر ضرورت پر اکتفاء و قناعت کرے گا اس سے آخرت میں ان چیزوں کے بارے میں کوئی سوال ومواخذہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ بقدر ضرورت مذکورہ چیزیں ان لوازمات میں سے ہیں جن کے بغیر نفس انسانی کے لئے کوئی چارہ نہیں ہے، ہاں ان کے علاوہ دنیا کی اور جو چیزیں ہیں یا انہی چیزوں کی ضرورت سے زائد جو مقداریں ہیں وہ سب لوازمات زندگی میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ لذات نفس میں سے ہیں اور ان کے بارے میں آخرت میں یقیناً مواخذہ ومطالبہ کیا جائے گا۔ جلف (جیم کے زیر اور لام کے جزم کے ساتھ) سے مراد ہے بغیر سالن کے خشک موٹی روٹی، ایک روایت میں یہ لفظ جلف (جیم کے زبر کے ساتھ) بھی منقول ہے جو جلفۃ کی جمع ہے اور جس کے معنی ہیں خشک روٹی کا ٹکڑا، کہ جس کے ذریعہ بھوک کو دفع کیا جائے۔

4141- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَّمُجَاهِدُ بْنُ مُوسٰى قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ شُمَيْلَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِحْصَنٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ مُعَافًى فِىْ جَسَدِهٖ اٰمِنًا فِىْ سِرْبِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا

حضرت سلمہ بن عبید اللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ایسے عالم میں صبح کرے کہ اس کا جسم سلامت ہو۔ زندگی پر امن ہو اس کے پاس اس دن کی خوراک موجود ہو تو گویا اس کے لئے دنیا سمیٹ دی گئی ہو۔

شرح

حضرت مقدام ابن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا" انسان (اگر اپنے پیٹ کو حد سے زیادہ بھر لے تو اس) نے پیٹ سے بدتر کوئی برتن نہیں بھرا (کیونکہ پیٹ کو زیادہ بھرنے سے جو برائیاں اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان کا کوئی شمار نہیں، ابن آدم کے لئے بس چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پشت کی ہڈی کو سیدھا اور کھڑا

4141: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2346

رکھیں تا کہ وہ اطاعت الٰہی کی بجا آوری اور بقدر ضرورت اپنی معاشی جدوجہد کو جاری رکھنے پر قادر رہ سکے، ہاں اگر ضروری ہو یعنی کوئی پیٹ بھرنا ہی چاہتا ہو اور کھانے کی کم سے کم مقدار کفایت پر قناعت نہ کر سکتا ہو تو اس کو چاہئے کہ پیٹ کے تین حصے کرے ایک حصہ کھانے کے لئے ہو ایک حصہ پانی کے لئے ہو اور ایک حصہ سانس کی آمد و رفت کے لئے خالی چھوڑ دے تا کہ دم گھٹنے کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا نہ ہو جائے" (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف، جلد چہارم: حدیث نمبر 1118)

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ واجب تو یہ ہے کہ کھانے کے معاملہ میں اس حد سے تجاوز نہ کیا جائے جو پیٹھ کو قائم رکھنے یعنی جسمانی توانائی کو برقرار رکھنے کے لئے کافی ہو اور یہ بھی اس لئے تا کہ اللہ کے احکام بجالانے کی طاقت وقدرت حاصل رہے، ہاں اگر کوئی شخص اس حد کفایت پر قناعت نہ کر سکے اور وہ اس حد سے تجاوز کرے یعنی زیادہ مقدار میں کھانے کی خواہش رکھے تو وہ بھی بس اسی قدر زیادہ کھائے جو پیٹ کے تین حصوں میں سے ایک حصے کو بھر دے، باقی دو حصوں میں سے ایک حصہ پانی کے لئے اور ایک حصہ خالی رہنا چاہئے اپنی خوراک کی مقدار میں اس آخری حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔

واضح رہے کہ اس حدیث میں پہلے تو پیٹ کو ان معمولی برتنوں کی طرح ایک برتن قرار دیا گیا ہے جو گھر کی ضروریات میں کام آتے ہیں اور اس طرح یہ اشارہ فرمایا گیا کہ پیٹ ایک بے حیثیت چیز ہے، پھر یہ واضح فرمایا کہ برتنوں میں بھی (یہ پیٹ) گویا سب سے برا برتن ہے کیونکہ عام طور پر تمام برتن انہی کاموں میں استعمال کئے جاتے ہیں جن کے لئے ان کو بنایا گیا ہے، اس طرح پیٹ کا اصل موضوع یہ ہے کہ اس میں خوراک کی بس اتنی مقدار ڈالی جائے جو جسمانی توانائی کو باقی رکھنے کے لئے ضروری ہو اور اگر اس کو ضرورت سے زیادہ بھرا جائے تو نہ صرف اس کے مقصد سے تجاوز ہوگا بلکہ اس کی وجہ سے ایسی برائیاں اور خرابیاں پیدا ہوں گی جو دین و دنیا دونوں کو نقصان پہنچائیں گی اس اعتبار سے پیٹ گویا سب سے برا برتن ہوا۔

بھوک کے دس فوائد کا بیان

بھوک "بظاہر بڑا بھیانک لفظ ہے اور آج کی دنیا کا نہایت سنگین مسئلہ ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ اگر بھوک کا تعلق" قوت لایموت " تک کے فقدان سے ہو اور کوئی انسان نان جویں کی اس مقدار سے بھی محروم رہے جس کا بقاء زندگی کے لئے پیٹ میں پہنچنا ضروری ہے تو واقعۃ وہ "بھوک "انسان کے لئے پیغام اجل سے کم نہیں، لیکن اگر "بھوک "سے مراد کم کھانا، یا وقتا فوقتا فاقہ ہو، تو وہ بھوک بھی ہماری اس دنیا کے نقطہ نظر سے چاہے کتنا ہی سنگین مسئلہ ہو مگر حقیقت میں اس بھوک کے جو فوائد ہیں علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور روحانی نقطہ نظر سے ہیں ان کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بعض حضرات نے ان فوائد کو بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے، چنانچہ ایک اونچے درجہ کے اسلامی محقق اور عارف باللہ حضرت شیخ ابو حامد رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بھوک میں دس فوائد پوشیدہ ہیں۔

اول یہ کہ قلب اور بصارت کی صفائی حاصل ہوتی ہے کیونکہ پیٹ کا بھرا ہوا ہونا طبیعت کو سست و کند، قلب کو بوجھل اور دماغ پر انجارات کو غلبہ کر دیتا ہے، دوسرے یہ کہ قلب میں رقت و نرمی اور پاکیزگی آتی ہے اور اس کی وجہ سے دل یاد الٰہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، تیسرے یہ کہ طبیعت و مزاج میں انکسار پیدا ہوتا ہے اور اس تکبر و حرص اور عشرت پسندی کا خاتمہ ہوتا ہے جو طغیان و سرکش کا

مبداء ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسان کا نفس، جس قدر انکسار پسند بھوک کی حالت میں ہوتا ہے کہ اس قدر انکسار اور کسی چیز سے پیدا نہیں ہوتا۔ چوتھے یہ کہ عذاب الٰہی آفات وبلاء قدرت اور اہل بلاء فراموش نہیں ہوتے، چنانچہ جو لوگ ہر وقت اپنا پیٹ بھرا رکھتے ہیں وہ نہ تو بھوک کی اذیت کو محسوس کر سکتے ہیں اور نہ بھوکوں کو یاد کر سکتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ نیند کا غلبہ کم ہوتا ہے اور بیداری کی کیفیت طاری رہتی ہے، کیونکہ جو شخص پیٹ کو کھانے سے بھر لیتا ہے وہ پانی بھی بہت پیتا ہے، زیادہ پانی پینا، نیند کی زیادتی کا سبب ہوتا ہے اور نیند کی زیادتی نہ صرف یہ کہ عبادت وطاعت، جیسے تہجد وغیرہ کو فوت کرتی ہے، طبیعت کو مکدر اور دل کو سخت بناتی ہے بلکہ زیادہ سونا، گویا عمر کو ضائع کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ عمر، بہت اعلیٰ جوہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے عطا نہیں کیا ہے کہ اس کو بیکار گنوایا جائے بلکہ اس کو انسان کے حق میں راس المال بنایا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ اپنے دینی و دنیاوی معاملات کی صلاح وفلاح کے امور انجام دے۔ علاوہ ازیں نیند ایک طرح کی موت ہے۔

لہٰذا اپنے اوپر نیند کو غالب رکھنا گویا عمر کو چھوٹی کرنا۔ چھٹے یہ کہ عبادت وطاعت کی پابندی وہمیشگی حاصل ہوتی ہے کیونکہ جو شخص زیادہ کھاتا ہے اس کے اوقات کا زیادہ حصہ کھانے پینے کی مشغولیت میں صرف ہوتا ہے مثلاً اس کو کچھ وقت تو بازار سے سودا سلف لانے اور اشیاء خوراک کی فراہمی میں لگانا پڑتا ہے، کچھ وقت کھانے کی تیاری میں صرف ہوتا ہے، کھانا کھاتے وقت بھی کافی وقت دینا پڑتا ہے اور پھر کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے اور کھانے کے بعد منہ کی صفائی اور خلال کرنے اور بار بار پانی کے لئے پانی کی جگہ آنے جانے جیسے کاموں میں بھی کافی وقت صرف ہوتا ہے، غرضیکہ بہت ہی وقت کا خرچ ہے اور اگر ان اوقات کو کھانے پینے کی مشغولیات سے بچا کر عبادت وطاعت اور ذکر ومناجات میں لگائے تو کہیں زیادہ فائدہ حاصل کرے۔

مشہور عالم اور بزرگ حضرت علامہ تستری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت علی جرجانی رحمہ اللہ کو ستو پھانکتے دیکھا تو عرض کیا کہ حضرت ایسی کون سی وجہ پیش آ گئی جو آپ ستو پھانک رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ بھئی کیا پوچھتے ہو، میں نے ایک دن حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ ایک چپاتی کھانے کے دوران اتنا وقت صرف ہوتا ہے جتنا کہ ستر تسبیحات پڑھنے میں (میں نے سوچا کہ اس طرح تو روٹیاں کھانے میں، بہت وقت لگتا ہے۔

اور اس وقت کو بچا کر دوسرے مفید کاموں میں صرف کیا جا سکتا ہے) لہٰذا میں نے روٹیاں کھانے چھوڑ دیں اور چالیس برس سے ایک چپاتی بھی نہیں کھائی ہے بلکہ بھوک کی شدت کم کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً ستو پھانک لیا کرتا ہوں۔ ساتویں یہ کہ کم کھانے کی وجہ سے بدن کی صحت وتندرستی بحال رہتی ہے اور امراض کا دفعیہ ہوتا ہے کیونکہ اکثر امراض کا سبب کھانے کی زیادتی اور کھانے پینے میں بے اعتدالی ہوتی ہے، پھر زیادہ کھانے کی وجہ سے امراض صرف پیدا نہیں ہوتے بلکہ وہ عبادت سے باز رکھتے ہیں اور تشویش وفکر میں مبتلا کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وقت کا بڑا حصہ، حکیم ڈاکٹر کے پاس آتے جاتے، علاج معالجہ کرنے اور دواء وغیرہ کی فراہمی میں صرف ہوتا ہے اور سب چیز جو محنت مشقت اور پریشانی برداشت کرنا پڑتی ہے وہ اس کے علاوہ ہوتی ہے لہٰذا انسان اگر کم کھانے اور وقتاً فوقتاً فاقہ کرتا رہے تو ان پریشانیوں سے نجات مل جائے۔ آٹھویں یہ کہ حصول معاش کی جدوجہد اور روزی کمانے کی محنت مشقت زیادہ نہیں کرنا پڑتی، کیونکہ جو شخص کم کھانے کی عادت ڈال لیتا ہے اس کے لئے تھوڑی سی محنت مشقت سے حاصل کیا

ہو تو تھوڑا سا مال واسباب بھی کافی ہو جاتا ہے۔

نویں یہ کہ ایثار واحسان اور صدقہ وخیرات کے داعیہ کو پورا کرنے پر آسانی سے قدرت حاصل ہوتی ہے، یعنی کم کھانے کی صورت میں جو کھانا اپنی خوراک سے بچ جاتا ہے اس کو غریب ومسکین اور فقیر ومحتاج کو بطور صدقہ دینا زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔ اور ظاہر ہے کہ صدقہ وخیرات کرنے والا شخص قیامت کے دن اپنے اس صدقہ وخیرات کے سایہ میں رحمت الٰہی سے بہرہ مند ہوگا، نیز یہ حقیقت بھی سامنے آنی چاہئے کہ انسان جو کچھ خود کھاتا پیتا ہے اس کو تو وہ گویا بیت الخلاء میں جا کر جمع کر دیتا ہے اور جو کچھ فقیر ومحتاج پر صدقہ وخیرات کرتا ہے اس کو اپنے لئے ذخیرہ آخرت کر دیتا ہے کہ وہ وہاں سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت جزاء پائے گا۔

اور دسواں یہ کہ جو بھوک کے مذکورہ بالا فائدوں میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے ان خواہشات وجذبات کی بیخ کنی ہوتی ہے جو انسان کو ہر طرح کے گناہ پر ابھارتے ہیں اور نفس امارہ پر غلبہ وقابو حاصل ہو جاتا ہے، کیونکہ کم کھانا ہر طرح کی نفسانی خواہش کو مارتا ہے اور شہوانی خواہشات کو مضمحل کر دیتا ہے اور یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ دین ودنیا کی تمام سعادتیں اور بھلائیاں اس امر میں پوشیدہ ہیں کہ انسان اپنے نفس کا مالک اور اس پر قابو یافتہ ہو اور ہر طرح کی شقاوت وبدبختی اس میں پوشیدہ ہے کہ انسان اپنے نفس کا غلام بن جائے اور خود پر اس کو قابو دے دے۔

4142- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَّاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَاِنَّهُ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَلَيْكُمْ

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس شخص کا جائزہ لو جو تم سے کم تر حیثیت کا مالک ہے' اس شخص کا جائزہ نہ لو جو تم سے برتر حیثیت کا مالک ہے۔ یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو حقیر نہیں سمجھ گے۔

ابومعاویہ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں' تمہارے اوپر (جو نعمت ہے اسے حقیر نہیں سمجھو گے)

4143- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ابْنُ الْاَصَمِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ اِنَّمَا يَنْظُرُ اِلٰى اَعْمَالِكُمْ وَقُلُوْبِكُمْ

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع روایت کے طور پر نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور اموال کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے اعمال اور دلوں (کی کیفیت) کی طرف دیکھتا ہے۔

4142 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 7356' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2513

4143 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6489

بَاب مَعِيشَةِ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اہل خانہ کے طرز زندگی کا بیان

4144- حَدَّثَنَا اَبُوبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنْ كُنَّا اٰلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَمْكُثُ شَهْرًا مَّا نُوْقِدُ فِيْهِ بِنَارٍ مَّا هُوَ اِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ اِلَّا اَنَّ ابْنَ نُمَيْرٍ قَالَ نَلْبَثُ شَهْرًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' ہم لوگ' حضرت محمد ﷺ کے گھر والے' ہمیں مہینہ گزر جاتا تھا' ہمارے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی وہاں صرف کھجور اور پانی ہوتا تھا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ہم مہینہ گزار لیتے تھے۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت (یعنی ازواج مطہرات اور متعلقین) نے دو روز مسلسل جو کی روٹی سے پیٹ بھرا ہو (چہ جائیکہ گیہوں کی روٹی سے) یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ (بخاری ومسلم مشکوۃ شریف۔ جلد چہارم حدیث نمبر 1162)

دو روز مسلسل سے یہ واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کا معمول یہی تھا کہ اگر ایک دن پیٹ بھر کر کھایا تو دوسرے دن بھوکے رہے اور یہ اس وجہ سے تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشحالی وترفہ کی زندگی پر فقر وافلاس کی زندگی کو ترجیح دی تھی اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا بھر کے خزانوں کی پیش کش ہوئی اور حکم ہوا اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں تو مکہ کے پہاڑوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سونے میں تبدیل کر دیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا بھر کے خزانوں اور سونے کے پہاڑوں کو تبدیل کرنے کے بجائے فقر اور تنگدستی ہی کو اختیار کیا اور فرمایا کہ میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھروں اور ایک دن بھوکا رہوں، تاکہ جس دن پیٹ بھروں اس دن اللہ کا شکر ادا کروں اور جس دن بھوکا رہوں اس دن صبر کروں۔

مذکورہ بالا حدیث سے بعض لوگوں کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی کے آخری حصہ میں غنی ومالدار ہو گئے تھے، کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی آخری عمر میں واقعتاً غنی ہو گئے تھے تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس کہنے کے کیا معنی ہوں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک یہی معمول رہا کہ انہوں نے کبھی مسلسل دو دن تک جو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا؟ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ جب آخری زمانہ نبوی میں اسلام کو طاقت اور غلبہ ملا اور مجاہدین اسلام نے مختلف علاقوں کو فتح کیا تو اس صورت میں مال غنیمت کا مقررہ حصہ حضور صلی

4144 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7376

اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ملا اور تھوڑا بہت مال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا رہا مگر روایات صحیحہ شاہد ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مال کو بھی اپنے پاس کبھی نہیں رکھا، بلکہ جس طرح آتا اسی طرح اس کو اپنے پروردگار کی خوشنودی کی راہ میں خرچ کر دیتے اور خود ہمیشہ کی طرح خالی ہاتھ رہ جاتے، البتہ دل کا غنا اور بڑھ جاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت یہ تھی کہ مسلسل کئی کئی راتیں بھوک میں گزار دیتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت کو رات کا کھانا میسر نہیں ہوتا تھا اور وقتاً فوقتاً کھانا میسر ہونے کی صورت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دسترخوان پر عام طور سے جس چیز کی روٹی ہوتی تھی وہ جو تھا۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ ہمارے زمانہ کے غریب و نادار لوگوں اور فقراء میں سے کوئی بھی شخص اتنی سخت زندگی نہ تو گزاتا ہے اور نہ گزار سکتا ہے جتنی سخت زندگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزارتے تھے اور یہ شان اس ذات گرامی کی تھی جو نہ صرف افضل البشر بلکہ افضل الانبیاء ہے جس کے چشم و ابرو کے اشارے پر دنیا بھر کی نعمتیں اس کے قدموں میں آ سکتی تھیں۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طرز زندگی میں غریب و نادار مسلمانوں کے لئے بڑی تسلی واطمینان کا سامان پوشیدہ ہے۔ واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس قدر فقر و افلاس کی زندگی گزارنا اور بھوک کی صعوبت کو برداشت کرنا کوئی اضطرار و مجبوری کے درجہ کی چیز نہیں تھی بلکہ یہ اپنے قصد و اختیار کا نتیجہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ دنیا کی لذات اور نعمتوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتے تھے، قوت لایموت پر قناعت کرتے اور اپنی اور اپنے اہل بیت کی ضروریات پر فقراء و مساکین اور دیگر ضرورت مندوں کی ضروریات کو ترجیح دے کر ایثار نفس پر عمل پیرا تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی سخت زندگی گزارتے تھے۔

4145- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ يَأْتِىْ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ مَا يُرٰى فِىْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِهِ الدُّخَانُ قُلْتُ فَمَا كَانَ طَعَامُهُمْ قَالَتِ الْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ غَيْرَ اَنَّهُ كَانَ لَنَا جِيْرَانٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ جِيْرَانُ صِدْقٍ وَّكَانَتْ لَهُمْ رَبَائِبُ فَكَانُوْا يَبْعَثُوْنَ اِلَيْهِ اَلْبَانَهَا قَالَ مُحَمَّدٌ وَّكَانُوْا تِسْعَةَ اَبْيَاتٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ کے اہل خانہ پر کوئی مہینہ ایسا بھی آتا تھا کہ آپ کے کسی ایک گھر میں بھی دھواں نظر نہیں آتا تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے دریافت کیا: یہ لوگ کیا کھایا کرتے تھے؟ تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: دو سیاہ چیزیں کھجور اور پانی' البتہ ہمارے کچھ انصاری پڑوسی تھے۔ وہ بڑے مخلص پڑوسی تھے۔ ان کی کچھ بکریاں تھیں وہ ان کا دودھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں اس وقت نبی اکرم ﷺ کے 9 گھر تھے۔

4146- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ

4145: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْتَوِىْ فِى الْيَوْمِ مِنَ الْجُوْعِ مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهٖ بَطْنَهٗ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ایک دفعہ بھوک کی شدت کی وجہ سے آپ کا پیٹ ساتھ چپکا ہوا تھا آپ کو اتنی کھجوریں بھی نہیں ملی تھیں کہ جن کے ذریعے آپ اپنا پیٹ بھر لیتے۔

4147- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى اَنْبَاَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مِرَارًا وَّالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا اَصْبَحَ عِنْدَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعُ حَبٍّ وَّلَا صَاعُ تَمْرٍ وَّاِنَّ لَهٗ يَوْمَئِذٍ تِسْعَ نِسْوَةٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے! آج محمد کے گھر والوں کے پاس ایک صاع اناج بھی نہیں تھا اور ان کے پاس ایک صاع کھجوریں بھی نہیں تھیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی 9 ازواج تھیں۔

4148- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَسْعُوْدِىُّ عَنْ عَلِىِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصْبَحَ فِىْ اٰلِ مُحَمَّدٍ اِلَّا مُدٌّ مِّنْ طَعَامٍ اَوْ مَا اَصْبَحَ فِىْ اٰلِ مُحَمَّدٍ مُدٌّ مِّنْ طَعَامٍ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آج صبح "آل محمد" کے پاس صرف اناج کا ایک "مد" تھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) صبح کے وقت "آل محمد" کے پاس اناج کا ایک "مد" بھی نہیں تھا۔

4149- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِىٍّ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْاَكْرَمِ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَكَثْنَا ثَلَاثَ لَيَالٍ لَّا نَقْدِرُ اَوْ لَا يَقْدِرُ عَلٰى طَعَامٍ

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم پر تین راتیں ایسی گزری تھیں کہ ہمیں کوئی کھانا نہیں ملا۔

4150- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ

4146: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7387

4147 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4148: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4149: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4150 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بِطَعَامٍ سُخْنٍ فَأَكَلَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا دَخَلَ بَطْنِي طَعَامٌ سُخْنٌ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھنا ہوا کھانا پیش کیا گیا جب آپ نے اسے کھالیا اور کھا کر فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ہر طرح کی حمد اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے اتنے عرصے کے بعد میرے پیٹ میں بھنا ہوا کھانا داخل کیا ہے۔

بَاب ضِجَاعِ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کے بستر کا بیان

4151- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ خَالِدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ ضِجَاعُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدَمًا حَشْوُهُ لِيْفٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے سے بنا ہوا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

4152- حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى عَلِيًّا وَّفَاطِمَةَ وَهُمَا فِيْ خَمِيْلٍ لَهُمَا وَالْخَمِيْلُ الْقَطِيْفَةُ الْبَيْضَاءُ مِنَ الصُّوْفِ قَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَّزَهُمَا بِهَا وَوِسَادَةٍ مَحْشُوَّةٍ اِذْخِرًا وَّقِرْبَةٍ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے وہ دونوں اس وقت اپنی چادر میں لیٹ چکے تھے (راوی کہتے ہیں) "خمیل" اون سے بنی ہوئی سفید چادر کو کہتے ہیں یہ چادر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں دی تھی اس کے علاوہ ایک تکیہ تھا جس میں "اذخر" گھاس بھری ہوئی تھی اور ایک مشکیزہ تھا۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ، کہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ فرماتے تھے چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 243)

تکیہ کرتے تھے "یعنی اس پر ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے یا سوتے وقت اس کو سر کے نیچے رکھتے تھے، ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سونے کے لئے اور آرام کی خاطر، بچھونا اور تکیہ بنانا مستحب ہے، بشرطیکہ عیش وعشرت اور آسودگی نفس میں انہماک اور اسراف کے طور پر نہ ہو، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ کو پسند کرتے تھے اور سوتے وقت اس کو سر کے نیچے رکھتے تھے اور اس پر ٹیک لگا کر

4151 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5415 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4138

4152 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 3384

پہنتے بھی تھے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اگر کوئی شخص تکیہ اور خوشبو دے تو اس کو قبول کرنے سے انکار نہ کرنا چاہئے۔

یہ اور ان جیسی دوسری روایتوں سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی زندگی میں زہد و استغناء اختیار کئے ہوئے تھے اور دنیا کی متاع اور لذتوں سے اعراض کرتے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس بھی موٹے جھوٹے اور پھٹے پرانے کپڑوں پر مشتمل ہوتا تھا، منقول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا بھی لباس میسر آ جاتا اس کو پہن لیتے اس میں کسی تکلف و اہتمام کے روادار نہیں ہوتے تھے، البتہ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی نفیس و عمدہ کپڑا آ گیا، تو بیان جواز کے لئے اس کو بھی زیب تن فرمالیا لیکن پھر فوراً ہی وہ کپڑا کسی دوسرے شخص کو عنایت فرما دیا، لہٰذا عمدہ و نفیس ہی کپڑے پہننے کی قید اپنے اوپر عائد کر لینا، یا عمدہ و نفیس کپڑا پہننے کی عادت اختیار کر لینا اور اس سلسلے میں بیجا تکلف و اہتمام کرنا سنت کے خلاف ہے اگرچہ اصل کے اعتبار سے مباح ہے۔

لیکن یہ بھی واضح رہے کہ اگر کوئی اچھے کپڑے پہننے کی استطاعت و حیثیت کے باوجود محض بخل اور خست کی بنا پر موٹے جھوٹے اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے، یا لوگوں پر اپنے زہد و تقویٰ کا سکہ جمانے کے لئے اور یا حرص و طمع کے تحت لوگوں سے مانگنے کے لئے ریاکاری کے طور پر معمولی قسم کے خستہ و بوسیدہ کپڑے پہنے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی بلکہ بعض ارباب خیر و مشیخت کے بارے میں یہ منقول ہے کہ انہوں نے اپنی پرہیزگاری اور اپنے بلند مقام روحانیت کو چشم اغیار سے چھپانے کے لئے، یا تحدیث نعمت کے طور پر اپنی خوشحالی کو ظاہر کرنے کے لئے عمدہ اور نفیس کپڑے پہنے۔ حاصل یہ کہ اگر اللہ نے کسی کو خوشحالی کی نعمت عطا کی ہے اور وہ مالی طور پر اچھی حیثیت و استطاعت رکھتا ہے تو اس کو اعلیٰ و نفیس کپڑے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ وہ اسراف و تکبر کی حد کو نہ پہنچے کیونکہ میانہ روی ہر جگہ اور ہر عمل میں محمود و مطلوب ہے۔

4153- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ أَبُو زُمَيْلٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَبَّاسِ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى حَصِيرٍ قَالَ فَجَلَسْتُ فَإِذَا عَلَيْهِ إِزَارٌ وَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ وَإِذَا الْحَصِيرُ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ وَإِذَا أَنَا بِقَبْضَةٍ مِنْ شَعِيرٍ نَحْوِ الصَّاعِ وَقَرَظٍ فِي نَاحِيَةٍ فِي الْغُرْفَةِ وَإِذَا إِهَابٌ مُعَلَّقٌ فَابْتَدَرَتْ عَيْنَايَ فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَمَا لِي لَا أَبْكِي وَهَذَا الْحَصِيرُ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِكَ وَهَذِهِ خِزَانَتُكَ لَا أَرَى فِيهَا إِلَّا مَا أَرَى وَذَلِكَ كِسْرَى وَقَيْصَرُ فِي الثِّمَارِ وَالْأَنْهَارِ وَأَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ وَصَفْوَتُهُ وَهَذِهِ خِزَانَتُكَ قَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَنَا الْآخِرَةُ وَلَهُمُ الدُّنْيَا قُلْتُ بَلَى

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میں بیٹھ گیا تو اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تہبند باندھا ہوا تھا اس تہبند کے علاوہ آپ کے جسم پر کوئی اور لباس نہیں تھا۔ چٹائی کا نشان آپ کے پہلو پر لگا ہوا تھا۔ وہاں مٹھی بھر "جو" موجود تھے جو ایک صاع کے قریب تھے اور

4153: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کمرے کے کنارے میں (چمڑے سکھانے والا) مصالہ رکھا ہوا تھا کچھ چمڑے لٹکے ہوئے تھے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا' ابن خطاب تم کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کی: اللہ کے نبی! میں کیوں نہ روؤں۔ یہ چٹائی اس نے آپ کے پہلو پر نشان ڈال دیا ہے اور یہ ساز و سامان ہے جو مجھے نظر آ رہا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور وہاں قیصر اور کسریٰ ہیں جو پھلوں اور نہروں کے اندر رہ رہے ہیں۔ جبکہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور آپ کا سامان اتنا سا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ ہمیں آخرت مل جائے اور ان لوگوں کو دنیا مل جائے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں (راضی ہوں)۔

شرح

چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ یعنی وہی چٹائی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر تھا جس کو چارپائی پر ڈال کر اس پر آپ لیٹے ہوئے تھے یا وہ چٹائی زمین پر بچھی ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کھری چٹائی پر استراحت فرما رہے تھے اور بعض عبارتوں سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو چارپائی تھی وہی کھجور کی رسیوں سے بنی ہوئی تھی جیسا کہ چارپائیوں کو بان سے بنا جاتا ہے۔ "رمال" راء کے پیش اور زبر دونوں کے ساتھ اصل میں رمل کی جمع ہے اور مرمول (یعنی بنے ہوئے کے) معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ مخلوق کے معنی میں خلق استعمال ہوتا ہے۔ "لیف" (لام کے زیر اور راء کے جزم کے ساتھ) کھجور کی چھال کو کہتے ہیں! حاصل یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو تکیہ مبارک تھا وہ چمڑے کا تھا اور اس میں روئی وغیرہ کے بجائے کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، چنانچہ جو لوگ غریب و نادار ہوتے ہیں، روئی وغیرہ کا تکیہ بنانا ان کی استطاعت سے باہر ہوتا ہے وہ کھجور کی چھال کو کوٹ کر نرم کر لیتے ہیں اور اس کو تکیہ میں بھر لیتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امت کے حق میں مالی وسعت اور رزق کی فراخی کی دعا کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو درخواست کی، اس کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقر کو اختیار کر کے اتنی سخت زندگی گزار رہے ہیں اور اپنے آپ کو اس حال میں رکھے ہوئے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقر کو اختیار کر کے اتنی سخت زندگی گزار رہے ہیں اور اپنے آپ کو اس حال میں رکھے ہوئے تو انہوں نے سوچا کہ اگر پوری امت بھی اسی فقر و افلاس میں مبتلا رہی اور اس کو معاشی زندگی کی غربت و دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تو اس امت کے وہ لوگ جو مضبوط عقیدہ و مزاج کے نہیں ہوں گے، اتنی سخت زندگی کی تاب نہیں رکھ پائیں گے اور ناقابل برداشت دشواریوں میں مبتلا ہو جائیں گے لہذا انہوں نے ایسے لوگوں کے مناسب حال یہی جانا کہ انہیں مالی وسعت و فراخی عطا ہو جائے۔

لیکن طیبی رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل مقصد خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے لئے مالی وسعت و فراخی کی خواہش کرنا تھا، مگر انہوں نے اس بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عظمت کے مناسب نہیں سمجھا کہ براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس ادنیٰ اور ناپاک دنیا کی طلب کو ظاہر کریں، جیسا کہ ایک روایت میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نہایت گرم اور تنگ و تاریک کوٹھری میں ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں انہوں نے کوٹھری کے کونوں میں نظر دوڑائی تو دیکھا کہ بس

چمڑے کے دو چار ٹکڑے اور ایک دو باسن پڑے ہوئے ہیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غربت وخستہ حالی کا یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ ابن خطاب کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضور کی حالت دیکھ کر رو رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہوتے ہوئے اس حالت میں پڑے ہوئے ہیں اور قیصر وکسریٰ (جو اللہ کے نافرمان وسرکش بندے ہیں) کس قدر ناز ونعم اور عیش وراحت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس کے بعد روایت کے وہی الفاظ ہیں جو اوفی ہذایا بن الخطاب سے آخرت، اوپر حدیث میں نقل ہوئے طیبی کی یہ وضاحت بھی اگرچہ حقیقت کے بہت زیادہ قریب ہے لیکن خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ فان فارس وروم قد وسع علیھم کے پیش نظر پہلی توضیح زیادہ مناسب ہے۔

4154- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ وَّإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ أُهْدِيَتِ ابْنَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ فَمَا كَانَ فِرَاشُنَا لَيْلَةَ أُهْدِيَتْ إِلَّا مَسْكَ كَبْشٍ

●● حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رخصت ہو کر میرے پاس آئیں تو رخصتی کی رات ہمارا بستر دنبے کی کھال تھی۔

بَاب مَعِيشَةِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے طرز زندگی کے بیان میں ہے

4155- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَّأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالصَّدَقَةِ فَيَنْطَلِقُ أَحَدُنَا يَتَحَامَلُ حَتّٰى يَجِيْءَ بِالْمُدِّ وَإِنَّ لِأَحَدِهِمُ الْيَوْمَ مِائَةَ أَلْفٍ قَالَ شَقِيقٌ كَأَنَّهُ يُعَرِّضُ بِنَفْسِهِ

●● حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کرنے کا حکم دیتے تھے تو ہم میں سے کوئی ایک شخص جاتا بوجھ اٹھاتا اور پھر ایک مد (معاوضہ) لے کر آجاتا آج اس شخص کے پاس ایک سو ہزار (لاکھ) کی رقم ہے۔
شقیق (نامی راوی) بیان کرتے ہیں' حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا تھا۔

4156- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي نَعَامَةَ سَمِعَهُ مِنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ خَطَبَنَا

4154 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4155 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث:1415' ورقم الحدیث:1416' ورقم الحدیث:2273' ورقم الحدیث:4668' ورقم الحدیث 4669' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 2352' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث:2528' ورقم الحدیث:2529

4156 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث:7361' ورقم الحدیث:7363' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 2575

عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ نَأْكُلُهُ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتَّى قَرِحَتْ أَشْدَاقُنَا

◆◆ خالد بن عمر بیان کرتے ہیں' حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے منبر پر ہمیں خطبہ دیتے ہوئے یہ بتایا: مجھے اپنے بارے میں اچھی طرح یاد ہے کہ میں وہ ساتواں شخص تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا صرف درختوں کے پتے تھے یہاں تک کہ ہماری باچھیں چر گئی تھیں۔

4157-حَدَّثَنَا أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُمْ أَصَابَهُمْ جُوْعٌ وَهُمْ سَبْعَةٌ قَالَ فَأَعْطَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ لِكُلِّ إِنْسَانٍ تَمْرَةٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ان لوگوں کو بھوک لاحق ہوئی یہ سات افراد تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سات کھجوریں عطا کیں ان میں سے ہر ایک کے لئے' ایک کھجور تھی۔

شرح

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (بہت زیادہ) محبت رکھتا ہوں! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ دیکھ لو کیا کہہ رہے ہو؟ یعنی اچھی طرح سوچ لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو، کیونکہ تم ایک بہت بڑی چیز کا دعویٰ کر رہے ہو، ایسا نہ ہو کہ بعد میں اپنی بات پر پورا نہ اتر سکو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ اور تین بار اس جملہ کو ادا کیا! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم میری محبت کے دعوے میں سچے ہو تو پھر فقر کے لئے پاکھر تیار کر لو کیونکہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اس کو فقر وافلاس اس پانی کے بہاؤ سے بھی زیادہ جلد پہنچتا ہے جو اپنے منتہا کی طرف جاتا ہے "اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1176)

تجفاف "کے معنی ہیں "پاکھر "اور پاکھر اس آہنی جھول کو کہتے ہیں جو میدان جنگ میں ہاتھی گھوڑے پر ڈالی جاتی ہے تاکہ ان کا جسم زخمی ہونے سے بچا رہے جیسا کہ زرہ، سوار سپاہی کے جسم کو نیزہ وتلوار وغیرہ کے زخم سے محفوظ رکھتی ہیں۔ یہاں حدیث میں "پاکھر "کے ذریعہ "صبر واستقامت" کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس طرح پاکھر ہاتھی گھوڑے کے جسم کو چھپاتا ہے۔ اسی طرح صبر واستقامت اختیار کرنا، فقر وفاقہ کی زندگی کا سرپوش بنتا ہے حاصل یہ کہ صبر واستقامت کی راہ پر بہر صورت گامزن رہو، خصوصا اس وقت جب کہ فقر وافلاس تمہاری زندگی کو گھیر لے تاکہ تمہیں مراتب ودرجات کی بلندی ورفعت نصیب ہو۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے پوری طرح سرشار ہوتا ہے اس کو فقر وفاقہ کا جلد پہنچنا اور اس پر دنیاوی آفات وبلاؤں اور سختیوں کا کثرت سے نازل ہونا ایک یقینی امر ہے کیونکہ منقول ہے کہ دنیا میں جن لوگوں

4157 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5411' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2474

کو سب سے زیادہ آفات شدائد کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ انبیاء ہیں ان کے بعد درجہ بدرجہ ان لوگوں کا نمبر آتا ہے جو عقیدہ و عمل کے اعتبار سے اعلیٰ مرتبہ کے ہوتے ہیں پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہی انبیاء میں سے تھے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص پر واضح فرمایا کہ اگر واقعتاً تم میری محبت رکھو گے تو میرے تئیں تمہاری محبت جس درجہ کی ہوگی اسی درجہ کی دنیاوی سختیوں اور پریشانیوں کا تمہیں سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ یہ اصول ہے المرء مع من احب (یعنی جو شخص جس کو دوست رکھتا ہے اسی جیسی حالت میں رہتا ہے) حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشاد "فقر کے لئے پاکھر تیار کرلو" کے ذریعہ بطور کنایہ اس امر کی تلقین فرمائی کہ فقر و فاقہ کے وقت صبر کی راہ پر چلنے کے لئے تیار رہو کیونکہ یہ صبر ہی ہے جو فقر افلاس کی آفتوں اور صعوبتوں کو برداشت کرنے کی طاقت بہم پہنچاتا ہے، دینی و دنیاوی ہلاکت تباہی سے محفوظ رکھتا ہے، جزع و فزع اور شکوہ شکایت کی راہ سے دور رکھتا ہے اور غضب الٰہی سے بچاتا ہے حضرت شیخ آگے فرماتے ہیں کہ "اس حدیث سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کئے بغیر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز حیات پر عمل پیرا ہوئے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دعویٰ بالکل ناروا اور جھوٹ ہے۔ کیونکہ حقیقت میں اسوہ نبوی کی اتباع اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں اور محبوب کی اتباع و پیروی کے بغیر محبت کا دعویٰ درست ہو ہی نہیں سکتا، ان المحب لمن یحب مطیع، تاہم واضح رہے کہ حب نبی کا یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے کہ کسی مسلمان کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حیات کی کامل اتباع کو اپنا شیوہ بنالینا اس بات کی علامت ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تئیں دعویٰ محبت میں بالکل سچا اور درجہ کمال کا حامل ہے۔ اگرچہ "محبت" کی حقیقت و ماہیت یہ ہے کہ انسان کا کسی کی طرف اندر سے کھنچنا اور اس کے دل کا اس محبوب کی خوبیوں، اس کی ذات و صفات کی تحسین اور اس کی شکل و صورت اور عادات و اطوار کی تعریف و توصیف سے معمور ہو جانا کہ وہ اپنے محبوب کو سب سے اچھا دیکھنے اور سب سے اچھا جاننے لگے۔ مگر جیسا کہ پہلے بتایا گیا تکمیل محبت کا انحصار، محبوب کی کامل اتباع اور پیروی پر ہے، اگر باطنی تعلق و محبت کے ساتھ عمل و اتباع کی دولت بھی نصیب ہو تو اصل اور کامل محبت وہی کہلائے گی ورنہ محض دل میں محبت کا ہونا اور زبان سے اس کا اعتراف و اقرار بھی کرنا، مگر عمل و اتباع کی راہ میں غفلت و کوتاہی کا شکار ہونا، محبت کے ناقص ہونے کی دلیل ہے، جیسا کہ عمل کے بغیر ایمان درجہ تکمیل تک نہیں پہنچاتا۔

4158- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرٍو عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ) قَالَ الزُّبَيْرُ وَأَيُّ نَعِيمٍ نُسْأَلُ عَنْهُ وَإِنَّمَا هُوَ الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ سَيَكُونُ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بن عوام اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"اس دن تم سے ضرور بالضرور نعمتوں کے بارے میں حساب لیا جائے گا"۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کون سی نعمت کے بارے میں حساب لیا جائے گا؟ وہ تو صرف دو سیاہ چیزیں تھیں کھجور تھی اور

4158 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3356

پانی تھا۔ لیکن اب وہ جلد ہی مل جائیں گی۔

نعمتوں کے متعلق سوال صرف کفار سے ہوگا یا مؤمنین سے بھی ہوگا

بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں بھی کفار سے خطاب ہے یعنی جو کافر مال و دولت پر فخر کرتے تھے، ان کے دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ان سے کہا جائے گا کہ چونکہ تم نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا، اس لئے تم کو یہ عذاب ہو رہا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان سے حساب کے وقت نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے کہ کیا تم نے ان نعمتوں کا شکر ادا کیا؟

بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیت مؤمنین اور کفار دونوں کے لئے عام ہے، اگر کافروں سے سوال ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ نعمتیں عطا فرمائیں لیکن تم اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں لائے اور تم نے اس کے رسول کا انکار کیا اور اس کے پیغام کو قبول نہیں کیا اور اگر یہ سوال مؤمنین سے ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ اے مؤمنو! تم نے جو نیک اعمال کئے تھے وہ تو ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے بھی کافی نہ تھے، جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا کی تھیں، تا کہ مؤمنین یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کی خطاؤں سے درگزر فرمایا ہے اور ان کو ثواب میں جنت عطا فرمائی ہے، یہ محض اللہ کا ان پر فضل ہے ورنہ ان کے نیک اعمال تو ان نعمتوں کے شکر کے لئے بھی کافی نہ تھے، جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی تھیں۔ درج ذیل حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نعمتوں کے متعلق سوال مؤمنین سے بھی کیا جائے گا۔

مؤمنین سے نعمتوں کے سوال پر دلائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی دن یا کسی رات کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گھر سے باہر آئے تو آپ کو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے، آپ نے ان سے پوچھا کہ تم اس وقت باہر کیوں نکلے ہو؟ انہوں نے کہا، یا رسول اللہ! بھوک کی وجہ سے، آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، میں بھی اسی سبب سے باہر آیا ہوں جس سبب سے تم آئے ہو، پھر فرمایا: تم میرے ساتھ چلو، پھر آپ ایک انصاری کے گھر گئے، اس وقت وہ انصاری گھر میں نہیں تھا، جب اس کی اہلیہ نے آپ کو دیکھا تو کہا: مرحبا! آپ اپنے لوگوں میں آئے ہیں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے؟ اس نے کہا، وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گیا ہے، اتنے میں وہ انصاری آ گیا، اس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صاحبین کی طرف دیکھا، پھر کہا: الحمد للہ! آج سے پہلے میرے گھر اتنے مکرم اور معظم مہمان نہیں آئے، پھر وہ اٹھ کر گیا اور ادھ پکی اور تازہ پکی ہوئی کھجوروں کے خوشے اور چھوارے لے کر آیا اور کہا: آپ حضرات ان کو تناول فرمائیں، پھر اس نے چھری پکڑی، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے فرمایا: دودھ دینے والی بکری کو ذبح نہ کرنا، اس نے بکری ذبح کی اور انہوں نے اس بکری کا گوشت کھایا اور ان خوشوں سے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا اور خوب سیر ہوگئے آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن تم سے آج کی ان نعمتوں

کے متعلق سوال کیا جائے گا، تم اپنے گھروں سے بھوکے نکلے، پھر گھروں میں لوٹنے سے پہلے تم کو یہ نعمتیں مل گئیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: 2038، (سنن ترمذی رقم الحدیث: 2369)

نیز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: روٹی کا وہ ٹکڑا جو تمہاری بھوک دور کرے اور اتنا کپڑا جس سے تمہاری شرم گاہ چھپ سکے اور وہ غار جو تمہیں گرمی اور سردی سے بچائے، ان تین نعمتوں کے علاوہ باقی نعمتوں کا تم سے سوال کیا جائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص 28)

جن نعمتوں کا سوال کیا جائے گا، ان کے متعلق آثار صحابہ اور اقوال تابعین

جن نعمتوں پر سوال کیا جائے گا، وہ حسب ذیل ہیں: (۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، وہ امن اور صحت ہے۔

(۲) سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے، وہ صحت اور فراغت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت لوگ فریب خوردہ ہیں: صحت اور فراغت۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 6412، (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۳۰۴)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ سماعت اور بصارت ہے، قرآن مجید میں ہے:

(بنی اسرائیل: ۳۶) بے شک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بندے کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تجھے کان اور آنکھ اور مال، اولاد نہیں دیئے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: 2968، (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۳۰)

(۴) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: وہ کھانے اور پینے کی جگہ ہے۔

(۵) حسن بصری نے کہا، وہ صبح کا ناشتہ اور رات کا کھانا ہے۔

(۶) مکحول نے کہا، وہ سیر ہو کر کھانا اور پینا ہے، اور سایہ دار مکان اور میٹھی نیند ہے۔

(۷) مجاہد نے کہا: دنیا کی ہر لذت کے متعلق قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔

ان نعمتوں پر سوال کے متعلق احادیث سے استدلال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم (التکاثر: ۸) تو لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! کس نعمت کے متعلق ہم سے سوال کیا جائے گا، یہ تو صرف کھجور اور پانی ہے اور دشمن موجود ہے اور تلواریں ہمارے کندھوں پر ہیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک یہ سوال کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: 3357)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو بلائے گا اور اس کو اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس سے اس کی عزت اور وجاہت کے متعلق اس طرح سوال کرے گا، جس طرح اس سے اس کے مال کے متعلق سوال کرے گا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۳۵۱، المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۱۸، اس کی سند ضعیف ہے)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ابن آدم کا صرف

ان چیزوں میں حق ہے، اس کی رہائش کا گھر ہو، وہ کپڑا جس سے اس کی شرم گاہ چھپ جائے اور روٹی کا ٹکڑا اور پانی۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: 2341)

یہ تمام وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ بندہ نے ان کا شکر ادا کیا ہے یا نہیں، اور شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت جس لئے دی ہے، اس نعمت کو اس مقصد میں خرچ کیا جائے اور اس نعمت پر دل سے، زبان سے اور دیگر اعضاء سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کی تعظیم کی جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سب سے پہلے بندہ سے قیامت کے دن جس نعمت کا سوال کیا جائے گا وہ یہ ہے کہ کیا ہم نے تمہارا تندرست جسم نہیں بنایا تھا اور تم کو ٹھنڈے پانی سے سیر نہیں کیا تھا؟ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۵۸ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۷۳۶۴ المستدرک ج ۴ ص 138)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: قیامت کے دن ابن آدم دو قدم بھی نہیں چل سکے گا حتیٰ کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا: (۱) اس نے اپنی عمر کن کاموں میں خرچ کی؟ (۲) اس نے اپنی جوانی کو کن کاموں میں گنوایا؟ (۳) اس نے اپنا مال کہاں سے حاصل کیا؟ (۴) اس نے اپنا مال کن کاموں میں خرچ کیا؟ (۵) اس نے اپنے علم کے موافق کتنا عمل کیا؟ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۴۱۶ مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۵۲۷۱ معجم کبیر رقم الحدیث: ۹۷۷۲ معجم صغیر رقم الحدیث: ۷۶۰ الکامل لابن عدی ج ۲ ص 763 تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۴۰)

4159- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ وَهْبِ ابْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ اَزْوَادَنَا عَلٰى رِقَابِنَا فَفَنِيَ اَزْوَادُنَا حَتّٰى كَانَ يَكُوْنُ لِلرَّجُلِ مِنَّا تَمْرَةٌ فَقِيْلَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَاَيْنَ تَقَعُ التَّمْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَقَدْنَاهَا وَاَتَيْنَا الْبَحْرَ فَاِذَا نَحْنُ بِحُوْتٍ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بھیجا ہم تین سو افراد تھے ہم نے اپنے کھانے کا سامان اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ وہ سامان ختم ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ہم میں سے ہر ایک شخص کو ایک کھجور ملا کرتی تھی ان سے کہا گیا۔ اے ابوعبداللہ! ایک کھجور سے ایک آدمی کا کیسے گزارا ہو سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: جب ہمیں اس کی کمی کا سامنا کرنا پڑا تو گزارہ کرنا پڑا۔ جب ہم سمندر کے کنارے پہنچے تو وہاں ایک مچھلی موجود تھی جس کو سمندر نے باہر پھینک دیا تھا پھر ہم اٹھارہ دن تک اسے کھاتے رہے۔

بَاب فِي الْبِنَاءِ وَالْخَرَابِ

یہ باب تعمیرات کے بیان میں ہے

4159. اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 2483' ورقم الحدیث: 2983' ورقم الحدیث: 4360' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 4977' ورقم الحدیث: 4978' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2475' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 4362

4160-حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِى السَّفَرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَّنَا فَقَالَ مَا هٰذَا فَقُلْتُ خُصٌّ لَّنَا وَهِىَ نَحْنُ نُصْلِحُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُرَى الْاَمْرَ اِلَّا اَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ

◈ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس سے گزرے ہم اس وقت اپنے جھونپڑے ٹھیک کر رہے تھے نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: یہ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے جواب دیا: یہ ہمارے جھونپڑے ہیں ہم انہیں ٹھیک کر رہے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ معاملہ اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ ہوگا۔ (یعنی قیامت قریب آنے والی ہے)

4161-حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِىُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى بْنِ اَبِىْ فَرْوَةَ حَدَّثَنِىْ اِسْحٰقُ بْنُ اَبِىْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبَّةٍ عَلٰى بَابِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ مَا هٰذِهٖ قَالُوْا قُبَّةٌ بَنَاهَا فُلَانٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَالٍ يَّكُوْنُ هٰكَذَا فَهُوَ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَبَلَغَ الْاَنْصَارِىَّ ذٰلِكَ فَوَضَعَهَا فَمَرَّ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ فَلَمْ يَرَهَا فَسَاَلَ عَنْهَا فَاُخْبِرَ اَنَّهٗ وَضَعَهَا لِمَا بَلَغَهٗ عَنْكَ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ

◈ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ ایک انصاری شخص کے دروازے پر موجود ''قبہ'' کے پاس سے گزرے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: یہ کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا: یہ ''قبہ'' ہے جو فلاں شخص نے بنایا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس طرح کا مال قیامت کے دن اس کے مالک کے لئے وبال کا باعث ہوگا۔ جب اس انصاری کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے اسے گرا دیا پھر نبی اکرم ﷺ اس کے بعد وہاں سے گزرے آپ نے اسے نہیں دیکھا۔ آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا: آپ کو بتایا گیا کہ اس شخص نے اسے گرا دیا ہے کیونکہ اسے آپ کے اس فرمان کا پتہ چل گیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے! اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے!

4162-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ ابْنِ الْعَاصِ عَنْ اَبِيْهِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُنِىْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنَيْتُ بَيْتًا يُكِنُّنِىْ مِنَ الْمَطَرِ وَيُكِنُّنِىْ مِنَ الشَّمْسِ مَا اَعَانَنِىْ عَلَيْهِ خَلْقُ اللّٰهِ تَعَالٰى

◈ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' مجھے اچھی طرح یاد ہے میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا (یعنی آپ کے زمانہ اقدس کی بات ہے) میں نے ایک گھر بنایا جو مجھے بارش سے بچائے اور دھوپ سے محفوظ رکھے۔ اللہ کی مخلوق میں سے کسی ایک نے

4160: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 5235' ورقم الحدیث: 5236' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2335

4161: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4162: اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6302

بھی میری مدد نہیں کی۔ (یعنی وہ سارا کام میں نے خود کیا تھا)

4163- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ قَالَ اَتَيْنَا خَبَّابًا نَعُوْدُهٗ فَقَالَ لَقَدْ طَالَ سَقَمِىْ وَلَوْلَا اَنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُهٗ وَقَالَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيُؤْجَرُ فِىْ نَفَقَتِهٖ كُلِّهَا اِلَّا فِى التُّرَابِ اَوْ قَالَ فِى الْبِنَاءِ

◆◆ حارثہ بن مضراب بیان کرتے ہیں' ہم لوگ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کی عیادت کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: میری بیماری شدید ہوگئی ہے اگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا:

''موت کی آرزو نہ کرو!'' تو میں اس کی ضرور آرزو کرتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: آدمی کو اپنے ہر خرچ کرنے کا اجر ملے گا۔ ماسوائے اس کے جو مٹی میں ہو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) جو تعمیرات میں خرچ ہو۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارے قائد وسردار وہ لوگ ہوں کہ جو تم میں کے بہترین لوگ ہیں، تمہارے دولت مند لوگ سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشوروں سے انجام پاتے ہوں (یعنی مسلمان ایک مرکز پر متحد و متفق ہوں اور اپنے تمام معاملات وامور ایک رائے ہو کر طے کرتے ہوں) تو اس وقت زمین کی پشت تمہارے لئے زمین کے پیٹ سے بہتر ہوگی (یعنی ایسے مبارک زمانہ میں زندگی سے موت سے بہتر ہوگی کیونکہ اس صورت میں تمہیں کتاب وسنت کے مطابق عمل کرنے اور دین کی راہ پر چلنے کی توفیق نصیب ہوگی اور ظاہر ہے وہ لوگ نہایت خوش بخت ہیں جنہیں حسن عمل کے ساتھ طویل زندگی ملے اور جب تمہارے قائد وسردار وہ لوگ ہوں جو تم میں کے بدترین یعنی فاسق وفاجر اور ظالم لوگ ہیں تمہارے دولت مند لوگ بخیل ہوں اور تمہارے معاملات کی باگ دوڑ عورتوں کے ہاتھ میں ہو، تو اس وقت زمین کا پیٹ تمہارے لئے زمین کی پشت سے بہتر ہوگا (یعنی ایسے زمانہ میں مرنا، جینے سے بہتر ہوگا۔ اس روایت کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1299)

مطلب یہ ہے کہ وہ معاشرہ بہت بدنصیب ہوتا ہے جس میں لوگ اپنے معاملات عورتوں کے سپرد کر دیتے ہیں، درآنحالیکہ عورتیں مردوں کی بہ نسبت عقل اور دین دونوں میں کمزور اور ناقص ہونے کی وجہ سے اس طرح کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتیں، اسی لئے فرمایا شاوروھن وخالفوھن یعنی عورتوں سے مشورہ ضرور لو لیکن کرو ان کی رائے کے خلاف، اسی طرح وہ مرد بھی عورتوں ہی کے حکم میں ہیں جو انہی جیسے احوال رکھتے ہیں یعنی جن مردوں پر جاہ ومال کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے، جو یہ نہیں جانتے کہ کیا چیز دین کو نقصان پہنچاتی ہے، کونسا کام دین وشریعت کے خلاف ہے کسی بھی چیز اور کسی بھی معاملہ کا کیا انجام ہو سکتا ہے تو وہ بھی یقیناً عورتوں کی طرح عقل ودین دونوں کے اعتبار سے کمزور ہوتے ہیں لہٰذا ایسے مردوں کو بھی اپنا مقتدا اور رہنما بنانا اور اپنی زمام

4163: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 970' ورقم الحدیث: 2483

کاران کو سونپ دینا پورے معاشرہ کو تباہی وخرابی سے دوچار کرتا ہے۔

حدیث کا ظاہری اسلوب یہ تقاضا کرتا ہے کہ جب پہلے جزء میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تمہارے معاملات باہمی مشوروں سے طے پاتے ہوں تو دوسرے جز میں یوں فرمانا چاہئے تھا کہ تمہارے معاملات باہمی اختلاف رائے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس طرح فرمانے کی بجائے یہ فرمانا کہ تمہارے معاملات کی باگ دوڑ عورتوں کے ہاتھ میں ہو۔ گویا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپس میں پیدا ہونے والے اختلاف اور تنازعات عام طور پر عورتوں کی اتباع کرنے اور ان کے کہے پر چلنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

بَاب التَّوَكُّلِ وَالْيَقِينِ

یہ باب توکل اور یقین کے بیان میں ہے

توکل کے معنی ومفہوم کا بیان

لغت میں وکل او کول کا لفظ آتا ہے جس کے معنی ہیں سونپ دینا، سپرد کر دینا، کسی پر بھروسہ کر کے کام چھوڑ دینا اس کا اسم وکالت اور رکالت ہے اسی لفظ سے توکل نکلا ہے جس کے معنی اپنے عجز و بیچارگی کو ظاہر کرنے اور دوسرے پر اعتماد وبھروسہ کرنے ہیں، اس کا اسم تکلان ہے، اصطلاح شریعت میں توکل اس کو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے معاملہ وکام کو اللہ کے سپرد کر دے اپنی تدبیر وسعی کو ترک کر دے اور اپنی ذاتی طاقت وقدرت سے بے پرواہ ہو کر تقدیر اور رضائے الٰہی پر کامل اعتماد کرے، یعنی اس بات پر یقین رکھے کہ اپنی تدبیر وسعی اور ذاتی طاقت وقدرت، اللہ کی مشیت اور اس کے فیصلہ کو بدل نہیں سکتا، جو لکھا ہی نہیں گیا وہ رونما نہیں ہو سکتا۔ یوں تو توکل کا تعلق تمام امور اور معاملات پر ہوتا ہے لیکن اکثر اس کا استعمال رزق کے بارے میں ہوتا ہے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ توکل کا جو اصل مفہوم ہے وہ اس بات پر اعتماد وبھروسہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے رزق کا ضامن ہے۔

حصول معاش کے لئے جائز وحلال ظاہری وسائل وذرائع کو ترک کرنا گو توکل کے صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ اصل اعتماد وبھروسہ ان وسائل وذرائع پر نہ ہو۔ چنانچہ توکل کا تعلق اصل میں دل سے ہے اگر دل میں حق تعالیٰ کے ضامن ہونے کا یقین جاگزین ہو گیا تو توکل کا مفہوم پورا ہو جائے گا۔ گویا اعضاء عمل کو معطل کر دینا اور ہاتھ پاؤں ڈال کر اپاہج بن جانا توکل کے صحیح ہونے کے لئے لازم نہیں ہوگا اور نہ حصول معاش کے لئے ظاہری تدبیر وسعی کرنا اس کے منافی ہوگا رہی یہ بات کہ بعض زاہدان طریقت اور درویش صفت طالبان معرفت حصول معاش کے ظہری اسباب ووسائل کو ترک کر دیتے ہیں تو ان کا وہ عمل محض ایک استثنائی حیثیت رکھتا ہے اور اس بات سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مقام توکل ثابت ہو جائے نفس زیادہ سے زیادہ ریاضت ومجاہدہ میں مشغول رہے اور نظر امید اسباب وذرائع سے منقطع ہو جائے، نیز اس امر پر کامل یقین حاصل ہو جائے کہ ظاہری اسباب وذرائع رزق پہنچنے کے لئے شرط کا درجہ نہیں رکھتے۔

بعض حضرات نے توکل کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ بندہ کا حق اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر اعتماد ویقین کے سبب حصول معاش کے اسباب وذرائع اور کسب وعمل کی پابندیوں سے مطلق آزاد ہو جانا، لیکن یہ توکل کا وہ مقام ہے جو ابتدائی حالت میں اختیار کیا جاتا ہے

یہ "آزاد" ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بندہ ان اسباب و وسائل اور کسب و عمل، رزق پہنچنے کے لئے حقیقی موثر و مسبب ہیں، چنانچہ جو بندہ توکل کے آخری مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے اور اس مقام کا منتہی ہوتا ہے۔

اس کا اسباب و وسائل اور کسب و عمل کو اختیار کرنا، اس کے حق میں توکل کے منافی نہیں ہوتا، اس کو اللہ کی رزاقیت پر کامل یقین و اعتماد اس وقت بھی حاصل رہتا ہے جب وہ اپنی روزی کے لئے اسباب و وسائل اور کسب و عمل میں مشغول ہوتا ہے اور اس وقت بھی اس کے اس یقین و اعتماد میں ذرہ برابر بھی رخنہ نہیں پڑتا جب وہ ان چیزوں کو بالکل ترک کر دیتا ہے، مثلاً اگر وہ منتہی کھجور کا پودا لگائے اور خرق عادت کے طور پر (یعنی خلاف عادت) وہ پودا اسی لحہ بارآور ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت صناعی پر اس کا یقین و اعتماد اس صورت میں اور اس صورت میں کہ کھجور کا پودا وہ عادت و محول کے مطابق کئی سال کے بعد پھل لائے یکساں ہوتا ہے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے دنیاوی اسباب و وسائل کے ذریعہ اور ظاہری عوامل و مسببات کی تربیت کے ساتھ وجود پذیر ہوتی ہے تو اس صورت میں صانع کی کمال قدرت کا مشاہدہ زیادہ یقین و اعتمال اور زیادہ پر تاثیر انداز میں ہوتا ہے کیونکہ اسباب کے بغیر یعنی خرق عادت کے طور پر جو چیز سامنے آتی ہے اس میں محض وہی ایک فعل ہوتا ہے، جب کہ ظاہری اسباب و وسائل کے ذریعہ ظاہر ہونے والی چیز کتنے ہی مضبوط و مربوط افعال و حالات اور کتنے ہی محکم احکام و قوانین قدرت کا مظہر ہوتی ہے، علاوہ ازیں ایک بات یہ بھی مدنظر رہنی چاہیے کہ اسباب و وسائل کو ترک کر دینا گویا ان چیزوں کو معطل و بیکار بنا دینا ہے جن کو حق تعالیٰ نے انسان ہی کے لئے پیدا کیا ہے اور جن کو اختیار کرنا منشاء قدرت کے خلاف نہیں ہے۔

پرندوں کا اللہ کی ذات پر توکل کرنے کا بیان

4164-حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِىْ ابْنُ لَهِيعَةَ عَنِ ابْنِ هُبَيْرَةَ عَنْ اَبِىْ تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو۔ جو توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں ضرور رزق عطا فرمائے گا جیسے وہ پرندے کو رزق عطا فرماتا ہے جو صبح خالی پیٹ جاتا ہے اور شام کو بھرے ہوئے پیٹ کے ساتھ واپس آتا ہے۔

شرح

توکل کا حق یہ ہے کہ اول تو اس بات پر پورا یقین و اعتقاد ہو کہ کسی بھی چیز کو وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ اور ہر موجودہ کو خواہ وہ جاندار یا غیر جاندار مخلوق ہو، یا رزق، کسی چیز کا ملنا ہو یا نہ ملنا ہو، ضرر ہو یا نفع ہو، غربت و افلاس ہو یا ثروت و مال داری ہو، مرض ہو یا صحت ہو اور موت ہو یا حیات ہو، غرضیکہ کوئی بھی چیز ہو، سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سب چیزیں اسی کی طرف سے ہیں، پھر اس امر کا پختہ اعتقاد ہو کہ رزق کا ضامن بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اور پھر اس یقین و اعتقاد کے ساتھ

4164: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2344

حصول معاش کی سعی و جہد میں اچھے طور طریقوں سے اور مناسب و معقول صورت میں مشغول ہو، یعنی کسب و کمائی میں زیادہ تعب و مشقت برداشت نہ کرے، حرص و لالچ میں مبتلا نہ ہو، ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کی جدو جہد نہ کرے اور کمانے کی دھن میں غرق نہ ہو جائے کہ حلال و حرام کی تمیز بھی نہ کر سکے۔

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا گمان یہ ہو کہ "توکل" نام ہے کسب و عمل کے ترک کر دینے کا "اور ہاتھ پاؤں کو معطل کر دینے اور اپاہج بن کر "پڑے رہنے کا کہ جس طرح کسی کپڑے کو زمین پر ڈال دیا جائے تو، وہ شخص نرا جاہل ہے۔ اور حضرت امام قشیری رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ "توکل کا اصل مقام قلب ہے اور حصول معاش کے لئے حرکت و عمل ایک ظاہری فعل ہے جو توکل کے منافی نہیں ہے بشرطیکہ اصل اعتماد اپنے کسب و عمل کی بجائے محض اللہ تعالیٰ پر ہو، اسی لئے حدیث میں پرندہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور وہ اگرچہ اپنی روزی کی تلاش میں نکلتا ہے اور سارے جہاں میں مارا مارا پھرتا ہے لیکن اس کا اصل اعتماد اللہ تعالیٰ ہی پر ہوتا ہے، نہ کہ اپنی طلب اور جدو جہد اور اپنی تدبیر و قوت پر لہٰذا اس سے واضح ہوا کہ انسان کا حصول معاش کے لئے معقول اور مناسب طریقہ پر جدو جہد اور سعی کرنا اللہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ کرنے کے منافی نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا آیت (وكأين من دابة لا تحمل رزقها الله يرزقها واياكم) ۔ یعنی اور کوئی جانور اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو بھی اور تمہیں بھی رزق عطا کرتا ہے۔

حاصل یہ کہ حدیث کا مفہوم اس امر سے آگاہ کرنا ہے کہ سعی جدو جہد اور کسب و عمل حقیقت میں رزق پہنچانے والا نہیں ہے بلکہ رزق پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح حدیث کا مقصد یہ بھی نہیں ہے کہ انسان کو اپنی روزی کمانے کے لئے حرکت و عمل سے باز رکھا جائے کیونکہ اللہ پر توکل و اعتماد کا تعلق دل سے ہے جو اعضائے ظاہری کی حرکت و عمل کے مطلقاً منافی نہیں ہے، گو بسا اوقات اعضاء و جوارح کی حرکت اور کسی کسب و عمل کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ رزق پہنچاتا ہے بلکہ توکل کی برکت تو یہاں تک ہوتی ہے کہ متوکل کو اپنا رزق لینے کے لئے حرکت بھی کرنا نہیں پڑتی بلکہ دوسرے حرکت کر کے اس تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق پہنچاتے ہیں جیسا کہ اس ارشاد ربانی کے عمومی مفہوم سے واضح ہوتا ہے۔ آیت (ومامن دابة في الارض الا على الله رزقها ۔ کہ جب کوے کے بچے انڈے سے باہر آتے ہیں تو بالکل سفید ہوتے ہیں اور کوا ان بچوں کو دیکھتا ہے تو وہ اسے بہت برے لگتے ہیں چنانچہ ان بچوں کو چھوڑ کر کوا چلا جاتا ہے۔ اور وہ تنہا پڑے رہ جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ ان کے پاس مکھی اور چیونٹیاں بھیجتا ہے جن کو وہ بچے چن چن کر کھاتے ہیں اور پرورش پاتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو اپنا رنگ بدل دیتے ہیں اور بالکل سیاہ ہو جاتے ہیں، پھر جب کچھ عرصہ کے بعد کوا ان بچوں کے پاس آتا ہے اور ان کو سیاہ رنگ کو دیکھتا ہے تو ان کو لے کر بیٹھ جاتا ہے اور ان کی پرورش کرنے لگتا ہے اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ بغیر حرکت و سعی کے بھی کسی طرح رزق پہنچاتا ہے۔

اس سلسلے میں کافی حکایتیں بیان کی جاتی ہیں لیکن یہ حکایت تو بہت ہی عجیب و غریب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح قبض کرنے والے فرشتے عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا کسی کی روح نکالتے وقت تجھے رحم بھی کبھی آیا ہے؟ عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں اے میرے پروردگار، ایک موقع پر تو مجھے بہت ہی رحم آیا تھا اور وہ اس وقت کا قصہ ہے جب کہ ایک کشتی ٹوٹ گئی تھی اور اس

کے لوگ پانی میں غرق ہو گئے تھے لیکن کچھ لوگ ڈوبنے سے بچ گئے تھے اور کشتی کے باقی ماندہ تختوں پر تیر رہے تھے، انہی میں ایک عورت تھی جو ایک تیرتے ہوئے تختے پر بیٹھی ہوئی اپنے شیر خوار بچے کو دودھ پلا رہی تھی، جبھی تیرا حکم ہوا کہ اس عورت کی روح قبض کر لی جائے چنانچہ میں نے اس عورت کی روح قبض کر لی، لیکن اس کے بچے پر بہت رحم آیا جو اس دریا میں ایک ٹوٹے ہوئے تختے پر تنہا رہ گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے اس بچے کا انجام کیا ہو؟ میں نے اس تیرتے ہوئے تختے کو ایک جزیرہ کے کنارے لگ جانے کا حکم دیا جہاں اس نے بچہ کو ساحل پر ڈال دیا، پھر میں نے ایک شیرنی اس بچے کے پاس بھیجی جس نے اس کو اپنا دودھ پلا پلا کر پرورش کیا، جب وہ کچھ بڑا ہو گیا تو میں نے کچھ جنات متعین کر دیئے تاکہ وہ اس بچے کو آدمیوں کی بول چال اور رہن سہن کی تعلیم دیں، یہاں تک کہ وہ ایک مضبوط جوان ہو گیا اور پھر علم وفضل میں کمال حاصل کرتا ہوا علماء کی صف میں داخل ہو گیا، دولت وامارت سے بہرہ مند ہوا اور آخر کار سلطنت کے مرتبہ کو پہنچ کر تمام روئے زمین کا بادشاہ وحکمران بن گیا، تب وہ اپنی اصل حقیقت کو بھول گیا، روئے زمین پر چلنے والی اس کی مطلق العنانی اس کی انسانیت وعبودیت کی سب سے بڑی دشمن بن گئی، اس نے عبودیت کے مرتبہ اور ربوبیت کے حقوق کو فراموش کر دیا اس کو یہ یاد نہ رہا کہ اللہ تو وہ ذات ہے جس نے اس کو دریا کی لہروں سے زندہ بچا کر اپنی قدرت کے ذریعہ پرورش وتربیت کے مراحل سے گزارا اور پھر اس مرتبہ تک پہنچایا کہ آج وہ تمام روئے زمین کا بادشاہ اور مطلق العنان حکمران بنا بیٹھا ہے، جانتے ہو وہ کون شخص تھا؟ وہ اس دنیا میں شداد کے نام سے مشہور ہوا ہے۔ بہر حال اہل ایمان کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بہت رحیم وکریم ہے وہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے، جب وہ اپنے دشمنوں کو رزق دیتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ان بندوں کو بھول جائے جو اس کے دوست اور محبوب ہیں۔

4165- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَلَّامِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ اَبِیْ شُرَحْبِيْلَ عَنْ حَبَّةَ وَسَوَآءٍ ابْنَیْ خَالِدٍ قَالَا دَخَلْنَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُعَالِجُ شَيْئًا فَاَعَنَّاهُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَا تَيْئَسَا مِنَ الرِّزْقِ مَا تَهَزَّزَتْ رُءُ وْسُكُمَا فَاِنَّ الْاِنْسَانَ تَلِدُهُ اُمُّهُ اَحْمَرَ لَيْسَ عَلَيْهِ قِشْرٌ ثُمَّ يَرْزُقُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

''حبہ'' اور سواء جو خالد کے صاحبزادے ہیں' بیان کرتے ہیں' ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کوئی کام کر رہے تھے۔ ہم نے اس میں آپ کی مدد کی آپ نے فرمایا: تم دونوں رزق سے مایوس نہ ہونا جب تک تمہارے سر ہلتے ہیں (یعنی زندگی بھر) کیونکہ آدمی کو جب اس کی ماں جنم دیتی ہے تو وہ اس وقت سرخ ہوتا ہے' اس وقت اس پر کھال بھی نہیں ہوتی پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے رزق عطا فرماتا ہے۔

4166- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَنْبَاَنَا اَبُوْشُعَيْبٍ صَالِحُ بْنُ زُرَيْقٍ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُمَحِیُّ عَنْ مُوْسَی بْنِ عُلَیِّ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةً فَمَنِ اتَّبَعَ قَلْبُهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِاَیِّ وَادٍ اَهْلَكَهُ وَمَنْ تَوَكَّلَ

4165: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4166: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ التَّشَعُّبَ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ابن آدم کے ذہن میں مختلف طرح کے خیالات ہوتے ہیں' جو شخص ان خیالات کی پیروی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ وہ کون سی وادی میں اسے ہلاکت کا شکار کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان خیالات کے حوالے سے اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

4167-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَمُوْتَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر ایک شخص مرتے وقت اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہو۔

4168-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ اَنْبَاَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِىْ كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَلَا تَعْجِزْ فَاِنْ غَلَبَكَ اَمْرٌ فَقُلْ قَدَرُ اللّٰهِ وَمَا شَآءَ فَعَلَ وَاِيَّاكَ وَاللَّوْ فَاِنَّ اللَّوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا پتہ چلا ہے: طاقت ور مومن' اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر ہوتا ہے ویسے دونوں ہی بہتر ہیں تم اس چیز کا لالچ رکھو جو تمہیں نفع دے اور تم مغلوب نہ ہونا۔ اگر معاملہ تم پر غالب آ جائے تو تم یہ کہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے وہ جو چاہے ویسا کرتا ہے اور تم ''اگر'' کہنے سے بچنا کیونکہ ''اگر'' شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

اللہ کی ذات پر کامل توکل کرنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس جہاد میں شریک تھے جو نجد کی اطراف میں ہوا تھا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد سے فارغ ہوئے اور واپس ہوئے تو جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی واپس ہوئے اسی سفر کے دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم دوپہر کے وقت ایک ایسے جنگل میں پہنچے جس میں کیکر کے درخت زیادہ تھے، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے ساتھ وہیں اتر پڑے اور تمام لوگ درختوں کے سایہ کی تلاش میں ادھر ادھر پھیل گئے (یعنی ہر شخص ایک درخت کے نیچے چلا گیا اور اس کے سایہ میں کچھ دیر استراحت کی خاطر لیٹ گیا) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کیکر کے ایک بڑے درخت کے نیچے فروکش ہو گئے اور اپنی

4167: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7158' ورقم الحدیث: 7159' اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 3113

4168: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

تلوار کو اس درخت کی ٹہنی میں لٹکا دیا (حضرت جابر کہتے ہیں) کہ ہم لوگ تھوڑی سی نیند لینے کی خاطر سو چکے تھے کہ اچانک ہم نے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں آواز دے رہے ہیں چنانچہ ہم لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٹے ہوئے ہیں اور وہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی کافر موجود ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے جمع ہونے پر فرمایا کہ یہ دیہاتی اس وقت جب کہ میں سو رہا تھا مجھ پر میری تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا اور جب میری آنکھ کھل گئی تو میں نے دیکھا کہ میری ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے، اس نے مجھ سے کہا کہ اب تمہیں کون مجھ سے بچائے گا؟ میں نے فوراً جواب دیا کہ میرا اللہ مجھے بچائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ کہی اور اس دیہاتی کو کوئی سزا نہیں دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے۔

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1232)

اور اس روایت میں کہ جس کو ابوبکر اسماعیلی نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے یہ الفاظ ہیں کہ اس دیہاتی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تلوار سونت کر کہا کہ اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ بچائے گا۔ یہ سنتے ہی دیہاتی کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار کو اٹھالیا اور فرمایا کہ اگر میں تمہیں قتل کرنا چاہوں تو بتاؤ کہ اب تمہیں کون مجھ سے بچائے گا؟ دیہاتی نے جواب دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بھلائی کے ساتھ گرفت کرنے والے ہیں (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان سے تو مجھے یہ امید ہے کہ میرے لئے انتقامی کاروائی نہیں کی جائے گی اور آپ از راہ لطف وکرم مجھے معاف کر دیں گے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلا شبہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے یہ فرمایا کہ اگر تمہیں میرے اوپر اتنا زیادہ اعتماد ہے تو پھر یقیناً یہ بات بھی اچھی طرح سمجھتے ہو گے کہ میری دعوت اسلام بالکل برحق اور مبنی بر صداق ہے۔

اس صورت میں تو تمہیں چاہئے کہ کلمہ پڑھ لو اور مسلمان ہو جاؤ (دیہاتی نے کہا کہ مسلمان تو نہیں ہو سکتا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عہد ضرور کرتا ہوں کہ نہ میں خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑوں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑیں گے۔ بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دیہاتی کو چھوڑ دیا اور جب وہ دیہاتی اپنی قوم میں آیا تو کہنے لگا کہ میں تمہارے درمیان ایک ایسے شخص کے پاس سے آ رہا ہوں جو سب سے بہتر انسان ہے۔ بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا روایت انہی الفاظ کے اضافہ کے ساتھ کتاب حمیدی اور امام محی الدین ہوری کی تصنیف ریاض الصالحین میں بھی منقول ہے۔ تشریح نجد لغت میں تو زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو عام سطح سے بلند ہو اور ویسے یہ جزیرۃ العرب کے ایک خاص علاقے کا نام ہے اور چونکہ یہ علاقہ ایک سطح مرتفع ہے اس لئے اس کو نجد کا نام دیا گیا ہے زمانہ قدیم میں نجد ایک بہت مختصر علاقہ پر مشتمل تھا مگر موجودہ جغرافیہ میں جزیرۃ العرب کے سارے وسطی علاقہ کو نجد کہا جاتا ہے، جس کا انتہائی طول تقریباً آٹھ سو میل اور انتہائی عرض تقریباً سو دو سو میل ہے، یہ شمال میں بادیۃ الشام کے جنوبی سرے سے شروع ہو کر جنت میں وادی الدواسر یا الربع انحالی تک اور عرضاً "احساء" سے حجاز تک پھیلا ہوا ہے۔ "عضاہ" اصل میں "عضہ" کی جمع ہے اور جس کا اطلاق ہر اس درخت پر ہوتا ہے جو کانٹے دار ہو اور

مجمع البحار میں لکھا ہے کہ "عضاہ" کیکر کے درخت کو کہتے ہیں اور جو درخت عضاہ سے بڑا ہو اس کو سمرہ کہا جاتا ہے۔

توکل کرنے کے ایک واقعہ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کا واقعہ کہ وہ ایک دن اپنے گھر والوں کے پاس آیا یعنی کہیں باہر سے آ کر گھر میں داخل ہوا تو اس نے گھر والوں پر محتاجگی اور فاقہ وفقر کے آثار دیکھے، وہ یہ دیکھ کر اپنے اللہ کے حضور اپنی حاجات پیش کرنے اور یکسوئی کے ساتھ اس کی بارگاہ میں عرض ومناجات کرنے کے لئے جنگل کی طرف چلا گیا، ادھر جب اس کی بیوی نے یہ دیکھا کہ شوہر کے پاس کچھ نہیں ہے اور وہ شرم کی وجہ سے گھر سے باہر چلا گیا ہے تو وہ اٹھی اور چکی کے پاس گئی، چکی کو اس نے اپنے آگے رکھا اس نے چکی کے اوپر کا پاٹ نیچے کے پاٹ پر رکھا اور یا یہ معنی ہیں کہ اس نے اس امید میں چکی کو صاف کیا اور تیار کر کے رکھ دیا کہ شوہر باہر سے آئے گا تو کچھ لے کر آئے گا اس کو پیس کر روٹی پکالوں گی پھر وہ تنور کے پاس گئی اور اس کو گرم کیا، اس کے بعد اللہ سے یہ دعا کی۔ الٰہی! ہم تیرے محتاج ہیں، تیرے غیر سے ہم نے اپنی امید منقطع کر لی ہے۔
تو خیر الرازقین ہے اپنے پاس سے ہمیں رزق عطا فرما۔ پھر جو اس نے نظر اٹھائی تو کیا دیکھتی ہے کہ چکی کا گرانڈ آٹے سے بھرا ہوا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب وہ آٹا گوندھ کر تنور کے پاس گئی تا کہ اس میں روٹیاں لگائے تو تنور کو روٹیوں سے بھرا ہوا پایا یعنی اللہ کی قدرت نے یہ کرشمہ دکھایا کہ خود بخود اس آٹے کی روٹیاں بن کر تنور میں جا لگیں یا یہ کہ آٹا تو اپنی جگہ چکی کے گرانڈ میں پڑا رہا اور تنور میں غیب سے روٹیاں نمودار ہو گئیں راوی کہتے ہیں کہ کچھ دیر بعد جب خاوند بارگاہ رب العزت میں عرض ومناجات اور دعا سے فارغ ہو کر گھر آیا تو بیوی سے پوچھا کہ کیا میرے جانے کے بعد تمہیں کہیں سے کچھ غلہ وغیرہ مل گیا تھا کہ تم نے یہ روٹیاں تیار کر رکھی ہیں؟ بیوی نے کہا ہاں یہ ہمیں اللہ کی طرف سے ملا ہے (یعنی یہ عام طریقہ کے مطابق کسی انسان نے ہمیں نہیں دیا ہے بلکہ یہ رزق محض غیب سے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے) خاوند نے یہ سنا تو اس کو بہت تعجب ہوا اور وہ اٹھ کر چکی کے پاس گیا اور چکی کو اٹھایا تا کہ اس کا کرشمہ دیکھے) پھر جب اس واقعہ کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورا قصہ سن کر فرمایا "جان لو "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر وہ شخص اس چکی کو اٹھا نہ لیتا تو وہ چکی مسلسل قیامت کے دن تک گردش میں رہتی اور اس سے آٹا نکلتا رہتا۔ (مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1238)

مذکورہ واقعہ کی صورت میں اللہ کی قدرت کا جو کرشمہ ظاہر ہوا وہ درحقیقت، فقر وفاقہ پر صبر اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل اعتماد وتوکل کرنے کا نتیجہ تھا۔ واضح رہے کہ یہ واقعہ کسی پچھلی امت کے کسی شخص کا نہیں ہے بلکہ امت محمدی کے ایک فرد کا ہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔

بَابُ الْحِكْمَةِ

یہ باب حکمت کے بیان میں ہے

4169- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ سَعِيدٍ

الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُمَا وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا

●● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حکمت کی بات مؤمن کی گمشدہ چیز ہے وہ جہاں اسے پاتا ہے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

شرح

حضرت علی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میں حکمت ودانائی کا گھر ہوں اور علی اس گھر کا دروازہ ہیں' اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ: بعض راویوں نے اس حدیث کو شریک تابعی سے نقل کیا ہے لیکن ان کی اس حدیث کی اسناد میں صنابحی کا ذکر نہیں ہے (جیسا کہ ان کی اور روایتوں کے سلسلہ اسناد میں اس کا نام کا ذکر آتا ہے) نیز اس روایت کو ثقات میں شریک کے علاوہ اور کسی سے ہم نہیں جانتے۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 711)

ایک روایت میں یوں آیا ہے انا مدینۃ العلم وعلی بابہا (یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہیں) ایک اور روایت میں آگے یہ الفاظ بھی ہیں فمن اراد العلم فلیاتہ من بابہ (یعنی پس جو شخص حصول علم کا آرزومند ہو اس کو اس دروازہ کے ذریعہ آنا چاہئے۔ "بہرحال "علی "دروازہ ہیں" سے یہ مراد نہیں ہے کہ تنہا علی ہی دروازہ ہیں، بلکہ یہ معنی مراد ہیں کہ علی دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں تاہم اس معنی میں بھی صرف حضرت علی کا ذکر ان کی فضیلت اور تکریم کا ظاہر کرتا ہے اور واقع میں حضرت علی ایسا رتبہ رکھتے بھی ہیں، اس میں کوئی شبہ بھی نہیں کہ طبقہ صحابہ میں علم وحکمت کا جو خصوصی درجہ کمال سیدنا علی کو حاصل ہے وہ چند ہی صحابہ کو نصیب ہوا اور اس اعتبار سے سیدنا علی کو اگر اکثر صحابہ کی بہ نسبت سب سے زیادہ علمی فضیلت وبزرگی رکھنے والا کہا جائے تو غیر موزوں نہیں ہوگا۔ رہی یہ بات کہ اس روایت کے ظاہری معنی کے مطابق تنہا علی کو دروازہ کیوں قرار دیا جائے اور دوسرے صحابہ کو بمنزلہ اور دروازہ کیوں مانا جائے، تو اس سلسلہ میں اس حقیقت کو نظر انداز نہ کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اکتساب فیض کرنے والے تمام ہی صحابہ امت کے لے مدار علم ہیں امت تک دین کا جو بھی علم پہنچا ہے وہ تمام صحابہ نے مشترک طور پر پہنچایا ہے، کسی بھی صحابی کے بارہ میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس امت کو علم نبوت تنہا اسی نے منتقل کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علوم دین کا واحد مدار اسی کی ذات ہے۔ اس کی دلیل میں بہت سی حدیثیں پیش کی جاسکتی ہیں ان میں سے ایک حدیث تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے کہ: اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم میرے تمام صحابہ آسمان ہدایت کے ستارے ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے علاوہ ازیں یہ بات تاریخی اور واقعاتی طور پر ثابت شدہ ہے کہ تابعین نے دین وشریعت کے جو مختلف علوم وفنون اخذ کئے جیسے قرأۃ تجوید، تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ، وہ سب انہوں نے تنہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اخذ نہیں کئے بلکہ تمام صحابہ سے اخذ کئے ہیں لہٰذا اس کے علاوہ چارہ نہیں کہ "بابیت یعنی علم وحکمت کے شہر کے دروازہ

4169: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2687

ہونے) کوتنہا حضرت علی کے حق میں منحصر نہ رکھا جائے۔ہاں اگر قضا (عدالت ومنصفی) کا علم وفن کے ساتھ مخصوص کر کے حضرت علی کے بارے میں یہ کہا جائے کہ ان کی ذات بے مثال تھی اور اس باب میں وہ تمام صحابہ پر فضیلت و برتری رکھتے تھے تو یقیناً بجا ہوگا کیونکہ ان کے حق میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے: انہ اقضاکم علی سب سے بڑے قاضی ہیں جیسا کہ حضرت ابی کے حق میں فرمایا انہ اقراءکم (ابی تم میں سب سے بڑے قاری ہیں) اور حضرت معاذ بن جبل کے حق میں فرمایا انہ اعلمکم بالحلال والحرام تم میں حلال وحرام کا علم سب سے زیادہ رکھنے والے ہیں۔

علامہ طیبی لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذکور تمثیل سے تمسک کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم وحکمت پہنچنے کا واحد ذریعہ حضرت علی ہیں ان کے واسطہ کے بغیر کسی کو اس (علم وحکمت) میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ گھر میں داخل ہونے کا اصل ذریعہ دروازہ ہی ہوسکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے واتو البیوت من ابوبھا اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو علم وحکمت کا گھر بتایا ہے اور اس گھر کا دروازہ حضرت علی کو قرار دیا ہے، اس لئے حضرت علی وہ "دروازہ" ہیں جس کے ذریعہ علم وحکمت کے "گھر" میں رسائی ہوسکتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ شیعہ جو کچھ کہتے ہیں اس کی ذرہ برابر دلیل اس حدیث میں نہیں ہے، بلاشبہ حضرت علی کو علم وحکمت کا گھر جنت کے گھر سے زیادہ وسیع وفراخ نہیں ہے؟

جب جنت کے آٹھ دروازے ہیں تو علم وحکمت کے گھر کے دروازے اس سے زیادہ کیوں نہیں ہوسکتے۔آخر میں یہ ذکر کردینا ضروری ہے کہ اس حدیث کا اصل ناقل ابی الصلت عبدالسلام بن صلاح ہروی ہے جو اگرچہ محدثین کے نزدیک "راست گو" ہے علاوہ ازیں اس حدیث کے بارے میں محدثین کم اختلافی اقوال ہیں بعض محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے تو بعض نے حسن۔

اسی طرح بعض نے اس کو "ضعیف" قرار دیا ہے تو بعض نے کہا ہے کہ "منکر" ہے یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور کچھ لوگوں نے اس کو "موضوع" قرار دینے کی بھی کوشش کی ہے تاہم حافظ ابوسعید نے وضاحت کردی ہے کہ یہ حدیث کی باعتبار طرق کے "حسن" ہے نہ صحیح ہے نہ ضعیف اور نہ موضوع، نیز محدثین نے اس حدیث کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے: انا مدینة العلم وابوبکر اساسها وعمر حیطانها وعثمان سقفها وعلی بابها: یعنی علم کا شہر ہوں، ابوبکر اس شہر کی بنیاد ہیں، عمر اس شہر کی فصیل ہیں، عثمان اس شہر کی چھت ہیں اور علی اس شہر کا دروازہ ہیں۔

4170- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: دو طرح کی نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے کا شکار ہیں ایک صحت اور دوسری فراغت۔

4170 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6412 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2304 ورقم الحدیث: 2304م

4171-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ جُبَيْرٍ مَوْلَى أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلِّمْنِي وَأَوْجِزْ قَالَ إِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ وَاجْمَعِ الْإِيَاسَ عَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے کسی چیز کی تعلیم دیں اور مختصر بات فرمائیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو یوں نماز پڑھو جیسے تم الوداعی نماز پڑھ رہے ہو اور جب کوئی بات کرو تو ایسی بات نہ کرو۔ جس پر بعد میں افسوس کرنا پڑے اور لوگوں کے پاس جو ہے اس کی طرف سے مکمل طور پر مایوس ہو جاؤ۔

4172-حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ زَيْدٍ عَنْ أَوْسِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِي يَجْلِسُ يَسْمَعُ الْحِكْمَةَ ثُمَّ لَا يُحَدِّثُ عَنْ صَاحِبِهِ إِلَّا بِشَرِّ مَا يَسْمَعُ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى رَاعِيًا فَقَالَ يَا رَاعِي أَجْزِرْنِي شَاةً مِنْ غَنَمِكَ قَالَ اذْهَبْ فَخُذْ بِأُذُنِ خَيْرِهَا فَذَهَبَ فَأَخَذَ بِأُذُنِ كَلْبِ الْغَنَمِ

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَاهُ إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا حَمَّادٌ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَقَالَ فِيهِ بِأُذُنِ خَيْرِهَا شَاةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: وہ شخص جو بیٹھ کر حکمت کی بات سنتا ہے اور پھر اپنے ساتھی کے ساتھ صرف بری بات ہی کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کسی چرواہے کے پاس آئے اور یہ کہے اے چرواہے! تم اپنی بکریوں میں سے ایک بکری مجھے دیدو! اور وہ کہے جاؤ! جو ان میں سے سب سے زیادہ بہتر ہو اس کا کان پکڑ لو پھر وہ شخص جائے اور بکریوں کے کتے کا کان پکڑ لے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: جاؤ اور ان میں سے جو سب سے بہتر بکری ہو اس کے کان پکڑ لو۔

بَابُ الْبَرَاءَةِ مِنَ الْكِبْرِ وَالتَّوَاضُعِ

یہ باب ہے کہ تکبر سے بچنا' عاجزی اختیار کرنا اور تواضع اختیار کرنا

متکبر کا جنت میں داخل نہ ہونے کا بیان

4173-حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ

4171: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4172: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

مخرج مسند ابو ماجه

مُسْلِمَةَ جَمِيعًا عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ وَّلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو ایسا شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے جتنا ایمان موجود ہو۔

شرح

ایمان سے مراد اصل ایمان نہیں ہے بلکہ ایمان کے ثمرات مراد ہیں جن کو فضائل و اخلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے خواہ ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے اور جو نورِ ایمان اور ظہورِ ایقان سے صادر ہوتے ہیں جہاں تک اصلی ایمان کا تعلق ہے وہ چونکہ تصدیق قلبی کا نام ہے اس لئے اس میں نہ تو زیادتی ہو سکتی ہے اور نہ کمی، اس اعتبار سے اس کو اجزاء میں منقسم بھی نہیں کیا جا سکتا البتہ اس کے شعبے اور شاخیں بہت ہیں جو اصل ایمان کی حقیقت و ماہیت سے خارج ہیں جیسے نماز روزہ اور زکوۃ وغیرہ اور اسی طرح اسلام کے ظاہری دوسرے تمام احکام یا جیسے تواضع اور ترحم اور اسی طرح وہ تمام چیزیں جو باطنی اوصاف و خصائل کا درجہ رکھتی ہیں چنانچہ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ الایمان بضع وسبعون شعبۃ۔ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں۔

ظاہر ہے کہ شاخوں اور اس کی اصل کے درمیان اتنا گہرا اور قریبی تعلق ہوتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم کا درجہ رکھتی ہیں لیکن اس کے باوجود حقیقت و ماہیت کے اعتبار سے کوئی بھی شاخ اپنی اصل کا مترادف نہیں ہو سکتی اس طرح اصل ایمان ایک الگ چیز ہے اور اسلام کے تمام ظاہری احکام و باطنی اخلاق و خصائل جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں جن کو اصل ایمان کی حقیقت و ماہیت میں شامل نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد الحیاء شعبۃ من الایمان۔ مذکورہ بالا قول کی دلیل ہے کیونکہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حیاء ایمان کے مفہوم میں داخل نہیں ہے۔

حدیث کے دوسرے جزء کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ اس کے نامہ اعمال میں تکبر کا گناہ موجود رہے گا جب وہ تکبر اور دوسری بری خصلتوں کی آلائش سے پاک و صاف ہو جائے گا تو اس وقت جنت میں داخل کیا جائے گا اور یہ کہ پاکی و صفائی یا تو اس صورت میں حاصل ہوگی کہ اللہ اس کو عذاب میں مبتلا کرے گا اور وہ عذاب اس آلائش کو دھو دے گا یا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو معاف کر دے گا اور معافی اس آلائش کو زائل کر دے گی، خطابی نے لکھا ہے کہ حدیث کے اس جزء کی دو تاویلیں ہیں ایک تو یہ کہ کبر سے کفر و شرک مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کفر و شرک کے مرتکب پر جنت کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ بند رہیں گے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ کبر سے مراد تو اس کے اپنے معنی ہی ہیں یعنی اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے برتر و بلند سمجھنا اور غرور گھمنڈ میں مبتلا ہونا البتہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ متکبر شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ اللہ کی رحمت اس پر متوجہ نہ ہو چنانچہ جب حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرنا چاہے گا تو اس کے دل میں سے کبر کو نکال باہر کرے گا اور پھر

اس کی کدورتوں سے پاک وصاف کر کے جنت میں داخل کر دے گا۔

ذرہ " سے یا تو چیونٹی مراد ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس جیسی سو چیونٹیاں مل کر ایک جو کے وزن کے برابر ہوتی ہیں یا وہ ریزہ غبار مراد ہے جو ہوا میں باریک نظر آتا ہے اور روشنی کے وقت چمکتا ہے۔ایک شخص نے عرض کیا۔ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ ایک شخص سے کون صحابی مراد ہیں چنانچہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس وقت جن صحابی نے مذکورہ بات عرض کی تھی وہ معاذ بن جبل تھے بعض حضرات نے عبداللہ بن عمرو بن العاص اور بعض حضرات نے ربیعہ بن عامر کا نام ذکر کیا ہے۔ " کوئی آدمی یہ پسند کرتا ہے "ان صحابی نے جو یہ سوال کیا تو اس کا ایک پس منظر تھا وہ یہ دیکھا کرتے تھے کہ جو لوگ غرور و تکبر کرتے ہیں اور اپنے علاوہ ہر ایک کو ذلیل وحقیر سمجھتے ہیں ان کے جسم پر اعلی اور نفیس لباس ہوتا ہے ان کے پیروں میں نہایت اعلی جوتیاں ہوتی ہیں اور ان کے کپڑے وغیرہ اعلی درجہ کے ہوتے ہیں چنانچہ جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ ارشاد سنا تو ان کو گمان ہوا کہ کہیں یہ چیزیں تو تکبر کی نشانیاں نہیں ہیں اور اعلی ونفیس لباس وغیرہ ہی سے تو تکبر پیدا نہیں ہوتا لہذا انہوں نے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی ذاتی خواہش پسند اور استطاعت کی بنا پر اچھے اچھے کپڑے پہنے اور عمدہ جوتے وغیرہ استعمال کرے اور اس کے خیال میں بھی یہ بات نہ ہو کہ وہ اپنے کپڑوں وغیرہ کے ذریعہ دوسروں پر اپنی امارت و بڑائی کا رعب ڈالے گا، لوگوں کو ذلیل وحقیر سمجھے گا اور اترا ہٹ و گھمنڈ کرے گا اور اس شخص کی اس نیت کی علامت یہ ہو کہ وہ جس طرح لوگوں کے سامنے اچھے کپڑے وغیرہ استعمال کرنا پسند کرتا ہو اسی طرح تنہائی میں بھی ان چیزوں کو پسند کرتا ہو تو کیا ایسے شخص پر بھی تکبر کا اطلاق ہوگا، حضور نے اپنے مذکورہ جواب کے ذریعہ واضح فرمایا کہ ایسے شخص پر تکبر کا اطلاق نہیں ہوگا بلکہ اس کا لباس عمدہ و زیب تن کرنا اور اچھے جوتے پہننا اس کی تہذیب وشائستگی اور اس کی خوش ذوقی کی علامت ہوگا جس سے شریعت نے منع نہیں کیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے کبر کی حقیقت بیان فرمائی کہ جس کبر کو مذموم قرار دیا گیا ہے وہ دراصل اس کیفیت وحالت کا نام ہے جو انسان کو حق آراستہ سے ہٹا دے یعنی توحید وعبادت الہی سے بے پرواہ بنا دے حق وصداقت سے سرکشی کرنے پر مائل کرے حقیقت تک پہنچنے سے روکے اور سچائی کو قبول کرنے سے باز رکھے اور مخلوق اللہ کو ذلیل وحقیر سمجھنے پر مجبور کرے بعض حضرات نے بطر الحق کے معنی جمال حق کو باطل کرنا لکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جمیل ہے " کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ذات وصفات میں اور اپنے افعال وقدرت میں اوصاف کاملہ سے موصوف ہے۔اور تمام ظاہری و باطنی حسن وجمال اسی کے جمال کا عکس ہیں اور جمال وجلال بس اسی کی ذات پاک کا خاصہ ہے بعض حضرات نے جمیل کے معنی آراستہ کرنے والے اور جمال بخشنے والے بیان کئے ہیں، بعضوں نے یہ کہا ہے کہ جمیل دراصل جلیل کے معنی میں ہے اس صورت میں اللہ جمیل کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام تر نور و بہجت اور حسن وجمال کا مالک ہے نیز بعض حضرات نے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ وہ اپنے بندوں کا اچھا کارساز ہے۔

تکبر کرنے والے کیلئے جہنم کی وعید کا بیان

4174-حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنِ الْأَغَرِّ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي مَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِّنْهُمَا أَلْقَيْتُهُ فِي جَهَنَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا ''ازار'' ہے جو ان میں سے کسی ایک کے حوالے سے میرا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے گا میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔

4175- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ وَهَارُوْنُ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِّنْهُمَا أَلْقَيْتُهُ فِي النَّارِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا ''ازار'' ہے۔ جو ان میں سے کسی ایک کے حوالے سے میرا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے گا میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔

شرح

میری چادر اور میرا تہبند ہے جیسے الفاظ حق تعالیٰ نے مثال کے طور پر فرمائے ہیں اور اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ یہ دونوں صفتیں یعنی کبرائی اور عظمت صرف میری ذات سے تعلق رکھتی ہیں جن میں کوئی بھی میرا ساجھی شریک نہیں ہوسکتا جیسے کسی کے لباس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا چنانچہ حق تعالیٰ کی کچھ صفات تو ایسی ہیں کہ جن میں کچھ حصہ بندوں کو بھی دیا گیا ہے جو صرف حق تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص ہیں اور جن کے ساتھ کوئی بندہ اپنے آپ کو بطریق مجاز بھی موصوف نہیں کرسکتا۔

اسی حقیقت کو مثال کے طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ جس طرح کوئی شخص ان کپڑوں کو نہیں پہن سکتا جو کسی دوسرے شخص کے جسم پر ہوں اسی طرح کبریائی اور حقیقی عظمت بڑائی کا بھی کوئی بندہ دعویٰ نہیں کرسکتا کیونکہ یہ دونوں صفتیں صرف میری ذات کے لئے موزوں ہیں اور مخصوص ہیں۔ کبریاء اور عظمہ، یہ دونوں لفظ لغت میں ایک ہی معنی کے حامل ہیں یعنی بزرگی اور بڑا ہونا لیکن حدیث کے ظاہری اسلوب سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے کہ ایک کو چادر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور دوسرے کو تہبند کے ساتھ لہٰذا اس فرق کو سامنے رکھتے ہوئے بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ کبریا تو صفت ذاتی ہے یعنی اللہ کی ذات کبیر و متکبر ہے خواہ دوسری اس حقیقت کو جانے یا نہ جانے اور عظمت کا لفظ حق تعالیٰ کی اس برائی کو بیان کرتا ہے جس کا ظہور اس کے غیر پر بھی ہوتا ہے کہ ساری مخلوق جانتی ہے کہ وہ ایسا بڑ ہے پس یہ حق تعالیٰ کی صفت اضافی ہوئی اور ذاتی صفت کا اضافی صفت سے اعلیٰ ہونا ضروری ہوتا ہے لہٰذا کبریائی کو چادر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ چادر تہبند سے اعلیٰ ہوتی ہے اور عظمت کو تہبند کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

4174: اخرجہ ابوداؤد فی ''السنن'' رقم الحدیث: 4084

4175: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4176-حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ دَرَّاجًا حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَّتَوَاضَعْ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ دَرَجَةً يَّرْفَعْهُ اللّٰهُ بِهٖ دَرَجَةً وَّمَنْ يَّتَكَبَّرْ عَلَى اللّٰهِ دَرَجَةً يَّضَعْهُ اللّٰهُ بِهٖ دَرَجَةً حَتّٰى يَجْعَلَهٗ فِيْ اَسْفَلِ السَّافِلِيْنَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کا ایک درجہ اختیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اس کا ایک درجہ بلند کرے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ایک درجہ تکبر اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایک درجہ پست کردے گا یہاں تک کہ اسے "اسفل سافلین" میں ڈال دے گا۔

4177-حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ وَسَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ زَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اِنْ كَانَتِ الْاَمَةُ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَتَاْخُذُ بِيَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَنْزِعُ يَدَهٗ مِنْ يَّدِهَا حَتّٰى تَذْهَبَ بِهٖ حَيْثُ شَآءَتْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فِيْ حَاجَتِهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' مدینہ منورہ کی کوئی بچی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ لیتی تھی تو آپ اپنا دست مبارک اس کے ہاتھ سے نہیں کھینچتے تھے' وہ بچی مدینہ منورہ میں جہاں چاہتی تھی' اپنے کام کے لئے' آپ کو ساتھ لے جاتی تھی۔

4178-حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُّسْلِمٍ الْاَعْوَرِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْكِ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَكَانَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ عَلٰى حِمَارٍ وَّيَوْمَ خَيْبَرَ عَلٰى حِمَارٍ مَّخْطُوْمٍ بِرَسَنٍ مِّنْ لِيْفٍ وَّتَحْتَهٗ اِكَافٌ مِّنْ لِيْفٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی عیادت کیا کرتے تھے۔ جنازے کے ساتھ جاتے تھے۔ غلاموں کی دعوت قبول کر لیتے تھے گدھے پر سوار ہو جایا کرتے تھے جنگ "قریظہ" اور جنگ "نضیر" کے دن آپ گدھے پر سوار تھے اور "خیبر" کے دن بھی آپ گدھے پر سوار تھے جس میں کھجور کی چھال کی لگام ڈالی ہوئی تھی اور اس پر کھجور کی چھال سے بنی ہوئی زین موجود تھی۔

4179-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ مَّطَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُّطَرِّفٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ خَطَبَهُمْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ

حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' آپ نے ان لوگوں کو خطبہ میں فرمایا: اللہ

4176: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4177: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4179: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4895

تعالیٰ نے میری طرف یہ بات وحی کی ہے کہ تم لوگ تواضع اختیار کرو اور کوئی شخص کسی دوسرے کو مقابلے میں فخر نہ کرے۔

عاجزی اختیار کرنے کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تواضع اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے لوگوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے چنانچہ وہ اپنی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کو ذلت وحقارت کی نظر میں دیکھتا ہے اور جو شخص لوگوں کے ساتھ تکبر وغرور کرتا ہے اللہ اس کے مرتبہ کو گرا دیتا ہے چنانچہ وہ لوگوں کی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے لیکن اپنی نظر میں خود کو بلند مرتبہ سمجھتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے یا سور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1042)

مطلب یہ ہے کہ متکبر ومغرور اگرچہ خود کو بڑا اور عزت دار سمجھتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنی مصنوعی بڑائی اور عزت دکھاتا ہے لیکن وہ اللہ کے نزدیک بھی ذلیل وحقیر ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بھی نہایت کمتر وبے وقعت رہتا ہے اس کے برخلاف جو شخص تواضع فروتنی اختیار کرتا ہے وہ اگرچہ اپنی نظر میں خود کو حقیر سمجھتا ہے اور لوگوں کے سامنے بھی اپنے آپ کو کمتر وبے وقعت ظاہر کرتا ہے مگر اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے اور لوگوں کے نظروں میں بھی اس کی بڑی عزت وقعت ہوتی ہے۔

اہل جنت واہل دوزخ کے بعض اوصاف کا بیان

حضرت حارث بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں جنتیوں کا بتلا دوں؟ یعنی کیا میں یہ کہوں کہ کون لوگ جنتی ہیں تو سنو ہر وہ ضعیف شخص جنتی ہے جس کو لوگ ضعیف وحقیر سمجھیں اور اس کی کمزوری وشکستہ حالی کی وجہ سے اس کے ساتھ جبر وتکبر کا معاملہ کریں حالانکہ حقیقت کے اعتبار سے وہ ضعیف وکمزور اللہ کے نزدیک اس قدر اونچا مرتبہ رکھتا ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر کسی بات پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کی قسم کو سچا کر دے اور کیا میں تمہیں وہ لوگ بتلا دوں جو دوزخی ہیں؟ تو سنو ہر وہ شخص دوزخی ہے جو جھوٹی باتوں اور لغو باتوں پر سخت گوئی کرنے والا جھگڑالو ہو مال جمع کرنے والا بخیل ہو اور تکبر کرنے والا ہو۔ بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ہر وہ شخص دوزخی ہے جو مال کو جمع کرنے والا اور حرام زادہ اور تکبر کرنے والا ہو۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1030)

ہر ضعیف جنتی ہے۔ سے مراد وہ شخص ہے جو نہ تو گھمنڈ اور متکبر ہو اور نہ لوگوں پر جبر وزیادتی کرنے والا ہو۔ لفظ متضعف میں مشہور تو عین پر زبر ہی ہے اور ترجمہ میں اسی کو ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن بعض حضرات نے عین کو زیر کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں اس لفظ کے معنی متواضع اور کمتر اور گمنام کے ہوں گے۔ ہر ضعیف جنتی ہے سے مراد یہ ہے کہ جنت میں جن لوگوں کی کثرت ہوگی وہ یہی لوگ ہوں گے اس طرح دوسری قسم کے لوگ یعنی دوزخی جن کو قرار دیا ہے سے بھی یہی مراد ہے کہ دوزخیوں کی اکثریت ان ہی لوگوں پر مشتمل ہوگی۔ علماء نے لو اقسم علی اللہ کے معنی بیان کئے ہیں ایک تو یہ کہ اگر وہ شخص اللہ کے لطف وکرم پر اعتماد کر کے کسی کام

کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھالے تو اللہ اس کو سچا کرتا ہے اور اس کے اعتماد کو پورا کرتا ہے یعنی اس کی قسم ٹوٹتی نہیں بلکہ پوری ہوتی ہے۔ ترجمہ میں اس معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ دوسرے یہ کہ اگر وہ شخص اپنے پروردگار سے کسی چیز کا طلب گار ہوتا ہے اور اس کو قسم دے کر اپنی مراد پوری ہونے کی دعا کرتا ہے تو پروردگار اس کی قسم کی لاج رکھتا ہے اور اس کی مراد پوری کرتا ہے۔

اور تیسرے یہ کہ اگر وہ شخص کسی کام کے بارے میں قسم کھا کر یہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ اس کام کو کرے گا یا اس کام کو نہیں کرے گا تو اللہ اس کی قسم کو سچا کرتا ہے یعنی اس طرح کرتا ہے جو اس کی قسم کے مطابق ہوتا ہے۔ زنیم کے معنی کمینہ کے ہیں اور اس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو اپنے آپ کو کسی ایسی قوم یا طبقے کی طرف منسوب کرلے جس سے حقیقت میں وہ کوئی تعلق نہیں رکھتا اسی لئے زنیم کا ترجمہ حرام زادہ کیا جاتا ہے چنانچہ عتل اور زنیم کے الفاظ قرآن کریم میں بھی آئے ہیں اور مذکورہ بالا معنی ہی ان میں الفاظ کا مصداق ولید بن مغیرہ کو قرار دیا گیا ہے جو کفار مکہ میں سے نہایت بدطن اور اسلام و پیغمبر اسلام کا سخت ترین دشمن تھا۔

مفلس تکبر کرنے والے کیلئے وعید کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا یعنی یا تو رضا و خوشنودی کا کلام نہیں کرے گا یا مطلق کوئی کام نہیں کرے گا اور نہ ان کی تعریف وستائش کرے گا اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کے دردناک عذاب ہوگا ایک تو زنا کار بڈھا، دوسرا جھوٹا بادشاہ اور تیسرا تکبر کرنے والا مفلس۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم حدیث نمبر 1033)

قیامت کے دن سے میدان حشر کا وقت مراد ہے جب اللہ کے فضل وعدل، غضب و ناراضگی اور رضا کا ظہور ہوگا اور جنتیوں و دوزخیوں کے بارے میں فیصلہ صادر کئے جائیں گے۔ "ولا یزکیھم" کے ایک معنی تو وہی ہیں جو ترجمہ میں بیان کئے گئے ہیں جب کہ اللہ میدان حشر میں اپنی تمام مخلوق کے سامنے اپنے مومن اور نیکوکار بندوں کی تعریف وستائش کرے گا تو اس وقت ان تین طرح کے آدمیوں کو اس تعریف وستائش سے خارج کردیا جائے گا اور ایک معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان تینوں طرح کے آدمیوں کو اپنے عفوو درگزر کے ذریعہ اپنے گناہوں کی نجاست سے پاک وصاف نہیں کرے گا۔ لھم عذاب الیم۔ کے بارے میں دو احتمال ہیں یا تو یہ جملہ دوسری روایت کا تتمہ ہے یا اس کا تعلق اصل حدیث سے ہے اور یہ دوسرا احتمال زیادہ قوی اور قابل اعتماد ہے حاصل یہ ہے کہ مذکورہ باتیں دراصل اللہ کے غضب و کبر اور اس کی ناراضگی سے کنایہ ہیں، چنانچہ جو کوئی کسی شخص سے ناراض وخفا ہوتا ہے تو وہ نہ صرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہے نہ اس سے کلام کرتا ہے اور نہ اس کی تعریف کرتا ہے بلکہ اس کو سزا و تنگی میں مبتلا کردیتا ہے۔

حدیث میں جن تین برائیوں کے مرتکبین کے بارے میں وعید بیان فرمائی گئی ہے وہ ہر حال میں مذموم اور مستوجب عذاب ہیں خواہ ان برائیوں کا مرتکب کسی درجہ کا کسی حیثیت کا اور کسی عمر کا آدمی ہو لیکن یہاں ان برائیوں کے تعلق سے جن تین لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے اعتبار سے ان برائیوں کی سنگینی کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے، مثلاً زنا ایک بہت برا فعل ہے اور جب یہ فعل جوان کے حق میں بھی بہت بڑا گناہ ہے جو طبعی طور پر معذور بھی ہوتا ہے تو ایک بڈھے کے حق میں یہ فعل کہیں زیادہ برا ہوگا کہ کیونکہ نہ تو وہ طبعی طور پر اس کی احتیاج رکھتا ہے کہ اور نہ اس کی طبیعت پر جنسی خواہش اور قوت مردی کا وہ غلبہ ہوتا ہے جو بسا اوقات عقل و شعور سے

بیگانہ اور خوف الٰہی سے غافل کر دیتا ہے لہٰذا جو بڈھا زنا کا مرتکب ہوتا ہے وہ گویا اپنی نہایت بے حیائی اور خبث طبیعت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح جھوٹ بولنا ہر شخص کے حق میں برا ہے لیکن بادشاہ کے حق میں بہت ہی برا ہے کیونکہ اس پر ملک کے انتظام رعایا کے مصالح و مفاد کی رعایت اور مخلوق اللہ کے معاملات کی نگہداشت کی ذمہ داری ہوتی ہے اس کا ایک ادنیٰ سا حکم پورے ملک کے نظم و نسق پر اثر انداز ہوتا ہے اگر وہ جھوٹ بولے تو اس کی اس برائی کی وجہ سے پورا ملک اور ملک کے تمام لوگ مختلف قسم کی برائیوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں، علاوہ ازیں جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں وہ عام طور پر اس برائی کا ارتکاب اپنے کسی فائدہ کے حصول یا کسی نقصان کے دفعیہ کے لئے کرتے ہیں۔

جب کہ ایک بادشاہ حاکم یہ مقصد بغیر جھوٹ بولے بھی حاصل کرنے پر قادر ہوتا ہے لہٰذا اس کا جھوٹ بولنا نہ صرف بالکل بے فائدہ بلکہ نہایت مذموم ہوگا اسی پر تکبر کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے جو چیزیں عام طور پر انسان کو غرور و تکبر میں مبتلا کرتی ہیں جیسے مال و دولت اور جاہ اقتدار وغیرہ اور اگر کسی شخص میں پائی جائیں اور وہ ان چیزوں کی وجہ سے تکبر کرے تو اگرچہ اس شخص کو بھی برا کہیں گے مگر اس کا تکبر کرنا ایک طرح سے سمجھ میں آنے والی بات ہوگی اس کے برخلاف اگر کوئی فقیر و مفلس تکبر کرے کہ جو نہ تو مال و دولت رکھتا ہے اور نہ جاہ و اقتدار وغیرہ کا مالک ہے تو اس کا یہ فعل نہایت ہی برا ہوگا اور اس کے بارے میں اس کے علاوہ کیا کہا جائے گا کہ وہ خبث باطن اور طبیعت کی کمینگی میں مبتلا ہے۔ بعض حضرات نے عائل مستکبر میں لفظ عائل سے مفلس کے بجائے عیال دار مراد لیا ہے کہ یعنی جو لوگ بال بچے دار ہوں اور اپنی خستہ حالت کی وجہ سے اپنے متعلقین کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے پر قادر ہوں لیکن اس کے باوجود از راہ تکبر صدقہ و زکوۃ کا مال قبول کرنے پر تیار نہ ہوتے ہوں لوگوں کی تواضع و امداد کو ٹھکراتے ہوں۔

اور اسی طرح وہ اپنے اہل و عیال کی ضرورت کو پورا کرنے سے بے پرواہ ہو کر گویا ان کو تکلیف و ہلاکت میں مبتلا کرتے ہوں تو ایسے لوگ حدیث میں مذکورہ وعید کا مورد ہیں واضح رہے کہ اللہ کی ذات پر توکل و اعتماد اور غیرت و خودداری کے تحت اپنی حالت کو چھپانا اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے شرم و حیاء کرنا تو ایک الگ چیز ہے لیکن سخت احتیاج و اضطرار کے باوجود کبر و نخوت اختیار کرنا اور از راہ تکبر لوگوں کا احسان قبول نہ کرنا ایک ایسا فعل ہے جس کو نہایت مذموم قرار دیا گیا ہے۔

شیخ زان "کے بارے میں بھی بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہاں شیخ سے مراد محصن شادی شدہ شخص بھی ہو سکتا ہے خواہ وہ بوڑھا یا جوان جیسا کہ اس منسوخ التلاوت "الشیخ والشیخۃ اذا زنیا۔۔۔۔ میں شیخ سے مراد شادی شدہ مرد ہے چنانچہ ایسے شخص کے حق میں زنا کا زیادہ ہونا شرعاً بھی اور عرفاً بھی بالکل ظاہر بات ہے اسی لئے ایسے شخص کو سنگسار کرنا واجب ہے اسی طرح ملک کذاب کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں ملک سے مراد غنی و مالدار شخص بھی ہو سکتا ہے چنانچہ کسی مفلس یا قلاش شخص کا جھوٹ بولنا تو ایک درجہ میں سمجھ آنے والی بات ہے کیونکہ وہ اپنی تنگ دستی و خستہ حالی کی وجہ سے بسا اوقات اپنی کسی سخت غرض اور شدید دنیاوی ضرورت کی وجہ سے جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے جب کہ غنی و مالدار شخص اپنے مال و زر کی وجہ سے ایسی کوئی احتیاج نہیں رکھتا اور وہ جھوٹ بولے بغیر بھی اپنی غرض پوری کر سکتا ہے لہٰذا جھوٹ بولنا اس کے حق میں زیادہ برا ہے۔

عائل مستکبر کے بارے میں بھی ایک قول یہ ہے کہ یہاں عائل یعنی مفلس سے مراد وہ شخص ہے جو فقراء و مساکین کے ساتھ تکبر

بُرے فقراء و مسکین کے ساتھ تکبر کرنا سخت برا ہے جب کہ مغرور کے ساتھ تکبر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس جملہ کے بارے میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہاں مفلس سے مراد وہ شخص ہے جو کسب و کمائی اور محنت و مشقت کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے پر قادر ہو مگر اس کے باوجود از راہ رعونت کوئی کسب و کمائی محنت مزدوری کرنے کو کسر شان سمجھتا ہو جیسا کہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اچھے خاصے اور ہٹے کٹے لوگ کام کاج کرنے اور محنت و مزدوری کرنے میں اپنی ذلت سمجھتے ہیں خواہ ان کو اور ان کے متعلقین کو فاقوں کی اذیت ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑتی ہو یا ناروا طور پر دوسرے لوگوں کے کاندھوں کا بار ہی کیوں نہ ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے لوگوں کا یہ طریقہ یقیناً تکبر کے ہم معنی ہیں اور یہ تکبر مالداروں کے تکبر سے زیادہ کہیں برا ہے کیونکہ اس کی بنیاد رعونت و نخوت بیجا شان دکھانے خواہ مخواہ کے لئے اپنے اور اپنے متعلقین کو تکلیف و ہلاکت میں مبتلا کرنے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور ناجائز طور پر مال حاصل کرنے پر ہے خصوصاً ایسی صورت میں اس کی تکبر کی برائی اور کہیں بڑھ جاتی ہیں۔

جبکہ ایسا کوئی شخص اپنے دست و بازو کے ذریعہ اپنا اور اپنے متعلقین کا رزق حاصل کرنے کے بجائے دین کا لبادہ اوڑھ لے اور اپنی وضع قطع دین داروں اور بزرگوں کی سی بنا کر اپاہج کی طرح بیٹھ جائے اور سادہ لوح مسلمانوں پر اپنی مصنوعی بزرگی کا سکہ جما [illegible] کاندھوں کا بار رہتا ہے۔

تکبر کرنے والوں کے انجام کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چھوٹی چیونٹیوں کی طرح مردوں کی صورت میں جمع کیا جائے گا یعنی ان کی شکل مردوں کی سی ہوگی لیکن جسم و جثہ چیونٹیوں کی مانند ہوگا اور ہر طرف سے ذلت و خواری کو پوری طرح گھیرے گی پھر ان کو جہنم کے ایک قید خانہ کی طرف کہ جس کا نام بولس ہے ہانکا جائے گا وہاں آگوں کی آگ ان پر چھا جائیگی۔ اور دوزخیوں کا نچوڑ یعنی دوزخیوں کے بدن سے بہنے والا خون، پیپ اور کچ لہو ان کو پلایا جائے گا۔ جس کا نام طینت الخبال ہے۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف جلد چہارم، حدیث نمبر 1036)

چھوٹی چیونٹیوں کی طرح " کے اصل مفہوم کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں چنانچہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ چیونٹیوں کی تشبیہ دراصل اس بات سے کنایہ ہے کہ تکبر کرنے والے لوگ قیامت کے دن میدان حشر میں نہایت ذلت خواری کے ساتھ حاضر ہوں گے اور گویا وہ لوگوں کے پاؤں کے نیچے اس طرح پامال ہوں گے جس طرح چیونٹیوں کو روندا جاتا ہے ان حضرات کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ قیامت کے دن مخلوق کا اٹھنا اور ان کے اجسام کا دوبارہ بننا ان ہی اجزاء اصل کے ساتھ ہوگا جو وہ دنیا میں رکھتے تھے جیسا کہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر شخص میدان حشر میں اپنے اجزاء اعضاء کے ساتھ اٹھ کر آئے گا جن پر دنیا میں اس کا جسم پر مشتمل تھا اور ظاہر ہے کہ چیونٹی کی صورت اس کا جثہ اس جسم و بدن کے اجزاء اصلی کے حامل نہیں ہو سکتا اس لئے حدیث فی الصور مردوں کی صورت میں کے الفاظ بھی اس قول پر دلالت کرتے ہیں۔ ملا علی قاری نے بھی اس کے بارے میں کئی اقوال نقل کئے ہیں اور پھر تورپشتی کی طرف منسوب کر کے یہ بیان کیا ہے کہ ہم اس حدیث کے ظاہری معنی اس لئے مراد لیتے نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ قیامت کے دن دوبارہ اٹھ کر میدان حشر میں آئیں تو ان کے جسم و بدن ان ہی اجزاء پر مشتمل ہوں

گے جن پر دنیا میں ان کے جسم تھے۔

یہاں تک کہ ان کے عضو تناسل کی کھال کا وہ حصہ بھی لگا دیا جائے گا جو ختنہ کے وقت کاٹا جاتا ہے گویا سارے لوگ غیر مختون اٹھیں گے لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک انسان کے جسم کے سارے اجزاء یہاں تک کہ ناخن اور بال وغیرہ بھی ایک چیونٹی کے جثہ کے برابر ہو جمع ہو جائیں۔ آخر میں ملا علی قاری نے تورپشتی کے مذکورہ قول کے مخالفین کے جواب بھی نقل کئے ہیں اور ان پر شک کا اظہار کرتے ہوئے اپنی تحقیق یہ لکھی ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر میدان حشر میں آئیں گے تو اس وقت اللہ دوسرے لوگوں کی طرح تکبر کرنے والوں کے جسم کو بھی دوبارہ بنائے گا۔ اور وہ بھی اپنے تمام اجزاء معدومہ کے ساتھ اپنے پورے جسم میں اٹھ کر آئیں گے تاکہ ہر ایک کی دوبارہ جسمانی تخلیق کی قدرت پوری طرح ثابت ہو جائے لیکن پھر ان لوگوں کو میدان حشر میں مذکورہ جسم وصورت میں تبدیل کر دے گا یعنی ان کے جسم چیونٹیوں کی طرح ہو جائیں گے۔

اور ان کی صورت مردوں کی سی رہے گی اور یہ تبدیلی جسم اس لئے ہوگی کہ تاکہ ان کی ذلت وہانت پوری مخلوق کے سامنے ظاہر ہو جائے یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب مذکورہ لوگ حساب وکتاب کی جگہ آئیں گے اور ان کے سامنے عذاب الہٰی کی نشانیاں ظاہر ہوں گی تو اس وقت وہ ہیبت و دہشت کے سبب اس قدر گھٹ جائیں گے کہ ان کے جسم چیونٹیون کی طرح معلوم ہوں گے اور اہل دوزخ کا اپنی اپنی حالتوں اور گناہوں کے اعتبار سے مختلف صورتوں جیسے کتے سور، گدھے، وغیرہ کی شکلوں میں تبدیل ہو جانا مختلف منقولات سے ثابت ہے۔ لفظ بولس "یاء کے زیر، واؤ کے جزم اور لام کے زبر کے ساتھ اور قاموس میں لکھا ہے کہ یہ لفظ با کے پیش کے اور لام کے زیر کے ساتھ ہے جو بلس سے مشتق ہے اور جس کے معنی تحیر اور ناامیدی کے ہیں شیطان کا نام ابلیس بھی اسی سے مشتق ہے۔ "آگوں کی آگ میں " کی طرف نسبت ایسی ہے جیسے آگ کی نسبت کسی ایسی چیز کی طرف کی جائے جس کو آگ جلا دیتی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ آگ اس طرح کی ہوگی کہ وہ خود آگ کو لکڑی کی طرح جلائے گی۔

طینۃ الخبال میں لفظ خبال خاء کے زبر کے ساتھ ہے اور اس کے لغوی معنی فساد اور خرابی کے ہیں اور جیسا کہ حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ طینۃ الخبال، ان دوزخ کے عصارہ کا نام ہے اور عصارہ اس پیپ، خون اور کچ لہو کو کہتے ہیں جو دوزخیوں کے زخموں سے بہے گا۔

بَاب الْحَيَاءِ

یہ باب حیاء کے بیان میں ہے

حیاء کے معنی ومفہوم کا بیان

حیاء " سے مراد شرمندہ اور محجوب ہونا اور حیاء دراصل اس کیفیت کا نام ہے جو کسی انسان پر عیب برائی کے خوف وندامت کے وقت طاری ہو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بہترین حیاء وہی ہے جو نفس کو اس چیز میں مبتلا ہونے سے روکے جس کو شریعت نے بری قرار دیا ہے۔ حضرت جنید کا یہ قول کہ حیاء اس کیفیت کا نام ہے جو اللہ کی نعمتوں کے حاصل ہونے اور ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنے کی وجہ سے

وحشت کے ساتھ دل میں پائی جائے اور حضرت رقاق کا قول یہ ہے کہ حیاء اس کیفیت کا نام ہے جو آقا کے سامنے درخواست وطلب سے باز رکھتی ہے۔

4180-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَّعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي عُتْبَةَ مَوْلَى لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِّنْ عَذْرَآءَ فِي خِدْرِهَا وَكَانَ اِذَا كَرِهَ شَيْئًا رُئِيَ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهٖ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پردے میں بیٹھی ہوئی لڑکی سے زیادہ حیاء والے تھے جب آپ کو کوئی چیز ناپسند ہوتی تو آپ کے چہرے سے اس بات کا پتہ چل جاتا تھا۔

شرح

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ایک انصاری صحابی کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اس کو کچھ مت کہو کیونکہ حیاء ایک شاخ ہے ایمان کی۔ (بخاری ومسلم مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1000)

وہ صحابی اپنے بھائی کو زیادہ حیاء کرنے سے منع کر رہے تھے کہ جو شخص زیادہ حیاء کرنے لگتا ہے وہ رزق علم حاصل کرنے سے باز رہتا ہے چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرح کہتے ہوئے سنا تو ان کو منع کیا کہ تم اپنے اس بھائی کو حیاء کرنے سے نہ روکو کیونکہ حیاء بذات خود بہت اعلیٰ وصف ہے اور ایمان کی ایک شاخ ہے۔

علامہ طیبی نے لفظ یعظ سے مراد یننذر ہے یعنی وہ صحابی اپنے بھائی کو ڈرا دھمکا رہے تھے امام راغب نے لکھا ہے کہ وعظ کے معنی ہیں کسی کو اس طرح تنبیہ کرنا کہ اس میں کچھ ڈر بھی ہو۔ خلیل نے یہ بیان کیا ہے کہ وعظ کہتے ہیں کہ خیر بھلائی کی اس طرح نصیحت کرنا کہ اس کے اس سے دل نرم ہو جائے لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہاں وعظ عتاب کے معنی میں ہے جیسا کہ ایک روایت میں یعظ کے بجائے یعاتب کا لفظ منقول ہے۔

اسلام کا اخلاق حیاء ہونے کا بیان

4181-حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا وَّخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَيَاءُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر دین کا مخصوص اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا مخصوص اخلاق "حیاء" ہے۔

4180 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3562' ورقم الحدیث: 3563' ورقم الحدیث: 6102' ورقم الحدیث: 6119' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث 5986

4181: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

شرح

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیاء نیکی اور بھلائی کے سوا کوئی بات پیدا نہیں کرتا ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حیاء کی تمام صورتیں بہتر ہیں۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1001)

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بسا اوقات حیاء بعض حقوق کی ادائیگی جیسے امر بالمعروف میں مخل ہوتی ہے تو اس اعتبار سے حیاء کی تمام صورتیں کو بہتر قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو حیاء اظہار حقیقت اور حق کی ادائیگی سے باز رکھے اس کو حیاء کہا جاتا ہی نہیں ہے بلکہ اس کو عجز اور بزدلی کہیں گے جو ایک طرح کی خرابی اور نقصان ہے اور اگر اس کو حیاء کہا بھی جائے تو زیادہ سے زیادہ مجازا کہا جا سکتا ہے کیونکہ شریعت کی نظر میں حقیقی حیاء وہی ہے کہ جو برائی کو ترک کرنے کا باعث بنے علاوہ ازیں یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ حیاء کے زیادہ صحیح معنی نفس کا برائی سے رک جانا خواہ وہ برائی طبعی ہو یا شرعی۔ اور شریعت میں جس حیاء کو بہتر اور قابل تعریف کہا گیا ہے اس کی صحیح پہچان یہ ہے کہ نفس اس چیز کو اختیار کرنے سے باز رہے جس کو شریعت نے برائی قرار دیا ہے خواہ وہ حرام ہو یا مکروہ یا ترک اولی لہذا مذکورہ بالا اشکال کا زیادہ واضح جواب یہ ہے کہ یہ کلیہ حیاء خیر کلہ، حیاء کی ان صورتوں کے ساتھ خاص ہے جو حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے مطابق ہوں۔

4182- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَرَّاقُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا وَإِنَّ خُلُقَ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر دین کا مخصوص اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا مخصوص اخلاق حیاء ہے۔

شرح

حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دین اور مذہب میں ایک خلق ہے (یعنی ہر مذہب والوں میں ایک ایسی صفت وخصلت ہوتی ہے جو ان کی تمام صفتوں پر غالب اور ان کی ساری خصلتوں سے اعلیٰ ہوتی ہے) اور اسلام کا وہ خلق حیاء ہے۔ اس روایت کو مالک نے بطریق ارسال نقل کیا ہے (کیونکہ زید صحابی نہیں ہیں بلکہ تابعی ہیں نیز ابن ماجہ اور شعب الایمان میں بیہقی نے اس روایت کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1018)

یہاں "حیاء" سے اس چیز میں شرم وحیاء کرنا مراد ہے جس میں حیاء کرنا مشروع ہے چنانچہ جن چیزوں میں شرم وحیاء کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسے تعلیم وتدریس، امر بالمعروف ونہی عن المنکر ادائیگی حق کا حکم دینا خود حق کو ادا کرنا اور گواہی دینا وغیرہ وغیرہ ان میں شرم وحیاء کرنے کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ حدیث کا زیادہ مفہوم بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر دین کے لوگوں پر کوئی نہ کوئی

وصف وخصلت غالب رہتی ہے چنانچہ اہل اسلام پر جس طبعی وصف وخصلت کو غالب قرار دیا گیا ہے وہ حیاء ہے اور باوجود یکہ حیاء بھی ان اوصاف وخصائل میں سے ہے جو تمام ادیان ومذاہب کے لوگوں میں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں لیکن اسی وصف وحیاء کو خاص طور پر اہل اسلام پر غالب کیا گیا ہے اور دوسرے مذہب کے لوگوں میں اس جوہر کو بہت کم رکھا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حیاء نہ صرف یہ کہ طبعی خاصیتوں اور خصلتوں میں سب سے اعلی درجہ رکھتی ہے بلکہ یہ وہ جوہر ہے جس سے انسانی اخلاق وکردار کی تکمیل بھی ہوتی ہے اور چونکہ حضور نے فرمایا کہ "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" (میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں) اس لئے اس جوہر کے ذریعہ ملت اسلامیہ کے اخلاق اوصاف کو کمال کے درجہ پر پہنچایا گیا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ صرف حیاء ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ ہم سے پہلے کی امتوں میں تمام ہی اخلاق وخصائل ناقص تھے۔

یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور آپ کی برکت سے ملت اسلامیہ میں تمام اخلاق وخصائل کو کامل ومکمل کیا گیا اسی لئے ملت اسلامیہ کی اس خاصیت کو اللہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ "آیت (کنتم خیر امۃ اخرجت للناس) " (تم کو دنیا والوں کے لئے سب سے بہتر امت بنا کر پیدا کیا گیا ہے الخ)۔۔ابن ماجہ اور بیہقی نے مذکورہ بالا روایت کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بطریق موقوف نقل نہیں کیا ہے جیسا کہ عبارت سے ظاہر اسلوب سے یہ گمان ہو سکتا ہے بلکہ بطریق مرفوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے طور پر نقل کیا ہے نیز مذکورہ عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں یعنی ابن ماجہ اور بیہقی میں سے ہر ایک نے ان دونوں صحابی سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ مذکورہ عبارت میں ان دونوں کا ذکر علی الترتیب ہو یعنی ابن ماجہ نے اس روایت کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے، لیکن جامع صغیر میں، اس حدیث کو ابن ماجہ کے سلسلہ کے ساتھ براویت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح بیہقی نے بھی اس روایت کو ان دونوں صحابی سے نقل کیا ہے۔

اخلاق سے متعلق بعض احادیث کا بیان

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جن باتوں کی نصیحت ووصیت فرمائی ان میں سب سے آخری وصیت جو آپ نے اس وقت فرمائی جب کہ میں نے (گھوڑے پر سوار ہونے کے لئے اپنا پاؤں رکھا تھا یہ تھی کہ معاذ لوگوں کی تربیت وتعلیم کے لئے خوش خلقی اختیار کرنا۔(مؤطا امام مالک، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1020)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ حیات میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا چنانچہ جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا منصب سنبھالنے کے لئے یمن روانہ ہونے لگے تو حضور نے ان کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں گھوڑے پر سوار کرایا اور رخصت کرنے کے لئے خود پاپیادہ کچھ دور تک ان کے ساتھ گئے اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ الفاظ بھی فرمائے کہ معاذ، شاید تم پھر مجھے نہ دیکھ پاؤ چنانچہ معاذ کو اس کے بعد سرکار رسالت پناہ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی، وہ یمن ہی میں تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرما لیا، بہرحال حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ بالا روایت

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس وصیت کا ذکر کیا ہے وہ اسی موقع پر ان کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نصیحت تھی۔
سیوطی کہتے ہیں کہ یہاں "لوگوں" سے مراد وہ لوگ ہیں جو خوش خلقی اور نرمی ومہربانی کے مستحق ہوں ورنہ جہاں تک اہل کفر وفسق اور ظالموں کا تعلق ہے وہ اس دائرہ سے خارج ہیں اور ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے کا حکم ہے بلکہ سرکش لوگوں کے ساتھ اختیار کی جانے والی سختی درشتی کو ظاہر کرنا ہی حسن خلق میں داخل ہے کیونکہ نہ صرف ان کی تربیت وتہذیب اسی سختی ودرشتی پر منحصر ہوتی ہے بلکہ ان کے ساتھ اختیار کئے جانے والے اس رویہ کے ساتھ دوسرے لوگوں کے حالات کی بہتری وسلامتی بھی وابستہ ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سیوطی کے نزدیک گویا حدیث میں حسن خوش خلقی سے مراد نرمی ومہربانی اور عفو درگزر کا رویہ اختیار کرنا۔

حضرت مالک سے منقول ہے کہ ان تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں یعنی اس دنیا میں میری بعثت کا ایک عظیم مقصد یہ ہے کہ انسانی اخلاق واوصاف کو بیان کروں اور ان کو درجہ کمال تک پہنچادوں۔ (موطا امام مالک اور احمد نے اس روایت کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے) اپنی بہترین صورت وسیرت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا شکرادا کرتے تھے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1021)

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد بزرگوار حضرت امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا، رسول اللہ جب آئینہ دیکھتے تو فرماتے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں وہ اللہ کہ جس نے مجھ کو بہترین تخلیق سے نوازا میرے اخلاق وکردار کو اچھا بنایا اور مجھ میں ان چیزوں کو آراستہ جو میرے عیب ونقصان کا باعث ہیں، اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں بطریق ارسال نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1022)

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بعض آدمیوں کی جسمانی تخلیق میں کوئی عیب ونقصان ہوتا ہے کہ مثلا کوئی شخص ایک ہاتھ سے یا ایک آنکھ سے محروم ہوتا ہے یا کسی شخص کو کوئی ٹانگ ٹیڑھی ہوتی ہے یا کوئی اور عضو ناقص ہوتا ہے اس طرح اللہ نے مجھ میں کوئی جسمانی عیب نقصان نہیں رکھا بلکہ مجھ کو تمام عیوب سے محفوظ رکھا ملا علی قاری کی وضاحت سے یہ معلوم ہوتا ہے نقصان وعیب عام ہیں کہ اس کا تعلق خواہ جسمانی تخلیق وپیدائش سے ہو یا اخلاق وکردار سے، بہر حال یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کسی بھی انسان کے مقابلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرو صورت بہت اعلی اور بہت خوب تھی اور جیسا کہ طیبی نے کہا ہے کہ مذکورہ بالا حدیث گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد، بعثت لاتیم۔ کی وضاحت بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے حسن وصورت وحسن سیرت پر اللہ کا شکرادا کرنا اور اس کی حمد وثناء کرنا، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس حمد وشکر کی طرح ہے جس کو قرآن میں اللہ نے یوں فرمایا: آیت (ولقد اتینا داود۔ الخ۔ یعنی بلاشبہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم سے مالا مال کیا اور ان دونوں نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنے مومن بندوں میں سے اکثر فضیلت عطا فرمائی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آئینہ دیکھنا مستحب ہے اور اپنے حسن وصورت اور حسن سیرت پر اللہ کی حمد وثناء کرنا بھی مستحب ہے کیونکہ یہ دونوں نعمتیں اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہیں لہذا ان پر اللہ کا شکرادا کرنا چاہیے رہی یہ بات کہ ظاہری حسن وخوبصورتی ایک

ایسی چیز ہے جس کو آئینہ میں دیکھا جاسکتا ہے لہذا آئینہ دیکھ کر اس پر شکر ادا کرنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن اس کے ساتھ حسن سیرت یا حسن خلق کا ذکر سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ وہ ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا آئینہ میں دیکھا جانا ناممکن ہی نہیں ہے؟ اس کے جواب میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بے شک حسن سیرت کوئی نظر آنے والی چیز نہیں ہے لیکن انسان کا ظاہر بہر حال اس کے باطن کی غمازی کرتا ہے اور کسی دوسرے کے بارے میں بات چاہے صحیح نہ ہو لیکن رسول اللہ پر یہ بات ضرور صادق آتی ہے کہ حسن صورت سیرت کا ایک جلی عنوان ہوتا ہے جس کو دیکھ کر باطن کے احوال کا ادراک کیا جاسکتا ہے لہذا اس مناسبت سے حضور نے حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت کو بھی ذکر فرمایا اور اگر یہ سوال پیدا ہو کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آئینہ دیکھ کر مذکورہ طرح سے حمد وثناء کریں یا اس طرح حمد وثناء کرنا صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا اور دوسرے لوگ وہ دعا پڑھیں جو آگے آنے والے حدیث میں نقل کی گئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حمد وثناء اور شکر جو الفاظ مذکور ہیں ان کو ہر مومن پڑھ سکتا ہے کیونکہ انسان اس اعتبار سے کہ وہ اچھی صورت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے کہ اور وہ صاحب الایمان ہے بلاشک وشبہ اللہ کی مخلوق کامل اور دین واخلاق کے اوصاف سے مزین ہوتا ہوتا ہے تاہم بعض حضرات نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد وثناء اور شکر کے مذکورہ الفاظ اپنی ذات کے تعلق سے فرمائے ہوئے تھے اور ظاہر ہے کہ حسن صورت اور حسن سیرت کا وصف جو کمال ونہایت کے ساتھ حضور کی ذات میں تھا وہ کسی دوسرے میں نہیں ہوسکتا اس لئے کسی دوسرے کے لئے ان الفاظ کو استعمال کرنا موزوں نہیں ہوگا امت کے بعض افراد کے اعتبار سے اس طرح کے الفاظ کے استعمال کو جائز نہ کہا جائے لیکن امت کے لئے بہتر یہی ہے کہ اسی دعا کو اختیار کیا جائے جو اگلی حدیث میں منقول ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! تو نے میری جسمانی تخلیق کو اچھا کیا ہے لہذا میرے اخلاق کو بھی اچھا بنا۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1023)

یہ دعا یا تو آپ مطلق کسی بھی وقت فرماتے تھے یا آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر فرماتے تھے جیسا کہ جزری نے حصن حصین میں صراحت بھی کی ہے کہ اور پہلی حدیث کے مطابق یہی زیادہ موزوں ہے نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا تو امت کی تعلیم تلقین کے لئے تھی تاکہ امت کے لوگ اپنے حق میں اسی طرح دعا مانگا کریں اور یا اس دعا کا تعلق خود آپ کی ذات سے تھا اس صورت میں آپ کی مراد گویا یہ طلب درخواست تھی کہ خدایا اپنے دین کو کامل اور اپنی نعمتوں کو پورا کر دے اس مراد کا قرینہ اس صورت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کو اچھا اور مہذب کرنے کا ذریعہ قرآن کریم تھا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کیا ہے آپ نے فرمایا قرآن۔ لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اخلاق کا اچھا ہونے کی دعا کرنا درحقیقت قرآن کو نازل کرنے اور اس کے نزول کو پورا کرنے کی طلب درخواست تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ تم میں بہترین لوگ کون ہیں صحابہ نے عرض کیا ہاں ضرور بتائیں فرمایا تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو لمبی عمر والے ہیں اور جن کے اخلاق

بچے ہیں۔ (احمد، مشکوٰۃ شریف، جلد چہارم: حدیث نمبر 1024)
ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے اخلاق واطوار پاکیزہ اور اچھے ہوں گے ان کی عمر زیادہ ہوگی تو وہ نیکیاں اور عبادتیں بہت کریں گے جس کے نتیجے میں ان کو فضائل وکمالات بھی زیادہ حاصل ہوں گے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی عمر کا دراز ہونا اس کے حق میں بہت مبارک ہے اور حقیقت میں دراز عمر شخص وہی ہے جو نیک کاموں میں مشغول رہے۔ "اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان میں کامل ترین لوگ وہی ہیں جن کے اخلاق بہتر ہیں۔

(ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1024)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی سخت سست باتوں کو سن کر حیرت کرتے اور مسکراتے تھے یہاں تک کہ جب وہ شخص برا بھلا کہنے میں حد سے گزر گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی بعض باتوں کا جواب دیا یعنی انہوں نے بھی اس شخص کو برا بھلا کہا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے حضور کے پیچھے پیچھے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ جب وہ شخص مجھ کو برا بھلا کہہ رہا تھا آپ وہاں بیٹھے رہے لیکن میں نے جب اس کی بعض باتوں کا جواب دیا تو آپ ناراض ہو گئے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اس میں آپ کے اٹھنے کی کیا حکمت تھی حضور نے فرمایا اصل بات یہ ہے کہ جب تک تم خاموش رہے تو تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے اس کو جواب دے رہا تھا مگر جب تم نے خود جواب دیا تو شیطان درمیان میں کود پڑا پھر فرمایا تین باتیں ہیں اور وہ سب حق ہیں ایک تو یہ کہ جو بندہ کسی کے ظلم کا شکار ہوتا ہے محض اللہ کی رضا کے لئے نہ اپنے عجز کی وجہ سے اس ظالم سے چشم پوشی کرتا ہے یعنی اس سے درگزر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب یا اس کے اس وصف کے سبب پر دنیا وآخرت میں اپنی مدد کے ذریعہ اس بندہ کو مضبوط وقوی بناتا ہے دوسرے یہ کہ جو بھی بندہ اپنی عطاء وبخشش کا دروازہ کھولتا ہے کہ تا کہ اس کے ذریعہ اپنے قرابت داروں اور مسکینوں کے ساتھ احسان ونیک سلوک کرے تو اللہ اس کے عطاو بخشش کے سبب اس کے مال ودولت میں اضافہ کرتا ہے اور تیسرے یہ کہ جو شخص سوال گدائی کا دروازہ کھولتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ اپنی دولت کو بڑھائے تو اللہ اس کو گدائی کے سبب اس کے مال دولت میں کمی پیدا کر دیتا ہے اور اس کو نقصان وبربادی سے دوچار کر دیتا ہے یا اس کو خیر وبرکت سے اس طرح محروم کر دیتا ہے کہ وہ ہر وقت اپنے مال میں کمی نقصان کو محسوس کرتا رہتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1025)

حیرت کرتے اور مسکراتے تھے میں حیرت کا تعلق تو اس شخص کی بدزبانی اور اس میں شرم وحجاب کی کمی سے تھا یا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صبر وتحمل اور ان کے باوقار وبردبار رویہ سے تھا اور مسکرانے کا تعلق اس فرق سے تھا کہ جو آپ نے ان دونوں کے درمیان دیکھ رہے تھے علاوہ ازیں آپ کی نظر ان دونوں کے حق میں مرتب ہونے والے نتیجہ پر تھی کہ وہ شخص تو اپنی بدکلامی کے سبب عذاب کا مستوجب ہو رہا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے صبر تحمل کی چشم پوشی کے سبب رحمت الٰہی نازل ہو رہی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی باتوں کا جواب دیا گویا انہوں نے اس موقع پر جواب دے کر رخصت واجازت پر عمل کیا

جوایک عام آدمی کے لئے موزوں ہے اس عزیمت کو ترک کیا جو خواص کے مرتبہ وشان کے عین مطابق ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا آیت (جزاء سیئۃ)۔ برائی کا بدلہ اس برائی کے مطابق لیا جا سکتا ہے لیکن جو شخص درگزر کرے اور صبر اختیار کرے گو یا دونوں پہلوں کی رعایت کی مگر نگاہ نبوت میں چونکہ ان کے لئے وہ مرتبہ کمال مطلوب تھا جو ان کی شان صدیقیت کے مطابق ہے اس لئے ان کا اس شخص کی بعض باتوں کا جواب دینا بھی حضور کو پسند نہیں آیا اور آپ پر وہ کیفیت طاری ہوگئی جو ناراض ہو جانے والے شخص پر ہوتی ہے۔

چنانچہ آپ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تا کہ ایک طرف تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رویہ پر ناپسندیدگی کا اظہار ہو جائے اور دوسری طرف اللہ کے اس ارشاد پر عمل بھی ہو جائے کہ، آیت (واذا سمعوا اللغو)۔ یعنی جب وہ کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔ "شیطان درمیان میں کود پڑا۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گو یا یہ واضح فرمایا کہ جب تم خود جواب دینے لگے تو پھر شیطان کو دخل دینے کو موقع مل گیا اور وہ فرشتہ جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا آسمان پر چلا گیا اور تم یہ جانتے ہو کہ جب کسی معاملہ میں شیطان کود پڑتا ہے تو کیا کچھ نہیں ہو جاتا اور وہ بے حیائی و برائی پر اکسانے کے علاوہ اور کیا کرتا ہے چنانچہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں شیطان کا داؤ تم پر نہ چل جائے اور تم اپنے مخالف سے بدلہ لینے میں حد سے زیادہ نہ بڑھ جاؤ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم جو مظلوم تھے ظالم کی جگہ پر آ جاؤ جب کہ چاہیے یہ کہ تم اللہ کے مظلوم بندے بنو ظالم بندے نہ ہو۔

4183-حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

◄► حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لوگوں کو سابقہ انبیاء کے کلام میں سے جو بات ملی ہے اس میں سے ایک یہ بات بھی ہے: جب تمہیں حیاء نہ آئے تو تم جو چاہو وہ کرو۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بات پہلے انبیاء پر اترنے والے کلام سے ماخوذ ہے اور جس کا حکم ابھی تک باقی ہے نہ اس کو منسوخ قرار دیا گیا ہے اور نہ اس میں کوئی تغیر وتبدل ہوا ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ جملہ میں جو امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے یعنی جو جی چاہے کر اس سے حکم دینا طلب مراد نہیں ہے بلکہ یہ امر بطور خبر کے ہے جس کا مطلب ہے کہ جو چیز بری باتوں سے باز رکھتی ہے وہ حیاء ہے اور جب حیاء نہ رہے اور آدمی بے حیائی کا شیوہ اپنا لے تو پھر وہ جو چاہے کرے گا اور اس سے کسی گناہ اور کسی برائی کو اختیار کرنے میں کوئی باک نہیں ہوگا یا یہ کہ امر کا صیغہ بطور تہدید و توبیخ کے ہے اور اس سے مقصد یہ آگاہی دینا ہے کہ جب تم نے بے حیائی کی کمر باندھ لی تو جی چاہے کرو۔ لیکن یاد رکھو کہ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے کہ جب تمہیں اپنے سارے کرتوتوں کی سزا بھگتنی پڑے گی گو یا یہ جملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آیت (اعملو ماشئتم)

4183: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3483' ورقم الحدیث: 6120' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4797

بدزبانی جفاء ہونے کا بیان

4184- حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ

◆◆ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں ہوگا اور بدزبانی جفاء کا حصہ ہے اور جفاء جہنم میں ہوگی۔

شرح

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیاء اور ایمان کو ایک دوسرے کے ساتھ یکجا کیا گیا ہے لہذا جب کسی کو ان دونوں میں سے کسی ایک سے محروم کیا جاتا تو وہ دوسرے سے بھی محروم رکھا جاتا ہے یعنی جو شخص ایمان سے محروم رہتا ہے وہ حیاء سے محروم رکھا جاتا ہے اور جس میں حیاء نہیں ہوتی اس میں ایمان بھی نہیں ہوتا اور ایک دوسری روایت جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے یوں ہے کہ ان دونوں میں سے جب ایک کو دور کیا جاتا ہے تو دوسرا بھی جاتا رہتا ہے۔ (بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1019)

حیاء کے سبب آراستگی ہونے کا بیان

4185- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ وَلَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: فحاشی جس چیز میں ہوگی اسے بدنما کردے گی اور حیاء جس چیز میں بھی ہوگی اسے آراستہ کردے گی۔

شرح

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایمان کی شاخیں ستر سے کچھ اوپر ہیں ان میں سب سے اعلیٰ درجہ کی شاخ زبان ودل سے اس بات کا اقرار واعتراف ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب سے کم درجہ کی شاخ کسی تکلیف دینے والی چیز کا راستہ سے ہٹا دینا ہے نیز شرم وحیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 4)

اس حدیث میں ایمان کے شعبوں اور شاخوں کی تعداد بتائی گئی ہے یعنی وہ چیزیں مل کر کسی کو ایمان واسلام کا مکمل پیکر اور خوشنما مظہر بناتی ہیں۔ یہاں تو صرف ان شعبوں اور شاخوں کی تعداد بتلائی گئی ہے لیکن بعض احادیث میں ان کی تفصیل بھی منقول ہے اور

4184: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4185: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 1974

وہ اس طرح ہے: پہلی چیز تو بنیادی ہے یعنی اس حقیقت کا دل ودماغ میں اعتقاد ویقین اور زبان سے اقرار واظہار کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کی ذات وصفات برحق ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، بقاء اور دوام صرف اسی کی ذات کے لئے ہے جب کہ کائنات کی تمام چیزیں فنا ہو جانے والی ہیں، ایسے ہی اللہ کے رسولوں، اس کی کتابوں اور فرشتوں کے بارے میں اچھا اعتقاد اور حسن یقین رکھنا اور ان کو برحق جاننا، آخرت کا عقیدہ رکھنا کہ مرنے کے بعد قبر میں برے اور گنہگار لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اچھے نیک بندوں پر اس کا انعام واکرام ہوتا ہے۔

قیامت آئے گی اور اس کے بعد حساب وکتاب کا مرحلہ ضرور آئے گا، اس وقت ہر ایک کے اعمال ترازو میں تولے جائیں گے جن کے زیادہ اعمال اچھے اور نیک ہوں گے ان کو پروانہ جنت دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جن کے زیادہ اعمال برے ہوں گے، ان کی فرد جرم ان کے بائیں ہاتھ میں تھمادی جائے گی۔ تمام لوگ پل صراط پر سے گزریں گے۔ مومنین صالحین ذات باری تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ نیک اور اچھے لوگ بہشت میں پہنچائے جائیں گے اور گنہگاروں کو دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔ جس طرح جنتی (مومن) بندے جنت میں ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام اور اس کی خوشنودی سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے اسی طرح دوزخی لوگ (کفار) ہمیشہ ہمیشہ اللہ کے مسلط کئے ہوئے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ ایمان کے شعبوں اور شاخوں میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ اللہ سے ہر وقت لو لگائے رہے اور اس سے محبت رکھے اگر کسی غیر اللہ سے محبت کرے تو اللہ کے لئے کرے یا کسی سے دشمنی رکھے تو اللہ کے لئے رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وبرتری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو رواج دینا اور پھیلانا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی دلیل ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت اس طرح رچ بس جائے کہ اس محبت کے مقابلہ میں دنیا کی کسی بھی چیز اور کسی بھی رشتہ کی محبت کوئی اہمیت نہ رکھے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت اتباع شریعت ہے۔ اگر کوئی آدمی اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کی تعمیل کرتا ہے اور شریعت کے احکام پر عمل کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے لیکن جو آدمی اللہ اور رسول کے احکام وفرمان کی تابعداری نہ کرتا ہو تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ نعوذ باللہ اس کا دل اللہ ورسول کی پاک محبت سے بالکل خالی ہے۔

یہ بھی ایمان کی ایک شاخ ہے کہ جو عمل کیا جائے خواہ وہ بدنی ہو یا مالی، قولی ہو یا فعلی اور یا اخلاقی وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضاو خوشنودی کے لئے ہو، نام ونمود یا کسی دنیاوی غرض سے نہ ہو بس جہاں تک ہو سکے اعمال میں اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے ورنہ نفاق اور ریا کا اثر عمل کے حسن وکمال اور تاثیر کو ختم کردے گا۔ مومن کا دل ہمہ وقت خوف اللہ اور خشیت الٰہی سے بھرا ہوا اور اس کے فضل وکرم اور رحمت کی امیدوں سے معمور رہنا چاہیے، اگر بتقاضائے بشریت کوئی بری بات یا گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر فوراً خلوص دل سے توبہ کے بعد آئندہ کے لئے گناہوں سے اجتناب کا عہد کرے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اپنے اچھے عمل اور نیک کام میں اللہ کی رحمت اور اس کے انعام واکرام کی آس لگائے رہے۔

درحقیقت یہ ایمان کا ایک بڑا تقاضہ ہے کہ جب کبھی کوئی گناہ جان بوجھ کر یا نادانستہ سرزد ہو جائے تو فوراً احساس ندامت و شرمندگی کے ساتھ اللہ کے حضور اپنے گناہ سے توبہ کرے اور معافی و بخشش کا طلبگار ہو، اس لئے کہ ارتکاب گناہ کے بعد توبہ کرنا شرعاً ضروری اور لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہے اگر اس نے اولاد عنایت فرمائی ہو تو فوراً عقیقہ کرے، اگر نکاح کیا ہو تو ولیمہ کرے، اگر قرآن مجید حفظ یا ناظرہ ختم کیا ہو تو خوشی و مسرت کا اظہار کرے، اللہ نے اگر مال دیا ہے تو زکوۃ ادا کرے۔ عیدالفطر کی تقریب میں صدقۃ الفطر دے اور بقرعید میں قربانی کرے۔ یہ بھی ایمان کا تقاضہ ہے کہ وعدہ کرے تو اسے پورا کرے، مصیبت پر صبر کرے، اطاعت و فرمانبرداری کے لئے ہر مشقت برداشت کرے، گناہوں سے بچتا رہے۔ تقدیر اور اللہ کی مرضی پر راضی رہے، اللہ پر توکل کرے، بڑوں اور بزرگوں کی تعظیم و احترام، چھوٹوں اور بچوں سے شفقت و محبت کا معاملہ کرے اور کبر و غرور، نخوت و تکبر کو چھوڑ کر کسر نفسی و تواضع اور حلم و بردباری اختیار کرے۔ "حسن اسلام" اور "تکمیل ایمان" کے مدارج میں سے یہ بھی ہے کہ برابر کلمہ توحید و شہادت کا ورد رکھے۔

قرآن شریف پڑھے اگر جاہل ہو تو عالم سے علم کی دولت حاصل کرے اگر عالم ہو تو جاہلوں کو تعلیم دے اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے اللہ سے مدد کا طلب گار ہو اور دعا مانگے اور اس کا ذکر کرتا رہے اپنے گناہوں سے استغفار کرے اور فحش باتوں سے بچتا رہے، ہر وقت ظاہری و باطنی گندگیوں سے پاک رہے۔ نمازوں کا پڑھنا خواہ فرض ہوں یا نفل اور وقت پر ادا کرنا، روزہ رکھنا، چاہے نفل ہو یا فرض، ستر کا چھپانا، صدقہ دینا خواہ نفلی ہو یا لازمی، غلاموں کو آزاد کرنا، سخاوت و ضیافت کرنا، اعتکاف میں بیٹھنا، شب قدر اور شب برأت میں عبادت کرنا، حج و عمرہ کرنا، طواف کرنا۔

دارالحرب یا ایسے ملک سے جہاں فسق و فجور، فحش و بے حیائی اور منکرات و بدعات کا زور ہو، دارالاسلام کی طرف ہجرت کر جانا، بدعتوں سے بچنا اپنے دین کو بری باتوں سے محفوظ رکھنا، نذروں کا پورا کرنا، کفاروں کا ادا کرنا، حرام کاری سے بچنے کے لئے نکاح کرنا۔ اہل و عیال کے حقوق پورے طور پر ادا کرنا، والدین کی خدمت کرنا اور ہر طرح ان کی مدد کرنا اور خبر گیری رکھنا، اپنی اولاد کی شریعت کے مطابق تربیت کرنا اپنے ماتحتوں سے حسن سلوک کرنا اپنے حاکموں، افسروں اور مسلمان سرداروں کی تابعداری کرنا بشرطیکہ وہ خلاف شرع چیزوں کا حکم نہ دیں۔ غلام اور باندی سے نرمی اور بھلائی سے پیش آنا، اگر صاحب اقتدار اور حاکم و جج ہو تو انصاف کرنا، لوگوں میں باہم صلح صفائی کرانا، اسلام سے بغاوت کرنے والوں اور دین سے پھرنے والوں سے قتل و قتال کرنا، اچھی باتوں کی تبلیغ کرنا، بری باتوں سے لوگوں کو روکنا، اللہ کی جانب سے مقرر کی ہوئی سزاؤں کا جاری کرنا، دین و اسلام میں غلط باتیں پیدا کرنے والوں اور اللہ و رسول کا انکار کرنے والوں سے حسب قوت و استطاعت خواہ ہتھیار سے خواہ قلم و زبان سے جہاد کرنا، اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت کرنا، امانت کا ادا کرنا، مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرنا، وعدے کے مطابق قرض پورا کرنا، پڑوسی کی دیکھ بھال کرنا اور اس کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنا، لوگوں کے ساتھ بہترین معاملہ کرنا، حلال طریقہ سے مال کمانا اور اس کی حفاظت کرنا، مال و دولت کو بہترین مصرف اور اچھی جگہ خرچ کرنا۔

فضول خرچی نہ کرنا، سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا، جب کسی کو چھینک آئے تو "یرحمک اللہ" کہنا، خلاف تہذیب کھیل کود

اور برے تماشوں سے اجتناب کرنا، لوگوں کو تکلیف نہ پہنچانا اور راستوں سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹا دینا تا کہ راہ گیروں کو تکلیف و نقصان نہ پہنچے، یہ سب ایمان کے شعبے اور اس کی شاخیں ہیں۔ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کے ہٹانے کا یہ مطلب ہے کہ اگر راستے میں پتھر یا کانٹے پڑے ہوں جس سے راہ گیر کو تکلیف پہنچ سکتی ہو یا نجاست و غلاظت پڑی ہو یا ایسی کوئی بھی چیز پڑی ہو جس سے راستے پر چلنے والوں کو نقصان پہنچ سکتا ہو تو مومن کا یہ فرض ہے کہ انسانی و اخلاقی ہمدردی کے ناطے اس کو ہٹا دے اور راستہ صاف کر دے۔ اور اسی طرح خود بھی ایسی کوئی چیز راستے میں نہ ڈالے جو راستہ چلنے والوں کے لئے تکلیف کا باعث ہو اور عارفین کی رمز شناس نگاہوں نے تو اس سے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ انسان اپنے نفس کو ایسی تمام چیزوں سے صاف کر لے جو تو جہ الی اللہ اور معرفت کے راستہ کی رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں اور اپنے قلب سے برائی و معصیت کے خیال تک کو کھرچ کر پھینک دے۔ بہر حال یہ تمام باتیں ایمان کے شعبے ہیں جن پر مومن کا عمل کرنا نہایت ضروری ہے اس لئے کہ ایمان کی تکمیل اور اسلام کا حسن ان ہی چیزوں سے پیدا ہوتا ہے اگر کوئی آدمی ان باتوں سے خالی ہے اور اس کی زندگی ان کی شعاعوں سے منور نہیں ہے تو سمجھنا چاہیے کہ اس کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوئی اس کو چاہیے کہ اللہ کی مدد اور اس کی توفیق چاہ کر ان اہم باتوں کو اختیار کرے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وصف حیاء کا بیان

ام المؤمنین حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں اپنی رانیں یا پنڈلیاں کھولے ہوئے لیٹے تھے کہ حضرت ابوبکر نے حاضری کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اندر بلالیا اور اسی حالت میں لیٹے رہے، حضرت ابوبکر (کچھ دیر تک بیٹھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتے رہے پھر حضرت عمر نے حاضری کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اندر بلالیا اور اسی طرح لیٹے رہے حضرت عمر (بھی کچھ دیر تک بیٹھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتے رہے اور پھر جب حضرت عثمان نے حاضری کی اجازت چاہی (اور اجازت ملنے پر اندر داخل ہوئے) تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کر لیا (یعنی رانیں یا پنڈلیاں ڈھک لیں) جب حضرت عثمان (اور خدمت اقدس میں حاضر دوسرے لوگ) چلے گئے تو عائشہ نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر اندر آئے تو آپ نے نہ جنبش کی اور نہ ان کی پرواہ کی، (بلکہ اسی طرح لیٹے رہے اور اپنے کپڑے بھی درست نہیں کئے نہیں) اسی طرح حضرت عمر اندر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھی نہ حرکت کی اور نہ ان کی پرواہ کی، مگر جب حضرت عثمان اندر داخل ہوئے تو آپ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اس شخص سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے حیاء کرتے ہیں "اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ عثمان بہت حیادار آدمی ہیں میں نے محسوس کیا کہ اگر میں نے عثمان کو اسی حالت میں بلالیا (کہ میری رانیں یا پنڈلی کھلی ہوئی ہوں) تو وہ مجھ سے اپنا مقصد پورا نہیں کریں گے یعنی اگر وہ مجھ کو اس حالت میں دیکھیں گے تو غلبہ ادب اور شرم و حیاء سے میرے پاس نہیں بیٹھیں گے اور جس مقصد سے یہاں آئے ہیں اس کو پورا کئے بغیر واپس چلے جائیں گے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف۔ جلد پنجم۔ حدیث نمبر 678)

اپنی رانیں یا پنڈلیاں کھولے ہوئے تھے "حدیث کی شرح میں اس عبارت کے تحت امام نووی نے لکھا ہے کہ مالکی اور

دوسرے حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "ران" جسم کا وہ حصہ ہے جس کو "ستر" میں شمار کیا جائے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اول تو یہی بات یقینی نہیں ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رانیں کھولے ہوئے لیٹے تھے اگر یقینی ہوتا تو حدیث کے راوی کو "اپنی رانیں یا پنڈلیاں" کے الفاظ سے یہ شک وتردد ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم مبارک کا جو حصہ کھولے ہوئے لیٹے تھے وہ رانیں تھیں یا پنڈلیاں؟

جب الفاظ حدیث سے رانوں کا کھولنا یقینی طور پر ثابت نہیں تو پھر رانوں کا ستر نہ ہونا یعنی رانیں کھولنے کا جواز اس حدیث سے ثابت کرنا غیر موزوں بات ہے دوسرے اس بات کا قریبی امکان ہے کہ "رانیں کھولنے" سے مراد رانوں پر سے کرتے کا دامن ہٹا ہونا "ہو یعنی ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رانیں بالکل کھلی ہوئی تھیں کہ ان پر نہ تہبند تھا اور نہ کرتے کا دامن بلکہ یہ مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند تو باندھ رکھا تھا جس میں رانیں چھپی ہوئی تھیں مگر رانوں کے اوپر سے کرتے کا دامن ہٹا ہوا تھا، اس کی تائید نہ صرف یہ کہ آگے کی عبارت سے سمجھ میں آتی ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت، مزاج اور اس معمول کے پیش بھی یہی بات زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہے جو آل واصحاب کے ساتھ مخالطت ومجالست کے مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اور کپڑوں کو درست کرلیا "ان الفاظ میں اس طرف واضح اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رانوں یا پنڈلیوں میں سے کوئی بھی عضو پوری طرح کھولے ہوئے نہیں لیٹے تھے بلکہ تہبند کے علاوہ اور کوئی کپڑا رانوں یا پنڈلیوں پر نہیں تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رانیں پوری طرح کھلی ہوئی ہوتیں تو یہاں وسوی ثیابہ (اور کپڑوں کو درست کرلیا) کے بجائے یہ الفاظ ہوتے کہ: وستر فخذیه (اور اپنی رانوں کو ڈھک لیا)۔ "جس سے فرشتے حیاء کرتے ہیں۔

امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ ارشاد گرامی حضرت عثمان کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ "حیاء" فرشتوں کی ایک اعلی صفت ہے جو مذکورہ الفاظ کے ذریعہ حضرت عثمان میں ثابت کی گئی ہے اور مظہر نے لکھا ہے: یہ الفاظ حضرت عثمان کی اس عزت وتوقیر کو ظاہر کرتے ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تھی لیکن اس سے نہ تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے اس مقام ومرتبہ پر کوئی فرق پڑتا ہے جو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کو حاصل تھا اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کی بہ نسبت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی؛ دراصل حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو تعلق، محبت اور قربت کا جو خصوصی مقام بارگارہ رسالت میں حاصل تھا وہ اسی "بے تکلفی" کا متقاضی تھا، جس کا اظہار ان دونوں کی آمد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ جس طرح لیٹے تھے اسی طرح لیٹے رہ گئے۔ سب جانتے ہیں، جیسا کہ کہا گیا ہے: اذا حصلت الالفة بطلت الکلفة: اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو یہ حدیث فضیلت عثمان کے موضوع سے زیادہ فضیلت ابوبکر وعمر کے موضوع سے تعلق رکھتی نظر آتی ہے مگر حدیث کا ظاہری مفہوم اور اس کا سیاق وسباق چونکہ حضرت عثمان کی تعظیم وتوقیر پر دلالت کرتا ہے اس لئے اس حدیث کو حضرت عثمان کے مناقب کے باب میں ذکر کرنا ہی زیادہ موزوں ہے یہ حقیقت بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء وصحابہ میں سے جو شخص جس صفت کا زیادہ حامل ہوتا تھا اور جس کی طبیعت ومزاج پر جس خصلت وخوبی کا غلبہ ہوتا تھا آپ اسی صفت وخصلت کی رعایت سے اس کے ساتھ سلوک فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت عثمان پر چونکہ صفت حیاء کا غلبہ تھا اس لئے آپ ہمیشہ ان کا حجاب ولحاظ کرتے تھے جب کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر چونکہ آپ سے بہت بے تکلف تھے اس لئے ان کے ساتھ بے تکلفی کا معاملہ رکھتے تھے۔فرشتوں نے حضرت عثمان سے جن مواقع پر حیاء کی ہے ان میں سے ایک یہ نقل کیا گیا ہے کہ مدینہ میں ایک قضیہ کے دوران حضرت عثمان جو آگے بڑھے تو ان کا سینہ کھل گیا اور فرشتے فوراً پیچھے ہٹ گئے۔اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو متوجہ کیا کہ اپنا سینہ ڈھک لیں۔ اس کے بعد فرشتے اپنی جگہ واپس آگئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فرشتوں سے ان کے پیچھے ہٹنے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ عثمان کی حیاء سے ہم پیچھے ہٹ گئے تھے اور جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توجہ دلانے پر اپنا سینہ ڈھک لیا تو ہم اپنی جگہ پر واپس آگئے۔

حیاء کرنے کے حق کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ "اللہ سے حیاء کرو جیسا کہ حیاء کا حق ہے (یعنی جس طرح اللہ سے حیاء کرنی واجب ہے) اور جس حیاء کا وہ لائق ہے اس حیاء کا حق ادا کرو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا جو حق ہے اس حق کو ادا کرو) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! ہم بلاشبہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتے ہیں (بایں طور کہ فی الجملہ اس کے اوامر ونواہی پر عمل کرتے ہیں) اور تعریف اللہ کے لئے ہے (یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں یہ توفیق عطا فرمائی ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حیاء کا حق یہ نہیں ہے جسے تم یہ کہتے ہو کہ ہم اللہ سے حیاء کرتے ہیں بلکہ (حیا کا حق تو یہ ہے کہ) جو شخص اللہ سے حیاء کرنے میں حیاء کا حق ادا کرے تو اسے چاہئے وہ سر کی اور جو کچھ سر کے ساتھ ہے اس کی محافظت کرے اور پیٹ کی اور جو کچھ پیٹ کے ساتھ ہے اس کی محافظت کرے اور اسے چاہئے کہ موت کو اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھے اور جو شخص آخرت کی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت و آرائش کو چھوڑ دیتا ہے لہذا جس شخص نے یہ (مذکورہ بالا ہدایت پر عمل) اس نے اللہ تعالیٰ سے حیاء کی اور حق حیاء ادا کیا "احمد وترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔(مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 86)

سر کی محافظت کا مطلب یہ ہے کہ سر جسے اللہ نے شرف مکرمت سے نوازا ہے اللہ کے علاوہ کسی اور کے کام نہ آئے۔سر کو جسے اللہ نے انسانی تقدس عطا فرمایا ہے انسان کے ہاتھوں تراشے گئے فانی بتوں اور خود انسانوں کے سامنے سجدہ ریز کر کے ذلیل نہ کیا جائے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اپنی دینداری کا سکہ جمانے کے لئے نماز نہ پڑھی جائے۔سر کو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے جھکایا نہ جائے اور سر کو ازراہ غرور وتکبر بلند نہ کیا جائے۔ "سر کے ساتھ " کی چیزوں سے مراد ہیں۔زبان، آنکھ اور کان اور ان چیزوں کی محافظت کا مطلب یہ ہے کہ ان اعضاء کو گناہ سے بچایا جائے، جیسے زبان کو غیبت میں مبتلا نہ کیا جائے اور نہ جھوٹ بولا جائے آنکھ سے نامحرم اور گناہ کی چیزیں نہ دیکھی جائیں اور کان سے کسی کی غیبت اور جھوٹ مثلاً کہانی وغیرہ نہ سنی جائے۔ "پیٹ کی محافظت " کا مطلب یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ چیزیں نہ کھائی جائیں۔ "پیٹ کے ساتھ " کی چیزوں سے جسم کے وہ حصے اور اعضاء مراد ہیں جو پیٹ سے ملے ہوئے ہیں، جیسے ستر، ہاتھ پاؤں اور دل وغیرہ، مطلب یہ ہے کہ جسم کے ان اعضاء اور حصوں کو بھی گناہ

سے محفوظ رکھا جائے مثلاً ستر کو حرام کاری میں مبتلا نہ کیا جائے، گناہ وفواحش کی جگہ جیسے میلے، تماشے، ناچ گانے میں نہ جایا جائے کہ اس طرح پاؤں معصیت سے محفوظ رہیں گے ہاتھوں سے کسی کو کسی بھی طرح کی ایذاء نہ پہنچائی جائے۔ جیسے نہ کسی کو مارے پیٹے، نہ کسی کا مال چوری کرے یا چھین کرلے اور نہ نامحرم کو ہاتھ لگائے، اسی طرح دل کو برے عقیدوں، گندے خیالات اور اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی یاد سے پاک رکھا جائے۔

آخر میں انسان کے جسم خاکی کے فانی ہونے کا احساس دلایا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ اس بات کو کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ آخرت کا ایک نہ ایک دن اس دنیا سے تعلق ہو جائے گا اور یہ فانی جسم خواہ کتنا ہی حسین وجمیل اور باعظمت کیوں نہ ہو قبر کی آغوش میں سلا دیا جائے گا جہاں گوشت تو گوشت ہڈیاں تک بوسیدہ وخاک ہو جائیں گی۔ پھر اس کے بعد آیت (ومن اراد الآخرۃ) الخ فرما کر ایک ضابطہ بیان فرما دیا گیا ہے کہ جو شخص جانتا ہے کہ دنیا فانی ہے وہ دنیا اور دنیا کی لذات وخواہشات کو ترک کر دیتا ہے، نیز یہ کہ جو شخص آخرت کے ثواب اور وہاں کی ابدی نعمتوں اور سعادتوں کی خواہش رکھتا ہے وہ دنیا کی ظاہری زیب وزینت چھوڑ دیتا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں پورے کمال کے ساتھ کسی ایک شخص میں یہاں تک کہ اولیاء میں بھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس حدیث کو لوگوں کے سامنے زیادہ سے زیادہ بیان کرنا، اس کی اشاعت کرنا اور اس کے مفہوم ومطالب سے عوام کو باخبر کرنا بڑی سعادت اور فضیلت کی بات ہے، چنانچہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو کثرت کے ساتھ ذکر وبیان کرنا مستحب ہے۔

بَاب الْحِلْمِ

یہ باب بردباری کے بیان میں ہے

غصہ کو پی لینے والے کیلئے پسندیدہ حور ہونے کا بیان

4186-حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ مَرْحُوْمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَّهُوَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّنْفِذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ فِيْ اَيِّ الْحُوْرِ شَآءَ

◆◆ حضرت سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اپنے غصے پر قابو پالے اس وقت جب وہ اس کا اظہار کرسکتا ہو' تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تمام مخلوق کی موجودگی میں بلائے گا اور اسے اختیار دے گا' وہ جس "حور" کو چاہے (حاصل کرلے)۔

شرح

حضرت سہل بن معاذ اپنے والد (حضرت معاذ) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے غصہ کو پی جائے باوجود یکہ وہ اس غصہ پر عمل کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو قیامت کے دن اللہ اس کو مخلوق کے روبرو بلائے گا اور اس کو یہ

4186- اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4777' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2021' ورقم الحدیث: 2493

اختیار دے گا کہ وہ جس حور کو چاہے پسند کر لے، اس روایت کو ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور ابوداؤد کی ایک اور روایت میں کہ جو انہوں نے سوید بن وہب سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کے ایک صاحبزادے سے نقل کی ہے یہ الفاظ ہیں کہ حضور نے (تو قیامت کے دن اللہ اس کو مخلوق کے روبرو بلائے گا الخ۔) کے بجائے اس طرح فرمایا کہ اللہ اس شخص کے دل کو امن وامان سے معمور کرے (جو اپنے غصہ کو پی جائے) اور حضرت سوید کی یہ روایت "من ترک لبس ثوب جمال الخ۔ کتاب اللباس میں نقل کی جا چکی ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1017)

اللہ اس کو مخلوق کے روبرو بلائے گا " کا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے درمیان اس شخص کو نیک شہرت دے گا، اس کی تعریف وتوصیف کرے گا اور اس پر فخر کا اظہار کرے گا نیز اس کے بارے میں اعلان کیا جائے گا کہ یہ وہ شخص ہے جس کے اندر اتنی بڑی خوبی تھی۔ غصہ پر قابو پانے کی صفت کو اتنا اونچا مقام دینے کی وجہ یہ ہے کہ غصہ دراصل نفس امارہ کی ہیجانی ہیئت کا نام ہے اور جس نے اپنا غصہ پی لیا اس نے گویا اپنے نفس امارہ کو کچل ڈالا اسی لئے غصہ پر قابو پانے والوں کی تعریف حق تعالیٰ نے بھی ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ آیت (والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس) اور جو شخص اپنے نفس کو اس کی خواہش سے باز رکھتا ہے اس کا آخری ٹھکانہ جنت اور اس کا انعام حور عین ہے واضح رہے کہ جب اتنا عظیم اجر محض غصہ کو پی جانے پر حاصل ہوگا تو اس شخص کے مقام ومرتبہ کی بلندی کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جو محض غصہ کو پی جانے پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ عفو و احسان کا برتاؤ بھی کرے چنانچہ امام ثوری فرماتے ہیں کہ اصل احسان یہی ہے کہ تم اس شخص پر احسان کرو جو تمہارے ساتھ برائی کرے کیونکہ جس شخص نے تم پر احسان کیا ہے اگر تم اس پر احسان کرتے ہو تو وہ تمہارا احسان نہیں بلکہ بدلہ چکانا ہے۔

معاف کر دینے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا میرے پروردگار تیرے بندوں میں سے کون بندہ تیرے نزدیک زیادہ عزیز ہے پروردگار نے فرمایا وہ بندہ جو قادر ہونے کے باوجود عفو ودرگزر کرے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1043)

اگر اس پر کسی شخص نے کوئی ظلم کیا اور اس کو رنج وتکلیف میں مبتلا کیا تو وہ اس سے انتقام لینے کی طاقت وقدرت رکھنے کے باوجود اس کو معاف کر دے حضرت موسیٰ کی طبیعت چونکہ جلالی کیفیت غالب تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس جواب کے ذریعہ گویا ان کی تلقین کہ وہ عفو ودرگزر کا رویہ اختیار کریں۔ جامع صغیر کی ایک روایت میں منقول ہے جو شخص انتقام لینے کی طاقت وقدرت کے باوجود عفو ودرگزر کرے تو اللہ تعالیٰ یوم عسرت یعنی قیامت کے دن اس کے ساتھ عفو ودرگزر فرمائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی زبان کو بلند رکھتا ہے اللہ اس کے عیوب کو ڈھانک لیتا ہے یعنی جو شخص لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں کو چھپانے اور بیان کرنے سے باز رہتا ہے جو اس کے علم میں ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب ومعاصی کو لوگوں کی نگاہوں سے یا اعمال لکھنے والے فرشتوں سے اور یا دونوں سے چھپاتا ہے جو شخص اپنے غصہ کو ضبط کرتا ہے تو اللہ اس کو قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچائے گا اور جو شخص اپنے گناہ وتقصیر پر نادم ہو کر اللہ

تعالیٰ سے عفو و درگزر کرے گا تو اللہ اس کی عفو خواہی کو قبول کرتا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1044)

4187- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ دِيْنَارٍ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عُمَارَةَ الْعَبْدِيِّ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَتْكُمْ وُفُوْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ وَمَا يَرٰى اَحَدٌ فِيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذْ جَاءُوْا فَنَزَلُوْا فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَقِيَ الْاَشَجُّ الْعَصَرِيُّ فَجَاءَ بَعْدُ فَنَزَلَ مَنْزِلًا فَاَنَاخَ رَاحِلَتَهُ وَوَضَعَ ثِيَابَهُ جَانِبًا ثُمَّ جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَشَجُّ اِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمَ وَالتُّؤَدَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَشَيْءٌ جُبِلْتُ عَلَيْهِ اَمْ شَيْءٌ حَدَثَ لِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ شَيْءٌ جُبِلْتَ عَلَيْهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: تمہارے پاس عبدالقیس کے قبیلے کا وفد پہنچنے والا ہے راوی بیان کرتے ہیں' ہم نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ ابھی ہم اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ لوگ آ گئے وہ لوگ اترے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے صرف "اشج عصری" باقی رہ گیا وہ بعد میں آ گیا اس نے اپنی جگہ پر پڑاؤ کیا اپنی اونٹنی کو باندھا۔ اپنا کپڑا ایک طرف رکھا اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے اشج! تمہارے اندر دو خوبیاں ہیں ان دونوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ ایک بردباری اور دوسرا وقار۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میری فطرت کا حصہ ہیں یا بعد میں لاحق ہوئی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں' یہ تمہاری فطرت کا حصہ ہیں۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبدالقیس کے سردار اشج سے فرمایا کہ تمہارے اندر جو دو خوبیاں ہیں ان کو اللہ بہت پسند کرتا ہے (خواہ کسی شخص میں ہوں حلم و بردباری اور دوسرے توقف و آہستگی۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 983)

عبدالقیس ایک قبیلہ کا نام ہے جب اس قبیلہ کے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات کے لئے مدینہ آئے اور مسجد نبوی کے سامنے پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر فرط شوق سے اپنے اونٹوں سے کود پڑے بے تابانہ اور دیوانہ وار دوڑتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں محبت و عقیدت اور شوق ملاقات کی بے قراری کا اظہار نہایت جذباتی طور پر کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس بیقرار اور مظطرب حالت میں دیکھا تو سکوت فرمایا ان سے کچھ نہیں کہا لیکن یہ لوگ عظیم المرتبت شخصیت اور اپنے سردار یعنی اشج کی زیر قیادت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تھے اور جن کا اصل نام منذر تھا ان کی

4187. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کیفیت بالکل دوسری تھی وہ پہلے اپنی قیام گاہ پر اترے وہاں انہوں نے اپنے تمام رفقاء کا سامان جمع کیا اور ساری چیزوں کو باندھ کر اطمینان کے ساتھ نہائے دھوئے نہایت نفیس پاکیزہ زیب تن کئے اور پھر انتہائی وقار و تمکنت کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مسجد نبوی میں آئے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی دعا مانگی اور اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ وضع اور روش بہت پسند آئی اور ان سے مذکورہ بالا الفاظ ارشاد فرمائے۔

ایک روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے ان دونوں خوبیوں کا ہونا بیان فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے اندر جو یہ دو خوبیاں ہیں ان کو میں نے از راہ تکلف اختیار کیا ہے اور میری خود ساختہ ہیں یا اللہ تعالیٰ نے ان کو میری فطرت میں پیدا کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ان دونوں خوبیوں کو تمہارے مزاج و فطرت میں ودیعت رکھا ہے یہ سن کر انہوں نے کہا کہ اللہ کا لاکھ شکر ہے اور احسان ہے کہ اس نے مجھ کو ان دو خوبیوں کے ساتھ استوار کیا جن کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے یعنی اگر یہ دونوں خوبیاں میری خود ساختہ اور از راہ تکلف اختیار کی ہوئی ہوتیں تو ان کے زائل ہونے یا ان میں نقصان پیدا ہو جانے کا خدشہ ہوتا ہے مگر چونکہ فطری طور پر ہیں اور اللہ کی عطا کی ہوئی ہیں اس لئے میں بجا طور پر امید رکھتا ہوں کہ یہ دونوں میرے اندر ہمیشہ رہیں گے اور باقی رہیں گے۔

4188-حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحٰقَ الْهَرَوِيُّ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْفَضْلِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْجَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْاَشَجِّ الْعَصَرِيِّ اِنَّ فِيْكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْحَيَاءُ

◄► حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشج عصری سے فرمایا: تمہارے اندر دو خوبیاں ہیں ان دونوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ بردباری اور حیاء

شرح

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص کامل بردبار نہیں ہوتا جب تک اس کو لغزش نہ ہوئی ہو اور کوئی شخص کامل حکیم نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو تجربہ حاصل نہ ہوا ہو اس روایت کو احمد اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 985)

حدیث کے پہلے جملے کا مطلب یہ ہے کہ حلم و بردباری اور لحاظ و مروت کا جوہر شخص میں ہوتا ہے جس نے دھوکا کھایا ہو لغزشوں اور خطاؤں سے دوچار ہوا ہو گناہ و معصیت کا مرتکب ہو چکا ہو اور اپنے معاملات میں خلل نقصان برداشت کر چکا ہو اور ہوشیار ہونے کے بعد ندامت و خجالت کا بر گراں کاندھوں پر اٹھائے پھرا ہو ظاہر ہے کہ ایسا شخص چونکہ اچھی طرح جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کسی کے دکھ درد اور نفع نقصان کی کیا اہمیت ہوتی ہے کسی کے عیوب چھپانے اور کسی کی خطاؤں کی سے درگزر کرنے کی کتنی ضرورت ہوتی ہے اس لئے وہ دوسروں کے تئیں حلم و بردبار اور خیر خواہ ہوتا ہے لوگوں کے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے اور اگر کسی سے کوئی خطا ہو جاتی ہے

4188، اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2011

تو اس سے درگزر کرتا ہے۔

حکیم اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو دانا و عقل مند ہے راست باز ہو کیونکہ حکمت کے معنی ہیں ہر چیز کی حقیقت و اصلیت کو جاننا اور ترجمہ کا مطلب ہے کاموں کی واقفیت حاصل کرنا اور کسی کام کو کرنے کا طریقہ جاننا لہذا فرمایا گیا ہے کہ جس شخص کو اشیاء کی حقیقت و پہچان حاصل ہوئی ہو ہر چیز کے نفع نقصان سے آگاہ ہوا حالات کے اتار چڑھاؤ اور معاملات و افراد کی بھلائی برائی سے واقف ہوا اس کو حکمت کی دولت مل گئی اور وہ کامل حکیم ہوا۔ اور اگر حکیم سے طبیب مراد لیا جائے تو بھی مطلب بالکل صاف ہے کہ کوئی شخص محض علم طب پڑھنے سے کامل و معالج نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے لئے تجربہ اور معالجہ کی مشق و مزاولت ضروری ہے۔

اللہ کی رضا کیلئے غصہ پی جانے کا بیان

4189 - حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ جُرْعَةٍ اَعْظَمُ اَجْرًا عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ كَظَمَهَا عَبْدٌ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اجر کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک غصے کو پی جانے سے بڑا اور کوئی گھونٹ نہیں ہے۔ وہ غصہ جسے آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پیتا ہے۔

شرح

حضرت سہل بن ساعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کام میں آہستگی و بردباری اللہ کی طرف سے ہے یعنی یہ خوبی الہام الٰہی کے ذریعہ کسی انسان کو حاصل ہوتی ہے اور جلد بازی شیطان کی خصلت ہے اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 984)

اور جلد بازی شیطان کی خصلت ہے کا مطلب یہ ہے کہ کسی دنیاوی کام میں غور و فکر نہ کرنا، اس کے انجام پر نظر رکھے بغیر اس کو شروع کر دینا اور جلد بازی کی روش اختیار کرنا ایک ایسی خصلت ہے جس کو شیطان وسوسوں اور واہمات کے ذریعہ انسان کے اندر پیدا کرتا ہے جس سے اس کا مقصد اس کے کام کو خراب کرنا ہے اور خود اس کو پریشانیوں میں مبتلا کرنا ہے بعض حضرات نے یہ وضاحت کی ہے کہ اس سے وہ امور مستثنیٰ ہیں جن کی خیر و برکت میں کوئی شبہ نہیں یعنی اچھی چیزوں میں غفلت کرنا شیطان کی خصلت نہیں ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا: یسارعون فی الخیرات۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ جہاں تک عبادات و طاعات کا تعلق ہے تو جاننا چاہیے کہ ایک تو کسی عبادت و طاعت کی طرف سرعت و جلد روی کو اختیار کرنا ہے اور دوسرے اس عبادات و طاعت کو کرتے وقت جلد بازی کرنا ہے ظاہر ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرق ہے چنانچہ اول الذکر ایک مطلوب و مستحسن چیز ہے اور ثانی الذکر ایک مذموم خصلت ہے اس بات کو مثال کے طور پر یوں سمجھا جائے کہ ایک تو نماز کے لئے جلدی کرنا اور ایک نماز میں جلدی کرنا نماز کے لئے جلدی کرنا تو یہ ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو اس کو

4189: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ادا کرنے میں تاخیر نہ کرنا جلدی جلدی تیاری کرے نماز پڑھنے لگے۔ یہ چیز صرف یہ ہے کہ اس جلد بازی میں شامل نہیں ہے جس کی برائی بیان کی گئی ہے بلکہ یہ ایک مستحسن عمل ہے اور نماز میں جلدی کرنا یہ ہے کہ جب نماز پڑھنے لگے تو اس نماز سے جلد از جلد فارغ ہو جانے کی خاطر اس کے ارکان وافعال کی ادائیگی میں عجلت کرنے لگے یہ چیز یعنی کسی نیک کام کو جلد بازی سے پورا کرنا مذموم ہے لہذا ملاعلی قاری کے مذکورہ الفاظ کا حاصل یہ نکلا کہ فرق شوق سے کسی اچھے کام کی طرف لپکنا اور اس کی انجام دہی کے لئے جلد از جلد تیار ہونا ایک اچھی چیز ہے اور اس اچھے کام کو جلد بازی کے ساتھ کرنا ایک بری چیز ہے۔

غصہ کے معنی ومفہوم کا بیان

غضب کے معنی ہیں غصہ ہونا اور حقیقت میں غضب یا غصہ اس طبعی کیفیت کو کہتے ہیں جو طبیعت ومزاج کے خلاف پیش آنے والی بات پر نفس کو برانگیختہ کرنا اور ناپسندیدہ چیز میں مغضوب علیہ کی طرف میلان کرتی ہے تاکہ اس سے انتقام لے سکے اور طبیعت کے خلاف پیش آنے والی صورت حال کو دور کر سکے اسی وجہ سے غصہ کی حالت میں چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔

اور رگیں پھول جاتی ہیں اسی طرح خوشی کی حالت میں بھی روح باہر کی طرف میلان کرتی ہے تاکہ اس چیز کے سامنے آجائے جو خوشی کا باعث بنی ہے چنانچہ غصہ یا خوشی کی زیادتی کے وقت ہلاکت کا خوف اس لئے ہوتا ہے کہ اسے موقع پر روح پوری طرح بالکل نکل آنا چاہتی ہے اس کے برخلاف غم یا خوف کی حالت میں روح اندر کی طرف چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے چہرہ پر زردی چھا جاتی ہے اور جسم کو کمزوری لاحق ہو جاتی ہے اس حالت میں بھی ہلاکت کا خوف ہوتا ہے کیونکہ روح پوری طرح اندر کی طرف چلی جاتی ہے اور مطلق سرد ہو جاتی ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کی طرف غضب وغصہ کی نسبت کرنا جیسا کہ ایک موقع پر فرمایا گیا ہے کہ من لم یسال اللہ یغضب علیہ۔ جو شخص اللہ کے سامنے دست دراز نہیں کرتا تو اللہ اس پر غصہ ہوتا ہے۔ مجاز ہے اور اللہ کے غصہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس بندے سے ناراض ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو کوئی بادشاہ غصہ کے وقت اپنی رعایا کے ساتھ کرتا ہے یعنی سزا دیتا ہے اور عذاب نازل کرتا ہے غضب کی ضد حلم ہے اور حلم دراصل نفس وطبیعت کے اس سکون واستقلال کو کہتے ہیں کہ جو محبوب ترین چیز کے قریب پہنچ جانے اور مقصود ومراد کے بالکل سامنے ہونے کے وقت بھی انسان کو بے قرار نہیں ہونے دیتا جیسا کہ وفد عبدالقیس کے سردار حضرت منذر کے بارے میں یہ روایت منقول ہے کہ جب وہ اپنا وفد لے کر مدینہ پہنچے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس اضطراب بے قراری کا اظہار نہیں کیا جو ان کی قوم کے دوسرے لوگوں نے ظاہر کیا تھا اور اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حلم ووقار کی خوبیوں سے موصوف قرار دیا ہے۔

واضح رہے کہ غضب غصہ کوئی ایسی خصلت نہیں ہے جس کو بذات خود برا کہا جائے بلکہ اس میں برائی اس وقت آتی ہے جب اس کی وجہ سے راہ حق چھوٹ جائے اور احکام شریعت کی پابندی ترک ہو جائے چنانچہ جو غضب حق کی خاطر ہو اور حق کی راہ میں ہو اس کو محمود ومستحسن کہا جائے گا یہی وجہ ہے کہ راہ طریقت وسلوک میں ریاضت ومجاہدہ کا مقصد مطلق غضب وغصہ کو ختم کر دینا نہیں بلکہ اس کو قابو میں رکھنا اور حق کے تابع کرنا ہوتا ہے اور ویسے بھی قدرت نے غضب کو ایسی قوت بنایا ہے جو جسمانی نظام کو برقرار رکھنے کا

ذریعہ اور بقاء حیات کا سبب ہے کیونکہ یہ قوت غضبیہ ایسی ہوتی ہے جو مضرات موذیات سے بچاتی ہے۔

چنانچہ نباتات وجمادات کو نیست ونابود کرنے پر ہر کوئی اسی لئے قادر ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ان دونوں کو قوت غضبیہ سے محروم رکھا ہے اس کے برخلاف حکمت کاملہ الٰہی نے حیوان میں نہ صرف یہ کہ قوت غضبیہ پیدا کی ہے بلکہ ان کے بعض جسمانی حصوں کو گویا ایسے آلات وہتھیار کے طور پر بنایا جن سے وہ اپنے نقصان وایذء سے اپنا دفاع کر سکیں جیسے سینگ اور دانت وغیرہ اور انسان میں اگرچہ اس طرح کی چیزیں پیدا نہیں کی ہیں لیکن اس کو وہ عقل وتدبیر دکھادی ہے جس کے ذریعہ وہ ضرورت وحالت کے مطابق ایسے آلات وہتھیار بنا سکتا ہے جو اس کو نقصان پہنچانے والے سے محفوظ رکھتے ہیں۔

غصے سے اجتناب کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا مجھے کوئی نصیحت فرما دیجیے تاکہ میں اس پر عمل کر کے دین ودنیا کی بھلائی حاصل کروں آپ نے فرمایا غصہ مت کرو، اس شخص نے یہ بات کہ آپ مجھے کوئی نصیحت فرما دیں کئی مرتبہ کہی اور آپ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ غصہ مت کرو۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1028)

چونکہ اس شخص میں غصہ کا مادہ زیادہ تھا اس لئے اس نے جتنی مرتبہ بھی یہ درخواست کی کہ مجھ کوئی نصیحت فرما دیجیے آپ نے یہی جواب دیا کہ غصہ مت کیا کرو چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ سوال کرنے والا جس حالت وکیفیت کا حامل ہوتا اس کو جواب اسی حالت وکیفیت کے مطابق ارشاد فرماتے اور ہر ایک کے مرض کا علاج اس کے احوال کی مناسبت سے تجویز فرماتے اسی لئے آپ نے اس شخص کے حق میں اجتناب کے حکم کو بار بار ظاہر کرنا ہی مناسب جانا۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ غضب وغصہ کی حالت دراصل شیطانی وسوسوں سے پیدا ہوتی ہے جس کے سبب انسان ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اعتدال کی راہ سے گزر جاتا ہے اور شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔

چنانچہ اس حالت میں وہ نہ صرف اس طرح اول فول بکنے لگتا ہے اور ایسے افعال وحرکات کا ارتکاب کرتا ہے جو شرعی طور پر بھی اور اخلاقی طور پر بھی نہایت برے اور نازیبا ہوتے ہیں بلکہ دل میں کینہ اور بغض بھی رکھتا ہے اس کے علاوہ ایسی اور بہت سی چیزیں اس سے صادر ہوتی ہیں جو بدخلقی وبدخوئی کی نشانیاں ہیں اور بسا اوقات تو غصہ کرنے والا اس درجہ مغلوب الغضب ہو جاتا ہے کہ اس سے کفر تک سرزد ہو جاتا ہے اس حقیقت سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ غضب وغصہ چونکہ انسان کو دین ودنیا کے سخت ترین نقصان میں مبتلا کر دیتا ہے اس لئے آپ نے مذکورہ شخص کے بار بار عرض گزار ہونے کے باوجود بس ایک ہی نصیحت کی کہ غصہ مت کرو اور ہر مرتبہ اسی کی تاکید کی گویا آپ نے اس کو یہ تعلیم ارشاد فرمائی کہ غصہ کا تعلق بدخلقی سے ہے اور بدخلقی محض ایک ہی برائی نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ سے نہ معلوم کتنی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور کتنے ہی نقصانات کرنا پڑتے ہیں لہذا غصہ سے اجتناب وپرہیز کر کے خوش خلقی اختیار کرو جو دین ودنیا کی بھلائیوں اور دارین کی سعادتوں کی ضامن ہے۔ ایک بات یہ جان لینی چاہیے کہ غصہ کا علاج بھی تجویز کیا ہے جو علم وعمل یا ظاہر وباطن کا مرکب ہے۔

چنانچہ اگر کوئی ایسی صورت حال پیش آ جائے جو غصہ کا سبب ہو تو اس صورت میں علمی یا باطنی وقلبی علاج یہ ہے کہ دل میں یہ

تصور کرے اور اس پر یقین رکھے کہ کوئی کام اللہ کے ارادہ و تقدیر کے بغیر نہیں ہوتا جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، نفع نقصان سب اسی کے اختیار میں ہے، انسان تو ظاہر میں ایک آلہ ہے، جس شخص کی طرف سے کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے اس پر غصہ ہونا ایسا ہے جیسے کوئی شخص چھری یا چاقو پر غصہ ہو کر اس نے کیوں کاٹا علاوہ ازیں اپنے نفس کو سمجھائے کہ دیکھ اللہ تعالیٰ کس قدر قادر ہے اور اس کا غضب کتنا ہی شدید ہے مگر اس کے باوجود وہ درگزر کرتا ہے۔

بندے اس کی کسی طرح مخالفت کرتے ہیں اور اس کے احکام سے کس طرح سرکشی اختیار کرتے ہیں لیکن وہ ان پر غضب نازل نہیں کرتا ہے پھر تو اتنا بڑا کہاں آیا کہ ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتا دوسرا علاج جو عملی یا ظاہری ہے وہ یہ کہ فوراً وضو کر ڈالے اور اعوذ پڑھنے لگے تاکہ پانی ٹھنڈک، غصہ کی حرارت کو فرو کر دے اور نفس دوسری طرف مشغول ہو جائے۔

غصے کو کنٹرول کرنا بہادری ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاقتور پہلوان وہ شخص نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور اور پہلوان وہ شخص ہے، جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو پچھاڑ دے اور اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1029)

اس ارشاد گرامی کی بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ اصل میں اگر کوئی چیز انسان کی سب سے بڑی دشمن اور اس کے مقابلہ میں سب سے زیادہ طاقتور ہے تو وہ خود اس کا نفس ہے اگر کوئی شخص بڑے بڑے پہلوانوں کو پچھاڑتا رہا اور اپنے آپ کو طاقتور ترین دشمن کو بھی زیر کرتا رہا مگر خود اپنے نفس پر غالب نہیں آسکا تو یہ کوئی کمال نہیں ہے اصل کمال تو یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو زیر کرے جو ان کا اصل دشمن ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے، "تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ واضح رہے کہ بدن کی قوت ظاہری اور جسمانی ہے جو زوال پذیر اور فنا ہو جانے والی ہے اس کے برخلاف جو قوت نفس کو زیر کرتی ہے وہ دینی اور روحانی ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور ہمیشہ باقی رہتی ہے لہذا نفس امارہ کو مارنا وصف اور کمال کی بات ہے کہ جب کہ آدمی کو پچھاڑنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

بَاب الْحُزْنِ وَالْبُكَاءِ

یہ باب غمگین ہونے اور رونے کے بیان میں ہے

حزن وبکاء کے معنی ومفہوم کا بیان

بکاء "کے معنی ہیں رونا اور آنسو بہانا۔ اگر یہ لفظ مد کے بغیر یعنی "بکا "ہو تو اس کا اطلاق کسی غم وحزن کی وجہ سے صرف آنسو بہنے پر ہوتا ہے اور اگر یہ لفظ مد کے ساتھ، یعنی بکاء ہو تو اس کا اطلاق آواز کے ساتھ رونے اور آنسو بہانے پر ہوتا ہے اور زیادہ مشہور مد کے ساتھ ہی ہے نیز ظاہر یہ ہے کہ عنوان بالا میں اس لفظ کا عام مفہوم مراد ہے یعنی رونا، خواہ خاموش آنسو بہانے کی صورت میں ہو یا بلند آواز کے ساتھ رونے کی صورت میں۔ اس سے تبا کی کا لفظ نکلا ہے جس کے معنی ہیں رونے کی صورت بنانا، بہ تکلف رونا اور ان

چیزوں کو کہ جن سے رونا آئے۔ مبادا اور بیان کر کے زبردستی رونا، ابکاء بھی اسی لفظ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کسی کو رلانا۔"
خوف "کے معنی ہیں ڈرنا، دہشت کھانا اسی لفظ سے اخافت اور تخویف ہے، جس کے معنی ہیں ڈرانا، واضح رہے کہ "خوف" ایک خاص کیفیت وحالت کا نام ہے جو پیش آتی ہے۔ حاصل یہ کہ رونے اور ڈرنے سے مراد آخرت کے عذاب اور اللہ تعالیٰ کے عقاب وعتاب سے ڈرنا اوران چیزوں کے خوف سے رونا گڑگڑانا ہے۔

4190- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ اَنْبَاَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى اَنْبَاَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ السَّمَآءَ اَطَّتْ وَحَقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِيْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَّاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِّلّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَّمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُّ اَنِّىْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں وہ چیز دیکھ لیتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور اسے سن لیتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔ بے شک آسمان چرچرا رہا ہے اور اسے حق ہے کہ وہ چرچرائے کیونکہ اس میں چار انگلیوں جتنی بھی جگہ نہیں ہے (جو خلا ہو) ہر جگہ کسی فرشتے نے اپنی پیشانی رکھی ہوئی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہے۔ اللہ کی قسم! اگر تم لوگ جان لو اس چیز کو جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ اور تم بستروں پر خواتین سے لذت حاصل نہ کرو اور ویرانوں کی طرف نکل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کے لئے۔ اللہ کی قسم! میری یہ خواہش ہے کہ میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔

شرح

لفظ "اطت" دراصل "اط" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں آواز نکالنا، پالان اور زین وغیرہ کا چرچرانا، اونٹ کا تعب کی وجہ سے بلبلانا، اس حدیث میں آسمان سے آواز نکلنے کی جو بات فرمائی گئی ہے اس کا مفہوم بالکل ظاہر ہے کہ فرشتوں کی کثرت وازدہام اوران کے بوجھ کی وجہ سے آسمان میں سے آواز نکلتی ہے جیسا کہ سواری کا جانور سواری کے بوجھ کی وجہ سے ایک خاص قسم کی آواز نکالتا ہے یا کسی تخت وپلنگ پر جب زیادہ لوگ بیٹھ جاتے ہیں تو وہ چرچرانے لگتا ہے یا آسمان میں سے نکلنے کا مطلب آسمان کا اللہ کے خوف سے نالہ وفریاد کرنا ہے اور اس جملے کا مقصد یہ آگاہی ہے کہ جب آسمان ایک غیر ذی روح اور منجمد چیز ہوتے ہوئے اور مقدس ملائکہ کی قرارگاہ کی حیثیت رکھنے کے باوجود خوف الٰہی سے نالہ وفریاد کرتا ہے تو انسان کہ جو جاندار ہے اور گناہ ومعصیت کی آلودگی رکھتا ہے، وہ کہیں زیادہ اس لائق ہے کہ خوف الٰہی سے گریہ وزاری اور نالہ وفریاد کرے۔ یہ معنی حدیث کے اصل مقصد سے زیادہ قریب اور مناسب تر ہیں۔ "اپنا سر سجدہ ریز کئے ہوئے نہ پڑے ہوں" سے مراد فرشتوں کا اللہ تعالیٰ کی عبادت وتابعداری میں مشغول ہونا ہے۔

4190 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث:2312

یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے تاکہ وہ بات بھی اس جملے کے دائرہ مفہوم میں آ جائے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ہر فرشتہ اللہ کی عبادت وتابعداری میں مشغول ہے کہ کچھ تو قیام کی حالت میں عبادت گزار ہیں، کچھ رکوع کی حالت میں ہیں اور کچھ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں یا یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان میں سے کسی خاص آسمان کا ذکر فرمایا ہے اور اس آسمان میں جو فرشتے ہیں وہ سب کے سب سجدہ کی ہی حالت میں پڑے ہوئے اللہ کی عبادت کررہے ہیں۔

صعدات "اصل میں "صعد" کی جمع ہے اور صعد جمع ہے صعید کی جیسے طرقات جمع ہے طرق کی اور طرق جمع ہے طریق کی۔ صعید کے لغوی معنی مٹی، راستہ اور زمین کے بلند حصے کے ہیں اور یہاں حدیث میں اس سے مراد جنگل ہے۔ " کاش میں درخت ہوتا "یعنی انسان ہونے کی حیثیت سے گناہوں اور برائیوں کے ارتکاب سے بچنا بڑا مشکل ہے شیطان ہر وقت پیچھے لگا رہتا ہے نہ جانے کب اس کا داؤ چل جائے گا اور گناہ ومعصیت کا ارتکاب ہو جائے۔ جس کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی اور اس کا عذاب مول لینا پڑ جائے گا۔

لہٰذا حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آرزو ظاہر کی کہ کاش میں انسان نہ ہوتا تاکہ کل قیامت کے دن گناہوں کی آلودگی کے ساتھ نہ اٹھتا۔ اور جس طرح ایک درخت کو کاٹ ڈالا جاتا ہے تو وہ سرے سے مٹ جاتا ہے، اسی طرح میں بھی ہوتا کہ مجھے کاٹ کر پھینک دیا جاتا اور میں آخرت میں ندامت وشرمندگی اور عذاب سے بچ جاتا۔ واضح رہے کہ اس طرح کی غمناک اور درد انگیز آرزوئیں دوسرے بڑے صحابہ سے بھی منقول ہیں، مثلاً ایک صحابی نے کہا تھا کہ کاش، میں بکری ہوتا جس کو لوگ کاٹ کر کھا جاتے ہیں۔

دوسرے صحابی نے کہا کاش میں پرندہ ہوتا کہ وہ جہاں چاہتا ہے بیٹھ جاتا ہے اور جہاں چاہتا ہے چلا جاتا ہے۔ اس پر کوئی فکر اور کسی چیز کا دباؤ نہیں ہوتا یہ سب مقدس صحابہ وہ تھے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی اور آخرت کے اعتبار سے ان کی عافیت کے بخیر ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا لیکن جب ان پاک نفس حضرات کے احساس اور فکر آخرت کا یہ حال تھا تو دوسروں کو کیا کہا جاسکتا ہے، اگرچہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعدہ ہے کہ ہر مومن انشاء اللہ مغفرت وبخشش سے نوازا جائے گا اور اس کی عاقبت بخیر ہوگی لیکن بارگاہ بے نیازی کا خوف ہی کمر توڑے ڈالتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے کیا کیا نہ اپنے زہد واطاعت پہ ناز تھا بس دم نکل گیا جو سنا بے نیاز ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ اس کا دشمن رات کے آخری حصے میں دھاوا بولنے والا ہے تو وہ رات کے پہلے ہی حصے میں اپنے بچاؤ کا راستہ اختیار کر لیتا ہے تاکہ دشمن کی غارت گری سے محفوظ رہ سکے اور جو شخص رات کے پہلے حصے میں بھاگنا شروع کر دیتا ہے وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے جان لو اللہ کا مال بہت قیمتی ہے جو نہایت اونچی قیمت چکائے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اور وہ اونچی قیمت اس کی راہ میں جان ومال کی قربانی ہے اور یاد رکھو اللہ کا مال جنت ہے۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1278)

منزل "سے مراد مطلوب ومقصود کو حاصل کر لینا ہے طیبی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ کے ذریعے

گویا رہروآخرت کی مثال بیان فرمائی ہے کہ شیطان اس کی تاک میں ہے نفس اور اس کی باطل آرزوئیں اس شیطان کی مددگار ہیں اور اس طرح وہ اس شخص کی مانند ہے جس کا طاقتور اور عیار دشمن اس پر دھاوا بولنے کے لئے تیار کھڑا ہوا اور انتظار کر رہا ہو کہ رات کا پچھلا پہر آئے تو تاریکی اور سناٹے میں اس پر حملہ کر کے اس کو غارت وتباہ کر دے، پس اگر وہ رہروآخرت ہوشیار ہو جائے، راہ ہدایت پر ابتداء ہی سے چلنا شروع کر دے اور اپنے اعمال میں نیت کا اخلاص پیدا کر لے تو وہ یقیناً شیطان سے اور اس کے مکر سے محفوظ رہے گا۔ ورنہ وہ اتنا عیار دشمن ہے کہ جہاں ذرا سی غفلت دیکھتا ہے اپنے مددگاروں کو لے کر فوراً دھاوا بول دیتا ہے اور ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کی راہنمائی فرمائی کہ راہِ آخرت پر چلنا نہایت دشوار اور وہاں کی نعمتیں وسعادتیں حاصل کرنا سخت مشکل ہے، اس راستے میں ذرا سی غفلت وسستی بھی منزل کو دور سے دور کر دیتی ہے۔

جب تک زیادہ سے زیادہ محنت وعمل اور سعی وکوشش نہیں کی جاتی وہ نعمتیں اور سعادتیں پوری طرح حاصل نہیں ہو سکتیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "جان لو اللہ کا مال بہت قیمتی ہے" کے ذریعے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مال یعنی جنت کی اگر کوئی قیمت ہو سکتی ہے اور اگر اس کو کسی چیز کے بدلے میں حاصل کیا جا سکتا ہے تو وہ اللہ پرستی وخدا ترسی اور نیک اعمال کا سرمایہ ہے اگر اللہ کی جنت حاصل کرنا چاہتے ہو تو نیکی کے راستے کو اختیار کرو، برائی کے نزدیک بھی نہ بھٹکو اور زیادہ سے زیادہ اچھے کام کرو۔ اسی مفہوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ کے ذریعے اشارہ فرمایا ہے۔ آیت (والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا وخیر املا)۔ اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجے بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجے بہتر ہے۔ اور فرمایا۔ آیت (ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ)۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔

4191- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اگر تم وہ بات جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسو اور زیادہ روؤ۔

شرح

اس ارشاد گرامی میں امت کے لئے ایک تنبیہ تو یہ ہے کہ اپنے اوپر گریہ طاری رکھنا چاہئے اور ان چیزوں کی یاد تازہ رکھنی چاہئے جو رونے رلانے اور غم کھانے کا باعث ہوتی ہیں جیسے خوف الٰہی کا احساس اور عظمت وجلال حق کی حقیقت معلوم کرنا۔ دوسری تنبیہ یہ ہے کہ جاہل وغافل لوگوں کی طرح بہت زیادہ ہنسنے اور راحت چین اختیار کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف عفو ومغفرت اور اس کی رحمت پر امید کی وجہ سے فی الجملہ راحت چین اختیار کرنا ایک حد تک گنجائش رکھتا ہے۔

4191- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

زندگی کی لمبی امیدوں کے سبب دل سخت ہو جانے کا بیان

4192- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِىْ فُدَيْكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ يَعْقُوْبَ الزَّمْعِيِّ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ اَنَّ عَامِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ اِسْلَامِهِمْ وَبَيْنَ اَنْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يُعَاتِبُهُمُ اللّٰهُ بِهَا اِلَّا اَرْبَعُ سِنِيْنَ (وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ)

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ان کے والد نے انہیں یہ بتایا ہے کہ ان کے اسلام قبول کرنے اور اس آیت کے نزول کے درمیان صرف چار برس کا فاصلہ ہے۔

''اور تم ان لوگوں کی مانند نہ ہو جاؤ جنہیں پہلے کتاب دی گئی تو ان کی امید لمبی ہوگی اور ان لوگوں کے دل سخت ہو گئے اور ان میں اکثر لوگ گناہگار ہیں''۔

4193- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُكْثِرُوا الضَّحِكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم زیادہ نہ ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

شرح

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ کہ جس کا ذکر بہت باعظمت ہے (دوزخ پر متعین فرشتوں سے) فرمائے گا کہ اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس نے ایک دن بھی (یعنی کسی ایک وقت بھی) مجھ کو یاد رکھا ہے، یا کسی موقع پر مجھ سے ڈرا ہے۔

(ترمذی اور بیہقی نے اس روایت کو کتاب البعث والنشور میں نقل کیا ہے) (مشکوۃ شریف: جلد چہارم حدیث نمبر 1279)

اس شخص سے مراد وہ مومن ہے جو مرتے وقت تک اخلاص کے ساتھ ایمان پر قائم رہا تھا لیکن گناہوں اور بدعملی کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دیا گیا تھا۔ "یا کسی موقع پر مجھ سے ڈرا ہے " یعنی اس کی دنیاوی زندگی میں کوئی ایسا موقع آیا ہو جب وہ کسی گناہ میں مبتلا ہونے سے محض میرے خوف کی وجہ سے باز رہا ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ آیت (و اما من خاف مقامه ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هى الماوى)۔ اور جو شخص دنیا میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا سو جنت میں اس کا ٹھکانا ہوگا۔ طیبی کہتے ہیں کہ ذکر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے مراد وہ "ذکر "

4192: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4193: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ہے جس میں زبان کے ساتھ دل بھی شریک ہو اور جس کو اخلاص کہتے ہیں۔

اخلاص کا مطلب یہ ہے خلوص دل اور صدق نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اور ماننا ورنہ یوں تو کافر بھی زبان سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ ان کے اس ذکر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، کیونکہ ان کا دل اللہ کی وحدانیت اور صدق واخلاص سے قطعا خالی ہوتا ہے اس بات کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ۔ من لا الہ الا اللہ خالصا من قلبہ دخل الجنۃ۔ جس شخص نے خلوص دل کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جائے گا۔ واضح رہے کہ "خوف خداوندی" سے مراد وہ خوف ہے جس کی وجہ سے بندہ اپنے اعضاء جسم کو گناہوں سے باز اور طاعات وعبادات میں مشغول رکھے ورنہ ایسے خوف کا کوئی اعتبار نہیں جو پیدا تو ہو مگر اس کی کارفرمائی اعضاء جسم پر ظاہر نہ ہو کہ نہ تو وہ گناہوں سے باز رکھے اور نہ طاعات وعبادات میں لگائے رکھے، بلکہ حقیقت میں اس کو خوف الٰہی نہیں کہا جا سکتا۔

اس کو تو "حدیث نفس" یعنی ایک ایسا وسوسہ اور ایک ایسی تحریک کہا جا سکتا ہے جو کسی ہولناک چیز کے اسباب وآثار دیکھنے کے وقت طبیعت پر طاری ہو جاتی ہے۔ اور جب وہ اسباب وآثار غائب ہو جاتے ہیں تو دل پھر غفلت میں پڑ جاتا ہے۔ مشہور بزرگ حضرت فضیل نے بڑی حکیمانہ بات کہی ہے کہ جب تم سے پوچھا جائے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہو؟ تو اس سوال کے جواب میں خاموشی اختیار کر لینی چاہئے کیونکہ اگر تم نے جواب میں کہا کہ نہیں، تو یقینا کافر ہو جاؤ گے اور اگر کہا کہ ہاں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔

حضرت فضیل نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اصل میں اللہ کا خوف تو وہی ہے جو اعضاء جسم کو گناہوں میں ملوث ہونے قطعی باز رکھے۔ بہرحال اس حدیث میں یہ بشارت ہے کہ جس مسلمان نے ایک بار بھی از راہ اخلاص اللہ کو یاد کر لیا اور کسی ایک موقع پر بھی حقیقی معنی میں اللہ کے عذاب کا خوف کھایا تو بالآخر اللہ کا خوف کھایا تو بالآخر دوزخ کے عذاب سے نجات پائے گا بلکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو دوزخ میں داخل ہی نہ کرے اور ابتداء جنت میں بھیج دے، بے شک آیت (یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء) اسی کی صفت اور شان ہے۔

4194- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَاْ عَلَيَّ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ بِسُوْرَةِ النِّسَآءِ حَتّٰى اِذَا بَلَغْتُ (فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا) فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَدْمَعَانِ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے قرأت کرو میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء کی تلاوت کرنی شروع کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا:

''اس وقت کیا عالم ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے اور تم کو ان سب پر گواہ کے طور پر لے آئیں گے''۔

4194: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3025

(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: تو اس وقت کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے (رسول مکرم) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ (النساء:۴۱)

تمام نبیوں کے صدق پر رسول اللہ ﷺ کی شہادت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اللہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا یعنی کافر کو جو عذاب دے گا وہ ظلم نہیں ہوگا اور مومنوں کو بشارت دی تھی کہ ان کی نیکیوں کے اجر کو بڑھا دے گا اب اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہ جزا اور سزا نبیوں اور رسولوں کی گواہی پر مترتب ہوگی جس کے خلاف وہ گواہی دیں گے اس کو سزا ملے گی اور جس کے حق میں گواہی دیں گے اس کو اجر و ثواب بیش از بیش ملے گا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میرے سامنے قرآن پڑھو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ آپ پر تو خود قرآن مجید نازل ہوا ہے آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میں کسی اور سے قرآن سنوں میں نے سورۃ النساء پڑھی جب میں آیت پر پہنچا (آیت) **فکیف اذا جئنا من کل امة بشهيد وجئنا بك على هولاء شهيدا** (النساء:۴۱)

میں نے سر اٹھا کر دیکھا یا کسی نے میرے پہلو میں ٹہوکا دیا اور میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۸۰۰)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا رونا خوف خدا کے غلبہ سے تھا کیونکہ اس سے پہلی آیت میں ہے اللہ تعالیٰ کسی پر ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہیں فرمائیگا۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شہادت دینے کا معنی یہ ہے کہ آپ انبیاء صادقین علیہم السلام کے صدق پر گواہی دیں گے یا انبیاء سابقین کی تقویت کے لئے ان کی امت کے کافروں کے خلاف شہادت دیں گے اور اس میں ہمارے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عظیم فضیلت ہے کیونکہ تمام نبیوں اور رسولوں کی شہادت آپ کی شہادت سے مانی جائے گی۔

4195- حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ دِينَارٍ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ الْخُرَاسَانِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جِنَازَةٍ فَجَلَسَ عَلَى شَفِيرِ الْقَبْرِ فَبَكَى حَتَّى بَلَّ الثَّرَى ثُمَّ قَالَ يَا إِخْوَانِي لِمِثْلِ هَذَا فَأَعِدُّوا

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک ہوئے۔ آپ قبر

4195 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کے کنارے پر تشریف فرما ہوئے اور رونے لگے یہاں تک کہ مٹی تر ہو گئی پھر آپ نے فرمایا: اے میرے بھائیو! اس جیسی صورتحال کی تیاری کرلو۔

4196-حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ بَشِيرِ بْنِ ذَكْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا اَبُو رَافِعٍ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْكُوا فَاِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا

◆◆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "رولو! اگر رو نہیں سکتے تو رونے جیسی شکل بنالو"۔

4197-حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ وَاِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي فُدَيْكٍ حَدَّثَنِي حَمَّادُ بْنُ اَبِي حُمَيْدٍ الزُّرَقِيُّ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوعٌ وَاِنْ كَانَ مِثْلَ رَاْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ثُمَّ تُصِيبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهِ اِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس بندے کی آنکھ سے آنسو نکلے جو اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ہو۔ اگرچہ وہ مکھی کے سر جتنا ہو اور اس کے چہرے تک آ جائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر جہنم کو حرام کر دے گا۔

بَاب التَّوَقِّي عَلَى الْعَمَلِ

یہ باب عمل پر بھروسہ کرنے کے بیان میں ہے

4198-حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ (وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا اٰتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ) اَهُوَ الَّذِي يَزْنِي وَيَسْرِقُ وَيَشْرَبُ الْخَمْرَ قَالَ لَا يَا بِنْتَ اَبِي بَكْرٍ اَوْ يَا بِنْتَ الصِّدِّيقِ وَلٰكِنَّهُ الرَّجُلُ يَصُومُ وَيَتَصَدَّقُ وَيُصَلِّي وَهُوَ يَخَافُ اَنْ لَا يُتَقَبَّلَ مِنْهُ،

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! (اس سے مراد کون لوگ ہیں) "وہ لوگ جنہیں وہ چیز دی گئی"۔

4196: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4197: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4198: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3175

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا:) کیا اس سے مراد وہ شخص ہے جو زنا کرے چوری کرے اور شراب پئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اے ابوبکر کی صاحبزادی! (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اے صدیق کی صاحبزادی! بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو روزے بھی رکھتا ہے صدقہ بھی کرتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے اور اسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اس کے یہ اعمال قبول نہیں ہوں گے۔

شرح

حضرت ابوبردہ بن ابی موسیٰ اشعری (جو اونچے درجے کے تابعین میں سے ہیں) کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر مجھ سے کہنے لگے کہ تمہیں معلوم ہے کہ میرے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہارے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری) سے کیا کہا تھا؟ حضرت ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا میرے والد نے تمہارے والد سے کہا تھا کہ ابوموسیٰ کیا یہ بات تمہارے لئے خوش کن ہے کہ ہمارا اسلام جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے ملا ہوا تھا) ہماری ہجرت جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی، ہمارا جہاد جو آپ کے ساتھ تھا اور ہمارے سارے اعمال (یعنی نماز، روزے، زکوۃ حج اور اس طرح کے دوسرے عبادتی اعمال جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ سب ہمارے لئے ثابت و برقرار رہیں اور ہم نے جو اعمال رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کئے ہیں وہ اگر ہم سے برابر سرابر بھی چھوٹ جائیں تو ہماری نجات کے لئے کافی ہیں تمہارے والد نے یہ سن کر میرے والد سے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم ایسا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جہاد کیا ہے، نمازیں پڑھیں ہیں، روزے رکھے ہیں اور دوسرے بہت نیک اعمال جیسے صدقہ وخیرات وغیرہ کئے ہیں اور بہت سے لوگ ہمارے ہاتھوں پر یعنی ہماری وجہ سے مسلمان ہوئے ہیں اور یقیناً ہم مذکورہ چیزوں کا اجر وثواب پانے کی امید رکھتے ہیں جو ہمارے پہلے اعمال کے ثواب میں اضافہ ہی کریں گے میرے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تمہاری بات صحیح ہے لیکن میں تو قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں عمر کی جان ہے، اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ ہم نے جو اعمال رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کئے ہیں وہ ثابت و برقرار رہیں اور جو اعمال ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کئے ہیں ان سے برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ حضرت ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تمہارے والد، اللہ کی قسم میرے والد سے بہتر تھے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1287)

"برابر سرابر چھوٹ جائیں" ان الفاظ کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس احساس کا اظہار کیا کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اعمال اختیار کئے جو نیک کام کئے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس زمرے میں رکھے گئے آیا وہ قبول کئے گئے یا ان کو نا قابل قبول قرار دیا گیا ہے، اس صورت میں ہماری یہ تمنا ہی بہتر ہے کہ ان اعمال کا نہ تو ہمیں کوئی نفع پہنچے نہ نقصان، نہ ان پر ثواب ملے اور نہ وہ عذاب کا موجب بنیں گویا اگر وہ اعمال ہمارے لئے ثواب کا موجب نہیں بن سکتے تو اللہ کرے وہ ہمارے حق میں عذاب کا بھی سبب نہ ہوں۔

طاعت ناقص، موجب غفراں نشود در ضمیم گردد علت عصیاں نشود چنانچہ ہم نے جو اعمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ تربیت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی نورانیت کے سبب کیے ہیں اور بجا طور پر ان کی قبولیت کا گمان رکھتے ہیں، اگر وہی ثابت و برقرار رہیں تو زہے سعادت اور جو اعمال ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کیے ہیں اور وہ نقصان و خرابی سے خالی نہیں تھے، اگر ان سے ہم برابر سرابر بھی چھوٹ جائیں تو یہی بہت غنیمت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس احساس کی بنیاد دراصل اس حقیقت پر تھی کہ اتباع کرنے والا علم و عمل کے تئیں اعتقاد واخلاص میں جہت و فساد کا خود ذمہ دار نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے متبوع کی ذمہ داری کے تحت ہوتا ہے، جیسا کہ مقتدی کی نماز کا معاملہ ہے کہ اس کی نماز کا صحیح ادا ہونا امام کی نماز کے صحیح ادا ہونے پر انحصار رکھتا ہے کہ اگر امام کی نماز صحیح ادا نہیں ہوئی تو مقتدی کی نماز بھی صحیح ادا نہیں ہو سکتی، اسی طرح مقتدی کی نماز کا فاسد امام کی نماز کے فاسد ہونے پر انحصار رکھتا ہے لہٰذا جو اعمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہنمائی میں ادا ہوئے ان کا صحت و خوبی کے ساتھ ادا ہونا اور درجہ کمال تک پہنچنا شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اسی طرح جو عبادتی اعمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وقوع پذیر ہوئے ان کا نیتوں کے تغیر اور حالات کی خرابی سے متاثر ہونا بعید از امکان نہیں، چنانچہ اس بات کا اقرار تو خود صحابہ کے ہاں ان الفاظ میں ملتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ہم نے ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد اپنے ہاتھ بھی نہیں جھاڑے تھے اور ہنوز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سپرد خاک کرنے میں مشغول ہی تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں ایک بڑا تغیر محسوس کیا، اس کا مطلب یہ تھا کہ آفتاب نبوت کے غروب ہو جانے سے پوری کائنات پر جو اندھیرا پھیلا اس نے ان صحابہ کے قلوب کو بھی متاثر کیا اور انہیں محسوس ہوا کہ ہم زمانہ رسالت پناہ میں ایمان واخلاص اور یقین واعتقاد کے جس مقام پر تھے اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس مقام سے نیچے آ گئے۔

چنانچہ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم نے جو عبادت اعمال کیے، ان سے برابر سرابر بھی چھوٹ جانا ہمارے حق میں بڑا غنیمت ہے تو انہوں نے یقیناً بڑی عارفانہ بات فرمائی۔ واضح رہے کہ اس بات کا تعلق جب ان پاک نفوس سے جو جلیل القدر صحابہ تھے اور جو اپنے ایمان واعتقاد اور عمل و کردار کے اعتبار سے پوری امت سے افضل فرد تھے تو ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے اور ان کا کیا ٹھکانا ہوگا جو ان پاک نفسوں کے بھی بعد اس دنیا میں آئے اور ان کی طاعات وعبادات عجب و غرور اور ریا وغیرہ سے بھری ہوئی ہیں؟ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک پر اپنا فضل و کرم اور رحمت خاص کا سایہ کرے یعنی بدکاروں کو اپنے نیک بندوں کے طفیل میں حسن عاقبت سے نواز دے، ویسے تو بعض عارفین نے یہاں تک کہا ہے کہ وہ گناہ ومعصیت جو بندے میں ندامت و شرمندگی اور ذلت و خواری کا باعث ہو اس طاعت وعبادت سے بہتر ہے جو خود بینی خود نمائی اور تکبر و غرور میں مبتلا کر دے۔

روایت کے آخری جز یعنی حضرت ابو بردہ کے اس قول "تمہارے والد اللہ کی قسم، میرے والد سے بہتر تھے" کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے والد اتنی عظیم القدر ہستی ہونے اور اتنے زیادہ اعمال و فضائل کے حامل ہونے کے باوجود خوف و دہشت کے

اس مقام پر تھے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ میرے والد سے کہیں زیادہ بہتر ہوئے اور ان کا مرتبہ کہیں زیادہ بلند ہوگا، یا یہ مراد ہے کہ اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے والد باوجود یکہ میرے والد سے برتر و افضل تھے لیکن وہ آخرت کے معاملے میں اس قدر خوف زدہ تھے؟ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کا معاملہ بہت نازک ہے۔

4199- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ عِمْرَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ عَبْدِ رَبٍّ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِىْ سُفْيَانَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ كَالْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اَسْفَلُهٗ طَابَ اَعْلَاهُ وَاِذَا فَسَدَ اَسْفَلُهٗ فَسَدَ اَعْلَاهُ

◄► حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اعمال اس برتن کی طرح ہیں جب اس کا نیچے والا حصہ صاف ہوگا تو اوپر والا حصہ بھی صاف ہوگا۔ اگر نیچے والا حصہ خراب ہوگا تو اوپر والا حصہ بھی خراب ہوگا۔

4200- حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ وَرْقَاءَ بْنِ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ذَكْوَانَ اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا صَلّٰى فِى الْعَلَانِيَةِ فَاَحْسَنَ وَصَلّٰى فِى السِّرِّ فَاَحْسَنَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰذَا عَبْدِىْ حَقًّا

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بندہ جب اعلانیہ طور پر نماز ادا کرتا ہے اور اچھے طریقے سے نماز ادا کرتا ہے اور تنہائی میں جب نماز ادا کرتا ہے اور اچھے طریقے سے ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' یہ بندہ درحقیقت میرا بندہ ہے۔

4201- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا فَاِنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ بِمُنْجِيْهِ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِىَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایک دوسرے کے قریب رہو' میانہ روی اختیار کرو تم میں سے کسی بھی شخص کا عمل اسے نجات نہیں دے گا۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کا بھی نہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! البتہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور فضل کے ذریعے ڈھانپ لیا ہے۔

میانہ روی اختیار کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک راہ روش کسی کام میں

4199: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4200 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

420. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

آہستگی اور غور وفکر کے لئے تاخیر کرنا اور میانہ روی وہ خوبیاں ہیں جو نبوت کے چوبیس اجزاء سے ایک جز ہے۔

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 988)

میانہ روی کے معنی ہیں کہ ہر کام اور ہر حالت میں درمیانی راہ اختیار کرنا اور افراط وتفریط سے اجتناب کرنا جیسے خرچ کرنے میں نہ تو اسراف کرنا اور نہ بخل کرنا بلکہ درمیانی طریقہ یعنی جود وسخاوت اختیار کرنا۔ یا ہمت وحوصلہ کے اظہار کے موقع پر نہ تو تہور دکھانا اور نہ بزدل بن جانا بلکہ درمیانی راہ شجاعت کو اختیار کرنا یا اعتقادی اور نظریاتی معاملات میں بھی میانہ روی اختیار کرنا کا مطلب یہ ہے کہ اسی عقیدہ پر اعتماد کیا جائے اور وہی نظریہ اپنایا جائے جو دین ودیانت اور عقل ودانش کے اعتبار سے معتدل سمجھا جائے مثلاً ایک عقیدہ جبر کا ہے اور ایک قدر کا ہے یہ دونوں عقیدے افراط کے حامل ہیں ان دونوں کے برخلاف درمیانی عقیدہ وہ ہے جو اہل سنت وجماعت کا ہے اسی طرح میانہ روی اختیار کرنے کے حکم کا تعلق معیشت سے ہے اور اس کی درمیانی عقیدہ وہ ضروریات زندگی پر نہ تو اتنا خرچ کیا جائے جو اسراف وعیش کی حد تک ہو اور نہ اس قدر کم خرچ کیا جائے جو تنگی تکلیف میں مبتلا کردے بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال پیدا کیا جائے جیسا کہ خود ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ "خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا معیشت کا آدھا سرمایہ ہے۔ غرض کہ انسانی زندگی کے ہر گوشہ اور ہر فعل عمل میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم ہے اور یہی چیز یعنی ہر ایک امر میں اعتدال اختیار کرنا وہ کمال ہے جو انسان کو اس کی مراد اور اس کے مقاصد تک پہنچاتا ہے کیونکہ بہت دوڑ کر چلنے والا گر جاتا ہے اور ست رفتاری سے چلنے والا بچھڑ جاتا ہے صرف اعتدال کی چال چل کر ہی منزل پر پہنچا جاسکتا ہے۔ اس لئے اللہ نے متعدد مواقع پر راہ اعتدال کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور ایک جگہ یوں فرمایا ہے کہ " کھاؤ پیو اور اسراف سے اجتناب کرو۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ علم وعمل میں بھی میانہ روی کی بڑی اہمیت ہے اور اس کی وجہ سے مختلف عملی آفات سے بچا جاسکتا ہے چنانچہ حصول علم میں اتنی مشغولیت بہتر ہے جو عمل سے باز نہ رکھے اور عمل میں اسی قدر انہماک روا ہے جو حصول علم سے باز نہ رکھے۔ نبوت کے چوبیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ کے بارے میں شارحین نے لکھا ہے کہ یا تو یہ سب چیزیں مل کر ایک جزء کا درجہ رکھتی ہیں یا ان میں سے ہر ایک چیز ایک جزء ہے اور اس کا جزء کا مطلب یہ ہے کہ یہ خوبیاں اور صفات ان خوبیوں اور صفات میں سے ایک ہیں جن سے انبیاء کرام متصف مزین ہوتے ہیں رہی یہ بات کی اجزاء نبوت کے عدد کے تعین سے کیا مراد ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اس کی مراد صرف شارع ہی بیان فرما سکتے ہیں جس کو بیان نہیں فرمایا گیا یوں بیان کرنے کو مختلف باتیں کہی جاسکتی ہیں مگر اس کی حقیقت تک چونکہ نور نبوت کے علاوہ کوئی بھی انسانی فہم وادراک نہیں پہنچ سکتا اس لئے اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں کہنا چاہیے اور اس کو اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کرنا چاہیے۔

تین نجات دینے والی اور تین ہلاک کرنے والی چیزوں کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں آخرت میں ہلاک کرنے والی ہیں جو چیزیں نجات دینے والی ہیں ان میں سے ایک تو ظاہر میں اللہ سے ڈرنا ہے یعنی جلوت وخلوت ہر حالت میں اور ہر حرکت وعمل کے وقت اللہ کا خوف غالب ہو یا یہ کہ بندہ کا ظاہر بھی خوف اللہ کے احساس کا مظہر ہو

اور اس کا باطن بھی خوف اللہ سے معمور ہو) دوسری چیز خوشی و ناخوشی ہر حالت میں حق بات کہنا ہے، تیسری چیز دولت مندی وفقیری دونوں حالتوں کے درمیان میانہ روی اختیار کرنا ہے اور جو چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں ان میں سے ایک تو خواہش نفس ہے جس کی پیروی کی جائے دوسری چیز حرص و بخل ہے انسان جس کا غلام بن جائے اور وہ تیسری چیز مرد کا اپنے نفس پر گھمنڈ کرنا ہے۔ اور یہ تیسری چیز ان سب میں بدترین خصلت ہے مذکورہ بالا روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1045)

خوشی و ناخوشی میں حق بات کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت بیانی اور حق گوئی کو اپنی کسی مصلحت کسی مفاد اور اپنے کسی جذبہ پر خوشی و ناخوشی کا پابند نہیں بنانا چاہیے بلکہ اگر کسی سے راضی و خوشی ہے تو اس کے سامنے بھی وہی بات کہے جو حق ہے اور اگر اس سے ناراض ہو تو اس صورت میں بھی حق بات ہی کہے۔ مثلا اگر کوئی شخص خود کو کسی ایسے شخص سے کوئی نفع و فائدہ پہنچتا ہے دوسروں کے ساتھ جس کا ظلم اور جس کا فسق ظاہر ثابت ہو تو اس کی ناحق تعریف و ستائش اور خلاف واقعہ بات محض اس لئے بیان نہ کرے کہ ذاتی فائدہ حاصل ہونے کی وجہ سے اس سے خوش ہے۔

اس طرح اگر کسی صالح و بزرگ شخصیت سے کسی معاملہ میں کوئی اختلاف اور ناراضگی کی صورت پیدا ہو جائے تو محض اپنی ذاتی ناراضگی کی وجہ سے اس کی برائی اور مذمت نہ کرے حاصل یہ کہ خواہ کسی سے خوش ہو یا ناراض، دونوں صورتوں میں راہ استقامت پر گامزن رہے اور حق گوئی کے فریضہ کو کسی بھی حالت میں پس پشت نہ ڈالے۔

میانہ روی اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خرچ و اخراجات میں نہ تو اس قدر وسعت و فراخ دستی کا طور اپنائے کہ اس پر اسراف کا اطلاق ہونے لگے اور نہ اس قدر تنگی و سختی اختیار کرے کہ فقر و افلاس ظاہر ہونے لگے یا یہ کہ مراد ہے کہ فقر غناء کے درمیان اعتدال قائم کرے اور درمیانی راستہ کو اختیار کرے کہ جیسا کہ علماء نے کہا ہے کہ حصول معاش کی جدوجہد میں اس حد پر اکتفا کرنا کہ جس سے ضروریات زندگی کی تکمیل اور بقاء کا سامان فراہم ہو جاتا ہو غنا اور فقر دونوں سے افضل ہے۔

خواہش نفس کی پیروی کی جائے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس طرح کا تابع کر دینا ہے کہ اس کی ہر خواہش پوری کرنے لگے وہ جو کچھ کہے اور جس طرف لے جائے ادھر چل پڑے ایک ایسی خصلت ہے جو ہلاکت و تباہی میں ڈال دیتی ہے اس کے برخلاف ایمان کا کامل ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ اپنے نفس کو فرمان اور شریعت مصطفوی کا تابع بنایا جائے۔ بخل و حرص کا غلام بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ بخل و حرص انسان کی طبیعت میں داخل ہے اور اس کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان بخل و حرص کے مادہ سے بالکل خالی ہو، لیکن اپنے آپ کو بخل و حرص کا اس طرح غلام بنا دینا کہ کسی بھی صورت میں ان چیزوں سے خود کو محفوظ رکھنا ممکن نہ ہو، ایک ایسی خصلت ہے جو انسان کو اخروی تباہی و ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ ہلاکت میں ڈالنے والی جن تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں از روئے گناہ اور نقصان سب سے بدتر خصلت عجب یعنی خود بینی و خودستائی ہے جس کی وجہ سے انسان تکبر و غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ خواہش نفس کی اتباع اور بخل و حرص کی غلامی یہ دونوں برائیاں اس طرح کی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں گرفتار ہو تو ان کے پھندے سے اپنے

آپ کو نکال لینا اور توبہ وانابت کی راہ اختیار کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوتا مگر خود بینی وخودستائی ایک ایسا مرض ہے جو اگر لاحق ہو جاتا ہے تو کم ہی پیچھا چھوڑتا ہے اور انسان کو کبر و نحوست میں اس طرح مبتلا کر دیتا ہے کہ وہ اپنے کسی برے فعل کی اچھائی و برائی کے احساس تک سے خالی ہو جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسی برے فعل پر نادم نہیں ہوتا اور توبہ وانابت کی راہ اس سے دور ہوتی چلی جاتی ہے۔

بَاب الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ

یہ باب ریاکاری اور شہرت پسندی کے بیان میں ہے

ریاکاری کے معنی ومفہوم کا بیان

ریاء "رویت سے مشتق ہے اور صراح میں لکھا ہے کہ ریاء کے معنی ہیں اپنے آپ کو لوگوں کی نظر میں اچھا بنا کر پیش کرنا۔ اور عین العلم میں لکھا ہے کہ ریاء کا مطلب یہ ہے اپنی عبادت ونیکی کا سکہ جمانا اور اس کے ذریعہ لوگوں کی نظر میں اپنی قدر و منزلت چاہنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ریاء کا تعلق خاص طور پر ان چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے جو عبادت ونیکی کے ظاہری عمل کہلاتے ہیں اور جو چیزیں کہ از قسم عبادت نہ ہوں جیسے کثرت مال ومتاع، علم وذہانت کی فراوانی، اشعار وغیرہ کا یاد رکھنا اور نشانہ بازی کی مہارت وغیرہ تو ان میں دکھاوے کے لئے کئے جانے والے کام کو ریاء نہیں کہا جاتا بلکہ وہ افتخار و تکبر (ناز و گھمنڈ) کی ایک قسم کہلاتا ہے۔

اسی طرح نیکی وعبادت کے ظاہری اعمال میں بھی اگر کوئی کام اس صورت میں لوگوں کو دکھانے کے لئے کیا جائے جب کہ اس کا مقصد عزت وجاہ کی طلب نہ ہو، جیسا کہ بعض مشائخ اپنے مریدوں کو تلقین وتعلیم، لوگوں کے دلوں کو نیک اعمال کی طرف مائل کرنے اور ان کو اتباع وپیروی کی طرف راغب کرنے کے لئے بعض اعمال اس طرح کرتے ہیں کہ لوگ ان کو دیکھیں تو یہ بھی حقیقت کے اعتبار سے ریا نہیں کہلائے گا۔

اگرچہ ظاہر میں ان کا وہ عمل ریاء کاری معلوم ہو اسی وجہ سے یہ کہا گیا ہے کہ ریاء الصدیقین خیر من اخلاص المریدین یعنی اونچے درجہ کے مشائخ اور بزرگوں کا ریاء مریدین کے اخلاص یعنی عدم ریاء کاری سے بہتر ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ ریاء اصل میں اس چیز کا نام ہے کہ کسی شخص کی ذات میں واقعۃً کوئی صفت وکمال ہو اور وہ اپنے اس واقعی وصف وکمال پر لوگوں کے سامنے نمایاں کرے اور یہ خواہش رکھے کہ لوگ اس کے اس وصف وکمال کو جائیں تا کہ ان کی نظر میں قدر و منزلت اور عزت ووقعت حاصل ہو۔ پس جو شخص کسی ایسے وصف وکمال کو اپنی طرف منسوب کر کے لوگوں پر ظاہر کرے کہ جو واقعۃ اس کی ذات میں نہیں ہے تو اس کو ریاء نہیں بلکہ خالص کذب اور منافقت کہا جائے گا۔

اسی پر قیاس کر کے یہ کہا گیا ہے کہ غیبت اس چیز کا نام ہے کہ کسی شخص کی پیٹھ پیچھے اس کا وہ عیب بیان کیا جائے تو واقعتاً اس کی ذات میں موجود ہو اور اگر اس کی طرف منسوب کر کے کوئی ایسا عیب بیان کیا جائے جو حقیقت کے اعتبار سے اس کی ذات میں نہیں ہے تو اس کو افتراء اور بہتان کہیں گے۔

ریاکاری کی اقسام کا بیان

ریاء کی مختلف اقسام اور صورتیں ہیں اور ان اقسام میں سب سے زیادہ بری اور نہایت قابل نفریں وہ قسم ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا قصد اور حصول ثواب کا ارادہ قطعاً نہ ہو بلکہ واحد مقصد لوگوں کو دکھانا اور ان کی نظر میں قدر و منزلت حاصل کرنا جیسا کہ خالص ریاء کار بلکہ دھوکا باز لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ جب وہ لوگوں کے درمیان ہوتے ہیں تو نماز پڑھتے ہیں اور مختلف قسم کے اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں، لیکن جب تنہا ہوتے ہیں تو نہ نماز سے سروکار رکھتے ہیں۔

اور نہ اوراد و وظائف سے بلکہ ان بدنصیبوں کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نماز میں بغیر پاکی اور وضو کے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں ریاء کاری کی یہ قسم ارذل ترین اور اللہ تعالیٰ کے سخت غضب و قہر کے نازل ہونے کا باعث ہے اور اس صورت میں کیا جانے والا کوئی بھی عمل قطعی باطل ہوتا ہے، بلکہ بعض حضرات نے تو یہاں تک کہا ہے اگر وہ عمل فرض ہو تو اس کا کرنا فرض کے ادا ہو جانے کے حکم میں نہیں ہوگا بعد اس کی قضا واجب ہوگی۔

دوسری قسم وہ صورت ہے جس میں کسی نیک عمل کرنے میں دونوں چیزیں ہوں یعنی ارادہ ثواب بھی اور ریاء کاری بھی (دکھانے کی نیت) لیکن ریا کا پہلو غالب ہو اور ارادہ ثواب کا پہلو ضعیف ہو، بایں حیثیت کہ اگر اس عمل کو کرنے والا تنہائی میں ہوتا تو اس عمل کو نہ کرتا اور اس کا قصد اس عمل کے صدور کا باعث نہ ہوتا اور اگر بالفرض اس عمل کا ثواب کوئی نہ ہوتا تو بھی محض ریاء کاری کا جذبہ ہی اس عمل کو اختیار کرنے کا باعث بن جاتا، اس قسم کا بھی وہی حکم ہے جو پہلی قسم کا ہے۔

تیسری قسم وہ صورت ہے جس میں کسی نیک عمل کو اختیار کرنے میں دونوں چیزیں یعنی ریاء کاری کا جذبہ اور حصول ثواب کا ارادہ برابر ہوں، بایں حیثیت کہ اگر بالفرض وہ عمل ان دونوں چیزوں میں سے بھی ایک چیز سے خالی ہوتا تو اس کو اختیار کرنے کا کوئی داعیہ پیدا نہ ہوتا بلکہ اس عمل کی طرف رغبت اسی صورت میں ہوتی جب کہ دونوں چیزیں ایک ساتھ پائی جاتی۔ اس قسم کے بارے میں بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نفع، نقصان، دونوں برابر ہوں، لیکن احادیث و آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قسم بھی مذموم اور اس صورت میں کیا جانے والا عمل بھی نا قابل قبول ہوتا ہے۔

چوتھی قسم وہ صورت ہے کہ جس میں کسی نیک عمل کو اختیار کرنے میں، ثواب کی نیت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ارادہ، راجح اور غالب ہو اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قسم نہ تو محض باطل ہے اور نہ اس میں کوئی نقصان ہے، یا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس صورت میں اختیار کیا جانے والا عمل نیت و ارادہ کے اعتبار سے ثواب اور عتاب دونوں کا یکساں طور پر باعث ہوتا ہے کہ ارادہ و نیت میں جس قدر اخلاص یا عدم اخلاص ہوگا۔

اسی کے مطابق ثواب یا عتاب ہوگا، نیز اس صورت میں یہ بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ قصد عمل میں ریاء کاری کی جو آمیزش ہے جو اگر چہ ثواب کے ارادہ و نیت سے کمتر اور ضعیف ہے۔ وہ کب پیدا ہوئی ہے؟ اگر ریاء کاری کی آمیزش ابتداء عمل میں ہوئی ہے تو یہ صورت زیادہ بری کہلائے گی اور اگر عمل کے درمیان پیدا ہوئی ہے تو یہ صورت پہلی صورت سے کم برائی کی حامل ہوگی اور اگر یہ عمل کرنے کے بعد آئی ہے تو یہ صورت دوسرے صورت سے بھی کم تر قرار دی جائے گی اور اس کی وجہ سے اختیار کیا جانے والا عمل باطل

نہیں کہلائے گا۔

علاوہ ازیں ایک فرق یہ بھی ملحوظ رکھا جائے گا کہ ریاء کاری کا وہ جذبہ اگر پختہ قصد وعزم کی صورت میں نمودار ہوا ہے تو اس میں زیادہ برائی ہوگی اور اگر محض ایک خیال کی صورت میں پیدا ہوا ہو ... خیال ہی کی حد تک محدود رہا آگے کچھ نہ ہوا تو یہ صورت حال یقیناً زیادہ نقصان دہ نہیں کہلائے گی۔ بہر حال حقیقت یہ ہے کہ ... "ایک ایسا جذبہ ہے ... طرح خلاصی نہایت دشوار ہے اور ہر حالت میں حقیقی اخلاص کا پایا جانا بہت مشکل، اسی لئے علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ کسی کے منہ سے اپنی تعریف سن کر خوش ہونا ریاء کے پائے جانے کی علامت ہے، اسی طرح تنہائی میں کوئی عمل کرتے وقت بھی دل میں ریاء کا خیال آ جائے تو وہ بھی ریاء ہی کہلائے گا۔ اللہ اس سے اپنی پناہ میں رکھے اور بہر صورت اخلاص عطا فرمائے کہ اس کی مدد و توفیق کے بغیر اس دولت کا ملنا ممکن ہی نہیں ہے۔

علماء نے ایک خاص صورت وحالت اور بیان کی ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص کوئی نیک کام کرے اور کسی عبادت وطاعت میں مصروف ہو اور لوگ اس کو وہ نیک کام اور عبادت وطاعت کرتا ہوا دیکھ لیں تو اس کو چاہئے کہ اس وقت اپنے اندر اس وقت اس بات پر خوشی ومسرت کے جذبات پیدا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم اور لطف وعنایت سے نیک عمل کی توفیق عطا فرمائی اور لوگوں کی نظر باعزت بنانے کا یہ سبب پیدا فرمایا کہ گناہوں اور عیوب کی تو پردہ پوشی فرمائی اور نیک اعمال واخلاق کو آشکارا فرمایا اور ان جذبات مسرت کے ساتھ یہ نیت وقصد رکھے کہ اگر میرے نیک عمل کے اظہار سے دین وطاعات کا چرچہ ہوتا ہے تو لوگ دین کی طرف راغب ہوں گے اور ان کے اندر بھی نیک اعمال کو اختیار کرنے کا داعیہ پیدا ہوگا۔

یہ چیز نہ صرف یہ کہ "ریاء" کے حکم میں داخل نہیں ہوگی، بلکہ اس کو محمود ومستحسن بھی کہا جائے گا جیسا کہ اس سلسلے میں وارد احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ مسئلہ بہت دقیق وپیچیدہ ہے اور اپنے اندر بہت تفصیل ومباحث رکھتا ہے، اگر اس کی تحقیق زیادہ وضاحت کے ساتھ جاننی ہو تو اہل اللہ اور عارفین کی کتابوں اور ان کے اقوال وملفوظات سے راہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔

4202- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ فَمَنْ عَمِلَ لِيْ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ غَيْرِيْ فَاَنَا مِنْهُ بَرِيْءٌ وَّهُوَ لِلَّذِيْ اَشْرَكَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں نے شرکاء کو شرک سے بے نیاز کر دیا ہے (یعنی کوئی میرا شریک نہیں ہے) تو جو شخص میرے لیے کیے جانے والے کسی عمل میں میرے بجائے کسی اور کو شریک کر دے میں اس شخص سے بری ہوں اور وہ عمل اس شخص کے لئے ہوگا جسے اس نے شریک ٹھہرایا ہے۔

4202- اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

شرح

اس حدیث کا ظاہری مفہوم اس بات کو واضح کرتا ہے کہ خالص ریاء کاری کے جذبہ سے کیا جانے والا عمل تو باطل ہو ہی جاتا ہے لیکن اس عمل کا بھی کوئی فوت ہو جاتا ہے جس میں ریاء کی آمیزش اور اس کا دخل ہو جائے۔ لیکن علماء نے کہا ہے کہ یہ حکم اس عمل کے بارے میں ہوگا جو ریاء کی ان دو قسموں سے تعلق رکھے کہ یا تو اس عمل کو اختیار کرنے میں سرے سے ثواب کی نیت ہی نہ ہو یا ثواب کی نیت تو ہو مگر ریاء کا قصد اس نیت پر غالب ہو اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث کا اصل مقصد اللہ کے لئے کئے جانے والے کسی بھی عمل کو ریا کی آمیزش اور اس کے دخل سے پاک رکھنے کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کرنا اور اس کے امر سے لاپرواہی اختیار کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ تنبیہ و سرزنش کرنا ہے۔

4203-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَمَّالُ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ اَنْبَاَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ زِيَادِ بْنِ مِيْنَاءَ عَنْ اَبِيْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ فَضَالَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ نَادٰى مُنَادٍ مَّنْ كَانَ اَشْرَكَ فِيْ عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلّٰهِ فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ

◄◄ حضرت ابوسعد بن ابی فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں شامل ہیں' بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پہلے والوں اور بعد والوں کو اکٹھا کرے گا اس دن جس کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے تو ایک منادی اعلان کرے گا' جس شخص نے عمل میں جو اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے کرنا تھا کسی دوسرے کو شریک کر لیا تو وہ اس عمل کے ثواب کو اللہ تعالیٰ کی بجائے دوسرے سے طلب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شرکاء کو شرک سے بے نیاز کر دیا ہے (یعنی اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا)۔

شرح

حاصل یہ کہ ریاء کاری کے تحت جو بھی نیک کام کیا جائے گا وہ شرک کے مرادف ہوگا اگرچہ اس کو شرک خفی کہا جائے گا، کیونکہ شرک جلی کا اطلاق علی الاعلان اور آشکارا طور پر بت پرستی کرنے پر ہوتا ہے رہی یہ بات کہ ریاء کاری کو شرک خفی کس اعتبار سے کہا گیا ہے تو جاننا چاہئے کہ ریا کار جو نیک کام کرتا ہے، وہ صدق و اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے نہیں کرتا بلکہ غیر اللہ کے لئے کرتا ہے اور جب اس نے کوئی نیک کام غیر اللہ کے لئے کیا تو گویا وہ بت پرستی کی، اگرچہ وہ کھلی ہوئی بت پرستی نہیں ہے البتہ پوشیدہ طور پر بت پرستی کے مرادف ضرور ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ **کل ماصدك عن الله فهو صنمك۔**

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ ریا کا دخل روزہ میں بھی ہو سکتا ہے اس اعتبار سے یہ حدیث گویا ان حضرات کے خلاف ایک دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ریا کا تعلق روزہ سے نہیں ہو سکتا اور اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ روزے

4203: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3153

کا دارنیت پر ہے چنانچہ جس شخص کی نیت صحیح نہ ہو اس کے کھانے پینے سے رکنے کا کوئی اعتبار نہیں اور ظاہر ہے کہ نیت میں ریاء کاری یعنی دکھلاوے کا عمل دخل کیا ہو سکتا ہے۔

لیکن ہمارا کہنا یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حقیقی معنی میں ریا، یعنی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی نیک کام اور کسی عبادت کا اس لئے قصد وارادہ کرتا ہے کہ اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرے مگر اس کے ساتھ ہی اس کی نیت میں یہ بات بھی شامل ہوتی ہے کہ اس نیک کام اور عبادت کے ذریعہ اس کو شہرت حاصل ہو جائے۔ یا فلاں غرض پوری ہو جائے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی سے نہیں ہوتا اور یہ الگ بات ہے کہ دونوں مقصد برابر ہوں یا ان میں سے ایک غالب ہو جیسا کہ ابتدائے باب میں تفصیل گزر چکی ہے پس معلوم ہوا کہ روزے میں بھی ریا کا عمل دخل ہو سکتا ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک موقع پر وہ رونے لگے پوچھا گیا کہ رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اس بات نے رلایا ہے کہ جو میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھی۔ اس وقت مجھے وہ بات یاد آ گئی تو میں رونے پر مجبور ہو گیا اور وہ بات یہ ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ میں اپنی امت پر شرک (یعنی شرک خفی) اور چھپی خواہشات سے خوف کھاتا ہوں۔

حضرت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کی امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد شرک میں مبتلا ہو جائے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! یاد رکھو، میری امت کے لوگ سورج کو نہیں پوجیں گے، چاند کو نہیں پوجیں گے، پتھر کو نہیں پوجیں گے اور کھلم کھلا بت پرستی نہیں کریں گے (یعنی وہ شرک جلی میں تو نہیں مبتلا ہوں گے) لیکن لوگوں کو دکھلانے کے لئے نیک کام کریں گے۔ (اور یہ شرک خفی ہے جس میں وہ مبتلا ہوں گے (اور چھپی خواہش یہ کہ تم میں سے کوئی شخص روزہ کی حالت میں صبح کرے اور پھر اس پر نفسانی خواہشات میں سے کسی خواہش کا غلبہ ہو جائے جیسے کھانے کی خواہش غالب ہو جائے یا جنسی خواہش جاگ اٹھے اور وہ اس خواہش کے غلبہ کی وجہ سے کھانا کھا کر یا ہم بستری کر کے اپنا روزہ توڑ ڈالے جب کہ شرعی طور پر قابل اعتبار کسی ضرورت وحالت کے پیش آنے کے بغیر روزہ توڑنا حرام ہے۔

(مسند احمد، بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1261)

مذکورہ خواہش کو "چھپی خواہش" اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ وہ روزہ کی نیت کے وقت گویا اس کے باطن میں پوشیدہ تھی، یعنی جب اس شخص نے روزہ کی نیت کی تھی اسی وقت اس نے اپنے نفس میں یہ خواہش چھپا رکھی تھی کہ اگر کوئی نفسانی تقاضا آیا تو روزہ توڑ دوں گا۔ واضح رہے کہ طیبی نے تو خواہش سے مراد کھانے وغیرہ کو قرار دیا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ چھپی ہوئی خواہش سے مراد نفسانی خواہشات میں خاص طور پر وہ نادر الوجود خواہش ہے۔

جو ہر وقت پیدا نہ ہوتی ہو بلکہ کسی خاص موقع پر اور کسی خاص وقت پیدا ہو جاتی ہو اور جب وہ خواہش سر ابھارتی ہو تو اس وقت اس کو پورا کرنے کا داعیہ طبعی طور پر اس طرح غالب آ جاتا ہو کہ اس کی راہ میں کسی شرعی حکم کی مخالفت کا خوف بھی رکاوٹ نہ بنتا ہو، جیسا کہ روزہ کی مثال بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولا تبطلوا اعمالکم ۔ لیکن اس خواہش کی تکمیل کے لئے روزہ

توڑنے والا یہ لحاظ نہ رکھے کہ میرے اس فعل کی وجہ سے اللہ کے حکم کی صریح نافرمانی ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ ازقسم عبادت وطاعت جو کام شروع کیا جاتا ہے وہ لازم ہو جاتا ہے اور اس کا پورا کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے۔

4204- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِىْ سَعِيدٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ اَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِىْ مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ قَالَ قُلْنَا بَلٰى فَقَالَ الشِّرْكُ الْخَفِيُّ اَنْ يَقُوْمَ الرَّجُلُ يُصَلِّى فَيُزَيِّنُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرٰى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم اس وقت دجال کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے' آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں بتاؤں جس کا مجھے تمہارے بارے میں دجال سے زیادہ اندیشہ ہے۔ ہم نے عرض کی: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں خفی شرک کے بارے میں بتاؤں' ایک آدمی کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اچھے طریقے سے پڑھتا ہے تاکہ وہ اس شخص کو دکھائے جو اسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

4205- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا رَوَّادُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِى الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ اَمَا اِنِّىْ لَسْتُ اَقُوْلُ يَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَّلَا قَمَرًا وَّلَا وَثَنًا وَّلٰكِنْ اَعْمَالًا لِغَيْرِ اللّٰهِ وَشَهْوَةً خَفِيَّةً

◆◆ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ اندیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ لوگ سورج' چاند یا بتوں کی عبادت کرنی شروع کر دیں گے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی بجائے دوسروں کے لئے اعمال کریں گے اور ان کی شہوت پوشیدہ ہوگی۔

4206- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ اَبِىْ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يُرَاءِ يُرَاءِ اللّٰهُ بِهٖ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص شہرت کے لئے کام کریگا اللہ تعالیٰ اس کو مشہور کروادے گا' جو شخص دکھاوے کے لئے کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دکھاوے کو پورا کر دے گا۔

4207- حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ

4204 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4205. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4206. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یراء یراء اللہ بہ ومن یسمع یسمع اللہ بہ

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص دکھاوے کے لئے کام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا دکھاوا ظاہر کر دے گا اور جو شخص شہرت کے لئے کام کرے گا اللہ تعالیٰ اسے مشہور کروا دے گا۔

شرح

بعض حضرات نے کہا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام محض شہرت و ناموری اور حصول عزت و جاہ کے لئے کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اس کے ان عیوب اور برے کاموں کو اپنی مخلوق کے سامنے ظاہر کر دے گا جن کو وہ چھپاتا ہے اور لوگوں کی نظر میں اس کو ذلیل ورسوا کر دے گا، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی فاسد نیت اور بری غرض کو دنیا والوں پر آشکار کر دیتا ہے۔ اور قیامت کے دن بھی اپنی مخلوق پر کھول دے گا کہ یہ شخص مخلص نہیں تھا، ریاء کار تھا۔

اور بعض علماء نے یہ مراد بیان کی ہے کہ جو شخص اپنا کوئی عمل لوگوں کو سنائے گا یا وہ عمل لوگوں کو دیکھائے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اس نیک عمل کا ثواب صرف اس کو سنا اور دکھا دے گا، دے گا نہیں تا کہ وہ حسرت وافسوس زدہ رہے، یا یہ مراد ہے کہ جو شخص اپنا کوئی نیک عمل لوگوں کو سنائے گا، یا وہ عمل لوگوں کو دکھائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کے مطابق اس کا وہ عمل لوگوں کو سنا اور دکھا دے گا اور گویا اس کے اس عمل کا یہی اجر و ثواب ہو گا جو اس کو اسی دنیا میں مل جائے اور آخرت کے اجر و ثواب سے قطعاً محروم رہے گا۔

بَابُ الْحَسَدِ

یہ باب حسد کے بیان میں ہے

4208- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ وَمُحَمَّدُ ابْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: رشک صرف دو طرح کے آدمیوں پر کیا جاسکتا ہے' ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور اسے حق کے راستے میں استعمال کرنے کی توفیق دی ہو اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا کی

4207: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6499' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7402' ورقم الحدیث: 7403' ورقم الحدیث: 7404' ورقم الحدیث: 7405

4208 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 73' ورقم الحدیث: 1409' ورقم الحدیث: 7141' ورقم الحدیث: 7316' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1893

ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو۔

حسد اور افلاس کی مذمت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقر افلاس قریب ہے کہ کفر کی حد تک پہنچا دے اور حسد قریب ہے کہ تقدیر پر غالب آ جائے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 979)

حدیث کے پہلے جز کا مطلب یہ ہے کہ فقر و افلاس اور تنگدستی ایسی بری چیز ہے کہ بسا اوقات انسان اس سے مجبور ہو کر کفر کی حد تک پہنچ سکتا ہے چنانچہ جو فقیر مفلس، صبر استقامت کی طاقت کھو کر قلبی افلاس میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ اللہ کی ذات پر اعتماد بھروسہ کے دامن کو ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نہایت مایوسی کے عالم میں اللہ کے نظام قدرت پر اعتراض کرنے لگتا ہے یا تقدیر الٰہی کا شکوہ گلا کر کے اللہ کے حکم وفیصلہ پر ہر حالت میں راضی رہنے کے تقاضا کو پس پشت ڈال دیتا ہے یا اللہ کے آگے ہاتھ پھیلانے کی بجائے غیر اللہ کے سامنے دست سوال کرنے لگتا ہے اور ماسوا اللہ کو اپنا حاجت روا ماننے لگتا ہے اور یا جب وہ دیکھتا ہے کہ اکثر کافر مالدار ہیں اور عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کے برخلاف اکثر مسلمان افلاس تنگدستی کی آزمائش میں مبتلا ہیں تو وہ کفر کی طرف مائل ہونے سے بھی دریغ نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ یہ چیزیں انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ فقر و افلاس دراصل مسلمانوں کے لئے ایک آزمائش اور امتحان کا درجہ رکھتا ہے۔

چنانچہ جو لوگ اس حقیقت کو جانتے ہیں اور مال و دولت اور دنیاوی زندگی کے اعتبار سے مفلس وقلاش ہونے کے باوجود اپنے دل کو غنی رکھتے ہیں اور تقدیر الٰہی پر صابر و شاکر رہ کر اس امتحان وآزمائش میں پورے اترتے ہیں ان کے حق میں وہی فقر و افلاس ایمان کی پختگی اور ترقی درجات کا ضامن بن جاتا ہے لہذا جو مسلمان مال و دولت سے تہی دست اور فقر و افلاس میں مبتلا ہوں اور تمام تر انسانی تدابیر اور محنت ومشقت کے باوجود تنگی حالات سے نجات نہ پاتے ہوں ان کو چاہے کہ وہ اپنی اس حالت کو اللہ کی طرف سے امتحان وآزمائش سمجھیں اور یہ یقین کرلیں کہ یہ دنیا اور دنیا کی ساری پریشانیاں مرد مومن کے لئے ایک ایسا وقفہ حیات ہے جس میں اگر صبر واستقامت اور اللہ کی ذات پر توکل کی دولت نصیب ہوگئی تو کبھی نہ کبھی دنیا میں بھی حالات تبدیل ہو سکتے ہیں اور آخرت کی فلاح و کامیابی تو یقیناً نصیب ہوگی اور یہاں کی ساری کلفتیں اور پریشانیاں وہاں کی بے پایاں نعمتوں اور لازوال آسائشوں میں تبدیل ہو جائیں گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے" اور جو مسلمان اس قید خانہ کی تکلیف ومصائب کو خندہ پیشانی کے ساتھ انگیز کرلے ان کے لئے اللہ نے آخرت کی بے پایاں انعامات کا وعدہ کیا ہے قرآن کریم میں ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔ آیت (لا یغرنك تقلب الذين كفروا في البلاد)۔ الخ۔۔ اے مومن تجھ کو ان کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈالے کیونکہ یہ چند روزہ بہار ہے پھر ان کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے دوزخ ہوگا وہ برا ہی مقام ہے لیکن جو لوگ اللہ سے ڈریں اور مسلمان ہو جائیں ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ ان کی مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے اور جو چیزیں اللہ کے پاس ہیں یہ نیک بندوں کے لئے بدر جہا بہتر ہیں۔

منقول ہے کہ بعض صحابہ جب کفار مشرکین کی تجارتی سرگرمیوں ان کے یہاں مال و دولت کی ریل پیل کو دیکھتے اور ان کو دنیا کی راحت و آسائش میں دیکھتے تو ان کی زبان پر یہ الفاظ آ جاتے تھے کہ یہ لوگ جو اللہ کے دشمن ہیں ان کا حال تو ہم بڑا اچھا دیکھتے ہیں لیکن ہم محنت و مشقت کی سختیوں اور افلاس بھوک کی جانکاہیوں سے دم توڑتے نظر آ رہے ہیں اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو بتایا گیا کہ دنیا کا یہ آرام و چین اور یہاں کی ساری عیاشی چندروزہ ہے ان کو جلد ہی فنا ہو جانا ہے لیکن تمہیں آخرت کا جو آرام و چین اور وہاں کی جو آسائشیں اور راحت نصیب ہونے والی ہے وہ لازوال ہیں جن کو کبھی فنا نہیں آئے گی لہذا تم لوگ فنا ہونے والے چین اور چندروزہ کی راحت کی تمنا نہ کرو بلکہ ان نعمتوں کے امیدوار رہو جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔

جس طرح فقر و افلاس بسا اوقات کفر کی حد تک پہنچا دیتا ہے اسی طرح بسا اوقات مال و دولت کی زیادتی بھی گمراہ کر دیتی ہے دولت مندی کا نشہ انسان کو تمرد و سرکشی میں مبتلا کر دیتا ہے اور حد سے زیادہ راحت و آسائش کا فتنہ گناہ و معصیت کے اندھیروں میں پھینک دیتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ خواہ مالداری ہو یا افلاس ان دونوں کا معتدل طور پر رہنا زندگی کو گمراہی کی ضلالت سے بچا سکتا ہے چنانچہ وہ فقر افلاس جس کو انگیز کیا جا سکتا ہو مایوسی اور کفر کی حد تک پہنچنے سے روکے رکھتا ہے اور بقدر ضرورت مال و دولت کا ملنا سرمایہ داری کے نشہ سے محفوظ رکھتا ہے جس کی وجہ سے تمرد سرکشی اور گناہ و معصیت کا خدشہ نہیں رہتا لہذا خیر الامور اوسطہا کا اصول ان دونوں پر بھی صادق آتا ہے۔ حدیث کے دوسرے جز اور حسد قریب ہے کہ تقدیر الٰہی پر غالب آ جائے گا مطلب یہ ہے کہ بفرض محال کوئی ایسی چیز ہوتی جو تقدیر پر غالب آ جاتی اور اس کو بدل دینے کی طاقت رکھتی تو وہ حسد ہوتا اور بعض حضرات نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حسد، حاسد کو اس گمراہ کن گمان تک لے جاتا ہے کہ وہ تقدیر الٰہی کو بھی بدل سکتا ہے۔

4209- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ

◆◆ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: رشک صرف دو طرح کے آدمیوں پر کیا جا سکتا ہے' ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا کیا ہو اور وہ رات دن اس کی تلاوت کرتا ہو اور ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور وہ رات دن اسے خرچ کرتا رہتا ہو۔

شرح

حسد کے معنی ہیں دوسرے سے نعمت کے زوال اور اپنے لئے اس نعمت کے حصول کی تمنا کرنا چنانچہ حضرت میرک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حسد کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقی۔ (۲) مجازی۔

حقیقی کا مطلب تو یہی ہے کہ کسی شخص سے نعمت کے زائل ہو جانے کی خواہش و تمنا کرنا حسد کی یہ قسم احکام قرآنی اور تعلیمات حدیث کے پیش نظر تمام علماء امت کے نزدیک متفقہ طور پر حرام ہے مجازی کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر اپنے

4209: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7529' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 8191' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث' 1936

لئے اس کے حصول کی خواہش وتمنا کرنا بغیر اس آرزو کے کہ وہ دوسرے شخص سے زائل ہو مجازی حسد کی قسم غبطہ کہلاتی ہے جسے رشک بھی کہا جاتا ہے۔ حسد مجازی یعنی غبطہ (رشک) اگر دنیاوی امور کے سلسلہ میں ہو تو مباح ہے اور اگر دینی امور کے سلسلہ میں ہو تو پھر وہ مستحب ہوگا۔ مثلاً کسی شخص کو مسجد بناتا ہوا دیکھ کر یہ آرزوں وخواہش کرے کہ کاش اگر میرے پاس بھی روپیہ ہو تو میں بھی ایک مسجد بناؤں۔ یہ رشک پسندیدہ ہے اور اس پر ثواب بھی ملتا ہے۔

بہر کیف یہاں حدیث میں حسد سے مراد غبطہ ہے مگر اس حدیث میں غبطہ کی اجازت صرف انہیں دو چیزوں میں منحصر کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی نعمت ان دو نعمتوں سے بڑھ کر نہیں ہے کہ جس کے حاصل ہونے کی خواہش کی جائے چنانچہ اسی لئے مظہر فرماتے ہیں کہ کسی کے لئے بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر ویسی ہی نعمت حاصل ہو جانے کی آرزو وخواہش کرے۔ ہاں اگر وہ نعمت ایسی ہو کہ قرب الٰہی کا ذریعہ بنتی ہو جیسے تلاوت قرآن، صدقہ وخیرات اور ان کے علاوہ دوسری نیکیاں و بھلائیں تو ایسی نعمت کے حصول کی خواہش وآرزو پسندیدہ ہوگی۔

قرآن کی نعمت عطا فرمائی، سے مراد یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پڑھنے اور یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائی چنانچہ اس کو قرآن اس طرح یاد ہو جیسا کہ ہونا چاہئے اس طرح قرآن میں مشغول رہنے سے مراد یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کرتا ہو، اس کے مفہوم ومعنی کو یاد کرتا ہو اس کے علم واحکام میں غور وفکر کرتا ہو، یا پھر یہ کہ اس کے امر ونواہی پر عمل کرتا ہو یا اس کو نماز میں پڑھتا ہو۔

4210- حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَمَّالُ وَاَحْمَدُ بْنُ الْاَزْهَرِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ فُدَیْكٍ عَنْ عِیْسَی بْنِ اَبِیْ عِیْسَی الْحَنَّاطِ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَسَدُ یَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِیْئَةَ كَمَا یُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَالصَّلٰوةُ نُوْرُ الْمُؤْمِنِ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حسد تمام نیکیوں کو اسی طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ نماز مومن کا نور ہے اور روزہ جہنم سے (بچنے کے لئے) ڈھال ہے۔

شرح

حدیث کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ جس طرح آگ اور لکڑی کا معاملہ ہے کہ آگ لکڑی کو جلا کر اس کا وجود مٹا دیتی ہے اسی طرح حسد وہ خصلت ہے جو انسان کو اپنی گرفت میں لے کر اس کی نیکیوں کو مٹا دیتا ہے۔ "معتزلہ" اس حدیث کو اپنے اس مسلک کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ ارتکاب معصیت، عمل صالح کو باطل کر دیتا ہے اور برائیاں نیکیوں کو مٹا دیتی ہیں ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اس کے اچھے اعمال محض اس گناہ کے ارتکاب سے ملیا میٹ ہو جاتے ہیں اور برائی کا خاصہ یہ ہے کہ وہ پچھلی نیکیوں کو ختم کر ڈالتی ہے لیکن ہم اہل سنت وجماعت اس بات کو غلط قرار دیتے ہیں انکا کہنا یہ ہے کہ

4210: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

برائیوں سے نیکیاں ختم نہیں ہوتیں البتہ نیکیوں کا خاصہ یہ ضرور ہے کہ وہ برائیوں کو مٹا دیتی ہیں جیسا کہ فرمایا گیا ہے ایت (ان الحسنات یذھبن السیات)۔ (بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں) جہاں تک اس حدیث سے معتزلہ کے استدلال کا سوال ہے تو اہل سنت وجماعت کی طرف سے کہا جاتا ہے اس ارشاد گرامی میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔

تو اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ حسد نیکیوں کے حسن وکمال کو زائل کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ الحسد یفسد الایمان کما یفسد الصبر العسل۔ یعنی حسد ایمان میں فتور پیدا کر دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو بدمزہ کر دیتا ہے۔

بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ حسد نیکیوں کو کھا جانے سے مراد یہ ہے کہ حسد، حاسد کو محسود کا مال تلف کرنے اس کی زندگی تباہ کرنے اور اس کی عزت وآبرو کو نقصان پہنچانے پر اکساتا ہے اگر حاسد ان چیزوں کو عملا پورا نہیں کرتا تو وہ ان باتوں کا ارادہ اور رجحان ضرور رکھتا ہے اور کچھ نہیں تو غیبت وغیرہ کے ذریعہ اس کی عزت وآبرو کو نقصان یقینا پہنچاتا ہے لہذا حسد کی سزا یہ ملے گی کہ قیامت کے دن حاسد کی نیکیاں محسود کو دیدی جائیں گی اور یہ محسود کے ان حقوق کا بدلہ ہوگا جو حاسد اپنی گردن پر لے کر اس دنیا سے جائے گا جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ میری امت میں حقیقی مفلس شخص وہ ہے جو قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال میں نماز، روزہ، زکوۃ اور شب بیداری کا ثواب لئے ہوئے آئے گا لیکن اس کی حالت یہ ہوگی کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر زنا کا بہتان لگایا گیا ہوگا کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کا خون کیا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔

لہذا اس کی تمام نیکیاں ان لوگوں کو دیدی جائیں گی جن پر اس نے گالی اور بہتان وغیرہ کے ذریعہ زیادتی کی ہوگی لہذا مذکورہ بالا حدیث میں نیکیوں کے مٹائے جانے سے یہی مراد ہے یعنی قیامت کے دن اپنی نیکیوں سے محروم ہو جانا نہ کہ ان کی نیکیوں کو دیوان اعمال میں سے مٹا دینا اور ختم کر دینا مراد ہے یہ مراد یوں بھی صحیح نہیں ہوگی کہ اگر کسی کی نیکیوں کو یہیں مٹا دیا جائے اور ان کو دیوان اعمال میں سے محو کر دیا جائے تو پھر وہ وہاں قیامت کے دن کن اعمال کے ساتھ آئے گا۔

درآنحالیکہ حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جس شخص نے دنیا میں جو اعمال کئے گئے ہوں گے وہ قیامت کے دن انہی اعمال کے ساتھ میدان حشر میں حاضر ہوگا۔ ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ ہر بندہ اپنی استعداد وصلاحیت کے مطابق اپنی نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں ثواب کی تعداد بڑھتی رہتی ہے ظاہر ہے کہ جو بندہ نیکیوں کی بجائے خطاؤں کا مرتکب ہوتا ہے وہ اپنے نامہ اعمال میں نیکیوں اور ثواب کے اضافہ سے محروم ہو جاتا ہے اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ حسد، حاسد کا اچھی بات سے مٹا کر گویا ان نیکیوں سے محروم رکھتا ہے جو اس کو بری خصلت سے اجتناب کی صورت میں حاصل ہوتیں۔

بَاب الْبَغْيِ

یہ باب سرکشی کے بیان میں ہے

4211- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللهُ

لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی گناہ ایسا نہیں ہے' جس کی سزا اللہ تعالیٰ اس کے کرنے والے کو دنیا میں جلدی دیدے۔ باوجودیکہ اسے اس کے لئے آخرت میں بھی سنبھال کر رکھا جائے۔ کوئی گناہ سرکشی اور رشتے داری کے حقوق کی پامالی سے زیادہ (ایسا نہیں ہے)۔

شرح

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی گناہ اس بات کے زیادہ لائق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارتکاب کرنے والے کو دنیا میں بھی اس کی سزا دیدے اور مرتکب کو آخرت میں بھی دینے کے لئے اس سزا کو اٹھا رکھے ہاں دو گناہ بیشک اس بات کے لائق ہیں کہ ایک تو امام وقت کے خلاف بغاوت کرنا اور دوسرے ناتا توڑنا۔

(ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 863)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اپنے ملک کے سربراہ اور قانونی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا اور ناتا توڑنا یعنی اپنے اعزاء و قرباء کے ساتھ بدسلوکی اور ان کے حقوق کی ادائیگی سے اعرض کرنا بڑا سخت گناہ اور نہایت غمگین بات ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ ان دونوں گناہوں کے مرتکب کو محض آخرت ہی میں عذاب نہیں دیا جائے گا بلکہ اللہ ان کو سزا دینے میں جلدی کرے گا بایں طور کہ ان کو دنیا میں بھی اپنے ان گناہوں کی سزا بھگتنی پڑے گی گویا ایسے لوگ نہ دنیا میں چین پا سکتے ہیں اور نہ آخرت میں یہاں بھی سزا پائیں گے خواہ اس کی صورت کچھ ہی ہو اور وہاں بھی عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے کیونکہ یہ دونوں گناہ اس طرح ہیں کہ ان کے اثرات صرف دینی زندگی کو نقصان نہیں پہنچاتے بلکہ دنیا میں بھی برے نتائج مرتب کرتے ہیں چنانچہ حکومت کے خلاف بغاوت برپا کرنے سے سارے ملک کا نظم و نسق درہم برہم ہو جاتا ہے پوری قوم سخت افراتفری اور مختلف مصائب و آلام میں مبتلا ہو جاتی ہے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا کہ قومی اور ملی توانائی ناگہانی کا شکار ہو جاتی ہے جس سے دشمن غالب آ جانے کا موقع ملتا ہے اور اسی طرح ناتا توڑنے سے آپس میں نفرت و عداوت پیدا ہوتی ہے اور دلوں میں کدورت کو راہ مل جاتی ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اعزاء اور اقرباء جو باہم محبت و موانست کے ذریعہ ایک دوسرے کے دکھ دردوں میں شریک ہو کر ایک پرسکون بخش ماحول پیدا کر سکتے ہیں اور آپس کے میل جول کے سبب سے بڑی سے بڑی مصیبت اور سخت سے سخت حالات کو انگیز کرنے کی طاقت فراہم کر سکتے ہیں وہ باہمی لڑائی جھگڑے اور افتراق و انتشار کی وجہ سے سخت جسمانی و روحانی اذیت ناکیوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں لہذا ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو دنیا میں زیادہ ڈھیل نہیں دی جاتی بلکہ اللہ کی طرف سے ان کی سزا کا فیصلہ جلد صادر ہو جاتا ہے تاکہ وہ پہلے تو دنیا میں اپنے کیے کی سزا بھگت کر دوسروں کے لئے سامان عبرت بنیں اور پھر آخرت میں بھی عذاب میں مبتلا ہوں۔ یہ بات واضح ہے کہ دنیا میں سزا پانا اور آخرت میں بھی عذاب کا مستوجب ہونا محض ان دو گناہوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ کچھ اور گناہ بھی انہی کی طرح کے ہوں مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں گناہ ان میں بدتر اور زیادہ ہیبت ناک ہیں۔

4212- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مُوسَى عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعُ الْخَيْرِ ثَوَابًا الْبِرُّ وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَأَسْرَعُ الشَّرِّ عُقُوبَةً الْبَغْيُ وَقَطِيعَةُ الرَّحِمِ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ثواب کے اعتبار سے سب سے تیز ترین بھلائی نیکی اور صلہ رحمی ہے اور سزا کے اعتبار سے سب سے تیز ترین برائی سرکشی اور رشتے داری کے حقوق کی پامالی ہے

4213- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى بَنِي عَامِرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کسی آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا دینی بھائی ہے لہذا مسلمان، مسلمان پر ظلم نہ کرے اس کی مدد واعانت کو ترک نہ کرے اور اس کو ذلیل وحقیر نہ سمجھے پھر آپ نے اپنے سینے کی طرف تین دفعہ اشارہ فرما کر کہا کہ پرہیزگاری اس جگہ ہے نیز فرمایا کہ مسلمان کے لئے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل وحقیر کرے یعنی کسی مسلمان بھائی کو ذلیل وحقیر کرنا بجائے خود اتنی بڑی برائی ہے کہ وہ کوئی گناہ نہ بھی کرے تو اسی کی ایک برائی کی وجہ سے مستوجب مواخذہ ہوگا۔ (اور یاد رکھو کہ) مسلمان پر مسلمان کی ساری چیزیں حرام ہیں جیسے اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو۔ (مسلم، مشکوۃ شریف۔ جلد چہارم: حدیث نمبر 890)

اس کو ذلیل حقیر نہ سمجھے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان بھائی کے عیب کو اچھال کر اور اس کی برائیوں کو لوگوں کے سامنے بیان کر کے ان کو رسوا اور بدنام نہ کرے اس کے ساتھ بدزبانی اور سخت کلامی نہ کرے اور کوئی مسلمان خواہ کتنا ہی غریب و محتاج ہی کیوں نہ ہو کتنا ہی ضعیف وناتواں اور کتنا ہی نامراد وخستہ حال ہو اس کا مذاق نہ اڑائے کیونکہ کسی کو کیا معلوم کہ جو مسلمان ظاہر طور پر نہایت خستہ حال ہے اور محتاج ہے وہ اللہ کے نزدیک اس کا مقام کیا ہے اور انجام ومال کے اعتبار سے وہ کس درجہ کا ہے اس حقیقت کو کسی صورت میں فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ جو بھی شخص لا الہ الا اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کے رسول کا امتی ہے وہ عزت والا ہے اور قابل تکریم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " آیت (وللہ العزۃ ولرسولہ)۔ الخ۔۔ لہذا کسی مومن کی عزت ایمانی کو کسی حال میں مجروح نہ کرنا چاہیے اور خصوصا مومن جن کے چہرے مہرے علم دین کی علامت اور عبادت الہٰی کا نور جھلکتا ہو ان کی تعظیم وتوقیر کو بطریق اولی ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے اکثر لوگ اور خصوصا دنیادار جو نفس کی ظلمت وغفلت میں مبتلا ہوتے ہیں عام

4212 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

طور پر فقراء و مساکین اور غریب و بے کس مسلمانوں کے وبال میں گرفتار رہتے ہیں کیونکہ وہ ان کو ذلیل و کمتر سمجھتے ہیں اور ان بے چاروں کے ساتھ انتہائی ترشی اور حقارت کا معاملہ کرتے ہیں اور نتیجہ کے طور پر مومن کو ذلیل و حقیر کرنے کا عذاب اپنے سر لیتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ ان لوگوں کو دنیا میں بھی عزت و اقبال مندی سے نوازتا ہے اور آخرت میں بھی نجات عطا کرے گا جو اس کے غریب و مسکین اور ضعیف و بے کس بندوں کے ساتھ محبت و احترام کا برتاؤ کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین و غرباء کی محبت حاصل ہونے کی دعا مانگا کرتے تھے نیز آپ کو اللہ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا تھا کہ فقراء مسکین کی ہم نشینی اختیار فرمائیں جیسا کہ سورت کہف میں مذکور ہے۔

پرہیزگاری اس جگہ ہے " کا مطلب یہ ہے کہ متقی یعنی وہ شخص جو شرک اور گناہوں سے اجتناب و پرہیز کرتا ہے اس کو کسی بھی صورت میں حقیر و کمتر نہیں سمجھنا چاہیے یا یہ مراد ہے کہ تقویٰ کا مصدر و مخزن اصل میں سینہ یعنی دل ہے اور وہ ایک ایسی صفت ہے جو باطن کی ہدایت اور نورانیت سے پیدا ہوتی ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ ان الفاظ کا مقصد ماقبل جملہ کی تاکید و تقویب ہے اور مطلب یہ ہوگا کہ جو چیز کسی انسان کو معزز و مکرم بناتی ہے وہ تقویٰ ہے۔

اور جب تقویٰ کا تعلق باطن سے ہے اور اس کی جگہ دل ہے جو ایک پوشیدہ چیز ہے کہ جس کو انسان ظاہری طور پر نہیں دیکھ سکتا تو پھر کسی مسلمان کو کیونکہ حقیر و ذلیل کہا جا سکتا ہے درآنحالیکہ اس کی حقیقت معلوم نہیں ہے کہ ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ تقویٰ کی جگہ دل کو قرار دے کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس کے دل میں تقویٰ ہو وہ کسی مسلمان کو حقیر و ذلیل نہ کرے کیونکہ کوئی بھی متقی کسی مسلمان کو ذلیل کرنے والا نہیں ہو سکتا یہ مراد اگرچہ بعض علماء نے لکھی ہے لیکن پہلے معنی زیادہ صحیح اور زیادہ موزون ہیں۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان ایسا کوئی کام نہ کرے اور نہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نکالے جس سے کسی مسلمان بھائی کی خون ریزی ہو یا اس کا مال تلف و ضائع ہو اور یا اس کی عزت و آبرو کو نقصان پہنچے۔ یہ حدیث اپنے الفاظ کے اختصار لیکن مفہوم و معنی کی وسعت کے اعتبار سے جوامع الکلم میں سے ہے اللہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی عطیہ ہے۔

4214- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَنْبَاَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي حَبِيْبٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا وَلَا يَبْغِيْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ وحی کی ہے: تم تواضع اختیار کرو اور کوئی شخص کسی دوسرے کے مقابلے میں سرکشی ظاہر نہ کرے۔

4214: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَابُ الْوَرَعِ وَالتَّقْوٰى

یہ باب ورع اور تقویٰ کے بیان میں ہے

4215-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا اَبُوْعَقِيْلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنِىْ رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيْدَ وَعَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِهٖ حَذَرًا لِمَا بِهِ الْبَاْسُ

حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں شامل ہیں' بیان کرتے ہیں' (نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے) کوئی بھی بندہ متقین کے درجے تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اس چیز کو ترک نہ کر دے جس میں کوئی حرج نہ ہوتا کہ اس چیز سے بچا رہے' جس میں حرج ہوتا ہے۔

شرح

پوری آیت کہ جس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا یوں ہے۔ آیت (وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا، الطلاق:2-3)۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کے لئے نجات کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اپنے امور ومعاملات میں اللہ پر توکل واعتماد کرے تو وہ دونوں جہاں میں اس کے لئے کافی ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنی مراد کو پہنچنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے اندازہ مقرر کیا ہے۔ پس آیت (ومن یتق اللہ سے حیث لا یحتسب تک میں تو اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے دنیا وآخرت کے اس کے ان تمام امور ومعاملات میں کافی ہو جاتا ہے جن سے وہ ڈرتا ہے اور جو اس کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتے ہیں بایں طور کہ اس کو ایسی تمام چیزوں سے محفوظ ومامون رکھا جاتا ہے۔ اور ومن یتوکل علی اللہ سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ وہ شخص اگر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ واعتماد کر کے دنیا وآخرت کی نعمتوں کا طلبگار ومتلاشی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے بایں طور کہ اس کو وہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ ان اللہ بالغ امرہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنی مراد کو پہنچنے والا ہے سے مراد یہ ہے کہ وہ قادر مطلق اپنے احکام اور فیصلوں کو جاری اور نافذ کرنے والا ہے' یعنی اس کو ہر طرح کا حکم وفیصلہ جاری کرنے کے کلی اختیار بھی حاصل ہے اور وہ اپنے ہر حکم وفیصلہ کو نافذ کرنے کی پوری طاقت وقدرت بھی رکھتا ہے' کیونکہ جب یہ جان لیا گیا کہ از قسم رزق اور اس کے مانند ہر چیز تقدیر الٰہی اور توفیق الٰہی ہی سے تعلق رکھتی ہے کہ انسان جس چیز کی بھی خواہش وطلب رکھتا ہے وہ اس کے حکم وفیصلہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی' تو اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں رہ جاتا کہ انسان قضا وقدر کے آگے سر تسلیم خم رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر توکل واعتماد کرے۔

4215: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2451

4216- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا مُغِيثُ بْنُ سُمَيٍّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ قَالَ كُلُّ مَخْمُومِ الْقَلْبِ صَدُوقِ اللِّسَانِ قَالُوا صَدُوقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهُ فَمَا مَخْمُومُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ لَا إِثْمَ فِيهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ

◄◄ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' عرض کی گئی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! لوگوں میں سب سے زیادہ فضیلت کسے حاصل ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کا دل صاف ہو اور زبان سچی ہو۔ لوگوں نے دریافت کیا: زبان کے سچے ہونے کا تو ہمیں علم ہے' دل کے صاف ہونے سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ پرہیزگار' نیک شخص جس میں کوئی گناہ نہ ہو' کوئی سرکشی نہ ہو اور کوئی کینہ اور کوئی حسد نہ ہو۔

اہل جنت واہل دوزخ لوگوں کی اقسام کا بیان

حضرت عیاض ابن حمار کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی لوگوں کی تین قسمیں ہیں (یعنی جو اہل ایمان اس لائق ہیں کہ سابقین اور مقربین کے ساتھ جنت میں داخل ہوں وہ تین طرح کے ہیں) ایک تو وہ حاکم جو عدل وانصاف کرتا ہو اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہو اور جس کو نیکیوں اور بھلائیوں کی توفیق دی گئی ہو دوسرے وہ شخص (جو چھوٹوں اور بڑوں پر) مہربان ہو اور قرابت داروں اور مسلمانوں کے لئے رقیق القلب ہو یعنی نرم دل ہو۔ اور تیسرے وہ شخص جو غیر حلال چیزوں سے بچنے والا پرہیز کرنے والا اور اہل وعیال کے بارے میں اللہ پر توکل کرنے والا ہو یعنی اہل وعیال کی محبت اور ان کے رزق کا خوف اس کو اللہ پر توکل کرنے سے باز نہ رکھتا ہو لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے اور حرام وناجائز مال حاصل کرنے پر مجبور نہ کرتا ہو اور نہ وہ اپنے ان اہل وعیال کی وجہ سے علم وعمل میں مشغول ہونے غافل رہتا ہو۔ اور دوزخی لوگوں کی پانچ قسمیں ہیں۔ یعنی جو لوگ اپنے افعال بد کے وبال میں پڑ کر مستوجب عذاب ہوتے ہیں وہ پانچ طرح کے ہیں گویا یہاں ان افعال بد اور بری خصلتوں کی برائی بیان کرنا اور ان کی سختی وشدت کو ظاہر کرنا مقصود ہے جو دوزخ کے عذاب کا باعث ہیں جیسا کہ پہلے ان چیزوں کی تعریف ومدح کی گئی جو جنت میں لے جانے والی ہیں۔ ایک تو کمزور عقل والا کہ اس کی عقل کی کمزوری اس کو ناشائستہ امور سے باز نہ رکھے۔ (یعنی وہ شخص اپنی عقل پر نفسانی خواہشات اور خودغرضی کے جذبات کے غالب آ جانے کی وجہ سے ثبات واستقامت ترک کر دیتا ہے اور گناہوں اور بری باتوں سے باز رہنے پر قادر نہیں رہتا) وہ لوگ کہ جو تمہارے تابع اور تمہارے خادم ہیں ان کو نہ بیوی کی خواہش ہوتی ہے اور نہ مال کی پرواہ (یعنی وہ لوگ جو تمہارے مال داروں اور مقتدروں کے آگے پیچھے نظر آتے ہیں ان کی خدمت واطاعت میں دم بھرتے ہیں ان کے مدنظر نہ تو کسی کی بھلائی دوستی ہوتی ہے اور نہ ان کو واقعتاً خدمت واطاعت سے کوئی غرض ہوتی ہے بلکہ وہ تو محض اپنی نفسانی خواہشات اور خودغرضی کے تابع ہوتے ہیں ان کا اصل مقصد اچھے اچھے کھانوں سے اپنا پیٹ بھرنا ہے اور اچھے درجہ کے لباس اور دوسری چیزیں حاصل کرنا ہوتا ہے نہ تو انہیں بیوی کی پرواہ ہوتی ہے کہ جس کے ذریعہ وہ اپنی جنسی خواہش جائز طور پر

4216: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

پوری کر سکیں اور نہ انہیں اس مال وزر کی طلب ہوتی ہے جو حلال ذرائع جائز وسائل اور محنت ومشقت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے بلکہ وہ بدکاریوں حرام خوریوں اور اجنبی عورتوں اور حرام ومشتبہ اسباب میں مگن اور خوش رہتے ہیں اور یہ چیز بھی انسانی عقل کی کم زوری ہے اور ضمیر کی مروئی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حلال و پاک چیزوں سے اعراض کرنا اور حرام ومشتبہ چیزوں کو مطلب ومقصد قرار دینا نہ تو عقل کا تقاضا ہوسکتا ہے اور نہ ضمیر کے مطابق) دوسرے وہ شخص جو خائن وبد دیانت ہو کہ اس کی طمع کسی پوشیدہ چیز کو بھی اس کے ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تا کہ وہ اس میں بد نیتی کر سکے خواہ وہ کتنی ہی کیوں نہ چھوٹی ہو اور کم تر ہو (یعنی اس کی طمع وحرص اس کو کسی حال میں چین سے نہیں بیٹھنے نہیں دیتی یہاں تک کہ وہ چھپی ہوئی چیزوں کو بھی تلاش وجستجو میں لگا رہتا ہے اور جب وہ چیزیں اس کے ہاتھ لگ جاتی ہیں تو ان میں بھی بد نیتی کرتا ہے اور خواہ وہ چیزیں کتنی ہی بے وقعت اور کمتر ہی کیوں نہ ہوں، نیز بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ خفا چونکہ ظہور کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اس لئے لا یخفی لہ طمع کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ خائن کہ وہ اس چیز میں بھی خیانت کرتا ہے جو اس کے سامنے نہیں ہوتی اور نہ وہ اس قابل ہوتی ہے کہ وہ اس کی طمع وحرص کر سکے) اور تیسرے وہ شخص جو صبح وشام تمہیں تمہارے اہل عیال میں دھوکہ دینے کے چکر میں رہتا ہے (یعنی جس شخص کو تم اپنے گھر والوں کی حفاظت اور اپنے مال و اسباب کی نگرانی سپرد کرتے ہو یا جو شخص از خود تمہارے ساتھ لگا رہتا ہے اور اپنی عفت پاک دامنی کو تم پر ظاہر کر کے یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ تمہارے گھر بار اور اہل خانہ کی حفاظت ونگرانی میں مصروف ہے لیکن حقیقت میں وہ ہر لحہ تمہارے اہل خانہ اور تمہارے مال اسباب پر بری نظر رکھتا ہے (نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل اور جھوٹے اور بد خلق فحش گو کا ذکر کیا ہے۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 891)

"رجل رحیم رقیق القلب " میں رحیم سے مراد صفت فعلیہ اور رقیق سے مراد صفت قلبیہ ہے صفت فعلیہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ صفت اپنا خارجی وجود بھی رکھے اور دوسروں پر اس کے اثرات ظاہر ہوں جبکہ صفت قلبیہ کا تعلق محض اس صفت کے باطنی وجود سے ہوتا ہے کہ خواہ وہ علمی اور خارجی طور پر اس کا اظہار ہو یا نہ ہو۔

لفظ بخل اور کذب مصدر قائم مقام فاعل ہیں۔ ذکر البخل والکذب۔۔۔ الخ۔۔۔ کے ذریعہ راوی نے یہ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخیوں کی جو قسمیں بیان کی ہیں ان میں بخیل اور کاذب کا بھی ذکر فرمایا اور پوری عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے دوزخیوں کی مذکورہ قسمیں بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ دوزخیوں کی اور قسمیں بخیل وکاذب ہیں رہی یہ بات کہ راوی نے ذکر البخیل والکاذب کہنے کے بجائے ذکر البخل والکذب کیوں کہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا تھا وہ بعینہ الفاظ میں راوی کو یاد نہیں رہا تھا البتہ صحیح طور پر یہ یاد تھا کہ آپ نے باقی دو قسموں کے سلسلے میں جو الفاظ ارشاد فرمائے تھے ان میں بخل کذب کا ذکر ضرور تھا خواہ آپ نے والبخیل والکاذب ہی کے الفاظ فرمائے ہوں یا کچھ اور الفاظ فرمائے ہوں

اکثر روایتوں میں البخل اور الکذب کے درمیان واؤ کے بجائے او ہے یعنی البخل او الکذب اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس موقع پر راوی کو شک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو البخل کا لفظ ارشاد فرمایا تھا یا الکذب کا یعنی راوی گویا یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ آپ نے دوزخیوں کی تین قسمیں بیان کرنے کے بعد چوتھی قسم کے طور پر یا تو بخیل کو بیان کیا تھا کہ یا کاذب کو اور زیادہ

صحیح بات بھی یہی ہے کہ یہاں حرف او ہے اور جو راوی کے شک کو ظاہر کرتا ہے اور جن روایتوں میں واؤد ہے ان میں بھی واؤ حرف او کے معنی میں ہے لفظ والشنظیر کو بھی مرفوع قرار دینا زیادہ صحیح ہوگا اور اس کا عطف رجل پر کیا جاتا ہے جب کہ بعض حضرات نے اس کو منصوب قرار دیا ہے۔

4217-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنْ اَبِىْ رَجَاءٍ عَنْ بُرْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ كُنْ وَرِعًا تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَكُنْ قَنِعًا تَكُنْ اَشْكَرَ النَّاسِ وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَّاَحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَّاَقِلَّ الضَّحِكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! پرہیزگار ہو جاؤ تم سب سے زیادہ عبادت گزار جاؤ گے' قناعت پسند ہو جاؤ تم سب سے زیادہ شکر کرنے والے بن جاؤ گے۔ لوگوں کے لئے اس بات کو پسند کرو جسے تم اپنے لیے پسند کرتے ہو' تم مومن بن جاؤ گے اور اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرو' تم کامل (مسلمان) بن جاؤ گے۔ تھوڑا ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

4218-حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ رُمْحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنِ الْمَاضِيْ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تدبیر کی طرح کی کوئی عقل مندی نہیں ہے اور بچنے سے زیادہ کوئی پرہیزگاری نہیں ہے اور اچھے اخلاق کی مانند کوئی خوبی نہیں ہے۔

شرح

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوذر جان لو عمل تدبیر کے برابر نہیں، ورع یعنی پرہیزگاری اجتناب واحتیاط کے برابر نہیں اور حسب وفضیلت خوش خلقی کے برابر نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 995)

تدبیر کے معنی ہیں ہر کام کے انجام پر نظر رکھ کر اس کے لئے سامان پیدا کرنا لہٰذا عقل تدبیر کے مانند نہیں کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی عقل عقل تدبیر کے برابر نہیں ہو سکتی گویا مذکورہ جملہ میں عقل سے مراد مطلق علم وادراک ہے تدبیر سے مراد عقل تدبیر ہے جس کا مطلب یہ ہے جو کام بھی کیا جائے پہلے اس انجام پر نظر رکھی جائے اور اس میں جو بھلائیاں و برائیاں ہوں ان کو پہچانا جائے۔

"ورع" کے معنی پرہیزگاری کے ہیں جس کو تقویٰ بھی کہا جاتا ہے اگرچہ بعض حضرات کے نزدیک ورع اور تقویٰ کے درمیان بھی فرق ہے وہ کہتے ہیں کہ ورع کا درجہ تقویٰ کے درجہ سے بڑھا ہوا ہے بایں طور پر کہ تقویٰ کا مطلب ہے کہ حرام چیزوں سے پرہیز

4217 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4218 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کرنا اور تورع کا مطلب ہے کہ ان چیزوں سے بھی بچنا جو مکروہ یا مشتبہ ہوں لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ تقویٰ اور تورع دونوں ایک ہی معنی ہیں اور عام طور پر سب لوگ ان دونوں کو ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں اب رہی یہ بات کہ حدیث میں جو دو لفظ ورع اور کف نقل کئے گئے ہیں ان میں سے ورع کا ترجمہ پرہیزگاری اور کف کا ترجمہ اجتناب واحتیاط کیا گیا ہے۔ تو کیا ان دونوں کے درمیان کچھ فرق ہے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیونکہ ورع کے معنی ہیں باز رہنا اور کف کے معنی ہیں باز رہنے کے ہیں اس صورت میں حدیث کے اس جملہ ل اورع پر اشکال ہوتا ہے کہ کیونکہ اس کا لفظی ترجمہ یوں ہوں گا باز رہنا، یا رہنے کے برابر نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح اس جملہ کے کوئی معنی ہی نہیں ہوں گے۔

چنانچہ طیبی نے اس حدیث کی شرح میں اس اشکال کو ظاہر کیا ہے اور پھر اس کا جواب دیا ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کف کے معنی مسلمانوں کو ایذاء پہنچانے یا زبان کو لایعنی باتوں میں مشغول کرنے سے پرہیز کرنا ہے اور چونکہ دینی طور پر بھی اور سماجی و معاشرتی طور پر بھی ان دونوں چیزوں میں سے ہر ایک مفاسد اور اس کی برائیاں بہت ہیں اس لئے ان کے مفاسد کو از راہ مبالغہ بیان کرنے کے لئے گویا یہ فرمایا گیا کہ ورع یعنی حرام چیزوں سے باز رہنا اگرچہ ایک اعلیٰ وصف ہے علاوہ ازیں ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ ورع تقویٰ کے لغوی معنی اگرچہ باز رہنا اور پرہیز کرنا ہیں لیکن شرعی طور پر ان کے مفہوم میں امتثال اور اجتناب دونوں ایک ساتھ داخل ہیں اور اگر ان کا مفہوم صرف اجتناب ہی ہو تو احکام کی فرماں برداری ترک کرنے سے پرہیز کرنا بھی ان کے مفہوم میں داخل ہوتا لہذا بات وہی ورع اور تقویٰ کے مفہوم میں امتثال اور اجتناب دونوں داخل ہیں اور اس صورت میں بھی یہی نکلے گا کہ ورع اور تقویٰ کا اصل مفہوم یہ ہے کہ جو احکام دیئے گئے ہیں ان پر چلا جائے۔

اور ان احکام پر خواہ امتثال کے طور پر ہو یا اجتناب کے طور پر۔ اس طرح جب یہ بات واضح ہوگئی کہ ورع کا تعلق دو چیزوں سے ہے یعنی جن امور کو کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کو اختیار کرنا اور جن امور سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہنا اور کف کا تعلق صرف ایک چیز یعنی ممنوعات سے باز رہنے سے ہے تو مذکورہ اشکال رفع ہوگیا اس کے بعد یہ مسئلہ جان لینا چاہیے کہ جس سے حدیث کے مذکورہ جملہ کا مفہوم اور زیادہ صاف ہو جائے گا کہ جانب اجتناب کی رعایت جانب امتثال کی رعایت کی بہ نسبت زیادہ مقدم اور زیادہ ضروری ہے یعنی شریعت نے جن چیزوں سے باز رہنے کا حکم دیا ہے ان سے باز رہنا زیادہ ضروری ہے بہ نسبت اس کے کہ جن چیزوں کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کو اختیار کیا جائے۔

اسی بناء پر علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص جانب امتثال میں فرض وواجبات اور سنن مؤکدہ پر اکتفا کرے اور نوافل کو ترک کر دے لیکن جانب اجتناب میں خوب اہتمام کرے یعنی تمام حرام مکروہ اور مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرے تو وہ شخص منزل مقصود پالے گا یعنی معرفت وحقیقت اور قرب الٰہی کا درجہ حاصل کرے گا اس کے برخلاف اگر کوئی شخص جانب امتثال میں خوب اہتمام کرے لیکن یعنی فرائض وواجبات اور سنن مؤکدہ پر بھی عمل کرے اور نوافل ومستحبات کو بھی ادا کرے لیکن جانب اجتناب کی رعایت نہ کرے یعنی ممنوعات کا ارتکاب کرے تو وہ شخص منزل مقصود کو نہیں پہنچے گا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بیمار ہو اور وہ تو پرہیز تو پوری کرے لیکن دوا نہ کھائے تو وہ اچھا ہو جائے گا خواہ کتنی ہی دیر میں اچھا ہو اس کے برخلاف اگر وہ دوائیں کھاتا رہے لیکن پرہیز بالکل نہ

کرے تو وہ ہرگز شفا نہیں پائے گا بلکہ روز بروز بیمار ہوتا چلا جائے گا۔

حسب وفضیلت خوش خلقی کے برابر نہیں ہے۔ حسب اصل میں کہتے ہیں کہ اپنے اور اپنے باپ دادا کے فضائل کو گنوانا اور اپنے خاندانی فخریہ کارناموں کو بیان کرنا، اس جملہ میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ انسان کی ذاتی فضیلت وبزرگی اور انسانیت کا اصل تقاضا یہ ہے کہ اس میں خوش خلقی ہو اگر کوئی شخص خوش خلقی کی صفت سے محروم ہے تو وہ لاکھ اپنے مناقب گنوائے اور لاکھ اپنے فخریہ کارناموں کو بیان کرے اس کی کوئی حقیقت نہیں رہے گی واضح رہے کہ اگر خوش خلقی میں خلق سے مراد تمام باطنی اوصاف ہوں تو ظاہر ہے کہ حسن اخلاق کو سب سے بہتر اور اصل فضیلت کہا جائے گا اور اگر خلق سے مراد نرم خوئی ومہربانی اور مروت کے اوصاف ہوں جیسا کہ عام طور پر خوش خلقی انہیں اوصاف سے متصف ہوتی ہے تو اس صورت میں یہ فرمانا کہ حسب وفضیلت خوش خلقی کے برابر نہیں ہے خوش خلقی کی فضیلت کو از راہ مبالغہ بیان کرنے کے لئے ہوگا۔

اہل تصوف کے نزدیک خوش خلقی کی فضیلت ان الفاظ میں بیان کی جاتی ہے کہ خندہ پیشانی کے ساتھ رہنا لوگوں کو اپنی عطاو بخشش سے بہرمند کرنا اور اللہ کی مخلوق کو ایذاء پہنچانے سے باز رہنا یہ وہ اوصاف ہیں جن پر حسن خلق کا اطلاق ہوتا ہے یہ حضرت حسن بصری کا قول ہے ایک بڑے بزرگ یہ کہتے ہیں کہ حسن خلق یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ عداوت ترک کرکے اور راحت وتنگی دونوں حالت میں خوش رہنا چاہیے۔

حضرت سہل تستری کے قول کے مطابق حسن خلق کا سب سے کم تر درجہ یہ ہے کہ مخلوق کی طرف سے جو زیادتی وسختی پیش آئے اس کو برداشت کرے اور کسی سے انتقام نہ لے ظالم کے حق میں بھی شفیق ومہربان رہے اور اس کی مغفرت کا خواہاں رہے۔

سب سے زیادہ معزز تقویٰ اختیار کرنے والا ہے

4219- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَبُ الْمَالُ وَالْكَرَمُ التَّقْوٰى

◄◄ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حسب مال ہے اور کرم (عزت) پرہیزگاری ہے۔

شرح

حسب "ان فضائل وخصائل کو کہتے ہیں کہ جو کسی انسان میں ہوتے ہیں چنانچہ صاحب انسان اپنے اور اپنے باپ دادا کے خصائل وفضائل کو شمار کرتا ہے اور ان کے ذریعہ اپنی حیثیت کو بڑھاتا ہے کرم صفات خیر کا نام ہے جس کا اطلاق تمام وجوہ خیر بھلائی اور شرف پر ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک اصل حسب وفضیلت مالداری ہے کہ جو شخص مالدار اور صاحب ثروت ہو تو وہی حسب والا اور فضیلت والا سمجھا جاتا ہے اور اس کی عزت کی جاتی ہے اگر کسی کے پاس مال

4219: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3270

ذات نہ ہو تو وہ سب کی نظروں میں کمتر و بے وقعت رہتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل فضیلت تقویٰ پرہیزگاری میں ہے کہ بغیر تقویٰ کے کوئی بھی فضیلت اعتبار نہیں رکھتی اللہ کی نظر میں کریم یعنی بزرگ و شریف وہی شخص ہے جو پرہیزگار ہو جیسا کہ قرآن کریم میں ہے، آیت (ان اکرمکم عند اللہ اتقکم) ، بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون شخص زیادہ معزز و مکرم ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ معزز و مکرم وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار و متقی ہے یعنی اگر تمہارے سوال کا مطلب یہ ہے کہ خاندانی عظمت باپ دادا کی بڑائی اور اپنے فضائل واچھی عادات سے قطع نظر ذاتی بزرگی و کرامت کیا چیز تو ہے جان لو کہ وہ تقویٰ ہے لہذا جو شخص لوگوں میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے وہی سب سے زیادہ معزز و مکرم ہے خواہ وہ اپنے حسب ونسب، خاندانی عظمت و وجاہت اور اپنے اوصاف وخصائل کے اعتبار سے کمتر ہو یا برتر، صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مطلب یہ نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ذاتی بزرگی وکرامت کے بارے میں نہیں پوچھ رہے ہو تو اس اعتبار سے انسانوں میں سب سے زیادہ شریف و بزرگ حضرت یوسف ہیں جو اللہ کے نبی (حضرت یعقوب کے بیٹے، اللہ کے (حضرت اسحاق کے پوتے اور اللہ کے دوست حضرت ابراہیم کے پڑپوتے ہیں یعنی حضرت یوسف میں کئی طرح کی شرافت و بزرگیاں جمع ہیں کہ خود بھی نبی ہیں اور ان تین پشتوں میں نبوت رہی ہے ان کے پردادا کو خلیل اللہ کا لقب ملا ہے کہ اللہ نے ان کو خالص دوست قرار دیا ہے پھر وہ علم ودانائی، حسن وجمال، عفو وکرم اخلاق واحسان، عدل وانصاف اور دینی دنیاوی سرداری وحکمرانی کے اوصاف سے بھی متصف تھے لہذا اس اعتبار سے وہ انسانوں میں سب سے زیادہ بزرگ وشریف انسان تھے، صحابہ نے عرض کیا کہ آپ سے ہمارے سوال کا یہ مطلب نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عربوں کی خاندانی شرافت اور ذات و حسب کی اعلیٰ خصوصیات کے اعتبار سے پوچھ رہے ہو؟ کہ اہل عرب جو اپنے اور باپ دادا کے کارناموں ذاتی بزرگی وعزت اور اس طرح کے اور دوسرے اوصاف کے ذریعہ ایک دوسرے سے کے سامنے اظہار فخر کرتے ہیں اور اپنی بزرگی و برائی کا دعوی کرتے ہیں نیز وہ اپنے میں ایک دوسرے کی عزت وشرافت کا معیار تقویٰ اور نسب کے بجائے مذکورہ اوصاف وخصوصیات کو قرار دیتے ہیں تو ان میں واقعتا سب سے زیادہ معزز ومکرم کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں ہمارے سوال کا مطلب یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو سنو! تم میں سے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں سب سے بہتر تھے وہی اسلام میں سب سے بہتر ہیں جبکہ وہ فقیہ ہوں (یعنی تم میں سے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں اپنی خاندانی شرافت شریف النفسی بہادری، سرداری اور عمدہ اخلاق وعادات کے اعتبار سے سب سے پسندیدہ اور سب سے بہتر شمار کیے جاتے تھے اسلام کے زمانہ میں بھی وہی لوگ سب سے زیادہ پسندیدہ اور سب سے بہتر ہیں بشرطیکہ وہ اسلامی احکام وشرائع کے سمجھنے والے اور دین کا علم حاصل کرنے والے ہوں۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف۔ جلد چہارم حدیث نمبر 827)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری جواب کا مطلب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کی ذات اور شخصیت کی وجہ سے ان

کوسب سے بہتر سمجھا جاتا تھا وہ لوگ اپنی انہی خصوصیات کی بنا پر زمانہ اسلام میں بھی معزز و مکرم قرار دیئے جائیں گے بشرطیکہ انہوں نے ایمان واسلام قبول کر کے دین کا علم اور شریعت کے احکام و مسائل حاصل کئے ہوں فرق یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان پر کفر کا سایہ معصیت کی تاریکی اور جہل کا غبار چھایا ہوا تھا اور خواہش نفس کے دام فریب میں مبتلا تھے اور اس اعتبار سے ان کی ذاتی شرافت وصفات کی کوئی حیثیت نہیں تھی مگر اب ایمان واسلام کی پاکیزگی اور عبادات وعلم دین کے نور نے ان کی ذات وشخصیت کو نکھار دیا ہے ان کی زندگی کو روشن کر دیا ہے اور ان کو حق کا تابعدار بنا دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ معاون سے مراد وہ لوگوں کی اپنی ذات وشخصیات ہیں جو عمدہ وصفات واعلیٰ خصوصیات سے متصف ہوں جیسا کہ کتاب میں یہ روایت نقل کی جا چکی ہے کہ الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ الخ۔ یعنی لوگوں کی بھی کانیں ہوتی ہیں جیسے سونے اور چاندی کی کانیں، پس جو خاندان وافراد اپنی اعلیٰ خصوصیات کے اعتبار سے زمانہ جاہلیت میں سب سے بہتر شمار کئے جاتے تھے اسلام کے زمانہ میں بھی وہی سب سے بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کا علم حاصل کریں۔

4220-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَّعُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِی السَّلِیْلِ ضُرَیْبِ بْنِ نُقَیْرٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ كَلِمَةً وَّقَالَ عُثْمَانُ اٰيَةً لَّوْ اَخَذَ النَّاسُ كُلُّهُمْ بِهَا لَكَفَتْهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيَّةُ اٰيَةٍ قَالَ (وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا)

◄► حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے ایک ایسے کلمے کا پتہ ہے (عثمان نامی راوی نے یہاں یہ الفاظ نقل کیے ہیں) ایسی آیت کا پتہ ہے کہ اگر اسے سب لوگ اختیار کرلیں تو یہ ان سب کے لئے کافی ہو۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ آیت کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ہے۔

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی راستہ پیدا کر دے گا''۔

بَابُ الثَّنَاءِ الْحَسَنِ

یہ باب اچھی تعریف کے بیان میں ہے

4221-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَانَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ الْجُمَحِيُّ عَنْ اُمَيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَبِیْ زُهَيْرٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّبَاوَةِ اَوِ الْبَنَاوَةِ قَالَ وَالنَّبَاوَةُ مِنَ الطَّائِفِ قَالَ يُوْشِكُ اَنْ تَعْرِفُوْا اَهْلَ الْجَنَّةِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَالُوْا بِمَ ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِالثَّنَاءِ الْحَسَنِ وَالثَّنَاءِ السَّيِّءِ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَعْضٍ

4220: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4221: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ابوبکر بن ابوزہیر اپنے والد کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ہمیں "بناوہ" کے مقام پر جو طائف میں ہے (راوی کو شک ہے شاید لفظ بناوہ ہے یا شاید نباوہ ہے) ہمیں خطبہ دیتے ہوئے یہ فرمایا: عنقریب تم لوگ اہل جنت کو اہل جہنم کے مقابلے میں الگ طور پر جان لو گے۔ لوگوں نے دریافت کیا وہ کس طرح یارسول اللہ (ﷺ)! آپ نے فرمایا: اچھی تعریف کے ذریعے اور بری تعریف کے ذریعے' تم لوگ ایک دوسرے کے حق میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

شرح

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی پوچھنے والے نے پوچھا کہ مجھے اس شخص کے بارے میں بتایئے جو کوئی نیک کام کرتا ہے اور اس کی وجہ سے لوگ اس کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے لوگ اس کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں کے بعد یہ بھی ہے، کہ اور وہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں (ایسے شخص کا کیا حکم ہے اس کا اجر وثواب کالعدم ہو جاتا ہے یا نہیں؟) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سوال سن کر فرمایا کہ لوگوں کا اس شخص کی تعریف وتوصیف کرنا اور اس کو محبوب رکھنا درحقیقت اس کے حق میں مومن کے ذریعہ جلد ملنے والی بشارت ہے۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1247)

جلد ملنے والی بشارت " کا مطلب یہ ہے کہ ایک سعادت وبشارت تو وہ ہے جو باقی ہے اور آخرت میں ملے گی اور ایک سعادت وبشارت یہ ہے کہ جو جلد ہی یعنی اسی دنیا میں مل گئی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس شخص نے اپنے اس عمل خیر کا اصل ثواب آخرت میں پانے سے پہلے ایک اور اجر وثواب اسی دنیا میں یہ پالیا کہ لوگوں نے اس کی تعریف وتوصیف کی اور اس کو اپنا محبوب قلب ونظر بنالیا اور اس کے حق میں لوگوں کو یہ معاملہ گویا اس بات کی بشارت ہے کہ اس کا وہ عمل خیر مقبول ہو گیا اور وہ آخرت میں اجر وثواب پائے گا۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ یہ واضح فرمایا کہ اس شخص کا وہ عمل خیر کہ جس کی وجہ سے وہ دنیا والوں کی نظر میں قابل احترام اور محبوب بنا ہے۔

ریاء " نہیں کہلائے گا کیونکہ اس کو اس عزت واحترام اور محبت کے حاصل ہونے میں اس کے اپنے قصد وارادہ کو کوئی دخل نہیں ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس عمل خیر کو اختیار کرنے میں اس کی نیت اور اس کا قصد وارادہ، اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور ثواب آخرت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، یہ تو محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اس شخص کو اس دنیا میں بھی مذکورہ سعادت کی صورت میں اجر وثواب عطا فرمادیا۔

4222- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ كُلْثُوْمٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ لِيْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ اَنِّيْ قَدْ اَحْسَنْتُ وَاِذَا اَسَاْتُ اَنِّيْ قَدْ اَسَاْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ جِيرَانُكَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا قَالُوْا اِنَّكَ قَدْ اَسَاْتَ فَقَدْ اَسَاْتَ

4222: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت کلثوم خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ! مجھے کیسے پتہ چلے گا جب میں کوئی نیکی کروں کہ میں نے اچھائی کی ہے یا جب میں کوئی برائی کروں کہ میں نے کوئی برائی کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے پڑوسی یہ کہیں کہ تم نے اچھائی کی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ تم نے اچھائی کی ہے اور جب وہ یہ کہیں گے کہ تم نے برا کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے برا کیا ہے۔

4223-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ لِىْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ وَاِذَا اَسَاْتُ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتَ جِيْرَانَكَ يَقُوْلُوْنَ اَنْ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَاْتَ فَقَدْ اَسَاْتَ

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے نبی اکرم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ! جب میں کوئی اچھائی یا برائی کرتا ہوں تو مجھے اس کا کیسے پتہ چلے گا؟ نبی اکرم نے فرمایا: جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم نے اچھا کیا ہے (تو اس کا مطلب ہے) تم نے اچھا کیا ہے اور اگر تم انہیں یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم نے برا کیا ہے (تو اس کا مطلب ہے) تم نے برا کیا ہے۔

4224-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَزَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ قَالَا حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هِلَالٍ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ اَبِىْ ثُبَيْتٍ عَنْ اَبِى الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنْ مَلَاَ اللّٰهُ اُذُنَيْهِ مِنْ ثَنَاءِ النَّاسِ خَيْرًا وَّهُوَ يَسْمَعُ وَاَهْلُ النَّارِ مَنْ مَلَاَ اُذُنَيْهِ مِنْ ثَنَاءِ النَّاسِ شَرًّا وَّهُوَ يَسْمَعُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: وہ شخص اہل جنت میں سے ہے' اللہ تعالیٰ جس کے کانوں کو لوگوں کی تعریف کے ذریعے بھر دے اور وہ سن رہا ہو اور وہ شخص جہنمی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے کانوں کو لوگوں کی برائی کے ذریعے بھر دے اور وہ سن رہا ہو۔

4225-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ عِمْرَانَ الْجَوْنِىِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ لَهُ الرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ لِلّٰهِ فَيُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ ذٰلِكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ

حضرت ابوذر غفاری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی' ایک شخص کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے تو لوگ اس وجہ سے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مومن کو

4223: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4224: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4225: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6663' ورقم الحدیث: 6664

دینے والی خوشخبری ہے۔

4226-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوُدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سِنَانٍ اَبُوْسِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِىْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اَعْمَلُ الْعَمَلَ فَيُطَّلَعُ عَلَيْهِ فَيُعْجِبُنِىْ قَالَ لَكَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِيَةِ

●● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں کوئی عمل کرتا ہوں' کوئی شخص اس پر مطلع ہو جاتا ہے اور مجھے یہ بات اچھی لگتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں دو طرح کا اجر ملے گا۔ ایک خفیہ عمل کرنے کا اور ایک اعلانیہ عمل کرنے کا۔

بَاب النِّيَّةِ

یہ باب نیت کے بیان میں ہے

4227-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَنْبَاَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَا اَنْبَاَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِىَّ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ

●● علقمہ بن وقاص بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اعمال کے (اجر وثواب) کا دارومدار نیت پر ہے۔ ہر شخص کو وہی اجر ملے گا جو اس نے نیت کی ہوگی۔ جس شخص کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف شمار ہوگی اور جس شخص کی ہجرت دنیا کے لئے ہوتا کہ وہ اسے حاصل کرے یا کسی خاتون کے لئے ہوتا کہ وہ اس کے ساتھ شادی کرے تو اس کی ہجرت اس طرف شمار ہوگی جس طرف نیت کر کے اس نے ہجرت کی ہے۔

4228-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَلِىُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ

4226: اخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 2384

4227: اخرجه البخاري في "الصحيح" رقم الحديث: 1' ورقم الحديث: 54' ورقم الحديث: 2529' ورقم الحديث: 3898' ورقم الحديث: 5070' ورقم الحديث: 6689' ورقم الحديث: 6953' اخرجه مسلم في "الصحيح" رقم الحديث: 4904' اخرجه ابوداؤد في "السنن" رقم الحديث: 2201' اخرجه الترمذي في "الجامع" رقم الحديث: 1647' اخرجه النسائي في "السنن" رقم الحديث: 75' ورقم الحديث: 3437' ورقم الحديث: 3803

4228: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

اَبِی الْجَعْدِ عَنْ اَبِیْ کَبْشَۃَ الْاَنْمَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ کَمَثَلِ اَرْبَعَۃِ نَفَرٍ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا وَّعِلْمًا فَھُوَ یَعْمَلُ بِعِلْمِہٖ فِیْ مَالِہٖ یُنْفِقُہٗ فِیْ حَقِّہٖ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ عِلْمًا وَّلَمْ یُؤْتِہٖ مَالًا فَھُوَ یَقُوْلُ لَوْ کَانَ لِیْ مِثْلُ ھٰذَا عَمِلْتُ فِیْہِ مِثْلَ الَّذِیْ یَعْمَلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُمَا فِی الْاَجْرِ سَوَآءٌ وَّرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا وَّلَمْ یُؤْتِہٖ عِلْمًا فَھُوَ یَخْبِطُ فِیْ مَالِہٖ یُنْفِقُہٗ فِیْ غَیْرِ حَقِّہٖ وَرَجُلٌ لَّمْ یُؤْتِہِ اللّٰہُ عِلْمًا وَّلَا مَالًا فَھُوَ یَقُوْلُ لَوْ کَانَ لِیْ مِثْلُ ھٰذَا عَمِلْتُ فِیْہِ مِثْلَ الَّذِیْ یَعْمَلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُمَا فِی الْوِزْرِ سَوَآءٌ

◄◄ حضرت ابوکبشہ الانماری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس امت کی مثال ان چار آدمیوں کی طرح ہے' ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال اور علم عطا کیا ہو۔ وہ اپنے علم کے مطابق اپنے مال میں عمل کرتا ہو اور اسے حق کے راستے میں خرچ کرتا ہو۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا ہو مگر اسے مال عطا نہ کیا ہو اور وہ یہ کہتا ہو کہ اگر مجھے بھی اس شخص کی طرح مال مل جائے تو میں بھی اسے اسی طرح استعمال کروں جسے یہ استعمال کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: یہ دونوں آدمی اجر کے اعتبار سے برابر ہیں۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے لیکن علم عطا نہیں کیا تو وہ شخص اپنے مال کے بارے غلطی کا ارتکاب کرتا ہے اور اسے ناحق طور پر خرچ کرتا ہے اور ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے علم اور مال دونوں ہی عطا نہیں کیے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ اگر مجھے بھی اس شخص کی طرح مال مل جائے تو میں بھی اسے ایسے ہی استعمال کروں گا جیسے شخص کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں' یہ دونوں گناہ میں برابر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

4228م- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْمَرْوَزِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ کَبْشَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ سَمُرَۃَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ مُفَضَّلٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ کَبْشَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوَہٗ

◄◄ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے۔

4229- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی قَالَا حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ ھَارُوْنَ عَنْ شَرِیْکٍ عَنْ لَیْثٍ عَنْ طَاوٗسٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا یُبْعَثُ النَّاسُ عَلٰی نِیَّاتِھِمْ

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

4230- حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَنْبَاَنَا زَکَرِیَّا بْنُ عَدِیٍّ اَنْبَاَنَا شَرِیْکٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ

4229: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4230: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7161' ورقم الحدیث: 7162

جابر قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق (دوبارہ) زندہ کیا جائے گا۔

اعمال کے بدلے میں دنیا یا آخرت کی نیت کا بیان

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا، وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا، وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ .

(آل عمران، ۱۴۵)

اور جو شخص دنیا کا انعام چاہتا ہے ہم اسے اس میں سے دے دیتے ہیں، اور جو آخرت کا انعام چاہتا ہے ہم اسے اس میں سے دے دیتے ہیں، اور ہم عنقریب شکر گزاروں کو صلہ دیں گے۔

من یرد ثواب الدنیا نؤتہ منھا یعنی جو شخص اپنے عمل کا دنیوی بدلہ چاہتا ہے ہم دنیا میں ہی اس کو اپنی مشیت کے مطابق جو کچھ ہم نے اس کے لیے مقدر کر دیا ہے دیدیتے ہیں اس آیت میں ان لوگوں پر تعریض ہے جو مال غنیمت کی طرف راغب ہو کر جہاد سے غافل ہو گئے تھے۔ **و من یرد ثواب الاٰخرۃ نؤتہ منھا** اور جو اپنے عمل سے آخرت کے ثواب کا خواستگار ہو گا ہم آخرت کا ثواب اس کو دیں گے۔

و سنجزی الشاکرین اور شکر گزاروں کو یعنی ثابت قدم رہنے والوں کو ضرور جزا دیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ شاید اس فقرہ سے یہ مراد ہے کہ جو شخص اپنے عمل سے صرف شکر گزار ہونے کا طلب گار ہو نہ اس کے پیش نظر ثواب دنیا ہو نہ ثواب آخرت تو اللہ اس کو ایسی عظیم الشان جزا دے گا جس کا اندازہ کوئی عقل نہیں کر سکتی نہ کسی فہم کی رسائی وہاں تک ہو سکتی ہے اور یہ جزا صرف ذات باری ہے۔ اجزا کو مبہم رکھنا (اور تعیین کے ساتھ کسی خاص قسم کے ثواب کا ذکر نہ کرنا) بتا رہا ہے کہ جزاء غیر معروف ہے انسان کی عقل اس کو نہیں جان سکتی۔

قاموس میں ہے شکر کا معنی ہے احسان کو پہچاننا اور اس کو پھیلانا حضرت انس بن مالک راوی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس کی نیت طلب آخرت کی ہو اللہ اس کے دل میں دنیا کی طرف سے بینیازی پیدا کر دیتا ہے اور اس کی پریشانی کو جمع کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔

اور جس کی نیت طلب دنیا کی ہو اللہ محتاجی اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اس کی جمعیت (خاطر) کو پراگندہ بنا دیتا ہے اور دنیا میں سے اس کو اتنا ہی ملتا ہے جو اللہ نے اس کے لیے لکھ دیا ہے۔ (تفسیر رواہ البغوی، سورہ آل عمران، بیروت)

نیت کے معنی و مطلب کا بیان

قاموس میں ہے کہ نیت کا معنی ہے ارادہ کرنا یا کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے کسی کام کی طرف دل کو متوجہ کرنا نیت کہلاتا ہے۔ (مرقات، ج ۱، ص ۴۰، مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ ابن نجیم المصری الحنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ مذکورہ حدیث میں اعمال سے پہلے "حکم" مضاف مقدر مانیں گے اور معنی یہ ہوگا کہ عمل کی قبولیت یا مردودیت کا حکم نیت کے ساتھ ہے یعنی اگر نیت اچھی ہے تو نیک عمل مقبول باعث ثواب ہوگا اور اگر نیت بری ہوئی تو عمل مردود باعث عذاب ہوگا۔ (الاشباہ)

نیت کی اہمیت

امیرُ المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اَعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، الحدیث)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اَعمال کا ثواب نیت پر ہی ہے، بغیر نیت کسی عمل پر ثواب کا اِستحقاق (یعنی حق) نہیں۔ اَعمال عمل کی جمع ہے اور اس کا اطلاق اعضاء، زبان اور دل تینوں کے اَفعال پر ہوتا ہے اور یہاں اعمال سے مراد اَعمالِ صالحہ (یعنی نیک اعمال) اور مُباح (یعنی جائز) اَفعال ہیں۔ اور نیت لُغوی طور پر دل کے پختہ اِرادے کو کہتے ہیں اور شرعاً عبادت کے ارادے کو نیت کہا جاتا ہے۔ عبادات کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مقصودہ: جیسے نماز، روزہ کہ ان سے مقصود حصولِ ثواب ہے انہیں اگر بغیر نیت ادا کیا جائے تو یہ صحیح نہ ہوں گے اس لئے کہ ان سے مقصود ثواب تھا اور جب ثواب مَفقود ہو گیا تو اس کی وجہ سے اصل شے ہی ادا نہ ہوگی۔

(۲) غیر مقصودہ: وہ جو دوسری عبادتوں کے لئے ذریعہ ہوں جیسے نماز کے لئے چلنا، وضو، غسل وغیرہ۔ ان عبادات غیر مقصودہ کو اگر کوئی نیتِ عبادت کے ساتھ کریگا تو اسے ثواب ملے گا اور اگر بلا نیت کریگا تو ثواب نہیں ملے گا مگر ان کا ذریعہ یا وسیلہ بننا اب بھی درست ہوگا اور ان سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ (ماخوذ از نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری)

ایک عمل میں جتنی نیتیں ہوں گی اتنی نیکیوں کا ثواب ملے گا، مثلاً محتاج قرابت دار کی مدد کرنے میں اگر نیت فقط لوجہ اللہ (یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے) دینے کی ہوگی تو ایک نیت کا ثواب پائے گا اور اگر صلہ رحمی کی نیت بھی کرے گا تو دوہرا ثواب پائے گا۔ (اشعۃ اللمعات، ج، ص) اسی طرح مسجد میں نماز کے لئے جانا بھی ایک عمل ہے اس میں بہت سی نیتیں کی جاسکتی ہیں، امامِ اہلسنّت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے فتاویٰ رضویہ جلد 5 صفحہ 673 میں اس کے لئے چالیس نیتیں بیان کیں اور فرمایا: "بے شک جو علمِ نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لئے کئی کئی نیکیاں کر سکتا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ)

بلکہ مباح کاموں میں بھی اچھی نیت کرنے سے ثواب ملے گا، مثلاً خوشبو لگانے میں اتباعِ سنت، تعظیمِ مسجد، فرحتِ دماغ اور اپنے اسلامی بھائیوں سے ناپسندیدہ بُو دور کرنے کی نیتیں ہوں تو ہر نیت کا الگ ثواب ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات)

خُلوصِ نیت

حضرتِ سیِّدُ نا مالِک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ علیہ دمشق میں مُقیم تھے اور حضرتِ سیِّدُ نا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیار کردہ مسجد میں اِعتِکاف کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے دل میں خیال آیا کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ مجھے اس مسجد کا

متولی (یعنی انتظام سنبھالنے والا) بنادیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اعتکاف میں اضافہ کر دیا اور اتنی کثرت سے نمازیں پڑھیں کہ ہمہ وقت نماز میں مشغول دیکھے جاتے۔ لیکن کسی نے آپ کی طرف توجہ نہیں کی۔ ایک سال اسی طرح گزر گیا۔ ایک مرتبہ آپ مسجد سے باہر آئے تو ندائے غیبی آئی۔ اے مالک! تجھے اب توبہ کرنی چاہیے۔ یہ سن کر آپ کو ایک سال تک اپنی خود غرضانہ عبادت پر شدید رنج و شرمندگی ہوئی اور آپ اپنے قلب کو ریا سے خالی کر کے خلوصِ نیت کے ساتھ ساری رات عبادت میں مشغول رہے۔

صبح کے وقت مسجد کے دروازے پر لوگوں کا ایک مجمع موجود تھا، اور لوگ آپس میں کہہ رہے تھے کہ مسجد کا انتظام ٹھیک نہیں ہے لہٰذا اسی شخص کو متولی بنادیا جائے اور تمام انتظامی امور اس کے سپرد کر دیے جائیں۔

سارا مجمع اس بات پر متفق ہو کر آپ کے پاس پہنچا اور آپ کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے آپ سے عرض کی کہ ہم باہمی طور پر کیے گئے متفقہ فیصلے سے آپ کو مسجد کا متولی بنانا چاہتے ہیں۔ آپ علیہ رحمۃ نے اللہ عزّ وجلّ کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ! میں ایک سال تک ریاکارانہ عبادت میں اس لیے مشغول رہا کہ مجھے مسجد کی تولیت حاصل ہو جائے مگر ایسا نہ ہوا اب جبکہ میں صدقِ دل سے تیری عبادت میں مشغول ہوا تو تمام لوگ مجھے متولی بنانے آپہنچے اور میرے اوپر یہ بار ڈالنا چاہتے ہیں، لیکن میں تیری عظمت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نہ تو اب تولیت قبول کروں گا اور نہ مسجد سے باہر نکلوں گا۔ یہ کہہ کر پھر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء، باب چہارم، ذکر مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ)

اچھی نیت والوں کیلئے ثواب جہاد کا بیان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے اکثر شہداء، بستر والے ہوں گے اور بہت سے میدان جنگ میں قتل والوں کی نیت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

جہاد کی نیت اور عذر پائے جانے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جتنا بھی (جہاد میں) چلے ہو اور تم نے جتنی وادیاں بھی عبور کی ہیں۔ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو (اس سب کے اجر میں) تمہارے ساتھ تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا مدینہ میں رہنے کے باوجود (وہ اجر میں شریک تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مدینہ میں رہنے کے باوجود (وہ اجر میں شریک ہیں کیونکہ) انہیں عذر نے روک لیا تھا۔ (یعنی وہ جہاد میں نکلنے کی سچی نیت رکھتے تھے مگر عذر کی وجہ سے نہیں نکل سکے)۔ (بخاری)

عذر کی نیت میں سچائی کے سبب ثواب کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے کو مجاہد جیسا اجر ملتا ہے ایک قول یہ ہے کہ بالکل مجاہد کے برابر اجر ملتا ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ اسے مجاہد کا اجر ملتا ہے لیکن بڑھا چڑھا کر نہیں۔ جبکہ مجاہد کو اس کا اجر بڑھا چڑھا کر ملتا ہے۔ (تفسیر قرطبی مختصرا)

اچھی نیت کے جہاد پر جانے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ایک آدمی مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی لوگوں میں اپنا تذکرہ چھوڑنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی اپنی حیثیت دکھانے کے لئے لڑتا ہے ان میں سے اللہ کے راستے میں کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے وہی اللہ کے راستے میں ہے۔ (بخاری، مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو (طبعی) بہادری کی وجہ سے یا غیرت کی وجہ سے یا ریاکاری کے لئے لڑتا ہے کہ ان میں سے اللہ کے راستے میں کون ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لئے لڑے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے۔ بس وہی اللہ کے راستے میں ہے۔ (مسلم شریف)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے بارے میں پوچھا اور کہنے لگا ایک شخص اپنا غصہ نکالنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص (قومی) غیرت کی وجہ سے لڑتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سر مبارک اٹھایا کیونکہ وہ کھڑا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لئے لڑے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے بس وہی اللہ کے راستے میں ہے۔ (مسلم شریف)

نیک نیت والے مجاہد کی فضیلت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے جہاد اور قتال کے بارے میں بتایئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو اگر تم نے ڈٹ کر اللہ کی رضا کی نیت سے جہاد کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ اور اگر تم نے جہاد کیا ریاکاری اور مال بڑھانے کے لئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ اے عبداللہ بن عمرو تم نے جس حال (یعنی نیت) پر قتال کیا یا مارے گئے اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت (اور نیت) پر اٹھائے گا۔ (ابوداؤد، بیہقی۔ المستدرک)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے۔ اور دنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے (یعنی اس کی نیت جہاد کی بھی ہے اور مال کی بھی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ لوگوں پر یہ بات بڑی بھاری گزری اور انہوں نے اس (سوال کرنے والے) شخص سے کہا جاؤ دوبارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو تم انہیں اپنی بات (صحیح طرح سے) سمجھا نہیں سکے۔ اس شخص نے (حاضر خدمت ہو کر) عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے۔ اور دنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر پوچھو۔ اس نے تیسری

بار پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ (ابوداؤد۔ ابن حبان۔ المستدرک)

بَاب الْاَمَلِ وَالْاَجَلِ

یہ باب اُمید اور موت کے بیان میں ہے

امل کے معنی ہیں امید رکھنا اور حرص کے معنی ہیں لالچ کرنا یا آرزو و ارادے کو دراز و سیع کرنا، "حرص" کا تعلق نیک آرزوؤں اور اچھے ارادوں سے بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ آیت (ان تحرص علی ھداھم) اور لفظ حرص کا اطلاق نفسانی خواہشات کے زیادتی اور دنیاوی چیزوں کے لالچ پر بھی ہوتا ہے جو ایک بری چیز ہے، چنانچہ قاموس میں لکھا ہے کہ بدترین حرص یہ ہے کہ تم اپنا حصہ بھی حاصل کرلو اور غیر کے حصے کی بھی طمع رکھو۔

حاصل یہ کہ نیک امور جیسے حصول علم، اللہ کے دین کی سربلندی اور اچھے اعمال، اس میں حریص ہونا یعنی آرزؤں اور ارادوں کو دراز و سیع کرنا، متفقہ طور پر علماء کے نزدیک بہت اچھی بات ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ طوبی لمن طال عمرہ وحسن عملہ۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عمر کے آخر میں اس آرزو و ارادہ کا اظہار فرمایا تھا کہ اگر میں اگلے سال تک جیتا رہا تو (محرم کی) نویں تاریخ کو بھی روزہ ضرور رکھوں گا اس کے برخلاف جس آرزو و ارادے کی درازی کا تعلق دنیاوی خواہشات نفس جیسے مال و دولت جمع کرنے اور جاہ و منصب کی طلب سے ہو تو وہ بہت بری بات ہے۔

جہاں تک عنوان کے پہلے لفظ "امل" کا تعلق ہے تو اس سے مراد دنیاوی امور (یعنی خوش حال زندگی اور محض دنیاوی بہبودی و ترقی وغیرہ) کی امیدوں، تمناؤں اور خیالی منصوبوں کی درازی و وسعت میں اس حد تک مبتلا ہو جانا ہے کہ موت کے لئے مستعد رہنے اور توشہ آخرت تیار کرنے سے غافل ہو جائے۔ اور یہ شان صرف انہی لوگوں کی ہوسکتی ہے جو دین و آخرت سے غافل، اللہ فراموش اور دنیاوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھنے والے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ آیت (ذرھم یاکلوا ویتمتعوا ویلھھم الامل)، یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے کہ (وہ خوب) کھالیں اور چین اڑا لیں اور خیالی منصوبے (یعنی دنیا بھر کی آرزوئیں اور تمنائیں) ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں۔

4231- حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ وَّاَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِيْ يَعْلَى عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ خَطَّ خَطًّا مُرَبَّعًا وَّخَطًّا وَّسَطَ الْخَطِّ الْمُرَبَّعِ وَخُطُوْطًا اِلٰى جَانِبِ الْخَطِّ الَّذِيْ وَسَطَ الْخَطِّ الْمُرَبَّعِ وَخَطًّا خَارِجًا مِّنَ الْخَطِّ الْمُرَبَّعِ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ الْخَطُّ الْاَوْسَطُ وَهٰذِهِ الْخُطُوْطُ اِلٰى جَنْبِهِ الْاَعْرَاضُ تَنْهَشُهٗ اَوْ تَنْهَسُهٗ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا اَصَابَهٗ هٰذَا وَالْخَطُّ الْمُرَبَّعُ الْاَجَلُ الْمُحِيْطُ وَالْخَطُّ الْخَارِجُ الْاَمَلُ

4231 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6417 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2454

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں نقل کرتے ہیں: آپ نے ایک مرتبہ مربع لکیر یں کھینچیں اوراس مربع خط کے درمیان ایک اور لکیر کھینچی اس مربع خط کے درمیان جو خط تھا اس کے آس پاس اور لکیریں کھینچیں اور اس مربع خط سے باہر ایک لکیر کھینچی پھر آپ نے فرمایا: کیا تم یہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ انسان ہے' جو درمیان والا خط ہے' اور یہ خطوط جو اس کے آس پاس ہیں یہ وہ مصیبتیں ہیں جو اسے لاحق ہوتی ہیں یہ ہر طرف سے اس پر حملہ کرتی ہیں اگر ایک اس تک نہیں پہنچتی تو دوسری پہنچ جاتی ہے اور یہ مربع خط موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور اس سے باہر والا خط امیدیں ہیں۔ (جو پوری نہیں ہوتی ہیں)

شرح

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ انسان دور دراز کی امیدیں اور آرزوئیں رکھتا ہے اور اس وہم میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کی وہ امیدیں اور آرزوئیں کبھی نہ کبھی پوری ہوں گی۔ حالانکہ حقیقت میں وہ ان امیدوں اور آرزوؤں سے بہت دور اور اپنی موت سے بہت قریب ہوتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی امیدوں اور آرزوؤں کی منزل تکمیل تک پہنچنے سے پہلے موت کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔

4232-حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَنْبَاَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا ابْنُ اٰدَمَ وَهٰذَا اَجَلُهٗ عِنْدَ قَفَاهُ وَبَسَطَ يَدَهٗ اَمَامَهٗ ثُمَّ قَالَ وَثَمَّ اَمَلُهٗ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: یہ آدم کا بیٹا ہے اور یہ اس کی موت اس کی گدی کے پاس ہے پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ کو آگے کی طرف پھیلایا اور فرمایا: یہ اس کی آرزوئیں ہیں۔

4233-حَدَّثَنَا اَبُوْمَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِىْ حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ فِيْ حُبِّ اثْنَتَيْنِ فِيْ حُبِّ الْحَيَاةِ وَكَثْرَةِ الْمَالِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بوڑھے آدمی کا دل دو طرح کی چیزوں کی محبت میں ہمیشہ جوان رہتا ہے زندگی کی محبت میں اور مال زیادہ ہونے کی محبت میں۔

4234-حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الضَّرِيْرُ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ

4232 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث:2334

4233 اس روایت کونقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4234 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث:2409' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث:2339

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آدم کا بیٹا بوڑھا ہو جاتا ہے' لیکن دو چیزیں اس میں جوان رہتی ہیں ایک مال کا لالچ اور دوسرا (لمبی عمر) کا لالچ۔

شرح

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اگر (بالفرض والتقدیر) آدمی کے پاس مال ودولت سے بھرے ہوئے دو جنگل ہوں تب بھی وہ تیسرے جنگل کی تلاش میں رہے گا (یعنی اس کی حرص وطمع کی درازی کا یہ عالم ہے کہ کسی بھی حد پر پہنچ کر اس کو سیری حاصل نہیں ہوتی اور آدمی کے پیٹ کو مٹی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی (یعنی جب تک وہ قبر میں جا کر نہیں لیٹ جاتا۔

اس وقت تک اس کی حرص وطمع کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ تاہم یہ بات اکثر لوگوں کے اعتبار سے فرمائی ہے ورنہ ایسے بندگان اللہ بھی ہیں جن میں حرص وطمع ہونے کا تو کیا سوال اپنی ضرورت کے بقدر مال واسباب کی بھی انہیں پرواہ نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ بری حرص سے جس بندہ کی توبہ چاہتا ہے قبول کر لیتا ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1198)

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کو قبول کرنا چونکہ پروردگار کی شان رحمت ہے اور ان گناہوں کا تعلق خواہ ظاہری بدعملیوں سے یا باطنی برائیوں سے، اس لئے بری حرص میں مبتلا ہونے والا شخص اگر اخلاص وپختگی کے ساتھ اس برائی سے اپنے نفس کو باز رکھنے کا عہد کر لیتا ہے اور اپنے پروردگار سے توبہ واستغفار کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے، یا یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو اس برائی سے پاک کرنا چاہتا ہے اس پر اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے بایں طور کہ اس کو اس بری خصلت کے ازالہ کی توفیق اور نفس کو پاکیزہ ومہذب بنانے کی باطنی طاقت عطا فرماتا ہے۔ اس حدیث میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ انسان کی جبلت میں بخل کا مادہ رکھا گیا ہے اور یہ بخل ہی ہے جو حرص وہل اور طمع ولالچ کا باعث بنتا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ انفاق و ایثار کے ذریعہ بخل کی سرکوبی کرتا رہے تاکہ حرص کو راہ پانے کا موقع نہ ملے۔

4235- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَيْنِ مِنْ مَّالٍ لَاَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ وَّلَا يَمْلَاُ نَفْسَهٗ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَابَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اگر آدم کے بیٹے کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ یہ چاہے گا کہ ان دونوں کے ہمراہ تیسری بھی ہو۔ اس کے من کو صرف مٹی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔

4236- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ

4235 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4236 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3550

اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَعْمَارُ اُمَّتِيْ مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ اِلَى السَّبْعِيْنَ وَاَقَلُّهُمْ مَّنْ يَّجُوْزُ ذٰلِكَ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میری اُمت کی عمریں ساٹھ سے لے کر ستر سال تک ہوں گی اور ان میں بہت کم لوگ ہوں گے جو اس سے تجاوز کریں گے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے لئے عذر کا کوئی موقع نہیں چھوڑا (یعنی اس کا عذر رد کر دیا) جس کی موت کو اتنا موخر کیا کہ اس کو ساٹھ سال کی عمر تک پہنچا دیا۔

(بخاری مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1197)

مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ نے اتنی لمبی عمر عطا کی اور اتنے طویل زمانہ تک اس کو مہلت دی اور اس نے اس کے باوجود توبہ وانابت کی راہ اختیار نہیں کی اور گناہوں سے باز نہیں آیا تو اب اس کے لئے عذر خواہی کا وہ کون سا موقع رہ گیا ہے جس کے سہارے وہ قیامت میں عفو وبخشش کی امید رکھتا ہے۔ اگر کوئی جوان گناہ ومعصیت اور بے عملی کی راہ اختیار کئے ہوئے ہے تو وہ کہتا ہے کہ جب میں بڑھاپے کی منزل میں پہنچوں گا تو اپنی بدعملیوں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرلوں گا اور اپنی زندگی کے اس حصہ کو اللہ کی رضا جوئی اور اس کی عبادت میں صرف کروں گا، لیکن جو شخص بڑھاپے کی منزل میں پہنچ چکا ہے

اور توبہ وانابت اور عمل کرنے کا آخری موقع بھی اس کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے تو وہ اپنی بے عملی اور گناہوں پر کیا کہے گا؟ ہائے! کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو عمر کی آخری منزل میں بھی پہنچ کر اپنی بے عملیوں اور اپنے گناہوں پر نادم وشرمسار نہیں ہیں اور اس آخری مرحلہ پر بھی جب کہ موت ان کو آدبوچنے کے لئے بالکل تیار کھڑی ہے، انہیں اپنے رحیم وکریم پروردگار کا دامن عفوو رحمت پکڑ لینے کی توفیق نہیں ہوتی۔ بعض حضرات کے قول کے مطابق اس ارشاد گرامی کے معنی یہ ہے کہ بوڑھے شخص پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ واجب ہے کہ وہ برابر پروردگار کی بارگاہ میں عذر خواہی اور توبہ واستغفار کرتا رہے اور اس میں قطعاً تقصیر وکوتاہی نہ کرے۔

بَاب الْمُدَاوَمَةِ عَلَى الْعَمَلِ

یہ باب عمل پر مداومت اختیار کرنے کے بیان میں ہے

4237- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ وَالَّذِيْ ذَهَبَ بِنَفْسِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَاتَ حَتّٰى كَانَ اَكْثَرُ صَلَاتِهٖ وَهُوَ جَالِسٌ وَّكَانَ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَيْهِ الْعَمَلُ الصَّالِحُ الَّذِيْ يَدُوْمُ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَاِنْ كَانَ يَسِيْرًا

◄► سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اس ذات کی قسم! جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کو قبض کیا ہے آپ کا وصال اس

وقت تک نہیں ہوا جب تک آپ اکثر نمازیں بیٹھ کر ادا نہیں کرتے تھے اور آپ کے نزدیک پسندیدہ ترین نیک عمل وہ تھا جسے بندہ باقاعدگی کے ساتھ انجام دے اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔

4238- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِيْ امْرَاَةٌ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ قُلْتُ فُلَانَةُ لَا تَنَامُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا قَالَتْ وَكَانَ اَحَبَّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ الَّذِيْ يَدُوْمُ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میرے پاس ایک خاتون موجود تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے' آپ نے دریافت کیا: یہ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا: یہ فلاں خاتون ہیں۔ یہ سوتی نہیں ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کی نماز کا تذکرہ کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اتنی ہی عبادت کرو جتنی استطاعت رکھتے ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کا فضل تم سے منقطع نہیں ہوتا بلکہ تم اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے ہو۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ تھا جسے کرنے والا باقاعدگی سے' اسے سر انجام دے۔

4239- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ حَنْظَلَةَ الْكَاتِبِ التَّمِيْمِيِّ الْاُسَيْدِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا الْجَنَّةَ وَالنَّارَ حَتّٰى كَاَنَّا رَاْيَ الْعَيْنِ فَقُمْتُ اِلٰى اَهْلِيْ وَوَلَدِيْ فَضَحِكْتُ وَلَعِبْتُ قَالَ فَذَكَرْتُ الَّذِيْ كُنَّا فِيْهِ فَخَرَجْتُ فَلَقِيْتُ اَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ نَافَقْتُ نَافَقْتُ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّا لَنَفْعَلُهٗ فَذَهَبَ حَنْظَلَةُ فَذَكَرَهٗ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا حَنْظَلَةُ لَوْ كُنْتُمْ كَمَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ اَوْ عَلٰى طُرُقِكُمْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً

◆◆ حضرت حنظلہ کاتب تمیمی اسیدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہوتے تھے تو جب ہم جنت اور جہنم کا تذکرہ کرتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے وہ آنکھوں کے سامنے موجود ہیں پھر میں اٹھ کر اپنے گھر والوں اور بچوں کے پاس آتا تو میں ہنستا' کھیلتا' میں نے اس بات کو سوچا جو میری کیفیت تھی پھر میں نکلا' میری ملاقات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی' میں نے کہا میں منافق ہو چکا ہوں' میں منافق ہو چکا ہوں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں پھر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ گئے

4238: اخرجه مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1831

4239 اخرجه مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6900' ورقم الحدیث: 6901' ورقم الحدیث: 6902' اخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2452' ورقم الحدیث 2514

انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے حنظلہ! جب تم میرے پاس ہوتے ہو اس وقت جو تمہاری کیفیت ہوتی ہے اگر ویسی ہی رہے تو فرشتے تمہارے بستروں پر (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) تمہارے راستوں میں تمہارے ساتھ مصافحہ کریں۔ اے حنظلہ! وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ (یعنی کیفیت مختلف اوقات میں مختلف ہوتی ہے)

4240- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ فَإِنَّ خَيْرَ الْعَمَلِ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اتنے عمل کا خود کو پابند کرو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو کیونکہ سب سے بہتر عمل وہ ہے جو باقاعدگی سے کیا جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔

4241- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَشْعَرِيُّ عَنْ عِيسَى بْنِ جَارِيَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ يُصَلِّي عَلَى صَخْرَةٍ فَأَتَى نَاحِيَةَ مَكَّةَ فَمَكَثَ مَلِيًّا ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَجَدَ الرَّجُلَ يُصَلِّي عَلَى حَالِهِ فَقَامَ فَجَمَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالْقَصْدِ ثَلَاثًا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو وہاں ایک چٹان پر نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ مکہ کے ایک کنارے میں آئے۔ آپ وہاں کچھ دیر ٹھہرے پھر جب واپس آئے تو اس شخص کو بدستور اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے پایا آپ کھڑے ہوئے آپ نے دونوں ہاتھ اکٹھے کئے اور پھر فرمایا: اے لوگو! میانہ روی اختیار کرو۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی (پھر فرمایا) بے شک اللہ تعالیٰ اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا۔ جب تک تم اکتاہٹ کا شکار نہیں ہو جاتے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہر چیز کے لئے حرص وزیادتی ہے اور پھر حرص وزیادتی کے لئے سستی وکمی ہے۔ پس اگر عمل کرنے والے نے میانہ روی سے کام لیا اور اعتدال کے قریب رہا اور اس نے افراط وتفریط سے اجتناب کیا تو اس کے بارے میں امید رکھو کہ وہ اپنی مراد پالے گا اور اگر اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا گیا (یعنی اس نے طاعت وعبادت اور اوراد وظائف کی مشغولیت اور دنیاوی نعمتوں ولذتوں میں اجتناب میں اس لئے مبالغہ وکثرت کو اختیار کیا کہ لوگوں میں عابد وزاہد مشہور ہو اور پھر وہ لوگوں میں عابد وزاہد مشہور بھی ہو گیا) تو تم اس کو عابد وزاہد اور صالح شمار نہ کرو کیونکہ درحقیقت وہ ریاء کاروں میں سے ہے۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1254)

شرۃ کے معنی ہیں نشاط رغبت اور حرص میں مبتلا ہونا یہاں حدیث میں اس لفظ سے مراد کسی چیز میں افراط اور کسی کام میں حد سے

4240: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4241: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

زیادہ انہماک ہے اور " فترۃ " کے معنی ہیں سستی و کمزوری اور کمی۔ مطلب یہ ہے کہ جو عابد ابتداء طاعت وعبادت اوراد وظائف وغیرہ میں حد سے زیادہ مشغول و منہمک رہتا ہے وہ بعد میں سست و کمزور ہو جاتا ہے اور اس کی طاعت وعبادت وغیرہ کم ہو جاتی ہے۔
اس بات کو اصولی انداز میں زیادہ وضاحت کے ساتھ یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ کوئی انسان جب کسی چیز کو اختیار کرنا چاہتا ہے اور کوئی کام کرتا ہے تو شروع میں بہت زیادہ استغراق انہماک دکھاتا ہے اور اس قدر ذوق وشوق بلکہ حرص ولالچ میں مبتلا ہوتا ہے کہ اپنی بساط سے بڑھ کر محنت ومشقت اور اپنی طاقت وہمت سے زیادہ مشغولیت اختیار کرتا ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعد میں جلد ہی سست و کمزور پڑ جاتا ہے اور اپنے مقصد کی راہ میں تھکن و بے دلی کا شکار ہو جاتا ہے۔
پس اگر کوئی عابد و زاہد اپنے اعمال واشغال میں میانہ روی اختیار کرے اور افراط وتفریط کی راہ سے بچ کر اعتدال کی راہ پر کہ جس کو صراط مستقیم کہا جاتا ہے گامزن رہے تو اس کے بارے میں بجا طور پر امید کی جا سکتی ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جو کامل طور پر مراد پانے والے ہیں۔ لیکن اگر وہ افراط کی راہ پر چلا اور اس نے عبادت وطاعت اور دینی اعمال واشغال میں اس حد تک غور کیا اور اپنی بے دینی زندگی کو اس طرح نمایاں کیا کہ وہ عابد و زاہد مشہور ہو گیا اور لوگ اس کی عبادت گزاری اور زہد وتقویٰ کی طرف اشارہ کرنے لگے تو اس کی طرف کوئی التفات نہیں کرنا چاہئے اور اس کو نیک وصالح نہ سمجھنا چاہئے۔ واضح رہے کہ لفظ فارجوہ (اس کے بارے میں امید رکھو) اور لفظ ولا تعدوا اس کو عابد و زاہد شمار نہ کرو کے ذریعہ ان دونوں قسم کے لوگوں کی عاقبت کی طرف ایک مبہم اشارہ مقصود ہے کیونکہ کسی شخص کے اخروی انجام کا حقیقی علم بس اللہ تعالیٰ ہی کو ہو سکتا ہے اس کے بارے میں کوئی انسان آخری فیصلہ نہیں کر سکتا لہٰذا مذکورہ الفاظ کے ذریعہ یہ حدیث صرف یہ بتانا چاہتی ہے کہ جو شخص میانہ روی کا راستہ اختیار کرتا ہے صحیح عمل کرتا ہے اور راہ راست سے بھٹکتا نہیں تو بظاہر اس کے بارے میں یہ امید رکھنی چاہئے کہ اس کی عاقبت سدھر گئی اور وہ نجات پا جائے گا اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا بلکہ افراط وتفریط کی راہ پر چل کر دنیاوی عزت وجاہ کا طلبگار ہوتا ہے۔
اور گندم نما جو فروشی کا شیوہ اپنا کر فتنہ وفساد کے بیج بوتا ہے تو ظاہر میں اس کو فلاح یاب نہ سمجھو اور اس کا شمار مخلص دینداروں میں نہ کرو۔ رہی عاقبت کی بات تو وہاں کا انجام دونوں صورتوں میں غیر واضح ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ خاتمہ کس حالت میں ہو اور آخرت میں کیا معاملہ ہو گا حکم مستوری دستی ہمہ برخاتمہ است کس ندانست کہ آخر بچہ حالت گزرد اگرچہ عاقبت کے بارے میں بھی امید یہی رکھنی چاہئے کہ رحمت باری نے جس جس شخص کو اطاعت وعبادت کی توفیق بخشی ہے اور راہ مستقیم پر گامزن کیا ہے اس کی عاقبت ضرور سنورے گی اور اس کا خاتمہ یقیناً ایمان واخلاص پر ہو گا اس کی رحمت کاملہ کا دستور یہی ہے کہ نیکوکاروں کو بری راہ پر کم ہی لگایا جا سکتا ہے جب کہ اکثر یہی ہوتا کہ بدکاروں کو بالآخر نیکی کی طرف کھینچ لیا جاتا ہے۔

میانہ روی اختیار کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک سیرت نیک راہ روش اور میانہ روی وہ خوبیاں ہیں جو نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جز ہیں۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 989)
ہدی صالح اور سمت صالح کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہدی کا تعلق انسان کے باطنی احوال سے ہے اسی لئے اس کا ترجمہ نیک

سیرت کیا گیا ہے جس کو نیک خوئی سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے اور ست کا تعلق انسان کے ظاہری احوال کردار سے ہے اس لئے اس کا ترجمہ نیک راہ روش کیا گیا ہے اس کو نیک چلنی بھی کہا جاتا ہے راہ سلوک وطریقت میں ان دونوں کا وہی درجہ ہے جو شریعت میں ایمان واسلام کا ہے اس اعتبار سے نیک خوئی اور نیک چلنی یہ دونوں خوبیاں ایک ساتھ جس مومن میں ہوں تو نور علی نور اور اس کے مرتبہ حقیقت کے کامل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اس حدیث میں ان خوبیوں کو نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جزء کہا گیا ہے جب کہ پچھلی حدیث میں چوبیس کا عدد منقول ہوا ہے لہذا دونوں روایتوں میں یہ تفاوت وفرق یا تو کسی راوی کے وہم وخطا میں مبتلا ہو جانے کی بناء پر ہے یا اس میں بھی کوئی بھید ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی موقع پر چوبیس کا عدد ذکر فرمایا ہے اور کسی موقع پر پچیس کا۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ یہ خوبیاں نبوت کے چوبیس اجزاء میں سے ایک جزء ہیں اور پھر آپ نے از راہ عنایت ان خوبیوں کا ایک درجہ اور بڑھا دیا اور یہ فرمایا کہ یہ خوبیاں نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جزء ہیں یا یہ کہ پچھلی حدیث میں جن تین خوبیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ مل کر چوبیس اجزاء میں سے ایک جزء کا درجہ پاتی ہیں اور اس حدیث میں جن تین خوبیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ مل کر پچیس اجزاء میں سے ایک جزء کا درجہ پاتی ہیں اس صورت میں یہ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ یہ راوی کے وہم وخطا میں مبتلا ہو جانے کا نتیجہ ہے کہ اس سے ایک روایت میں چوبیس کا عدد نقل کیا ہے اور ایک روایت میں پچیس کا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنا نصف معیشت ہے انسانوں سے دوستی نصف عقل ہے اور خوبی کے ساتھ سوال کرنا آدھا علم ہے ان چار روایتوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 996)

حدیث کے پہلے جزء کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اور اپنے متعلقین کی ضروریات زندگی خرچ کرنے میں نہ تو اسراف کرنا اور نہ تنگی کرنا بلکہ میانہ روائی اختیار کرنا زندگی کا آدھا سرمایہ ہے بایں طور کہ انسان کی معاشی زندگی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے ایک تو آمدنی دوسری خرچ اور ان دونوں کے درمیان توازن خوشحالی کی علامت ہے اور معیشت کے مستحکم ہونے کا ذریعہ بھی ہے لہذا جس طرح آمدنی کے توازن کا بگڑنا، خوش حالی کے منافی اور معشت کے عدم استحکام کا سبب ہے اسی طرح اگر اخراجات کا توازن بگڑ جائے تو نہ صرف خوش حالی مفقود ہوگی بلکہ معیشت کا سارا ڈھانچہ درہم برہم ہو جائے گا لہذا مصارف میں اعتدال کرنا میانہ روی اختیار کرنا معیشت کا نصف حصہ ہوا۔ حدیث کے دوسرے جزء کا مطلب یہ ہے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ محبت ظاہر کرنا اور ان کی محبت کو اپنے معاملات واحوال میں خیر وبرکت کا سرچشمہ جاننا اس عقل کا نصف حصہ ہے جو حسن معاشرت کی ضامن ہے گویا پوری عقل مندی یہ ہے کہ انسان کوئی کسب وپیشہ اور سعی ومحنت کر کے جائز روزی حاصل کرے اور اس کے ساتھ آپس میں محبت ومروت کے جذبات بھی رکھے۔ حدیث کے تیسرے جز کا مطلب یہ ہے کہ کسی علمی مسئلہ میں خوب سوچ سمجھ کر اور اچھی طرح سوال کرنا آدھا علم ہے کیونکہ جو شخص سوال کرنے میں دانا اور سمجھ دار ہوتا ہے اسی چیز کے بارے میں سوال کرتا ہے جو بہت زیادہ ضروری ہو اور بہت کار آمد ہو اور

چونکہ وہ اپنے علم میں اضافہ کا متمنی ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ پوچھی جانے والی چیزوں کے درمیان تمیز کرنا جانتا ہے کہ کیا پوچھنا چاہیے اور کس سے پوچھنا چاہیے اس لئے جب وہ اپنے سوال کا جواب پالیتا ہے تو حل طلب مسئلہ میں اس کا علم پورا ہو جاتا ہے اس اعتبار سے گویا علم کی دو قسمیں ہوئیں ایک تو سوال اور دوسرے جواب۔

رہی یہ بات کہ اچھی طرح سوال کرنے کا مطلب تو جاننا چاہیے کہ اچھے سوال کا اطلاق اس سوال پر ہوتا ہے کہ جس کے تمام پہلوؤں کی تحقیق کر لی گئی ہو۔ اس میں جتنے احتمالات پیدا ہو سکتے ہیں ان سب کی واقفیت ہو تا کہ شافی کافی جواب پائے اور جواب میں کوئی پہلو تشنہ نہ رہنے پائے اس طرح کا سوال بذات خود علم کی ایک شق ہوگا اور اس پر یہ اشکال وارد نہ ہوگا کہ جب سوال کرنا جہل اور تردد پر دلالت کرتا ہے تو سوال کرنے کو نصف علم کس طرح کہا گیا ہے تاہم مذکورہ اشکال کے پیش نظر ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ جو شخص خوب سوچ سمجھ کر اور صحیح انداز میں سوال کرتا ہے کہ اس کے بارے میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ ایک ایسا شخص ہے جو علمی ذوق کا حامل ہے اور علم میں اپنا کچھ حصہ ضرور رکھتا ہے اور اس بات کا خواہش مند ہے کہ اپنے ناقص علم کو پورا کرے لہذا اس کے سوال کو نصف علم کہنا موزوں ہوگا اس کے برخلاف جو شخص بغیر سوچے سمجھے اس اور خراب انداز میں سوال کرتا ہے وہ اپنے اس سوال کے ذریعہ اپنے نقصان عقل و کمال اور جہالت پر دلالت کرتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ سوال کی نوعیت اور سوال کرنے کا انداز سوال کرنے والے کی شخصیت وحالت پر بذات خود دلالت کرتا ہے اور اس کے سوال کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوتا کہ یہ شخص بالکل ہی جاہل ہے یا علم سے کچھ سروکار رکھتا ہے جس شخص میں علم و عقل کی روشنی ہوگی یہ سوال بھی عالمانہ اور عاقلانہ ہوگا۔ اور جو شخص نرا جاہل ہوگا اس کی اور باتوں کی طرح اس کا سوال بھی جاہلانہ اور عامیانہ ہوگا جیسا کہ کسی نے کہا کہ جب جاہل بات کرتا ہے تو گدھے کی طرح معلوم ہوتا ہے اور جب چپ رہتا ہے تو دیوار کی طرح معلوم ہوتا ہے۔

بَاب ذِكْرِ الذُّنُوْبِ

یہ باب گناہوں کے تذکرہ میں ہے

4242- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَّاَبِي عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنُؤَاخَذُ بِمَا كُنَّا نَعْمَلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْسَنَ فِي الْاِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ اَسَاءَ اُخِذَ بِالْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم جو زمانہ جاہلیت میں عمل کیا کرتے تھے اس پر ہمارا مواخذہ ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام میں اچھے کام کرے اس پر ان چیزوں کا مواخذہ نہیں ہوگا جو اس نے زمانہ جاہلیت میں کی تھیں۔ لیکن جو (اسلام میں) برے عمل کرے اس سے پہلے اور بعد والے ہر عمل کا مواخذہ ہوگا۔

4242. اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6921 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 315 ورقم الحدیث: 316

4243- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنِىْ سَعِيْدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ بَانَكَ سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ حَدَّثَنِىْ عَوْفُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ اِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الْاَعْمَالِ فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا

◄► عوف بن حارث' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کمتر سمجھے جانے والے گناہوں سے بھی بچو' کیونکہ ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت ہوگی۔

4244- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ وَالْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِىْ قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ فَاِنْ زَادَ زَادَتْ فَذٰلِكَ الرَّانُ الَّذِىْ ذَكَرَهُ اللّٰهُ فِىْ كِتَابِهٖ (كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ)

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی مؤمن گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اگر وہ توبہ کرے اور اس سے الگ ہو جائے اور مغفرت طلب کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اگر وہ اور گناہ کرے تو وہ سیاہی اور بڑھ جاتی ہے۔ یہ وہ "ران" ہے' جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

"ہرگز نہیں بلکہ وہ "ران" ہے جو ان کے دلوں پر ہے اس کی وجہ سے جو وہ کماتے ہیں"۔

4245- حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ الرَّمْلِىُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ بْنِ خَدِيْجٍ الْمَعَافِرِىُّ عَنْ اَرْطَاةَ بْنِ الْمُنْذِرِ عَنْ اَبِىْ عَامِرٍ الْاَلْهَانِىِّ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَاَعْلَمَنَّ اَقْوَامًا مِنْ اُمَّتِىْ يَاْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ اَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ بِيْضًا فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا قَالَ ثَوْبَانُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا جَلِّهِمْ لَنَا اَنْ لَّا نَكُوْنَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ قَالَ اَمَا اِنَّهُمْ اِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ وَيَاْخُذُوْنَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَاْخُذُوْنَ وَلٰكِنَّهُمْ اَقْوَامٌ اِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللّٰهِ انْتَهَكُوْهَا

◄► حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میں اپنی اُمت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن تہامہ کے سفید پہاڑوں جتنی نیکیاں لے کر آئیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں غبار کی طرح کر دے گا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کے بارے میں ہمیں بتائیں اور انہیں واضح کریں تاکہ ہم لاعلمی میں ان جیسے نہ ہو جائیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہارے بھائی ہوں گے تمہارے جیسے ہوں گے۔ وہ رات کے وقت وہی عمل کریں گے جو تم کرتے ہو' لیکن وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ جب تنہا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ افعال کا ارتکاب کریں گے۔

4243: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4244: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 3334

4245: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4246 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ إِسْحٰقَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيْسَ عَنْ أَبِيْهِ وَعَمِّهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ الْجَنَّةَ قَالَ التَّقْوٰى وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَسُئِلَ مَا أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّارَ قَالَ الْأَجْوَفَانِ الْفَمُ وَالْفَرْجُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کون سی چیز زیادہ (لوگوں کو) جنت میں داخل کرے گی؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پرہیزگاری اور اچھے اخلاق' آپ سے دریافت کیا گیا' کون سی چیز زیادہ لوگوں کو جہنم میں داخل کرے گی؟ تو آپ نے فرمایا: دو اعضاء منہ اور شرم گاہ۔

بَاب ذِكْرِ التَّوْبَةِ

یہ باب توبہ کے تذکرہ میں ہے

4247 - حَدَّثَنَا أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ أَحَدِكُمْ مِنْهُ بِضَالَّتِهٖ إِذَا وَجَدَهَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی ایک شخص کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے' جسے اپنی گمشدہ چیز مل جائے۔

4248 - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ الْمَدِيْنِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْمُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتّٰى تَبْلُغَ خَطَايَاكُمُ السَّمَاءَ ثُمَّ تُبْتُمْ لَتَابَ عَلَيْكُمْ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اگر تم خطا کرو اور تمہاری خطائیں آسمان تک پہنچ جائیں پھر تم توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرے گا۔

4249 - حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ رَّجُلٍ أَضَلَّ رَاحِلَتَهٗ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ فَالْتَمَسَهَا حَتّٰى إِذَا أَعْيٰى تَسَجّٰى بِثَوْبِهٖ فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ سَمِعَ وَجْبَةَ الرَّاحِلَةِ حَيْثُ فَقَدَهَا فَكَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهٖ فَإِذَا هُوَ بِرَاحِلَتِهٖ

4246 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2004

4247 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4248 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4249 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو ایک جنگل میں اپنی سواری کو گم کر دے پھر اسے تلاش کرے جب وہ تھک جائے تو چادر لپیٹ کر (لیٹ) جائے پھر اس دوران وہ اپنی سواری کی چاپ سنے جسے وہ گم کر چکا تھا اور اپنے چہرے سے چادر ہٹائے تو اس کی سواری وہاں موجود ہو۔

4250-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ ابْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهُ

حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: گناہ سے توبہ کرنے والا اس طرح ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

4251-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَّخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تمام اولاد آدم گنہگار ہیں سب سے بہتر گناہ گار وہ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کریں۔

4252-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ زِيَادِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ عَنِ ابْنِ مَعْقِلٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِيْ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّدَمُ تَوْبَةٌ فَقَالَ لَهُ اَبِيْ اَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ النَّدَمُ تَوْبَةٌ قَالَ نَعَمْ

ابن معقل بیان کرتے ہیں' میں اپنے والد کے ہمراہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے انہیں بیان کرتے ہوئے سنا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ندامت بھی توبہ ہے۔ میرے والد نے ان سے دریافت کیا: کیا آپ نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں

4253-حَدَّثَنَا رَاشِدُ بْنُ سَعِيْدٍ الرَّمْلِيُّ اَنْبَاَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ

4250: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4251 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2499

4252: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4253: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3537' ورقم الحدیث: 3537م

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک اس پر نزع کا عالم طاری نہ ہو۔

4254- حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَجَعَلَ يَسْأَلُ عَنْ كَفَّارَتِهَا فَلَمْ يَقُلْ لَهُ شَيْئًا فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِينَ) فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلِيَ هٰذِهِ فَقَالَ هِيَ لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ أُمَّتِي

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے اس بات کا تذکرہ کیا کہ اس نے ایک خاتون کا بوسہ لے لیا ہے وہ آپ سے اس کے کفارے کے بارے میں دریافت کرتا رہا لیکن نبی اکرم ﷺ نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اور تم دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم کرو اور رات کے کچھ حصے میں بھی' بے شک نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں یہ ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں''۔

اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ حکم صرف میرے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ہر اس شخص کے لئے ہے میری امت میں سے جو بھی اس پر عمل کرے۔

4255- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَإِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ قَالَ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَلَا أُحَدِّثُكَ بِحَدِيثَيْنِ عَجِيبَيْنِ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرَفَ رَجُلٌ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَوْصَى بَنِيهِ فَقَالَ إِذَا أَنَا مِتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ اسْحَقُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي الرِّيحِ فِي الْبَحْرِ فَوَاللَّهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبُنِي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا قَالَ فَفَعَلُوا بِهِ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلْأَرْضِ أَدِّي مَا أَخَذْتِ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ لَهُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ خَشْيَتُكَ أَوْ مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ فَغَفَرَ لَهُ لِذٰلِكَ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَحَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَلَا هِيَ أَرْسَلَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ

قَالَ الزُّهْرِيُّ لِئَلَّا يَتَّكِلَ رَجُلٌ وَلَا يَيْأَسَ رَجُلٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے اپنے اوپر زیادتی کی جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بچوں کی یہ نصیحت کی اور بولا جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا پھر مجھے پیس کر تیز ہوا میں

4255 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 3481' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6915' ورقم الحدیث: 6916' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث

سمندر میں بہا دینا۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پروردگار نے مجھ پر گرفت کی تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا۔ جو عذاب وہ کسی اور نہیں دے گا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: انہوں نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے زمین سے کہا تم نے جو پکڑا ہے تم اسے جمع کرو تو وہ شخص کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے دریافت کیا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا: تیری خشیت کی وجہ سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) تیرے خوف کی وجہ سے اے میرے پروردگار! (نبی اکرم فرماتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے اس کی بخشش کر دی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئی اس بلی کو اس نے باندھ دیا تھا اسے کھانے کے لئے بھی نہیں دیتی تھی اور اسے چھوڑتی بھی نہیں تھی کہ وہ خود ہی زمین میں سے کچھ کھا پی لیتی یہاں تک کہ وہ بلی مر گئی۔

زہری فرماتے ہیں: یہ اس لئے ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے فضل پر اندھا بھروسہ نہ کرے اور کوئی شخص اس سے بالکل ہی مایوس نہ ہو جائے۔

4256- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ الْمُسَيَّبِ الثَّقَفِيِّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ يَا عِبَادِىْ كُلُّكُمْ مُذْنِبٌ اِلَّا مَنْ عَافَيْتُ فَسَلُوْنِى الْمَغْفِرَةَ فَاَغْفِرَ لَكُمْ وَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ اَنِّىْ ذُوْ قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِىْ بِقُدْرَتِىْ غَفَرْتُ لَهٗ وَكُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَسَلُوْنِى الْهُدٰى اَهْدِكُمْ وَكُلُّكُمْ فَقِيْرٌ اِلَّا مَنْ اَغْنَيْتُ فَسَلُوْنِىْ اَرْزُقْكُمْ وَلَوْ اَنَّ حَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَاَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمُ اجْتَمَعُوْا فَكَانُوْا عَلٰى قَلْبِ اَتْقٰى عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِىْ لَمْ يَزِدْ فِىْ مُلْكِىْ جَنَاحُ بَعُوْضَةٍ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا فَكَانُوْا عَلٰى قَلْبِ اَشْقٰى عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِىْ لَمْ يَنْقُصْ مِنْ مُّلْكِىْ جَنَاحُ بَعُوْضَةٍ وَلَوْ اَنَّ حَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَاَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمُ اجْتَمَعُوْا فَسَاَلَ كُلُّ سَائِلٍ مِّنْهُمْ مَّا بَلَغَتْ اُمْنِيَّتُهٗ مَا نَقَصَ مِنْ مُّلْكِىْ اِلَّا كَمَا لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ مَرَّ بِشَفَةِ الْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيْهَا اِبْرَةً ثُمَّ نَزَعَهَا ذٰلِكَ بِاَنِّىْ جَوَادٌ مَّاجِدٌ عَطَائِىْ كَلَامٌ اِذَا اَرَدْتُّ شَيْئًا فَاِنَّمَا اَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

◆◆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گنہگار ہے۔ ماسوائے اس کے جسے میں عافیت عطا کروں تم مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہاری مغفرت کر دوں گا۔ تم میں سے جو شخص یہ جانتا ہو کہ میں مغفرت کی قدرت رکھتا ہوں اسے میری قدرت کے وسیلے سے مغفرت طلب کرنی چاہیے میں اسے بخش دوں گا۔ تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے ماسوائے اس کے جسے میں ہدایت عطا کروں۔ تم میں سے ہر ایک غریب ہے ماسوائے اس کے جسے میں خوشحال کردوں تو تم مجھ سے مانگو میں تمہیں رزق دوں گا اگر تمہارے زندہ تمہارے مردے تمہارے پہلے والے تمہارے بعد والے تمہارے تری اور تمہارے خشکی والے سب لوگ اکٹھے ہو جائیں اور وہ میرے بندوں میں سب سے زیادہ پرہیزگار بندے جتنے پرہیزگار بن جائیں تو بھی میری بادشاہت میں مچھر کے پر جتنا اضافہ نہیں کریں گے اور اگر وہ سب

اکٹھے ہو کر میرے بندوں میں سب سے زیادہ بدنصیب (گنہگار) بندے جیسے ہو جائیں تو وہ پھر بھی میری بادشاہت میں مچھر کے پر جتنی کمی نہیں کریں گے۔ اگر تمہارے زندہ' تمہارے مردے' تمہارے پہلے والے' تمہارے بعد والے' تری والے اور خشکی والے سب لوگ اکٹھے ہو جائیں اور ان سب میں سے ہر ایک مانگے' اس حد تک جو اس کی آرزو ہو' تو بھی میری بادشاہی میں اتنی کمی نہیں کریں گے جتنی کوئی شخص سمندر کے پاس سے گزرے اور اس میں سوئی ڈبو کر باہر نکال کر یہ دیکھے (کہ کتنا پانی باہر آیا ہے؟) میں غنی ہوں بزرگی والا ہوں' میری عطا صرف کلام ہے جب میں کسی شے کا ارادہ کرتا ہوں تو اسے کہتا ہوں کہ "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے۔

بَاب ذِكْرِ الْمَوْتِ وَالِاسْتِعْدَادِ لَهُ

یہ باب ہے کہ موت اور اس کی تیاری کا بیان

آپ کہیے: جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ تمہیں ضرور پیش آنے والی ہے پھر تم اس کی طرف لوٹا دیے جاؤ گے جو ہر غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے پس وہ تم کو خبر دے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔ (جمعہ،۸)

4257- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لذتوں کو ختم کر دینے والی کو اکثر یاد کرو' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد موت ہے۔

شرح

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے مسجد شریف تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ گویا لوگ آپس میں کسی بات پر ہنس رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس طرح ہنستے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ خبردار تم پر کونسی غفلت طاری ہے کہ اس طرح بے فکری کے ساتھ ہنسنے میں مشغول ہو اگر تم لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز کا اکثر ذکر کرتے رہو تو وہ تم کو اس چیز یعنی زیادہ ہنسنے اور غافل لوگوں کی طرح کے کلام و گفتگو سے باز رکھے جس کو میں دیکھ رہا ہوں اور وہ یعنی لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز موت ہے پس تم لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز یعنی موت کو بہت یاد کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ قبر پر ایسا کوئی دن (یعنی ایسا کوئی وقت اور زمانہ نہیں گزرتا جس میں وہ زبان قال یا زبان حال سے یہ نہ کہتی ہو کہ میں غربت کا گھر ہوں (یعنی میں ایک ایسی دور دراز اور ویران وسنسان جگہ کی طرح ہوں جہاں جو بھی آ جاتا ہے وہ اپنے عزیز و اقارب اپنے متعلقین اور اپنے گھر والوں سے ناقابل عبور مسافت کی دوری پر جا پڑتا ہے۔ لہذا اے انسان تجھ کو لازم ہے کہ تو دنیا میں اس طرح رہ جس طرح کوئی مسافر اپنے عزیز و اقارب اور گھر والوں سے دور مسافرت کی حالت میں ہوتا ہے۔ میں تنہائی کا گھر ہوں (یعنی ایک ایسا گھر ہوں جس میں تنہائی اور وحشت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا' ہاں جو لوگ اللہ رب العزت کی وحدانیت کا نور لے کر آتے ہیں

4257: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3547

وہ بے شک تنہائی محسوس نہیں کرتے کیونکہ وہی نور ان کا رفیق ودم ساز بن جاتا ہے) میں خاک کا گھر ہوں (یعنی میں اس مٹی کا گھروندہ ہوں جو ہر جاندار کی اصل اور بنیاد ہے پس جس کی اصل اور جس کا مرجع مٹی ہو اس کی شان یہی ہے کہ مسکین وخاک نشین رہے، تاکہ مٹی کے ساتھ اس کی مناسبت ہر وقت تازہ رہے) میں کیڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں (پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) جب کسی مومن بندے کو دفن کیا جاتا ہے تو جس طرح کہ کوئی خوش اخلاق میزبان اپنے کسی عزیز مہمان کی آمد کے وقت کلمات ترحیب کے ذریعے اس کا استقبال کرتا ہے اسی طرح قبر بھی اس بندہ مومن کا استقبال کرتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ خوش آمدید تم ایک اچھی کشادہ آرام کی جگہ اور اپنے ہی مکان میں آئے ہو، تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم میرے نزدیک ان لوگوں میں سب سے زیادہ پیارے تھے جو مجھ پر چلتے ہیں پس آج جب کہ میں تم پر حاکم وقادر بنائی گئی ہوں اور تم میرے مجبور ومقہور ہوئے ہو تو تم عنقریب میرے اس نیک سلوک کو دیکھو گے۔ جو میں تمہارے ساتھ کروں گی یعنی میں تمہارے لئے کشادہ وفراخ ہو جاؤں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے بعد وہ قبر اس بندے کے لے کشادہ وفراخ ہو جاتی ہے اور وہ کشادگی وفراخی اس کو اپنی حد نظر تک معلوم ہوتی ہے اور پھر اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے (جس میں سے وہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھتا رہتا ہے اسی دروازے سے گزر کر اس تک ٹھنڈی اور مشکبار ہوائیں آتی ہیں اور وہ جنت کے مکانات، حوریں، نہریں میوے اور درخت اور دوسری روح افزا نعمتیں دیکھ دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا ہے اور جب کوئی بندہ فاسق یا کافر دفن کیا جاتا ہے تو جس طرح کوئی شخص اپنے یہاں آئے ہوئے ناآشنا وغیرہ عزیز اور بن بلائے مہمان کے ساتھ بے رخی اور بے مروتی کا برتا کرتا ہے اسی طرح قبر بھی اس کافر کو جھڑکتی ہے اور کہتی ہے کہ نہ تو تیرا آنا مبارک اور نہ تو اچھی کشادہ آرام کی جگہ اور اپنے مکان میں آیا ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تو میرے نزدیک ان لوگوں میں سب سے برا تھا جو مجھ پر چلتے ہیں پس آج جب کہ میں تجھ پر حاکم وقادر بنائی گئی ہوں اور تو میرا مجبور ومقہور ہوا ہے تو جلد ہی دیکھ لے گا کہ میں تیرے ساتھ کیسا سلوک کرتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور پھر قبر اس کو دباتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پسلیوں کی صورت حال دکھانے کے لئے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا اور بتایا کہ اس طرح قبر کے دبانے کی وجہ سے اس کافر کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کافر پر ستر اژدھا مسلط کر دیئے جاتے ہیں اور وہ ایسے اژدھا ہوتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک اژدہا بھی زمین پر پھنکار مار دے تو وہ زمین جب تک کہ دنیا باقی ہے سبزہ اگانے کے قابل نہ رہے، وہ اژدھا اس کافر کو کاٹتے اور نوچتے ہیں۔ اور یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ اس بندہ کو قیامت کے دن حساب کے لئے نہ لے جایا جائے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف جلد چہارم: حدیث نمبر 1282)

لذت کو فنا کر دینے والی چیز کو بہت یاد کیا کرو" یہ درحقیقت غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کے لئے ایک بڑی اور مؤثر نصیحت ہے اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں کہ موت کو یاد کرنا غافل کے دل کو زندہ کرتا ہے۔

حضرت شیخ عارف باللہ مولانا نورالدین علی متقی رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ایک تھیلی نما چیز بنا کر اپنے پاس رکھتے تھے جس پر "موت" کا لفظ لکھا ہوا ہوتا تھا، جب کوئی شخص ان کا مرید ہوتا تو وہ اس تھیلی کو اس مرید کی گردن میں لٹکا دیتے تھے تا کہ اس کے دل پر ہر وقت یہ احساس طاری رہے کہ موت بالکل قریب ہے، دور نہیں ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ گویا اس طریقہ سے سالکین طریقت کی تربیت فرماتے تھے اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ کسی وقت غافل نہ ہوں اور بیداری کے ساتھ طاعت وعبادت اور ذکر اللہ میں لگے رہیں۔ اسی طرح ایک بہت نیک اور اللہ ترس بادشاہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے اعیان سلطنت میں سے کسی ایک کو اس خدمت پر مامور رکھتے تھے کہ وہ ہر وقت ان کے پیچھے کھڑا رہے اور الموت الموت کہتا رہے تا کہ دل کو اللہ کی طرف سے غافل ہونے کا موقع ہی نہ ملے اور ہر طرح کی روحانی بیماری کا علاج ہوتا رہے۔ فانہ لم یات الخ کے ذریعے گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ موت کو بہت زیادہ یاد کرنا چاہیے۔

اور میں کیڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں" یعنی میں ایک ایسا مکان ہوں جس میں آنے والا انسان کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بن جاتا ہے، پس اے انسان، تیرے لئے یہ بات کیسے مناسب ہو سکتی ہے کہ تو کھانے پینے کی چیزوں کو لذت اور عمدگی کو جو یا ہو اور تیری خواہش وارادہ ایک ایسے جسم کو اعلیٰ قسم کے طعام ومشروبات کے ذریعے بنانے اور لذت پہنچانے میں منہمک ہو جس کو آخر کار فنا ہو جانا ہے اور حقیر کیڑے مکوڑے کی خوراک بننا ہے ہاں جو چیز یہاں تیرے لئے فائدہ مند ہو سکتی ہے وہ صرف نیک عمل ہے، اگر اچھے اعمال کا سرمایہ لے کر میری آغوش میں آئے گا تو یقیناً تجھے فائدہ پہنچے گا۔

اسی وجہ سے قبر کو اعمال کا صندوق کہا گیا ہے۔ بعض حضرات نے حجر میں پیدا ہونے والے کیڑوں کے بارے میں یہ تحقیق بیان کی ہے کہ جب جسم میں سڑاند پیدا ہوتی ہے تو اس سڑاند اور بدبو سے کیڑے پیدا ہوتے ہیں اور اس جسم کو کھا کھا کر زندہ رہتے ہیں، پھر جب وہاں ہڈیوں کے ڈھانچہ کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہتا تو وہ کیڑے آپس میں ایک دوسرے کو کھانا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ آخر میں ایک کیڑا باقی رہ جاتا ہے اور پھر وہ بھی بھوک کی وجہ سے مر جاتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ قبروں میں کیڑے مکوڑں کی خوراک بننے اور زمین کے کھانے سے انبیاء، شہداء اور اولیاء کے اجسام محفوظ رہتے ہیں، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حدیث (**ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء**) اور شہداء کے حق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آیت (**ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم**) رہی بات ان علماء باعمل کی جن کو اولیاء اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے تو جب شہداء کو یہ فضیلت حاصل ہے تو ان علماء کو بدرجہ اولیٰ حاصل ہوگی کیونکہ ان کے قلم کی سیاہی کی ایک بوند شہداء کے خون سے افضل ہے۔

بندہ فاسق سے فسق وفجور میں اکمل ترین فرد، یعنی کافر مراد ہے۔ اس کا قرینہ مقابلہ کا لفظ مومن ہے۔ نیز ایک قرینہ اس کے حق میں قبر کا یہ کہنا بھی ہے کہ تو میرے نزدیک ان لوگوں میں سب سے برا تھا جو مجھ پر چلتے ہیں۔ اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں فاسق سے کافر مراد لیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے آیت (اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا، السجدہ: 18) علاوہ ازیں یہ بات بھی مدنظر رہنی چاہیے

کہ قرآن وحدیث کا اسلوب اور معمول بھی یہی ہے کہ برزخ وآخرت کے بارے میں جب کوئی حکم وفیصلہ بیان کیا جاتا ہے تو اس کے دو ہی فریق ہوتے ہیں ایک تو مومن اور دوسرا کافر جہاں تک فاسق مومن کا تعلق ہے اس کے بارے میں سکوت اختیار کیا جاتا ہے اور یہ سکوت اختیار کرنا یا تو اس کی پردہ پوشی کے نقطہ نظر سے ہوتا ہے یا اس لئے کہ اس کو خوف ورجاء کے بین رکھا جائے نہ کہ اس کا مقصد اس کو دونوں مرتبوں یعنی کفر وایمان کے درمیان ایک الگ تیسرے مرتبہ پر رکھنا ہے جیسا کہ معتزلہ نے غلط گمان کیا ہے۔

"اس کافر پر ستر اژدھے مسلط کیے جاتے ہیں" میں "ستر" کا عدد یا تو تحدید کے لئے ہے کہ اس متعین تعداد میں اژدھے اس پر مسلط کئے جاتے ہیں یا اس عدد سے کثرت مراد ہے جس کا مقصد اس مفہوم کو ادا کرنا ہے کہ اس پر بہت زیادہ اژدھے مسلط کئے جاتے ہیں۔ ایک دوسری روایت سے اس دوسرے احتمال کی تائید ہوتی ہے جو کہ قبر میں کافر پر عذاب کئے جانے کے سلسلے میں منقول ہے اور جس میں فرمایا گیا ہے کہ کافر پر اس کی قبر میں ایک کم سو اژدھے مسلط ہوں گے۔

4258- حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ فَرْوَةَ ابْنِ قَيْسٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَفْضَلُ قَالَ اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا قَالَ فَاَىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَكْيَسُ قَالَ اَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَّاَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَادًا اُولٰٓئِكَ الْاَكْيَاسُ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا ایک انصاری آپ کے پاس آیا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا پھر اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا مومن زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں اس نے دریافت کیا: کون سا مومن زیادہ سمجھدار ہے؟ آپ نے فرمایا: جو موت کو کثرت سے یاد کرتا ہو اور موت کے بعد کے لیے زیادہ اچھے طریقے سے تیاری کرتا ہو وہی لوگ سمجھدار ہیں۔

4259- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنِىْ ابْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِىْ يَعْلٰى شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا ثُمَّ تَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ

◆◆ حضرت ابویعلیٰ شداد بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنے آپ کا خیال رکھے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور عاجز شخص وہ ہے جو اپنے آپ کو خواہش نفس کے حوالے کردے اور اللہ تعالیٰ سے آرزو رکھے۔

4260- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَكَمِ بْنِ اَبِىْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ

4258 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2307' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 1833

4259: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4260: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2459

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى شَابٍّ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ اَرْجُو اللّٰهَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَخَافُ ذُنُوْبِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُو وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس آئے وہ اس وقت مرنے والا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم کیا محسوس کر رہے ہو؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے اور مجھے اپنے گناہوں کا خوف بھی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے عالم میں جس بندے کے دل میں یہ کیفیت اکٹھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا کرے گا جس کی اُسے اُمید ہے اور اس چیز سے محفوظ رکھے گا جس کا اسے اندیشہ ہے۔

4261- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَيِّتُ تَحْضُرُهُ الْمَلَائِكَةُ فَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا قَالُوْا اخْرُجِيْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ اخْرُجِيْ حَمِيْدَةً وَّاَبْشِرِيْ بِرَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا اِلَى السَّمَاءِ فَيُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانٌ فَيُقَالُ مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ ادْخُلِيْ حَمِيْدَةً وَّاَبْشِرِيْ بِرَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهَا اِلَى السَّمَاءِ الَّتِيْ فِيْهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ السُّوْءُ قَالَ اخْرُجِيْ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ اخْرُجِيْ ذَمِيْمَةً وَّاَبْشِرِيْ بِحَمِيْمٍ وَّغَسَّاقٍ وَّآخَرَ مِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٌ فَلَا يَزَالُ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ ثُمَّ يُعْرَجُ بِهَا اِلَى السَّمَاءِ فَلَا يُفْتَحُ لَهَا فَيُقَالُ مَنْ هٰذَا فَيُقَالُ فُلَانٌ فَيُقَالُ لَا مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِيْثَةِ كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الْخَبِيْثِ ارْجِعِيْ ذَمِيْمَةً فَاِنَّهَا لَا تُفْتَحُ لَكِ اَبْوَابُ السَّمَاءِ فَيُرْسَلُ بِهَا مِنَ السَّمَاءِ ثُمَّ تَصِيْرُ اِلَى الْقَبْرِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میت کے پاس فرشتے آتے ہیں اگر وہ نیک شخص ہو تو فرشتے کہتے ہیں تم باہر آجاؤ اے پاکیزہ جان جو پاکیزہ جسم میں تھی تم باہر آجاؤ۔ اس حالت میں کہ تعریف کی گئی ہو اور تمہیں راحت اور آرام کی خوشخبری نصیب ہو اور تمہارا پروردگار غضب ناک نہیں ہوگا' یہ بات اس سے کہی جاتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ جسم سے باہر آجاتی ہے پھر اسے لے کر آسمان کی طرف جایا جاتا ہے۔ پھر اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں فلاں ہے تو کہا جاتا ہے پاکیزہ نفس کو خوش آمدید! جو ایک پاکیزہ جسم میں تھا۔ تم اندر آجاؤ اس حالت میں کہ تمہاری تعریف کی گئی ہو تمہیں راحت اور آرام کی خوشخبری ہو تمہارا پروردگار ناراض نہیں ہے۔ (اس بت کی بھی خوشخبری ہو) یہ مسلسل اس سے کہا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اگر وہ کوئی بُرا شخص ہو تو کہا جاتا ہے اے خبیث جان! ایک خبیث جسم میں سے باہر نکل آؤ اس حالت میں کہ تمہاری مذمت کی گئی ہو تمہیں

4261 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث:983

کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کی اطلاع نصیب ہو اور اس کی ہم مثل دوسری چیزوں کی یہ اس سے مسلسل کہا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ باہر آ جاتی ہے پھر اس کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا پوچھا جاتا ہے یہ کون ہے؟ جواب دیا جاتا ہے فلاں ہے کہا جاتا ہے ایسی خبیث جان کو خوش آمدید نہیں کہا جائے گا۔ جو ایک خبیث جسم میں تھی تم واپس چلی جاؤ اس حالت میں کہ مذمت کی گئی ہو کیونکہ تمہارے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاسکتے تو اسے آسمان سے واپس پھینک دیا جاتا ہے اور وہ پھر قبر میں آ جاتی ہے۔

4262- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ ثَابِتٍ الْجَحْدَرِیُّ وَعُمَرُ بْنُ شَبَّةَ بْنِ عَبِيْدَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ اَخْبَرَنِیْ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ اَجَلُ اَحَدِكُمْ بِاَرْضٍ اَوْثَبَتْهُ اِلَيْهَا الْحَاجَةُ فَاِذَا بَلَغَ اَقْصٰى اَثَرِهٖ قَبَضَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ فَتَقُوْلُ الْاَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَبِّ هٰذَا مَا اسْتَوْدَعْتَنِیْ

◄► حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب آدمی نے کسی ایک جگہ پر مرنا ہو تو کوئی کام کھینچ کر اسے وہاں لے جاتا ہے جب وہ اپنی مخصوص جگہ پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ قیامت کے دن زمین یہ کہے گی' اے میرے پروردگار! یہ وہ ہے' جسے تو نے امانت کے طور پر میرے پاس رکھوایا تھا۔

4263- حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ خَلَفٍ اَبُوْ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَرَاهِيَةُ لِقَاءِ اللّٰهِ فِیْ كَرَاهِيَةِ لِقَاءِ الْمَوْتِ فَكُلُّنَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَا اِنَّمَا ذَاكَ عِنْدَ مَوْتِهٖ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَمَغْفِرَتِهٖ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ فَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَاِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ

◄► سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو ناپسند کرتا ہے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو ناپسند کرنے کی صورت یہی ہے کہ وہ اپنی موت کو ناپسند کرے اور ہم میں سے ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں یہ کیفیت موت کے وقت ہوتی ہے۔ جب آدمی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو پسند کرتا ہے اور جب اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاضری کو ناپسند کرتا ہے۔

4262: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4263: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4264- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِّيًا الْمَوْتَ فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی شخص نازل ہونے والی کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی آرزو نہ کرے اگر اس نے ضرور آرزو کرنی ہو' تو یہ کہے:

''اے اللہ جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہو' تو مجھے زندہ رکھنا جب موت میرے لئے بہتر ہو' تو مجھے موت دیدینا''۔

بَاب ذِكْرِ الْقَبْرِ وَالْبِلَى

باب قبر اور آزمائش کے بیان میں ہے

عذاب قبر کا بیان

عذاب قبر قرآن واحادیث سے ثابت ہے اس میں کوئی شبہ اور کلام نہیں، یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ یہاں قبر سے مراد محض ڈیڑھ دو گز کا گڑھا نہیں ہے بلکہ قبر کا مطلب عالم برزخ ہے جو آخرت اور دنیا کے درمیان ایک عالم ہے اور یہ عالم ہر جگہ ہو سکتا ہے جیسے بعض لوگ ڈوب جاتے ہیں، جلا دیئے جاتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو ان پر بھی عذاب مسلط کیا جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ جن لوگوں کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے صرف ان پر ہی عذاب ہوتا ہے اور جو لوگ دوسرے طریقے اختیار کرتے ہیں وہ عذاب سے بچ جاتے ہیں۔ عذاب قبر کی تصدیق کے درجات میں صحیح اور اولی مرتبہ اس بات کا اعتقاد و یقین رکھنا ضروری ہے کہ قبر میں دفن کرنے کے بعد اللہ کے نیک بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور جو لوگ بدکار و گناہ گار ہوتے ہیں ان پر اللہ کا سخت عذاب نازل کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں منکر نکیر، عذاب دینے والے فرشتے اور سانپ وبچھو جو بدکردار لوگوں پر مسلط کئے جاتے ہیں اور جن کا وجود احادیث سے ثابت ہے۔ یہ سب صحیح اور واقعی چیزیں ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

یہ جان لینا چاہئے کہ کسی چیز کو دیکھ لینا اور اس کا مشاہدہ میں آجانا ہی اس کی صداقت کی دلیل نہیں ہوتا، اس لئے ان چیزوں کے بارہ میں یہ بات دل میں جاگزیں کر لینا کہ جب ان چیزوں کو آنکھ سے دیکھا نہیں جاتا اور یہ مشاہدہ میں نہیں آتیں تو ان کا اعتبار کیسے کیا جائے؟ بالکل غلط اور خلاف عقل ہے، اس لئے کہ اتنی بات تو ظاہر ہے کہ عالم بالا کی چیزوں کا مشاہدہ کر لینا، عالم ملکوت کو بچشم دیکھ لینا ان ظاہری آنکھوں کے بس کی بات نہیں ہے، ان کو مشاہدہ کرنے کے لئے چشم حقیقت کی ضرورت ہے ہاں یہ بات بھی ناممکن نہیں ہے کہ اگر اللہ چاہے تو ان دونوں ظاہری آنکھوں سے بھی عالم ملکوت کو دکھلا سکتا ہے۔

پھر دوسرے یہ کہ اسی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کو ہم بظاہر دیکھ نہیں پاتے اور نہ آنکھیں ان کا

4264 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6507' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6763' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 1067' اخرجہ نسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 1837

مشاہدہ کرتی ہیں، لیکن اس کے باوجود اس کا ادراک بھی ہوتا ہے اور اس کی حقیقت بھی تسلیم ہوتی ہے مثلاً ایک آدمی عالم خواب میں دنیا بھر کی چیزیں دیکھ اور سن لیتا ہے، ہر طرح کے غم ومصیبت اور لذت وآرام محسوس کرتا ہے لیکن دوسرا اسے نہیں دیکھ سکتا، یا اسی طرح کسی آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا اسے لذت حاصل ہوتی ہے یا وہ کسی غم وچین کا احساس کرتا ہے لیکن اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا ایک دوسرا آدمی اس سے بے خبر رہتا ہے اور وہ اس کا ادراک واحساس نہیں کر سکتا۔

زمانہ نبوت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی تھی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے لیکن وہیں مجلس میں بیٹھے ہوئے صحابہ نہیں دیکھتے تھے اور نہ ان کی ظاہری آنکھیں حضرت جبرائیل کا مشاہدہ کرتی تھیں، لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام ان پر ایمان لاتے تھے۔ ٹھیک اسی طرح عذاب قبر کا معاملہ ہے، وہاں جو کچھ بندے کے ساتھ ہوتا ہے اس دنیا میں اس کا ادراک کیا جا سکتا ہے اور نہ ان آنکھوں سے اسے دیکھا جا سکتا ہے، بس یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ عذاب قبر کے بارہ میں اللہ اور اللہ کے رسول نے جو کچھ بتایا ہے وہ سب مبنی برحقیقت اور یقینی چیزیں ہیں۔

4265- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَیْءٌ مِّنَ الْاِنْسَانِ اِلَّا يَبْلٰى اِلَّا عَظْمًا وَّاحِدًا وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انسان کے جسم کی ہر چیز خراب ہو جاتی ہے ماسوائے ایک ہڈی کے یہ ریڑھ کی ہڈی کا ایک حصہ ہے۔ اسی سے قیامت کے دن (آدمی کی) دوبارہ تخلیق ہوگی۔

4266- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِیْ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَحِيْرٍ عَنْ هَانِئٍ مَّوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اِذَا وَقَفَ عَلٰى قَبْرٍ يَّبْكِیْ حَتّٰى يَبُلَّ لِحْيَتَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ تَذْكُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَا تَبْكِیْ وَتَبْكِیْ مِنْ هٰذَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنَازِلِ الْاٰخِرَةِ فَاِنْ نَّجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَيْسَرُ مِنْهُ وَاِنْ لَّمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ مِنْهُ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْهُ

ہانی' جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں فرماتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس آتے تھے تو بہت زیادہ رویا کرتے تھے یہاں تک کہ ان کی ڈاڑھی تر ہو جاتی تھی۔ ان سے کہا گیا کہ جب جنت اور جہنم کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو آپ نہیں روتے؟ لیکن آپ اس قبر کی وجہ سے رو پڑتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ جو شخص اس سے نجات پا گیا اس کے بعد والے مراحل اس سے زیادہ آسان ہوں گے۔ جو شخص اس سے نجات نہ پا سکا اس کے بعد والے مراحل اس سے زیادہ مشکل ہوں گے۔

4265: اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 3108' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 1820

4266: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے جو بھی منظر دیکھا ہے ان میں قبر سب سے زیادہ خوفناک ہے۔

4267- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنِ ابْنِ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ يَصِيْرُ اِلَى الْقَبْرِ فَيُجْلَسُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فِىْ قَبْرِهٖ غَيْرَ فَزِعٍ وَّلَا مَشْعُوْفٍ ثُمَّ يُقَالُ لَهٗ فِيْمَ كُنْتَ فَيَقُوْلُ كُنْتُ فِى الْاِسْلَامِ فَيُقَالُ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَصَدَّقْنَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ هَلْ رَاَيْتَ اللّٰهَ فَيَقُوْلُ مَا يَنْبَغِىْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرَى اللّٰهَ فَيُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ فَيَنْظُرُ اِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيُقَالُ لَهٗ انْظُرْ اِلٰى مَا وَقَاكَ اللّٰهُ ثُمَّ يُفْرَجُ لَهٗ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ اِلٰى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيْهَا فَيُقَالُ لَهٗ هٰذَا مَقْعَدُكَ وَيُقَالُ لَهٗ عَلَى الْيَقِيْنِ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مُتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ وَيُجْلَسُ الرَّجُلُ السُّوْءُ فِىْ قَبْرِهٖ فَزِعًا مَّشْعُوْفًا فَيُقَالُ لَهٗ فِيْمَ كُنْتَ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِىْ فَيُقَالُ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ قَوْلًا فَقُلْتُهٗ فَيُفْرَجُ لَهٗ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ اِلٰى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيْهَا فَيُقَالُ لَهٗ انْظُرْ اِلٰى مَا صَرَفَ اللّٰهُ عَنْكَ ثُمَّ يُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ فَيَنْظُرُ اِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيُقَالُ لَهٗ هٰذَا مَقْعَدُكَ عَلَى الشَّكِّ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مُتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب میت قبر میں جاتی ہے تو نیک آدمی کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔ اسے کوئی خوف یا گھبراہٹ نہیں ہوتی پھر اس سے کہا جاتا ہے تمہارا کیا عقیدہ تھا؟ وہ جواب دیتا ہے میں مسلمان تھا پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تم ان صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ جواب دیتا ہے یہ اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلائل لے کر ہمارے پاس آئے اور ہم نے ان کی تصدیق کی۔ اس سے کہا جاتا ہے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کسی شخص کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے تو اس شخص کے لئے جہنم کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے اور اسے اس کی طرف دکھایا جاتا ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے اس شخص سے کہا جاتا ہے تم اس کی طرف دیکھو جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچالیا ہے۔ پھر اس شخص کے لئے جنت کی طرف کی ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے تو وہ اس کی آرائش وزیبائش کو دیکھتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانہ ہوگا اس سے کہا جاتا ہے تم نے یقین کے ساتھ زندگی بسر کی اس حالت میں تمہیں موت آگئی اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اسی حالت میں تمہیں زندہ کیا جائے گا۔

اس طرح بُرے شخص کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے وہ پریشان اور گھبراہٹ کا شکار ہوتا ہے اس سے کہا جاتا ہے تمہارا کیا عقیدہ تھا؟ وہ جواب دیتا ہے مجھے نہیں پتہ۔ اس سے کہا جاتا ہے ان صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ جواب دیتا ہے میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا وہ بات میں نے بھی کہہ دی اس کے لئے جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے وہ اس کی آرائش وزیبائش کو دیکھتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے اس چیز کی طرف دیکھو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا نہیں کی۔ پھر اس کے لئے جہنم کی طرف

4267: اخرجه الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2308

کی ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے وہ اس کی طرف دیکھتا ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہوتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانہ ہوگا تم نے شک میں زندگی بسر کی اور اسی حالت میں مرے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تمہیں اسی حالت میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مردہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس کالی کیری آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے نکیر کہتے ہیں وہ دونوں اس مردہ سے پوچھتے ہیں کہ تم اس آدمی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کہتے تھے؟ اگر وہ آدمی مومن ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے (رسول) ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، (یہ سن کر) وہ دونوں فرشتے فرماتے ہیں۔

ہم جانتے تھے کہ تو یقیناً یہی کہے گا، اس کے بعد اس کی قبر کی لمبائی اور چوڑائی میں ستر ستر گز کشادہ کر دی جاتی ہے اور اس مردہ سے کہا جاتا ہے کہ (سو جاؤ) مردہ کہتا ہے (میں چاہتا ہوں) کہ اپنے اہل وعیال میں واپس چلا جاؤں تا کہ ان کو (اپنے اس حال سے) باخبر کر دوں۔ فرشتے اس سے فرماتے ہیں تو اس دولہا کی طرح سو جا جس کو صرف وہی آدمی جگا سکتا ہے جو اس کے نزدیک سب سے محبوب ہو یعنی ہر کسی کا جگانا اچھا نہیں لگتا کیونکہ اس سے وحشت ہوتی ہے البتہ جب محبوب جگاتا ہے تو اچھا لگتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس جگہ سے اٹھائے۔ اور اگر وہ مردہ منافق ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا تھا وہی میں کہتا تھا لیکن میں (اس کی حقیقت کو) نہیں جانتا (منافق کا یہ جواب سن کر) فرشتے فرماتے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ یقیناً تو یہی کہے گا، (اس کے بعد) زمین کو مل جانے کا حکم دیا جاتا ہے، چنانچہ زمین اس مردہ کو اس طرح دباتی ہے کہ اس کی دائیں پسلیاں بائیں اور بائیں پسلیاں دائیں نکل آتی ہیں اور اسی طرح ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس جگہ سے اٹھائے۔ (جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 127)

قبر میں فرشتے ہیبت ناک اور خوفناک شکل میں آتے ہیں تا کہ ان کے خوف اور شکل کی وجہ سے کافروں پر ہیبت طاری ہو جائے اور وہ جواب دینے میں بدحواس ہو جائیں لیکن یہ مومنوں کے لئے آزمائش و امتحان ہوتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ ان کو ثابت قدم رکھتا ہے اور وہ نڈر ہو کر صحیح جواب دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ کامیاب ہو جاتے ہیں اس لئے کہ وہ دنیا میں اللہ سے ڈرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قبر میں ہر قسم کے خوف و ہراس سے نڈر ہو جاتے ہیں۔ مردہ کے جواب میں فرشتوں کا یہ کہنا کہ "ہم جانتے ہیں کہ تو یقیناً یہی کہے گا" یا تو اس بناء پر ہوگا کہ پروردگار عالم کی جانب سے ان کو خبر دی جاتی ہوگی کہ فلاں مردہ یہ جواب دے گا اور فلاں مردہ وہ جواب دے گا، یا وہ مردہ کی پیشانی اور اس کے آثار سے یہ معلوم کر لیتے ہیں۔ کہ مومن کی پیشانی پر نور ایمانی کی چمک اور سعادت و نیک بختی کا نشان ہوتا ہے اور کافر و منافق کے چہرہ پر پھٹکار برستی ہے۔

مومن جب صحیح جواب دے دیتا ہے اور اس پر اللہ کی رحمت اور اس کی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو اس کی یہ

خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو اس اچھے معاملہ اور عظیم نعمت کی خبر دے دے جیسا کہ جب کوئی مسافر کسی جگہ راحت وسکون پاتا ہے اور وہاں عیش وآرام کے سامان اسے ملتے ہیں تو اس کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ کاش اس وقت میں اپنے اہل وعیال اور اعزاو اقرباء کے پاس جاتا تا کہ انہیں اپنے اس آرام وراحت سے اور چین وسکون سے مطلع کر دیتا۔ اس لئے مومن مرد اپنے اہل وعیال کے پاس واپس جانے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔

4268- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ) قَالَ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ يُقَالُ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو لوگ قول ثابت پر ایمان لائے اللہ تعالیٰ انہیں ثابت قدم رکھے گا''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یہ قبر کے عذاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آدمی سے پوچھا جائے گا تمہارا پروردگار کون ہے؟ وہ کہے گا میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔

''جن لوگوں نے قول ثابت پر ایمان رکھا اللہ تعالیٰ انہیں دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں ثابت قدم رکھے گا''۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ایمان والوں کو دنیا میں (بھی) مضبوط کلمہ کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی) اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (ابراہیم:27)

کلمہ طیبہ کے حاملین کے قول کا دنیا اور آخرت میں ثابت ہونا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ کلمہ طیبہ کی صفت یہ ہے کہ اس کی اصل ثابت ہوتی ہے اور کلمہ خبیثہ کی صفت یہ ہوتی ہے کہ اس کی اصل ثابت نہیں ہوتی اور کلمہ خبیثہ کے حاملین کے لیے ثبات اور قرار نہیں ہوتا اور کلمہ طیبہ کے حاملین کے لیے ثبات اور قرار ہوتا ہے اب اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ کلمہ طیبہ کے حاملین کا قوم دنیا اور آخرت میں ثابت ہوتا ہے دنیا میں ثبوت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کلمہ طیبہ اور اس کے تقاضوں پر ثابت قدم رکھتا ہے اور دنیا میں ان کے نیک کاموں پر تعریف وتحسین ہوتی ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کو ان نیک کاموں پر بہت زیادہ اجر عطا فرماتا ہے اور جس طرح دنیا میں وہ کلمہ طیبہ پر قائم تھے اللہ تعالیٰ ان کو قبر اور حشر میں بھی کلمہ طیبہ پر قائم رکھتا ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہی پر قائم رکھتا ہے یعنی جو لوگ کلمہ خبیثہ کے حاملین ہیں، اور یہی لوگ کافر اور ظالم ہیں ان کو دنیا میں بھی مذمت فرماتا ہے اور آخرت میں بھی ان کو ثواب سے محروم رکھتا ہے۔

4268 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: اس آیت کی تفسیر بھی ہے کہ دنیا میں کلمہ طیبہ پر ثابت قدم
رکھنے کا معنی یہ ہے کہ قبر میں جب فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو فرشتوں کے جواب میں کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رکھتا
ہے: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابراہیم: 27 کی تفسیر میں فرمایا ہے: اللہ
تعالیٰ اس کو قبر میں ثابت قدم رکھتا ہے جب اس پوچھا جاتا ہے تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اور تمہارا نبی کون ہے؟ (سنن
الترمذی رقم الحدیث 3120، صحیح البخاری رقم الحدیث 1369 صحیح مسلم رقم الحدیث: 2871، سنن ابوداؤد رقم الحدیث 4750، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 4269،
السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث 11264، سنن النسائی رقم الحدیث: 2056)

قبر میں فرشتوں کے سوال کرنے کے متعلق احادیث

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کے
چلے جاتے ہیں تو وہ لوگوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بیٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تم اس
شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کہ اللہ کے بندہ اور اس
کے رسول ہیں پھر اس سے کہا جاتا ہے دیکھو! اپنے دوزخ کے ٹھکانے کو اللہ نے اس کو تمہارے لیے جنت کے ٹھکانوں سے تبدیل
کردیا ہے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وہ اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا
میں کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے اس کہا جائے گا تم نے نہ کچھ جانا نہ کہا پھر اس کے دو کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب
لگائی جاتی ہے جس سے وہ چیخ مارتا ہے اور جن وانس کے علاوہ سب اس کی چیخ سنتے ہیں۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: 1338 صحیح مسلم رقم الحدیث: 2870، سنن ابوداؤد رقم الحدیث 3231، 4752، سنن نسائی رقم الحدیث: 2049، 2051)

امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ (ابراہیم: 27) عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے اس
سے پوچھا جائے گا تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث: 2871)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی 273ھ اپنی سند کے ساتھ روایات کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے
ہیں جب میت کو قبر میں رکھ دیا جائے گا تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آئیں گے ان میں سے ایک کو
منکر اور اور دوسرے کو نکیر کہا جائے گا وہ کہیں گے تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟ پس وہ جو دنیا میں کہا کرتا تھا وہ اشھد ان لا
الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وہ کہیں گے تم جانتے تھے کہ تم یہی کہتے تھے پھر اس کی قبر کو ستر ضرب ستر وسیع کردیا جائے گا پھر اس کی قبر
کو منور کردیا جائے گا پھر اسے کہا جائے گا سو جاؤ وہ کہے گا میں اپنے گھر والوں کو جا کر اس کی خبر دے دوں! فرشتے کہیں گے تم اس
عروس (دلہن) کی طرح سو جاؤ جس کو وہی بیدار کرتا ہے جو اس کو اپنے اہل میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ اس کو اس کی

قبر سے اٹھائے گا اور اگر وہ منافق ہوگا تو وہ کہے گا میں نے لوگوں کو جو کہتے سنا میں وہی کہہ دیا میں نہیں جانتا۔ فرشتے کہیں گے کہ ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہو گے پھر زمین سے کہا جائے گا اس پر تنگ ہو کر ایک دوسرے سے مل جاؤ زمین تنگ ہو کر مل جائے گی اور اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی پھر اس کو عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ اس کو قبر سے اٹھائے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: 1071 صحیح ابن حبان رقم الحدیث: 3117 الشریعۃ للآجری رقم الحدیث: 365)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد متوفی 360ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمان بندہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے پس وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے پھر حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ آیت پڑھی: یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ویضل اللہ الظالمین۔ (ابراہیم: ۲۲)

(المعجم الکبیر رقم الحدیث 9145، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج3 ص54، بیروت الشریعۃ للآجری رقم الحدیث: 811)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی 275ھ روایت کرتے ہیں: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایک نصاری کے نجازہ میں گئے ہم قبر تک پہنچے جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے آپ نے اپنا سر (اقدس) اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو اور فرمایا جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا جب اس سے کہا جائے گا اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ھناد نے کہا اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے، اور اس سے ہیں گے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے، پھر وہ کہیں گے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا میرا دین اسلام ہے پھر وہ کہیں گے وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں، پھر وہ کہیں گے تم کو کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا میں کتاب پڑھی، میں اس پر ایمان لائی اور میں اس کی تصدیق کی اور یہ اللہ تعالیٰ اس ارشاد کے مطابق ہے: (ابراہیم: 22) پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لیے جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو، پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی منتہائے بصر تک اس کی قب کھول دی جائے گی پھر آپ نے کافر کی موت کا ذکر کی اور فرمایا اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا افسوس میں نہیں جانتا پھر وہ اس کہیں گے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا افسوس میں نہیں جانتا پھر وہ کہیں گے یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا وہ کہے گا افسوس میں نہیں جانتا۔ پھر اسمان سے ایک منادی ندا کریگا اس نے جھوٹ بولا اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ ایک دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی حتی کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل

جائیں گی پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے وہ وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا۔

اور امام عبدالرزاق متوفی 211 ھ امام احمد متوفی 241 ھ امام آجری متوفی 360 ھ، اور امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405 ھ نے اس حدیث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث 4753، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث 6737، مسند احمد ج 4 ص 287 طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث 18733، الشریعۃ للآجری رقم الحدیث 812، المستدرک ج 1 ص 37)

حضرت عثمان بن عفان بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو آپ اس کی قبر پر کھڑے رہے اور فرمایا اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ ان اس سے سوال کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 3221، المستدرک ج 1 ص 370 شرح السنہ رقم الحدیث: 1523 عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث 586)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے ڈوبتے ہوئے سورج کی شکل دکھائی جاتی ہے تو وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے مجھے نماز پڑھنے دو۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث رقم الحدیث 4272، موارد الظمآن رقم الحدیث: 779، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: 3116)

قبر میں سوالات اس امت کی خصوصیت ہے:

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی 261 ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے خچر پر سوار ہو کر بنو نجار کے باغ میں جا رہے تھے ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ایک جگہ خچر نے ٹھوکر کھائی قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دیتا وہاں پر پانچ یا چھ یا چار قبریں تھیں آپ نے فرمایا ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں جانتا ہوں آپ نے پوچھا یہ لوگ کب مرے تھے اس نے کہا یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے آپ نے فرمایا اس امت کو اپنی قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تم کو عذاب قبر سنواتا جس کو میں سن رہا ہوں پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو، ہم نے کہا ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں پھر فرمایا عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو ہم نے کہا ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پھر فرمایا: ظاہر اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرو ہم نے کہا ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، پھر فرمایا دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو ہم نے کہ ہم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث 2867، مسند احمد ج 3 ص 233)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی 668 ھ لکھتے ہیں: حافظ ابن عبدالبر نے کہا اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس امت کو آزمائش میں مبتلا کی جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں سوال اور جواب اس امت کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور امام ابو عبداللہ ترمذی نے نوادر الاصول میں کہا ہے کہ میت سے سوال کرنا اس امت کا خاصہ ہے کیونکہ ہم سے پہلی امتوں

کے پاس جب رسول اللہ کا پیغام لے کر آتے تھے اور قوم ان کے پیغام کا انکار کرتی تو رسول ان سے الگ ہو جاتے اور ان پر عذاب بھیج دیا جاتا اور جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رحمت کے ساتھ بھیجا اور فرمایا: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الانبیاء ۱۰۷) تو ان سے عذاب روک لیا اور آپ کو جہاد کا حکم دیا حتی کہ جہاد کی برکت سے لوگ دین اسلام میں داخل ہو گئے اور اسلام ان کے دلوں میں راسخ ہو گیا پھر ان کو مہلت دی گئی یہاں سے نفاق کا ظہور ہوا اور بعض لوگ کفر کی چھپاتے اور ایمان کو ظاہر کرتے اور مسلمانوں کے درمیان ان پر پردہ رہتا، اور جب وہ مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے قبر میں امتحان لینے والے بھیجے تاکہ سوال کے ذریعے ان کا پردہ چاک ہو اور خبیث طیب سے ممتاز ہو جائے سو جو دنیا میں اسلام پر ثابت قدم تھا اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو گمراہی پر برقرار رکھتا ہے علامہ قرطبی فرماتے ہیں امام ابو عبداللہ ترمذی کی یہ تفسیر اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ مومن اور منافق سے قبر میں سوال ہوگا حالانکہ احادیث میں تصریح ہے کہ کافر سے بھی سوال ہوگا۔

(التذکرہ ج1 ص230،229 مطبوعہ دار البخاری المدینہ المنورہ، 1417ھ)

جو مسلمان قبر کی آزمائش اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہیں گے:

پانچ قسم کے شخص قبر میں سوال اور جواب سے محفوظ رہتے ہیں، ان کا ذکر حسب ذیل احادیث میں ہے۔

(1) حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ایک دن اور ایک رات (مسلمانوں کی) سرحد کی حفاظت کرنا ایک ماہ کے روزوں اور نمازوں کے قیام سے افضل ہے اور اگر وہ اسی حال میں فوت ہو گیا تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا جس عمل کو وہ کیا کرتا تھا اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ قبر کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: 1913، سنن الترمذی رقم الحدیث: 1665، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: 9617، مصنف ابن ابی شیبہ ج5 ص327، مسند احمد ج5 ص441، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: 4623، المستدرک ج2 ص80، السنن الکبریٰ للبیہقی ج9 ص38، شرح السنہ رقم الحدیث: 2617)

(2) امام نسائی راشد بن سعد اور ایک صحابی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ یہ کیا وجہ ہے کہ شہید کے سوا تمام مسلمانوں کا قبر میں امتحان لیا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے سر پر تلواروں کا چلنا اس کے امتحان کے لیے کافی ہے۔ (سنن النسائی: 2052 مطبوعہ دار المعروف بیروت)

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ کے نزدیک شہید کی چھ خصلتیں ہیں اس کی پہلی دفعہ میں مغفرت ہو جاتی ہے اس کو جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اس کا بڑی آنکھوں والی حوروں سے عقد کیا جاتا ہے اور اس کے ستر رشتہ داروں کے متعلق اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے (سنن الترمذی رقم الحدیث: 1663، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 2799، مسند احمد ج4 ص131)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے ایک شخص نے ایک قبر پر خیمہ لگا دیا تھا اور اس کو یہ پتا نہیں تھا کہ یہ قبر ہے پس اچانک وہ کسی انسان کی قبر تھی جو سورۃ الملک پڑھ رہا تھا حتی

کہ اس نے اس سورت کو ختم کر لیا وہ شخص نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میں ایک قبر پر خیمہ لگا دیا تھا اور میرا یہ گمان نہیں تھا کہ یہ قبر ہے پس اس میں ایک انسان سورۃ الملک پڑھ رہا تھا حتی کہ اس نے سورت کو ختم کر دیا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: یہ سورت مانعہ ہے اور منجیہ ہے یہ عذاب قبر سے نجات دے دیتی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: 2890، المعجم الکبیر رقم الحدیث: 12801، حلیۃ الاولیاء ج 3 ص 81)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ بھی روایت ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ الملک پڑھتا ہے وہ قبر کے امتحان سے محفوظ رہتا ہے۔

(التذکرہ ج 1 ص 234، مطبوعہ دار البخاری المدینۃ المنورہ، 1417ھ)

(4) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص بیماری میں مرا وہ شہادت کی موت مرا اور وہ قبر کے امتحان سے محفوظ رہے گا۔ اور اس کو صبح شام جنت سے رزق دیا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 1615، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: 6145، حلیۃ الاولیاء ج 8 ص 201، اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

(5) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہوا اس کو اللہ قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: 1074، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: 5592، مسند احمد ج 2 ص 129)

یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند منقطع ہے تاہم ابو عبداللہ ترمذی نے نوادر الاصول میں اس کو مسند متصل سے اور امام ابو نعیم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص جمعہ کی رات کو یا جمعہ کے دن فوت ہوا اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس پر شہدا کی مہر لگی ہوئی ہوگی۔ (حلیۃ الاولیاء ج 3 ص 155،) اس کی سند میں عمر بن موسیٰ ضعیف راوی ہے۔

نیک اعمال کا آخرت میں کام آنے کا بیان

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی دمشقی متوفی 774ھ لکھتے ہیں: امام عبداللہ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے پاس تشریف لائے ہم اس وقت مسجد مدینہ میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا میں آج رات خواب میں ایک عجیب منظر دیکھا کہ میری امت میں سے ایک شخص کے پاس ملک الموت اس کی روح قبض کرنے کے لیے آیا اس شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ جو نیکی کی تھی اس نیکی نے ملک الموت کو واپس بھیج دیا اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا اس کو شیاطین پریشان کر رہے تھے تو اس کے پاس اللہ کا ذکر آیا اور اس نے ان شیاطین سے چھڑا لیا اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا پیاس سے اس کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی وہ جب بھی حوض پر آتا تو اس کو حوض سے روک دیا جاتا تو اس کے پاس اس کے روزے آئے اور انہوں نے اس کو پانی پلا کر سیراب کی اور میں اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا اور انبیاء علیہم السلام حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے وہ جب بھی ان کے قریب جاتا وہ اس کو دھکا دیتے پھر اس کا غسل جنابت آیا اور اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو میرے طرف بٹھا دیا اور میں نے اپنی

امت میں سے ایک شخص کو دیکھا اس کے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں اور اوپر اور نیچے ہر طرف اندھیرا تھا وہ ان اندھیروں میں حیران تھا کہ اس کا حج اور عمرہ آیا اور اس کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آیا۔ اور میں اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا وہ مومنوں سے بات کرتا تھا اور وہ اس سے بات نہیں کرتے تھے پھر اس کا صلہ رحم (رشتہ داروں سے ملنا جلنا) آیا اور اس نے کہا اے مومنوں کی جماعت اس سے بات کرو اس سے بات کرو تو انہوں نے اس سے باتیں کیں۔ اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے چہرے سے آگ کے شعلوں کو اپنے ہاتھوں سے ہٹا رہا ہے اتنے میں اس کا صدقہ آیا اور وہ ان شعلوں کے آگے حجاب بن گیا اور اس کے سر پر سایہ بن گیا اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اس کو ہر طرف سے پکڑ رکھا ہے تو اس کا امر بالمعروف اور نہی ان المنکر (نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا) آیا اور اس کو ان کے ہاتھوں سے چھڑایا اور رحمت کے فرشتوں کے ساتھ داخل کر دیا، اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہے اور اس کے اور اللہ کے درمیان حجاب ہے، اتنے میں اس کے اچھے اخلاق آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اللہ کے پاس پہنچا دیا۔ اور میں اپنی امت میں سے دیکھا ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کی بائیں جانب سے آ رہا ہے اتنے میں اس کا خوف آیا اور اس صحیفہ اعمال کو اس کے دائیں ہاتھ میں رکھ دیا۔ اور میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا وہ جہنم کے کنارے پر تھا پھر خوف خدا سے اس کا لرزنا آیا اور اس نے اس کو دوزخ سے نکال دیا۔ اور میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ پل صراط پر کپکپا رہا تھا تو اللہ کے ساتھ اس کا حسن ظن آیا اور اس کی کپکپاہٹ دور کی اور اس کو روانہ کی۔ اور میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پل صراط پر گھسٹ گھسٹ کر چل رہا تھا تو اس نے مجھ درود پڑھا تھا وہ آیا اور اس نے اس کو سیدھا کر دیا اور وہ چلنے لگا۔ اور میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جنت کے دروازے پر پہنچا تو اس پر جنت کے دروازے بند کر دیئے گئے تو اس کا کلمہ شہادت آیا اور اس نے جنت کے [illegible] کھولے اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج 2 مطبوعہ دار الفکر بیروت، 1419، کنز العمال رقم الحدیث: 4352)

علامہ قرطبی نے اس حدیث کو درج کرنے کے بعد لکھا: یہ حدیث بہت عظیم ہے یہ اس پر دلالت کرتی ہے۔ بعض نیکیوں سے بعض مخصوص عذاب ساقط ہو جاتے ہیں جبکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص سے اس کے تمام عذاب اس نیکی کی وجہ سے ساقط کر دیئے کہ وہ مقروضوں سے درگزر کرتا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 2077، صحیح مسلم رقم الحدیث: 1560، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 2460) (التذکرہ ج 1 ص 367-366، مطبوعہ دار البخاری المدینۃ المنورۃ: 1417ھ)

4269- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ عُرِضَ عَلٰی مَقْعَدِهٖ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ یُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰی تُبْعَثَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو صبح و شام اس کے سامنے

4269 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 1369 ورقم الحدیث: 4699 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7148 اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث 4750 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3120 اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 2056

اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہو تو اسے جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور اگر وہ جہنمی ہو تو جہنم کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ جب قیامت کے دن تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو یہ تمہارا ٹھکانہ ہوگا۔

4270- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ اَنْبَاَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَاهُ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يَعْلَقُ فِيْ شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى جَسَدِهٖ يَوْمَ يُبْعَثُ

حضرت عبداللہ بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ان کے والد نے یہ بات بیان کی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مؤمن کی جان ایک پرندے کی شکل میں ہوتی ہے جو جنت کے درخت پر لٹک جاتی ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے اس کے جسم کی طرف واپس کر دیا جائے گا۔

4271- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ حَفْصٍ الْاُبُلِّيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مُثِّلَتِ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوْبِهَا فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ وَيَقُوْلُ دَعُوْنِيْ اُصَلِّيْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب میت قبر میں داخل ہوتی ہے تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سورج غروب ہونے والا ہے جب وہ بیٹھتا ہے تو اپنی آنکھوں کو ملتے ہوئے کہتا ہے: مجھے نماز پڑھ لینے دو۔

شرح

باعمل مومن مردہ جس وقت قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ جس طرح دنیا میں ایمان واسلام پر قائم رہا اور فرائض اسلام کی ادائیگی سے کبھی غافل نہ رہا، اسی طرح قبر میں بھی اسے سب سے پہلے نماز ہی یاد آتی ہے چنانچہ جب منکر ونکیر اس کے پاس قبر میں حاضر ہوتے ہیں تو وہ سوال وجواب سے پہلے نماز ادا کرنے کے لئے کہتا ہے کہ پہلے نماز پڑھ لوں اس کے بعد تمہیں جو کچھ کہنا سننا ہو کہو سنو یا سوال وجواب کے بعد وہ یہ الفاظ کہتا ہے اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ میں اپنے گھر والوں کے درمیان بیٹھا ہوں، اس کے شعور و احساس میں سب سے پہلے نماز ہی آتی ہے۔

یہ حالت اس کی رعایت حال پر دلالت کرتی ہے کہ گویا وہ ہنوز دنیا میں ہی ہے اور سو کر ابھی اٹھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو بندہ دنیا میں پکا نمازی ہوگا اور جس کی نماز کبھی قضا نہیں ہوتی ہوگی، قبر میں بھی حسب عادت اسے پہلے نماز ہی یاد آئے گی۔ دفن کے بعد مردہ کے سامنے غروب آفتاب کا وقت پیش کرنا اس کی حالت مسافر اور تنہائی کی مناسبت کی وجہ سے ہے چنانچہ جب کوئی مسافر کسی شہر میں شام کو پہنچتا ہے تو وہ حیرانی و پریشانی کے عالم میں چاروں طرف دیکھتا ہے کہ کہاں جاؤں اور کیا کروں؟ جیسا کہ شام غریباں مشہور ہے۔ تو زلف را کشادی وتاریک شد جہاں اکنوں فتاد شام غریباں کجا روند اور نماز شام غریباں چو گریہ آغازم بہائے ہائے غریبانہ گریہ پردازم۔

4270: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بَاب ذِكْرِ الْبَعْثِ

یہ باب دوبارہ زندہ ہونے کے بیان میں ہے

حضرت ابورزین عقیلی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ وند تعالیٰ مخلوقات کو دوبارہ کس طرح زندہ کر کے اٹھائے گا (جب کہ ان کے جسم و بدن گل سڑ کر خاک ہو چکے ہوں گے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کبھی قحط اور خشک سالی کے زمانہ میں اپنی قوم کے جنگل اور کھیتوں کے درمیان سے گزرے ہو، وہاں سبزہ کا نام ونشان تک نظر نہیں آیا ہوگا (بلکہ ساری زمین بالکل بنجر اور خشک نظر آئی ہوگی) پھر جب تم (بارش کے بعد وہاں سے گزرے ہو گے تو تمہیں (پورے علاقہ میں) لہلہاتا ہوا سبزہ نظر آیا ہوگا میں نے عرض کیا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پس مخلوقات میں قدرت الہی کی یہی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو اس طرح زندہ کرے گا ان دونوں روایتوں کو رزین نے نقل کیا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 103)

4272- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ صَاحِبَي الصُّوْرِ بِاَيْدِيْهِمَا اَوْ فِيْ اَيْدِيْهِمَا قَرْنَانِ يُلَاحِظَانِ النَّظَرَ مَتٰى يُؤْمَرَانِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "صور" پر مقرر دونوں فرشتے اپنے ہاتھوں میں دوسینگ لئے کھڑے ہیں اور اس بات کا انتظار کر رہے ہیں انہیں کب حکم ہوتا ہے۔ (کہ وہ صور میں پھونک ماردیں)

شرح

صور اصل میں نرسنگا (سنکھ) اور قرنا کو کہتے ہیں جس میں پھونکنے سے ایک بلند آواز پیدا ہوتی ہے اور یہاں وہ مخصوص نرسنگا (سنکھ) مراد ہے جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا یہ صور پھونکنا دو مرتبہ ہوگا ایک بار تو اس وقت جب قیامت آنے کو ہوگی اور اس صور کی آواز سے تمام لوگ مرجائیں گے اور دوسری بار اس وقت جب تمام لوگوں کو میدان حشر میں جمع کرنے کے لئے دوبارہ زندہ کرنا مقصود ہوگا چنانچہ اس صور کی آواز سے تمام لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آرام وسکون سے کیسے بیٹھا رہوں جب کہ صور پھونکنے والا حضرت اسرافیل علیہ السلام) صور کو (پھونکنے کے لئے) منہ میں دبائے ہوئے ہیں، اپنا کان (بارگاہ حق جل مجدہ کی طرف) لگائے ہوئے ہیں کہ جب بھی حکم صادر ہو فورا پھونک دیں) اور پیشانی جھکائے ہوئے (بالکل تیاری کی حالت میں) ہیں اور انتظار کر رہے ہے کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملے (یہ سن کر) صحابہ نے عرض کیا کہ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے کیا

4272-اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

فرماتے ہیں؟ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیا تلقین فرماتے ہیں کہ ہم کسی بھی آفت اور سختی کے وقت کیا کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جب بھی کوئی آفت و مصیبت آئے تو بس حق تعالیٰ ہی کی طرف لو لگاؤ اسی کی بارگاہ میں التجا کرو اور اس کے فضل و کرم پر بھروسہ و اعتماد رکھو، نیز، یہ پڑھا کرو حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور ہم کو اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔

(مشکوٰۃ شریف جلد پنجم: حدیث نمبر ۹۹)

حسبنا اللہ ونعم الوکیل "پڑھنا ایک ایسا عمل ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ بڑی سے بڑی آفت و مصیبت اور سخت سے سخت مشکل کو دفع کر کے عافیت و سلامتی عطا فرما دیتا ہے، چنانچہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ میں ڈالا جاتا تھا تو آپ کی زبان پر یہی بابرکت کلمہ تھا، اسی طرح ایک غزوہ (جہاد) کے موقع پر جب کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم یعنی دشمنوں نے آپ لوگوں کے مقابلے کے لئے بڑا لاؤ لشکر جمع کر لیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے ڈرنا چاہیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پڑھا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

4273- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ بِسُوْقِ الْمَدِيْنَةِ وَالَّذِىْ اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ فَرَفَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَدَهٗ فَلَطَمَهٗ قَالَ تَقُوْلُ هٰذَا وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ) فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰى اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِىْ اَرَفَعَ رَاْسَهٗ قَبْلِىْ اَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک یہودی نے مدینہ منورہ کے ایک بازار میں کہا اس ذات کی قسم! جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام لوگوں پر فضیلت عطا کی ہے تو ایک انصاری نے ہاتھ اٹھایا اور اسے طمانچہ رسید کر دیا اور بولا تم یہ بات کہہ رہے ہو؟ جبکہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول موجود ہیں۔ جب اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"صور میں پھونک ماری جائے گی تو آسمانوں اور زمین میں جو چیز ہے بے ہوش ہو جائے گی ماسوائے اُس کے جسے اللہ تعالیٰ چاہے (کہ وہ بے ہوش نہ ہو) پھر اس میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو وہ سب لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سب سے پہلے میں سر اٹھاؤں گا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے ایک کنارے کو تھامے ہوئے ہوں گے مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے مجھ سے پہلے سر اٹھایا تھا؟ یا یہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص یہ کہے میں حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں تو اس نے غلط کہا۔

4273 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4274-حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ يَاخُذُ الْجَبَّارُ سَمَاوَاتِهِ وَاَرْضِيْهِ بِيَدِهٖ وَقَبَضَ يَدَهٗ فَجَعَلَ يَقْبِضُهَا وَيَبْسُطُهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْجَبَّارُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ قَالَ وَيَتَمَايَلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَى الْمِنْبَرِ يَتَحَرَّكُ مِنْ اَسْفَلِ شَيْءٍ مِّنْهُ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَقُوْلُ اَسَاقِطٌ هُوَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: آپ اس وقت منبر پر تھے آپ نے فرمایا: جبار (اللہ تعالیٰ) تمام آسمانوں اور زمین کو اپنے دست مبارک میں لے گا اور اپنی مٹھی کو بند کرے گا اس طرح وہ مٹھی کو بند کرے گا اور پھر کھولے گا اور فرمائے گا: میں زبردست ہوں میں بادشاہ ہوں۔ دنیا کے بڑے لوگ کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ (راوی بیان کرتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف اور بائیں طرف ہلنے لگے یہاں تک کہ میں نے آپ کے نیچے منبر کو دیکھا تو وہ بھی ہل رہا تھا۔ یہاں تک کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت گر نہ جائے۔

4275-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدِ الْاَحْمَرُ عَنْ حَاتِمِ بْنِ اَبِيْ صَغِيْرَةَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ حُفَاةً عُرَاةً قُلْتُ وَالنِّسَاءُ قَالَ وَالنِّسَاءُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا يُسْتَحْيَا قَالَ يَا عَائِشَةُ الْاَمْرُ اَهَمُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ

◄► سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیامت کے دن لوگوں کو کیسے زندہ کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: برہنہ پاؤں برہنہ جسم' میں نے دریافت کیا: خواتین کو بھی؟ آپ نے فرمایا: خواتین بھی ہوں گی میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمیں شرم نہیں آئے گی۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اس وقت معاملہ اتنا خوف زدہ کرنے والا ہوگا کہ کسی ایک کو دوسرے کا خیال بھی نہیں آئے گا۔

4276-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيِّ بْنِ رِفَاعَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ فَاَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَّمَعَاذِيْرُ وَاَمَّا الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِيْرُ الصُّحُفُ فِي الْاَيْدِيْ فَاٰخِذٌ بِيَمِيْنِهٖ وَاٰخِذٌ بِشِمَالِهٖ

◄► حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن تین طرح کی پیشیاں ہوں گی ان میں سے دو پیشیوں میں بحث ہوگی اور معذرت ہوگی اور تیسری پیشی میں نامہ اعمال اُڑ کر ہاتھوں میں آجائیں گے کسی کے دائیں ہاتھ میں آئیں گے اور کسی کے بائیں ہاتھ میں آئیں گے۔

4277-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ وَاَبُوْ خَالِدِ الْاَحْمَرُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَّافِعٍ

4274: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4276 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6527' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7127' اخرجہ النسائی فی ''السنن'' رقم الحدیث: 2083

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ) قَالَ يَقُومُ اَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے)

''جب سب لوگ تمام جہانوں کے پروردگار کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کوئی شخص اپنے نصف کانوں تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا۔

4278-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ) فَاَيْنَ تَكُوْنُ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الصِّرَاطِ

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

''جب زمین کو دوسری زمین میں تبدیل کر دیا جائے گا اور آسمانوں کو بھی''۔

اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پل صراط'' پر ہوں گے۔

شرح

لفظ صراط کے اصل معنی "راستہ" کے ہیں اور یہاں حدیث میں "صراط" سے مراد "پل صراط" ہے یعنی وہ پل جس کے بارے میں شارع نے خبر دی ہے کہ وہ دوزخ کی پشت پر بنا ہوا ہے اور جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پل صراط کے بجائے کوئی بھی "صراط" مراد ہو۔ قیامت کے دن زمین کے تبدیل کئے جانے سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں، جس میں سے ایک قول تو یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین کو سفید روٹی میں تبدیل کر دیا جائے گا، چنانچہ اہل ایمان میدان حشر میں حساب سے فارغ ہونے کے وقت تک اپنے قدموں کے نیچے سے یہی روٹی توڑ توڑ کر کھاتے رہیں گے، اس قول کی تائید اسی حدیث سے بھی ہوتی ہے جو آگے آنے والے باب الحشر کی پہلی حدیث ہے، نیز آسمان کے تبدیل کئے جانے سے مراد یہ ہے کہ تارے ٹوٹ پھوٹ کر گر پڑیں گے اور چاند سورج کو گہن کی صورت میں معطل و بیکار کر دیا جائے گا! اور طیبی نے یہ کہا ہے کہ کسی بھی چیز کی تبدیلی دو صورتوں میں ہوتی ہے ایک تو ذات (یعنی اصل چیز) کی تبدیلی، جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے سونے کو چاندی میں تبدیل کر لیا ہے، یعنی سونا دیکر چاندی لے لی ہے۔

اور دوسری صورت صفات کی تبدیلی ہے جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے چھلے کو انگوٹھی میں تبدیل کر لیا ہے، یعنی چھلے کو پگھلا کر اس کی انگوٹھی بنوالی ہے، اس صورت میں ذات (یعنی اصل چیز مثلاً سونا یا چاندی) تو ایک ہی رہتی ہے البتہ اس کی حقیقت اور

4277. اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4278' اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 6531' اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7133' اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2422' ورقم حدیث 3336

صورت بدل جاتی ہے، پس زمین وآسمان کے دوسری زمین اور دوسرے آسمان میں تبدیل کئے جانے والی بات ان دونوں صورتوں کا احتمال رکھتی ہے کہ اصل زمین وآسمان کی تبدیلی بھی مراد ہو سکتی ہے اور صفات یعنی ہیت وصورت کی تبدیلی بھی مراد ہو سکتی ہے۔

لیکن سلف کے زیادہ تر اقوال اس طرف ہیں کہ صفات کی تبدیلی مراد ہے، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ زمین تو یہی زمین رہے گی البتہ اس کی صفات میں تغیر ہو جائے گا، اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ زمین کو اس طرح وسیع وکشادہ کر دیا جائے گا کہ اس میں کوئی نشیب وفراز باقی نہیں رہے گا تاہم اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ذات کی تبدیلی بالکل ناممکن ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس زمین اور ان آسمانوں کی جگہ دوسری زمین اور دوسرے آسمان پیدا کر دے جیسا کہ بعض اقوال اس پر بھی دلالت کرتے ہیں۔

چنانچہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ ایک (نئی) زمین پیدا فرمائیں گے جو چاندی کی ہوگی اور جو آسمان پیدا فرمائیں گے وہ سونے کا ہوگا، اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی زمین پیدا فرمائیں گے جو سفید و پاکیزہ ہوگی اور اس پر کسی نے کوئی گناہ نہیں کیا ہوگا، خود حدیث کے ظاہری اسلوب سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ "تبدیلی" سے ذات کا تغیر مراد ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سوال کرنا اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اس کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن زمین دوسری زمین سے بدلی دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب لوگ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے جو واحد ہے اور غالب بھی (ابراھیم:48)

زمین کے تبدیل ہونے کے متعلق صحابہ اور تابعین کے اقوال

اس آیت میں فرمایا ہے کہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں:

(1) ابوصالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے زمین یہی ہوگی صرف اس کی صفات تبدیل کر دی جائیں گی اس میں زیادتی یا کمی کر دی جائے گی اس کے ٹیلے، پہاڑ وادیاں اور درخت ختم کر دیئے جائیں گے اور اس کو چمڑے کی طرح پھیلا کر ہموار کر دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیامت کی نشانیوں کے متعلق ایک حدیث روایت کی ہے اس مذکور ہے کہ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے گرا دیا جائے گا اور زمین کو رنگے ہوئے چمڑے کی طرح پھیلا دیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث 4081، مصنف ابن ابی شیبہ ج 15 ص 157، مسند ابو یعلی رقم الحدیث: 5294، المستدرک ج 4 ص 489، 488، مسند احمد ج 1 ص 375، یہ ضعیف حدیث ہے)

(2) عمر بن میمون نے حضرت ابن مسعود سے اور عطا نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا جو چاندی کی طرح صاف ہوگی اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

(3) حضرت ابو ہریرہ، سعید بن جبیر اور قرظی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس زمین کو سفید روٹی سے بدل دیا جائے گا مومن اپنے

قدموں کے نیچے سے اس کو کھائے گا دوسروں نے کہا حساب سے فارغ ہونے تک مسلمان اس کو کھاتے رہیں گے۔
(زادالمسیر ج 4 ص 376،375، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، 1407ھ)

زمین کے ہونے کے متعلق احادیث کا بیان

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں کا حشر اس زمین پر کیا جائے گا جو میدہ کی روٹی کی سفید ہوگی اس میں کسی گھر کے کی کوئی نشان نہیں ہوگی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: 6521، صحیح مسلم رقم الحدیث: 2790)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی یوم تبدل الارض غیر الارض رسول اللہ! اس دن لوگ کہاں ہوں گے! آپ نے فرمایا پل صراط پر۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: 2791 سنن الترمذی رقم الحدیث 3121، مسند احمد ج 6 ص 35، سنن الدارمی رقم الحدیث 2812، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 4279، صحیح ابن حبان رقم الحدیث 7380، المستدرک ج 2 ص 352)

عمرو بن میمون حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یوم تبدل الارض غیر الارض کی تفسیر میں فرمایا وہ سفید زمین ہوگی گویا کہ وہ چاندی ہے اس میں کوئی حرم خون نہیں بہایا گیا اور نہ اس میں کوئی گناہ کیا گیا ہے۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث: 7163، المعجم الکبیر رقم الحدیث: 10323)

زمین کو تبدیل کرنے کی حکمت اور مختلف اقوال میں تطبیق کا بیان

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے قیامت کے دن لوگوں کا حشر اس زمین پر کیا جائے گا جو میدہ کی روٹی کی سفید ہوگی اس میں کسی کی گھر کی نشانی نہیں ہوگی علامہ خطابی نے کہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین بالکل ہموار ہوگی قاضی عیاض نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اس زمین میں کوئی عمارت ہوگی نہ پہاڑیاں اور چٹانیں ہوں گی جس سے زمین پر کوئی علامت مقرر کی جاسکے علامہ ابوحمزہ نے کہا اس میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلیل ہے اور قیامت کی ہولناکیوں کا اس کو پہلے علم ہو جائے اور وہ اپنے آپ کو ان دہشت ناک چیزوں کے لیے تیار کرلے تاکہ وہ تمام امور اچانک پیش آئیں اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ میدان حشر کی زمین اس موجودہ زمین سے بہت بڑی ہوگی اور زمین کی ان صفات میں یہ حکمت ہے کہ جس زمین میں حساب و کتاب ہوگا وہ زمین ظلم اور گناہوں سے پاک ہو اور اللہ تعالیٰ سبحانہ اپنے مومن بندوں پر جو تجلی فرمائے گا وہ ایسی زمین ہو جو اس تجلی کی عظمت کے لائق ہو کیونکہ اس زمین میں صرف اللہ وحدہ لاشریک کا حکم ہوگا پس اس کے مناسب یہ ہے کہ وہ زمین بھی خالص اس کے لیے ہو (یعنی اس میں مجازاً بھی کسی اور کا حکم نافذ نہ ہو) اور اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا کی زمین مضمحل ہو جائے گی اور معدوم ہو جائے گی اور اس میں متقدمین کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک زمین کا مادہ اور اس کی ذات تبدیل کر دی جائے گی اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے یہی ثابت ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک زمین یہی رہے گی اور [illegible] صفات تبدیل کر دی جائیں گی جیسا کہ سنن ابن ماجہ مستدرک اور مسند احمد میں ہے کہ پہاڑوں اور ٹیلوں کی ختم کر

کے زمین کو چپٹا کر کے پھیلا دیا جائے گا ان میں تطبیق دینے کے لیے یہ کہا گیا ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں جو ہے کہ زمین روٹی کی طرح ہوگی یہ محشر کی زمین کے متعلق ہے اور جس حدیث میں یہ کہا کہ پہاڑ ٹیلوں وادیاں اور درخت سب کو گرا کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا وہ اسی زمین کے متعلق ہے قیامت میں اسی زمین پر یہ تمام تغیرات وارد ہونگے اور محشر میں جو زمین سفید روٹی کی طرح ہوگی جس سے مسلمان کھائیں گے وہ اور زمین ہوگی جو اپنی ذات اور صفات میں اس زمین سے مختلف ہوگی۔

(فتح الباری ج 11 ص 376-375)

آسمان کو تبدیل کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ (المعارج: 8) جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔

فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ (الرحمن: 37) جس دن آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سرخ چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔

وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ (التکویر: 11) اور جب آسمان کھینچ لیا جائے گا۔

وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ (المرسلت: 9) اور جب آسمان چیر دیا جائے گا۔

زمین کو دوبارہ تبدیل کرنے کی تفصیل اور تطبیق کا بیان

علامہ قرطبی نے تذکرہ میں صاحب الافصاح سے نقل کیا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کا تبدیل کرنا دو مرتبہ ہوگا پہلے صور پھونکے کے وقت صرف ان کی صفات تبدیل ہوں گی پس ستارے منتشر ہو جائیں گے اور سورج اور چاند کو گہن لگ جائے گا اور آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا اور سروں سے کھینچ لیا جائے گا اور پہاڑ چلنے لگیں گے اور زمین میں تموج ہوگا اور سمندر آگ بن جائیں گے پھر ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک زمین پھٹ جائے گی پھر اس کی بنیاد اور ہیئت بدل جائے گی پھر اس کے بعد صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا اور زمین کو پھیلا دیا جائے گا اور آسمان کو دوسرے آسمان سے بدل دیا جائے گا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ (٦٨) وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (٦٩)

اور جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں میں سب بے ہوش ہو جائیں گے۔ مگر جن کو اللہ چاہے گا، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور تمام نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا۔ اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اور زمین کو چمڑے کی طرح پھیلا دیا جائے گا اور اس کو اسی طرح لوٹا دیا جائے گا جس طرح اس میں قبریں تھیں اور لوگ اس کی پشت پر اور اس کے اندر تھے پھر زمین کو دوسری بار تبدیل کیا جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب لوگ محشر میں ہوں گے پھر ان کے لیے زمین کو تبدیل کی جائے گا جس کو الساہرہ کہا جائے گا اس زمین پر ان کا حساب ہوگا اور یہ سفید چاندی کی زمین ہوگی جس پر کوئی خون حرام نہیں بہایا جائے گا اور نہ اس پر کوئی ظلم کیا گیا ہوگا اور اس وقت لوگ پل صراط پر ہوں گے اور وہ پل جہنم کی پشت پر ہوگا اور جب لوگوں کا اس زمین پر حساب لیا جائے گا جس کا نام الساہرہ ہے جنتی پل صراط سے گزر کر جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی جہنم میں گر جائیں گے اور لوگ نبیوں کے حوضوں پر کھڑے ہوئے پانی پی رہے ہوں گے اور اس وقت زمین کو میدہ کی روٹی کی طرح بنا دیا جائے گا اور وہ اپنے پیروں کے نیچے سے توڑ توڑ کر کھا رہے ہوں گے۔ جنت میں داخل ہونے والے تمام لوگ اس سے کھائیں گے اور جنت میں ان کو سالن ملے گا جو بیل اور مچھلی کی کلیجی سے بنا ہوگا۔

(التذکرہ فی امور الآخرۃ ج 1 ص 300-299 مطبوعہ دار البخاری، المدینہ المنورہ، 1417ھ)

آسمان کی تبدیل کے متعلق اقوال کا بیان

خلاصہ یہ ہے کہ پہلی بار زمین کی صفات کو تبدیل کی جائے گا اور اس کو چمڑے کی طرح پھیلا دیا جائے گا اور دوسری بار زمین کے مادے اور اس کی ذات کو بدل دیا جائے گا پہلے وہ مٹی کی تھی اور اب اس کو سفید روٹی بنا دیا جائے گا یہ تو زمین کی تبدیلی تھی اور آسمان کی تبدیلی کے متعلق علامہ قرطبی نے لکھا ہے جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور ستارے جھڑ جائیں گے یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے اور ابن الانبار نے یہ کہا ہے کہ آسمان دھواں بن جائے گا اور سمندر آگ بن جائیں گے، ایک قول یہ ہے کہ آسمان کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح وثیقہ (اسٹام پیپر) لپیٹ دیا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (الانبیاء:104) جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جس طرح دستاویزات کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی یہ آیات اور احادیث کے اشارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ یہ زمین ہے۔ اسی جگہ میدان حشر قائم ہوگا لیکن اس زمین کا مادہ اور اس کی ذات اور صفات یہ نہیں ہوں گی پہلے اس زمین کو ہموار کر دیا جائے گا اور دوسرے صور کے وقت یہ زمین میدہ کی روٹی کی بنا دی جائے گی اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ سمندر آگ بن جائے گا اس سے معلوم ہوا یہی سمندر آگ (دوزخ) بن جائے گا مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جنت اور دوزخ تو اب بھی موجود ہیں اپنی مخلوق اور کائنات کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

4279- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ بْنِ الْعُتْوَارِيِّ اَحَدِ بَنِيْ لَيْثٍ قَالَ وَكَانَ فِيْ حَجْرِ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَعْنِيْ اَبَا سَعِيْدٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُوْضَعُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ عَلٰى

4279 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث:6987 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث:3121

حَسَكٌ كَحَسَكِ السَّعْدَانِ ثُمَّ يَسْتَجِيزُ النَّاسُ فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَمَخْدُوجٌ بِهِ ثُمَّ نَاجٍ وَمُحْتَبَسٌ بِهِ وَمَنْكُوسٌ فِيهَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: پل صراط کو جہنم کے اوپر رکھا جائے گا اس پر "سعدان" کے کانٹوں کی طرح کے کانٹے ہوں گے پھر لوگ اس پر سے گزرنا شروع ہوں گے کچھ صحیح اور سالم گزر جائیں گے کچھ زخمی ہو کر پھر نجات پائیں گے اور کچھ اس میں گر جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

4280- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اُمِّ مُبَشِّرٍ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَرْجُو اَلَّا يَدْخُلَ النَّارَ اَحَدٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّالْحُدَيْبِيَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ (وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا) قَالَ اَلَمْ تَسْمَعِيْهِ يَقُوْلُ (ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا)

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے یہ اُمید ہے کہ جن لوگوں نے غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں شرکت کی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے تو یہ ارشاد فرمایا ہے:

"تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہو گا اور یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے طے شدہ فیصلہ ہے"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے یہ نہیں سنا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"پھر ہم ان لوگوں کو نجات دیں گے جنہوں نے پرہیزگاری اختیار کی اور ظالموں کو ان کے گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے"۔

بَاب صِفَةِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے تذکرہ میں ہے

امت مسلمہ کی فضیلت کا بیان

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔(آل عمران ، ۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو یقیناً ان کے لئے بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ ایمان والے بھی ہیں اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن

4280 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عباس نے فرمایا کہ اس آیت میں امت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مدینے ہجرت کی۔

سدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا اس آیت سے خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب مراد ہیں اور جو مسلمان ان کے طریقہ پر گامزن ہوں۔

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سنو تم نے ستر امتوں کو پورا کر دیا تم ان کے آخر میں ہو اور تم اللہ کے نزدیک سب سے مکرم ہو۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کعبہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ نے فرمایا ہم قیامت کے دن ستر امتوں کو پورا کر دیں گے ہم ستر امتوں میں سب سے آخر میں ہیں اور سب سے بہتر ہیں۔

(جامع البیان ج ۴ص ۳۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

تمام امتوں سے افضل امت ہونے کا مدار

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو یہ خبر دی ہے کہ وہ اس وقت تمام امتوں سے افضل ہے اور جب تک یہ امت نیکی کا حکم دیتی رہے گی اور برائی سے روکتی رہے گی اور اللہ پر صحیح صادق اور کامل ایمان رکھے گی اس وقت تک یہ امت تمام امتوں سے افضل ہی رہے گی اس آیت میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو ایمان پر مقدم کیا ہے اس لیے کہ ان ہی دو وصفوں کی وجہ سے مسلمانوں کو دوسروں پر فضیلت ہے کیونکہ ایمان کا تو دوسری امتیں بھی دعویٰ کرتی ہیں لیکن دوسری امتوں نے ایمان کی حقیقت کو بگاڑ دیا تھا اور ان میں شر اور فساد غالب آ چکا تھا اس لیے ان کا ایمان صحیح نہیں تھا اور وہ نیکی کا حکم دیتے تھے نہ برائی سے روکتے تھے۔

4281- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِىْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرِدُوْنَ عَلَىَّ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ سِيْمَآءُ اُمَّتِىْ لَيْسَ لِاَحَدٍ غَيْرِهَا

◄► ابومالک الاشجعی' ابوحازم کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم لوگ میرے پاس آؤ گے جبکہ تمہاری پیشانیاں وضو کی وجہ سے چمک رہی ہوں گی۔ یہ میری امت کا مخصوص نشان ہے جو ان کے علاوہ کسی کا نہیں ہوگا۔

4282- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ قُبَّةٍ فَقَالَ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبْعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنِّىْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا

4281: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4282: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 580' ورقم الحدیث: 581

بِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَمَا اَنْتُمْ فِي اَهْلِ الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ

◄► حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمے میں موجود تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو۔ ہم نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم لوگ اہل جنت کا تہائی حصہ ہو۔ ہم نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' مجھے یہ امید ہے کہ تم اہل جنت کا نصف ہو گے اور جنت میں صرف مسلمان داخل ہو گا اور شرک کرنے والوں کے درمیان تمہاری مثال اسی طرح ہے' جیسے سیاہ بیل کی کھال پر سفید بال ہو۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) سرخ بیل کی کھال پر سیاہ بال ہو۔

4283- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَاَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيْءُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَيَجِيْءُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الثَّلَاثَةُ وَاَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَاَقَلُّ فَيُقَالُ لَهُ هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَكَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيُدْعٰى قَوْمُهُ فَيُقَالُ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيُقَالُ مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُهُ فَتُدْعٰى اُمَّةُ مُحَمَّدٍ فَيُقَالُ هَلْ بَلَّغَ هٰذَا فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيَقُوْلُ وَمَا عِلْمُكُمْ بِذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ اَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا بِذٰلِكَ اَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوْا فَصَدَّقْنَاهُ قَالَ فَذٰلِكُمْ قَوْلُهُ تَعَالٰى (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا)

◄► حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: (قیامت کے دن) ایک نبی آئے گا اس کے ساتھ دو آدمی ہوں گے۔ کوئی ایک نبی آئے گا اس کے ساتھ تین آدمی ہوں گے' یا اس سے زیادہ یا کم ہوں گے تو اس نبی سے دریافت کیا جائے کہ کیا تم نے اپنی قوم کو تبلیغ کر دی تھی۔ وہ جواب دے گا جی ہاں! تو اس کی قوم کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا اس نے تم لوگوں کی تبلیغ کر دی تھی وہ جواب دیں گے نہیں تو (نبی سے) دریافت کیا جائے گا تمہارے حق میں کون گواہی دے گا۔ وہ نبی جواب دیں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے کیا جائے گا کیا اس نبی نے تبلیغ کر دی تھی؟ وہ جواب دیں گے جی ہاں! اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا تمہیں اس بات کا کیسے پتہ چلا' وہ جواب دیں گے ہمیں ہمارے نبی نے اس بارے میں بتایا ہے کہ تمام رسولوں نے تبلیغ کر دی ہے اور ہم نے ان کی تصدیق کی۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں درمیانی اُمت بنایا ہے' تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تمہارے اوپر گواہ ہو"۔

4284- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ

4283: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6528' ورقم الحدیث: 6642' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 528' ورقم الحدیث: 529' ورقم الحدیث: 530' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2547

هِلَالِ بْنِ اَبِیْ مَیْمُوْنَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ رِفَاعَةَ الْجُهَنِیِّ قَالَ صَدَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ مَا مِنْ عَبْدٍ یُّؤْمِنُ ثُمَّ یُسَدِّدُ اِلَّا سُلِكَ بِهٖ فِی الْجَنَّةِ وَاَرْجُوْ اَلَّا یَدْخُلُوْهَا حَتّٰی تَبَوَّءُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ ذَرَارِیِّکُمْ مَسَاکِنَ فِی الْجَنَّةِ وَلَقَدْ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ یُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا بِغَیْرِ حِسَابٍ

حضرت رفاعہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ واپس آئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری (محمد) کی جان ہے جو بھی بندہ ایمان رکھتا ہو اور اس پر قائم رہے تو وہ اس کی وجہ سے جنت میں جائے گا اور مجھے امید ہے کہ دوسرے لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے جب تک تم لوگ اور تمہاری نیک اولاد جنت میں اپنی جگہوں پر نہیں پہنچ جاتے۔ میرے پروردگار نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ جنت میں میری امت میں سے ستر ہزار افراد کو کسی حساب کتاب کے بغیر داخل کرے گا۔

4285- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عَیَّاشٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِیَادٍ الْاَلْهَانِیُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ الْبَاهِلِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ سُبْحَانَهٗ اَنْ یُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا لَّا حِسَابَ عَلَیْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَّثَلَاثُ حَثَیَاتٍ مِّنْ حَثَیَاتِ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے آپ نے فرمایا: میرے پروردگار نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت کے ستر ہزار افراد کو جنت میں یوں داخل کرے گا کہ ان سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا اور انہیں کوئی سزا یا عذاب نہیں دیا جائے گا' ان میں سے ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار مزید ہوں گے اور (اس کے علاوہ) میرے پروردگار کے تین "لپ" ہوں گے۔

4286- حَدَّثَنَا عِیْسٰی بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ النَّحَّاسِ الرَّمْلِیُّ وَاَیُّوْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّیُّ قَالَا حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ بْنُ رَبِیْعَةَ عَنِ ابْنِ شَوْذَبٍ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نُکْمِلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ سَبْعِیْنَ اُمَّةً نَحْنُ اٰخِرُهَا وَخَیْرُهَا

بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن ہم ستر امتوں کو مکمل کرلیں گے۔ ہم ان میں سب سے آخر والے اور سب سے بہتر ہوں گے۔

4284۔ اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3339 'ورقم الحدیث: 7349' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 2959 'ورقم الحدیث 2960 'ورقم الحدیث 2961

4285۔ اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4286۔ اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2437

4287-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ خِدَاشٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّكُمْ وَفَّيْتُمْ سَبْعِيْنَ اُمَّةً اَنْتُمْ خَيْرُهَا وَاَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تم ستر امتوں (کی تعداد) کو پورا کردو گے۔ تم ان میں سے سب سے بہتر ہو گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے معزز ہو گے۔

4288-حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِسْحٰقَ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حَفْصٍ الْاَصْبَهَانِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ

سلیمان بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے 80 صفیں اس امت کی ہوں گی چالیس دیگر تمام امتوں کی ہوں گی۔

شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ کے جنتیوں کی تعداد دوسری امتوں کے مقابلہ میں دو تہائی زائد ہوگی لیکن پیچھے باب الشفاعت میں ایک روایت گزری ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ مجھے امید ہے تم (مسلمان) اہل جنت کی مجموعی تعداد کا نصف حصہ ہو گے۔ ان دونوں روایتوں میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی بارگاہ سے یہی امید قائم کی ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ اہل جنت کی مجموعی تعداد کا نصف حصہ ہوں ' مگر بعد میں حق تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امید کو اور بڑھا دیا ہو اور جنتیوں میں امت محمدیہ کی تعداد کو دو تہائی تک کرنے کی بشارت عطا فرمائی ہو اور یہ اضافہ وزیادتی یقیناً رب کریم کے اس خاص فضل وکرم کا آئینہ دار ہے جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ کا نصیب ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسری امتوں کے چالیس صفوں کے مقابلہ میں اہل اسلام کی اسی صفیں اس طرح کی ہوں گی کہ وہ صفوں کے اعتبار سے تو زیادہ ہونگی مگر اشخاص کی تعداد سے چالیس صفوں ہی کے برابر ہوں گی گویا اہل جنت میں جتنے لوگ دوسری امتوں کی چالیس صفوں میں ہوں گے اتنے ہی لوگ امت محمدیہ کی اسی صفوں میں ہوں گے لیکن یہ احتمال بس یوں ہی ہے صحیح توجیہہ وہی ہے جو پہلے بیان کی گئی۔

4289-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اِيَاسٍ الْجُرَيْرِيِّ

4287: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2927

4289: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2546

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ آخِرُ الْأُمَمِ وَأَوَّلُ مَنْ يُحَاسَبُ يُقَالُ أَيْنَ الْأُمَّةُ الْأُمِّيَّةُ وَنَبِيُّهَا فَنَحْنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہم ان امتوں میں سے سب سے آخر والے ہیں اور سب سے پہلے ہم سے حساب لیا جائے گا اور یہ کہا جائے گا: "امی" امت کہاں ہے؟ اس کے نبی کہاں ہیں؟ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا میں آنے کے اعتبار سے) ہم سب سے آخر والے ہیں اور (قیامت کے دن) سب سے پہلے ہوں گے۔

4290- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ أَبِي الْمُسَاوِرِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَمَعَ اللَّهُ الْخَلَائِقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُذِنَ لِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ فِي السُّجُودِ فَيَسْجُدُونَ لَهُ طَوِيلًا ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعُوا رُءُوسَكُمْ قَدْ جَعَلْنَا عِدَّتَكُمْ فِدَاءَكُمْ مِنَ النَّارِ

حضرت ابو بردہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو جمع کرے گا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو سجدے کی اجازت دی جائے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں طویل سجدہ کریں گے اور پھر فرمایا جائے گا اپنے سروں کو اٹھاؤ' ہم نے تمہاری تعداد کے حساب سے جہنم کو تمہارا فدیہ دیدیا ہے۔

4291- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ مَرْحُومَةٌ عَذَابُهَا بِأَيْدِيهَا فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دُفِعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَيُقَالُ هَذَا فِدَاؤُكَ مِنَ النَّارِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: یہ امت ہے' جس پر رحم کیا گیا ہے' اس کا عذاب اس کے سامنے ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر ایک مسلمان شخص کو مشرکین میں سے ایک شخص دیا جائے گا اور کہا جائے گا یہ جہنم کے لئے تمہارا فدیہ ہے۔

شرح: امت مسلمہ کیلئے جنتی دروازے کا بیان

حضرت سالم تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد محترم (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جنت کے جس دروازے سے میری امت کے لوگ داخل ہوں گے اس کی چوڑائی اس سوار کی تین مسافت کے بقدر ہوگی جو گھوڑے کو تیز دوڑانا خوب جانتا ہے پھر بھی وہ لوگ (یعنی میری امت کے جنتی) اس دروازے سے داخل ہوتے نہایت تنگی محسوس کریں گے یہاں تک کہ ان کے کاندھے ایک دوسرے سے رگڑ کھائیں گے یعنی باوجودیکہ وہ دروازہ اس قدر چوڑا ہوگا مگر جب اہل اسلام ہجوم در ہجوم اندر داخل ہوں گے تو وہ دروازہ بھی تنگ معلوم ہوگا اور وہ لوگ

4290 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4291 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ایک دوسرے کے کاندھے سے رگڑ کھاتے ہوئے بڑی دشواری کے ساتھ دروازہ پار کریں گے۔ "اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، جب میں نے حضرت محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس حدیث کے روای کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا اور فرمایا کہ خالد بن ابی بکر منکر روایتیں بیان کرتے ہیں۔

(مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 210)

اس سوار کی تین۔ مسافت کے بقدر "میں "تین "مراد سے یا تو تین راتوں کی مسافت ہے یا تین سال کی اور یہی (تین سال کی مسافت مراد لینا، زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس میں زیادہ مبالغہ ہے، پھر تین سال کے مسافت "سے بھی کثرت "مراد لینا پڑے گی تا کہ یہ روایت اس حدیث کے مخالف نہ پڑے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے ہر دروازے کے دونوں بازوں کا درمیانی فاصلہ چالیس سال کی مسافت کے بقدر ہے اور اگر "تین سال کو اس کے حقیقی مفہوم پر محمول کرتے ہوئے" کثرت "مراد نہ لی جائے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ ہوسکتا ہے کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اس دروازے کی چوڑائی کم بتائی گئی ہو جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سال کی مسافت کے فاصلہ سے تعبیر فرمایا اور پھر بعد میں اس کی زیادہ سے زیادہ چوڑائی کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا ہو، جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "چالیس سال کی مسافت "کے ذریعہ واضح فرمایا ایک بات یہ بھی کہی جاسکتی ہے کہ ان دونوں روایتوں کو جنت میں داخل ہونے والوں کے اعتبار سے مختلف چوڑائی معلوم ہوگی کہ جس دروازے کے ذریعہ کم لوگ داخل ہوں گے وہ بہت زیادہ چوڑا معلوم ہوگا اور جس دروازے سے بہت زیادہ تعداد میں لوگ داخل ہوں گے وہ بہت زیادہ چوڑا ہو جانے کے باوجود کم چوڑا معلوم ہوگا ترمذی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

اور مصابیح میں ہے کہ یہ "روایت ضعیف منکر ہے! نیز مصابیح کے شارح نے یہ وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو منکر اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ یہ حدیث ان صحیح احادیث کے خلاف ہے جو مذکورہ مضمون سے متعلق منقول ہیں پھر ترمذی نے اس حدیث کے ضعیف ہونے پر حضرت محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ یعنی امام بخاری سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا اور یہ اصول ہے کہ جب کوئی ایسا عالم حدیث امام فن جو حدیث کے تمام طرق واسناد کی کامل بصیرت اور پوری معلومات رکھتا ہو، یہ کہے کہ میں فلاں حدیث کی واقفیت نہیں رکھتا تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ وہ حدیث ضعیف ہے علاوہ ازیں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول کے مخلد ابن ابی بکر، منکر روایتیں بیان کرتے ہیں کے بارے میں سید جمال الدین نے کہا ہے کہ لفظ مخلد صاحب مشکوۃ کا سہو ہے اصل نام خالد ابن ابی بکر ہے کیونکہ ترمذی میں خالد ابن ابی بکر ہی منقول ہے اور اسماء رجال کی کتابوں میں بھی اسی طرح ہے۔

بَاب مَا يُرْجَى مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

یہ باب ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے جس رحمت کی امید ہوگی

4292-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَنْبَانَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ قَسَمَ مِنْهَا رَحْمَةً بَيْنَ جَمِيعِ الْخَلَائِقِ فَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلَى أَوْلَادِهَا وَأَخَّرَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں' ان میں سے ایک رحمت اس نے اپنی تمام مخلوق کے درمیان تقسیم کی ہے۔ اس کی وجہ سے یہ لوگ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں' اسی کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ اچھائی کا سلوک کرتے ہیں' اس کی وجہ سے وحشی جانور اپنی اولاد مہربانی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتوں کو سنبھال کر رکھا ہے' وہ ان کے ذریعے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔

4293- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَجَعَلَ فِي الْأَرْضِ مِنْهَا رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلَى وَلَدِهَا وَالْبَهَائِمُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ وَالطَّيْرُ وَأَخَّرَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَكْمَلَهَا اللَّهُ بِهَذِهِ الرَّحْمَةِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کیں ان میں سے ایک رحمت زمین میں رکھی اور اس کی وجہ سے ماں اپنی اولاد پر مہربانی کرتی ہے۔ جانور ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی کے ساتھ پیش آتے ہیں اور پرندے بھی اور اس نے ننانوے رحمتوں کو قیامت کے دن کے لیے سنبھال کر رکھا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کو مکمل کر دے گا۔

4294- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا خَلَقَ الْخَلْقَ كَتَبَ بِيَدِهِ عَلَى نَفْسِهِ إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو اس نے اپنے دست مبارک کے ذریعے اپنے لیے یہ لازم لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آجائے گی۔

4295- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ مَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عَلَى حِمَارٍ فَقَالَ يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ

4292: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4293: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6908

4294: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے۔ میں اس وقت گھوڑے پر سوار تھا۔ آپ نے دریافت کیا: اے معاذ! کیا تم جانتے ہو بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق کیا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق کیا ہے۔ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ بندے اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ جب وہ ایسا کرلیں تو وہ انہیں عذاب نہ دے۔

4296- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ اَعْيَنَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ يَحْيٰى الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ غَزَوَاتِهٖ فَمَرَّ بِقَوْمٍ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ فَقَالُوْا نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ وَامْرَاَةٌ تَحْصِبُ تَنُّوْرَهَا وَمَعَهَا ابْنٌ لَّهَا فَاِذَا ارْتَفَعَ وَهَجُ التَّنُّوْرِ تَنَحَّتْ بِهٖ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَرْحَمِ الرَّاحِمِيْنَ قَالَ بَلٰى قَالَتْ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَرْحَمَ بِعِبَادِهٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِهَا قَالَ بَلٰى قَالَتْ فَاِنَّ الْاُمَّ لَا تُلْقِيْ وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَاَكَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَيْهَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِيْ يَتَمَرَّدُ عَلَى اللّٰهِ وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک غزوے میں شریک تھے۔ آپ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے آپ نے دریافت کیا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم مسلمان ہیں۔ وہاں ایک عورت اپنے تندور کو دہکا رہی تھی۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ جب تندور کی آگ باہر آنے لگی تو وہ عورت وہاں سے ہٹی اور نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور اس نے عرض کی: آپ اللہ کے رسول ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کیا اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ رحم کرنے والا نہیں ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایسا ہی ہے۔ اس نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے زیادہ رحم نہیں کرتا؟ جو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ رونے لگے۔ پھر آپ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف اسی کو عذاب دے گا جو نافرمان ہو اور نافرمانی پر کمربستہ ہو جائے اور لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کردے۔

4297- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اِلَّا شَقِيٌّ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنِ الشَّقِيُّ قَالَ مَنْ لَّمْ يَعْمَلْ لِلّٰهِ بِطَاعَةٍ وَّلَمْ يَتْرُكْ لَهٗ مَعْصِيَةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جہنم میں صرف بدبخت شخص داخل ہوگا۔

4296: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4297: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عرض کی گئی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! بدبخت شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کرے اور اس کی نافرمانی کو ترک نہ کرے۔

4298- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَخُوْ حَزْمِ الْقُطَعِیِّ حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ اَوْ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ (هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ) فَقَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا اَهْلٌ اَنْ اُتَّقٰى فَلَا يُجْعَلُ مَعِیْ اِلٰهٌ اٰخَرُ فَمَنِ اتَّقٰى اَنْ يَّجْعَلَ مَعِیْ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَنَا اَهْلٌ اَنْ اَغْفِرَ لَهٗ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔

''وہ تقویٰ کا اہل ہے اور مغفرت کا اہل ہے''

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اس بات کا اہل ہوں کہ مجھ سے اس حوالے سے بچا جائے کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا جائے (کہ کسی کو میرے ساتھ معبود نہ بنایا جائے) تو جو شخص اس بات سے بچ گیا کہ اس نے کسی دوسرے کو میرے ساتھ معبود بنایا ہو تو میں اس بات کا اہل ہوں کہ میں اس کی مغفرت کردوں۔

4299- قَالَ اَبُو الْحَسَنِ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَاهُ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِیْ حَزْمٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَبُّكُمْ اَنَا اَهْلٌ اَنْ اُتَّقٰى فَلَا يُشْرَكَ بِیْ غَيْرِیْ وَاَنَا اَهْلٌ لِمَنِ اتَّقٰى اَنْ يُّشْرِكَ بِیْ اَنْ اَغْفِرَ لَهٗ

حضرت انس بیان کرتے ہیں' نبی اکرم نے اس آیت کے بارے میں فرمایا ہے:

''وہی تقویٰ کا اہل ہے اور مغفرت کا اہل ہے''۔

نبی اکرم نے فرمایا: تمہارا پروردگار فرماتا ہے۔ میں اس بات کا اہل ہوں کہ میرے حوالے سے (شرک) سے بچا جائے کسی دوسرے کو میرا شریک قرار نہ دیا جائے اور میں اس بات کا بھی اہل ہوں کہ جو کسی کو میرا شریک ٹھہرانے سے بچے میں اس کی مغفرت کردوں۔

4300- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِیْ عَامِرُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِیِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَاحُ بِرَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ فَيُنْشَرُ لَهٗ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ

4298: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4299 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3328

4300 اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 3639' ورقم الحدیث: 2640

عَزَّ وَجَلَّ هَلْ تُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ اَظَلَمَتْكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ ثُمَّ يَقُولُ اَلَكَ عَنْ ذٰلِكَ حَسَنَةٌ فَيُهَابُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ لَا فَيَقُولُ بَلٰى اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَاتٍ وَّاِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ لَهُ بِطَاقَةٌ فِيهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ قَالَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَيَقُولُ اِنَّكَ لَا تُظْلَمُ فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كِفَّةٍ وَّالْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى الْبِطَاقَةُ الرُّقْعَةُ وَاَهْلُ مِصْرَ يَقُولُونَ لِلرُّقْعَةِ بِطَاقَةً

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب لوگوں کی موجودگی میں میری امت کے ایک شخص کو بلایا جائے گا اس کے سامنے ننانوے دفتر کھول دیئے جائیں گے اور ہر دفتر حد نگاہ تک بڑا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم ان میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کرتے ہو۔ وہ جواب دے گا نہیں اے میرے پروردگار۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میرے لکھنے والے محافظوں نے تمہاری ساتھ کوئی زیادتی کی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا اس کے مقابلے میں تمہارے پاس کوئی نیکی بھی ہے؟ وہ جواب دے گا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں! تمہاری کچھ نیکیاں ہمارے پاس ہیں اور تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔ پھر اس کے لئے ایک تحریر نکالی جائے گی جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ لکھا ہوگا۔ وہ بندہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار ان دفتروں کے سامنے اس تحریر کی کیا حیثیت ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی پھر ان تمام دفتروں کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور اس ایک تحریر کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ دفتر ہلکے ہوں گے اور وہ تحریر بھاری ہوگی۔

محمد بن یحییٰ نامی راوی بیان کرتے ہیں' بطاقہ کا مطلب رقعہ یا تحریر ہے۔ اہل مصر رقعے کو بطاقہ کہتے ہیں۔

بَاب ذِكْرِ الْحَوْضِ

یہ باب حوض کے تذکرہ میں ہے

حوض کوثر کے معنی مفہوم کا بیان

حوض کے معنی: لغت میں "حوض کے معنی ہیں "پانی جمع ہونا اور بہنا۔ اسی لئے جو گندا خون عورتوں کو ہر مہینہ آتا ہے۔ "حیض" کہلاتا ہے اور یہ لفظ بھی "حوض "ہی سے مشتق ہے یہاں حوض سے وہ "حوض "(نہر) مراد ہے جو قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہوگا اور جس کی صفات وخصوصیات اس باب میں نقل ہونے والی احادیث سے معلوم ہوں۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو حوض ہوں گے۔ ایک حوض تو میدان محشر میں پل صراط سے پہلے عطا ہوگا اور دوسرا حوض جنت میں ہوگا اور دونوں کا نام کوثر ہوگا۔

واضح رہے کہ عربی میں " کوثر "کے معنی ہیں خیر کثیر یعنی بیشمار بھلائیاں اور نعمتیں! پھر زیادہ صحیح یہ ہے کہ میدان حشر میں جو حوض عطا ہوگا وہ "میزان "کے مرحلہ سے پہلے ہی ہوگا پس لوگ اپنی قبروں سے پیاس کی حالت میں نکلیں گے اور پہلے حوض پر

آئیں گے۔ اس کے بعد میزان (یعنی اعمال کے تولے جانے) کا مرحلہ پیش آئے گا۔ اسی طرح میدان حشر میں ہر پیغمبر کا اپنا حوض ہوگا جس پر اس کی امت آئے گی چنانچہ اس وقت تمام پیغمبر آپس میں فخر کا اظہار کریں گے کہ دیکھیں کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میرے حوض پر آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔

4301- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا عَطِيَّةُ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِىْ حَوْضًا مَا بَيْنَ الْكَعْبَةِ وَبَيْتِ الْمَقْدِسِ اَبْيَضَ مِثْلَ اللَّبَنِ اٰنِيَتُهٗ عَدَدُ النُّجُوْمِ وَاِنِّىْ لَاَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میرا حوض اتنا بڑا ہے جتنا بیت المقدس اور خانہ کعبہ کے درمیان فاصلہ ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ اس کے برتن ستاروں کی تعداد میں ہیں اور قیامت کے دن تمام انبیاء میں سے سب سے زیادہ پیروکار میرے ہوں گے۔

4302- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ اَبِىْ مَالِكٍ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ حَوْضِىْ لَاَبْعَدُ مِنْ اَيْلَةَ اِلٰى عَدَنَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَاٰنِيَتُهٗ اَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَلَهُوَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنِّىْ لَاَذُوْدُ عَنْهُ الرِّجَالَ كَمَا يَذُوْدُ الرَّجُلُ الْاِبِلَ الْغَرِيْبَةَ عَنْ حَوْضِهٖ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنَا قَالَ نَعَمْ تَرِدُوْنَ عَلَىَّ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ لَيْسَتْ لِاَحَدٍ غَيْرِكُمْ

◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میرا حوض اس سے زیادہ بڑا ہے جتنا ایلہ اور عدن کے درمیان فاصلہ ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں اور وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں اس سے کچھ لوگوں کو یوں پرے ہٹاؤں گا جیسے کوئی شخص اجنبی اونٹ کو اپنے حوض پر سے ہٹاتا ہے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ ہمیں پہچان لیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تم لوگ وضو کے اثرات کی وجہ سے چمکدار پیشانیوں کے ہمراہ آؤ گے یہ علامت تمہارے علاوہ کسی اور میں نہیں ہوگی۔

4303- حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِىُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ حَدَّثَنِىْ الْعَبَّاسُ بْنُ سَالِمٍ الدِّمَشْقِىُّ نُبِّئْتُ عَنْ اَبِىْ سَلَّامٍ الْحَبَشِىِّ قَالَ بَعَثَ اِلَىَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَاَتَيْتُهٗ عَلٰى بَرِيْدٍ

4301: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4302: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 582

4303: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2442

فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَيْهِ قَالَ لَقَدْ شَقَقْنَا عَلَيْكَ يَا اَبَا سَلَّامٍ فِي مَرْكَبِكَ قَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُ الْمَشَقَّةَ عَلَيْكَ وَلٰكِنْ حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تُحَدِّثُ بِهٖ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَوْضِ فَاَحْبَبْتُ اَنْ تُشَافِهَنِيْ بِهٖ قَالَ فَقُلْتُ حَدَّثَنِيْ ثَوْبَانُ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ حَوْضِيْ مَا بَيْنَ عَدَنَ اِلٰى اَيْلَةَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ اَكَاوِيْبُهٗ كَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً لَّمْ يَظْمَاْ بَعْدَهَا اَبَدًا وَّاَوَّلُ مَنْ يَّرِدُهٗ عَلَىَّ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ الدُّنْسُ ثِيَابًا وَّالشُّعْثُ رُءُ وْسًا الَّذِيْنَ لَا يَنْكِحُوْنَ الْمُنَعَّمَاتِ وَلَا يُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ قَالَ فَبَكٰى عُمَرُ حَتّٰى اخْضَلَّتْ لِحْيَتُهٗ ثُمَّ قَالَ لٰكِنِّيْ قَدْ نَكَحْتُ الْمُنَعَّمَاتِ وَفُتِحَتْ لِيَ السُّدَدُ لَا جَرَمَ اَنِّيْ لَا اَغْسِلُ ثَوْبِيَ الَّذِيْ عَلٰى جَسَدِيْ حَتّٰى يَتَّسِخَ وَلَا اَدْهُنُ رَاْسِيْ حَتّٰى يَشْعَثَ

◆◆ ابوسلام حبشی بیان کرتے ہیں' حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا۔ میں ڈاک والی سواری پر سوار ہو کر ان کے پاس آیا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا: اے ابوسلام ہم نے آپ کو سواری کے حوالے سے کافی تکلیف دی۔ ابوسلام نے جواب دیا: جی ہاں! اللہ کی قسم! اے امیر المومنین (ایسا ہی ہے) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہمارا مقصد آپ کو مشقت کا شکار کرنا نہیں تھا۔ ہمیں پتہ چلا ہے کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک حدیث بیان کرتے ہیں' حوض کوثر کے بارے میں۔ اس لیے میری یہ خواہش تھی کہ میں آپ سے براہ راست خود وہ حدیث سن لیتا۔ ابوسلام بیان کرتے ہیں' حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میرا حوض اتنا بڑا ہے جتنا ایلہ سے لے کر عدن تک کا فاصلہ ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہے جو اس میں سے ایک مرتبہ پی لے گا وہ اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا اور اس حوض پر میرے پاس سب سے پہلے غریب مہاجرین آئیں گے جن کے کپڑے پرانے ہوں گے اور بال بکھرے ہوئے ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو کسی صاحب حیثیت عورت کے ساتھ شادی نہیں کر سکتے اور ان کے لئے بند دروازے نہیں کھولے جاتے۔

راوی بیان کرتے ہیں' حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ رو پڑے یہاں تک کہ ان کی داڑھی گیلی ہو گئی۔ پھر انہوں نے فرمایا: میں نے تو صاحب حیثیت عورتوں سے شادی بھی کی ہے اور میرے لیے بند دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ میں اپنے کپڑوں کو اس وقت تک نہ دھوؤں جب تک یہ میلے نہ ہو جائیں اور میں اپنے سر کو اس وقت تک تیل نہ لگاؤں جب تک یہ غبار آلود نہ ہو جائیں۔

4304- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ نَاحِيَتَيْ حَوْضِيْ كَمَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَالْمَدِيْنَةِ اَوْ كَمَا بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَعُمَانَ

4304: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 5954

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میرے حوض کے دو کناروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا صنعاء اور مدینہ کے درمیان ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جتنا مدینہ اور عمان کے درمیان ہے۔

4305- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَى فِيهِ أَبَارِيقُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ كَعَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس (حوض) میں سونے اور چاندی کے پیالے ہیں جو آسمان کے ستاروں کی تعداد جتنے ہیں۔

4306- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَسَلَّمَ عَلَى الْمَقْبَرَةِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى بِكُمْ لَاحِقُونَ ثُمَّ قَالَ لَوَدِدْنَا أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانِي الَّذِينَ يَأْتُونَ مِنْ بَعْدِي وَأَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ مِنْ أُمَّتِكَ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَمْ يَكُنْ يَعْرِفُهَا قَالُوا بَلَى قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ قَالَ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ ثُمَّ قَالَ لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ فَأُنَادِيهِمْ أَلَا هَلُمُّوا فَيُقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ وَلَمْ يَزَالُوا يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ فَأَقُولُ أَلَا سُحْقًا سُحْقًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' آپ قبرستان تشریف لائے' آپ نے ارشاد فرمایا:

''تم پر سلام ہو اے مومنوں کی قوم! کے علاقے میں رہنے والو! اگر اللہ نے چاہا تو ہم تم سے آملیں گے''۔

پھر آپ نے یہ فرمایا: ہماری یہ خواہش تھی کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے اصحاب ہو۔ میرے بھائی وہ لوگ ہیں' جو میرے بعد آئیں گے۔ میں تم لوگوں کا حوض پر پیش رو ہوں گا۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اسے کیسے پہچانیں گے جو آپ کی اُمت کا شخص بعد میں آئے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے۔ اگر کسی شخص کا سفید پیشانی والا گھوڑا ہو' تو کیا وہ سیاہ مشکی گھوڑوں کے درمیان اسے نہیں پہچانے گا۔ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! (پہچان لے گا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جب قیامت کے دن آئیں گے تو وضو کے اثرات کی وجہ سے ان کی پیشانیاں روشن ہوں گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: میرے حوض سے کچھ لوگوں کو یوں پرے کیا جائے گا جیسے گمشدہ اونٹ کو پرے کیا جاتا ہے' میں

4305: اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 5955

4306: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

انہیں بلند آواز میں کہوں گا انہیں آنے دو! تو کہا جائے گا ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں تبدیلی کر لی تھی اور پھر یہ ایڑھیوں کے بل مڑ گئے تھے اور ایسے ہی رہے (یعنی انہوں نے دوسرا دین اختیار کر لیا) تو میں کہوں گا انہیں دور کر دو۔ انہیں دور کر دو۔

بَاب ذِكْرِ الشَّفَاعَةِ

یہ باب شفاعت کے بیان میں ہے

شفاعت کے معنی ومفہوم کا بیان

شفاعت کے معنی "شفاعت کا مطلب ہے گناہوں کی معافی کی سفارش کرنا!" چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن بارگاہ رب العزت میں گنہگار اور مجرم بندوں کے گناہوں اور جرموں کے معاف کیے جانے کی درخواست پیش کریں گے اس لئے عام طور پر "شفاعت" کا لفظ اسی مفہوم کے لئے استعمال ہوتا! ویسے "شفاعت" کا لفظ شفع سے نکلا ہے جس کے اصل معنی جوڑا (جفت) کرنے، کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ ملانے کے ہیں وتر (بمعنی طاق) کے مقابلہ پر شفع (بمعنی جفت) کا لفظ آتا ہے وہ اس معنی کے اعتبار سے ہے۔ اسی طرح زمین یا مکان میں ہمسائیگی کی وجہ سے جو حق خرید حاصل ہوتا ہے اس کو بھی "شفعہ" اسی معنی کی مناسبت سے کہا جاتا ہے۔ پس "شفاعت" میں بھی یہ معنی اس اعتبار سے موجود ہیں کہ شفاعت کرنے والا جرم وگناہ کرنے والے کی معافی کی درخواست پیش کر کے گویا خود کو اس مجرم وگناہ گار) کے ساتھ ملاتا ہے۔

شفاعت کی دو قسمیں جن لوگوں نے اس دنیا میں کبیرہ اور صغیرہ گناہ کیئے ہونگے ان کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا قبول ہونا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ واضح رہے کہ شفاعت کی مختلف نوعیتیں ہوں گی۔ اور وہ تمام نوعیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے ثابت ہیں چنانچہ ان میں سے بعض تو ایسی ہیں جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے مخصوص ہوں گی اور بعض ایسی ہیں جن میں دوسروں کے ساتھ مشارکت ہوگی لیکن شفاعت کا دروازہ چونکہ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کھولیں گے اس لئے حقیقت میں تمام شفاعتیں لوٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف منسوب ہوں گی اور علی الاطلاق تمام شفاعتوں کے والی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ شفاعت کی سب سے پہلی قسم "شفاعت عظمی" ہے اور یہ وہ شفاعت ہے جو تمام مخلوق کے حق میں ہوگی۔ اور یہ شفاعت کرنے کا شرف صرف ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا۔ انبیاء کرام صلوۃ اللہ علیہم اجمعین میں سے بھی کسی کو اس شفاعت کی مجال وجرأت نہیں ہوگی اور اس شفاعت عظمی "سے مراد ہے تمام میدان حشر کے لوگوں کو راحت دینے، وقوف کی طوالت وشدت کو ختم کرنے، حساب کتاب اور پروردگار کے آخری فیصلے کو ظاہر کرنے اور تمام لوگوں کو محشر کی ہولناکیوں، شدتوں اور سختیوں سے چھٹکارا دینے کی سفارش کرنا اس کی تفصیل احادیث سے معلوم ہوگی ! شفاعت کی دوسری قسم وہ ہے جس کے ذریعہ ایک طبقہ کو حساب کتاب کے بغیر جنت میں پہنچانا مقصود ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے اس شفاعت کا ثبوت بھی منقول ہے بلکہ بعض حضرات کے نزدیک یہ شفاعت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔

4310-حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ

امام جعفر صادق اپنے والد (امام باقر) کے حوالے سے حضرت جابر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی۔

4311-حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَدْرٍ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ خَيْثَمَةَ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُيِّرْتُ بَيْنَ الشَّفَاعَةِ وَبَيْنَ اَنْ يَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ لِاَنَّهَا اَعَمُّ وَاَكْفٰى اَتُرَوْنَهَا لِلْمُتَّقِيْنَ لَا وَلٰكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِيْنَ الْخَطَّائِيْنَ الْمُتَلَوِّثِيْنَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے شفاعت اور اس بات کے درمیان اختیار دیا گیا کہ میری امت کی نصف تعداد جنت میں داخل ہو جائے تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا کیونکہ یہ زیادہ عام ہے اور زیادہ کفایت کرنے والی ہے تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ پرہیزگاروں کے لئے ہوگی نہیں! بلکہ یہ گناہگاروں کے لئے خطا کرنے والوں کے لئے (گناہوں میں) ملوث ہو جانے والوں کے لئے ہوگی۔

4312-حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلْهَمُوْنَ اَوْ يَهُمُّوْنَ شَكَّ سَعِيْدٌ فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ تَشَفَّعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَاَرَاحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اٰدَمُ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ يُرِحْنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ وَيَشْكُوْ اِلَيْهِمْ ذَنْبَهُ الَّذِيْ اَصَابَ فَيَسْتَحْيِيْ مِنْ ذٰلِكَ وَلٰكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا فَاِنَّهٗ اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُؤَالَهٗ رَبَّهٗ مَا لَيْسَ لَهٗ بِهٖ عِلْمٌ وَّيَسْتَحْيِيْ مِنْ ذٰلِكَ وَلٰكِنِ ائْتُوْا خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ اِبْرَاهِيْمَ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللّٰهُ وَاَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَهُ النَّفْسَ بِغَيْرِ النَّفْسِ وَلٰكِنِ ائْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ وَكَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوْحَهٗ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ فَيَاْتُوْنِيْ فَاَنْطَلِقُ قَالَ فَذَكَرَ هٰذَا الْحَرْفَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ فَاَمْشِيْ بَيْنَ السِّمَاطَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ ثُمَّ عَادَ اِلٰى حَدِيْثِ اَنَسٍ قَالَ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ

4310 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2436

4311 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4312 اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 4476 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 477 ورقم الحدیث: 775

لَمْ يُؤْذَنُ لِي فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعْ يَا مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ الثَّانِيَةَ فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ لِي ارْفَعْ مُحَمَّدُ قُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ الثَّالِثَةَ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ قُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ قَالَ يَقُولُ قَتَادَةُ عَلَى أَثَرِ هَذَا الْحَدِيثِ وَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيرَةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن تمام اہل ایمان اکٹھے ہوں گے۔ پھر وہ ارادہ کریں گے اور وہ یہ کہیں گے اگر کوئی ہمارے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرے اور ہمیں اس جگہ سے راحت پہنچائے (تو مناسب ہوگا) پھر وہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو تمام لوگوں کے جد امجد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ذریعے آپ کو پیدا کیا ہے۔ فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہمارے لیے شفاعت کریں تاکہ وہ ہمیں اس جگہ سے نجات عطا فرمائے تو وہ جواب دیں گے میں یہ نہیں کرسکتا۔ وہ ان کے سامنے تذکرہ کریں گے۔ وہ شکایت کریں گے اپنے اس گناہ کی جو صادر ہوا تھا۔ انہیں اس کی وجہ سے حیا آئے گی (وہ فرمائیں گے) تم لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث کیا۔ وہ ان کے پاس آئیں گے تو وہ جواب دیں گے میں یہ نہیں کرسکتا۔ پھر وہ اپنے پروردگار سے اپنے اس سوال کا تذکرہ کریں گے' جس کے بارے میں انہیں علم نہیں تھا۔ انہیں اس وجہ سے حیا آئے گی (وہ فرمائیں گے) تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو پروردگار کے خلیل ہیں لوگ ان کے پاس آئیں گے۔ وہ جواب دیں گے میں یہ نہیں کرسکتا تم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ ایسے بندے ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا انہیں تورات عطا کی۔ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ جواب دیں گے۔ میں یہ نہیں کرسکتا وہ اپنے ایک شخص کو قتل کرنے کا تذکرہ کریں گے (اور وہ فرمائیں گے) تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے بندے اس کے رسول اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ جواب دیں گے۔ میں یہ نہیں کرسکتا تم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گزشتہ اور آئندہ ذنب کی مغفرت کردی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: لوگ میرے پاس آئیں گے میں چل پڑوں گا۔

یہاں پر حسن نامی راوی نے یہ بات نقل کی ہے کہ میں اہل ایمان کی دو قطاروں کے درمیان چلتا ہوا آؤں گا۔

اس کے بعد تمام راویوں کا اتفاق ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

میں اپنے پروردگار سے اجازت مانگوں گا۔ مجھے اجازت ملے گی۔ جب میں اس کی زیارت کروں گا تو میں سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کو جتنا منظور ہو گا وہ مجھے اتنی دیر سجدے میں رہنے دے گا اور فرمائے گا (کہا جائے گا) اے محمد! اپنے سر کو اٹھاؤ بولو سنا جائے گا' مانگو دیا جائیگا۔ شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ میں اس کی حمد ان الفاظ میں بیان کروں گا جو اس وقت مجھے تعلیم دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت میں داخل کر دے گا۔

پھر میں واپس آؤں گا جب میں اس کی زیارت کروں گا تو سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کو جتنا منظور ہو گا وہ اتنی دیر مجھے سجدے میں رہنے دے گا پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد! اٹھو بولو سنا جائے گا' مانگو دیا جائے گا۔ شفاعت کرو قبول کی جائے گی تو میں اس حمد کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کروں گا جو وہ اس وقت مجھے تعلیم کرے گا۔ پھر وہ فرمائے گا تم شفاعت کرو! تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت میں داخل کر دے گا۔

جب میں تیسری مرتبہ آؤں گا تو جیسا پہلے ہوا ہے ویسا ہی پھر ہو گا۔

چوتھی بار میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار! اب صرف وہی لوگ باقی رہ گئے ہیں جنہیں قرآن نے روک لیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں' قتادہ نامی راوی اس حدیث کے بعد یہ بیان کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جہنم میں سے ہر وہ شخص نکل جائے گا جو لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہو جس کے دل میں "جو" کے وزن جتنی نیکی ہو گی اور جہنم سے ہر وہ شخص نکل جائے گا جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو اور جس کے دل میں گندم کے دانے کے وزن جتنی بھلائی ہو اور جہنم سے ہر وہ شخص نکل جائے گا جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو اور جس کے دل میں ذرے (چیونٹی) کے وزن جتنی بھلائی ہو۔

4313- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلَّاقِ بْنِ اَبِي مُسْلِمٍ عَنْ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن تین طرح کے لوگ شفاعت کریں گے انبیاء پھر علماء پھر شہداء۔

4314- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ

4313: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4314: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3612

حضرت طفیل بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب قیامت کا دن ہوگا تو میں تمام انبیاء کا امام اور خطیب ہوں گا۔ صاحب شفاعت ہوں گا۔ میں یہ بات فخر کے بغیر کہہ رہا ہوں۔

4315- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَخْرُجَنَّ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِي يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّينَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' میری شفاعت کی وجہ سے کچھ لوگوں کو جہنم سے نکالا جائے گا اور ان کا نام "جہنمی" رکھا جائے گا۔

4316- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْجَدْعَاءِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَكْثَرُ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ سِوَاكَ قَالَ سِوَايَ قُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا سَمِعْتُهُ

حضرت عبداللہ بن ابوجدعاء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' میری امت کے ایک فرد کی شفاعت کی وجہ سے بنو تمیم قبیلے کے افراد سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا وہ آپ کے علاوہ اور کوئی شخص ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے علاوہ ہوگا۔

راوی کہتے ہیں میں نے (حضرت عبداللہ) سے دریافت کیا' کیا آپ نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے۔

4317- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُونَ مَا خَيَّرَنِي رَبِّي اللَّيْلَةَ قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ خَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يَدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنَا مِنْ أَهْلِهَا قَالَ هِيَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کیا تم لوگ یہ بات جانتے ہو۔ گزشتہ رات میرے پروردگار نے مجھے کیا اختیار دیا ہے۔ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے مجھے یہ اختیار دیا ہے کہ میری امت کا نصف حصہ جنت میں داخل ہو جائے (اس کے) اور شفاعت

4315: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6566' اخرجہ ابوداؤد فی "السنن" رقم الحدیث: 4740' اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث 2600

4316: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2438

4317: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

کے درمیان اختیار دیا تو میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا ہے۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے وہ ہمیں بھی اس کے اہل میں شامل کر لے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ ہر مسلمان کے لئے ہوگی۔

بَاب صِفَةِ النَّارِ

یہ باب جہنم کے تذکرہ کے بیان میں ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن (یعنی قیامت کے دن) دوزخ کو (اس جگہ سے کہ جہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے) لایا جائے گا اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے متعین ہوں گے جو اس کو کھینچے ہوئے لائیں گے۔ (رواہ مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 231)

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن دوزخ کو لاکھوں فرشتے اس کی جگہ سے کھینچ کر محشر والوں کے سامنے لائیں گے اور ایسی جگہ رکھ دیں گے کہ وہ اہل محشر اور جنت کے درمیان حائل ہو جائے گی اور جنت تک جانے کے لئے اس پل صراط کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہوگا جو دوزخ کی پیٹھ پر رکھا ہوگا دوزخ جو ستر ہزار باگیں ہوں گی ان کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ جب لائی جائے گی تو اہل دوزخ پر اپنی غضب ناکی کا اظہار کر رہی ہوگی اور چاہے گی سب وہ نگل لے اور ہڑپ کر جائے پس نگہبان فرشتے اس کو انہیں باگوں کے ذریعہ روکیں گے اگر اس کی باگیں چھوڑ دی جائیں اور اس کو حملہ آور ہونے سے باز نہ رکھا جائے تو وہ مومن اور کافر سب کو چٹ کر جائے۔

4318- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ وَيَعْلٰى قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ نُفَيْعٍ اَبِىْ دَاؤُدَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ نَارَكُمْ هٰذِهٖ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِّنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَلَوْلَا اَنَّهَا اُطْفِئَتْ بِالْمَآءِ مَرَّتَيْنِ مَا انْتَفَعْتُمْ بِهَا وَاِنَّهَا لَتَدْعُو اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ لَّا يُعِيْدَهَا فِيْهَا

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تمہاری یہ آگ' جہنم کی آگ کا 70 واں حصہ ہے اور اگر اس کو پانی کے ذریعے دو مرتبہ بجھایا نہ گیا ہوتا تو تم اس کے ذریعے کبھی نفع حاصل نہ کر سکتے تھے۔ اب یہ بھی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتی ہے: اسے اب دوبارہ جہنم میں نہ ڈالا جائے۔

شرح

دنیا کی آگ کا دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی آگ جو درجہ حرارت رکھتی ہے دوزخ کی آگ اس سے ستر درجہ حرارت زیادہ گرم ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ ستر کے عدد سے مراد دنیا کی آگ کا مقابلہ پر دوزخ کی آگ کی گرمی کی شدت و زیادتی کو بیان کرنا ہو نہ کہ یہ خاص عدد ہی مراد ہے گویا اصل مفہوم یہ ہوگا کہ دوزخ کی آگ تمہاری دنیا کی آگ کے مقابلہ پر بہت زیادہ درجہ حرارت رکھتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوال کیا گیا، اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ گویا از راہ تاکید اس

4318: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

جملہ کی تکرار تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں فرمایا تھا اور اس سے جواب کا حاصل یہ نکلا کہ بیشک کسی کو جلانے کے لئے یہ دنیا کی آگ ہی بہت ہے کہ اگر تم کسی انسان کو عذاب میں مبتلا کرنے کے لئے اس آگ میں ڈال دو تو وہ جل کر کوئلہ ہو جائے گا مگر دوزخ کی آگ جس عذاب الٰہی کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اس کا تقاضا ہے کہ اس کی حرارت وگرمی اس دنیا کی آگ کی حرارت وگرمی سے بہت زیادہ ہوتا کہ اللہ کا عذاب دنیا والوں کے عذاب سے ممتاز رہے اور دوزخ کی اس آگ میں جلنے والوں کو معلوم ہو کہ ان کے اللہ کا عذاب اتنا شدید اور اتنا سخت ہے کہ اگر دنیا میں کوئی شخص انہیں وہاں کی آگ میں جلاتا تو وہ عذاب اس عذاب الٰہی کے مقابلے پر ہیچ ہوتا حاصل یہ کہ دوزخ کی آگ دراصل عذاب الٰہی ہے جیسا کہ اس کا اضاف عذاب میں ذکر ہوتا ہے اس لئے اس کو دنیا کی بہ نسبت کہیں زیادہ درجہ حرارت رکھنا ہی چاہیے۔

4319-حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ اَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا فَجَعَلَ لَهَا نَفَسَيْنِ نَفَسٌ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٌ فِي الصَّيْفِ فَشِدَّةُ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْبَرْدِ مِنْ زَمْهَرِيْرِهَا وَشِدَّةُ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ مِنْ سَمُوْمِهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جہنم نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں شکایت کی اور عرض کیا اے میرے پروردگار! میرا ایک حصہ دوسرے کو کھا جاتا ہے تو پروردگار نے اس کو دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سانس گرمی کے موسم میں ہوتی ہے اور ایک سانس سردی کے موسم میں ہوتی ہے یہ جو تمہیں شدید گرمی لگتی ہے یہ اس کی تپش کی وجہ سے ہے۔

4320-حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُوْقِدَتِ النَّارُ اَلْفَ سَنَةٍ فَابْيَضَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَتْ اَلْفَ سَنَةٍ فَاحْمَرَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَتْ اَلْفَ سَنَةٍ فَاسْوَدَّتْ فَهِيَ سَوْدَاءُ كَاللَّيْلِ الْمُظْلِمِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' آگ کو ایک ہزار سال تک دہکایا گیا تو وہ سفید ہوگئی۔ پھر اسے ایک ہزار سال تک جلایا گیا تو وہ سرخ ہوگئی پھر اسے ایک ہزار سال تک جلایا گیا تو وہ سیاہ ہوگئی۔ اب وہ کالی رات کی مانند سیاہ ہے۔

شرح

یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی۔ "یہ آگ کا خاصہ ہے کہ جب وہ دیر تک جلتی رہتی ہے اور خوب صاف وتیز ہو جاتی ہے تو بالکل

4319: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4320: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2591

سفید معلوم ہونے لگتی ہے، پہلے اس میں جو سرخی ہوتی ہے وہ دھویں کی آمیزش کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بہرحال یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ دوزخ وجود میں آچکی ہے جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا مسلک ہے۔ اس کے برخلاف معتزلہ کا مسلک یہی ہے کہ دوزخ ابھی تیار نہیں ہوئی ہے اور وجود میں نہیں ہے۔ اہل سنت وجماعت کی بڑی دلیل قرآن کی اس آیت (اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ، آل عمران: 131) میں اعدت کا لفظ ہے جو ماضی کے صیغہ کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔

4321-حَدَّثَنَا الْخَلِيلُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنَ الْكُفَّارِ فَيَقَالُ اغْمِسُوهُ فِي النَّارِ غَمْسَةً فَيُغْمَسُ فِيهَا ثُمَّ يُقَالُ لَهُ أَيْ فُلَانُ هَلْ أَصَابَكَ نَعِيمٌ قَطُّ فَيَقُولُ لَا مَا أَصَابَنِي نَعِيمٌ قَطُّ وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ الْمُؤْمِنِينَ ضُرًّا وَبَلَاءً فَيُقَالُ اغْمِسُوهُ غَمْسَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُغْمَسُ فِيهَا غَمْسَةً فَيُقَالُ لَهُ أَيْ فُلَانُ هَلْ أَصَابَكَ ضُرٌّ قَطُّ أَوْ بَلَاءٌ فَيَقُولُ مَا أَصَابَنِي قَطُّ ضُرٌّ وَلَا بَلَاءٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن کفار سے تعلق رکھنے والے سب سے زیادہ نعمتوں کے مالک شخص کو بلایا جائے گا اس کے بارے میں حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں ڈبکی لگا کر لاؤ۔ پھر اسے جہنم میں ڈبکی لگائی جائے گی پھر اس سے دریافت کیا جائے گا۔ اے فلاں کیا تمہیں کبھی کوئی نعمت نصیب ہوئی۔ وہ جواب دے گا نہیں' مجھے کبھی کوئی نعمت نہیں ملی۔ پھر اہل ایمان سے تعلق رکھنے والے سب سے زیادہ مصائب زدہ شخص کو بلا کر لایا جائے گا اور اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا کہ اس کو جنت کا ایک چکر لگوا کر لاؤ۔ اس کو جنت کا چکر لگوایا جائے گا تو اس سے دریافت کیا جائے گا اے فلاں! تمہیں کبھی کوئی تکلیف لاحق ہوئی یا آزمائش آئی تو وہ جواب دے گا مجھے کبھی کوئی تکلیف یا آزمائش لاحق نہیں ہوئی۔

4322-حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْكَافِرَ لَيَعْظُمُ حَتَّى إِنَّ ضِرْسَهُ لَأَعْظَمُ مِنْ أُحُدٍ وَفَضِيلَةُ جَسَدِهِ عَلَى ضِرْسِهِ كَفَضِيلَةِ جَسَدِ أَحَدِكُمْ عَلَى ضِرْسِهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' کافر اتنا بڑا ہو جائے گا کہ اس کی داڑھ "احد" پہاڑ سے بڑی ہوگی اور اس کا جسم اس کی داڑھ سے اتنا ہی بڑا ہوگا جتنا کسی بھی شخص کا جسم اس کی داڑھ سے بڑا ہوتا ہے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر دوزخی کی کھال بیالیس ہاتھ موٹی ہوگی، اس کے دانت احد پہاڑ کے برابر ہوں گے اور دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہوگی "

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 240)

4321: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4322: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

ایک روایت میں بیالیس ہاتھ کی وضاحت کے لئے بذرع الجبار کے الفاظ بھی منقول ہیں یعنی ہاتھ بھی کونسا، ایک لمبے چوڑے شخص کا ہاتھ اوپر کی حدیث میں کافر دوزخی کے بیٹھنے جگہ مدینہ اور ربذہ کے درمیانی فاصلہ کے برابر بیان فرمائی گئی ہے جب کہ اس حدیث میں مکہ اور مدینہ کے درمیانی فاصلہ کا ذکر ہے؟ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ مقدار کا یہ فرق واختلاف دراصل کافر دوزخی کو دیئے جانے والے عذاب میں فرق واختلاف کی بنیاد پر ہے کہ جو کافر سخت ترین عذاب کا مستوجب ہوگا اس کی جسامت بھی اسی اعتبار سے لمبی چوڑی ہوگی اور اسی لحاظ سے بیٹھنے کی جگہ بھی زیادہ لمبی چوڑی ہوگی اور جو کافر نسبتاً ہلکے عذاب کا مستوجب ہوگا اس کی جسامت نسبتاً کم لمبی چوڑی ہوگی اور اسی لہٰذا سے اس کے بیٹھنے کی جگہ بھی کم لمبی چوڑی ہوگی اسی پر کھال وغیرہ کی مقدار اختلاف کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

4323- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِیْمِ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ قَیْسٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ اَبِیْ بُرْدَةَ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَدَخَلَ عَلَیْنَا الْحَارِثُ بْنُ اُقَیْشٍ فَحَدَّثَنَا الْحَارِثُ لَیْلَتَئِذٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ اَكْثَرُ مِنْ مُّضَرَ وَاِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّعْظُمُ لِلنَّارِ حَتّٰى یَكُوْنَ اَحَدَ زَوَایَاهَا

◄◄ عبداللہ بن قیس بیان کرتے ہیں' میں حضرت ابوبردہ کے پاس ایک رات موجود تھا۔ حضرت حارث بن قیس ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضرت حارث نے ہمیں اسی رات یہ حدیث سنائی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کی شفاعت کے ذریعے مضر قبیلے کے افراد سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور میری امت میں کچھ لوگ اتنے بڑے ہوں گے کہ "احد" پہاڑ ان کے دانتوں جتنا ہوگا۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں کافر کے جسم کو اس قدر موٹا اور فربہ بنا دیا جائے گا کہ اس کے دونوں مونڈھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رو سوار کی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ دوزخ میں کافر کا دانت احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور اس کے جسم کی کھال تین دن کی مسافت کے برابر موٹی ہوگی۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 237)

اس حدیث میں اہل دوزخ کے جسم کے پھیلاؤ اور مٹاپے کا ذکر ہے جب کہ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ قیامت کے دن متکبرین کو میدان حشر میں اس حالت میں لایا جائے گا کہ ان کے جسم تو چیونٹیوں کے برابر ہوں گے اور ان کی صورتیں مردوں کی ہوں گی اور پھر انہیں ہانک کر قید خانہ میں لایا جائے گا۔

پس ان دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ متکبرین سے مراد مؤمن گناہ گار ہیں جب کہ مذکورہ بالا حدیث میں کفار کا ذکر کیا گیا ہے لیکن زیادہ درست یہ کہنا ہے کہ ان کو میدان حشر میں چیونٹیوں ہی کے جسم میں لایا جائے گا جہاں وہ لوگوں کے تلووں تلے خوب

4323: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

روندے جائیں گے اس کے بعد پھران کے بدن اپنی اصلی حالت میں آ جائیں گے اور دوزخ میں ڈالے جائیں گے، دوزخ میں ان کے بدن دوبارہ غیر معمولی ساخت کے ہو جائیں گے اوران کا مٹاپا اور پھیلاؤ اتنا بڑھ جائے گا جس کا ذکر حدیث میں کیا گیا ہے نیز ان کے بدن کو اس قدر موٹا اور فربہ اس لئے کیا جائے گا تا کہ انہیں زیادہ سے زیادہ عذاب ہو سکے۔

4324- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْسَلُ الْبُكَاءُ عَلٰى اَهْلِ النَّارِ فَيَبْكُوْنَ حَتّٰى يَنْقَطِعَ الدُّمُوْعُ ثُمَّ يَبْكُوْنَ الدَّمَ حَتّٰى يَصِيْرَ فِيْ وُجُوْهِهِمْ كَهَيْئَةِ الْاُخْدُوْدِ لَوْ اُرْسِلَتْ فِيْهَا السُّفُنُ لَجَرَتْ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: رونے کو اہل جہنم پر بھیجا جائے گا۔ وہ روئیں گے یہاں تک کہ ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے۔ پھر وہ خون کے آنسو روئیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے چہروں میں اس طرح گڑھے پڑ جائیں گے کہ اگر ان میں کشتیوں کو ڈالا جائے تو وہ بھی چلنے لگ پڑیں گی۔

4325- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ) وَلَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّوْمِ قَطَرَتْ فِي الْاَرْضِ لَاَفْسَدَتْ عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا مَعِيْشَتَهُمْ فَكَيْفَ بِمَنْ لَيْسَ لَهٗ طَعَامٌ غَيْرُهٗ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے یوں ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور جب مرو تو مسلمان ہونے کی حالت میں مرنا''۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) زقوم (جو جہنمیوں کی مخصوص خوراک ہے) اگر اس کا ایک قطرہ زمین پر ٹپکا دیا جائے تو اہل دنیا کی زندگی خراب ہو جائے تو اس شخص کا کیا عالم ہوگا جس کی خوراک یہی ہوگی۔

شرح

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کے احاطہ کے لئے چار دیواریں ہوں گی جن میں سے ہر دیوار کی چوڑائی چالیس برس کی مسافت کے برابر ہوگی۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں کے زخموں سے جو زرد پانی بہے گا (یعنی خراب خون اور پیپ) اگر اس کا ڈول بھر کر دنیا میں انڈیل دیا جائے تو یقیناً تمام دنیا والے سڑ جائیں۔ " (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت (یٰ اَیُّھَا الَّذِیْنَ

4324: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4325: اخرجہ الترمذی فی ''الجامع'' رقم الحدیث: 2585

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ،آل عمران:102) تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا اگر (دوزخ کے) زقوم یعنی تھوہر کے درخت کا ایک قطرہ بھی اس دنیا کے گھر میں ٹپک پڑے تو یقیناً دنیا والوں کے بسامان زندگی کو تہس نہس کر دے پھر (سوچو) اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی زقوم ہوگی۔اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(مشکوۃ شریف:جلد پنجم:حدیث نمبر 246)

حق تقاتہ (جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے) کا مطلب یہ ہے، واجبات کو بجالانا اور سیأات سے پرہیز کرنا۔حضرت ابن مسعود نے ان الفاظ کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ۔ھو ان یطاع فلا یعصی ویشکر فلا یکفر ویذکر فلا ینسی ۔ وہ (اللہ سے ڈرنے کا حق) یہ ہے کہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے اور کسی حال میں اس کی نافرمانی نہ کی جائے اور اس کا شکرادا کیا جائے اور کسی بھی حال میں کفران نعمت نہ کیا جائے، اس کو یاد کیا جائے اور کسی بھی حال میں اس کو بھلا نہ جائے۔حاکم نے یہ تفسیر ووضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔

اسی طرح ابن مردویہ اور ابن حاتم نے بھی اور محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، بہرحال اگر یہ الفاظ حق تقاتہ کمال تقوی کو بیان کرنے کے لئے ہیں (یعنی یہ کہا جائے کہ "حق تقاتہ "سے مراد کمال تقوی ہے) تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں ہوگا اور اگر ان الفاظ کو اصل تقوی کی تعبیر قرار دیا جائے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ یہ آیت قرآن ہی کی اس دوسری آیت (فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ،التغابن: 16) کے ذریعہ منسوخ ہے کیونکہ اصل تقوی یعنی حق تعالیٰ سے اس کے مرتبہ کے لائق حیثیت بھلا کون بشر اختیار کر سکتا ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کرنے کے بعد جو مضمون ارشاد فرمایا وہ اس آیت کے ساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے؟اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل تقوی، عذاب دوزخ سے سلامت ومحفوظ رکھنے کا سبب ہے اور تقوی اختیار نہ کرنا گویہ عذاب دوزخ میں گرفتار ہونا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مناسبت سے دوزخ کے بعض عذاب کا ذکر کرنا مناسب سمجھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخیوں میں سے اس شخص سے جو سب سے ہلکے عذاب میں ہوگا فرمائے گا کہ اگر تیرے پاس روئے زمین کی چیزوں میں سے کوئی ایسی چیز ہوتی جس کا بدلہ میں دے سکتا اور اس کے عوض دوزخ کا عذاب سے خواہ وہ کتنا ہی ہلکا ہو چھٹکارا پا سکتا، تو کیا تو ایسا کرتا وہ دوزخی کہے گا کہ ہاں میں دنیا کی حاصل شدہ بڑی سے بڑی چیز بدلہ میں دے کر دوزخ کے عذاب سے چھٹکارا پانا چاہوں گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ بدنصیب انسان میں نے تو اسی وقت جب تو آدم کی پشت میں تھا، اس (بدلہ میں کوئی چیز دینے) سے بھی آسان وسہل چیز تیرے لئے طے کر دی تھی اور وہ یہ کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، مگر تو اس سے مکر گیا اور میرے احکام کی کوئی پابندی نہیں کی یہاں تک کہ بتوں وغیرہ کی پرستش وتعظیم کے ذریعہ میرا شریک ٹھہرا کر رہا، پس اب میں اس عذاب دوزخ کے بدلہ میں کوئی چیز قبول نہیں کروں گا خواہ تو دنیا کی تمام چیزیں ہی کیوں نہ لے آئے۔

(بخاری ومسلم،مشکوۃ شریف۔جلد پنجم۔حدیث نمبر 235)

لفظی ترجمہ کے اعتبار سے اس جگہ اردت منک الخ کے معنی یہ ہوں گے کہ میں نے تجھ سے اس سے بھی آسان و سہل چیز چاہی تھی "اور مظہر نے لکھا ہے کہ یہاں "ارادہ" کا لفظ امر کے معنی میں ہے (یعنی چاہنے سے مراد حکم دینا ہے) نیز ارادہ اور امر میں فرق یہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے سب اسی کے ارادے و مشیت سے ہوتا ہے جب کہ امر کا اطلاق کبھی اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو اس کے ارادہ و مشیت کے خلاف ہو۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ یہ کہتے ہیں کہ زیادہ درست یہ ہے کہ یہاں "ارادہ" کو میثاق یعنی عہد لینے پر محمول کیا جائے جس کا ذکر قرآن کریم میں یوں فرمایا گیا ہے واذ اخذ ربک من بنی ادم من ظہورہم ذریتہم الخ اور اس کا قرینہ خود حدیث قدسی کے یہ الفاظ وانت فی صلب ادم ہیں (مکرنے) کو عہد توڑنے "محمول کیا جائے۔

اہل دوزخ کی بھوک کا بیان

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں پر بھوک اس طرح مسلط کر دی جائے گی کہ اس بھوک کی اذیت اس عذاب کے برابر ہو گی جس میں وہ دوزخی پہلے سے گرفتار ہوں گے چنانچہ وہ بھوک کی اذیت سے بے تاب ہو کر فریاد کریں گے اور ان کی فریاد رسی ضریع کے کھانے کے ذریعہ کی جائے گی جو نہ فربہ کرے گی نہ بھوک کو دفع کرے گا پھر وہ پہلے کھانے کو لاحاصل دیکھ کر دوسری مرتبہ فریاد کریں گے اور اس مرتبہ ان کی فریاد رسی گلے میں پھنسی جانے والے کھانے کے ذریعہ کی جائے گی اس وقت ان کو یہ یاد آئے گا کہ جب (دنیا میں) کھاتے وقت ان کے گلے میں پھنس جاتی تھی تو اس کو وہ کسی پینے والی چیز سے نیچے اتارتے تھے چنانچہ وہ اپنے گلے میں پھنسے ہوئے کھانے کو اتارنے کے لئے کسی پینے والی چیز کی التجاء کریں گے تب ان کو تیز گرم پانی دیا جائے گا جس کو زنبوروں کے ذریعہ پکڑ کر اٹھایا جائے گا یعنی جن برتنوں میں وہ تیز گرم پانی ہو گا وہ زنبوروں کے ذریعہ پکڑ کر اٹھائے جائیں گے اور اٹھانے والے یا تو فرشتے ہوں گے یا براہ راست دست قدرت ان کو اٹھا کر دوزخیوں کے منہ کو لگائے گا اور جب گرم پانی کے وہ برتن ان کے مونہوں تک پہنچے گے تو ان کے چہروں (کے گوشت) کو بھون ڈالیں گے اور جب ان برتنوں کے اندر کی چیز (جو ان کو پینے کے لئے دی جائے گی جیسے پیپ پیلا پانی وغیرہ) ان کے پیٹ میں داخل ہو گی تو پیٹ کے اندر کی چیزوں (یعنی آنتوں وغیرہ) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی پس اس صورت حال سے بیتاب ہو کر "وہ دوزخی (جہنم پر) متعین فرشتوں سے کہیں گے اے دوزخ کے سنتریو! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ کم سے کم ایک ہی دن کے لئے ہمارے اوپر مسلط اس عذاب کو ہلکا کر دے دوزخ کے سنتری جواب دیں گے کہ (اب ہم سے دعا کے لئے کہتے ہو) کیا اللہ کے رسول خدائی معجزے اور واضح دلیلیں لے کر تمہارے پاس نہیں آئے تھے (اور تم سے یہ نہ کہتے تھے کہ کفر و سرکشی کی راہ چھوڑ کر اللہ کے اطاعت و فرمانبرداری کا راستہ اختیار کر لو تا کہ کل آخرت میں دوزخ کے سخت عذاب سے محفوظ رہ سکو؟) وہ کہیں گے کہ بے شک اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے تھے اور ان کی تعلیمات ہم تک پہنچی تھی، لیکن وائے افسوس ہم گمراہی میں پڑے رہے اور ایمان و سلامتی کی راہ اختیار نہ کر سکے دوزخ کے سنتری کہیں گے کہ پھر تو تم خود ہی دعا کرو اور اپنا معاملہ سمجھو ہم تو تمہاری شفاعت کرنے سے رہے اور کافروں کی دعا زبان کاری دبے فائدگی کے علاوہ کچھ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخی جب جہنم کے سنتریوں سے دعا و شفاعت کرنے میں

ناکام ہو جائیں گے اور انہیں سخت مایوسی کا منہ دیکھنا پڑے گا تو وہ یقین کر لیں گے کہ ہمیں عذاب الٰہی سے نجات ملنے والی نہیں ہے پھر کیوں نہ موت ہی مانگی جائے چنانچہ وہ آپس میں کہیں گے کہ مالک یعنی داروغہ جنت سے مدد کی درخواست کرو! اور پھر وہ التجاء کریں گے کہ اے مالک اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ ہمیں موت دے دے تاکہ ہمیں آرام مل جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں کی التجاء سن کر مالک خود اپنی طرف سے یا پروردگار کی طرف جواب دے گا کہ اس دوزخ سے نجات یا موت کا خیال چھوڑ دو تمہیں ہمیشہ ہمیشہ یہیں اور اسی عذاب میں گرفتار رہنا ہے "حضرت اعمش (جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں) کہتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام نے (بطریق مرفوع یا موقوف) مجھ سے بیان کیا کہ مالک سے ان دوزخیوں کی التجاء اور مالک کی طرف سے ان کو جواب دینے کے درمیان ایک ہزار برس کا وقفہ ہوگا یعنی وہ دوزخی مالک سے التجاء کرنے کے بعد ایک ہزار سال تک جواب کا انتظار کرتے رہیں گے اور اس دوران بھی اس عذاب میں مبتلا رہیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ دوزخی (آپس میں) کہیں گے کہ اب ہمیں براہ راست اپنے پروردگار ہی سے نجات کی التجا کرنی چاہئے کیونکہ وہی قادر مطلق رحیم وکریم اور غفار ہے) ہمارے حق میں بھلائی وبہتری کرنے والا اس پروردگار سے بہتر اور کوئی نہیں چنانچہ وہ التجا کریں گے کہ ہمارے پروردگار ہماری بدبختی نے ہمیں گھیر لیا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم (توحید کے راستہ سے) بھٹک گئے تھے اے پروردگار ہمیں دوزخ (اور یہاں کے عذاب) سے رہائی عطا فرما دے اگر ہم اس کے بعد بھی کفر وشرک کی طرف جائیں تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا دور رہو کم بختو کتوں کی طرح ذلیل وخوار رہو) ایسے دوزخ میں پڑے رہو اور رہائی اور نجات کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرو تمہاری گلوخلاصی ہرگز نہیں ہو سکتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر کار وہ دوزخی ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور تب وہ حسرت اور نالہ وفریاد کرنے لگیں گیں حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن جو اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ اس حدیث کو مرفوع قرار نہیں دیا جاتا لیکن ترمذی نے اس حدیث کو مرفوع نقل کیا ہے جیسا کہ روایت کی ابتداء سے معلوم ہوتا ہے۔(مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 249)

اس بھوک کی اذیت اس عذاب کے برابر ہوگی۔ الخ۔ کا مطلب یہ ہے کہ ان پر جو بھوک مسلط کی جائے گی اس کی دردنا کی دوزخ کے اور تمام عذاب کی دردنا کیوں کے برابر ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بھوک کی آگ دوزخ کی مانند ہے۔ اور ان کی فریادرسی ضریع کے کھانے کے ذریعہ کی جائے گی۔ جب وہ دوزخی بھوک سے بیتاب ہو کر کچھ کھانے کو مانگیں گے تو ان کو کھانے کے لئے ضریع دیا جائے گا واضح رہے کہ ضریع ایک خاردار جھاڑ کو کہتے ہیں جو حجاز میں ہوتا ہے، یہ ایک ایسی زہریلی اور کڑوی گھاس ہوتی ہے جس کے پاس کوئی جانور بھی نہیں پھٹکتا اور اگر کوئی جانور اس کو کھا لیتا ہے تو مرجاتا ہے۔ بہرحال یہاں حدیث میں ضریع سے مراد آگ کے کانٹے ہیں جو ایلوے سے زیادہ کڑوے مردار سے زیادہ بدبودار اور آگ سے زیادہ بدبودار ہوں گے۔ فربہ کرے گا اور نہ بھوک دفع کرے گا۔ یہ دراصل قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ (لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ، الغاشیۃ: 6-7) (اور) ان (دوزخیوں) کو ایک خاردار جھاڑ کے سوا اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا جو نہ تو کھانے والوں کو فربہ کرے گا اور نہ ان کی بھوک کو دفع کرے گا۔ گلے میں پھنس جانے کے ذریعہ فریادرسی " کا مطلب یہ ہے کہ دوسری مرتبہ

ان کو کھانے کے لئے ہڈی یا آگ کے کانٹے وغیرہ کی طرح کی ایسی چیزیں دی جائیں گی۔ جو گلے میں جا کر پھنس جائیں گی کہ نہ حلق سے نیچے اتر سکیں گی اور نہ باہر آسکیں گی پس حدیث کے اس جملہ میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ (اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ، وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ، المزمل:12-13) "حقیقت یہ ہے کہ (کفر وشرک کرنے والوں کے لئے) ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور (دوزخ کی) بھڑکتی آگ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا ہے اور دردناک عذاب ہے۔ حدیث کے یہ الفاظ وما دعا الکافرین الا فی ضلال۔ (اور کافروں کی دعا زیاں کاری و بے قاعدگی کے علاوہ کچھ نہیں) بھی دراصل قرآن ہی کے الفاظ ہیں اور ان کی دعا کو زیاں کاری سے تعبیر اس لئے کیا گیا ہے کہ اس وقت ان کے حق میں کوئی بھی دعا وشفقت کارگر نہیں ہوگی، خواہ وہ خود دعا کریں اور گڑگڑائیں یا کسی اور سے دعا وشفاعت کرائیں لیکن اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ کافر ومشرک کی دعا اس دنیا میں بھی قبول نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن وحدیث کے ان الفاظ سے بعض حضرات نے نتیجہ اخذ کیا ہے، حقیقت حال تو یہ ہے کہ اس دنیا میں شیطان تک کی درخواست جو اس نے اپنی عمر کی درازی کے لئے کی تھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ہے پھر کافر کی دعا قبول کیوں نہیں ہو سکتی، بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرے۔ غلبت علینا شقوتنا (ہماری بدبختی نے ہمیں گھیر لیا) میں شقوۃ شینؔ کے زبر اور قاف کے جزم کے ساتھ ہے اور یہ لفظ شقاوۃ (شین کے زبر کے ساتھ) بھی پڑھا گیا ہے، دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی "بدبختی "جو سعادت "(نیک بختی) کی ضد ہے مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ہماری تقدیر کہ جس میں ہمارا خاتمہ بد لکھ دیا گیا، پوری ہو کر رہی اور ہم خود اپنی بدبختی کا شکار ہو گئے۔

اگر ہم اس کے بعد بھی کفر وشرک کی طرف جائیں۔ الخ۔ کافر دوزخیوں کا یہ کہنا بھی مکر وکذب پر مبنی ہوگا جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه وانهم لكذبون ۔ اور اگر یہ لوگ پھر (دنیا میں) واپس بھی بھیج دیئے جائیں تب بھی یہ وہی کام کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ یاخذون فی الزفیر والحسرة والویل (حسرت ونالہ وفریاد کرنے لگیں گے) میں لفظ زفیر کے اصل معنی ہیں۔

گدھے کا سانس اندر لے جانا جیسا کہ شہیق کے معنی گدھے کا سانس باہر نکالنا یا یہ کہ جب گدھا رینگنا شروع کرتا ہے تو پہلے اس کی آواز باریک اور چھوٹی نکلتی ہے جس کو زفیر " کہا جاتا ہے اور آخر میں اس کی آواز تیز اور بڑی ہو جاتی ہے کہ اس کو شہیق سے تعبیر کیا جاتا ہے، حدیث کے ان الفاظ میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ لهم فيها زفير وشهيق ۔ 'دوزخ میں گدھے کی چھوٹی اور بڑی آواز کی طرح ان دوزخیوں کی چیخ وپکار پڑی رہے گی۔ "بہر حال حدیث کے اس آخری جزء کا مطلب یہ ہے کہ دوزخی جب بارگاہ الٰہی کا جواب سن لیں گے تو وہ بالکل مایوس وناامید ہو جائیں گے کہ داروغہ دوزخ کے سنتریوں کو پکارنا کچھ سودمند نہ ہو داروغہ دوزخ سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے موت ہی دلوادے اس کا بھی فائدہ نہ ہوا آخر میں بارگاہ الٰہی میں روئے گڑگڑائے وہاں بھی کوئی بات قبول نہیں ہوئی، اب کہاں جائیں، کس کے سامنے فریاد کریں۔ ایسے میں وہ بے معنی آوازوں اور بے ہنگم صداؤں میں نالہ وفریاد اور چیخ وپکار کرنے لگیں گے جیسا کہ مایوسی کے عالم میں ہوتا ہے۔

روایت کے آخر میں ان الفاظ "اس حدیث کو مرفوع قرار نہیں دیا جاتا۔ " کا مطلب یہ ہے کہ بعض محدثین کے نزدیک

حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی نہیں ہے بلکہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا بیان ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حدیث بہرصورت مرفوع حدیث یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادگرامی ہی کے حکم میں ہے کیونکہ اس کے احوال، دوزخیوں کی گفتگو اور دوزخ کے عذاب وغیرہ سے متعلق جو بھی مضمون کوئی بھی صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر اپنی طرف سے بیان کرہی نہیں سکتا۔

4326- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَأْكُلُ النَّارُ ابْنَ آدَمَ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جہنم ابن آدم کو کھالے گی۔ صرف وہ سجدوں کے نشان کو نہیں کھائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لئے یہ بات حرام قرار دی ہے کہ وہ سجدوں کے نشان کو کھائے۔

4327- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِالْمَوْتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُوقَفُ عَلَى الصِّرَاطِ فَيُقَالُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَطَّلِعُونَ خَائِفِينَ وَجِلِينَ أَنْ يُخْرَجُوا مِنْ مَكَانِهِمِ الَّذِي هُمْ فِيهِ ثُمَّ يُقَالُ يَا أَهْلَ النَّارِ فَيَطَّلِعُونَ مُسْتَبْشِرِينَ فَرِحِينَ أَنْ يُخْرَجُوا مِنْ مَكَانِهِمِ الَّذِي هُمْ فِيهِ فَيُقَالُ هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا قَالُوا نَعَمْ هَذَا الْمَوْتُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهِ فَيُذْبَحُ عَلَى الصِّرَاطِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْفَرِيقَيْنِ كِلَاهُمَا خُلُودٌ فِيمَا تَجِدُونَ لَا مَوْتَ فِيهَا أَبَدًا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن موت کو لایا جائے گا۔ اسے پل صراط پر ٹھہرا دیا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا۔ اے اہل جنت! وہ جھانک کر دیکھیں گے اور خوفزدہ ہوں گے کہ کہیں انہیں ان کی جگہ سے نکال نہ دیا جائے جہاں وہ ہیں پھر کہا جائے گا اے اہل جہنم! وہ جھانک کر دیکھیں گے اس خوشی کے ساتھ کہ شاید انہیں ان کی جگہ سے نکال دیا جائے جہاں وہ ہیں تو کہا جائے گا کیا تم لوگ اس کو جانتے ہو۔ وہ کہیں گے جی ہاں! یہ موت ہے تو حکم ہوگا اور اسے پل صراط پر ذبح کر دیا جائے گا پھر دونوں فریقوں سے کہا جائے گا تم دونوں اب ہمیشہ وہاں رہو گے جہاں تم ہو۔ تمہیں اس میں اب کبھی موت نہیں آئے گی۔

بَاب صِفَةِ الْجَنَّةِ

یہ باب جنت کی صفت میں ہے

صراح میں لکھا ہے کہ "جنت" کے معنی ہیں باغ بہشت "جنت" اصل میں "ڈھانپنے" کے معنی میں آتا ہے۔ اس

4326: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4327 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

مناسبت سے پہلے اس لفظ کا اطلاق سایہ دار درختوں پر ہوتا تھا جو اپنے نیچے کی چیز کو گویا اپنے سائے میں چھپائے اور ڈھانپے رہتے ہیں، پھر اس لفظ کو "باغ" کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا جو سایہ دار درختوں کا مجموعہ ہوتا ہے اور پھر آخر میں یہ لفظ ثواب وانعام ملنے کی جگہ یعنی بہشت" کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا، چنانچہ بہشت کو "جنت" اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہاں گھنے درخت اور باغات ہیں جو ہر چیز کو اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہیں۔

جنت کی تخلیق کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی سے۔ "پھر ہم نے پوچھا کہ جنت کس چیز سے بنی ہے یعنی اس کی عمارت پتھر یا اینٹ کی ہے یا مٹی اور یا لکڑی وغیرہ کی؟ فرمایا: "جنت کی (تعمیر اینٹوں کی ہے اور اینٹیں بھی اس طرح کی ہیں کہ) ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی، اس کا گارا (یا وہ مصالح جس سے اینٹیں جوڑی جاتی ہیں، تیز خوشبودار خالص مشک کا ہے، اس کی کنکریاں (رنگ اور چمک دمک میں) موتی اور یاقوت کی طرح ہیں اور اس کی مٹی زعفران (کی طرح زرد اور خوشبودار ہے، جو شخص اس (جنت میں) داخل ہوگا، عیش وعشرت میں رہے گا کبھی کوئی رنج وفکر نہیں دیکھے گا، ہمیشہ زندہ رہے گا مرے گا نہیں، نہ اس کا لباس پرانا اور بوسیدہ ہوگا اور نہ اس کی جوانی فنا ہوگی۔ (احمد، ترمذی، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر ۱۹۶)

شارحین نے حدیث کے پہلے جزء (یعنی یہ سوال کہ مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب کہ" پانی سے "کے ضمن میں لکھا ہے کہ حکماء کا اس بارے میں اختلاف رائے ہے کہ اجسام میں سے جو چیز سب سے پہلا عالم وجود میں آئی ہے وہ کیا ہے؟ اکثر کا کہنا یہ ہے کہ سب سے پہلے پانی کا جوہر وجود میں آیا، پھر اس جوہر کو کثیف منجمد کر کے زمین پیدا کی گئی اور اسی جوہر کو رقیق ولطیف کر کے آگ ہوا کو پیدا کیا گیا اور آگ کے دھویں سے آسمان وجود میں آیا۔

یہ بات توریت میں آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جوہر پیدا کیا اور پھر اس پر ہیبت وجلال کی نظر ڈالی تو اس کے اجزاء پگھل کر پانی بن گئے، اس پانی سے ایک بخار بلند ہوا اور دھوئیں کی طرح اوپر کو جا کر پھیل گیا جس سے آسمان وجود میں آیا، پھر پانی کے اوپر جھاگ ظاہر ہوا اور اس سے زمین پیدا ہوئی، اس کے بعد پہاڑ پیدا کر کے ان کو زمین کا لنگر بنایا گیا (یعنی پہلے زمین کو قرار نہیں تھا ہلتی ڈولتی تھی پھر پہاڑوں کے ذریعہ ان کو ساکن ومنجمد کیا گیا۔

بعض شارحین نے یہ لکھا ہے کہ حدیث میں' پانی "سے مراد نطفہ (منی) ہے اگر اس مراد کو صحیح مانا جائے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ "مخلوق' سے مراد "حیوانات "ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وجعلنا من الماء کل شیء حی یعنی ہم نے ہر حیوان کو (خواہ انسان ہو یا غیر انسان) پانی سے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح ایک موقع پر یوں فرمایا گیا ہے واللہ خلق کل دابۃ من ماء یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا فرمایا ہے رہی یہ بات کہ نطفہ مادہ " تخلیق " کو "پانی "سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے تو اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے، پہلی بات یہ ہے کہ وہ مادہ تخلیق پانی ہی کی صورت میں ہوتا ہے دوسرے یہ کہ ہر مخلوق (حیوانات) کی بہت بڑی ضرورت پانی ہی ہے اور ہر حیوان (خواہ انسان ہو یا غیر انسان) سب سے زیادہ فائدہ پانی ہی سے حاصل کرتا ہے۔

4328- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِىَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَمِنْ بَلْهَ مَا قَدْ اَطْلَعَكُمُ اللّٰهُ عَلَيْهِ اقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِىَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) قَالَ وَكَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يَقْرَؤُهَا مِنْ قُرَّاتِ اَعْيُنٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیز تیار کی ہے' جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے اس کے بارے میں سنا نہیں اور کسی انسان کے ذہن میں اس کا خیال بھی نہیں آیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں اس بارے میں مطلع کیا ہے اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ سکتے ہو۔

''کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا پوشیدہ رکھا گیا ہے جو جزاء ہوگی اس چیز کی جو وہ عمل کرتے تھے''۔

راوی بیان کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے۔''قُرَّاتِ اَعْيُنٍ''

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو کوئی نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے اس کے اعمال کی جزاء میں کس نعمت کو چھپا کر رکھا گیا ہے تو کیا کوئی مومن کسی فاسق کی مثل ہوسکتا ہے! وہ برابر نہیں ہیں (السجدۃ:۱۸۔۱۷)

اہل جنت کا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا درجہ

اس آیت کے موافق یہ حدیثیں ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ان نعمتوں کو تیار کر رکھا ہے جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے بلکہ یہ ان نعمتوں کے علاوہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مطلع نہیں فرمایا ہے پھر آپ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا: **فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین** (السجدہ ۱۷)

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۲۵۔۲۸۲۴ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۲۸ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۷۸۰)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے رب سے سوال کیا کہ جنت والوں کا سب سے کم درجہ کون سا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جو اس وقت آئے گا جب تمام جنتی جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے اس سے کہا جائے گا تم جنت میں داخل ہو جاؤ وہ کہے گا اے میرے رب! میں کیسے جنت میں جاؤں! سب لوگوں نے جنت کے گھروں پر قبضہ کر لیا ہے اور انہوں نے جنت کی چیزیں لے لی ہیں اس سے کہا جائے گا کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہیں دنیا کے

4328 اخرجہ البخاری فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 4779 'اخرجہ مسلم فی ''الصحیح'' رقم الحدیث: 7065

بادشاہوں کے ملکوں میں سے کسی ملک کی مثل مل جائے وہ کہے گا: میں راضی ہوں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہیں وہ ملک بھی مل جائے اور اس جیسی تین امثال اور مل جائیں گی پھر جب پانچ امثال کا کہا جائے گا تو وہ کہے گا اے میرے رب! میں راضی ہوں! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہیں وہ ملک بھی مل جائے گا اور اس جیسی دس امثال اور مل جائیں گی اور تم کو وہ چیز بھی مل جائے گی جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا اور جس چیز سے تمہاری آنکھوں کو لذت ملے گی وہ کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوں! حضرت موسیٰ نے پوچھا اے میرے رب! پھر جنت میں سب سے بلند درجہ کون سا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کو میں نے پسند کرلیا اور ان کی عزت اور کرامت میں نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اور میں نے ان کی کرامت پر مہر لگادی ہے ان کی کرامت کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا ہے اور اس کا مصداق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے **فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین** (السجدہ:۱۷)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا اور سب آخر میں جنت میں داخل کیا جائے گا ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا کہا جائے گا اس کے اوپر اس کے گناہ صغیرہ پیش کرو اور اس کے گناہ کبیرہ اس سے اٹھالو پھر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں دن یہ کام کیا تھا اور فلاں دن یہ کام کیا تھا وہ کہے گا ہاں اور وہ ان گناہوں کا انکار نہیں کر سکے گا اور وہ اس سے خوف زدہ ہوگا کہ ابھی اس کے بڑے بڑے گناہ بھی پیش کیے جائیں گے پھر اس سے کہا جائے گا تیرے ہر گناہ کے بدلہ میں ایک نیکی ہے وہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے کئی کام اور بھی کیے تھے جن کو میں یہاں نہیں دیکھ رہا! (یعنی بڑے بڑے گناہ) پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۹۰ سنن الترمذی رقم الحدیث:۲۵۹۶)

نہ کسی آنکھ نے الخ کے بارے میں بھی یہ احتمال ہے کہ اس چیز (یعنی جنت) کے مظاہر شکل وصورت آوازیں اور خاطر داریاں مراد ہوں، مطلب یہ کہ وہاں جو اعلیٰ مناظر ہوں گے اور وہاں جو نظر افروز شکلیں اور صورتیں دکھائی دیں گی ان جیسے مناظر اور جیسی شکلیں اور صورتیں اس دنیا میں نہ دیکھی گئی ہیں اور نہ کبھی دیکھیں جاسکتی ہیں، اسی طرح وہاں کی آوازوں میں جو مٹھاس، نغمگی اور دلکشی ہوگی، ایسی میٹھی، نغمہ ریز اور دلکش آوازیں اس دنیا میں آج تک نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کبھی سنی جاسکتی ہیں اور ایسے ہی وہاں جو خاطر ومدارت ہوں گی، جو نعمتیں اور لذتیں حاصل ہوں گی، ان کا تصور بھی اس دنیا میں آج تک کسی انسان کے دل میں نہیں آیا ہوگا اور نہ کبھی اس کا کوئی تصور کیا جاسکتا ہے۔ آیت میں جس چیز کو آنکھ کی ٹھنڈک سے تعبیر کیا گیا ہے اس سے فرحت وشادمانی، چین وراحت اور مقصود مراد پانا ہے! واضح رہے کہ (آنکھ کی ٹھنڈک) میں لفظ قرۃ دراصل قر سے نکلا ہے جس کے معنی ثبات وقرار کے ہیں۔ چنانچہ آنکھ جب اپنی محبوب چیز کو دیکھتی ہے تو قرار پاجاتی ہے اور اس طرح مطمئن ہو جاتی ہے کہ کسی اور طرف مائل نہیں ہوتی اس کے برخلاف جب آنکھ کسی غیر پسندیدہ اور ناگوار چیز کو دیکھتی ہے اور اس کی محبوب شی سامنے نہیں ہوتی تو وہ پریشان اور کھوئی سی رہتی ہے اور کسی ایک سمت قرار پانے کے بجائے ادھر ادھر بھٹکنا شروع کر دیتی ہے ایسے ہی فرحت وسرور اور راحت واطمینان کی

ت میں آنکھوں کو عجیب طرح کا کیف وسکون اور آرام ملتا ہے جب کہ خوف وغم کی حالت میں وہ متحرک ومضطرب ہوجاتی ہیں۔ یا
یہ کہ قرۃ کے لفظ "قر" سے مشتق ہے جس کے معنی "ٹھنڈک اور خشکی" کے ہیں اس صورت میں کہا جائے گا کہ آنکھ کی
ٹھنڈک کی مراد وہ مخصوص لذت وکیف ہے جو محبوب اور پسندیدہ چیز کو دیکھ کر اور اپنا مقصود ومطلوب پاکر آنکھ محسوس کرتی ہے، اس کے
برخلاف آنکھ جب کسی غیر پسندیدہ اور ناگوار چیز اور دشمن کو دیکھتی ہے اور مطلوب ومقصود کے انتظار میں ہوتی ہے تو گویا اس وقت وہ
ایک طرح جلن اور سوزش محسوس کرتی ہے! اسی مناسبت سے "پیاری اولاد" کو قرۃ العین یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک کہا جاتا ہے! نیز
ایک حدیث میں جو یوں آیا ہے کہ جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز رکھی گئی
ہے) تو اس میں بھی لفظ قرۃ کے دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔

4329- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَشِبْرٌ فِى الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْاَرْضِ وَمَا عَلَيْهَا الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

●● حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جنت میں ایک بالشت جتنی جگہ دنیا اور اس میں
موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔

4330- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ مَنْظُوْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْحَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِى الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

●● حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جنت میں ایک کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا
اور اس میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔

شرح

سفر کا قاعدہ ہوتا تھا کہ جب سوار کسی جگہ اترنا چاہتا تو اپنا کوڑا وہاں ڈال دیتا تاکہ دوسرا شخص وہاں نہ اترے اور وہ جگہ اس کے
ٹھہرنے کے لئے مخصوص ہو جائے پس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جنت کی اتنی تھوڑی سی جگہ اور وہاں کا چھوٹا سا مکان بھی کہ جہاں
مسافر سفر میں ٹھہرتا ہے اس پوری دنیا اور یہاں کی تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی اور زیادہ اچھا ہے کیونکہ جنت اور جنت کی تمام نعمتیں
ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں جب کہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں فنا ہو جانے والی ہیں۔

جنت الفردوس کی اہمیت کا بیان

4331- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْجَنَّةُ مِائَةُ دَرَجَةٍ كُلُّ دَرَجَةٍ مِّنْهَا مَا بَيْنَ السَّمَآءِ

4329 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4330 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4331 اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

وَالْاَرْضِ وَاِنَّ اَعْلاهَا الْفِرْدَوْسُ وَاِنَّ اَوْسَطَهَا الْفِرْدَوْسُ وَاِنَّ الْعَرْشَ عَلَى الْفِرْدَوْسِ مِنْهَا تُفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ فَاِذَا مَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَسَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے جنت کے ایک سو درجے ہیں۔ ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ اس کا بالائی حصہ فردوس ہے اور عرش فردوس کے اوپر ہے۔ اس کا درمیانی حصہ بھی فردوس ہے اور عرش فردوس کے اوپر ہے۔ اس میں سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو اللہ تعالیٰ سے جنت الفردوس مانگو۔

جنتی خیمے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن کو جنت میں جو خیمہ ملے گا وہ پورا ایک کھوکھلا موتی ہوگا جس کا عرض ایک اور روایت میں ہے کہ "جس کا طول ساٹھ کوس کی مسافت کے بقدر ہوگا، اس خیمہ کے ہر گوشہ میں اس (مومن) کے اہل خانہ ہونگے اور ایک گوشہ کے آدمی دوسرے گوشہ کے آدمیوں کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ ان سب اہل خانہ کے پاس مومن آتا جاتا رہے گا۔ (مومن کے لئے) دو جنتیں چاندی کی ہوں گی کہ ان جنتیوں کے برتن، باسن (مکانات ومحلات اور خانہ داری کے دوسرے ضروری وآرائشی سامان تخت کرسی میز پلنگ، جھاڑ، فانوس، یہاں تک درخت وغیرہ) سب چاندی کے ہوں گے اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی کہ ان جنتوں کے برتن باسن اور ان میں ہر چیز سونے کی ہوگی اور جنت العدن میں جنتیوں اور پروردگار کی طرف سے ان کے دیکھنے کے درمیان ذات باری تعالیٰ کی عظمت وبزرگی کے پردہ کے علاوہ اور کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 183)

یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ زیادہ صحیح اس روایت کے الفاظ ہیں جس میں اس خیمہ کا عرض ساٹھ کوس کی مسافت کے بقدر بیان کیا گیا ہے یا اس روایت کے الفاظ زیادہ صحیح ہیں جس میں خیمہ کے طول کو ساٹھ کوس کی مسافت کے بقدر بتایا گیا ہے، اصل مقصد اس خیمہ کی وسعت وکشادگی کو بیان کرنا ہے جو دونوں روایتوں سے حاصل ہو جاتا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اس خیمہ کی چوڑائی ساٹھ کوس کے بقدر ہے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی لمبائی کتنی زیادہ ہوگی اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کی لمبائی ساٹھ کوس کی مسافت کے بقدر ہے تو اس پر قیاس کر کے اس کی چوڑائی کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ اہل خانہ سے مراد بیوی وغیرہ ہیں! اور ایک شارح نے لکھا ہے کہ "اہل" سے مراد بیویاں ہیں جو اس مومن کو وہاں ملیں گی اور جن سے وہ جنسی لذت حاصل کرے گا، چنانچہ "آتا جاتا رہے گا" کے الفاظ کے ذریعہ اسی بات کو کنایۃً بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ مومن اپنی ان بیویوں کے ساتھ جنسی اختلاط کرتا رہے گا اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو جنتیں خالص چاندی کی اور دو جنتیں خالص سونے کی ہوں گی جب کہ ایک روایت میں جنت کی عمارتوں اور محلات کی تعریف میں بیان کیا گیا ہے کہ ان میں جو اینٹیں لگی ہوں گی ان کی ترتیب یہ ہوگی کہ ایک اینٹ تو سونے کی ہوگی اور ایک اینٹ چاندی کی۔ پس ان دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہوگی کہ پہلی روایت میں ان چیزوں کا ذکر ہے جو جنت کے اندر ہوں گی، جیسے برتن، باسن اور دیگر اشیاء چنانچہ ایک جنت میں تو تمام چیزیں سونے کی ہوں گی اور ایک جنت میں تمام

چیزیں چاندی کی ہوں گی اور دوسری روایت میں جنت کی عمارتوں کی خوبی بیان کی گئی ہے کہ جنت کی ہر عمارت و محل کی دیوار میں سونے اور چاندی کی اینٹیں ہوں گی۔

جنتوں کی تعداد اور ان کے نام علامہ بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جنتیں چار ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورت رحمٰن میں فرمایا ہے۔ (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ،الرحمٰن:46) "اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت) ڈرتا ہو اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔" اس کے بعد کی آیتوں میں ان دونوں جنتوں کی تعریف وتوصیف بیان فرمائی گئی ہے اور پھر ارشاد ہوا۔ (وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ،الرحمٰن:16) "اور ان دو جنتوں سے کم درجہ میں دو جنتیں اور ہیں۔" پہلی دو جنتوں کی طرح آگے کی آیات میں ان دو جنتوں کی بھی تعریف وتوصیف بیان کی گئی ہے رہی حدیث کی بات تو اوپر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کہ یہ الفاظ **جنتان من فضة انیتهما و ما فیها و جنتان من ذهب انیتهما و ما فیها** اس پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ جنتیں چار ہیں اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ **جنتان من الذهب للسابقین وجنتان من فضة لا صحاب الیمین** ۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت میں "جنتان" (دو جنتوں) کا جو لفظ ہے اس سے جنت کی دو قسمیں مراد ہوں یعنی ان جنتوں میں سے ایک سونے کی اور دوسری چاندی کی ہوگی۔

حاصل یہ نکلا کہ اصل میں چار جنتیں ہیں، دو سونے کی ہیں جو خاص مقربین کے لئے ہیں اور دو چاندی کی ہیں جو عام مومنین کے لئے ہیں، لیکن یہ بھی واضح رہے کہ "جنتان" گو تثنیہ کا صیغہ ہے مگر بعض موقعوں پر تثنیہ کا صیغہ ہے مگر بعض موقعوں پر تثنیہ سے کثرت (یعنی دو سے زائد کی تعداد بھی مراد ہوتی ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ "جنتان" سے مراد چار چار جنتیں ہوں اور "کاملین" کو ان دو اصل جنتوں کے علاوہ جو دو جنتیں اور عطا ہوں جو سونے اور چاندی ہی کی ہوں گی اور وہ جنتیں زیبائش وخوشنمائی کے لئے ان کاملین کے محلات کے دائیں بائیں واقع ہوں گی، اس کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں جنت کے تعلق سے آٹھ نام ذکر ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) جنت العدن (۲) جنت الفردوس (۳) جنت الخلد (۴) جنت النعیم (۵) جنت الماوی (۶) دار السلام (۷) دار القرار (۸) دار المقامہ۔ "اور جنت العدن میں جنتیوں اور پروردگار کی طرف ان کو دیکھنے۔۔۔ الخ۔ کے ذریعہ اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب جنتی لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے تو وہ جسمانی حجاب اور طبعی کدورتیں جو بندے اور پروردگار کے دیدار کے درمیان حائل ہوتی ہیں اٹھ جائیں گی مگر ذات مقدس کی کبریائی وعظمت اور ہیبت وجلال کا پردہ باقی رہے گا تاہم اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وکرم سے اس پردہ کو بھی اٹھادے گا یعنی نظروں کو تاب دیدار بخش دے گا اور جنتی لوگ اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

4332- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ الْمَعَافِرِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ لِأَصْحَابِهِ أَلَا مُشَمِّرٌ

4332: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

لِلْجَنَّةِ فَإِنَّ الْجَنَّةَ لَا خَطَرَ لَهَا هِيَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ نُورٌ يَتَلَأْلَأُ وَرَيْحَانَةٌ تَهْتَزُّ وَقَصْرٌ مَشِيدٌ وَنَهَرٌ مُطَّرِدٌ وَفَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ نَضِيجَةٌ وَزَوْجَةٌ حَسْنَاءُ جَمِيلَةٌ وَحُلَلٌ كَثِيرَةٌ فِي مَقَامٍ أَبَدًا فِي حَبْرَةٍ وَ نَضْرَةٍ فِي دُورٍ عَالِيَةٍ سَلِيمَةٍ بَهِيَّةٍ قَالُوا نَحْنُ الْمُشَمِّرُونَ لَهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُولُوا إِنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ ذَكَرَ الْجِهَادَ وَحَضَّ عَلَيْهِ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کیا کوئی شخص جنت کی تیاری کرنے والا ہے کیونکہ جنت وہ چیز ہے' جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا: رب کعبہ کی قسم! وہ ایک نور ہے جو جھلملا رہا ہے۔ ایک پودا ہے جو جھوم رہا ہے ایک محل ہے جو بلند ہے۔ ایک نہر ہے جو بہہ رہی ہے اور اس میں بہت سے پھل ہیں جو پکے ہوئے ہیں اور بیویاں ہیں جو خوبصورت ہیں اور بہت زیادہ لباس ہیں۔ ایسی جگہ ہے جو ہمیشہ رہے گی۔ وہاں تازگی اور بہار رہے گی' بلند مقامات ہیں' بلند محل ہیں۔ لوگوں نے عرض کی: ہم اس کے لئے تیاری کرنے کے لئے تیار ہیں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم انشاء اللہ بھی کہو۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا تذکرہ کیا اور اس کی ترغیب دی۔

4333- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى ضَوْءِ أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَتْفُلُونَ أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ أَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ أَخْلَاقُهُمْ عَلَى خُلُقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جنت میں داخل ہونے والا سب سے پہلا گروہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا۔ پھر اس کے بعد لوگ آسمان میں موجود سب سے زیادہ چمکدار ستارے کی طرح روشن ہوں گے۔ وہ لوگ جنت میں پیشاب نہیں کریں گے' پاخانہ نہیں کریں گے' ناک صاف نہیں کریں گے' تھوک نہیں پھینکیں گے' ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی' ان کا پسینہ مشک کی طرح مہکتا ہوگا' ان کی انگیٹھیاں عود سے بنی ہوئی ہوں گی۔ اس میں ان کی بیویاں ہوں گی جو "حور عین" ہوں گی۔ ان (جنتیوں) کے اجسام ایک طرح کے ہوں گے جو ان کے جد امجد حضرت آدم کی طرح ساٹھ گز کے ہوں گے۔

شرح

حور اصل میں حوراء، کی جمع ہے اور حوراء اس حسین وجمیل عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ کی سفیدی وسیاہی بہت زیادہ سفید وسیاہ ہو، عین عنا! کی جمع ہے جس کے معنی "بڑی بڑی آنکھوں والی" ہے آگے دوسری فصل کے آخر میں ایک روایت آئے گی جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ سب سے ادنیٰ درجہ کا جنتی وہ ہوگا۔ جس کے بہتر ۷۲ بیویاں ہوں گی، جب کہ یہاں دو بیویوں کا ذکر ہے؟ لہٰذا ان دونوں روایتوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ یہاں حدیث میں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حور عین

4333- اخرجہ بخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 3327' اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7078

میں سے دو بیویاں ایسی ہونگی جن کا حسن و جمال سب سے زیادہ ہوگا یہاں تک کہ ان کی پنڈلیوں کی ہڈیوں کا گودا باہر سے نظر آئے گا ظاہر ہے کہ یہ بات اس کے منافی نہیں ہے کہ ہر جنتی کو اس نوعیت کی دو بیویوں کے علاوہ اور بہت سی بیویاں بھی ملیں۔ "ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن اگر، ہوگا۔" کا مطلب یہ ہے کہ یہاں دنیا میں تو انگیٹھیوں کا ایندھن کوئلہ وغیرہ ہوتا ہے اور یہاں خوشبو حاصل کرنے کے لئے اگر جلایا جاتا ہے لیکن جنت میں انگیٹھیوں کا ایندھن ہی اگر، ہوگا۔

واضح رہے کہ وقود (واؤ کے پیش کے ساتھ) کے معنی ہیں وہ ایندھن (یعنی لکڑیاں وغیرہ) جس سے آگ جلائی جائے مجامیر اصل میں مجمر کے جمع ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جس میں آگ سلگانے کے لئے آگ رکھی جائے یعنی انگیٹھی یا عود سوز، یوں تو یہ لفظ میم کے زیر کے ساتھ ہے لیکن میم کے زبر کے ساتھ بھی منقول ہے۔ الوۃ (الف کے زبر اور پیش کے ساتھ) آگر کی لکڑی کو کہتے ہیں جس کو دھونی دینے کے لئے جلایا یا سلگایا جاتا ہے۔ علی خلق رجل میں لفظ "خلق" خ کے پیش کے ساتھ ہے اور ترجمہ میں اسی کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اس صورت میں علی صورۃ ابیہم ایک علیحدہ جملہ ہوگا جس کا مقصد جنتیوں کی سیرت کو بیان کرنے کے بعد ان کی شکل وصورت کو بیان کرنا ہے، لیکن بعض روایتوں میں یہ لفظ خ کے زبر کے ساتھ منقول ہے۔

جس کا مطلب ترجمہ یہ ہوگا کہ وہ سب (جنتی لوگ) ایک شخص کی سی شکل وصورت رکھیں گے، حسن وخوبصورتی میں یکساں ہوں گے اور ایک ہی عمر والے ہوں گے، یعنی سب کے سب تیس تیس یا تینتیس تینتیس سال کی عمر کے نظر آئیں گے، اس صورت میں کہا جائے گا کہ علی صورت ابیہم کا جملہ اپنے پہلے جملہ علی خلق رجل واحد کی وضاحت وبیان کے لئے ہے یہ بات ذہن میں رہے کہ پیش والی روایت بھی صحیح ہے اور زبر والی روایت بھی۔

کھانے کا فضلہ ڈکار اور پسینہ ہو جائے گا" کا مطلب یہ ہے کہ نظام قدرت نے جس طرح اسے دنیا میں کھانے کے فضلہ کا اخراج کے لئے پاخانہ کی صورت رکھی ہے اسی طرح جنت میں جنتیوں کے کھانے کے فضلہ کے اخراج کے لئے ڈکار اور پسینہ کو ذریعہ بنا دیا جائے گا کہ تمام فضلہ ہوا اور پسینہ بن کر ڈکار کی صورت میں اور مسامات کے راستے نکل جایا کرے گا اور ڈکار کی صورت میں نکل جائے گا اور بعض اوقات یا بعض اشخاص کا فضلہ پسینہ بن کر مسامات کے راستے خارج ہو جائے گا یا یہ کہ بعض کھانے کا فضلہ تو ڈکار بن کر خارج ہوگا اور بعض کھانے کا فضلہ پسینہ بن کر نکلے گا لیکن اس سلسلے میں زیادہ بہتر اور موزوں یہ کہنا ہے کہ ڈکار تو کھانے کے فضلہ کے اخراج کا ذریعہ بنے گی اور پسینہ پانی کے فضلہ کے اخراج کا ذریعہ ہوگا۔

جیسے سانس جاری ہے۔ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سانس کی آمد و رفت کا سلسلہ کسی تکلف یا سعی کے بغیر از خود جاری رہتا ہے اسی طرح تسبیح تحمید اور ذکر الٰہی کے کلمات اہل جنت کی زبان پر رواں ہوں گے یا یہ مراد ہے کہ جس طرح معمول کے مطابق سانس کی آمد و رفت کی وجہ سے تمہیں کوئی دقت و پریشانی نہیں ہوتی اور تم کوئی بوجھ محسوس نہیں کرتے اسی طرح جنتی لوگ تسبیح وتحلیل اور تحمید کی وجہ سے کوئی دقت و پریشانی اور بوجھ محسوس نہیں کریں گے اور یہ کہ جس طرح تمہیں سانس لینے سے کوئی چیز باز نہیں رکھتی اسی طرح ان لوگوں کے تسبیح وتحلیل اور تحمید میں مشغول ہونے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنے گی۔

4333م- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ مِثْلَ

حَدِيثِ ابْنِ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

4334-حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَوْثَرُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ مَجْرَاهُ عَلَى الْيَاقُوتِ وَاللُّؤْلُؤِ تُرْبَتُهُ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَمَاؤُهُ اَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَاَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حوض کوثر ایک نہر ہے جو جنت میں ہے اس کے دونوں کنارے سونے کے بنے ہوئے ہیں اور اس میں یاقوت اور موتی ہیں۔ اس کی مٹی مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

شرح

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے " کوثر " کے بارے میں پوچھا گیا (کہ وہ کیا چیز ہے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی ہے یعنی جنت میں (میرے لئے مخصوص ہے اس نہر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹ کی گردنوں کی طرح لمبی ہیں۔ " حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ وہ پرندے تو بہت فربہ اور تنومند ہوں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان پرندوں کو کھانے والے (یعنی جنتی لوگ ان پرندوں سے بھی زیادہ توانا اور خوشحال ہوں گے۔

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 206)

لفظ "نہر " کے زبر کے ساتھ بھی ہے اور جزم کے ساتھ بھی منقول ہے! مطلب یہ ہے کہ کوثر "پانی کی ایک نہر ہے، جس کے دونوں سروں پر دو حوض ہیں ایک حوض تو موقف (میدان محشر) میں ہے اور دوسرا حوض جنت میں ہے اور چونکہ اس نہر کا زیادہ حصہ جنت میں ہے اس لئے "یعنی فی الجنۃ کے ذریعہ وضاحت کی گئی ہے کہ وہ نہر جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی سیراب ہوں گے۔ کاعناق الجزر (اونٹ کی گردن کی طرح، میں لفظ "جزر "اصل میں جزور کی جمع ہے اور یہ لفظ ایسے اونٹ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو نحر و ذبح کے لئے تیار ہو، لہٰذا اس جملہ کے ذریعہ اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ وہ پرندے جو حوض کوثر میں ہوں گے نحر و ذبح کے لئے تیار ملیں گے تاکہ حوض کوثر سے سیراب ہونے والے ان کا گوشت کھا سکیں۔

4335-حَدَّثَنَا اَبُوْ عُمَرَ الضَّرِيْرُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ

4333م: اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 7079

4334: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 3361

اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ لَّا یَقْطَعُهَا وَاقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ (وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَآءٍ مَّسْکُوْبٍ)

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جنت میں ایک درخت ہے اگر کوئی سوار اس کے سائے کے نیچے ایک سوسال تک چلتا رہے تو بھی اسے پار نہیں کرسکتا۔ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) اگر تم لوگ چاہو تو یہ پڑھ سکتے ہو "اور پھیلے ہوئے سائے اور بہتے چھلکتے پانی"۔

طوبیٰ درخت کی مسافت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت میں ایک درخت ہے (جس کا نام طوبیٰ ہے) اگر کوئی سوار اس درخت کے سائے میں سو برس تک چلتا رہے تب بھی اس کی مسافت ختم نہ ہوگی اور جنت میں تمہارے کمان کی برابر جگہ ان تمام چیزوں سے بہتر وبرتر ہے جن پر آفتاب طلوع یا غروب ہوتا ہے۔

(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 182)

جن پر آفتاب طلوع وغروب ہوتا ہے۔ سے مراد تمام دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں ہیں۔ "طلوع یا غروب "میں حرف "یا "یا تو راوی کے شک کو ظاہر کرنے کے لئے ہے یا اظہار حیرت کے لئے ہے، یا "اور "کے معنی میں ہے اس طرح کی پہلے جو حدیث گزری ہے اس میں "ایک کوڑے کے برابر جگہ "کا ذکر ہے اور یہاں "ایک کمان کی برابر جگہ "کا ذکر کیا گیا ہے تو دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے اور یہاں بھی وہی وضاحت پیش نظر رہنی چاہئے جو پہلے بیان ہو چکی ہے، البتہ اس فرق کو سامنے رکھنا چاہئے کہ سفر کے دوران سوار تو اترنے کی جگہ اپنا کوڑا ڈال دیا کرتا تھا اور جو شخص پیدل ہوتا تھا وہ جس جگہ ٹھہرنا چاہتا وہاں اپنی کمان ڈال دیتا تھا تا کہ وہ جگہ اس کے ٹھہرنے کے لئے مخصوص ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کی زیارت کا بیان

4336- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِیْدِ بْنُ حَبِیْبِ بْنِ اَبِی الْعِشْرِیْنَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو الْاَوْزَاعِیُّ حَدَّثَنِیْ حَسَّانُ بْنُ عَطِیَّةَ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اَنَّهٗ لَقِیَ اَبَا هُرَیْرَةَ فَقَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ اَسْاَلُ اللّٰهَ اَنْ یَّجْمَعَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ فِیْ سُوْقِ الْجَنَّةِ قَالَ سَعِیْدٌ اَوَ فِیْهَا سُوْقٌ قَالَ نَعَمْ اَخْبَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ اِذَا دَخَلُوْهَا نَزَلُوْا فِیْهَا بِفَضْلِ اَعْمَالِهِمْ فَیُؤْذَنُ لَهُمْ فِیْ مِقْدَارِ یَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ اَیَّامِ الدُّنْیَا فَیَزُوْرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَیُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهٗ وَیَتَبَدّٰی لَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ فَتُوْضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ یَاقُوْتٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ وَّیَجْلِسُ اَدْنَاهُمْ

4335: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

4336: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2549

وَمَا فِيهِمْ دَنِيءٌ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُورِ مَا يُرَوْنَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَرَاسِيِّ بِاَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا قَالَ نَعَمْ هَلْ تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قُلْنَا لَا قَالَ كَذٰلِكَ لَا تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَبْقَى فِي ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ اَحَدٌ اِلَّا حَاضَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُحَاضَرَةً حَتّٰى اِنَّهُ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ مِنْكُمْ اَلَا تَذْكُرُ يَا فُلَانُ يَوْمَ عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا يُذَكِّرُهُ بَعْضَ غَدَرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَفَلَمْ تَغْفِرْ لِي فَيَقُوْلُ بَلٰى فَبِسَعَةِ مَغْفِرَتِي بَلَغْتَ مَنْزِلَتَكَ هٰذِهِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِنْ فَوْقِهِمْ فَاَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيبًا لَمْ يَجِدُوْا مِثْلَ رِيحِهِ شَيْئًا قَطُّ ثُمَّ يَقُوْلُ قُوْمُوْا اِلٰى مَا اَعْدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ فَخُذُوْا مَا اشْتَهَيْتُمْ قَالَ فَنَاْتِي سُوْقًا قَدْ حُفَّتْ بِهِ الْمَلَائِكَةُ فِيهِ مَا لَمْ تَنْظُرِ الْعُيُوْنُ اِلٰى مِثْلِهِ وَلَمْ تَسْمَعِ الْاٰذَانُ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوْبِ قَالَ فَيُحْمَلُ لَنَا مَا اشْتَهَيْنَا لَيْسَ يُبَاعُ فِيهِ شَيْءٌ وَّلَا يُشْتَرٰى وَفِي ذٰلِكَ السُّوْقِ يَلْقٰى اَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ ذُو الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهُ وَمَا فِيهِمْ دَنِيءٌ فَيَرُوْعُهُ مَا يَرٰى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَا يَنْقَضِي اٰخِرُ حَدِيثِهِ حَتّٰى يَتَمَثَّلَ لَهُ عَلَيْهِ اَحْسَنُ مِنْهُ وَذٰلِكَ اَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِاَحَدٍ اَنْ يَحْزَنَ فِيهَا قَالَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ اِلٰى مَنَازِلِنَا فَتَلْقَانَا اَزْوَاجُنَا فَيَقُلْنَ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا لَقَدْ جِئْتَ وَاِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ وَالطِّيبِ اَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ فَنَقُوْلُ اِنَّا جَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ عَزَّ وَجَلَّ وَيَحِقُّنَا اَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا

◄► سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں' وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں جنت کے بازار میں اکٹھا کردے تو سعید بن مسیب نے دریافت کیا: اس میں بازار بھی ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ بتایا ہے جب اہل جنت' جنت میں داخل ہوں گے تو وہ اس میں اپنے اعمال کے حساب سے رہائش اختیار کریں گے۔ دنیا کے دنوں کے حساب سے جمعے کے دن انہیں اجازت دی جائے گی وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کو ان کے سامنے ظاہر کرے گا اور جنت کے ایک باغ میں ان کے سامنے جلوہ گر ہوگا۔ ان لوگوں کے لئے نور کے منبر' موتی کے منبر' یاقوت کے منبر' زمرد کے منبر' سونے کے منبر اور چاندی کے منبر ہوں گے۔ تم میں سے سب سے کم تر حیثیت کا مالک شخص بھی ان پر بیٹھے گا۔ ویسے ان میں سے کوئی بھی کم تر نہیں ہوگا۔ وہ مشک اور کافور کے ٹیلوں پر ہوگا۔ اور وہ یہ نہیں سمجھیں گے کہ ان پر بیٹھے ہوئے لوگ مرتبہ اور مقام کے لحاظ سے ان سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم اپنے پروردگار کی زیارت کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں یا چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش آتی ہے۔ ہم نے عرض کی: نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح تمہیں اپنے پروردگار کی زیارت کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک جنتی کو اس محفل میں حاضر کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ تم میں سے ایک شخص سے فرمائے گا۔ اے فلاں! کیا تمہیں یاد نہیں

ہے فلاں دن تم نے یہ عمل کیا تھا اور وہ عمل کیا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی لغزش سے یاد کروائے گا۔ وہ جواب دے گا اے میرے پروردگار! کیا تم نے میری مغفرت نہیں کر دی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں! میں نے مغفرت کی وجہ سے ہی تمہیں اس مقام تک پہنچایا ہے۔ ابھی یہی عالم ہوگا کہ ان کے اوپر سے انہیں ایک بادل ڈھانپ لے گا۔ پھر ان کے اوپر خوشبو کی بارش ہوگی۔ ایسی خوشبو انہوں نے کبھی نہیں سونگھی ہوگی۔ پھر وہ فرمائے گا۔ اٹھو اور اس بزرگی کی طرف جاؤ جو میں نے تمہارے لیے تیار کی ہے اور اس میں سے بزرگی حاصل کرلو جس کی تمہیں طلب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں) پھر ہم لوگ بازار میں آئیں گے۔ فرشتوں نے انہیں ڈھانپا ہوا ہوگا۔ ان جیسی چیز کو کبھی کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کبھی کسی کان نے نہیں سنا اور کسی کے دل میں اس کا خیال بھی نہیں آیا تو وہاں ہمیں وہ چیزیں ملیں گیں جن کی ہمیں طلب ہوگی لیکن وہاں کوئی چیز فروخت نہیں کی جارہی ہوگی اور نہ ہی کوئی چیز خریدی جا رہی ہوگی۔ اس بازار میں اہل جنت ایک دوسرے سے ملیں گے۔ ایک شخص اپنے سے زیادہ قدر و منزلت والے شخص کے پاس آئے گا اور دوسرا شخص اس سے کم تر حیثیت والے شخص سے ملاقات کرے گا حالانکہ ان میں سے کوئی بھی کم تر نہیں ہوگا۔ جب وہ اس پر اپنے سے بہتر لباس دیکھے گا تو الجھن کا شکار ہوگا پھر اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی اس کے اپنے جسم پر اس سے بہتر لباس آ جائے گا۔ ایسا اس وجہ سے ہوگا تاکہ وہاں کوئی بھی شخص غمزدہ نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں) پھر ہم وہاں سے اپنے گھروں میں واپس آئیں گے اپنی بیویوں سے ملیں گے تو وہ پوچھیں گی تمہیں خوش آمدید! اب جب تم آئے ہو تمہارا جمال اور خوشبو پہلے سے کہیں زیادہ ہو چکے ہیں۔ جب تم ہم سے جدا ہوئے تھے تو ہم جواب دیں گے۔ آج ہم اپنے عظیم پروردگار کے ہم نشین ہوئے ہیں اور یہ لازم ہے کہ ہمارے اندر یہی تبدیلی ہوتی جو ہوئی ہے۔

شرح

جنت میں چونکہ نہ شب و روز کی گردش ہوگی اور نہ ایام کا وجود، لہٰذا دنیاوی اعتبار سے جمعہ کے دن۔ " سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کا عرصہ جتنے وقت پر مشتمل ہوتا ہے جنت میں اسی کا تعین کر کے کچھ وقت "جمعہ کا دن" قرار دے دیا جائے گا اور اس اعتبار سے وہ وقت کو گویا وہ دن ہوگا جو دنیا میں جمعہ کا ہوتا ہے اور پھر اس وقت جنتیوں کو حکم ہوگا کہ اپنے پروردگار کی زیارت کے لئے اپنے اپنے محلات اور مکانات سے نکل کر فلاں باغ میں پہنچیں، پس جنت میں پروردگار کی زیارت کے لئے "جمعہ کے دن " کا تعین دراصل اس بات کا نتیجہ اور اجر وانعام ہوگا کہ وہ جنتی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جمعہ کے دن اپنے گھروں سے نکل کر جامع مسجد پہنچتے اور جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔ پروردگار ان کے سامنے اپنا عرش ظاہر کرے گا۔ میں "عرش" سے مراد پروردگار کا نہایت لطف وکرم اور زیادہ سے زیادہ رحمت وعنایت ہے، ورنہ یہ بات پہلے بتائی جاچکی ہے کہ عرش، جنت کی چھت ہے، لہٰذا جنتیوں کے سامنے عرش کا ظاہر ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

نہ کہ ان میں کوئی معمولی اور ذلیل ہوگا۔ "یہ جملہ ماقبل عبارت کی وضاحت ہے گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں نے جو یہ کہا ہے کہ۔ 'ان جنتیوں میں سے جو جنتی ادنیٰ مرتبہ ودرجہ کا ہوگا۔ "تو "ادنیٰ " سے مراد اعلیٰ درجات اور زیادہ سے زیادہ

مراتب رکھنے والے جنتیوں کے مقابلہ پر کمتر درجہ اور قلیل مراتب رکھنا ہے نہ کہ "ادنیٰ" کا لفظ حقارت کی جگہ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ذات کے اعتبار سے ذلیل وحقیر اور ادنیٰ ہوتا ہے۔

پس واضح رہے کہ جنت میں ذاتی شخصیت کی حد تک ہر جنتی یکساں مرتبہ کا ہوگا، کوئی کسی کے مقابلہ پر ذلیل وحقیر نہیں ہوگا، صرف حیثیت اور مرتبہ کا فرق ہوگا کہ دنیا میں اختیار کیے جانے والے اعمال وافعال کے اعتبار سے کچھ لوگ اعلیٰ درجات اور زیادہ مراتب کے حامل ہوں گے اور کچھ لوگ ان کی بہ نسبت کم درجہ ومرتبہ کے ہوں گے۔ "ٹیلوں پر بیٹھنے والے لوگوں کو یہ احساس نہیں ہوگا۔ الخ۔ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ٹیلوں پر بیٹھتے ہونگے وہ کرسیوں اور منبروں پر بیٹھنے والوں کو دیکھ کر احساس کمتری کا شکار نہیں ہوں گے کیونکہ جنت میں ہر شخص اپنے مرتبہ اور اپنی حیثیت پر صابر وشاکر ہوگا، جو لوگ کمتر درجہ کے ہوں گے وہ یہ جانتے ہیں کہ باوجودیکہ ہم کمتر درجہ کے ہیں اور ہمارے مقابلہ پر فلاں لوگ برتر درجہ کے ہیں۔ اپنے طور پر پوری طرح مطمئن ہونگے، نہ وہ بلند مرتبے کی آرزو کریں گے نہ انہیں بلند مرتبہ کی محرومی کا احساس اور غم ہوگا اور نہ انہیں کسی طرح کی غیرت وخجالت محسوس ہوگی۔

فیروعه مایری علیه من اللباس "اس کی عبارت کے دو معنی ہوسکتے ہیں اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ لفظ روع کے دو معنی آتے ہیں ایک تو ڈرانا دوسرے خوش کرنا پہلے معنی مراد لینے کی صورت میں (اس عبارت کا ترجمہ ومطلب وہی ہوگا جو اوپر بیان کیا گیا یعنی جب وہ بلند رتبہ شخص اس کم مرتبہ شخص کے بدن کا لباس دیکھے گا تو اس کو ڈر یعنی کراہت محسوس ہوگی کیونکہ وہ لباس اس کے لباس سے کمتر درجہ کا ہوگا۔ دوسرے معنی کی صورت میں ترجمہ ومطلب یہ ہوگا کہ جب وہ بلند مرتبہ شخص اس کم مرتبہ شخص کا لباس دیکھے گا تو اسے اس بات کی بہت خوشی محسوس ہوگی کہ خود ان کے بدن پر اعلیٰ لباس ہے، لیکن زیادہ صحیح معنی پہلے ہی ہیں اور اس عبارت سے متعلق آگے کے جملوں کا ترجمہ بھی اسی پہلے معنی کو بنیاد بنا کر کیا گیا ہے۔

رؤیت باری تعالیٰ کا بیان

رؤیۃ اللہ یا دیدار الٰہی کا "مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو کھلی آنکھوں سے دیکھنا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی یہ سعادت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جس کی تفصیل ووضاحت کے لئے یہ باب قائم کیا گیا اور اس موضوع سے متعلق احادیث اس میں نقل کی گئی ہیں۔

حق تعالیٰ کی رویت عقلاً ناممکن نہیں۔

اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس کا وجود عقلاً بھی درست ہے اور اس دیدار کے لئے اللہ تعالیٰ کا کسی خاص جگہ (مقام پر اور کسی خاص سمت وجہت میں موجود وقائم ہونا نیز اس کی ذات کا اور دیکھنے والوں کا آمنے سامنے ہونا قطعی ضروری اور شرط کے درجہ کی چیز نہیں ہے، بلکہ وہ اپنی ذات اور اپنے وجود کے اعتبار سے جو کچھ بھی ہے اسی حیثیت کے ساتھ اس کا دیکھا جانا ممکن ہے اگرچہ وہ جسم وجسمانیت سے ماوراء اور مکان وجہت کی قید سے آزاد ہے۔ رہی یہ بات کہ چیز مرئی (یعنی کھلی آنکھوں سے نظر آنے والی چیز) کو دیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ جسم ہو، کسی خاص جگہ ومقام پر موجود وقائم ہو اور نگاہ کی سمت وجہت میں ہو تو دیکھنے میں ان چیزوں کا عمل دخل ہونا دراصل اس لئے ضروری ہے کہ قدرت نے اسی طرح کا نظام جاری فرمایا ہے اور انسانی نگاہ وبصر کو اپنا فعل انجام دینے کے لئے ان اسباب کا پابند بنا دیا ہے، اگر قادر مطلق اس جاری نظام اور

رویت کے برخلاف ان عوامل کے بغیر بھی کسی کو کوئی چیز دکھانا چاہے تو بے شک اس پر قادر ہے اور ایسا ممکن ہوسکتا ہے۔ پس اس میں کوئی خلاف عقل بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن انسانی نگاہ میں بصیرت یعنی چشم قلب کی قوت رکھ دے کہ جس طرح آج دنیا میں اہل ایمان کو بصیرت سے پاتے اور دیکھتے ہیں کل کو آخرت میں بصر یعنی سر کی آنکھوں سے اس کو دیکھیں گے۔

رویت کا تعلق آخرت سے ہے: تمام علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کا یہ دیدار تمام اہل ایمان کو آخرت میں نصیب ہوگا اس کا ثبوت دو قرآنی آیات، احادیث صحیحہ، اجماع صحابہ وتابعین اور اقوال ائمہ جو اس ضمن میں مذکور ومنقول ہیں تاہم کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق تعالیٰ کے اس دیدار کے منکر ہیں انہوں نے دیدار الٰہی سے متعلق قرآنی آیات واحادیث اور منقول دلیل کی جس طرح تاویل کی ہے۔

اس کی تفصیل اور علماء حق کی طرف سے ان کی تاویلات کے مضبوط جوابات مختلف تحقیقی کتابوں میں مذکور ہیں۔ عورتیں بھی روایت سے محروم نہ رہیں گی: عورتوں کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کو دیدار ہوگا اور بعض انکار کرتے ہیں لیکن درست یہ ہے کہ عورتیں اس سعادت سے محروم نہ رہیں گی مردوں کی طرح ان کو بھی حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان (عورتوں) کو بعض خاص ایام میں جیسے جمعہ کے ایام میں یا عیدین کے دن ہی دیدار کی سعادت ملے گی جو عام بازیابی کے اوقات ہونگے۔ جو حضرات مطلقاً عورتوں کے دیدار کے منکر ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ عورتیں چونکہ خیموں میں پردہ نشین ہوں گی جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے حور مقصورات فی الخیام لہٰذا ان کو دیدار کیسے ہوسکتا ہے، یہ ایک ناقابل التفات بات ہے کیونکہ اول تو دیدار الٰہی کے بارے میں جو آیات واحادیث منقول ہیں ان میں کوئی خصوص مذکور نہیں ہے بلکہ وہ سب عموم پر محمول ہیں اور مردوں اور عورتوں سب کو شامل ہیں دوسرے یہ کہ عالم آخرت کو دنیا میں قیاس کرنا اور وہاں عورتوں کے خیمے میں رہنے کو دنیا کے پردہ پر منطبق کرنا بجائے خود غلط ہے کیونکہ جنت کے خیمے (کہ جن میں وہاں کی عورتیں رہیں گی) پردہ وحجاب کو مستلزم نہیں ہوں گے، علاوہ ازیں یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ فاطمہ زہراء، خدیجہ کبریٰ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور دوسری امہات المومنین نیز ان جیسی دیگر عظیم خواتین جو لاکھوں کروڑوں مردوں سے زیادہ عظمت وفضیلت رکھتی ہیں آخر کس طرح دیدار الٰہی کی سب سے بڑی سعادت سے محروم رہ سکتی ہیں۔

جنات اور ملائکہ کو بھی اللہ کی رویت حاصل ہوگی: جنات اور ملائکہ کے بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں کہ آیا ان کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا یا نہیں؟ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ دیگر فرشتوں کو اللہ کے دیدار کی سعادت حاصل نہیں ہوگی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اس سعادت سے ایک ہی بار مشرف ہوں گے اور اسی طرح جنات بھی دیدار الٰہی سے محروم رہیں گے لیکن اس سلسلہ میں صحیح ودرست قول یہی ہے کہ دیدار الٰہی کی سعادت تمام اہل ایمان کے لئے ہے کیا انسان کیا فرشتے اور کیا جنات۔ دنیا میں اللہ کی رویت: یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے کہ کیا اس دنیا میں بحالت بیداری کھلی آنکھوں سے اللہ کا دیدار ہوسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں ارباب تحقیق نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ حق تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بھی ممکن تو ہے لیکن بالاتفاق غیر واقع ہے، رہی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں اللہ کا دیدار ہونا امر واقع ہے تو یہ استثنائی صورت ہے اگرچہ بعض

حضرات نے اس سے اختلاف کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں بچشم سر اللہ کا دیدار ہوا تھا یہ ایک بحث ہے جو آگے متعلقہ احادیث کی تشریح میں بیان ہوگی، بہر حال محدثین فقہاء متکلمین اور مشائخ طریقت سب اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ دآج تک اس دنیا میں کسی کو بھی، خواہ وہ کوئی بڑے سے بڑا ولی ہی کیوں نہ ہو، اللہ کا دیدار حاصل ہوا ہے نہ اولیاء اللہ اور مشائخ میں سے کسی نے اس کا دعوی کیا ہے اور نہ آئندہ کسی کو حاصل ہو سکتا ہے، بلکہ مشائخ نے متفقہ طور پر یہاں تک کرتے ہیں) تو اس کی تکذیب کرنا اور اس کو گمراہ قرار دینا لازم ہے۔

فقہ شافعی کی مستند کتاب "انوار" میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ میں اس دنیا میں بچشم سر عیاناً خدا کو دیکھتا ہوں اور اللہ مجھ سے بالمشافہ گفتگو کرتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ایک سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ جب اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت ممکن ہے اور انسانی حاسہ بصر میں ایسا کوئی نقص بھی نہیں کہ کسی چیز کو دیکھنے میں رکاوٹ پیش آئے تو پھر حق تعالیٰ کے دیدار نہ ہونے کا سبب کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھنا اور نظر آنا دراصل نظام قدرت اور تخلیق الٰہی کا سبب ہے نہ کہ اس کی اصل علت اور حاسہ بصر ہے جو انسان اپنی آنکھوں میں لئے پھرتا ہے۔حاسہ بصر تو صرف ایسا ظاہری سبب ہے جس کو حق تعالیٰ نے ایک خاص نظام اور معمول کے تحت ذریعہ بنا دیا ہے اگر وہ کسی کو دیکھنا چاہے تو آنکھوں کی بینائی کے بغیر بھی دکھا سکتا ہے اور اگر کسی کو نہ دکھانا چاہے تو وہ کھلی آنکھ اور مضبوط بینائی رکھنے کے باوجود نہیں دیکھ سکتا مثلاً ایک بڑا پہاڑ سامنے ہو اور اللہ کسی کی آنکھوں میں دیکھنے کی صفت پیدا نہ کرے تو وہ اس پہاڑ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتا اسی طرح اگر کوئی اندھا شخص دنیا کے مشرقی کنارے پر ہو اور دنیا کے مغربی کنارے پر ایک مچھر پڑا ہو اور اللہ تعالیٰ اس اندھے کو وہ مچھر دکھانا چاہے تو یہ یقیناً دیکھ سکتا ہے پس واضح ہوا کہ دیکھنا یا دکھانا نظام قدرت کے تحت ہے آنکھ کا عمل یا غیر عمل بے شک ہے لیکن آنکھ کا وہ عمل یا اس عمل کی وہ طاقت جس سے انسان دیکھنے پر قادر ہوتا ہے غیر محدود اور خود مختار نہیں ہے بلکہ اس کی کارکردگی اس حد تک ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اس کو کارگر کیا ہے حق تعالیٰ کی مصلحت چونکہ یہی ہے کہ وہ انسان کو دنیا میں اپنا دیدار نہ کرائے اس لئے اس نے حاسہ بصر میں وہ توانائی ہی نہیں رکھی جس سے اللہ کو دیکھا جا سکے۔اس بات کو دنیا کی عام چیزوں پر قیاس کرنا ذہن وقیاس کی مہمل تابعداری ہے۔

خواب کی حالت میں اللہ کی رویت: کیا خواب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو سکتا ہے اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ خواب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ صرف ممکن امر واقع بھی ہے اور یہ از روئے عقل ونقل کچھ بعید بھی نہیں ہے ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ایک قلبی مشاہدہ ہے جس کا تعلق مثال سے ہوتا ہے نہ کہ مثل سے اور اللہ کا مثل نہیں ہے۔بہر حال بحالت خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اللہ رسیدہ لوگوں سے ثابت ہے۔حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے۔اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے، میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو دریافت کیا کہ وہ کون سا عمل ہے جو آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ فرمایا تلاوت قرآن کریم۔ پھر پوچھا کہ معانی ومطالب سمجھنے کے ساتھ یا اس کے بغیر! فرمایا "خواہ معانی سمجھنے کے ساتھ تلاوت کرے یا اس کے بغیر ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رویت ہو سکتی ہے۔

چودھویں کے چاند کی طرح رؤیت باری تعالیٰ کا بیان

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ وقت آنے والا ہے جب (قیامت میں) تم اپنے پروردگار کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھو گے۔" ایک روایت میں ہے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بیان کیا کہ (ایک دن) ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں شب کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: "تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اس (پروردگار کو دیکھنے میں تم کوئی رکاوٹ اور پریشانی محسوس نہیں کرو گے پس اگر تم سے ہو سکے تو تم اس نماز کو جو سورج نکلنے سے پہلے کی ہے (یعنی نماز فجر) اور اس نماز کو جو سورج ڈوبنے سے پہلے کی ہے (یعنی عصر) نہ چھوڑو تو یقیناً ایسا کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ، ق:39) اور اپنے پروردگار کی حمد و پاکی بیان کرو یعنی نماز پڑھو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 221)

جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ "یہ تشبیہ "دیکھنے" کی "دیکھنے" کے ساتھ ہے نہ کہ "دیکھی جانے والی چیز" کی "دیکھی جانے والی چیز" کے ساتھ اس اجمال و ابہام کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ تم جس طرح اس وقت چودھویں شب کے چاند کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور اس چاند کے نظر آنے میں تمہیں کوئی شک وشبہ نہیں یہ مراد ہرگز نہیں تھی کہ جس طرح یہ چاند تمہارے سامنے ہے اور ایک خاص جگہ پر اور ایک خاص سمت میں محدود و قائم نظر آ رہا ہے اسی طرح تمہارے پروردگار کی ذات بھی تمہارے سامنے کسی خاص جگہ اور کسی خاص سمت میں محدود و قائم نظر آئے گی۔

لاتضامون فی رؤیۃ "(اس کو دیکھنے میں تم کوئی رکاوٹ و پریشانی محسوس نہیں کرو گے)" میں لفظ تضامون اس طرح بھی منقول ہے اور تضامون بھی نقل کیا گیا ہے لیکن زیادہ تضامون ہی نقل ہوا ہے اور اس صورت یہ لفظ ضم سے ہو گا جس کے معنی "ضرر اور ظلم" کے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہو گا کہ "پروردگار کے دیدار میں تم پر ظلم نہیں ہو گا کہ کوئی دیکھے اور کوئی محروم رہے یا اس کے دیدار میں تم آپس میں ایک دوسرے پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کرو گے کہ ایک دوسرے کے دیکھنے کا انکار کرو اور کسی کو جھٹلاؤ۔" دوسری صورت میں یہ لفظ تضام سے ہو گا جس کے معنی ہیں آپس میں ایک دوسرے سے ملنا، اژدہام کرنے، دھکا پیل مچانے اور ایک دوسرے پر گرنے پڑنے کی نوبت نہیں آئے گی بلکہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ رہ کر نہایت اطمینان و فراغت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا جیسا کہ چودھویں شب میں چمکتے چاند کو دیکھنے کے لئے اس طرح کی زحمت و پریشانی اٹھانا نہیں پڑتی، بخلاف پہلی تاریخ کے چاند کے، وہ دھندلا اور باریک ہونے کی وجہ سے صاف نظر نہیں آتا اور اس کے دیکھنے کے لئے خاصا اہتمام اور جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔

اگر تم سے ہو سکے کہ تم اس نماز کو۔ الخ۔ کا مطلب یہ ہے کہ فجر اور عصر کا وقت بہت بابرکت اور اس وقت کی نمازیں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اس لئے تم ان نمازوں کی پابندی کا زیادہ خیال رکھو اور مقدور بھر کوشش کرو کہ یہ نمازیں فوت نہ ہونے پائیں، نیز اس بات کو ذہن میں رکھو کہ نماز کی پابندی کرنے والا اس امر کا زیادہ لائق ہے کہ اس کو پروردگار کا دیدار نصیب ہو کیونکہ نماز کی پابندی ہی

سے شہود ذات کا وصف وملکہ میسر ہوتا ہے ایسی وہ حقیقت ہے جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی جعلت قرة عینی فی الصلوۃ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے) میں اشارہ فرمایا ہے واضح رہے کہ یوں تو یہ اہمیت تمام نمازوں کی ہیں لیکن اس موقع پر فجر وعصر کی نماز کو اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ ان دونوں وقتوں کی نمازیں باقی اوقات کی نمازوں پر فضیلت وبرتری رکھتی ہیں اور اس فضیلت وبرتری کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ صبح کے وقت تو لوگ نیند واستراحت کے جال میں پھنسے رہتے ہیں اور عصر کا وقت دنیا کے کاروبار مثلاً بازار جانے وغیرہ کے چکر میں پھنسنے کا ہے۔

جو شخص ان دونوں اوقات میں سستی وکوتاہی کا شکار نہیں ہوگا اور رکاوٹوں کے باوجود ان دونوں نمازوں کا خیال رکھے گا وہ دوسرے اوقات کی نمازوں کا خیال بدرجہ اولیٰ رکھے گا جو نسبتاً زیادہ سہل وآسان ہیں حدیث میں دونوں اوقات کی نمازوں کو خاص طور پر ذکر کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ دونوں وقت دوسرے اوقات کی بہ نسبت زیادہ فضیلت وشرف رکھتے ہیں اور یہ کہ آخرت میں پروردگار کا دیدار ان ہی اوقات میں ہوا کرے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی اپنی حاصل شدہ نعمتوں سے لذت وکیف اٹھانے میں مشغول ہوں گے کہ اچانک ان کے سامنے ایک عظیم نور پھیل جائے گا وہ اس نور کو دیکھنے کے لئے اپنا سر اٹھائیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ ان کے اوپر پروردگار جلوہ گر ہے اور پروردگار ان سے فرمائے گا کہ اہل جنت اسلام علیکم اور یہ (یعنی اس وقت پروردگار کا جنتیوں کو سلام کرنا) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سلام قولا من رب رحیم سے ثابت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ جنتیوں کی طرف دیکھے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے اور وہ دیدار الٰہی میں اس قدر محو ہوں گے کہ اس وقت جنتیوں کی نعمتوں میں سے کسی چیز کی طرف توجہ والتفات نہیں کریں گے تا آنکہ پروردگار ان کی نظروں سے مخفی ہو جائے گا اور اس کا نور باقی رہ جائے گا۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 229)

تا آنکہ ان کی نظروں سے مخفی ہو جائے گا الخ کا مطلب یہ ہے کہ وہ جب تک چاہے گا ان کی نظروں کے سامنے خود کو جلوہ گر رکھے گا اور پھر ان کی آنکھوں کے سامنے حجاب حائل کر دے گا لیکن اس کے جلوے کی نورانیت اور اس کے دیدار سے حاصل ہونے والے کیف وسرور کا خمار باقی رہے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ حجاب اور جنتیوں کی نظر سے پروردگار کا مخفی ہو جانا بھی اس کی طرف سے اپنے بندوں پر ایک طرح کا لطف وکرم ہی ہوگا کیونکہ پروردگار کا اہل جنت کو برابر اپنی درگاہ اور حضور وشہود میں رکھنا اور ہر وقت ان کی نظر کے سامنے جلوہ گر رہنا ایک ایسی صورت حال ہوگی جو جنتیوں کی تاب وطاقت سے باہر ہوگی، ظاہر ہے ایک دفعہ دیدار کرنے کے بعد پھر ان کو اتنے عرصہ کی ضرورت ہوگی جس میں وہ خود کو سنبھال سکیں اور اپنی اصل حالت پر واپس آ جائیں تاکہ جنت کی دوسری نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر ذات باری تعالیٰ کی تجلی کا استحقاق نئے سرے سے حاصل کر سکیں اور ہر بار دیدار الٰہی کا نیا ذوق اور نیا کیف وسرور حاصل کریں۔

بازار جنت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت میں ایک بازار ہے جس میں ہر جمعہ

لوگ جمع ہوا کریں گے اور وہاں شمالی ہوا چلے گی جو جنتیوں کے چہرے اور کپڑوں پر (طرح طرح کی خوشبوئیں اور مہک) ڈالے گی جس سے وہاں موجود جنتیوں کے حسن وجمال میں اضافہ ہو جائے گا اور پھر جب وہ لوگ بہت زیادہ حسین وجمیل بن کر (اس بازار سے) اپنے گھر والوں کے پاس واپس آئیں گے تو وہ گھر والے ان سے کہیں گے کہ اللہ کی قسم ہم سے الگ ہو کر تم نے اپنے حسن وجمال کو کتنا بڑھالیا ہے؟ اس کے جواب میں وہ کہیں گے کہ اور واللہ! ہمارے جانے کے بعد تم نے بھی تو اپنے حسن وجمال کو بڑھالیا ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 185)

بازار "سے مراد حسن وجمال کی افزائش کا مرکز ہے جہاں جنتی لوگ جمع ہوا کریں گے اور وہاں طرح طرح کی دلفریب، دیدہ زیب اور خوش جمال صورتیں موجود ہوا کریں گی اور ہر جنتی اپنی پسند وخواہش کے مطابق جو شکل وصورت چاہے گا اختیار کر لیا کرے گا۔ ہر جمعہ "سے مراد ہر ہفتہ ہے یعنی ہفتہ میں ایک دن وہاں لوگ جمع ہوا کریں گے اور "ہفتہ "سے بھی حقیقی ہفتہ مراد نہیں ہے کیونکہ جنت میں نہ سورج ہوگا اور نہ دن رات کی گردش ہوگی، ہمیشہ یکساں وقت رہے گا لہٰذا ہفتہ سے "ایک ہفتہ کے بقدر وقت " کا عرصہ مراد ہے۔ شمالی ہوا "سے مراد عام طور پر وہ ہوا ہوتی ہے جو اگر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو دائیں ہاتھ کی سمت سے آئے۔

اس کو اتری ہوا بھی کہا جاتا ہے لیکن یہاں حدیث میں اس جیسی ہوا مراد ہے جس کو عرب میں شمال کہا جاتا ہے۔ یہ ہوا چونکہ شمال سے چلتی ہے اور ٹھنڈے ملکوں اور بحر احمر سے ہوتی ہوئی آتی ہے اس لئے کافی ٹھنڈی ہوتی ہے اور "شمالی ہوا " کہلاتی ہے۔ جنتی لوگ اس تفریح گاہ سے لوٹنے پر اپنے گھر والوں کا حسن وجمال جو بڑھا ہوا پائیں گے تو اس کا سبب یہ ہوگا کہ وہ "شمالی ہوا "ان گھر والوں تک بھی پہنچے گی اور اس کی وجہ سے ان کا حسن وجمال بھی بڑھ جائے گا یا یہ کہ وہ جنتی لوگ جب اس تفریح گاہ سے اپنے بڑھے ہوئے حسن وجمال کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس آئیں گے تو ان کے حسن وجمال کا عکس ان کے گھر والوں پر پڑے گا جس سے وہ سب بھی پہلے کی بہ نسبت کہیں زیادہ حسین وجمیل نظر آئیں گے۔

4337- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْرَقُ أَبُو مَرْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُدْخِلُهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ إِلَّا زَوَّجَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً ثِنْتَيْنِ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ وَسَبْعِينَ مِنْ مِيرَاثِهِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ مَا مِنْهُنَّ وَاحِدَةٌ إِلَّا وَلَهَا قُبُلٌ شَهِيٌّ وَلَهُ ذَكَرٌ لَا يَنْثَنِي

قَالَ هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ مِنْ مِيرَاثِهِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَعْنِي رِجَالًا دَخَلُوا النَّارَ فَوَرِثَ أَهْلُ الْجَنَّةِ نِسَاءَهُمْ كَمَا وُرِثَتِ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ جس بھی شخص کو جنت میں داخل کرے گا اسے 72 بیویاں عطا کرے گا جن میں سے دو حوریں ہوں گی اور ستر اہل جہنم کی میراث ہوں گی۔ ان میں سے ہر ایک

4337: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

بیوی کی اشتہا انگیز شرمگاہ ہوگی اور مرد کی شرمگاہ ایسی ہوگی جو بیان نہیں کی جاسکتی۔
ہشام بن خالد بیان کرتے ہیں' اہل جہنم میں سے جن کی میراث ہوگی یعنی جو لوگ جہنم میں داخل ہوگئے تو اہل جنت ان کی بیویوں کے وارث ہوں گے جیسا کہ فرعون کی اہلیہ بھی وراثت میں آئیں گی۔

حوران جنت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صبح کو شام کو ایک بار اللہ کی راہ میں نکلنا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور اگر جنتیوں میں سے کسی کی عورت (یعنی کوئی حور) زمین کی طرف جھانک لے تو مشرق ومغرب کے درمیان کو (یعنی دنیا کے اس کونے سے لے کر اس کونے تک کی تمام چیزوں کو) روشن ومنور کردے اور مشرق سے لے کر مغرب تک کی تمام فضاء کو خوشبو سے بھر دے، نیز اس کے سر کی ایک اوڑھنی اس دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔"

(بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 181)

صبح اور شام کی تخصیص معمول کا لحاظ رکھتے ہوئے ہے کہ عام طور پر فوج ولشکر کی روانگی میدان جنگ میں معرکہ آرائی اور حملہ وغیرہ کی ابتداء انہی اوقات میں ہوئی ہے۔ ورنہ یہاں نطق مراد ہے خواہ وہ صبح وشام کا وقت ہو یا کوئی اور وقت "اللہ کی راہ" سے مراد جہاد وغیرہ بھی ہے اور ہجرات بھی، اسی طرح حج، طلب علم اور ہر اس مقصد کے لئے گھر سے نکلنا اور سفر کرنا بھی مراد ہے جس کا مطمع نظر اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا حصول اور بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر اسی کے فرمان کی بجا آوری ہو یہاں تک کہ اپنے اہل وعیال کا نفقہ پورا کرنے کے لئے اور عبادت الٰہی اور احکام الٰہی کی بجا آوری میں دلجمی واطمینان اور حضور قلب کے حصول کی غرض سے رزق حلال کی تلاش میں نکلنا اور سفر کرنا بھی اللہ کی راہ میں نکلنے کا مفہوم رکھتا ہے! حاصل یہ ہے کہ "اللہ کی راہ" میں گھر بار چھوڑ کر مصروف عمل رہنے والے لوگوں کو جو فضیلت اور مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگا دیا جائے کہ جو شخص محض ایک بار بھی اللہ کی راہ میں نکلتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اس کو جو اجر وثواب ملتا ہے یا اس کو آخرت میں جو نعمتیں حاصل ہوں گی وہ اس دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہیں! نیز ذکر چونکہ اللہ کے راستہ میں نکلنے کی فضیلت کا تھا جس کا اجر اللہ کے ہاں جنت ہے اس مناسبت سے جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت (یعنی حور) کی کچھ خوبیاں بھی بیان فرمائی گئیں۔ لفظ بینہما کی ضمیریں مشرق ومغرب کی طرف لوٹائی گئی ہیں، لیکن یہ ضمیریں آسمان وزمین کی طرف یا جنت اور زمین کی طرف بھی لوٹائی جاسکتی ہیں، ویسے زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ جنت اور زمین کی طرف راجع ہوں کیونکہ عبارت میں بھی یہی دونوں صریحا مذکور ہیں۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی مرد جزا یافتہ شخص جنت میں ستر مسندوں کا تکیہ لگا کر بیٹھے گا قبل اس کے کہ ایک پہلو سے دوسرا پہلو بدلے پھر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت اس کے پاس آئے گی اور (اس کو اپنی طرف متوجہ ومائل کرنے کے لئے) اس کے کاندھے پر ٹھوکا دے گی، وہ مرد اس طرف متوجہ ہوگا اس کے رخساروں میں جو آئینہ سے زیادہ صاف وروشن ہوں گے اپنا چہرہ دیکھے گا اور حقیقت یہ ہے کہ اس عورت کے (کسی زیور یا تاج میں جڑا ہوا) ایک معمولی سا موتی بھی (اس قدر بیش قیمت اور نظر کو خیرہ کرنے والا ہوگا کہ) اگر وہ دنیا میں

آجائے تو مشرق سے مغرب تک (کی ہر چیز) کو روشن و منور کردے۔ بہر حال وہ عورت اس مرد کو سلام کرے گی اور مرد اس کے سلام کا جواب دے گا اور پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گی کہ میں "مزید" میں سے ہوں۔ صورت حال یہ ہوگی کہ اس عورت کے جسم پر ستر (رنگ برنگ) کپڑوں کا (تہ در تہ لباس ہوگا اور اس مرد کی نظر عورت کے اس لباس میں سے بھی پار ہو جائے گی (یعنی وہ لباس کے نیچے چھپے ہوئے عورت کے حسن و جمال اور اس کے جسم کی نزاکت و لطافت کا نظارا کرے گا) یہاں تک کہ وہ مرد اس عورت کی پنڈلی کے گودے کو لباس کے پیچھے سے دیکھے گا (گویا اس کی نگاہ اتنی تیز اور صاف ہوگی کہ کوئی بھی چیز اس کے) آگے دیکھنے میں رکاوٹ نہیں بنے گی) اور اس عورت کے سر پر تاج رکھے ہوں گے اور ان تاجوں کا معمولی سا موتی بھی ایسا ہوگا کہ اگر وہ (دنیا میں آجائے) تو مشرق سے مغرب تک (کی ہر چیز) کو روشن و منور کردے۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 216)

قبل اس کے کہ وہ ایک پہلو سے دوسرا پہلو بدلے" کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس مرد کے پہلوؤں میں اتنے زیادہ گاؤ تکیے رکھے ہوں گے کہ وہ ایک ہی پہلو پر بیٹھا ہوا دوسرا پہلو بدلنے تک طرح طرح کے ستر تکیوں سے ٹیک لگائے گا۔"

میں، مزید، میں سے ہوں۔

ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہوں، جن کا حق تعالیٰ نے تمہاری نیکو کاریوں کے بدلہ وجزاء کے علاوہ خصوصی انعام کے طور پر مزید عطا کرنے کا وعدہ کیا تھا یہ گویا قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہوگا کہ (لَهُمْ مَّا يَشَاۤءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ، ق: 35) "ان (اہل ایمان) کو جنت میں وہ کچھ ملے گا جو ہم (جزاء کے طور پر) دینا چاہیں گے اس کے علاوہ ہمارے پاس اور بھی (خصوصی انعام) ہیں اس مضمون کی ایک آیت یہ بھی ہے: (لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ، یونس: 26) "نیک کاروں کے لئے جنت ہیں مزید برآں۔" ویسے مفسرین نے اس آیت میں زیادۃ (مزید برآں) کی تفسیر 'حق تعالیٰ کا دیدار' کیا ہے، تاہم یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان مزید نعمتوں (خصوصی انعام) میں سے ایک نعمت بعض حوریں بھی ہیں، رہی یہ بات کہ حوران جنت کی اس نعمت کو "مزید یا زیادہ سے کیوں تعبیر فرمایا گیا ہے تو وجہ یہ ہے کہ وہ فضل الٰہی سے بندوں کو ان نیک اعمال کی جزاء میں عطا کی جائیں گی، اب وہ جنت عطا ہونے کے بعد پھر بندوں کو جو کچھ ملے گا وہ خصوصی عنایت وانعام اور فضل بر فضل ہوگا اور ظاہر ہے کہ اصل اجر و بدلہ سے زائد چیز ہوگی۔

4338-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ عَامِرٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَبِي الصِّدِّيْقِ النَّاجِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ اِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ فِيْ سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ كَمَا يَشْتَهِيْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب مومن جنت میں بچے کی طلب کرے گا تو اس کا حمل اور اس کی پیدائش اور اس کا بالغ ہونا ایک ہی لمحے میں ہوگا جیسے مومن چاہے گا۔

4339-حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

4338 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2563

مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَھْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْھَا وَاٰخِرَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ دُخُوْلًا الْجَنَّۃَ رَجُلٌ یَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَیُقَالُ لَہُ اذْھَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّۃَ فَیَاْتِیْھَا فَیُخَیَّلُ اِلَیْہِ اَنَّھَا مَلْاٰی فَیَرْجِعُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ وَجَدْتُھَا مَلْاٰی فَیَقُوْلُ اللّٰہُ اذْھَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّۃَ فَیَاْتِیْھَا فَیُخَیَّلُ اِلَیْہِ اَنَّھَا مَلْاٰی فَیَرْجِعُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ وَجَدْتُھَا مَلْاٰی فَیَقُوْلُ اللّٰہُ سُبْحَانَہُ اذْھَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّۃَ فَیَاْتِیْھَا فَیُخَیَّلُ اِلَیْہِ اَنَّھَا مَلْاٰی فَیَرْجِعُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اِنَّھَا مَلْاٰی فَیَقُوْلُ اللّٰہُ اذْھَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّۃَ فَاِنَّ لَکَ مِثْلَ الدُّنْیَا وَعَشَرَۃَ اَمْثَالِھَا اَوْ اِنَّ لَکَ مِثْلَ عَشَرَۃِ اَمْثَالِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ اَتَسْخَرُ بِیْ اَوْ اَتَضْحَکُ بِیْ وَاَنْتَ الْمَلِکُ قَالَ فَلَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ فَکَانَ یُقَالُ ھٰذَا اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ مَنْزِلًا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں جہنم میں سے نکلنے والے سب سے آخری شخص کو' جنت میں داخل ہونے والے سب سے آخری شخص کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ وہ شخص ہوگا جو جہنم سے سرین کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ جائے گا اور اسے ایسے محسوس ہوگا جیسے وہ ساری کی ساری بھر چکی ہے۔ وہ واپس جائے گا اور کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے تو اسے پایا ہے کہ وہ بھر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ وہاں آئے گا تو اسے ایسا محسوس ہوگا کہ وہ بھر چکی ہے۔ وہ واپس آئے گا اور کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے اس کو اس حالت میں پایا ہے کہ وہ بھر چکی ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ وہاں آئے گا تو اسے یوں محسوس ہوگا کہ جیسے وہ بھر چکی ہے۔ وہ واپس آئے گا اور کہے گا اے میرے پروردگار! وہ تو بھر چکی ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ تمہارے لیے (جنت میں) دنیا جتنی اور اس سے دس گنا زیادہ (زمین) ہے۔ اگر تمہارے پاس دنیا کی (دس گنا) نعمتیں ہوتیں' تو وہ شخص کہے گا کیا تو میرا مذاق اڑا رہا ہے؟ کیا تو میرے ساتھ ہنسی مزاق کر رہا ہے؟ جبکہ تو بادشاہ (مالک) ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسکرائے یوں کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔ (راوی کہتے ہیں) یہ کہا جاتا ہے کہ یہ قدر و منزلت کے اعتبار سے جنت میں سب سے کم تر حیثیت کا مالک ہوگا۔

اہل جنت کیلئے اللہ تعالیٰ کی رضا کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنتیوں کو (مخاطب کرنے کے لئے) آواز دے گا کہ "اے جنتیو!" تمام جنتی (یہ آواز سن کر) جواب دیں گے کہ ہمارے پروردگار! ہم حاضر ہیں، تیری خدمت میں موجود ہیں، تمام تر بھلائی تیرے ہی قبضہ قدرت اور ارادے میں ہے (کہ جس کو چاہے عطا کرے)۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا (میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ) کیا تم (جنت کا انعام پا کر) (مجھ سے راضی وخوش ہو؟ "وہ عرض کریں گے کہ پروردگار! بھلا ہم آپ

4339: اخرجہ البخاری فی "الصحیح" رقم الحدیث: 6571 ورقم الحدیث: 7511 اخرجہ مسلم فی "الصحیح" رقم الحدیث: 460 ورقم الحدیث: 461 اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2595

بندہ راضی وخوش کیوں نہیں ہوں گے، آپ نے تو ہمیں وہ بڑی سے بڑی نعمت اور سرفرازی عطا فرمائی ہے جو اپنی مخلوق سے کسی کو بھی عطا نہیں کی اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں اس سے بھی بڑی اور اس سے بھی بہتر نعمت تمہیں عطا نہ کروں؟ وہ کہیں گے کہ پروردگار! اس سے بھی بڑی اور اس سے بھی بہتر نعمت اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں تمہیں اپنی رضا وخوشنودی عطا کروں گا اور پھر تم سے کبھی ناخوش نہ ہوں گا۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1192)

مولیٰ کریم کا اپنے بندے سے راضی وخوش ہو جانا تمام نعمتوں اور سعادتوں کے حاصل ہو جانے کی ضمانت ہے لہٰذا جب پروردگار اہل جنت کے تئیں اپنی رضا وخوشنودی کا اظہار فرماوے گا تو گویا انہیں تمام ہی نعمتیں اور سرفرازیاں حاصل ہو جائیں گی اور عظیم ترین نعمت دیدار الٰہی بھی اسی کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔ پہلے حق تعالیٰ جنتیوں سے پوچھیں گے کہ آیا تم مجھ سے خوش وراضی ہو؟ اور جب ان کی طرف سے اثبات میں جواب مل جائے گا تب حق تعالیٰ ان کے تئیں اپنی رضا وخوشنودی کا اظہار فرمائیں گے۔ تاکہ واضح ہو جائے بندے سے اللہ تعالیٰ کے راضی وخوش ہونے کی دلیل وعلامت یہ ہے کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کو راضی وخوش پاتا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا پروردگار بھی اس سے راضی وخوش ہے منقول ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپس میں یہ بحث وتمحیص اور غور وفکر کیا کرتے تھے کہ اس بات کو جاننے کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے کہ ہمارا پروردگار ہم سے راضی وخوش ہے؟

آخر کار انہوں نے اس پر اطلاق کیا کہ خود ہم اپنے رب سے راضی وخوش ہیں تو ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ ہمارا رب بھی ہم سے راضی وخوش ہے۔ اور پھر تم سے کبھی ناخوش نہ ہوگا۔ ظاہر ہے یہ اہل جنت کے حق میں سب سے بڑی سرفرازی کی بشارت ہوگی کہ ان کا پروردگار ہمیشہ ہمیشہ ان سے راضی وخوش رہے گا۔ اس سعادت ونعمت سے بڑی سعادت ونعمت اور کیا ہو سکتی ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی تھوڑی سی بھی رضا وخوشنودی پوری جنت اور جنت کی تمام نعمتوں اور سعادتوں سے بڑھ کر ہے چہ جائیکہ وہ رضا وخوشنودی مستقل طور پر اور ہمیشہ کے لئے حاصل ہو جائے، خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ورضوان من اللہ اکبر لہٰذا ہر صاحب ایمان کو یہی التجا کرنی چاہئے کہ اللّٰھم ارض عنا وارضنا عنک (اے اللہ! ہم سے راضی ہو جایئے اور ہمیں اپنے سے راضی کیجئے۔

4340- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ اَبِیْ مَرْيَمَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ اللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ اللّٰهُمَّ اَجِرْهُ مِنَ النَّارِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص تین مرتبہ جنت کا سوال کرتا ہے تو جنت یہ کہتی ہے' اے اللہ! اسے جنت میں داخل کردے اور جو شخص تین مرتبہ جہنم سے پناہ مانگتا ہے تو جہنم یہ دعا کرتی ہے' اے اللہ! اسے جہنم سے پناہ دے۔

4341- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ

4340: اخرجہ الترمذی فی "الجامع" رقم الحدیث: 2572' اخرجہ النسائی فی "السنن" رقم الحدیث: 5536

4341: اس روایت کو نقل کرنے میں امام ابن ماجہ منفرد ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا لَهٗ مَنْزِلَانِ مَنْزِلٌ فِی الْجَنَّةِ وَمَنْزِلٌ فِی النَّارِ فَاِذَا مَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ وَرِثَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنْزِلَهٗ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی (اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سے ہر ایک شخص کے دو ٹھکانے ہیں' ایک ٹھکانہ جنت میں ہے اور ایک ٹھکانہ جہنم میں ہے۔ جب کوئی شخص مرتا ہے اور جہنم میں داخل ہوتا ہے تو اہل جنت (جنت میں موجود اس کے) مخصوص ٹھکانے کے وارث بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔

''یہی لوگ وارث ہیں''۔

جنت کے وارث ہونے کا بیان

اس آیت میں فرمایا ہے کہ مومنین جنت الفردوس کے وارث ہوں گے، اس وراثت کی دو طرح توجیہہ ہے، ایک یہ کہ انسان دنیا میں کچھ مال ومتاع کو تو اپنے قوت بازو سے حاصل کرتا ہے اور اس میں اس کی محنت اور سکب کا دخل ہوتا ہے اور کچھ مال اس کو وراثت سے ملتا ہے مثلاً کوئی عزیز کچھ مال اور ترکہ چھوڑ کر مر گیا اور وہ اس کو وراثت سے مل گیا تو اس مال میں اس کی محنت اور کسب اور اس کے کسی استحقاق کا دخل نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنوں کو جنت بہ طور وراثت ملے گی یعنی اس میں ان کی محنت اور ان کے عمل کا کوئی دخل نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنوں کو جنت بہ طور وراثت ملے گی یعنی اس میں ان کی محنت اور ان کے عمل کا کوئی دخل نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت ان کے کسی حق کے بغیر محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اور اس کی دوسری توجیہہ یہ ہے کہ وراثت میں انسان کو کسی کا ترکہ ملتا ہے اور اخرت میں مومنوں کو ایک جنت تو اپنی ملے گی اور ننانوے جنتیں کفار کے ترکہ سے ملیں گی جو ان کے لئے بنائی گئی تھیں وہ اپنے کفر کی وجہ سے دوزخ میں چلے گئے اور اپنی جنتوں کو ترکہ میں چھوڑ گئے جو مومنوں کو وراثت میں دیدی جائیں گی، جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے ظاہر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ مومنین جنت میں اپنے ٹھکانوں کے وارث ہوں گے اور اپنے ان بھائیوں کے ٹھکانوں کے وارث ہوں گے جو اگر اللہ کی اطاعت کرتے تو ان ٹھکانوں میں رہتے جو ان کے لئے تیار کئے گئے تھے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱۹۲۵۲، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۳ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے)

شرح سنن ابن ماجہ کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! آج بہ روز ہفتہ بہ مطابق ۱۶ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ ۴ جولائی ۲۰۱۵ کو شرح سنن ابن ماجہ کی چھٹی جلد مکمل ہو گئی ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عطاء فرمائے اور اس کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرمائے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف و ماتن امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق

چک ستیکا بھاولنگر